

فہمی ترتیب پر لکھی جانے والی حدیث کی پہلی کتاب
کا پہلا آسان سلیس اردو ترجمہ مع تحقیق و فوائد

کتاب السنن

بیروایت

امام احمد بن حنبل

ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاریؒ م ۱۸۲ھ

ترجمہ تحقیق و فوائد

حضرت مولانا شبیر احمد قادری صاحب مدظلہ

جلد اول

دارالافتاء دارالحدیث

پاسبانِ حقیق
pasbanehaq

فہمی ترتیب پر لکھی جانے والی حدیث کی پہلی کتاب
کا پہلا آسان سلیس اردو ترجمہ مع تحقیق و فوائد

کتاب النصار

بروایت

امام الحدیث قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاریؒ م ۱۸۲ھ

ترجمہ تحقیق و فوائد

حضرت مولانا نسیب احمد اوکاڑوی حفظہ اللہ

جلد دوم



مکتبہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

اقرا سنٹر: عرف سنٹر، اُردو بازار، لاہور
فون: 042-37224228-37355743

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جملہ حقوق ملکیت بحق ناشر محفوظ ہیں



مکتبہ رحمانیہ (پیشہ)

نام کتاب

کتاب و اشار (جلد دوم)

ترجمہ تحقیق و فوائد

حضرت مولانا سید احمد اویسی حفظہ اللہ

ناشر

مکتبہ رحمانیہ (پیشہ)

مطبع

خضر جاوید پرنٹرز لاہور



اقرا سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

فون: 042-37224228-37355743

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لیے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لیے پھر بھی غلطی کے رد جانے کا امکان ہے۔ لہذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

تنبیہ

ہمارے ادارے کا نام بغیر ہماری تحریری اجازت بطور ملنے کا پتہ، ڈسٹری بیوٹر، ناشر یا تقسیم کنندگان وغیرہ میں نہ لکھا جائے۔ بصورت دیگر اس کی تمام تر ذمہ داری کتاب طبع کروانے والے پر ہوگی۔ ادارہ ہذا اس کا جواب دہ نہ ہوگا اور ایسا کرنے والے کے خلاف ادارہ قانونی کارروائی کا حق رکھتا ہے،

انتساب

احقر اپنی اس علمی کاوش کو اپنے ماموں جان
جناب حاجی مقبول احمد رحمۃ اللہ علیہ
کے اسم گرامی سے انتساب کرتا ہے۔
یا الہی! اس علمی خدمت کا ثواب میرے ماموں جان مرحوم کو
عطا فرما کر ان کی قبر کو اپنے نور سے بھر دے اور ان کی قبر کو
جنت کا ٹکڑا بنادے۔ (آمین)

احقر

نیاز احمد غفرلہ

ڈاکخانہ بھومن شاہ تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ



نمبر شمار	مضمون	مضمون	رقم الحديث
۱	۱. کِتَابُ الْإِيمَانِ	ایمان کا بیان	۱
۲	۲. کِتَابُ الْعِلْمِ	علم کا بیان	۲۰
۳	۳. کِتَابُ الطَّهَارَةِ	طہارت کے مسائل	۵۲
۴	۱. بَابُ الْوُضُوءِ	وضو کے احکام و مسائل	۲۹
۵	۲. بَابُ الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ	غسل جنابت کے احکام و مسائل	۷۳
۶	۳. بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ	موزوں پر مسح کرنے کے احکام و مسائل	۸۶
۷	۴. بَابُ التَّيَمُّمِ	تیمم کے احکام و مسائل	۹۷
۸	۵. بَابُ الْحَيْضِ	حیض کے احکام و مسائل	۱۰۹
۹	۶. بَابُ الْأَنْجَائِسِ	ناپاکیوں کا بیان	۱۲۰
۱۰	۷. کِتَابُ الصَّلَاةِ	نماز سے متعلق احکام و مسائل	۱۳۱
۱۱	۸. بَابُ الْأَذَانِ	اذان کے احکام و مسائل	۱۳۴
۱۲	۹. بَابُ مَوَاقِيتِ الصَّلَاةِ	اوقات نماز کا بیان	۱۴۰
۱۳	۱۰. بَابُ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ	نماز شروع کرنے کا بیان	۱۴۷
۱۴	۱۱. بَابُ الْمُحَدِّثِ فِي الصَّلَاةِ	نماز میں بے وضو ہو جانے کا بیان	۲۳۳
۱۵	۱۲. بَابُ مَا يُفْسِدُ الصَّلَاةَ وَمَا يُكْرَهُ فِيهَا	ان چیزوں کا بیان جو نماز کو فاسد کرتی ہیں اور جو نماز میں مکروہ ہیں	۲۳۸
۱۶	۱۳. بَابُ الْوُثْرِ وَالتَّوَافِلِ	وتروں اور نوافل کا بیان	۲۸۳
۱۷	۱۴. بَابُ السَّهْوِ	سجود سہو وغیرہ کا بیان	۳۱۹
۱۸	۱۵. بَابُ صَلَاةِ الْمَرِيضِ	مریض کی نماز کا بیان	۳۳۱
۱۹	۱۶. بَابُ سُجُودِ التَّلَاوَةِ	سجدہ تلاوت کا بیان	۳۳۳
۲۰	۱۷. بَابُ صَلَاةِ الْمُسَافِرِ	مسافر کی نماز کا بیان	۳۴۰
۲۱	۱۸. بَابُ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ	نماز جمعہ کا بیان	۳۴۹

۳۶۵	نماز عیدین کا بیان	۲۲	۱۶. بَابُ صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ
۳۷۹	قربانی کا بیان	۲۳	۲۰. بَابُ فِي الْأَضْحَى.
۳۹۴	نماز کسوف کا بیان	۲۴	۲۱. بَابُ صَلَاةِ الْكُسُوفِ
۳۹۶	نماز خوف کا بیان	۲۵	۲۲. بَابُ صَلَاةِ الْخَوْفِ
۳۹۹	میت کو غسل اور کفن دینے کا بیان	۲۶	۲۳. بَابُ فِي غُسْلِ الْمَيِّتِ وَكَفْنِهِ
۴۴۴	دعاؤں اور تلاوت قرآن کا بیان	۲۷	۲۴. بَابُ الْأَدْعِيَةِ وَالْقُرْآنِ
۴۷۱	زکوٰۃ سے متعلق احکام و مسائل	۲۸	۵. كِتَابُ الزَّكَاةِ
۵۰۴	روزوں سے متعلق احکام و مسائل	۲۹	۱. كِتَابُ الصِّيَامِ
۵۵۶	محرم کے لباس اور خوشبو کے استعمال کا بیان	۳۰	۲۵. بَابُ لُبْسِ الْمُحْرِمِ وَطَيِّبِهِ
۵۹۰	حج تمتع کا بیان	۳۱	۲۷. بَابُ التَّمَتُّعِ
۶۴۰	شکار کا بیان	۳۲	۲۸. بَابُ الصَّيْدِ
۶۷۰	جس حاجی کو راستے میں رکاوٹ پیش آ جائے	۳۳	۲۹. بَابُ الْمُحْضَرِّ
۶۷۵	ہدی کا بیان	۳۴	۳۰. بَابُ الْهَدْيِ
۶۸۲	نکاح سے متعلق احکام و مسائل	۳۵	۸. كِتَابُ النِّكَاحِ
۶۹۸	حق مہر کا بیان	۳۶	۳۱. بَابُ الْمَهْرِ
۷۰۴	نکاح متعہ کا بیان	۳۷	۳۲. بَابُ الْمُتْعَةِ
۷۰۸	عزل کا بیان	۳۸	۳۲. بَابُ فِي الْعَزْلِ
۷۲	رضاعت سے متعلق احکام و مسائل	۳۹	۹. كِتَابُ الرِّضَاعِ
۷۱۵	طلاق سے متعلق احکام و مسائل	۴۰	۱۰. كِتَابُ الطَّلَاقِ
۷۳۴	اختیار دینے کا بیان	۴۱	۳۳. بَابُ فِي الْخِيَارِ
۷۴۰	ایلاء کا بیان	۴۲	۳۵. بَابُ الْإِيلَاءِ
۷۵۳	ظہار کا بیان	۴۳	۳۶. بَابُ الظَّهَارِ
۷۶۶	لعال کا بیان	۴۴	۳۷. بَابُ الْإِلْعَانِ
۷۷۴	نامرد کا بیان	۴۵	۳۸. بَابُ الْعِتْلَنِ
۷۷۶	عدت کا بیان	۴۶	۳۹. بَابُ الْعِدَّةِ

۶۴۰	شکار کا بیان	۴۷	۲۸. بَابُ الصَّيْدِ شَكَارٍ كَا بِيَان
۶۷۰	جس حاجی کو راستے میں رکاوٹ پیش آ جائے	۴۸	۲۹. بَابُ الْمُحْضَرِّ
۶۷۵	ہدی کا بیان	۴۹	۳۰. بَابُ الْهَدْيِ
۶۸۲	نکاح سے متعلق احکام و مسائل	۵۰	۸. كِتَابُ النِّكَاحِ
۶۹۸	حق مہ کا بیان	۵۱	۳۱. بَابُ الْمَهْرِ
۷۰۴	نکاح متعہ کا بیان	۵۲	۳۲. بَابُ الْمُتْعَةِ
۷۰۸	عزل کا بیان	۵۳	۳۳. بَابُ فِي الْعَزْلِ
۷۱۲	رضاعت سے متعلق احکام و مسائل	۵۴	۹. كِتَابُ الرِّضَاعِ
۷۱۵	طلاق سے متعلق احکام و مسائل	۵۵	۱۰. كِتَابُ الطَّلَاقِ
۷۳۲	اختیار دینے کا بیان	۵۶	۳۴. بَابُ فِي الْخِيَارِ
۷۴۰	ایلاء کا بیان	۵۷	۳۵. بَابُ الْإِيلَاءِ
۷۵۳	ظہار کا بیان	۵۸	۳۶. بَابُ الظَّهَارِ
۷۶۶	لعان کا بیان	۵۹	۳۷. بَابُ اللَّعَانِ
۷۷۴	نامرد کا بیان	۶۰	۳۸. بَابُ الْعَيْنَيْنِ
۷۷۶	عدت کا بیان	۶۱	۳۹. بَابُ الْعِدَّةِ
۸۰۸	اولاد کی پرورش کا بیان	۶۲	۴۰. بَابُ الْحِضَانَةِ
۸۱۰	خرج کا بیان	۶۳	۴۱. بَابُ النَّفَقَةِ
۸۳۱	مکاتب، مدبر اور ام ولد کا بیان	۶۴	۴۲. بَابُ الْمُكَاتِبِ وَالْمَدْبَرِ وَأَمْرِ الْوَلَدِ
۸۳۸	قسموں سے متعلق احکام و مسائل	۶۵	۱۲. كِتَابُ الْأَيْمَانِ
۸۵۲	شرعی سزاؤں سے متعلق احکام و مسائل	۶۶	۱۳. كِتَابُ الْحُدُودِ
۸۷۹	گری پڑی گم شدہ چیزوں سے متعلق احکام و مسائل	۶۷	۱۵. كِتَابُ اللَّقْظَةِ
۸۸۰	خرید و فروخت سے متعلق احکام و مسائل	۶۸	۱۶. كِتَابُ الْبُيُوعِ
۹۱۱	فیصلہ کرنے سے متعلق احکام و مسائل	۶۹	۱۷. كِتَابُ الْقَضَاءِ
۹۲۳	دعویٰ سے متعلق احکام و مسائل	۷۰	۱۸. كِتَابُ الدَّعْوَى
۹۲۶	گواہی سے متعلق احکام و مسائل - ۹۲۶	۷۱	۱۹. كِتَابُ الشَّهَادَةِ

۹۳۶	مضاربت سے متعلق احکام و مسائل	۷۲	۲۰. کتاب المضاربة
۹۳۹	ہبہ سے متعلق احکام و مسائل	۷۳	۲۱. کتاب الہبۃ
۹۴۶	شفعہ سے متعلق احکام و مسائل	۷۴	۲۲. کتاب الشفعة
۹۴۸	کھیت کو بٹائی پر دینے سے متعلق احکام و مسائل	۷۵	۲۳. کتاب المزارعة
۹۵۱	ذبیحہ سے متعلق احکام و مسائل	۷۶	۲۴. کتاب الذبائح
۹۵۵	کراہت کا بیان	۷۷	۲۵. کتاب الکراہیۃ
۹۶۹	ریشم اور سونا پہننے کا بیان	۷۸	۲۶. کتاب لبس الحریر والذهب
	خضاب لگانے اور داڑھی و مونچھوں کے کچھ بال لینے کا	۷۹	۲۷. باب فی الخضاب والاخذ من اللحيۃ
۹۸۴	بیان		والشارب
۹۹۷	مشروبات سے متعلق احکام و مسائل	۸۰	۲۸. کتاب الاشرۃ
۱۰۱۸	شکار سے متعلق احکام و مسائل	۸۱	۲۹. کتاب الصيد
۱۰۲۴	رہن سے متعلق احکام و مسائل	۸۲	۳۰. کتاب الرهن
۱۰۲۶	دیتوں سے متعلق احکام و مسائل	۸۳	۳۱. کتاب الديات
۱۰۵۳	وصیتوں سے متعلق احکام و مسائل	۸۴	۳۲. کتاب الوصايا
۱۰۶۵	فرائض (وراثت) سے متعلق احکام و مسائل	۸۵	۳۳. کتاب الفرائض
۱۰۷۸	آداب کا بیان	۸۶	۳۴. کتاب الآداب
۱۰۹۷	فتنوں کا بیان	۸۷	۳۵. کتاب الفتن
۱۱۰۱	شمائل نبوی ﷺ کا بیان		۳۶. کتاب شمائل النبی ﷺ
۱۱۰۹	فضائل و مناقب کا بیان	۸۸	۳۷. کتاب المناقب



تفصیلی فہرست مضامین

(جلد دوم)

- ☆ فجر کی نماز میں قنوت کو چھوڑنے کا بیان 45
- ☆ ماہ رمضان کے آخری عشرے کی فضیلت 56
- ☆ صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؓ میں رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے 57
- ☆ تراویح کے متعلقہ چند ضروری مباحث 58
- ☆ لفظ تراویح 58
- ☆ نماز تراویح کی وجہ تسمیہ 58
- ☆ نماز تراویح کی ابتداء 59
- ☆ آٹھ رکعات تراویح کو مسنون کہنے والوں کے استدلال کا تحقیقی جائزہ 72
- ☆ بیس رکعات تراویح کے دلائل 89
- ☆ مرسل معتضد کی حجت کی بحث 100
- ☆ عشاء کے بعد چار رکعات پڑھنے کی فضیلت 106

۱۴۔ باب: سجود سہو وغیرہ کا بیان

- ☆ سجود سہو کے بغیر ایک رکعت میں دو سے زیادہ سجودے کرنا مناسب نہیں 107
- ☆ سجود سہو سلام کے بعد کرنا افضل ہے 107
- ☆ دوران نماز ہونے والے سہو کی سہو کے دو سجودے اصلاح کر دیتے ہیں 112
- ☆ سہو کے دو سجودے شیطان کو رسوا اور ذلیل کرنے والے ہیں 112
- ☆ اگر کوئی پہلی دو رکعات میں تلاوت کرنا بھول جائے تو کیا کرے؟ 113
- ☆ اگر کثرت سے شک پیش آتا ہو تو غالب گمان پر عمل کیا جائے 113

- ☆ امام کے سہو کی وجہ سے مقتدی پر بھی سجدہ سہولازم ہو جاتا ہے 114
- ☆ جو اپنے حال سے متغیر ہو گیا اس پر سجدہ سہولازم ہو گیا 115
- ☆ سجدہ سہو کے بعد دوبارہ تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرا جائے 115

۱۵۔ باب: مریض کی نماز کا بیان

۱۶۔ باب: سجدہ تلاوت کا بیان

- ☆ اگر آیت سجدہ سورت کے آخری حصے میں ہو تو کیا کیا جائے؟ 121
- ☆ اگر آیت سجدہ سورت کے درمیان میں ہو تو کیا کیا جائے؟ 121
- ☆ حائضہ پر سجدہ تلاوت نہیں ہے 122
- ☆ سورة الانشقاق میں سجدہ تلاوت ہے 122
- ☆ سورہ ص میں بھی سجدہ تلاوت ہے 123
- ☆ سواری پر ہونے کی صورت میں سر سے اشارہ کر دینا بھی کافی ہے 126

۱۷۔ باب: مسافر کی نماز کا بیان

- ☆ مقیم کی نماز مسافر کی اقتداء میں 127
- ☆ مسافر کی نماز مقیم کی اقتداء میں 129
- ☆ سفر میں قصر کا بیان 130
- ☆ شہر اور آبادی سے نکل کر نماز قصر کی جائے 137
- ☆ قصر کی مسافت کا بیان 139
- ☆ قصر کی مسافت کے متعلق روایات کی تحقیق 140

۱۸۔ نماز جمعہ کا بیان

- ☆ غلام، عورت، مریض اور مسافر پر جمعہ واجب نہیں 147
- ☆ جمعہ کے لئے غسل کرنا افضل ہے 148
- ☆ جمعہ کے دن مسواک کرنا مستحب ہے 151
- ☆ جمعہ کے دن خوشبو لگانا مسنون ہے 152

- ☆ دیہاتیوں پر جمعہ واجب نہیں 154
- ☆ نماز جمعہ سے پہلے اور بعد میں سنتوں کا بیان 162
- ☆ جمعہ کے خطبہ کی کیفیت 166
- ☆ خطبہ کے دوران نماز پڑھنا اور گفتگو کرنا منع ہے 170
- ☆ جو شخص جمعہ کی ایک رکعت یا اس کا کوئی حصہ پائے تو وہ جمعہ پڑھے 174
- ☆ جب امام خطبہ نہ دے تو چار رکعات پڑھائے 174
- ☆ کیا زوال سے پہلے جمعہ ہے؟ 175
- ☆ جواز کے قائلین کے استدلال 175
- ☆ زوال کے بعد جمعہ پڑھنے کے دلائل 179
- ☆ جمعہ کے دن نبی ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت 184
- ☆ حدیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ ائمہ کرام رحمہم اللہ کی نظر میں 188
- ☆ عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام اور چند ضروری تنقیحات 213

۱۹۔ نماز عیدین کا بیان

- ☆ چھ زائد تکبیروں کے ساتھ عیدین کی نماز کا بیان 233
- ☆ عیدین کی نماز سے پہلے کوئی نفل نماز نہیں ہے 240
- ☆ عیدین کا خطبہ سواری پر بھی دیا جاسکتا ہے 242
- ☆ نماز عید سے پہلے وعظ و نصیحت کی جاسکتی ہے 242
- ☆ عید گاہ جانے سے پہلے کھانے کا بیان 244
- ☆ عورتوں کو عیدین میں شمولیت کی اجازت ہوتی تھی 246
- ☆ عیدین کا خطبہ جمعہ کے خطبہ کی طرح خاموشی کے ساتھ سنا جائے 258
- ☆ جس کو عید کی نماز نہ ملے وہ کیا کرے؟ 258
- ☆ تکبیرات تشریق کا بیان 259
- ☆ اہل دیہات پر تکبیرات تشریق واجب نہیں 260
- ☆ قربانی کے تین دن ہیں 262

☆ ایام معدودات سے مراد ذوالحجہ کے دس دن اور ایام معلومات سے مراد ایام تشریق ہیں 265

۲۰۔ باب: قربانی کا بیان

☆ خون لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، پس خون کو دھویا جائے 267

☆ نماز عید سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کرنا منع ہے 267

☆ نبی مکرم ﷺ ایک جانور اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے کیا کرتے تھے 269

☆ گائے میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں 270

☆ چاہیے کہ اونٹ میں بھی سات افراد شریک ہوں 271

☆ قربانی کرنے والے کے لیے اپنے ہاتھ سے قربانی کا جانور ذبح کرنا مستحب ہے 271

☆ جانور ذبح کرتے وقت اللہ کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام ذکر نہ کرو 272

☆ بہترین قربانی مونا تازہ چھ ماہ کا دنبہ ہے 272

☆ چھ ماہ کا دنبہ بھی کفایت کر جائے گا جب کہ وہ خاصا بڑا ہو 273

☆ پہلے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنا منع تھا، پھر اجازت دے دی گئی 273

☆ عقیقہ زمانہ جاہلیت میں فرض ہوا کرتا تھا، جب قربانی کا حکم آیا تو اس کی فرضیت کو ختم کر دیا گیا 276

☆ نبی مکرم ﷺ عقاق کے لفظ کو ناپسند کرتے تھے 276

۲۱۔ باب: نماز کسوف کا بیان

۲۲۔ باب: نماز خوف کا بیان

۲۳۔ باب: میت کو غسل اور کفن دینے کا بیان

☆ اگر عورت مردوں کے ساتھ یا کوئی مرد عورتوں کے ساتھ مر جائے تو ان میں سے ہر ایک کو تیمم کرایا جائے 297

☆ درس اور زعفران کے علاوہ میت کی خوشبو میں ہر طرح کی خوشبو ملا سکتے ہیں 297

☆ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے 298

☆ میت کے بالوں میں کنگھی نہ کی جائے 299

☆ عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے مگر مرد اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا 299

☆ بامر مجبوری شرعی طریقہ کے مطابق مسلمان عورت کو نصرانی عورت سے غسل دلوا یا جاسکتا ہے 300

- ☆ جو میت کو غسل دے وہ غسل کر لے 300
- ☆ نبی مکرم ﷺ کو طہ اور قیص میں کفن دیا گیا تھا 301
- ☆ سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا مجھے میرے ان دو کپڑوں میں کفننا 303
- ☆ میت کو اچھی سے اچھی خوشبو لگانا جائز ہے 304
- ☆ جنازہ میں چار تکبیروں پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو گیا تھا 304
- ☆ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جنازہ پر چار تکبیرات کہا کرتے تھے 306
- ☆ جو فرض نمازیں پڑھانے کا مستحق ہے وہی نماز جنازہ پڑھانے کا مستحق ہے 307
- ☆ جو بچہ پیدائش کے بعد چیخا، اس کا جنازہ بھی ہے، وراثت بھی، نہ چیخا تو کچھ نہیں 308
- ☆ عورت پر نماز جنازہ پڑھانے کا باپ شوہر سے زیادہ حقدار ہے 308
- ☆ عورتیں جنازوں میں شرکت نہ کریں 309
- ☆ کسی کی موت پر غیر اختیاری طور پر آنکھوں سے آنسوؤں کا جاری ہو جانا صبر کے منافی نہیں 309
- ☆ جنازہ کا چاروں طرف سے اٹھانا سنت ہے 310
- ☆ مرد چار پائی کے پائے پکڑ لیں تو پھر خواتین کے لیے اس میں کوئی حصہ نہیں ہے 311
- ☆ اگر کوئی مرد عورتوں کے ساتھ مرجائے اور وہاں مرد موجود نہ ہوں تو عورتیں اس کا نماز جنازہ پڑھیں 311
- ☆ جنازے کے ساتھ یہ کہتے ہوئے چلنا کہ اس کے لیے استغفار کرو اللہ تمہاری مغفرت فرمائے گا مکروہ ہے 312
- ☆ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے زانیہ باندی کا جنازہ پڑھایا۔ 314
- ☆ کوئی شخص نماز جنازہ ادا کرے تو افضل یہ ہے کہ وہ میت کے ولی کی اجازت کے بغیر واپس نہ آئے 314
- ☆ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب جنازے کے لیے کھڑے نہیں ہوتے تھے 315
- ☆ جنازے کے آگے چلنا بھی جائز ہے 317
- ☆ اگر کسی غیر مسلم کا ہم مذہب موجود نہ ہو تو مسلمان اسے دفن کر دیں 319
- ☆ رسول اکرم ﷺ کی قبر مبارک کو ہاں نما ہے اور اس پر سفید مٹی کے ٹکڑے لگے ہوئے تھے 320
- ☆ امام مسروقؒ اور امام ابو یوسفؒ نے وصیت کی تھی کہ ان کی لحد میں بانس لگائے جائیں 321
- ☆ شہید اسلام سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھا گیا تھا 322
- ☆ غائبانہ نماز جنازہ؟ 324
- ☆ مردوں اور عورتوں کا ایک ساتھ جنازہ پڑھا جائے تو عورتوں کو قبلہ کی جانب رکھا جائے 325

- ☆ میت کو قبر میں داخل کرنے کے دو طریقے صحابہ کرامؓ میں رائج تھے 327
- ☆ ابراہیم نخعیؒ قبر پر نشانی لگانے، لحد میں پکی اینٹیں لگانے اور قبر کو گچ سے پختہ بنانے کو مکروہ سمجھتے تھے 328
- ☆ قبروں پر چادریں ڈالنے اور پھول وغیرہ چڑھانے کا مسئلہ 330
- ☆ پہلے زمانے میں اہل مدینہ میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں داخل کیا کرتے تھے 334
- ☆ ابن مسعودؓ نے فرمایا میں کسی انگارے پر چلوں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں کسی قبر پر قصد اچلوں 335
- ☆ مرد اور عورت کو ایک ہی لحد میں دفنانے کا طریقہ 335
- ☆ قبر کو اتنا اونچا کرنا مستحب سمجھا تھا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ قبر ہے تاکہ اسے روندنا نہ جائے 336
- ☆ اسلام میں میت کے لیے چار پائی کا طریقہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے ایجاد کیا تھا 336
- ☆ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ جنازہ کے آگے آگے چلا کرتے تھے 337
- ☆ جب جنازہ زمین پر رکھ دیا جائے تو بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں 338
- ☆ سیدنا معمر بن مالکؓ کو رجم کیا گیا، ان کو کفن دیا گیا، جنازہ بھی پڑھا گیا 339
- ☆ قبر میں سوال و جواب اور ثواب و عذاب کا بیان 341
- ☆ پہلے قبروں کی زیارت سے منع کیا گیا تھا، پھر اجازت دے دی گئی 343

۲۴۔ باب: دعاؤں اور تلاوت قرآن کا بیان

- ☆ سورۃ اخلاص سے محبت کرنے والے شخص کے لئے اللہ رب العزت کی محبت کے اثبات کا تذکرہ 346
- ☆ جو کوئی از حد عاجز ہو اور کسی بھی معقول سبب سے قرآن مجید پڑھنے یا یاد رکھنے پر قادر نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ 347
- ☆ صبح و شام کی دعائیں 348
- ☆ بیت الخلاء میں چھینکنے والا دل میں الحمد للہ کہے 353
- ☆ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت نازل شدہ قرآن کے عین مطابق ہے 354
- ☆ قرآن کی تلاوت پر ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں 355
- ☆ تلاوت قرآن میں لفظی غلطی کا معیار 356
- ☆ امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ ایک رکعت میں پورا قرآن کریم پڑھ لیا کرتے تھے 357
- ☆ قرآن کریم کو تر تیل و خوش آوازی کے ساتھ پڑھو 358
- ☆ اللہ تعالیٰ اس طرح کوئی آواز نہیں سنتے جس طرح عمدہ آواز کے ساتھ پڑھے جانے والے قرآن کو سنتے ہیں 358
- ☆ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے کہا کہ اپنی خوبصورت آواز کے ساتھ سورۃ الحجر پڑھ کر سناؤ 359

- ☆ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خوش آوازی 360
- ☆ ایک قراءت سے دوسری قراءت کی طرف نہیں پھرنا چاہیے 360
- ☆ امام ابراہیم نخعیؒ ہر رات میں قرآن کریم کی سات سورتیں پڑھا کرتے تھے 361
- ☆ قرآن کے عجائبات پر ٹھہر کر اپنے دلوں کو خوف دلانا چاہیے 361
- ☆ قرآن مجید ٹھہر ٹھہر کر اور تدر کر کے پڑھنا چاہیے 361
- ☆ قیامت کے دن کی ہولناکی اور اپنی امت کے ضعف کا خیال کر کے آنحضرت ﷺ کا بہت زیادہ رونا 362
- ☆ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فجر کی نماز میں سورۃ التین اور سورۃ الکافرون پڑھنا 364
- ☆ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نماز میں سورۃ النصر اور سورۃ الاخلاص پڑھنا 364
- ☆ رات کو (نماز تہجد میں) سو آیات اور دو سو آیات تلاوت کرنے کی فضیلت 364
- ☆ رات کو سورہ بقرہ کی آخری تین آیات تلاوت کرنے کی فضیلت 365
- ☆ قرآن کی قراءت بغیر وضو کے جائز ہے 366

۵۔ زکوٰۃ سے متعلق احکام و مسائل

- ☆ دین میں زکوٰۃ کی اہمیت اور اس کا مقام 368
- ☆ زکوٰۃ کے تین پہلو 368
- ☆ پہلا پہلو 368
- ☆ دوسرا پہلو 369
- ☆ تیسرا پہلو 369
- ☆ اونٹوں کی زکوٰۃ کا بیان 369
- ☆ بکریوں کی زکوٰۃ کا بیان 370
- ☆ نصاب زکوٰۃ میں بھیڑ بکریوں کے بچوں کو بھی شمار کیا جائے گا 371
- ☆ گائے کی زکوٰۃ کا بیان 372
- ☆ پانچ سے کم اونٹوں، چالیس سے کم بکریوں اور تیس سے کم گائے میں زکوٰۃ نہیں ہے 373
- ☆ کام کاج والے اور پانی لادنے والے اونٹوں میں زکوٰۃ نہیں ہے 373
- ☆ گھوڑوں کی زکوٰۃ کا نصاب 374

- ☆ زکوٰۃ کا حساب لگاتے وقت نہ تو مختلف گلوں کو یکجا کیا جائے اور نہ ہی ایک گلہ کو مختلف گلوں میں تقسیم کیا جائے 376
- ☆ سونے کی زکوٰۃ کے نصاب کا بیان 378
- ☆ جب تک مال پر سال نہ گزر جائے زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی 378
- ☆ کسی سے قرض لینا تھا، جب وہ ملے تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے 379
- ☆ معدنیات میں خمس واجب ہے 380
- ☆ کانوں میں خمس واجب ہے 381
- ☆ دوسو سے کم درہم میں زکوٰۃ نہیں 381
- ☆ اگر کسی کو خزانہ ملے تو چار حصے خزانہ پانے والے کے ہیں 382
- ☆ زیورات میں زکوٰۃ کا بیان 383
- ☆ جواہرات اور موتی تجارت کے لئے نہ ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے 384
- ☆ مسلمانوں سے تجارتی مال میں عشر کا چوتھا حصہ اور ذمیوں سے آدھا عشر لیا جائے 384
- ☆ کس پیداوار میں عشر اور کس میں نصف عشر واجب ہے؟ 386
- ☆ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: **وَأَتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ** منسوخ ہے 387
- ☆ بنی تغلب کے عیسائیوں پر سیدنا عمرؓ نے خراج کے بدلہ دو گنا صدقہ لاگو کر دیا تھا 388
- ☆ ایک ایک گھرانے کو دس، دس درہم زکوٰۃ دینے کی بجائے ایک گھر والوں کو بھوک سے بے نیاز کرنا زیادہ پسندیدہ ہے 391
- ☆ ذمی لوگ شراب لے کر گزریں تو ان سے بیسواں حصہ وصول کیا جائے گا 392
- ☆ صدقہ کرتے وقت اپنے گزراوقات کا بھی خیال رکھیں، جو گزراوقات سے زائد ہو وہ صدقہ کریں 393
- ☆ دوسو درہم سے زائد جب چالیس ہو جائیں تو ان پر زکوٰۃ ہے 394
- ☆ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے 395

۶۔ روزوں سے متعلق احکام و مسائل

- ☆ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا منع ہے 399
- ☆ نماز روزہ کسی دوسرے کی طرف سے ادا کرنا درست نہیں ہے 412
- ☆ روزے اور احرام کی حالت میں سیگی لگوانا جائز ہے 412
- ☆ سفر میں روزہ چھوڑنے کی اجازت کا بیان 415

- ☆ شب قدر ستائیسویں رات میں ہوتی ہے، اگلی صبح سورج بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے 434
- ☆ اعتکاف بڑی مسجد میں کیا جائے 435
- ☆ آنحضرت ﷺ اعتکاف کی حالت میں اپنا سر مسجد سے نکال دیتے اور عائشہؓ اسے دھو دیا کرتی تھیں 435
- ☆ صدقہ فطر ہر چھوٹے بڑے، آزاد اور غلام پر لازم ہے 436

۷۔ حج سے متعلق احکام و مسائل

- ☆ حاجی کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور حاجی جس کیلئے مغفرت کی دعا مانگے اس کی بھی مغفرت ہو جاتی ہے 439
- ☆ تین قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اللہ نے اپنے ذمے لے لیا ہے کہ جو اس سے مانگیں گے وہ عطا کرے گا 440
- ☆ حج کرنے والے کے گزشتہ تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ 441
- ☆ سب سے افضل حج وہ ہے جس میں آواز بلند کرنا اور خون بہانا ہو 442
- ☆ اللہ کے ارشاد ”اشهر معلومات“ اور ”فلا رفث ولا فسوق“ کی تفسیر 443
- ☆ ایام معدودات سے مراد ذوالحجہ کے دس دن اور ایام معلومات سے مراد ایام تشریق ہیں 443
- ☆ ام المؤمنین عائشہؓ ہدی کے جانوروں کے قلاذے خود بنا کرتی تھیں 444
- ☆ جب کوئی آدمی اپنے جانور کو قلاذہ ڈال دے تو وہ محرم ہو گیا 445
- ☆ سیدنا ابن مسعودؓ نے فرمایا: ”اے اللہ! مجھے تکلفات کرنے والے لوگوں میں سے نہ بنانا۔“ 445
- ☆ جب تک جانور کو قلاذہ نہ ڈالا جائے آدمی محرم نہ بنے 446

۲۵۔ باب: محرم کے لباس اور خوشبو کے استعمال کا بیان

- ☆ نبی مکرم ﷺ احرام سے پہلے خوشبو لگایا کرتے تھے 448
- ☆ خوشبو کی چمک احرام کی حلت میں بھی نبی اکرم ﷺ کی مانگ میں دیکھی جاسکتی تھی 449
- ☆ برقعے اور رنگے ہوئے کپڑے کے سوا خواتین جو چاہیں کپڑا استعمال کر سکتی ہیں 450
- ☆ رنگا ہوا کپڑا اگر دھلا ہوا ہو تو اسے محرم پہن سکتا ہے 450
- ☆ زرد رنگ کے کپڑے کو مٹی میں رنگ کر احرام کے لیے استعمال کرنا 451
- ☆ محرم کے لیے لال رنگ میں رنگا ہوا کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہیں 452
- ☆ رنگا ہوا کپڑا ایسا دھلا ہوا ہو کہ خوشبو نہ دیتا ہو تو محرم کے لیے اس کے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں 452

- 473 عمرہ کا احرام غیر اشہر حج میں باندھا مگر طواف حج کے مہینوں میں کیا اور پھر ٹھہرا رہا اور حج کیا تو تمتع ہے
- 474 حج تمتع کرنے والے نے قربانی کے دن قربانی کر دی تو اس کا احرام مکمل ہو گیا
- 474 جو حج کے ایام میں تین روزے نہ رکھ سکا وہ ہدی دے چاہے کپڑے بیچنے پڑ جائیں
- 475 اگر تیسرے دن ہدی پانے پر قادر ہو جائے تو روزے کافی نہیں ہوں گے
- 475 حج تمتع کرنے والے پر ہدی واجب ہے
- 476 سیدنا عمر بن خطابؓ کے تمتع سے منع کرنے کا واقعہ
- 478 حضور ﷺ نے طواف اپنی سواری پر کیا اور حجر اسود کا اسلام چھڑی سے کرتے رہے
- 478 ابن عمرؓ نے فجر کے بعد طواف کیا اور سورج کے بلند اور سفید ہونے سے پہلے نوافل نہ پڑھے
- 479 دوران طواف نبی ﷺ نے تین پھیروں میں رمل کیا اور چار پھیرے حسب معمول لگائے
- 481 خواتین پر طواف اور صفا و مروہ کی سعی کے دوران رمل نہیں ہے
- 481 مسافروں کے لیے نفل نماز سے زیادہ افضل طواف کرنا ہے
- 481 حجر اسود بوسہ دینے وقت رنچ یدین کیا جائے
- 482 دوران طواف رکن یمانی کے پاس نبی ﷺ کی جبریل امین سے ملاقت ہوتی تھی
- 483 سیدنا عمرؓ نے فرمایا اگر میں نے نبی ﷺ کو حجر اسود چومتے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی اسے نہ چومتا
- 484 مکہ کے گھروں کو بیچنے اور کرایہ پر دینے کا بیان
- 484 کعبہ کے ارد گرد تین سونبیوں کی قبریں ہیں
- 485 خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کا بیان
- 486 ابن عمرؓ کو دوران طواف پیاس لگی تو انہوں نے زمزم کے کنوئیں سے پانی پیا
- 486 حضور ﷺ نے طواف اپنی سواری پر کیا اور حجر اسود کا اسلام چھڑی سے کرتے رہے
- 487 خواتین پر طواف اور صفا و مروہ کی سعی نہیں ہے
- 487 امام عرفہ کے دن نماز سے پہلے خطبہ سے شروع کرے
- 487 عرفات سے واپسی کے وقت سکون و اطمینان اختیار کرنے کا حکم
- 488 عرفہ میں عصر اور ظہر کو ایک اذان و دو اقامت کے ساتھ پڑھا جائے
- 489 مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو ایک اذان و اقامت کے ساتھ پڑھا جائے
- 489 اگر حاجی نے وقوف مزدلفہ کو نہیں پایا تو اس کا حج فوت ہو گیا

☆ جو شخص قربانی کے دن احرام کی حالت میں آئے اسے چاہیے کہ وہ عمرے کا احرام باندھے اور اس پر آئندہ سال حج لازم

- 490 ہوگا
- 491 ☆ ایک شخص کے حج کی خاطر سیدنا عمرؓ نے پورے قافلے کو روک کر رکھا
- 491 ☆ جو لوگ رات کو ہی مزدلفہ سے منی کی طرف روانہ ہو جائیں وہ طلوع آفتاب سے پہلے کنکریاں نہ ماریں
- 493 ☆ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ قربانی کے دن حج کا تلبیہ پڑھا تھا
- 493 ☆ نبی اکرم ﷺ نے حجرہ عقبہ کی رمی تک تلبیہ پڑھا
- 494 ☆ حج تمتع کرنے والے نے قربانی کے دن قربانی کر دی تو اس کا احرام مکمل ہو گیا
- 495 ☆ سرمنڈانا، بال کتروانے سے بہتر ہے
- 495 ☆ تین افراد عہدہ امارت پر نہ ہونے کے باوجود امیر ہی سمجھے جاتے ہیں
- 496 ☆ عذر کی بناء پر طواف و داع واجب نہیں رہتا
- 497 ☆ اگر عورت حج تمتع کی نیت سے آئے اور وہ ایام میں ہو تو کیا حکم ہے؟
- 498 ☆ عرفات سے واپسی کے وقت سکون و اطمینان اختیار کرنے کا حکم
- 498 ☆ کلمہ تقویٰ سے مراد تلبیہ اور تکبیر ہے
- 499 ☆ اللہ کے ارشاد {فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ} کی تفسیر
- 500 ☆ طواف و داع چھوڑنے کی صرت میں مردوں پر قربانی ہے اور خواتین پر کچھ بھی نہیں
- 501 ☆ تمہارا عمرہ اسی سال کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے
- 501 ☆ چار یا پانچ دنوں کو چھوڑ کر باقی پورا سال عمرہ کیا جاسکتا ہے
- 502 ☆ چار یا پانچ دنوں کو چھوڑ کر باقی پورا سال عمرہ کیا جاسکتا ہے
- 503 ☆ نبی ﷺ نے چار عمرے اور ایک حج کیا، ایک عمرہ حج کے ساتھ ملا کر کیا
- 503 ☆ حجر اسود کے استلام کے لیے تکبیر کہنے تک عمرہ کا تلبیہ بند نہ کیا جائے
- 504 ☆ میت کی طرف سے حج کرنے کا بیان
- 505 ☆ ابن عمرؓ نے عمرہ کے احرام کی حالت میں مدینہ سے دو میل یا دو فرسخ پر حج کا احرام باندھا

۲۸۔ باب: فکار کا بیان

- 506 ☆ حالت احرام میں دوبارہ فکار کرنے والے کا حکم

- ☆ چکور کے سلسلے میں سیدنا علیؓ اور سیدنا عثمانؓ کے اختلاف کا ذکر 506
- ☆ سیدنا ابن عمرؓ نے احرام کی حالت میں زندہ ہرن کا تحفہ قبول نہ کیا 507
- ☆ احرام کی حالت میں شتر مرغ کے اندے توڑنے کی سزا 508
- ☆ محرم کے لیے غیر محرم کے شکار کردہ جانور کو کھانے کا حکم 509
- ☆ محرم شکار کا گوشت زاد راہ کے طور پر رکھ سکتا ہے 510
- ☆ محرم شکار کا گوشت زاد راہ کے طور پر رکھ سکتا ہے 510
- ☆ محرم کے لیے غیر محرم کے شکار کردہ جانور کو کھانے کا حکم 511
- ☆ محرم کے لیے غیر محرم کے شکار کردہ جانور کو کھانے کا حکم 512
- ☆ محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اسے حلال آدمی نے شکار کیا ہو 513
- ☆ محرم چوہے، سانپ، کاٹ کھانے والے کتے، چیل اور بچھو کو مار سکتا ہے 513
- ☆ جس نے سانپ کو قتل کیا گویا اس نے کافر کو قتل کیا 514
- ☆ ابن عمرؓ نے اونٹ کی پچھلی جانب چیل بیٹھی تو اس کو مارا 515
- ☆ شکار کی جزاء ادا کرنے کے طریقہ کا بیان 515
- ☆ احرام کی حالت میں ہرن کا شکار کرنے پر ابن عباسؓ نے بکری قربان کرنے کا فتویٰ دیا 517
- ☆ حج مکمل کرنے سے پہلے جماع کر لینے والے میاں بیوی کا حکم 518
- ☆ حالت احرام میں بیوی کو چھونے یا بوسہ لینے کا حکم 518
- ☆ صفا و مروہ کے درمیان طواف کیا مگر رمل نہیں کیا تو کچھ بھی واجب نہیں 519
- ☆ پھوڑوں پر خوشبو ملی ہوئی دواء لگائی تو کفارہ دینا پڑے گا 519
- ☆ اگر کوئی آدمی میقات سے احرام باندھے بغیر آگے چلا جائے تو اس پر دم لازم آئے گا 520
- ☆ امام عطاء رحمہ اللہ حالت احرام میں ٹوپی پہنتے تھے اور بکری ذبح کر دیا کرتے تھے 520
- ☆ امام عطاء رحمہ اللہ حج کے مسائل کا علم امام ابو جعفر باقر رحمہ اللہ سے زیادہ رکھتے تھے 520
- ☆ حج مکمل کرنے سے پہلے جماع کر لینے والے شخص کا حکم 521
- ☆ عرفات میں وقوف کرنے کے بعد ہمبستری کرنے والے شخص کے بارے میں ابن عباسؓ کا موقف 522
- ☆ عرفہ میں وقوف کرنے کے بعد یا پہلے جماع کرنے والے شخص کے بارے میں امام ابراہیمؒ کا موقف 522
- ☆ جسم یا سر میں کوئی تکلیف ہونے کی وجہ سے خوشبو ملی ہوئی دواء استعمال کی تو کفارہ دینا پڑے گا 523

☆ حالت احرام میں بیوی کا بوسہ لینے کا حکم 523

۲۹۔ باب: جس حاجی کو راستے میں رکاوٹ پیش آ جائے

☆ حج میں شرط لگانا کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا 526

☆ عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک گائے ذبح کی 527

۳۰۔ ہدی کا بیان

☆ ہدی کا جانور راستے میں مرنے کے قریب ہو گیا، اس کو ذبح کیا تو درندوں کے لیے چھوڑنے سے بہتر ہے کھالیں 528

☆ لنگڑی اگر قربان گاہ پہنچ جائے تو کفایت کر جائے گی 528

☆ ہدی اونٹ یا گائے یا بکری میں سے ہو 529

☆ قربانی کا جانور روانہ کیا، دوسرا خرید لیا، پھر پہلا بھی مل گیا تو عائشہ نے دونوں کو خر کیا 529

☆ حج تمتع کرنے والے پر ہدی واجب ہے 530

☆ جو حج کے ایام میں تین روزے نہ رکھ سکا وہ ہدی دے چاہے کپڑے بیچے پڑ جائیں 531

☆ اگر تیسرے دن ہدی پانے پر قادر ہو جائے تو روزے کافی نہیں ہوں گے 531

۸۔ نکاح سے متعلق احکام و مسائل

☆ ایسی عورت سے شادی کی جائے جو رگت میں خواہ کالی ہو لیکن اولاد کا ذریعہ بن سکے 534

☆ عورت نے گواہوں کے ہمراہ اپنا آپ بہہ کر دیا، مرد نے قبول کر لیا تو اسے نکاح سمجھا جائے گا 535

☆ آدمی کا اپنی بیوی کی ماں کے ساتھ جماع کر لینا 536

☆ نکاح کا خطبہ 537

☆ مباشرت کے لیے کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے جبکہ دخول صرف اگلے مقام میں کیا جائے 538

☆ عورتوں کی دبر میں جماعت کرنا حرام ہے 539

☆ عورتوں کی دبر میں جماعت کرنا حرام ہے 539

☆ عورتوں کی دبر میں جماعت کرنا حرام ہے 540

☆ اللہ نے بالوں میں دوسرے بال ملانے والی اور طوانے والی وغیرہا پر لعنت کی ہے 541

☆ غلام کے لیے کسی کو اپنی لونڈی بنانا جائز نہیں 542

- ☆ آزاد مرد ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ چار باندیوں سے نکاح کر سکتا ہے 543
- ☆ غلام نے اپنے آقا کی اجازت سے شادی کی تو طلاق غلام کے ہاتھوں میں ہوگی 543
- ☆ غلام صرف دو عورتوں سے ہی شادی کر سکتا ہے 544
- ☆ آدمی کا کسی عورت کے ساتھ زنا کر لینے کے بعد اس کے ساتھ شادی کرنا 545
- ☆ اگر عورت اپنی عدت میں شادی کر لے اور پھر دونوں کے درمیان جدائی کرادی جائے تو وہ کس عدت کو پہلے گزارے گی؟ 546

۳۱۔ باب: حق مہر کا بیان

- ☆ عورت نے گواہوں کے ہمراہ اپنا آپ بہہ کر دیا، مرد نے قبول کر لیا تو عورت کو مہر مثل دیا جائے گا 547
- ☆ ہر وہ جماع جس میں حد نہ ہو اس میں مہر ہے 547
- ☆ مہر طے نہیں کیا، قبل از دخول انتقال ہو گیا تو پورا مہر طے گا 548
- ☆ عورت کو رجوع کا علم نہ ہو، دوسری شادی کر لے تو جدائی کرادی جائے، مہر دوسرے خاوند پر لازم ہوگا 549
- ☆ لونڈی کو آزاد کر دیا گیا اور اس نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا تو اسے مہر نہیں ملے گا 549
- ☆ ابن عمرؓ اپنی بیٹیوں کی شادی ایک ہزار دینار کے عوض کرتے 550

۳۲۔ نکاح متعہ کا بیان

- ☆ متعہ کی اجازت صرف تین دن کے لیے دی گئی تھی پھر اسے آیت نکاح نے منسوخ کر دیا 551
- ☆ نبی ﷺ نے عورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرادیا تھا 551

۳۳۔ باب: عزل کا بیان

- ☆ عزل کا مفہوم 554
- ☆ عزل کا حکم 554
- ☆ اللہ جس جان کو پیدا کرنا چاہیں وہ پیدا ہو کر ہی رہتی ہے 554
- ☆ ابن عمرؓ نے سورہ بقرہ کی آیت (۲۲۳) کے بارے میں کہا کہ اگر چاہو تو عزل کر سکتے ہو 555
- ☆ آزاد عورت سے اس کی اجازت سے اور لونڈی سے بلا اجازت عزل کر سکتے ہیں 556
- ☆ سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ اور سیدنا زیدؓ عزل کیا کرتے تھے۔ 556

۹۔ رضاعت سے متعلق احکام و مسائل

- ☆ رضاعت کا لغوی و اصطلاحی معنی 558
- ☆ دودھ سے حرمت ثابت ہوتی ہے، جب دودھ دودھ پینے کی عمر میں پیا جائے 558
- ☆ دودھ اترنے کا سبب بننا مرد کو رضاعی باپ نہیں بناتا 559

۱۰۔ طلاق سے متعلق احکام و مسائل

- ☆ طلاق کی لغوی تعریف 561
- ☆ طلاق کی اصطلاحی تعریف 561
- ☆ مشروعیت طلاق کی حکمت 561
- ☆ شرعی حکم کے اعتبار سے طلاق کی قسمیں 563
- ☆ حق رجوع کے اعتبار سے طلاق کی قسمیں 564
- ☆ طریقہ طلاق کے اعتبار سے طلاق کی قسمیں 565
- ☆ اللہ کو حلال چیزوں میں طلاق سے زیادہ اور کوئی چیز مبغوض و ناپسند نہیں ہے 565
- ☆ ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو ناپاکی کی حالت میں طلاق دی تو انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا گیا 566
- ☆ طلاق صرف اسی فرقت کو ہی سمجھا جائے گا جو مرد کی طرف سے ہو 567
- ☆ فرقت مرد کی طرف سے پیش آنے کی صورت میں عورت کو نصف مہر ملے گا 567
- ☆ طلاق مسنون کا بیان 567
- ☆ جس عورت کے حیض نہ آتا ہو اسے طلاق دینے کا طریقہ 569
- ☆ عورت کو رجوع کا علم نہ ہو، دوسری شادی کر لے تو جدائی کرادی جائے، مہر دوسرے خاوند پر لازم ہوگا 570
- ☆ غیر مذخول بہا کو تین طلاقیں دیں تو وہ مغلطہ ہوگئی، الگ الگ الفاظ سے دی تو ایک بائید ہوگی 570
- ☆ تیسرے حیض کا خون بند ہو گیا، ابھی غسل نہیں کیا، شوہر نے رجوع کر لیا تو رجوع ہو گیا 571
- ☆ مرض الموت میں تین طلاقیں دیں تو عورت اس وقت تک وارث بنے گا جب تک عدت میں ہو 572
- ☆ ”تجھے ان شاء اللہ طلاق ہے“ کہنے سے عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ 573

- ☆ لفظ "ان شاء اللہ" کے ساتھ طلاق دینے کے بارے میں امام حسنؑ اور امام ابن سیرینؒ کا مؤقف 574
- ☆ اگر میں نے فلاں عورت سے شادی کی تو اسے طلاق کہنے والے کا بیان 575
- ☆ اس شخص کا بیان جس نے بیوی کو طلاق دی اس نے کسی اور سے شادی کر لی پھر اس کے پاس لوٹ آئی 576
- ☆ عورتوں کو ایلاء، ظہار اور طلاق کا اختیار نہیں ہوتا 576
- ☆ عیسائی یا یہودی یا مجوسی کا اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور پھر اسلام قبول کر لے؟ 576

۳۴۔ باب: اختیار دینے کا بیان

- ☆ اختیار دینے کے بارے میں سیدنا علیؑ کا مؤقف 578
- ☆ اختیار دینے کے بارے میں سیدنا عمرؓ، سیدنا ابن مسعودؓ اور سیدنا زیدؓ کا مؤقف 578
- ☆ کلمہ اختاری اور امرک بیدک برابر ہیں 579
- ☆ اس شخص کا بیان جو اپنی بیوی سے کہے کہ تم عدت گزار لو۔ 580
- ☆ اگر عورت اختیار کرنے سے پہلے ہی مجلس سے کھڑی ہو جائے تو اس کا اختیار باقی نہیں رہے گا 580
- ☆ اس شخص کا بیان جو اپنی بیوی سے کہے کہ تم عدت گزار لو 581

۳۵۔ باب: ایلاء کا بیان

- ☆ ایلاء کا لغوی معنی 583
- ☆ ایلاء کا شرعی معنی 583
- ☆ چار ماہ گزر جائیں تو بیوی ایلاء کی وجہ سے مطلقہ بائیں ہو جائے گی 583
- ☆ حضرت عبداللہ بن انس کے اپنی بیوی سے ایلاء کرنے کا واقعہ 584
- ☆ چار ماہ گزرنے پر طلاق بائیں ہو گئی، صرف عورت کا شوہر ہی اس کی عدت میں نکاح کا پیغام دے سکتا ہے 585
- ☆ رجوع جماع ہے اور طلاق کی عزیمت چار مہینوں کا گزر جانا ہے 585
- ☆ کوئی عذر ہو تو ایلاء سے رجوع زبان سے بھی ہو جائے گا 586
- ☆ ایلاء کرنے والے کو چار ماہ بعد قاضی کے سامنے کھڑا کیا جائے یا تو رجوع کر لے یا طلاق دے دے 587
- ☆ باندی کے ایلاء کی مدت دو مہینے ہے 587
- ☆ ایلاء کیا، پھر چار ماہ کے اندر صحبت کر لی تو کفارہ آئے گا 587
- ☆ مرد ایلاء کرے پھر طلاق دے یا طلاق دے پھر ایلاء کرے تو دونوں واقع ہو جاتے ہیں 588

- ☆ چار ماہ گزرنے پر طلاق بائنہ ہوگئی، صرف عورت کا شوہر ہی اس کی عدت میں نکاح کا پیغام دے سکتا ہے 589
- ☆ امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے تھے کہ طلاق ایلاء کو ختم کر دیتی ہے 589
- ☆ چار مہینوں سے کم کا ایلاء (شرعی) ایلاء نہیں ہے 590

۳۶۔ ظہار کا بیان

- ☆ ظہار کے لغوی و شرعی معنی 591
- ☆ ظہار اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک بیوی کو کسی محرم کے ساتھ تشبیہ نہ دی جائے 591
- ☆ ظہار کیا پھر طلاق دے دی پھر نکاح کر لیا تو بھی ظہار اپنی جگہ برقرار رہے گا 592
- ☆ تین مرتبہ یا تین سے زائد مرتبہ ظہار کے الفاظ کہنے کا حکم 592
- ☆ اگر میں تمہارے قریب آیا تو تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہو کہہ دینے سے ظہار واقع ہوگا یا ایلاء؟ 593
- ☆ ظہار کے کفارے سے قبل ہم بستری کر لی تو کیا کرے؟ 594
- ☆ چار بیویوں سے ظہار کرنے پر چار کفارے لازم آئیں گے 594
- ☆ تین مرتبہ یا تین سے زائد مرتبہ ظہار کے الفاظ کہنے کا حکم 596
- ☆ غلام ظہار کرے تو اس پر دو ماہ کے روزے لازم آئیں گے 596
- ☆ اپنی لونڈی سے ظہار کرنے والے پر کفارہ نہیں ہے 596
- ☆ عیسائی، یہودی یا مجوسی کا اپنی بیوی سے ظہار کرے اور پھر اسلام قبول کر لے؟ 597
- ☆ کفارہ ظہار میں ام ولد کو آزاد کرنا کافی نہیں ہوگا 597
- ☆ ظہار کے روزے رکھ رہا ہو اور آخری روزے کو آزاد کرنے کیلئے غلام پالے تو روزے کافی نہیں ہوں گے 598

۳۷۔ لعان کا بیان

- ☆ لعان کے لغوی معنی 599
- ☆ لعان کے شرعی معنی 599
- ☆ لعان کو ظہار کے بعد بیان کرنے کی وجہ 599
- ☆ تہمت لگائی پھر تین طلاقیں دیدیں تو ان کے درمیان لعان نہیں ہوگا اور نہ مرد پر حد قذف آئے گی 599
- ☆ لعان ایک طلاق بائنہ ہے 600
- ☆ جس کا عصہ نہیں اس کی عصہ ماں ہے 601

- ☆ لعان صرف دو آزاد مسلمان میاں بیوی کے درمیان ہوگا 601
- ☆ اگر مرد اپنے آپ کو جھٹلا دے تو اسے حد لگے گی اور نکاح کا پیغام دے سکے گا 601
- ☆ بچے سے انکار کرنے کا بیان 602
- ☆ شادی کی دخول نہیں کیا اور تہمت لگادی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ اس کی رضاعی بہن ہے تو اس پر حد و لعان نہیں 603
- ☆ عورت پر تہمت لگائی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ اس سے اس کی عدت میں شادی کی تھی تو لعان باطل ہو جائے 603

۳۸۔ باب: نامرد کا بیان

۳۹۔ عدت کا بیان

- ☆ عورت کا اپنی عدت کے دوران اپنے گھر سے نکلنا کھلی بے حیائی ہے 607
- ☆ عدت کے دوران حج کے لیے نکلنے والی بیوہ عورتوں کو سیدنا ابن مسعودؓ نے واپس کر دیا تھا 608
- ☆ عدت کے دوران مطلقہ اور بیوہ کے اپنے گھر سے نکلنے کا مسئلہ 608
- ☆ بیوہ شوہر کے انتقال والے دن سے اور مطلقہ طلاق والے دن سے عدت گزارے گی 609
- ☆ طلاق دی پھر رجوع کر لیا پھر طلاق دے دی تو اس کی عدت از سر نو شروع ہوگی 609
- ☆ سیدنا عمرؓ کی شہادت کے بعد سیدنا علیؓ نے ام کلثوم کو ان کے گھر سے منتقل کر دیا تھا 610
- ☆ طلاق دی، پھر رجوع کیا پھر طلاق دے دی تو عورت از سر نو عدت لازم ہوگی 610
- ☆ آزاد مطلقہ اور کنیز مطلقہ کی عدت کی میعاد 611
- ☆ سورہ طلاق کی آیت نمبر ۴ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۴ کے بعد نازل ہوئی ہے 611
- ☆ سورہ طلاق نے عدت کے تمام احکام کو منسوخ کر دیا ہے 612
- ☆ حاملہ کو طلاق ہوئی جیسے ہی اس کا بچہ پیدا ہوا، اس کی عدت مکمل ہوگئی 615
- ☆ عدت کے دوران شادی کی جدائی کرادی جائے اور عورت پہلی عدت مکمل کر کے دوسری از سر نو شمار کرے 616
- ☆ بیوہ باندی کی عدت کی میعاد دو ماہ پانچ دن ہے 616
- ☆ مستحاضہ کی عدت کا بیان 616
- ☆ باندی کو طلاق رجعی ہوئی پھر آزاد کردی گئی تو عدت آزاد والی ہوگی، ورنہ باندیوں والی 617
- ☆ ایک دو حیض گزار کر حیض آنا بند ہو جائے تو مہینوں کے مطابق عدت گزارے 618
- ☆ ام ولد کی عدت کی میعاد تین حیض ہیں 619

- ☆ باندی نے شوہر کو اختیار کیا پھر اس کا شوہر فوت ہو گیا تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہوگی 619
- ☆ بیوی کو اعلانیہ طلاق دے پھر رجوع کر لے لیکن عورت کو رجوع کا علم نہ اور وہ شادی کر لے تو کیا حکم ہے؟ 620
- ☆ جب آدمی ام ولد کو آزاد کر دے تو پھر اس کی عدت کے دوران اس کی بہن سے شادی نہیں کر سکتا 622
- ☆ چار بیویوں میں سے کسی ایک کو طلاق دے دی تو اس کی عدت مکمل ہونے تک شادی نہیں کر سکتا 622
- ☆ جسے طلاق رجعی دی گئی ہو وہ اپنے شوہر کے لیے زیب و زینت اختیار کر سکتی ہے 623
- ☆ عورت کو تین طلاقیں دی جا چکی ہوں ہو تو وہ زیب و زینت اختیار نہیں کر سکتی نہ ہی سرمہ لگا سکتی ہے 624
- ☆ گم شدہ آدمی واپس آئے اور اس کی بیوی شادی کر چکی ہو تو کیا حکم ہے؟ 624
- ☆ عدت کے دوران شادی کی اور شوہر نے دخول بھی کر لیا ہو تو دونوں میں جدائی کرادی جائے گی 625

۴۰۔ باب: اولاد کی پرورش کا بیان

۴۱۔ خراج کا بیان

- ☆ جس عورت کو تین طلاقیں ہوئی ہوں اسے رہائش اور خرچہ ملے گا 629
- ☆ جس حاملہ عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہو اس پر اس کے حصے سے خرچہ کیا جائے 631
- ☆ ہر ذی رحم محرم کو نفقہ پر مجبور کیا جاسکتا ہے 631

۱۱۔ غلام آزاد کرنے سے متعلق احکام و مسائل

- ☆ اپنے غلام کا آدھا حصہ یا مشترک غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دینے کا بیان 633
- ☆ آزاد کئے گئے مشترک غلام میں نابالغوں کا حصہ تھا، ان کی بلوغت تک آزادی ملتوی ہوگی 634
- ☆ آزاد کئے گئے مشترک غلام میں دلاء کے ملے گا؟ 635
- ☆ اپنے غلام کا کچھ حصہ آزاد کر دینے کا بیان 635
- ☆ دلاء اسی کا ہوتا ہے جو آزاد کرے 636
- ☆ محرم رشتہ رکھنے والا غلام ملکیت میں آتے ہی آزاد ہو جاتا ہے 637
- ☆ لونڈی کو آزاد کر دیا گیا اور اس نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا تو اسے مہر نہیں ملے گا 639
- ☆ اگر عورت اختیار کرنے سے پہلے ہی مجلس سے کھڑی ہو جائے تو اس کا اختیار باقی نہیں رہے گا 639
- ☆ لونڈی کو آزاد کر دیا گیا اور اس نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا تو اسے مہر نہیں ملے گا 640

- ☆ ماں اور بچے کو الگ الگ نہ پیئیں 640
- ☆ چچا نے اپنی لونڈی سے بھتیجے کا نکاح کر دیا، اولاد ہو گئی تو اب چچا اس اولاد کو بچنے کا حق نہیں رکھتا 642
- ☆ بھگوڑے غلام کو پکڑنے والے کی اجرت کا بیان 642
- ☆ ولاء نسبی رشتہ داری کی ہے اسے نہ تو بیچا سکتا ہے، نہ وراثت بنایا جاسکتا ہے اور نہ ہی ہبہ کیا جاسکتا ہے 645
- ☆ آدھا غلام آزاد کر دینے کا بیان 646

۴۲۔ باب: مکاتب، مدبر اور ام ولد کا بیان

- ☆ مکاتب نے جتنا بدل کتابت ادا کر دیا، اتنا آزاد ہو گیا، باقی غلام ہے 647
- ☆ مکاتب جب کچھ بدل کتابت ادا کر دے تو وہ باقی کے بارے میں مقروض شمار ہوتا ہے 648
- ☆ جب تک مکاتب پر ایک درہم بھی باقی رہے وہ غلام ہی ہے 648
- ☆ مکاتب پورا بدل ادا کئے بغیر مر گیا، بقیہ بدل اس کے مال سے ادا کریں جو بچے وارثوں کو دیں 649
- ☆ مکاتب کے ذمے کچھ بدل کتابت باقی ہو تو اس سے پردہ نہیں ہے 650
- ☆ مکاتب اس حال میں فوت ہو جائے کہ اس کے ذمہ بدل کتابت بھی ہو اور قرض بھی 651
- ☆ مشترک غلام کو ایک مالک مکاتب بنانا چاہے تو اپنے شریک سے اجازت لے 652
- ☆ غلاموں کو ایک ہزار درہم پر مکاتب بنایا، ایک فوت ہو گیا، اس میں تفصیل ہے 652
- ☆ مکاتب میں ضمانت غیر معتبر ہے 653
- ☆ کیا مدبر کو فروخت کرنا جائز ہے؟ 654
- ☆ مدبرہ باندی کی اولاد اور ام ولد باندی کی اولاد حکم بھی ان کی ماں والا ہے 655
- ☆ ام ولد کو بیچنا حرام ہے، وہ بچہ پیدا کرنے کے بعد آزاد ہو جاتی ہے 656
- ☆ ام ولد زنا کا ارتکاب کرے تو اسے کسی صورت میں بھی نہ بیچا جائے 657
- ☆ آدمی کے لیے صرف اسی باندی کے ساتھ صحبت کرنا جائز ہے جسے اپنی مرضی سے بیچ سکے 657
- ☆ سیدنا ابن عمرؓ نے اپنی دو کنیزوں کو مدبر بنایا تھا 658

۱۲۔ قسموں سے متعلق احکام و مسائل

- ☆ قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھانا، لباس دینا یا غلام آزاد کرنا ہے ورنہ تین دن روزے رکھے 659

☆ تین مرتبہ یا تین سے زائد مرتبہ قسم کے الفاظ کہنے کا حکم 659

۱۳۔ شرعی سزاؤں سے متعلق احکام و مسائل

☆ شرعی سزاؤں کی اہمیت 661

☆ حد و تعزیر میں فرق 663

☆ سپاری کا عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونا حد کو واجب کر دیتا ہے 665

☆ جو آدمی باندی سے شادی کرے پھر بدکاری کرے تو اس پر کیا سزا جاری ہوگی؟ 666

☆ سیدنا معز بن مالک کو رجم کیا گیا، ان کو کفن دیا گیا، جنازہ بھی پڑھا گیا 667

☆ مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دے تو اس کو بھی قصاصاً قتل کیا جائے گا 669

☆ عورت پر زنا کے گواہوں کا بیان جن میں ایک شوہر بھی ہو 670

☆ قاضی شریح رحمہ اللہ نے اس آدمی کی گواہی قبول کر لی جس کا چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹا گیا تھا 671

☆ نبیذ سے نشہ ختم کر دیا جائے تو پینا جائز ہے 671

☆ سیدنا علیؑ کو سیدنا ابوبکرؓ و سیدنا عمرؓ سے افضل کہنے والے کو دردناک سزا دی جائے 673

۱۴۔ سیر سے متعلق احکام و مسائل

☆ تین قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اللہ نے اپنے ذمے لے لیا ہے کہ جو اس سے مانگیں گے وہ عطا کرے گا 674

☆ جہاد پر روانہ ہونے والے مجاہدین کے لیے نبی ﷺ کی خصوصی ہدایات 675

☆ غنیمت سے خمس سے اضافی مال مسلمانوں میں تقسیم کرنا مستحب ہے 680

☆ کھیتی کرنے کے قابل زمینوں، انگوڑ اور کھجور کے باغات پر کتنا مالیہ عائد کیا جائے؟ 680

☆ کافروں نے مسلمان کا سامان چھین لیا، پھر مسلمانوں ان سے دوبارہ حاصل کر لیں تو مالک زیادہ حق رکھتا ہے 681

☆ کافروں نے مسلمان کا غلام چھین لیا، پھر مسلمانوں ان سے دوبارہ حاصل کر لیں تو مالک زیادہ حق رکھتا ہے 682

☆ والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر جہاد پر جانا رسول اکرم ﷺ کو پسند نہیں ہے 683

☆ سفر میں قصر کا بیان 683

☆ مجاہد اور اس کے گھوڑے کے حصے کا بیان 691

☆ سب کافروں کی ایک ہی ملت ہے، ہم نہ تو ان کے وارث بنیں گے، نہ وہ ہمارے وارث بنیں گے 694

- ☆ اہل کے علاقے میں ہتھیار، گھوڑے اور سامان جنگ نہیں بیچنا چاہیے، دیگر سامان بیچ سکتے ہیں 695
- ☆ پانی کے لیے جنگ کے حق کا بیان 696
- ☆ سیدنا علیؑ کو سیدنا ابوبکرؓ و سیدنا عمرؓ سے افضل کہنے والے کو دردناک سزا دی جائے 698

۱۵۔ گری پڑی گم شدہ چیزوں سے متعلق احکام و مسائل

۱۶۔ خرید و فروخت سے متعلق مسائل

- ☆ خرید و فروخت میں چار چیزوں سے منع کیا گیا ہے 702
- ☆ کھجور کا بار آور درخت یا مال والا غلام بیچ دیا جائے تو درخت کا پھل اور غلام کا مال بیچنے والے کا ہوگا 703
- ☆ بیچنے والے اور خریدنے والے کا اختلاف ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ 704
- ☆ ادھارا سامان فروخت کیا، پھر اسے خریدنا چاہے تو اس سے کم قیمت پر نہیں خرید سکتا 705
- ☆ خلاف شرع خرید و فروخت سے جہاد کا ثواب بھی رائیگاں جانے کا خدشہ ہے 706
- ☆ چاندی کا برتن درہموں کے بدلے بیچنا ہو تو زیادہ وزن لینا سود ہے 706
- ☆ سونے کو سونے کے بدلے، چاندی کو چاندی کے بدلے برابر برابر بیچو، زیادتی سود ہے 707
- ☆ زرخ کی گرانی اور ارزانی اللہ کے ہاتھ میں ہے 710
- ☆ جتنا قرض دیا، اس سے زیادہ لینا سود ہے 711
- ☆ اس شرط پر درہم قرض دینا کہ وہ اسے دوسری زمین میں واپس کرے گا 711
- ☆ بھاری کھوٹے درہموں کو ہلکے (زیر استعمال کھرے) درہموں کے بدلے خریدنے کا حکم 712
- ☆ درہموں کی جگہ دینار یا دیناروں کی جگہ درہم وصول کیے جاسکتے ہیں؟ 713
- ☆ کوئی شخص جلدی ادائیگی کی شرط پر، اپنے حق سے کچھ معاف کر دے تو حکم ہے؟ 713
- ☆ بیع میں شرط کرنے کا حکم 714
- ☆ کوئی شخص جلدی ادائیگی کی شرط پر، اپنے حق سے کچھ معاف کر دے تو حکم ہے؟ 715
- ☆ بیع سلم کا کچھ سامان اور کچھ اصل مال لے لے تو درست ہے 716
- ☆ حیوان میں بیع سلم درست نہیں ہے 717
- ☆ کیلی (ماپنے) اور وزنی (تولی جانے والی) چیزوں میں بیع سلم کا بیان 718

- ☆ کپڑوں میں بیع سلم کرنے میں کوئی حرج بشرطیکہ اس کا عرض و موٹائی معلوم ہو 719
- ☆ پیسوں میں بیع سلم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں 720
- ☆ جب ثریا ستارہ بلند ہوتا ہے تو ہر شہر سے بیماری اٹھالی جاتی ہے 721
- ☆ پھلوں میں بیع سلم اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ کھانے کے قابل نہ ہو جائیں 721
- ☆ کسی کے ذمے قرض ہو، وہ واپس لئے بغیر اس کو اگلے سودے کا ایڈوانس قرار دے سکتے ہیں 722
- ☆ میوؤں میں خیرات وغیرہ ملنے تک بیع سلم کا بیان 723
- ☆ بیع سلم مقررہ ماپ اور مقررہ وزن کے ساتھ مقررہ مدت کے لیے ہونی چاہیے 723
- ☆ بیع سلم میں کفیل لینے اور رہن رکھنے میں کوئی حرج نہیں 724
- ☆ بیع محافلہ، و مزائنہ ممنوع ہے 725
- ☆ اللہ نے سود کھانے والے، سود دینے والے وغیرہما پر لعنت کی ہے 726

۱۷۔ فیصلہ کرنے سے متعلق احکام و مسائل

- ☆ حکومت ایک امانت ہے جس نے اس کا حق ادا نہ کیا، وہ قیامت کے روز ذلیل و رسوا ہوگا 728
- ☆ رنگساز کا گھر جل گیا، اس میں رنگائی کے لیے آئے ہوئے کپڑے بھی جل گئے، تاوان نہیں ہے 729
- ☆ سیدنا علیؑ سنار، دھوبی اور جوئے کو ضامن قرار نہیں دیتے تھے 730
- ☆ مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دے تو اس کو بھی قصاصاً قتل کیا جائے گا 730
- ☆ میت بیوی کو چھوڑے اس میں اور ورثہ میں اختلاف ہو؟ 731
- ☆ بچہ کافر اور مسلمان کے درمیان مشترک ہو تو بچہ مسلمان کو ملے گا 732
- ☆ اگر عورت اسلام سے مرتد ہو جائے تو ابراہیم نخعیؒ کے نزدیک اسے قتل کر دیا جائے گا 732
- ☆ قاتل مقتول کا وارث نہیں بنتا 733
- ☆ ہر وارث کے لئے دم میں حصہ ہے 733

۱۸۔ دعویٰ سے متعلق احکام و مسائل

- ☆ دو مرد بچے کا دعویٰ کر دیں تو بچہ کس کا ہوگا؟ 734
- ☆ اگر فریقین میں سے ہر ایک گواہ ہیں کر دے تو کیا حکم ہے؟ 735

☆ گواہی پیش کرنا مدعی کا فرض ہے اور مدعا علیہ کے ذمے قسم کھانا ہے 735

۱۹۔ گواہی سے متعلق احکام و مسائل

- ☆ ان حضرات کا بیان جن کی قرابت وغیرہ کی وجہ سے گواہی قبول نہ ہوگی 737
- ☆ حالت کفر میں حد قذف لگی پھر مسلمان ہو گیا تو قبول اسلام کے بعد گواہی معتبر ہے 738
- ☆ حالت اسلام میں حد قذف لگی، مرتد ہو گیا پھر مسلمان ہو گیا تو اس کی گواہی معتبر نہیں 738
- ☆ حد قذف لگا ہوا اگر توبہ کر لے تو فسق کا نام تو جاتا رہے گا مگر اس کی گواہی کبھی بھی قبول نہ ہوگی 739
- ☆ حد قذف لگا ہوا اگر توبہ کر لے تو امام شیعہؑ اس کی گواہی قبول کرتے ہیں 739
- ☆ مسلمانوں کے بارے میں اہل کتاب کی گواہی کا بیان 740
- ☆ مکاتب غلام کی گواہی معتبر نہیں 741
- ☆ تحمل شہادت کوئی بچہ، غلام یا کافر تھا پھر ادائے شہادت کے وقت وہ بڑا، آزاد یا مسلمان ہو جائے تو اس کی گواہی معتبر ہے 741
- ☆ حدود میں گواہی پر گواہی معتبر نہیں 742
- ☆ لوگ گواہی دیں کہ فلاں شخص فلاں کے مارنے سے صاحب فراش ہو کر مر گیا تو مارنے والے پر حد جاری ہوگی 742

۲۰۔ مضاربہ سے متعلق احکام و مسائل

- ☆ مضاربہ کا لغوی معنی 743
- ☆ مضاربہ کا شرعی مفہوم 743
- ☆ مضاربہ میں منافع کی تقسیم فیصدی طریقے سے ہوتی ہے 743
- ☆ سیدنا عمرؓ نے ایک یتیم کے لئے کچھ مال مضاربہ کے طور پر دیا 744
- ☆ ترکہ میں مضاربہ، ودیعت اور قرض کا مال ہو، تفریق ممکن نہ ہو تو سب لوگ برابر کے قرض خواہ ہوں گے 745

۲۱۔ ہبہ سے متعلق احکام و مسائل

- ☆ ہبہ کے لغوی معنی 746
- ☆ ہبہ کے شرعی معنی 746
- ☆ کسی رشتہ دار کو کوئی چیز ہبہ کر دی تو پھر ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں 746

- ☆ قبضے پہلے صدقہ معتبر نہیں 747
- ☆ اپنی بیوی یا بچے کو کوئی چیز کی اور اعلان کر کے گواہ قاہم کر لے تو جائز ہے اگر قبضہ نہ ہوا ہو 748
- ☆ عمر کا بیان 748

۲۲۔ شفعہ سے متعلق احکام و مسائل

- ☆ شفعہ کا لغوی معنی 751
- ☆ شفعہ کا شرعی معنی 751
- ☆ شفعہ کی وجہ تسمیہ 751
- ☆ شفعہ دروازوں کے حوالے سے ہوگا یا حد بندی کے حساب سے ہوگا؟ 751
- ☆ پڑوسی اپنے قرب کی بناء پر زیادہ حقدار ہے 752

۲۳۔ کھیت کو بٹائی پر دینے سے متعلق احکام و مسائل

- ☆ مزارعت اور ائمہ کے اقوال 761
- ☆ اسے اسی کی کچھ پیداوار کے عوض کرایہ پر نہ دینا 762

۲۴۔ ذبیحہ سے متعلق احکام و مسائل

- ☆ مجوسیوں کا کھانا کھا سکتے ہیں بشرطیکہ وہ ان کا ذبیحہ نہ ہو 764
- ☆ جانور ذبح کرتے ہوئے اہل کتاب اس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکاریں اور تم سن لو تو پھر اسے نہ کھاؤ 764
- ☆ رسول اللہ ﷺ نے پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا تھا 765

۲۵۔ کراہت کا بیان

- ☆ باندی کے لئے دو پٹا اوڑھنا مکروہ ہے 766
- ☆ اگر کوئی شخص اپنے بھائی کی اجازت کے بغیر اس کی کوئی چیز لے لے تو کیا حکم ہے؟ 767
- ☆ بچوں کو دوا یا غذا رکے طور پر کسی بھی صورت میں شراب اور کوئی بھی حرام چیز نہیں دینی چاہیے 768
- ☆ کیا عورت اپنے چہرے کے بال دور کر سکتی ہے؟ 769

- 770 ☆ اللہ نے بالوں میں دوسرے بال ملانے والی اور ملوانے والی وغیرہا پر لعنت کی ہے
- 771 ☆ سر کے بالوں کے ساتھ اون ملانے میں کوئی حرج نہیں
- 772 ☆ ابن عباسؓ گھوڑے کا گوشت کھانے کو ناپسند کرتے تھے
- 772 ☆ چاندنی راتوں کے دنوں کے روزے
- 773 ☆ گوہ کے گوشت کی ناپسندیدگی کا بیان
- 774 ☆ جانوروں کو خسی بنانے میں کوئی حرج نہیں
- 775 ☆ شطرنج اور زرد کے ساتھ کھیلنے کی ممانعت

۴۳۔ باب: ریشم اور سونا پہننے کا بیان

- 776 ☆ چار انگشت تک کے بقدر ریشمی کپڑا مردوں کے لباس میں استعمال ہو تو جائز ہے
- 777 ☆ سیدنا حذیفہؓ نے اپنے بیٹوں سے ریشم کا لباس اتار دیا اور بیٹیوں پر چھوڑ دیا
- 778 ☆ سونے، چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا اور ریشم پہننا منع ہے
- 780 ☆ عورتوں کے لیے ریشم اور سونا استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، مردوں کے لیے مکروہ ہے
- 780 ☆ ام المؤمنین عائشہؓ خواتین کو سونا پہنایا کرتی تھیں
- 781 ☆ نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت کے مردوں کے لیے سونا اور ریشم حرام ہے اور عورتوں کے لیے حلال ہے
- 781 ☆ متعدد صحابہ کرامؓ خز پہنا کرتے تھے
- 783 ☆ امام ابراہیمؒ خنجر سے رنگے ہوئے کپڑے پہنا کرتے تھے
- 783 ☆ امام ابراہیمؒ خنجر کی خوب سرخ رنگ کی چادر پہن کر امامت کرتے تھے
- 783 ☆ امام ابراہیمؒ لومڑی کی کھال کی ٹوپی پہنا کرتے تھے
- 784 ☆ امام ابراہیمؒ خنجر کی لوہے کی انگوٹھی تھی جس کا نقش یہ تھا: ”اللہ ہی ابراہیم کا رکھوالا و مددگار ہے۔“
- 784 ☆ امام مسروقؒ کی انگوٹھی پر تسبیہ نقش تھی
- 785 ☆ عبداللہ بن عمرؓ کی انگوٹھی پر ”عبداللہ بن عمر“ لکھا ہوا تھا

۴۴۔ باب: خضاب لگانے اور داڑھی و مونچھوں کے کچھ بال لینے کا بیان

- 786 ☆ ام سلمہؓ نے نبی ﷺ کے چند بال دکھائے جو مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے
- 787 ☆ سہنا حسین بن علیؓ کا سر اور داڑھی و سہ سے رنگے ہوئے تھے

- 787 ☆ دسمہ کا خضاب لگانے میں کوئی حرج نہیں.....
- 788 ☆ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی داڑھی مبارک خوب سرخ تھی.....
- 789 ☆ بالوں کے لیے سب سے اچھا خضاب مہندی اور کتم ہے.....
- 789 ☆ نبی اکرم ﷺ نے ابو قحافہ کو داڑھی کے بکھرے بال کاٹنے کا کہا.....
- 790 ☆ سیدنا ابن عمرؓ اپنی داڑھی سے کچھ بال کاٹ لیتے تھے.....
- 792 ☆ امام ابراہیم نخعیؒ نے کہا کہ اپنی داڑھی سے زائد بال کاٹنے میں کوئی حرج نہیں.....
- 793 ☆ سیدنا ابن عمرؓ اپنی داڑھی سے کچھ بال کاٹ لیتے تھے.....
- 793 ☆ نوجوانوں میں بہتر وہ ہیں جو جمع شریعت بزرگوں کی مشابہت کرتے ہیں.....

۲۶۔ مشروبات سے متعلق احکام و مسائل

- 795 ☆ نبیز پینا جائز ہے بشرطیکہ اس میں نشہ نہ آیا ہو.....
- 796 ☆ ابو عبیدہؓ نے ضحاکؒ کو ابن مسعودؓ کا وہ مٹکا دکھایا جس میں نبیز تیار کی جاتی تھی.....
- 797 ☆ اوثنی کے موٹے گوشت کو صرف گاڑھی نبیز ہی ہضم کر سکتی ہے.....
- 798 ☆ ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعریؓ سیدنا انسؓ کیلئے منگلے کی نبیز منگوا کر لے کر تھے.....
- 798 ☆ دباء، حتم اور مزفت نامی برتنوں میں کھانے پینے کی اجازت ہے.....
- 799 ☆ پہلے زمانے میں کھجور اور منقع کا نبیز حلات کی شدت کی وجہ سے ناپسند کیا گیا تھا.....
- 800 ☆ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما منقی کی نبیز میں عجوہ کھجور ڈلوایا کرتے تھے.....
- 801 ☆ امام ابراہیم نخعیؒ کے لیے خربوزہ کی نبیز بنائی جاتی تھی.....
- 801 ☆ نشہ ہر مشروب سے حرام ہے.....
- 801 ☆ آگ پر پکے ہوئے شیرے کا حکم.....
- 802 ☆ سیدنا انس بن مالکؓ طلاء کو آدھا خشک کر کے پیا کرتے تھے.....
- 803 ☆ شراب کو پینا اور اس کے پیسے کھانا دونوں حرام ہیں.....
- 804 ☆ شراب خواہ قلیل ہو یا کثیر حرام ہے.....
- 807 ☆ کشمش کی پرانی اور عمدہ نبیز میں نشہ پیدا ہو جائے تو وہ خمر کے حکم میں ہے.....
- 807 ☆ نشہ آور چیز کا استعمال مکروہ تحریمی ہے.....

☆ ایک دفعہ سیدنا علیؑ نے کھڑے کھڑے پانی پیا 807

☆ رسول اللہ ﷺ نے گائے کا دودھ پینے کی ترغیب دی ہے 808

۲۷۔ شکار سے متعلق احکام و مسائل

☆ تیر جانور کو پھاڑ دے تو تم اسے کھا لو اور اگر نہ پھاڑے تو اسے نہ کھاؤ 810

☆ شکار دو حصوں میں کٹ گیا ہو تو کیا حکم ہے؟ 810

☆ باز یا شکر اگرچہ شکار میں سے خود بھی کھالیں تب بھی بچا ہوا تم کھا سکتے ہو 811

☆ شکاری کتے کو تسمیہ پڑھ کر چھوڑا تو اس کا کیا ہوا شکار کھا سکتے ہیں اگرچہ وہ اس کو مار ڈالے 812

☆ باز یا شکر اگرچہ شکار میں سے خود بھی کھالیں تب بھی بچا ہوا تم کھا سکتے ہو 813

☆ تیر کھا کر جو شکار نگاہوں میں رہے اس کو کھا لو اور جو نظروں سے اوجھل ہو جائے اس کو نہ کھاؤ 813

۲۸۔ گروی سے متعلق احکام و مسائل

☆ رہن کے لغوی معنی 815

☆ رہن کے شرعی معنی 815

☆ کوئی شخص رہن رکھوائے اور وہ ہلاک ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ 815

☆ بیع سلم میں کفیل لینے اور رہن رکھنے میں کوئی حرج نہیں 816

۲۹۔ دیتوں سے متعلق احکام و مسائل

☆ قتل کی اقسام اور ان کے احکام 817

☆ قتل خطا میں غلام کی دیت کو آزاد کی دیت کے برابر نہیں کیا جائے گا 818

☆ کوئی شخص کسی کی داڑھی مونڈ دے تو اس پر دیت آئے گی 818

☆ سیدنا علیؑ کے نزدیک قتل شہ عہد کی دیت کتنی ہے؟ 819

☆ قتل خطا کی دیت کتنی ہے؟ 820

☆ سیدنا ابن مسعودؓ کے نزدیک قتل شہ عہد میں کتنی دیت ہے؟ 820

☆ ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں دیت میں برابر ہیں 821

- ☆ دانتوں، موٹھے، منقلہ، جائفہ اور پلکوں وغیرہ کی دیت کا بیان 821
- ☆ ذمی کی دیت آزاد مسلمان کی سی دیت ہے 823
- ☆ عورت کے دونوں پستان کے بدلہ میں پوری دیت ہے 823
- ☆ گوئی زبان، لنگڑے پاؤں، مفلوج ہاتھ وغیرہ کاٹنے کا حکم 824
- ☆ کسی آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا پھر اس سے قصاص لیا گیا اور اس کی موت واقع ہوگئی تو کیا حکم ہے؟ 824
- ☆ جان بوجھ کر قتل کرنے، صلح کرنے اور جرم تسلیم کرنے کی صورت میں خاندان پر دیت لازم نہ ہوگی 825
- ☆ قتل خطا کی صورت میں خاندان والے غلام کی دیت ادا نہیں کریں گے 826
- ☆ خاندان والے دیت ادا نہیں کریں گے مگر پانچ سو درہم یا اس سے زائد 826
- ☆ سونا، چاندی اور مویشیوں والوں پر کیا لازم ہوگا؟ 826
- ☆ اگر کہیں کوئی مقتول پایا جائے تو دیت کس پر لازم ہوگی 827
- ☆ نابینا شخص کسی کی آنکھ پھوڑ دے تو دیت کس پر آئے گی؟ 828
- ☆ دیت کتنے سالوں میں دینا ہوگی؟ 828
- ☆ دوسرے کی زمین پر گڑھا کھودا، جانور گر کر مر گیا، تاوان دے 829
- ☆ غلام کی آنکھیں پھوڑنے کی دیت 829
- ☆ آزاد کے جس معاملے میں دیت ہوتی ہے غلام کے اس معاملے میں قیمت ہوتی ہے 830
- ☆ غلام کی جنایت کا حکم 831
- ☆ اگر کوئی غلام جنایت کرے اور پھر اس کا آقا اسے آزاد کر دے تو کیا حکم ہے؟ 831

۳۰۔ وصیتوں سے متعلق احکام و مسائل

- ☆ وصایا کے لغوی و شرعی معنی 832
- ☆ تمام مال کی وصیت نہیں کرنی چاہیے کچھ مال در ثاء کے لیے بھی چھوڑنا چاہیے 832
- ☆ میت کے لیے اس کے مال میں سے صرف ایک تہائی ہے 833
- ☆ ہمدان کے لوگوں کو کہا گیا، جس کا کوئی وارث نہ ہو وہ جہاں چاہے اپنا مال دے دے 833
- ☆ میت نے جو وصیت کی ہے، وہ اس کے کل مال کے ایک تہائی میں پوری کی جائے گی 834
- ☆ وصیت کا نفاذ کرتے وقت آزاد غلام آزاد کرنے سے کیا جائے گا 836

- 835 ☆ وصی یتیم کے مال میں سے قرض کے طور پر کھائے گا یا نہیں؟
- 836 ☆ یتیم کا کھانا اپنے کھانے کے ساتھ اس کا مشروب اپنے مشروب کے ساتھ ملا سکتے ہو

۳۱۔ فرائض (وراثت) سے متعلق احکام و مسائل

- 838 ☆ لعان کرنے والی عورت کے بیٹے کے عصبہ کون ہوں گے؟
- 838 ☆ قاتل مقتول کا وارث نہیں بنتا
- 839 ☆ جب تک دیت ادا نہ کی گئی ہو دلاء کو کسی اور کی طرف پھیرا جاسکتا ہے
- 840 ☆ ذی نے موالات کی اور پھر مر گیا تو اس کی میراث اسے ملے گی جس کے ساتھ اس نے موالات کی
- 840 ☆ سیدنا ابن مسعودؓ نے غلام آزاد کیا اور اس سے کہا تیرا مال میرا ہے لیکن میں تیرے لئے چھوڑ دوں گا
- 841 ☆ اگر غلام آزاد ہو جانے کے بعد مر جائے تو کیا حکم ہے؟
- 842 ☆ سیدنا علیؓ کا سیدنا زبیرؓ کے ساتھ صفیہؓ کے غلام کے بارے میں اختلاف
- 843 ☆ علم وراثت اور سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ
- 843 ☆ خالہ اور پھوپھی کی میراث کے سلسلے میں سیدنا ابن مسعودؓ کی تاویل اور ابن زبیرؓ کا جواب
- 844 ☆ سب کافروں کی ایک ہی ملت ہے، ہم نہ تو ان کے وارث بنیں گے، نہ وہ ہمارے وارث بنیں گے
- 845 ☆ عورت مر جائے اور اپنے مولیٰ، باپ اور بیٹے کو چھوڑ جائے پھر مولیٰ مرے اور مال چھوڑ جائے تو کیا حکم ہے؟
- 845 ☆ دادیوں کی وراثت کے بارے میں سیدنا سعد بن مالکؓ کا موقف

۳۲۔ آداب کا بیان

- 847 ☆ ایک دفعہ سیدنا علیؓ نے کھڑے کھڑے پانی پیا
- 848 ☆ رسول اللہ ﷺ کی دستار مبارک کا بیان
- 849 ☆ امام شعبیؒ نے فرمایا: جس غلام یا کنیز کو میں نے کبھی لعن طعن کیا ہو وہ آزاد ہے
- 849 ☆ کسی عورت کا حسن و جمال تعجب میں ڈال دے تو اس کے عیوب کو یاد کرو
- 850 ☆ ایک عورت کا لباس سفر طے کر کے امام غنی رحمہ اللہ سے مسئلہ دریافت کرنا
- 850 ☆ ہورت کو کھٹنی اور چھوٹی کہا تو نبی کریم ﷺ نے اس سے معافی مانگنے کا حکم دیا
- 850 ☆ ایک شخص کا امام شعبیؒ کی غیبت کرنا اور امام شعبیؒ کا اس پر اشعار پڑھنا

- ☆ والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر جہاد پر جانا رسول اکرم ﷺ کو پسند نہیں ہے 851
- ☆ بچوں والی نماز کی پابند عورتوں کا اپنے خاوندوں سے نامناسب سلوک نہ ہو تو جنت میں داخل ہو جائیں 852
- ☆ شادی کے نتیجے میں عائد ہونے والی ذمہ داریاں سن کر خاتون نے شادی سے انکار کر دیا 853
- ☆ اگر اللہ کے سوا کسی کے لیے سجدہ جائز ہوتا تو عورت کو حکم دیا جاتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کیا کرے 854
- ☆ اہل کتاب کو سلام کرنا 855
- ☆ ایک مجاہد کے زخمی ہاتھ دیکھ کر سیدنا عمرؓ پر رقت طاری ہو گئی 855
- ☆ سیدنا ابوعبیدہؓ اور سیدنا عمرؓ کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے ایک دوسرے کو گلے لگالیا 856
- ☆ تصاویر کے احکام 857
- ☆ قبروں کی زیارت کی اجازت دے دی گئی تھی 877

۳۳۔ فتنوں کا بیان

- ☆ طعن اور طاعون کی وجہ سے مرنے والا شہید شمار ہوگا 880
- ☆ قیامت کی علامتیں دھواں، بڑی پکڑ اور چاند کا دو ٹکڑے ہونا گزری چکی ہیں 881
- ☆ سب سے زیادہ آزمائش میں مبتلا امت کا نبی ہوتا ہے 881
- ☆ بادشاہوں کے دروازوں پر فتنے کثرت کے ساتھ آتے ہیں 882

۳۴۔ شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

- ☆ حضور ﷺ کا رنگ مبارک سفید سرخی مائل تھا 883
- ☆ رسول اکرم ﷺ اپنے پاس سے جانے والے کو کھڑے ہو کر رخصت فرماتے تھے 883
- ☆ ام سلمہؓ نے نبی ﷺ کے چند بال دکھائے جو مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے 884
- ☆ مسافروں کا اکرام کرنے کا بیان 885
- ☆ بچوں والی نماز کی پابند عورتوں کا اپنے خاوندوں سے نامناسب سلوک نہ ہو تو جنت میں داخل ہو جائیں 886
- ☆ آپ ﷺ سوکراٹھے اور نماز پڑھی لیکن وضو نہ کیا 887
- ☆ نبی ﷺ کے اہل خانہ نے مسلسل تین دن بھی گندم کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا 888
- ☆ رسول اللہ ﷺ کی وفات اور دفن کا بیان 889

۳۵۔ فضائل و مناقب کا بیان

- 892 ☆ سیدنا عمر بن خطاب قرشی عدویؓ کے فضائل و مناقب
- 893 ☆ سیدنا عمرؓ ہر ہفتے مسجد قباء میں جھاڑو دینے جایا کرتے تھے
- 893 ☆ سیدنا علیؓ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ اللہ سے عمرؓ کے نامہ اعمال کے ساتھ ملوں
- 894 ☆ سیدنا علیؓ کو سیدنا ابوبکرؓ و سیدنا عمرؓ سے افضل کہنے والے کو دردناک سزا دی جائے
- 895 ☆ سیدنا عثمانؓ خلافت کے اہل اور بلند رتبہ شخص تھے
- 896 ☆ سیدنا عثمانؓ کی فضیلت
- 897 ☆ ام المؤمنین عائشہؓ کی فضیلت
- 900 ☆ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب
- 904 ☆ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت ہے
- 905 ☆ شہید اسلام سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ

اشاریہ اسماء الرجال

- 908 ☆ حرف الف
- 908 ☆ حرف الباء
- 909 ☆ حرف التاء
- 909 ☆ حرف الثاء
- 909 ☆ حرف الجیم
- 909 ☆ حرف الحاء
- 910 ☆ حرف الخاء
- 910 ☆ حرف الدال
- 910 ☆ حرف الذال
- 910 ☆ حرف الراء
- 910 ☆ حرف الزاء

{ فجر کی نماز میں قنوت کو چھوڑنے کا بیان }

۲۰۹. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ وَأَصْحَابَهُ كَانُوا لَا يَقْنُتُونَ فِي الْفَجْرِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب فجر کی نماز میں دعائے قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

۳۱۰. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ لَمْ يَقْنُتْ فِي الْفَجْرِ إِلَّا شَهْرًا وَاحِدًا حَارَبَ حَيًّا مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَنَتَ يَدْعُو عَلَيْهِمْ لَمْ يُزْ قَانِتًا قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مشرکین کے ایک قبیلے سے لڑائی کے دوران نبی مکرم ﷺ نے صرف ایک مہینہ فجر کی نماز میں قنوت پڑھی ہے آپ ان کے خلاف بدعا کرتے تھے جبکہ اس سے پہلے اور اس کے بعد کبھی بھی آپ کو قنوت پڑھتے نہیں دیکھا گیا۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے اور دیگر متعدد کتب میں متصل اسانید کے ساتھ موجود ہے۔

۳۱۱. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ مِثْلَهُ.

ایک دوسری متصل سند کے ساتھ بھی یہ حدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۳۱۲. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمْ يَقْنُتْ حَتَّىٰ لَحِقَ بِاللَّهِ تَعَالَىٰ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قنوت نہیں پڑھی یہاں تک کہ آپ اللہ

رب العزت سے جا ملے (یعنی دنیا سے تشریف لے گئے)۔

تحقیق:

سریں مفسد، صحیح ہے۔

۳۱۲. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَنَتَ يَدْعُو عَلَى مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حِينَ حَارَبَهُ فَأَخَذَ أَهْلُ الْكُوفَةِ عَنْهُ وَقَنَتَ مُعَاوِيَةَ يَدْعُو عَلَى عِلَى . فَأَخَذَ أَهْلُ الشَّامِ عَنْهُ.

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اہل کوفہ نے قنوت نازلہ علی رضی اللہ عنہ سے لی ہے وہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کے موقع پر قنوت نازلہ پڑھتے تھے، اہل شام نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے لی وہ علی رضی اللہ عنہ سے جنگ میں قنوت نازلہ پڑھتے تھے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

۳۱۳. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبٍ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَقْنُتُ إِذَا حَارَبَ وَيَدْعُ الْقُنُوتَ إِذَا لَمْ يُحَارَبْ.

زید بن وہب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب جنگ لڑتے تو قنوت پڑھتے اور جب جنگ نہ لڑتے تو قنوت چھوڑ دیتے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طریق آخر عند الطحاوی: ۱۴۹۱)

۱۔ امام ابو زید عبد الملک بن میسرہ البہالی العامری الکوفی الزرادر رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (۳۵۶۶، تاریخ الثقات للعلی: ۱۰۴۱، الکاشف: ۳۴۸۶)

۲۔ امام ابو سلیمان زید بن وہب البجینی الکوفی رحمہ اللہ بھی کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۲۱۳۱، تاریخ الثقات للعلی: ۴۹۰)

۳۱۴. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ صَبَّحْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَنَتَيْنِ لَمْ أَرَهُ قَائِمًا فِي سَفَرٍ وَلَا حَظَرٍ.

تحقیق:

تخریج:

تحقیق:

فوائد ومسائل:

For more great books please visit our TELEGRAM CHANNEL... <https://t.me/pasbanehag1>

روایۃ الامام محمد: (۲۱۴)، نیز جامع المسانید (ج ۱ ص ۳۲۳) کی روایت میں اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اُس امام کو (بلا سبب) ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

۲۔ مذکورہ بالا احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ بلا سبب فجر کی نماز میں قنوت نازل نہیں پڑھنی چاہیے، بلکہ قنوت نازل صرف اسی وقت پڑی جائے جب کوئی آفت نازل ہو یا کوئی دشمن چڑائی وغیرہ کر دے۔ اس عنوان کے متعلق دیگر کتب احادیث سے چند مزید احادیث و آثار مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ هَلْ قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ قَالَ نَعَمْ بَعْدَ الرُّكُوعِ يَسِيرًا. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۶۴۲)

☆ ☆ محمد (بن سیرین رحمہ اللہ) نے کہا کہ میں نے (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز میں قنوت پڑھی ہے؟ تو (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ”ہاں! رکوع کے بعد تھوڑا عرصہ (پڑھتے رہے ہیں)۔ اسے شیخین (مسلم: ۶۷۷، بخاری: ۱۰۰۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۷۷، صحیح البخاری: ۱۰۰۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۱۱۷، سنن الدارمی: ۱۶۴۰، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۸۳۲، مسند السراج: ۱۳۲۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۵۰، المعجم الاسوط للطبرانی: ۴۲۳۵، سنن الدارقطنی: ۱۶۶۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۱۲۳، السنن الصغیر: ۴۳۱

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثني عمرو الناقد وزهير بن حرب قال حدثنا اسماعيل عن ايوب عن محمد قال قلت لانس.... الخ. (صحیح مسلم: ۶۷۷)

وَعَنْ أَبِي جَعْلَرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَنَتَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَهْرًا مَرَّ بَعْدَ الرُّكُوعِ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ يَدْعُو عَلَى رِغْلٍ وَذَكَوَانٍ وَيَقُولُ عَصِيَّةُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ.

(آثار السنن: ۶۴۲)

☆ ☆ (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینہ رکوع کے بعد قنوت پڑھی، آپ ﷺ رِغْل اور ذکوان قبائل پر بدعا کرتے تھے اور کہتے تھے: عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ اسے شیخین (بخاری: ۴۰۹۴، مسلم: ۶۷۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۴۰۹۴، صحیح مسلم: ۶۷۷، سنن النسائی: ۱۰۷۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۱۵۲، مسند ابی یعلیٰ الموصلی:

۴۲۶۲، مسند البسراج: ۱۳۳۸، صحیح ابن حبان: ۱۹۷۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۳۲۲، معجم ابن عساکر: ۳۷۰۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد اخبرنا عبد الله اخبرنا سليمان التيمي عن ابي مفضل عن انس رضي الله عنه..... الخ.

(صحيح البخاری: ۴۰۹۴)

فائدہ:

ان کے ایک آدمی نے نبی ﷺ سے دھوکا کر کے کچھ مبلغین حاصل کیے جو سب قرآن کے قاری تھے اور انہیں اپنے علاقے میں لے جا کر ان قبائل سے قتل کرادیا۔ ایک دوسرے حادثے میں نبی ﷺ کے دس صحابہ شہید کر دیئے گئے۔ ان مسلسل جانی نقصانات سے آپ ﷺ غمگین ہوئے تو آپ ﷺ نے ایک مہینہ تک قنوت نازلہ کا اہتمام کیا۔

وَعَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْقُنُوتِ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَ الرُّكُوعِ فَقَالَ قَبْلَ الرُّكُوعِ قَالَ قُلْتُ فَإِنْ أَنَا سَأَلْتُ عَنْ رُسُولِ اللَّهِ ﷺ قُنْتُ بَعْدَ الرُّكُوعِ فَقَالَ إِنَّمَا قُنْتُ رُسُولُ اللَّهِ ﷺ شَهْرًا يَدْعُو عَلَى أَنَايِسَ قَتَلُوا أَنَايِسَ مِنْ أَصْحَابِهِ يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَاءُ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ.

(آثار السنن: ۹۴۴)

☆ ☆ عاصم (رحمہ اللہ) کا بیان ہے کہ میں نے (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا کہ رکوع سے پہلے ہے یا بعد میں؟ تو انہوں نے کہا: رکوع سے پہلے ہے۔ عاصم کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد قنوت پڑھی تو انہوں نے کہا: بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینہ ان کے متعلق بددعا کی جنہوں نے آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگوں کو قتل کر دیا تھا جنہیں قراء کہا جاتا ہے۔ اسے شیخین (مسلم: ۶۷۷، بخاری: ۱۰۰۲) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۷۷، صحیح البخاری: ۱۰۰۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۸۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۷۰۵، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۰۲۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۵۴، فتح الباری لابن رجب: ۱۰۰۲، طرح القریب فی شرح القریب ج ۲ ص ۲۹۱۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة واہو كريب قال حدثنا ابو معاوية عن عاصم عن انس..... الخ.

(صحيح مسلم: ۶۷۷)

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قُنْتُ شَهْرًا مَرَّ بَعْدَ

الرُّكُوعُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ يَدْعُو عَلَى نَبِيِّ عَصِيَّةٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۶۳۵)

☆ ☆ (سیدنا) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینہ رکوع کے بعد نماز فجر میں قنوت پڑھی ہے اور آپ ﷺ بنی عسیرہ کے خلاف بددعا کرتے تھے۔ اسے مسلم (۶۷۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بھی بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثني محمد بن حاتم حدثنا بهز بن اسد حدثنا حماد بن سلمة اخبرنا انس بن سيرين عن انس بن مالك رضي الله عنه.... الخ. (صحيح مسلم: ۶۷۷)

وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَنَتَ شَهْرًا يَدْعُو عَلَى (أَحْيَاءِ قَوْمِ) الْأَعْرَابِ ثُمَّ تَرَكَهُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۶۳۶)

☆ ☆ (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینہ قنوت پڑھی آپ عرب کے قبیلوں میں سے چند قبائل کے خلاف بددعا کرتے تھے پھر آپ ﷺ نے قنوت کو چھوڑ دیا۔ اسے مسلم (۶۷۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۷۷، صحیح البخاری: ۴۰۹۰، سنن النسائی: ۱۰۷۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۲۱۵۰، مسند ابی یعلی الموصلی: ۳۰۲۸، ۳۰۶۹، حدیث السراج: ۱۲۷۰، ۱۲۷۲، صحیح ابن حبان: ۱۹۸۵، السنن الکبری للبیہقی: ۳۱۰۲، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳۹۲۵، بلوغ الرام: ۳۰۲

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا محمد بن مثنى حدثنا عبد الرحمن حدثنا هشام عن قتادة عن انس رضي الله عنه... الخ. (صحيح مسلم: ۶۷۷)

وَعَنْهُ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَقْنُتُ إِلَّا إِذَا دَعَا الْقَوْمَ أَوْ دَعَا عَلَى قَوْمٍ. رَوَاهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۳۷)

☆ ☆ (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی ﷺ جب کسی قوم کے حق میں دعایا کسی کے لیے بددعا کرتے تو صرف اسی وقت قنوت پڑھتے تھے (ورنہ نہیں پڑھتے تھے)۔ اسے ابن خزیمہ (۶۲۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث شواہدات و مؤیدات کی بناء پر کم از کم حسن درجہ کی ہے۔ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے

ساتھ نقل کیا ہے:

نا محمد بن محمد بن مرزوق الباهلی حدثنا محمد بن عبد الله الانصاری حدثنا سعيد بن ابی عروبة عن قتادة عن انس..... الخ. (صحیح ابن خزيمة: ۶۲۰)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَدْعُوَ عَلَى أَحَدٍ أَوْ يَدْعُوَ لِأَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الزُّكُوعِ فَرُبَّمَا قَالَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ رَبِيعَةَ اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطَأَتَكَ عَلَى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا سِينِينَ كَسِينِي يُوسُفَ يَجْهَرُ بِذَلِكَ وَكَانَ يَقُولُ فِي بَعْضِ صَلَاتِهِ فِي الْفَجْرِ اللَّهُمَّ الْعَنِ فُلَاكَ فُلَاكَ لِأَحْيَاءٍ مِنَ الْعَرَبِ حَتَّى أَنْزَلَ اللَّهُ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۶۳۸)

☆ ☆ (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کے لیے بددعا کرنا چاہتے یا کسی کے حق میں دعا کرنا چاہتے تو رکوع کے بعد قنوت پڑھتے، پھر کبھی تو آپ جس وقت (سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ) کہتے تو (تومہ کی حالت میں) کہتے: {اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ رَبِيعَةَ اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطَأَتَكَ عَلَى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا سِينِينَ كَسِينِي يُوسُفَ} ”اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ربیعہ کو خلاصی عطا فرما، اے اللہ! قبیلہ مضر پر اپنی پکڑ کو سخت فرما اور ان پر یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی طرح خشک سالی فرما۔“ ان کلمات کو بلند آواز سے کہتے، اور کبھی فجر کی نماز میں فرماتے: {اللَّهُمَّ الْعَنِ فُلَاكَ فُلَاكَ لِأَحْيَاءٍ مِنَ الْعَرَبِ} ”اے اللہ! عرب کے قبیلوں میں سے فلاں فلاں قبیلہ پر لعنت فرما۔“ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: {لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ} ”اے پیغمبر! تمہیں اس فیصلے کا کوئی اختیار نہیں (کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے یا ان کو عذاب دے)۔“ اے بخاری (۴۵۶۰) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۴۵۶۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۶۵، سنن الدارمی: ۱۶۳۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۰۸۴، السنن الصغیر للبیہقی: ۴۲۶، شرح السنۃ للبخاری: ۶۳، مشکاة المصابیح: ۱۲۸۸، مصنف عبدالرزاق: ۴۰۲۸، مسند الحمیدی: ۹۶۸، مصنف ابن ابی حنیہ: ۷۰۴۶، سنن ابن ماجہ: ۱۲۴۴، سنن النسائی: ۱۰۷۳، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۸۷۳، صحیح ابن خزيمة: ۶۱۵، مسند السراج: ۱۳۰۱، صحیح ابن حبان: ۱۹۶۹۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا موسى بن اسماعيل حدثنا ابراهيم بن سعد حدثنا ابن شهاب عن سعيد بن المسيب وابي سلمة بن عبد الرحمن عن ابي هريرة رضي الله عنه..... الخ. (صحیح البخاری: ۴۵۶۰)

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ إِلَّا أَنْ يَدْعُوَ لِقَوْمٍ أَوْ عَلَى قَوْمٍ. رَوَاهُ ابْنُ حَبَّانٍ فِي صَوِيحِهِ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السان: ۶۳۹)

☆ ☆ انہی (سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی قوم کے حق میں دعا یا کسی کے لیے بددعا کرنا چاہتے تو تو صرف اسی وقت قنوت پڑھتے تھے (ورنہ نہیں پڑھتے تھے)۔ اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں (بحوالہ نصب الراية: ج ۲ ص ۱۳۰) روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

وَعَنْ أَبِي مَالِكٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي يَأْكُتُ أَنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِأَلْكَوْفَةِ نَحْوًا مِنْ خَمْسِ سِنِينَ أَكَانُوا يَقْنُتُونَ فِي الْفَجْرِ قَالَ أَيْ بُنَيَّ مُخَدِّثٌ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا أَبَا دَاوُدَ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي التَّلْخِصِ اسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السان: ۶۵۰)

☆ ☆ ابو مالک سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے اپنے والد (سیدنا طارق بن اشیم رضی اللہ عنہ) سے کہا، اے ابا جان! آپ نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بھی نمازیں پڑھی ہیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی، اور کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی تقریباً پانچ سال نمازیں پڑھی ہیں، کیا یہ حضرات فجر کی نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: بیٹا! یہ بدعت ہے۔ اسے ابو داؤد کے سوا اصحاب خمسہ (ابن ماجہ: ۱۲۴۱، ترمذی: ۴۰۲، احمد: ۱۵۸۷۹) نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے اور حافظ (ابن حجر) نے تلخیص (المحیر) میں کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔ یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۵۸۷۹، سنن ابن ماجہ: ۱۲۴۱، سنن الترمذی: ۴۰۲، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۳۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۶۳، مختصر الاحکام للطوسی: ۳۸۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۷۴، المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۲۱۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۱۵۶، شرح السنہ: ۶۳۸

اور اسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يزيد بن هارون قال اخبرنا ابو مالك قال قلت لابي ياكوت.... الخ. (مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۵۸۷۹)

یہ حدیث بلحاظ سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ حتیٰ کہ متعدد غیر مقلدین جیسے زبیر علی زئی، شعیب ارناؤط اور ناصر الدین البانی وغیرہم نے بھی اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابن ماجہ بتحقیق الزبیر: ۱۲۴۱، سنن ابن ماجہ بتحقیق الالبانی: ۱۲۴۱، مسند احمد بتحقیق الشعیب: ۱۵۸۷۹)

فائدہ:

واضح رہے کہ سیدنا طارق رضی اللہ عنہ نے مطلقاً قنوت کو بدعت نہیں کہا بلکہ فجر کی نماز میں قنوت ہمیشہ پڑھنے کو بدعت کہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بسا اوقات ایک کام اصل میں جائز ہوتا ہے لیکن اسے غلط طریقے سے انجام دینے یا اس کی اصل حیثیت سے گٹھا بڑھا دینے کی وجہ سے وہ بدعت بن جاتا ہے، یعنی اس عمل کی وہ خاص کیفیت بدعت ہوتی ہے اگرچہ اصل عمل بدعت نہ ہو۔

وَعَنِ الْأَسْوَدِ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ لَا يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۵۱)

☆ ☆ اسود (رحمہ اللہ) سے منقول ہے کہ: ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔“ اسے طحاوی (۱۳۸۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند بلاغبار صحیح و ثابت ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

فحدثنا ابن مرزوق قال ثنا وهب قال ثنا شعبة عن منصور عن ابراهيم عن الاسود.
.... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۸۴)

وَعَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ وَمَسْرُوقٍ أَنَّهُمْ قَالُوا كُنَّا نَصَلِّي خَلْفَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْفَجْرَ فَلَمْ يَقْنُتْ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۵۲)

☆ ☆ علقمہ، اسود اور مسروق رحمہم اللہ نے کہا: ”ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز فجر پڑھتے تھے، وہ قنوت نہیں پڑھتے تھے۔“ اسے طحاوی (۱۳۸۶) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر بھی صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا ابن ابي داود قال ثنا عبد الحميد بن صالح قال ثنا ابو شهاب عن الاعمش عن ابراهيم
عن علقمة والاسود ومسروق.... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۸۶)

وَعَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۵۵)

☆ ☆ علقمہ (رحمہ اللہ) کا بیان ہے کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نماز فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ اسے طحاوی (۱۵۰۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابن مرزوق قال ثنا ابو عامر عن سفيان عن ابی اسحاق عن علقمة.... الخ.

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۵۰۴)

وَعَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا يَقْنُتُ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ إِلَّا الْوُتْرَ فَإِنَّهُ

كَانَ يَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكْعَةِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۱۵۶)

☆ ☆ اسود (رحمہ اللہ) نے کہا کہ (سیدنا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ کسی نماز میں بھی قنوت نہیں پڑھتے تھے سوائے وتر

کے کہ وہ اس میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ اسے طحاوی (۱۵۰۶) اور طبرانی (۹۳۲۵، ۹۱۶۶)

۹۳۳۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بكرة قال ثنا ابو داود قال ثنا المسعودی قال ثنا عبد الرحمن بن الاسود عن ابيه.

.... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۵۰۶)

وَعَنِ ابْنِ الشَّعْثَاءِ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ الْقُنُوتِ فَقَالَ مَا شَهِدْتُ وَمَا رَأَيْتُ.

رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۱۵۴)

☆ ☆ ابو الشعثاء (رحمہ اللہ) نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے قنوت کے بارے میں پوچھا تو انہوں

نے کہا نہ تو میں کسی ایسے موقع پر حاضر ہوا اور نہ میں نے دیکھا۔

یہ اثر بھی بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بكرة قال ثنا وهب ومؤمل قالا حدثنا شعبة عن الحكم عن ابی الشعثاء.

.... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۶۸)

وَعَنْهُ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ الْقُنُوتِ فَقَالَ مَا الْقُنُوتُ فَقَالَ إِذَا فَرَغَ الْإِمَامُ

مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَامَ يَدْعُو قَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا يَفْعَلُهُ وَإِنِّي لَا ظَنُّكُمْ مَعَاشِرَ أَهْلِ

الْعِرَاقِ تَفْعَلُونَهُ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۱۵۸)

☆ ☆ انہی (ابو الشعثاء رحمہ اللہ) کا بیان ہے کہ (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے قنوت کے بارے میں پوچھا گیا تو

انہوں نے کہا، قنوت کیا ہے؟ (سائل نے) کہا امام جب آخری رکعت میں قراءت سے فارغ ہو تو کھڑا ہو کر دُعا

کرے، انہوں نے کہا، میں نے (بلا سبب) کسی کو ایسا کرتے نہیں دیکھا، میرا خیال ہے کہ عراق والوں کے گروہ

ایسا کرتے ہیں۔ اسے طحاوی (۱۵۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بکر قال ثنا ابو داود قال ثنا زائدة عن الاشعث عن ابیه.... الخ.

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۶۹)

وَعَنْ أَبِي مَجْلَزٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا الصُّبْحَ فَلَمْ يَقْنُتْ فَقُلْتُ الْكِبَرُ يَمْنَعُكَ فَقَالَ مَا أَخْفَظُهُ عَنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِي. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ (آثار السنن: ۶۵۹)

☆ ☆ ابو مجلز (رحمہ اللہ) نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی تو انہوں نے قنوت نہیں پڑھی، میں نے پوچھا: بڑھاپا آپ کے لیے مانع ہو گیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے اصحاب میں سے کسی سے بھی اسے یاد نہیں رکھتا (کہ انہوں نے بلا سب قنوت پڑھی ہو)۔ اسے طحاوی (۱۳۶۷) اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابن مرزوق قال ثنا عبد الصمد بن عبد الوارث قال ثنا شعبة قال ثنا قتادة عن ابی مجلز.... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۳۶۷)

وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ لَا يَقْنُتُ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۶۰)

☆ ☆ نافع (رحمہ اللہ) سے منقول ہے کہ بلاشبہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کسی نماز میں بھی قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ اسے مالک (۵۴۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر بلا غبار بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ مؤطا مالک میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر.... الخ. (مؤطا مالک: ۵۴۸)

وَعَنْ عُمَرَ ابْنِ الْحَارِثِ السَّلْمِيِّ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا الصُّبْحَ فَلَمْ يَقْنُتْ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۶۱)

☆ ☆ عمران بن حارث سلمی (رحمہ اللہ) نے کہا کہ: ”میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے فجر کی نماز ادا کی تو انہوں نے قنوت نہیں پڑھی۔“ اسے طحاوی (۱۵۰۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل طریق سے بیان کیا ہے:

حدثنا ابو بکر قال ثنا ابو داود قال ثنا شعبة عن حصين بن عبد الرحمن قال انا عمران بن الحارث السلمي.... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۵۰۴)

وَعَنْ غَالِبِ بْنِ فَرْقَدِ الطَّحَّانِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ شَهْرَيْنِ فَلَمْ يَقْنُتْ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ. رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۶۶۲)

☆ ☆ غالب بن فرقد الطحان (رحمہ اللہ) نے کہا: ”میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس دو مہینے رہا، انہوں نے نماز فجر میں قنوت نہیں پڑھی۔“ اسے طبرانی (۶۹۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ یہ اثر شواہدات و مؤیدات کی بناء پر حسن درجہ کا ہے۔ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبد الله بن محمد بن عبد العزيز ثنا شيبان بن فروخ ثنا غالب بن فرقد الطحان.... الخ. (المعجم الكبير للطبراني: ۶۹۳)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُصَلِّي بِنَا الصُّبْحِ بِمَكَّةَ فَلَا يَقْنُتْ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَوِيحٌ. (آثار السنن: ۶۶۳)

☆ ☆ عمرو بن دینار (رحمہ اللہ) کا بیان ہے کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں ہمیں فجر کی نماز پڑھاتے تھے تو قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ اسے طحاوی (۱۵۱۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ یہ اثر بھی صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا ابن أبي داود قال ثنا ابن أبي مريم قال انا محمد بن مسلم الطائفي قال حدثني عمرو بن دينار.... الخ. (شرح معالي الآثار للطحاوي: ۱۵۱۲)

فائدہ:

قَالَ التِّيمَوِيُّ تَدُلُّ الْأَخْبَارُ عَلَى أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَصْحَابَهُ لَهُمْ يَقْنُتُوا فِي الْفَجْرِ الْأَوَّلِيِّ التَّوَاتُرِ.

(آثار السنن: ۶۶۳)

محقق تیموی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: (مذکورہ بالا) احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز فجر میں ہنگامی حالات کے سوا قنوت نہیں پڑھتے تھے۔

{ ماہ رمضان کے آخری عشرے کی فضیلت }

۳۱۶. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ إِذَا دَخَلَ رَمَضَانَ صَلَّى وَصَامَ حَتَّى: إِذَا كَانَ الْعَشِيرُ الْأَوَاخِرُ شَدَّ الْبِلْزَرَ وَأَحْيَا اللَّيْلَ.

لثم رحمہ اللہ نے ایک شخص کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ جب رمضان آتا تو نبی کریم ﷺ نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے، یہاں تک کہ جب آخری عشرہ شروع ہوتا تو کمر کس لیتے اور راتوں کو جاگتے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۲۰۲۳، صحیح مسلم: ۱۱۷۴، سنن ابن ماجہ: ۱۷۶۸، مصنف عبدالرزاق: ۷۷۰۲، مسند الحمیدی: ۱۸۷، مستخرج ابی عوانہ: ۳۰۵۳، صحیح ابن حبان: ۳۲۱، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۲۶۸۱۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح البخاری اور دیگر متعدد کتب میں متصل اسانید کے ساتھ موجود ہے۔ جامع السانید میں اس کی سند یوں ہے:

ابو حنیفۃ عن الہیثم عن رجل عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔..... الخ۔ (جامع السانید:

ج ۱ ص ۲۸۲)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ کرکے سے مراد عبادت اور نیکی میں مزید محنت اور کوشش ہے۔
- ۲۔ آخری عشرے کی اگر سبھی راتیں عبادت میں گزاری جائیں تو بہت بہتر ہے، ورنہ طاق راتوں کو تو اہتمام کرنا ہی چاہیے۔
- ۳۔ سنن ابن ماجہ (۱۷۶۸) وغیرہ کی روایت میں اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ بھی موجود ہے: کہ آپ ﷺ اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے۔ لہذا نیکی کے کاموں میں اہل و عیال کو بھی شریک کرنا چاہیے تاکہ وہ بھی عظیم ثواب سے محروم نہ رہیں اور اللہ کے ہاں بلند درجات حاصل کر سکیں۔
- ۴۔ جاننے کا مقصد عبادت، ذکر اور تلاوت میں مشغول ہونا ہے۔ بعض لوگ یہ فضیلت والی راتیں فضول بات چیت میں گزار دیتے ہیں، یہ انتہائی محرومی اور بد قسمتی کی بات ہے، خاص کر مساجد میں شور و غوغا، عبادت کرنے والوں کے لیے بھی پریشانی کا باعث بنتا ہے۔

{ صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؓ بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے }

۲۱۶۔ یُؤَسَّفُ عَنْ أَهْلِهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ مَرْثَدٍ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا يُصَلُّونَ خَمْسَ تَرَوِيجَاتٍ فِي رَمَضَانَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ لوگ (یعنی صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؓ) رمضان المبارک میں پانچ ترویجے (یعنی بیس تراویح) پڑھا کرتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند بلاغبار صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ میں رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔

تراویح کے متعلقہ چند ضروری مباحث:

تراویح کے متعلق چند ضروری مباحث قارئین کے استفادے کے لیے یہاں پر درج کی جاتی ہیں۔

لفظ تراویح:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ لفظ تراویح کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

"والتراویح جمع ترویحة وهي المرة الواحدة من الراحة كتسليمة من السلام" (فتح الباری:

(۴/۳۱۵)

تراویح ترویج کی جمع ہے اور ترویج ایک دفعہ آرام کرنے کو کہتے ہیں جیسے تسلیمہ ایک دفعہ سلام پھیرنے کو کہتے ہیں۔

امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ ۸۵۵ھ فرماتے ہیں:

"والتراویح جمع ترویحة ويجمع ايضا على ترويحات" (عمدة القاری: ۸/۲۴۱)

تراویح ترویج کی جمع ہے اور ترویج کی جمع ترويحات بھی آتی ہے۔

نماز تراویح کی وجہ تسمیہ:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ نماز تراویح کی وجہ تسمیہ یوں بیان کرتے ہیں:

"سميت الصلاة في الجماعة في ليالي رمضان التراويح لانهم اول ما اجتمعوا عليها كانوا ترويحون

بين كل تسليمتين" (فتح الباری: ۴/۳۱۵)

جو نماز رمضان کی راتوں میں باجماعت ادا کی جاتی ہے اس کا نام تراویح رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ جب صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم پہلی مرتبہ اس نماز پر مجتمع ہوئے تو وہ ہر دو سلام (چار رکعتوں) کے بعد ترویج یعنی آرام کیا کرتے تھے۔

”فتاویٰ علمائے حدیث“ میں ہے کہ:

”نماز تراویح کی تعریف علماء نے یہ لکھی ہے کہ نماز تراویح وہ نماز ہے جو ماہ رمضان کی راتوں میں عشاء کے بعد

باجماعت پڑھی جائے اور اس نماز کا نام تراویح اس لئے رکھا گیا ہے کہ لوگ اس میں ہر چار رکعت کے بعد

استراحت کرنے لگے کیونکہ تراویح ترویج کی جمع ہے اور ترویج کے معنی ایک دفعہ آرام کرنے کے ہیں۔“

نماز تراویح کی ابتداء:

تراویح کی نماز سب سے پہلے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں شروع ہوئی اور خود نبی کریم ﷺ نے اس سنت کا آغاز فرمایا۔ اس کے بعد دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو تراویح کی ایک بڑی جماعت پر جمع فرمایا۔ چنانچہ علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وَأَوَّلُ مَنْ سَنَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ..... وَنُسِبَتْ إِلَى عُمَرَ لِأَنَّهُ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أَبِي بَنٍ كَعْبٍ“ (المغنی

(۱/۸۰۲:

سب سے پہلے نماز تراویح کی سنت رسول اللہ ﷺ نے شروع فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اس کی نسبت اس لیے کی جاتی ہے کہ انہوں نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر جمع فرمایا۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی نے بھی لکھا ہے کہ:

”وَصَلَاةُ التَّارَويحِ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ سَنَّهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَتَنَسَّبَ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِأَنَّهُ جَمَعَ

النَّاسَ عَلَى أَبِي بَنٍ كَعْبٍ“ (مجموع مؤلفات الشيخ محمد بن عبد الوہاب: ۲/۱۱۷)

تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو مسنون کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اس سنت کی نسبت اس لیے کی جاتی ہے کہ انہوں نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر جمع فرمایا۔

تراویح تہجد کی نماز سے الگ اور ایک جدا نماز ہے:

واضح رہے کہ تراویح اور نماز تہجد دونوں ج ۹ داگانہ نمازیں ہیں۔ جو نماز اول شب میں ادا کی جاتی ہے اس کو نماز تراویح یا قیام رمضان کہا جاتا ہے اور جو نماز آخر شب میں پڑھی جاوے اس نماز کو تہجد یہ قیام اللیل کہتے ہیں۔ یہ تمام اہل اسلام کا متفقہ مسئلہ ہے لیکن آج کل کے بعض جدید متحقق جس طرح رکعات تراویح کے مسئلہ میں تمام اہل سنت والجماعت سے کٹ کر صرف آٹھ تراویح کے قائل ہیں اسی طرح ان حضرات کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ اس جماعت کے ایک سرکردہ رکن مولوی عبد اللہ چکڑالوی (جو بعد میں منکر حدیث ہو گئے تھے) نے سب سے پہلے یہ اعلان کیا کہ نماز تراویح اور تہجد دونوں ایک ہی نماز ہیں، اور چونکہ یہ انوکھا مسئلہ جس طرح تمام اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف تھا اسی طرح یہ مسئلہ خود فریق مخالف کے اکابر کی تصریحات سے بھی متصادم تھا اس لئے خود فریق مخالف کی جماعت میں بھی اس کی مخالفت کی گئی۔ چنانچہ فریق مخالف کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری نے سب سے پہلے اس فتویٰ کے خلاف ادا اٹھائی اور چکڑالوی کی زبردست تردید کی، چنانچہ وہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

ایسے صاف اور صحیح جواب کو پا کر بھی ان مولوی صاحب (عبداللہ چکڑالوی) نے قبول نہیں کیا بلکہ اس کے جواب میں بہت کوشش کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے وقت کی نماز اور پچھلے وقت کی نماز ایک ہی ہے دو نہیں۔ یہی تراویح جو اول وقت میں پڑھی جاتی ہے تہجد کی نماز ہے اور کوئی نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعویٰ پر بھی کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے۔ کیونکہ تہجد کے معنی نیند سے اٹھ کر نماز پڑھنا، قاموس میں ہے: تہجد استيقظ

انہی۔ (اہل حدیث کا مذہب: ص ۹۶، رسائل ثنائیہ: ص ۸۸)

اس جماعت کے موجودہ حضرات بھی عبداللہ چکڑالوی کی تقلید میں تراویح اور تہجد دونوں کو ایک ہی نماز قرار دیتے ہیں لیکن ان کے شیخ الاسلام کا فرمان ابھی گزرا کہ اس دعویٰ پر کوئی بھی دلیل موجود نہیں ہے، پھر فریق مخالف کس دلیل کی بنیاد پر دونوں نمازوں کو ایک قرار دیتے ہیں۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

تراویح اور تہجد میں وجوہ فرق:

نماز تراویح اور تہجد میں کئی وجوہ سے فرق ہے لیکن ہم بطور ”مشتے نمونہ از خردارے“ صرف دس وجوہ فرق بیان کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

(۱)۔ تراویح کو قیام رمضان جبکہ تہجد کو قیام اللیل کہتے ہیں اور یہ دونوں جدا جدا نمازیں ہیں۔

چنانچہ فریق مخالف کے مخالفین کے اکابرین میں سے نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

واما قیام اللیل فهو غیر قیام رمضان۔ (نزل الابرار: ص ۲۰۴)

قیام اللیل قیام رمضان کے علاوہ ہے۔

(۲)۔ تراویح اور تہجد کا وقت بھی جدا جدا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ علمائے حدیث میں ہے:

تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد اول شب کا ہے اور تہجد کا آخر شب کا ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث: ۶/۲۵۱)

فریق مخالف کے متحقق ثناء اللہ امرتسری صاحب لکھتے ہیں:

تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے اول شب میں تہجد نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ۱/۴۳۱)

فریق مخالف کے مفسر صلاح الدین یوسف صاحب لکھتے ہیں:

بہر حال تہجد کا مفہوم رات کے پچھلے پہر اٹھ کر نوافل پڑھنا ہے، ساری رات قیام اللیل کرنا خلاف سنت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کے پہلے حصے میں سوتے اور پچھلے حصے میں اٹھ کر تہجد پڑھتے۔ یہی طریقہ سنت ہے۔

(تفسیری حواشی قرآن مجید: ص ۸۹ مطبوعہ: شاہ فہد قرآن مجید پرنٹنگ پریس سعودی عرب)

جبکہ تراویح کے متعلق حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کی ستائیسویں شب سحری تک پوری رات قیام کیا تھا۔ (سنن ابی داؤد: ۱/۱۹۵، ترمذی: ۱/۹۹)

(۳)۔ تراویح اور تہجد میں ایک وجہ فرق یہ بھی ہے کہ نماز تراویح بالاتفاق سنت مؤکدہ ہے۔ (جامع الرموز: ۱/۱۹۵، المغنی لابن قدامہ: ۱/۸۰۲ وغیرہ)

جبکہ نماز تہجد کسی کے نزدیک بھی سنت مؤکدہ نہیں بلکہ سنت غیر مؤکدہ یا مستحب ہے۔

(۴)۔ نماز تراویح عید کی نماز کی طرح اسلام کے شعائرہ ظاہرہ (وہ عبادات جن کو اسلام کا شعار اور علامت سمجھا جاتا ہے) میں سے ہے۔ (نیل الاوطار: ۳/۵۷) لیکن تہجد کی نماز شعائرہ ظاہرہ میں داخل نہیں ہے۔

(۵)۔ نماز تہجد کی مشروعیت نص قرآنی ہوئی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”ومن الليل فتهجد به نافلة لك“ (سورۃ بنی اسرائیل: ۷۹) اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھا کیجئے جو کہ آپ کے لیے زائد چیز ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”قم الليل الا قليلا“ (سورۃ المزمل: ۲)

رات (کے وقت نماز) میں کھڑے ہو جاؤ مگر کم۔ (ترجمہ جو ناگڑھی غیر مقلد)

اس آیت کی تفسیر میں فریق مخالف کے مفسر صلاح الدین یوسف صاحب نے لکھا ہے:

مطلب یہ ہے کہ آپ چادر چھوڑ دیں اور رات کو تھوڑا قیام کریں یعنی نماز تہجد پڑھیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس حکم کی بناء پر نماز تہجد آپ کے لیے واجب تھی۔ (تفسیری حواشی: ص ۱۶۳۳)

جبکہ نماز تراویح کی مشروعیت احادیث سے ہوئی۔

چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”ان الله تبارك وتعالى فرض صيام رمضان عليكم وسننت لكم قيامه“۔

(سنن النسائی: ۱/۲۴۹)

بے شک اللہ تبارک تعالیٰ نے رمضان کے روزے کو فرض کیا ہے اور میں نے اس کے قیام (تراویح) کو تمہارے لئے سنت قرار دیا ہے۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الله قد افترض عليكم رمضان وانا امركم بقيامه۔ (طبقات المحدثين بأصبهان: ۲/۴۴۹)

بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان (کے روزوں) کو فرض کیا ہے، اور میں تمہیں اس کے قیام (تراویح پڑھنے) کا حکم دیتا ہوں۔

(۶)۔ آگے آ رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں صرف تین رات تراویح کو باجماعت مدینہ منورہ ادا فرمایا۔ پھر اس خدشہ کا اظہار کرتے ہوئے تراویح کو باجماعت پڑھنا چھوڑ دیا کہ کہیں یہ نماز امت پر فرض نہ ہو جائے، لیکن تہجد کی فرضیت اس سے پہلے ہی مکہ مکرمہ میں منسوخ ہو چکی تھی۔ چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

”ان الله عزوجل افترض قيام الليل في اول هذه السورة فقام نبي الله ﷺ واصحابه حولا وامسك الله تعالى خاتمها اثني عشر شهرا في السماء حتى انزل الله في آخر هذه السورة التخفيف فصار قيام الليل تطوعا بعد الفريضة.“

(صحیح مسلم: ۱/۲۵۶، کتاب القراءة للبیهقی: ص ۴)

بے شک اللہ عزوجل نے اس سورۃ (المزل) کے شروع میں قیام اللیل (تہجد) کو فرض کیا تو نبی ﷺ اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک سال تک قیام یعنی تہجد پڑھتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے آخری حصہ کو بارہ ماہ تک آسمان میں روک رکھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے آخر میں تخفیف نازل کی تو قیام اللیل فرض ہونے کے بعد نفلاً جاری ہوا۔

اب اگر تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہوتی تو تہجد کی فرضیت تو پہلے سے مکہ مکرمہ میں (کیونکہ سورۃ المزل مکی ہے) منسوخ ہو چکی تھی تو پھر دوبارہ مدینہ منورہ میں اس کے فرض ہونے کا کیا احتمال تھا جس کا نبی ﷺ نے خدشہ ظاہر فرمایا۔ معلوم ہوا کہ تہجد اور تراویح دونوں علیحدہ علیحدہ نمازیں ہیں۔

(۷)۔ آنحضرت ﷺ، صحابی رسول حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ، امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ محدثین سے ثابت ہے کہ وہ تراویح کے بعد تہجد بھی پڑھا کرتے تھے۔ اور خود فریق مخالف کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے۔ ذیل میں اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

آنحضرت ﷺ کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا:

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جن تین راتوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز تراویح پڑھائی، ان میں سے ایک رات آپ ﷺ نے علیحدہ بھی نماز پڑھی اور وہ تہجد کی نماز تھی۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كان رسول الله ﷺ يصلي في رمضان لمحت فمحت الى جنبه وجاء رجل فقا ايضا حتى كنا رهطا فلما احسن النبي ﷺ انا خلفه جعل يتجوز في الصلاة ثم دخل رحله فصلي صلاة لا يصليها عدنا. (صحیح مسلم: ۱/۳۵۲)

رسول اللہ ﷺ (ایک رات) رمضان المبارک میں نماز (تراویح) پڑھ رہے تھے، میں آیا اور آپ کے پہلو میں کھڑا

ہو گیا، ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ تشریف لائے وہ بھی اسی طرح کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ ہماری ایک جماعت بن گئی۔ نبی ﷺ نے جب یہ محسوس فرمایا کہ ہم آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہیں تو آپ ﷺ نے نماز کو مختصر کر کے ختم کر دیا اور اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے اور وہاں آپ ﷺ نے وہ نماز (تہجد) پڑھی جو ہمارے پاس نہیں پڑھی تھی۔ اب ظاہر ہے کہ جو نماز آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھائی وہ نماز تراویح تھی اور جو اپنے حجرے میں جا کر پڑھی وہ نماز تہجد تھی۔ کیونکہ آپ ﷺ تہجد کی نماز ہمیشہ اپنے حجرہ میں پڑھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”کان رسول اللہ ﷺ یصلی من اللیل فی حجرته“ (بخاری: ۱/۱۰۱)

رسول اللہ ﷺ رات کی نماز اپنے حجرہ میں پڑھا کرتے تھے۔

علاوہ ازیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے الفاظ ”فصلی صلاة لا یصلیہا عندنا“ بھی صراحتاً اس پر دلالت ہیں کہ آپ ﷺ نے جو نماز حجرہ میں ادا فرمائی وہ اس نماز سے جدا تھی جو آپ ﷺ نے مسجد میں صحابہ کے ساتھ پڑھی، حجرہ والی نماز نماز تہجد تھی جبکہ آپ ﷺ نے مسجد میں جو نماز ادا کی وہ نماز تراویح تھی۔

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کا تراویح کے بعد تہجد پڑھنا:

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت قیس بن طلق اپنے والد کا قصہ بیان کرتے ہیں:

”زارنا طلق بن علی فی یوم من رمضان وامسئ عندنا و افطر ثم قام بنا تلك الليلة و اوتر بنا ثم انحدروا الی مسجدہ فصلی باصحابہ حتی اذا بقی الوتر قدم رجل فقال اوتر باصحابک فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا وتران فی لیلة.“ (سنن ابی داود: ۱/۴۱۰)

(ہمارے والد) حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں ایک دن ہمارے پاس ملاقات کیلئے تشریف لائے اور شام تک ہمارے پاس ہی رہے اور ہمیں روزہ اقطار کیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اسی رات ہمیں نماز (تراویح) پڑھائی اور وتر بھی پڑھائے، پھر اپنی مسجد کی طرف گئے اور اپنے ساتھیوں کو نماز (تہجد) پڑھائی یہاں تک کہ وتر باقی رہ گئے تو آپ نے ایک ساتھی کو آگے کر دیا اور فرمایا: تم اپنے ساتھیوں کو وتر پڑھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ایک رات میں دو دفعہ وتر نہیں ہوتے۔

اس اثر سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے تراویح کے بعد تہجد کی نماز پڑھی کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے جو نماز پہلی دفعہ گھر میں پڑھی پھر اس کو مسجد میں جا کر دوبارہ دہرایا ہو اس لئے کہ احادیث میں ایک ہی نماز کو دو دفعہ پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تصلوا صلاة فی یوم مرتین۔ (سنن ابی داود: ۱/۸۶)

ایک ہی نماز کو دن میں دو مرتبہ نہ پڑھو۔

امام بخاری رحمہ اللہ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے:

فریق مخالف کے امام وحید الزمان صاحب نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ تراویح کے بعد تہجد بھی پڑھا کرتے تھے۔ (دیکھئے: تیسیر الباری شرح بخاری: ج ۱ ص ۴۹)

فریق مخالف کے شیخ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے:

فریق مخالف کے شیخ میاں نذیر حسین دہلوی بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھا کرتے تھے، چنانچہ ان کے حالات میں لکھا ہے: رمضان شریف میں آپ صبح سے شام تک درس جاری رکھتے۔ رات بحالت قیام دو دفعہ قرآن مجید سنتے، ایک دفعہ اول رات نماز تراویح میں اپنے شاگرد حافظ احمد محدث اور فقیہ سے تین پارے ترتیل اور تجوید کے ساتھ سنتے، پھر نماز تہجد میں اپنے پوتے حافظ عبدالسلام سے ایک پارہ روزانہ سنتے۔ (منہج التقليد: ص ۲۹ بحوالہ خزائن السنن: ج ۳ ص ۲۸)

ان آثار سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ تراویح کے بعد تہجد پڑھنا جائز ہے اور یہ دونوں جدا جدا نمازیں ہیں اسی طرح ان آثار سے فریق مخالف کے اس دعویٰ کی بھی تردید ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یا کسی صحابی رضی اللہ عنہ، یا کسی سلف سے تراویح کے بعد تہجد پڑھنا ثابت نہیں ہے۔

(۸) امیر المؤمنین خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تراویح اور تہجد کو علیحدہ علیحدہ نماز سمجھتے تھے:

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت کو یکھ کر لوگوں سے فرمایا:
"والتي تنامون عنها افضل من التي تقومون"۔ (بخاری: ج ۱ ص ۲۹۹)
حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:
معنی اس قول کے یہ ہیں:

جو نماز کہ اس سے سو رہتے ہو تم یعنی تہجد کہ یہ آخر رات میں ہوتی ہے افضل ہے اس نماز سے جو پڑھتے ہو تم یعنی تراویح کہ اس کو اول وقت پڑھتے تھے اور چونکہ یہ لوگ تراویح کو پڑھ کر تہجد کو نہیں اٹھتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو رغبت تہجد پڑھنے کی بھی دلائی کہ افضل کو ترک کرنا نہیں چاہیے۔ (الرائی النجیح: ص ۷)

علامہ ابن الحاج مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وما قاله عمر رضي الله عنه بن الخطاب فانما هو محمول على غيرهم لا عليهم اذا هم رضي الله

عنہم جمعوا بین الفضیلتین من قیام اول اللیل و آخرہ۔ (المدخل: ج ۲ ص ۲۹۹)
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ دوسرے لوگوں پر محمول ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اول رات کے قیام (تراویح) اور آخر رات کے قیام (تہجد) دونوں کی فضیلت جمع کر لیتے تھے۔

معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی دونوں کو جدا جدا نماز سمجھتے تھے۔

(۹) تمام ائمہ حدیث بھی تراویح اور تہجد میں مغایرت کے قائل ہیں:

تمام مشہور محدثین نے تراویح کا الگ باب قائم کیا ہے اور تہجد کا باب الگ قائم کیا ہے مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی ”صحیح بخاری“ میں، امام ابوداؤد رحمہ اللہ، امام ترمذی رحمہ اللہ، امام نسائی رحمہ اللہ اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی اپنی ”سنن“ میں، امام مالک رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ نے ”موطا“ میں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ”کتاب الآثار“ میں، امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ”بلوغ المرام“ میں تراویح کا باب الگ باندھا ہے اور تہجد کا باب الگ قائم کیا ہے۔

ان محدثین کرام کا تراویح اور تہجد کے الگ الگ باب باندھنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک دونوں جدا جدا نماز ہیں، یہاں تک کہ فریق مخالف کی کتب ”صلاة الرسول“ وغیرہ میں بھی دونوں کے الگ الگ باب موجود ہیں۔

(۱۰) ائمہ حدیث کی طرح فقہائے کرام رحمہم اللہ بھی تراویح اور تہجد کو علیحدہ علیحدہ نماز سمجھتے ہیں:

ائمہ حدیث کی طرح فقہائے کرام رحمہم اللہ بھی تراویح اور تہجد کو علیحدہ علیحدہ نماز سمجھتے ہیں اور تمام کتب فقہ میں تراویح اور تہجد کا الگ الگ باب قائم ہے اور ان دونوں کے مسائل جدا جدا لکھے گئے ہیں، بلکہ کتب فقہ میں تراویح اور تہجد کے الگ الگ ہونے کی باقاعدہ تصریح موجود ہے۔ فقہاء احناف نے تو ہمیشہ اس کا اہتمام فرمایا ہے دوسرے ائمہ کی تصریحات کیلئے درج ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب المقنع: ص ۱۸۴

المدخل: ج ۲ ص ۳۰۰

بدایۃ المجتہد: ج ۱ ص ۱۵۳

بیجوری شرح شمائل ترمذی: ص ۱۴۳ بحوالہ نماز مسنون: ص ۶۲۲

حاشیاء لابن منہ: ص ۷۸

الفقہ الاسلامی وادلتہ: ج ۲ ص ۷۵

ان دس دلائل کے علاوہ اور بھی کئی دلائل ہمارے پیش نظر ہیں لیکن بوجہ اختصار انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ

علماء اہلسنت والجماعت نے تراویح کے مسئلہ پر کئی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی ”الرائی النجیح“ مولانا حبیب الرحمن الاعظمی صاحب کی ”رکعات التراویح“ اور محقق اہلسنت مولانا حافظ ظہور احمد الحسنی حفظہ اللہ کی ”رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ“ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

باجماعت تراویح کے چند دلائل:

ذیل میں نماز تراویح کی جماعت پر چند دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ۱:

عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ لَيْلَةً مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ وَصَلَّى رَجُلًا بِصَلَاتِهِ فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلَّى فَصَلُّوا مَعَهُ فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى فَصَلُّوا بِصَلَاتِهِ فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ حَتَّى خَرَجَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفِ عَلَى مَكَانِكُمْ وَلَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفَرِّضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا فَتُؤَيَّرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ.

(آثار السنن: ۷۶۶)

☆ ☆ عروہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتلایا کہ ”رسول اللہ ﷺ ایک دفعہ آدمی رات کے وقت گھر سے نکلے اور مسجد میں تشریف لا کر نماز ادا فرمائی اور کچھ لوگوں نے بھی آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ لوگوں نے صبح کی تو واقعہ بیان کیا تو پہلے کی نسبت زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ اور آپ کے ہمراہ نماز ادا کی، پھر لوگوں نے صبح کی اور واقعہ بیان کیا تو تیسری رات مسجد والے اور زیادہ ہو گئے۔ آپ تشریف لائے، نماز پڑھی تو لوگوں نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ پھر جب چوتھی رات ہوئی تو مسجد لوگوں (کی وجہ) س تک ہو گئی (یعنی بہت کثرت سے لوگ آئے، مسجد میں جگہ نہ رہی) یہاں تک آپ صبح کی نماز کیلئے باہر تشریف لائے، جب آپ نے فجر کی نماز پوری فرمائی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ کہا پڑھا پھر فرمایا اما بعد! تمہارا یہاں ہونا مجھ پر مخفی نہیں لیکن میں نے خوف محسوس کیا کہ یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے۔ پھر تم اس سے عاجز ہو جاؤ (یعنی پڑھ نہ سکو)، پس رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور معاملہ اسی طرح رہا۔ اسے شیخین (بخاری: ۹۴۳، مسلم: ۷۶۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۹۲۴، صحیح مسلم: ۷۶۱، سنن ابی داود: ۱۳۷۳، مؤطا مالک: ۳۷۵، مصنف عبدالرزاق الصنعانی: ۴۷۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۳۶۲، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۲۸، مستخرج ابی عوانہ: ۳۰۵۰، صحیح ابن حبان: ۱۱۳۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۲۸۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۲۷۳

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يحيى بن بكير قال حدثنا الليث عن عقيل، عن ابن شهاب قال اخبرني عروة ان عائشة اخبرته..... الخ (صحیح البخاری: ۹۲۴)

دلیل نمبر ۲:

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اخْتَذَ حُجْرَةً فِي الْمَسْجِدِ مِنْ حَصِيرٍ فَصَلَّى فِيهِ لَيْلًا حَتَّى اجْتَمَعَ عَلَيْهِ نَاسٌ ثُمَّ فَقَدُوا صَوْتَهُ لَيْلَةً وَظَنُّوا أَنَّهُ قَدْ نَامَ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَتَنَحَنَحُ لِيَخْرُجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ مَا زَالَ بِكُمْ الَّذِي رَأَيْتُمْ مِنْ صَنِيعِكُمْ حَتَّى خَشِيتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهِ فَصَلُّوا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ فَإِنَّ أَفْضَلَ صَلَاةِ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۶۷)

☆ ☆ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مسجد میں چٹائی کا ایک حجرہ بنایا، اس میں چند راتیں نماز ادا فرمائی، یہاں تک کہ لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے، پھر ایک رات لوگوں نے آپ کی آواز نہ سنی اور انہوں نے سمجھا کہ آپ سو گئے ہیں، بعض لوگوں نے کھانا شروع کر دیا تاکہ آپ ان کے پاس تشریف لے آئیں، آپ نے فرمایا: تمہارا معاملہ (یعنی کثرت سے آنا) جو میں نے دیکھا، اسی طرح رہا، یہاں تک کہ میں ڈر گیا کہ یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے اور اگر تم پر فرض کر دی جاتی تو تم اسے ادا نہ کر سکتے۔ اے لوگو! اپنے گھروں میں یہ نماز پڑھو، بلاشبہ فرض نماز کے علاوہ آدمی کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ اسے شیخین (بخاری: مسلم:) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۹۰، صحیح مسلم: ۷۸۱، سنن النسائی: ۱۵۹۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۵۸۲، مستخرج ابی عوانہ: ۲۲۱۰، صحیح ابن حبان: ۲۴۹۱، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۱۷۷۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۲۷۳، السنن الصغیر للبیہقی: ۸۲۰۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا اسحاق اخبرنا عفان حدثنا وهيب حدثنا موسى بن عقبة سمعت ابا النضر يحدث عن

بسر بن سعید عن زید بن ثابت ان النبی ﷺ..... الخ. (صحيح البخاری: ۲۹۰۰)

دلیل نمبر ۳:

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَمَضَانَ فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى بَقِيَ سَبْعٌ فَقَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتِ السَّادِسَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا، فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ نَقَلْنَا قِيَامَ هَذِهِ اللَّيْلَةِ قَالَ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ قَالَ فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ جَمَعَ أَهْلُهُ وَنِسَاءَهُ وَالنَّاسُ فَقَامَ بِنَا حَتَّى خَشِينَا أَنْ يَفُوتَنَا الْفَلَاَحُ قَالَ قُلْتُ مَا الْفَلَاَحُ قَالَ السُّحُورُ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا بَقِيَّةَ الشَّهْرِ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۸)

☆ ☆ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، آپ نے ہمارے ساتھ کوئی قیام نہ کیا، حتیٰ کہ مہینے میں ایک ہفتہ باقی رہ گیا، تو آپ نے ہمیں قیام کروایا، حتیٰ کہ تہائی رات ہو گئی۔ جب چھٹی رات آئی تو آپ نے قیام نہ کرایا۔ جب (آخرے) پانچویں آئی تو ہمیں قیام کروایا، حتیٰ کہ آدھی رات گزر گئی۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کاش آپ ہمیں پوری رات نفل پڑھا دیتے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”انسان جب امام کے نماز پڑھتا ہے اور اس کے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ رہتا ہے تو اس کے لیے پوری رات کا قیام شمار کیا جاتا ہے۔“ جب چوتھی رات آئی تو آپ نے قیام نہ کرایا۔ جب تیسری رات آئی تو آپ نے اپنے اقارب، بیویوں اور دوسرے لوگوں کو جمع فرمایا اور ہمیں قیام کرایا، یہاں تک کہ ہمیں فکر ہوئی کہ کہیں ہماری ”فلاح“ ہی نہ رہ جائے۔ (جبیر نے کہا) میں نے پوچھا کہ ”فلاح“ سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا: ”سحری۔“ پھر بقیہ راتوں میں آپ نے ہم کو قیام نہیں کرایا۔ اسے اصحابِ خمسہ (ابوداؤد: ۱۳۷۵، ترمذی: ۸۰۶، ابن ماجہ: ۱۳۲، نسائی: ۱۳۶۵، احمد: ۲۱۴۱۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابی داؤد: ۱۳۷۵، سنن الترمذی: ۸۰۶، سنن ابن ماجہ: ۱۳۲، سنن النسائی: ۱۳۶۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۴۱۹، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۴۶۸، مصنف ابن ابی حبیہ: ۷۶۹۵، سنن الدارمی: ۱۸۱۸، صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۰۶، السنن الصغیر للشیخ: ۸۱۸، مشکاة المصابیح: ۱۲۹۸۔

اور صحیح ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا مسدد حدثنا يزيد بن ربيع الخير نا داود بن ابي هند عن الوليد بن عبد الرحمن عن جابر

بن نظیر عن ابی خذ..... الخ. (سان ابی داود: ۱۳۷۵)

فائدہ:

مذکورہ بالا احادیث سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ سے آپ کی پوری میں صرف تین رات باجماعت نماز تراویح پڑھنا ثابت ہے اس کے بعد آپ ﷺ نے اس اندیشہ سے کہ کہیں یہ نماز امت پر فرض نہ ہو جائے، اس کو باجماعت ترک کر دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے گھروں میں انفرادی طور پر نماز پڑھنے کی تاکید فرمادی۔ نبی ﷺ کی اس تین دن کی نماز کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر متعدد صحابہؓ جیسے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ وغیرہ نے بھی مختلف الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔

ان تین دنوں میں نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تراویح کی کتنی رکعات پڑھائیں؟ اس بارہ میں کسی بھی صحیح السند روایت سے کچھ منقول نہیں، اور اس موضوع پر جتنی بھی روایات ذکر کی جاتی ہیں وہ یا تو سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں یا ان روایات کا مسئلہ تراویح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

نذیر احمد رحمانی اور محمد قاسم وغیرہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جن تین راتوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تراویح پڑھائی اس کے بعد ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے تہجد بھی پڑھی ہو بلکہ آخر شب کی نماز کے متعلق تو آتا ہے کہ آپ ﷺ نے آخر شب تک قیام کیا۔ معلوم ہوا کہ تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے۔
(محصلہ انوار المصانح: ص ۸۲، ج ۱ علی الصلوۃ: ص ۳۴ وغیرہ)

جواب:

اس شبہ کے کئی جوابات ہیں لیکن ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس کا جواب خود فریق مخالف کے اپنے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری کی طرف سے دیا جائے جو انہوں نے عبد اللہ چکڑالوی مکر حدیث کو دیا تھا۔ چنانچہ امرتسری صاحب عبد اللہ چکڑالوی کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

رہی یہ بات کہ جن تین دنوں میں آپ ﷺ نے اول شب تراویح پڑھی تھی ان دنوں میں آخر شب بھی نماز پڑھی ہوگی، یہ تو گیارہ رکعات سے زیادہ ہوگئی اور اگر نہیں پڑھی ہوگی تو ارشاد خداوندی ”فَتَهَجَّدُ“ کی تعمیل نہ ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں صورتیں ممکن ہیں یعنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے ان دنوں میں نماز تہجد پڑھی ہو مگر چونکہ تمام عمر کے لحاظ سے تین دن کی مقدار ایسی قلیل ہے کہ جس کی کوئی نسبت ہی نہیں ملتی اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عام طور پر لفظی کر دی کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی زیادہ نہیں پڑھیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان تین

دونوں میں حضور ﷺ اسی شب کو قائم مقام پچھلی رات کی نماز کے کر کے پڑھی ہو لیکن کسی نماز کا دوسری نماز کے قائم مقام ثواب میں ہو جانے سے ان دونوں کا ایک ہونا لازم نہیں آتا دیکھو جمعہ ظہر کے قائم مقام ہے مگر دونوں ایک نہیں، جمعہ کے واسطے کئی ایک شرائط ہیں جو ظہر کیلئے نہیں۔ (المحدث کا مذہب: ص ۹۷، رسائل ثنائیہ: ص ۸۹) اب مخالفین کی مرضی ہے کہ اپنے شیخ الاسلام کا یہ جواب پسند کرتے ہیں یا عبد اللہ چکڑالوی منکر حدیث کی بات مانتے ہیں!

پسند اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا

دلیل نمبر ۴:

وَعَنْ ثُعَلْبَةَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ الْقُرظِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ فَرَأَى نَاسًا فِي تَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ يُصَلُّونَ فَقَالَ مَا يَصْنَعُ هَؤُلَاءِ قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَؤُلَاءِ عَنَّا لَيْسَ مَعَهُمُ الْقُرْآنُ وَأَبَى بْنُ كَعْبٍ يَقْرَأُ وَهُمْ مَعَهُ يُصَلُّونَ بِصَلَاتِهِ قَالَ قَدْ أَحْسَنُوا وَقَدْ أَصَابُوا وَلَمْ يَكُنْ ذَلِكَ لَهُمْ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ وَاسْنَادُهُ جَيِّدٌ وَلَهُ شَاهِدُونَ حَسَنٌ عِنْدَ أَبِي دَاوُدَ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. (آثار السنن: ۶۹)

☆☆ سیدنا ثعلبہ بن ابی مالک قرظی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رمضان المبارک میں ایک رات رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور دیکھا کہ لوگ مسجد کی ایک جانب میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا: ”ان کو کیا ہے؟“ کہا گیا کہ ان لوگوں کو قرآن یاد نہیں ہے اور سیدنا ابی ب کعب رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے ہیں تو یہ لوگ بھی ان کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں، تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”انہوں نے اچھا کیا اور درست کیا۔“ اور آپ ﷺ نے ان کے اس فعل کو ناپسند نہیں فرمایا۔ اسے بیہقی معرفۃ السنن والآثار (۵۴۰۰) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے اور ابوداؤد (۱۳۷۷) میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کا شاہد ہے جو کہ حسن سے کم درجہ کی حدیث ہے۔

یہ حدیث شواہدات و مؤیدات کی بناء پر حسن درجہ کی ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

الْبَاقِ أَوْ زَكْرِيَّا بْنِ أَبِي اسْحَاقٍ وَأَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْقَاضِي وَأَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيُّ قَالُوا ثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ أَنْبَأَنَا بَحْرُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ قَرَأَ عَلَيَّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَكَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سُلَيْمَانَ وَبَكْرُ بْنُ مِصْرٍ عَنْ ابْنِ الْهَادِ أَنَّ ثُعَلْبَةَ بْنَ أَبِي مَالِكٍ الْقُرظِيَّ..... الخ.

(السنن الكبرى للبيهقي: ۴۲۸۲)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے نماز تراویح کی جماعت کو اچھا اور درست قرار دیا ہے۔ لہذا بعض احباب کا

تراویح کی جماعت کا انکار کرنا درست نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۵:

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِي أَنَّهُ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَيْلَةً فِي رَمَضَانَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ أَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّي بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنِّي أَرَى لَوْ جَمَعْتُ هَؤُلَاءِ عَلَى قَارٍ وَوَاحِدٍ لَكَانَ أَمْثَلُ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلَى أَبِي بِنِي كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ قَارِيهِمْ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نِعَمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ وَالَّتِي يَنَامُونَ عَنْهَا أَفْضَلُ مِنَ الَّتِي يَقُومُونَ يُرِيدُ آخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ أَوَّلَهُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۷۰)

☆ ☆ عبد الرحمن بن عبد القاری بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات کو مسجد میں گیا، سب لوگ متفرق اور منتشر تھے کوئی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کسی کے پیچھے بہت سے لوگ اس کی نماز کی اقتداء کے لئے کھڑے تھے۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ اگر تمام نمازیوں کی ایک امام کے پیچھے جماعت کر دی جائے تو زیادہ اچھا ہو۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے جماعت بنا کر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو اس کا امام بنادیا۔ پھر دوسری رات میں آپ کے ساتھ ہی نکلا تو لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز (تراویح) پڑھ رہے تھے (یہ منظر دیکھ کر) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ نیا طریقہ کسی قدر بہتر اور مناسب ہے۔ اور وہ نماز جس سے یہ سوئے رہتے ہیں اس نماز سے جسے یہ ادا کرتے ہیں، افضل ہے۔ آپ کی مراد رات کا آخری حصہ تھا اور لوگ شروع رات میں ادا کرتے تھے۔ اسے بخاری (۲۰۱۰) نے روایت کیا ہے۔

دلیل نمبر ۶:

وَعَنْ نَوْفَلِ بْنِ إِيَّاسِ الْهَنْدِيِّ قَالَ كُنَّا نَقُومُ فِي عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الْمَسْجِدِ فَيَتَفَرَّقُ هَهُنَا فِرْقَةٌ وَكَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ إِلَى أَحْسَنِهِمْ صَوْتًا فَقَالَ عُمَرُ أَرَاهُمْ قَدِ اتَّخَذُوا الْقُرْآنَ أَغَانِي أَمَا وَاللَّهِ لَوْ لَمْ يَسْتَطِعُوا لَأَغَيَّرْنَا فَلَمْ يَمُكِّثْ إِلَّا ثَلَاثَ لَيَالٍ حَتَّى أَمَرَ أَبِيًا فَصَلَّى بِهِمْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي خَلْقِ أَعْمَالِ الْعِبَادَةِ وَابْنُ سَعْدٍ وَجَعْفَرُ الْفَرَّيْدَانِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۷۱)

☆ ☆ نوفل بن ایاس ہذلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں مسجد میں تراویح پڑھتے تھے تو ایک گروہ یہاں کھڑا ہوتا اور ایک گروہ وہاں ہوتا اور لوگ ان میں سب سے اچھی آواز والے کی طرف مائل ہوتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ لوگوں نے قرآن کو راگ بنا لیا ہے،

اللہ کی قسم! اگر مجھ سے ہو سکا تو میں اسے ضرور بدل دوں گا تو وہ صرف تین دن ہی ٹھہرے، یہاں تک کہ انہوں نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اسے بخاری نے خلق افعال العباد (ج ۱ ص ۶۹) میں اور ابن سعد و جعفر فریابی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا آدم حدثنا ابن ابی زھب حدثنا مسلم بن جندب عن نوفل بن ایاس الھذلی..... الخ۔

(خلق افعال العباد للبخاری: ج ۱ ص ۶۹)

آٹھ رکعات تراویح کو مسنون کہنے والوں کے مستدلات کا تحقیقی جائزہ:

نماز تراویح کی جماعت پر دلائل کے بعد اب آٹھ رکعت تراویح کو مسنون کہنے والوں کے مستدلات کا تحقیقی جائزہ حاضر خدمت ہے اس کے بعد بیس رکعات پر دلائل دیں گے۔

روایت نمبر ۱:

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلَوةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطَوِيلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطَوِيلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُؤَيَّرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۷۷۲)

☆ ☆ ابو سلمہ بن عبد الرحمن (رحمہ اللہ) نے (ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز رمضان میں کیسی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا کہ رمضان اور غیر رمضان میں آپ گیارہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ چار رکعات پڑھتے تھے پس تو ان رکعتوں کے حسن اور طوالت کے متعلق سوال مت کر (یعنی حد سے زیادہ حسین و طویل رکعات تھیں) پھر چار رکعات پڑھتے تھے پس تو ان کے حسن اور طوالت کے متعلق سوال مت کر۔ پھر آپ تین رکعات (وتر) پڑھتے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ وتر ادا فرمانے سے پہلے سو جاتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے عائشہ! بلاشبہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا۔“ اسے بخاری (۳۵۶۹) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۳۵۶۹، صحیح مسلم: ۷۳۸، سنن ابی داؤد: ۱۳۴۱، سنن الترمذی: ۴۳۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۹۲، مؤطا

مالک: ۳۹۳، مصنف عبدالرزاق: ۴۱۱، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۱۳۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۳۶، صحیح ابن خزمہ: ۴۹، مستخرج ابی عوانہ: ۳۰۵۲

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبد الله بن مسلمة عن مالك عن سعيد البقري عن ابي سلمة بن عبد الرحمن انه سأل عائشة..... الخ. (صحيح البخاري: ۲۵۶۹)

آٹھ رکعات کو مسنون کہنے والے حضرات آٹھ رکعات تراویح کے اثبات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو مرکزی دلیل کے طور پر پیش کیا کرتے ہیں فریق مخالف کی اس مرکزی استدلال کے متعدد جوابات میں سے صرف پانچ جوابات ہدیہ ناظرین ہیں۔

جواب نمبر ۱:

اس حدیث سے رکعات تراویح پر استدلال ہی فضول ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث میں جس نماز کا تذکرہ فرما رہی ہیں وہ تہجد کی نماز ہے، اس کا تراویح کی نماز سے کوئی تعلق ہی نہیں۔

چنانچہ اس حدیث میں رمضان کے ساتھ غیر رمضان کا لفظ صریح ہے جو کہ اس کے نماز تہجد ہونے پر دال ہے۔ کیونکہ غیر رمضان میں تراویح نہیں ہوتیں بلکہ جو نماز پورا سال (رمضان وغیر رمضان میں) پڑھی جاتی ہے وہ نماز تہجد کہلاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کئی بڑے بڑے محدثین و شارحین حدیث جیسے علامہ ابوبکر بن العربی رحمہ اللہ، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ، قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ، امام محدث ملا علی القاری رحمہ اللہ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ وغیرہم نے اس حدیث کو تہجد سے متعلق قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: عارضۃ الاحوذی شرح ترمذی: ج ۴ ص ۱۶، فتح الباری: ج ۳ ص ۲۶، ۲۷، شرح مسلم للنووی: ج ۱ ص ۲۵۳، فتح المغلی شرح کتاب المؤطا لملا علی القاری: ج ۱ ص ۲۹۳، فقہ حنفی قرآن وحدیث کی نظر میں: ص، فتاویٰ عزیزی: ص ۱۲۵) نیز فریق مخالف کے بھی متعدد حضرات جیسے محمد بن علی شوکانی، صادق سیالکوٹی اور ثناء اللہ مدنی وغیرہم نے بھی اس حدیث کو تہجد کے متعلق قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: نیل الاوطار: ج ۳ ص ۳۹، الاعتصام: ص ۵، ۱۲ تا ۱۸ فروری ۱۹۹۹ء، صلوۃ الرسول: ص ۷۰)

اعتراض:

کہا جاتا ہے کہ اگر اس حدیث کا تراویح سے تعلق نہیں تو پھر علامہ نبوی رحمہ اللہ نے آثار السنن میں اسے تراویح کے باب میں کیوں ذکر کیا ہے؟

الجواب:

علامہ نیوی رحمہ اللہ نے اگرچہ اس حدیث کو تراویح کے باب میں ذکر کیا ہے لیکن اس سے یہ استدلال کرنا کہ ان کے نزدیک اس حدیث کا تعلق تراویح سے ہے غلط ہے کیونکہ ان کی کتاب آثار السنن کا مطالعہ کرنے کرنے والے پر مخفی نہیں کہ ان کی پوری کتاب کی ترتیب یہ ہے کہ وہ اکثر اختلافی مسائل میں پہلے اپنے مخالف مسلک کے مطابق باب قائم کرتے ہیں اور اس کے تحت وہ دلائل ذکر کرتے ہیں جن سے مخالف نے استدلال کیا ہے، خواہ ان مستدلات کا تعلق ان کے نزدیک مذکورہ باب سے ہو یا نہیں، اسکے بعد وہ اپنے مسلک کے مطابق باب قائم کر کے اپنے مستدلات ذکر فرماتے ہیں۔ الغرض علامہ نیوی رحمہ اللہ نے فریق مخالف کے مسلک کے مطابق حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو تراویح کے باب میں ذکر کیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خود علامہ نیوی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی اس حدیث کا تعلق تراویح سے ہے۔

جواب نمبر ۲:

ہماری اس بات کی تائید کہ مذکورہ حدیث کا تعلق تراویح سے نہیں بلکہ تہجد سے ہے، اس سے بھی ہوتی ہے کہ ائمہ حدیث نے تراویح اور تہجد کے الگ الگ باب باندھے ہیں اور اس حدیث کو تراویح کے باب میں ذکر کرنے کی بجائے تہجد کے باب میں ذکر کیا ہے۔ مثلاً امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی مؤطا (ص ۴۳) میں، امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح (ج ۱ ص ۱۵۴) میں، امام ترمذی رحمہ اللہ نے جامع الترمذی (ج ۱ ص ۵۸) میں، امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے سنن ابی داؤد (ج ۱ ص ۱۹۶) میں، امام نسائی رحمہ اللہ نے سنن نسائی (ج ۱ ص ۱۵۴) میں، امام خطیب تبریزی رحمہ اللہ نے مشکوٰۃ (ج ۱ ص ۱۰۶) میں، حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد (ج ۱ ص ۸۶) میں، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بلوغ المرام مع سبل السلام (ج ۱ ص ۱۳) میں اور دیگر محدثین نے بھی اپنی اپنی کتب حدیث میں اس حدیث کو تہجد کے باب میں ذکر کیا ہے اور تراویح کا باب الگ قائم کیا ہے اور اس میں اس حدیث کا ذکر کتنا تو کجا اس کی طرف ادنیٰ سا اشارہ بھی نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ اس حدیث کا تعلق تراویح کی بجائے تہجد سے ہے۔

جواب نمبر ۳:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس حدیث میں جس نماز کا تذکرہ فرما رہی ہیں، وہ آپ ﷺ آ خر شب میں پڑھتے تھے۔ چنانچہ اس نماز کے وقت کی بابت جب ان سے پوچھا گیا تو جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

کان یسأمو اولہ ویقوم اخرہ فیصلی۔ (بخاری: ج ۱ ص ۱۵۴ بحوالہ حی علی الصلاة: ص ۳۶ از خواجہ

محمد قاسم)

کآپ ﷺ رات کے پہلے حصہ میں آرام فرماتے تھے اور آخری حصہ میں اٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

اسی طرح ایک اور سوال کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کان یقوم اذا سمع السارخ۔ (بخاری: ج ۱ ص ۱۵۲)

رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے اس وقت کھڑے ہوتے تھے جب (آخر شب) مرغ کی آواز سنتے تھے۔

فریق مخالف کے اکابرین میں سے غلام رسول صاحب نے بھی لکھا ہے کہ:

آنحضرت ﷺ سونے کے بعد (آخر شب) یہ نماز پڑھتے تھے۔ (رسالہ تراویح: ص ۵۹)

اور آخر شب میں جو نماز پڑھی جاتی ہے وہ تہجد کی نماز ہے نہ کہ تراویح کی۔ چنانچہ فریق مخالف کے فتاویٰ علمائے حدیث

(ج ۶ ص ۲۵۱) میں ہے کہ:

تراویح کا وقت اول شب کا ہے اور تہجد کا آخر شب کا ہے۔

فریق مخالف کے اکابرین میں سے ثناء اللہ امرتسری صاحب نے لکھا ہے کہ:

تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے اول شب میں تہجد نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ج ۱ ص ۴۳۱)

بنابرین فریق مخالف کا رسول اللہ ﷺ کی آخری شب کی نماز (تہجد) سے اول شب کی نماز (تراویح) پر استدلال کرنا

خود اپنے طے شدہ اصولوں کی روشنی میں باطل ہو گیا۔

جواب نمبر ۴:

بالفرض فریق مخالف کا دعویٰ مان ہی لیا جائے کہ اس حدیث کا تعلق تراویح سے ہے اور تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے تو

پھر بھی ان کا اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے صرف آٹھ رکعت پر اکتفا کرنا اور اسی عدد کو سنت کہنا غلط ہے۔ کیونکہ جس

طرح نبی ﷺ کا آٹھ رکعات پڑھنا ثابت ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ سے آٹھ رکعات سے کم اور آٹھ رکعات سے زائد

کا پڑھنا بھی ثابت ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کی متعدد صورتیں

منقول ہیں جن کی صحت کا خود فریق مخالف کو بھی اقرار ہے۔

چنانچہ فریق مخالف کے متعدد حضرات جیسے شوکانی، امیریمانی، میاں غلام رسول، صادق سیالکوٹی، محمد قاسم خواجہ اور نذیر

احمد رحمانی وغیرہم نے تسلیم کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی سات رکعات، کبھی نو رکعات اور کبھی گیارہ رکعات (مع الوتر)

بھی پڑھی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں!

نیل الوطار: ج ۳ ص ۳۹

سبل السلام: ج ۱ ص ۱۳

ینالغ ترجمہ رسالہ تراویح: ص ۵۱، ۴۹، ۴۸

صلوة الرسول: ص ۳۶۹

فی علی الصلاة: ص ۳۰

انوار المصانح: ص ۷۳

الغرض جب آپ ﷺ کا آٹھ سے کم اور آٹھ سے زائد رکعات پڑھنا بھی ثابت ہے اور ان سب روایات کی صحت فریق مخالف کو بھی تسلیم ہے تو پھر یہ حضرات یہ کیسے دعویٰ کر سکتے ہیں کہ صرف آٹھ رکعات تراویح پڑھنا ہی رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

جواب نمبر ۵:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث پر فریق مخالف کا خود اپنا عمل نہیں بلکہ ان کا عمل تو اس حدیث کے سراسر خلاف ہے کیونکہ:

(۱)۔ اس حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ پورا سال یہ نماز پڑھتے تھے جبکہ فریق مخالف کے لوگ اس نماز کو صرف ماہ رمضان میں التزام کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

(۲)۔ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ یہ آٹھ رکعت چار چار رکعت کی نیت سے دو سلام میں پڑھتے تھے۔ (صلوة الرسول: ص ۳۷۰) جبکہ فریق مخالف کے لوگ ان آٹھ رکعتوں کو دو دو کر کے چار سلاموں میں پڑھتے ہیں۔

(۳)۔ اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین وتر پڑھتے تھے اور فریق مخالف کے متحقق عبدالرحمن مبارکپوری صاحب کے بقول وتر کی یہ تین رکعتیں ایک سلام کے ساتھ تھیں۔ (تحفۃ الاحوذی: ج ۱ ص ۳۳۱) جبکہ فریق مخالف کے لوگ صرف ایک ہی وتر پڑھتے ہیں اور اگر کبھی کبھار کوئی تین وتر پڑھتا بھی ہے تو دو سلام کے ساتھ۔

(۴)۔ اس حدیث میں ہے کہ پیغمبر عالم ﷺ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے تھے جبکہ فریق مخالف کے لوگ وتر سونے سے پہلے ہی پڑھ لیتے ہیں۔

(۵)۔ مذکورہ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ یہ آٹھ رکعتیں نہایت خوبی اور درازی کے ساتھ پڑھتے تھے لیکن فریق مخالفین کے لوگ بیاٹھ رکعتیں مختصر اور ہلکی پھلکی پڑھتے ہیں۔

(۶)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث میں جس نماز کا تذکرہ کر رہی ہیں وہ آپ ﷺ آخر شب (سحری کے وقت) پڑھتے تھے۔ (بخاری: ج ۱ ص ۱۵۴) لیکن فریق مخالف کے لوگ تراویح نماز عشاء کے متصل بعد پڑھتے ہیں۔

(۷)۔ آنحضرت ﷺ یہ نماز سونے کے بعد پڑھتے تھے۔ (رسالہ تراویح: ص ۵۹، از غلام رسول غیر مقلد) جبکہ فریق مخالف کے لوگ یہ نماز سونے سے پہلے ہی پڑھ لیتے ہیں۔

(۸)۔ اس حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ کا یہ نماز گھر میں پڑھنا مذکور ہے (کیونکہ حدیث ہذا میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور آپ ﷺ کے درمیان بات چیت کرنے کا جو ذکر ہے یہ دلیل ہے کہ یہ نماز آپ ﷺ گھر میں ہی پڑھتے تھے) لیکن

فریق مخالف کے لوگ اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تراویح مسجدوں میں پڑھتے ہیں۔

(۹)۔ حدیث میں مذکورہ نماز کو آپ ﷺ نے بلاجماعت ادا فرمایا لیکن فریق مخالف کے لوگ اس کو جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں بلکہ ان کے فتاویٰ علمائے حدیث میں تو تراویح کے لیے جماعت کو شرط قرار دیا گیا ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث: ج ۶ ص ۲۴۳)

(۱۰)۔ اس حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ آٹھ رکعات پڑھنے کے بعد وتر بھی بلاجماعت پڑھتے تھے لیکن فریق مخالف کے لوگ پورا رمضان وتر کو تراویح کے ساتھ باجماعت پڑھتے ہیں۔ (تلك عشرة كاملة)

فریق مخالف کے متحققین حضرات نے اس حدیث کو صرف ایک شق (آٹھ رکعات) کو تولیے لیا لیکن اس حدیث کی دیگر شقوں کو جن ان کے موقف کے خلاف تھیں، ٹھکرا دیا۔ گویا

میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو

روایت نمبر ۲:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ ثَمَانِ رَكَعَاتٍ وَأَوْتَرَ فَلَمَّا كَانَتِ الْقَابِلَةُ اجْتَمَعْنَا فِي الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا أَنْ يُخْرَجَ فَلَمْ يَخْرُجْ فَلَمْ نَزَلْ فِيهِ حَتَّى أَصْبَحْنَا ثُمَّ دَخَلْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ اجْتَمَعْنَا الْبَارِحَةَ فِي الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا أَنْ تُصَلِّيَ بِنَا فَقَالَ إِنِّي خَشِيتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمْ. رَوَاهُ الظَّهْرَانِيُّ فِي الصَّغِيرِ وَمُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ الْمَرْوَزِيُّ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ جَبَّانٍ فِي صَوِيحِهِمَا وَفِي إِسْنَادِهِ لَيْثٌ. (آثار السنن: ۷۷۲)

☆ ☆ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک میں آٹھ رکعات نماز پڑھائی اور وتر پڑھائے، پھر جب آئندہ رات تھی ہم مسجد میں جمع ہو گئے اور ہم نے امید کی کہ آپ تشریف لائیں گے۔ آپ تشریف نہ لائے اور ہم بھی مسجد میں ہی رہے۔ یہاں تک کہ ہم نے صبح کی، پھر ہم (آپ کے پاس) حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ نے گزشتہ رات ہمیں مسجد میں جمع فرمایا اور ہم نے امید رکھی کہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں ڈر گیا کہ کہیں تم پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے۔“ اسے طبرانی نے صغیر (۵۲۵) میں، محمد بن نصر المروزی نے قیام اللیل (ص ۲۱۷) میں، ابن خزیمہ (۱۰۷۰) اور ابن حبان (۲۴۱۵) نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور اس کی سند کمزور ہے۔

اسے امام طبرانی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عثمان بن عبد الله الطلحي الكوفي حدثنا جعفر بن حميد حدثنا يعقوب بن عبد الله القتيبي عن عيسى بن جارية عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه... الخ (المعجم الصغير للطبرانی: ۵۲۵)

اس روایت کو بھی فریق مخالف کے متحققین بڑے زور و شور سے آٹھ رکعات تراویح کے اثبات میں پیش کیا کرتے ہیں۔
فریق مخالف کی اس دلیل کے متعدد جوابات میں سے صرف تین جوابات ہدیہ ناظرین ہیں۔

جواب نمبر ۱:

یہ روایت فریق مخالف کے قاعدہ کے مطابق منقطع ہے کیونکہ اس روایت کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والے راوی عیسیٰ بن جاریہ ہیں جس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
من الرابعة. کہ وہ چوتھے طبقہ کے راوی ہیں۔ (تقریب ج ۱ ص ۷۶۹)
اور چوتھے طبقہ کے متعلق فریق مخالف کے متحقق نذیر احمد رحمانی صاحب نے لکھا ہے کہ:
چوتھا طبقہ وہ ہے جو تابعین کے طبقہ وسطیٰ کے قریب ہے جن کی اکثر روایتیں کبار تابعین سے لی گئی ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم سے نہیں۔ (انوار المصابیح: ص ۲۸۰)

سوجب عیسیٰ بن جاریہ چوتھے طبقہ کے راوی ہیں اور بقول رحمانی اس طبقہ والوں کی احادیث حابہ رضی اللہ عنہم سے مروی نہیں ہیں، لہذا فریق مخالف کے اصول کے مطابق عیسیٰ کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کردہ یہ روایت منقطع ٹھہری اور منقطع روایت فریق مخالف کے نزدیک حجت نہیں۔

جواب نمبر ۲:

یہ حدیث نہایت ضعیف سند سے مروی ہے، چنانچہ اس روایت کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والا عیسیٰ بن جاریہ روایت حدیث میں نہایت ضعیف اور مجروح راوی ہیں، پھر عیسیٰ بن جاریہ سے اس روایت کو یعقوب ثقی نے نقل کیا ہے اور یعقوب ثقی بھی ضعیف راوی ہیں۔ ”قیام اللیل“ وغیرہ میں اس روایت کا ایک تیسرا راوی محمد بن حمید الرازی بھی ضعیف بلکہ عند البعض کذاب راوی ہے۔ لہذا ایسی روایت جس کی سند ”ظلمات بعضها فوق بعض“ کا مصداق ہو اس سے حجت لینا ہرگز جائز نہیں۔ اب اس روایت کے تینوں راویوں کا حال ملاحظہ کریں۔

عیسیٰ بن جاریہ کا تعارف:

ائمہ حدیث ورجال نے عیسیٰ بن جاریہ پر جو جرح و تنقید کی ہے، ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔
(۱)۔ امام الجرح والتعديل حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ص ۲۳۳ سے ان کے شاگرد امام ابن ابی خيثمة رحمہ اللہ نے عیسیٰ بن جاریہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ:

ليس بذلك..

(مہلب الکمال، ج ۱ ص ۵۲۲، مہلب العلیب: ج ۲ ص ۲۸، میزان الاعتدال: ج ۲ ص ۲۱۱)

کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے۔

امام ابن الجنید رحمہ اللہ نے امام ابن معین رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کے بارے میں فرمایا ہے:

لیس بشیء۔ (سوالات ابن الجنید للامام یحییٰ بن معین: ص ۸۸)

فریق مخالف کے متحقق زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک امام ابن معین رحمہ اللہ ”لیس بشیء“ سے ضعیف مراد لیتے

تھے۔ (ماہنامہ الحدیث: ۵۵/۱۶)

امام عباس دوری رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق امام ابن معین رحمہ اللہ اس کے بارے میں یہ بھی فرماتے ہیں:

عندنا منا کبر۔

(تہذیب الکمال: ج ۱۳ ص ۵۳۲، تہذیب التہذیب: ج ۳ ص ۴۴۸، میزان الاعتدال: ج ۳ ص ۳۱۱)

کہ اس کے پاس منکر روایتیں ہیں۔

(۲)۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ ۵۷۲ھ کے شاگرد ابو عبیدہ جری رحمہ اللہ نے ان سے نقل کیا کہ انہوں نے عیسیٰ بن جاریہ کے بارے

میں فرمایا:

روی منا کبر۔

(تہذیب الکمال: ج ۱۳ ص ۵۳۲، تہذیب التہذیب: ج ۳ ص ۴۴۸، میزان الاعتدال: ج ۳ ص ۳۱۱)

کہ اس نے منکر روایتیں نقل کی ہیں۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ اس کے بارے میں یہ بھی فرماتے ہیں:

منکر الحدیث۔ (تہذیب الکمال: ج ۱۳ ص ۵۳۲، تہذیب التہذیب: ج ۳ ص ۴۴۸، میزان الاعتدال:

ج ۳ ص ۳۱۱، انوار المصابیح: ص ۱۱۲)

کہ یہ منکر حدیث والا ہے۔

(۳)۔ امام نسائی رحمہ اللہ ۴۳۰ھ بھی اس کو منکر الحدیث کہتے ہیں۔ (میزان الاعتدال: ج ۳ ص ۳۱۱)

منکر الحدیث راوی فریق مخالف کے نزدیک کونسا ہوتا ہے؟ کی بابت ارشاد الحق اثری صاحب حافظ ابن حجر سے نقل

کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جس کی غلطیاں زیادہ ہوں یا غفلت یا کثرت ہو یا فسق ظاہر ہو، اس کی حدیث منکر ہے۔ (توضیح الکلام: ج ۲ ص ۶۲۸)

فریق مخالف کے متحقق عبدالرحمن مبا کپوری صاحب ”منکر الحدیث“ راوی کے بارے میں لکھتے ہیں:

حتى تكثر المناكير في روايته وينتهي الى ان يقال في منكر الحديث لان منكر الحديث وصف في

الرجل يستحق به الترك بحديثه. (ابكار المبان: ص ۱۹۹)

منکر الحدیث وہ راوی ہے جو منکر روایتیں ایسی کثرت سے بیان کرے کہ بالآخر اس کو منکر الکلمہ یث کہا جانے لگے، کیونکہ منکر الحدیث راوی میں ایسا وصف ہے کہ اس کی وجہ سے وہ اس بات کا مستحق ہو جاتا ہے کہ اس کی حدیث ترک کر دی جائے۔
فریق مخالف کے متحقق محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں:

دوسری عبارت یعنی منکر الحدیث سے قابل اعتبار جرح ثابت ہوتی ہے۔ (خیر الکلام: ص ۱۶۰)

فریق مخالف کا متحقق محمد اسحاق ایک حدیث کی تحقیق میں لکھتا ہے:

ان دونوں راویوں کے ضعیف بلکہ اول الذکر کے منکر الحدیث ہونے کی بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ حدیث ضعیف جدا یا

منکر کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہے۔ (ہفت روزہ الاعتصام: ص ۲۰، ۱۱ اگست ۱۹۹۲ء)

فریق مخالف کا متحقق ارشاد الحق اثری لکھتا ہے:

البتہ منکر الحدیث کے الفاظ راوی کے ضعف پر دلالت کرتے ہیں۔ (توضیح الکلام: ج ۱ ص ۴۹۹)

نیز اثری صاحب نے ”الرفع والتکمیل“ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

پہلے الفاظ قابل اعتبار جرح نہیں برعکس دوسرے منکر الحدیث کے کہ وہ راوی پر ایسی جرح ہے جس کا اعتبار کیا جاسکتا

ہے۔ (ایضاً: ص ۴۹۸)

فریق مخالف کا متحقق زبیر علی زئی لکھتا ہے:

سوار منکر الحدیث یعنی سخت ضعیف ہے۔ (ماہنامہ الحدیث: ص ۱۵، ستمبر ۲۰۰۳ء)

ان اقتباسات سے ثابت ہو گیا کہ لفظ منکر الحدیث فریق مخالف کے متحققین کے نزدیک انتہائی سخت، قبل اعتبار اور مفسر

جرح ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے عیسیٰ بن جاریہ کو منکر الحدیث کہنے کے ساتھ ساتھ اس کو متروک بھی قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال: ج ۳ ص ۳۱۱)

اور فریق مخالف کے مشہور متحقق ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں:

کذاب، متروک، لیس بھتہ کے الفاظ شدید جرح میں شمار ہوتے ہیں۔ (توضیح الکلام: ج ۲ ص ۶۰۸)

نیز زبیر علی زئی نے ”متروک الحدیث“ مطلب بیان کیا ہے:

سخت مجروح۔ (ماہنامہ الحدیث ش ۱۵، ص ۱۸)

فریق مخالف کے متحقق عبداللہ روپڑی صاحب نے لکھا ہے:

متروک وہ راوی ہے جس کی روایت بالکل ردی ہو۔ (فتاویٰ الحدیث: ج ۱ ص ۶۶۲)

الغرض عیسیٰ بن جاریہ کی یہ روایت فریق مخالف کے اصول و ضوابط کی روشنی میں بھی بالکل ردی ہے۔

(۳)۔ امام ابن عدی رحمہ اللہ ”ابن جاریہ“ کی روایات کے متعلق لکھتے ہیں:

کلیا غیر محفوظہ۔ (الکامل: ج ۱ ص ۴۲۸)

فریق مخالف کے متحقق زبیر علی زئی نے امام ابن عدی رحمہ اللہ کے اس قول کا مطلب یہ بیان کیا ہے:

اور (عیسیٰ بن جاریہ) کی تمام حدیثیں بشمول آٹھ رکعات تراویح والی حدیث غیر محفوظ (شاذ) ہے۔

(ماہنامہ الحدیث: ش ۷، ص ۱۶)

اور زبیر صاحب نے ہی لکھا ہے کہ:

شاذ مردود حدیث کی ایک قسم ہے۔ (نور العینین: ص ۱۶۰)

فریق مخالف کے متحقق نذیر رحمانی صاحب امام ابن عدی کے اس قول کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

یعنی محفوظ کا مقابل اور اس کا غیر ہیں جن کو اصطلاحاً شاذ کہتے ہیں۔ (انوار المصانح: ص ۱۱۷)

الغرض فریق مخالف کے وکیل اعظم رحمانی صاحب نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ ابن جاریہ کی بیان کردہ حدیثیں غیر محفوظ اور شاذ ہیں، اور جس راوی کی روایتیں شاذ ہوں وہ راوی کیسا ہوتا ہے؟ ایسے راوی کا مرتبہ بھی رحمانی کے نزدیک کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔ موصوف لکھتے ہیں:

اگر حفظ کے اعتبار سے بہت گرا ہوا راوی نہ ہو تو اس کی حدیث حسن ہوگی اور اگر اس کے خلاف ہو یعنی حفظ کے اعتبار

سے بہت گرا ہوا راوی ہو تو البتہ (اس کی) وہ روایت شاذ و منکر کہی جائے گی۔ (انوار المصانح: ص ۱۱۷)

(۵)۔ امام عقیلی رحمہ اللہ نے عیسیٰ بن جاریہ کو ضعیف یعنی ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب: ج ۲ ص ۴۲۸)

(۶)۔ امام ساجی رحمہ اللہ بھی اس کو ضعیف راویوں میں شمار کرتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب: ج ۲ ص ۴۲۸)

(۷)۔ امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے بھی اس کو ضعیف اور متروک راویوں میں شمار کر کے اس کے خلاف جرح نقل کی ہے۔ (کتاب

الضعفاء والمتروکین: ج ۲ ص ۲۳۸)

(۸)۔ امام ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ نے اس کی ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

وعیسیٰ بن جاریہ تکلم فیہ۔ (فتح الباری لابن رجب: ج ۲ ص ۲۱۹)

عیسیٰ بن جاریہ میں کلام (ضعف) ہے۔

(۹)۔ مشہور محدث ناقد حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس کو ضعیف اور متروک راویوں میں ذکر کر کے ائمہ حدیث سے اس کے خلاف

جرح نقل کی ہے۔ (دیوان الضعفاء والمتروکین: ج ۲ ص ۲۱۹، المغنی فی الضعفاء: ج ۲ ص ۱۶۳)

(۱۰)۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

فیہ لئین۔ (تقریب: ج ۱ ص ۷۷)

عیسیٰ بن جاریہ روایت حدیث میں کمزور (یعنی ضعیف) ہے۔

دوسرے راوی یعقوب بنی کا تعارف:

عیسیٰ بن جاریہ کا شاگرد یعقوب بن عبد اللہ القمی بھی ضعیف اور شیعہ راوی ہے۔

(۱)۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ ۳۸۵ھ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

لیس بالقوی۔ (میزان الاعتدال: ج ۳ ص ۴۴۲)

کہ یہ روایت حدیث میں قوی نہیں ہے۔

(۲)۔ امام ابن الجوزی رحمہ اللہ اس ک ضعیف اور متروک راویوں میں شمار کیا ہے۔

(کتاب الضعفاء والمتر وکین: ج ۳ ص ۲۱۶)

(۳)۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس کو ضعیف اور متروک راویوں میں ذکر کر کے اس کے خلاف جرح نقل کی ہے۔

(دیوان الضعفاء والمتر وکین: ج ۲ ص ۷۶)

(۴)۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس کی روایت کردہ ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

وهذا غریب جدا واسنادہ ورجاله ثقات الا یعقوب فانہ القمی فیما یغلب علی الظن وهو شیعہ

فلعل الآفة منه۔ (البداية والنهاية: ج ۵ ص ۲۱۸)

یہ بہت زیادہ غریب حدیث ہے، اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے یعقوب کے جو غالب گمان میں قبی ہے

، اور یعقوب قبی شیعہ ہے، اور شاید یہ افت (غلط روایت) بھی اسی کی وجہ سے ہے۔

نیز حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسی کی مذکورہ حدیث کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

وهذا الحديث منكر اجداد فی اسنادہ ضعف و یعقوب هذا هو القمی وفيه تشیع ومثل هذا لا

یقبل تفردہ بہ۔ (البداية والنهاية: ج ۱ ص ۱۰۶)

یہ حدیث انتہائی منکر ہے اور اس کی سند میں ضعف ہے اور یعقوب القمی شیعہ ہے۔ ایسے مسائل میں اس کا تفرد قبول

نہیں کیا جاتا۔

(۵)۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

صدوق یحم۔ (تقریب: ج ۲ ص ۴۴۸)

یعقوب سچا ہے لیکن وہ ہم کا شکار ہو جاتا ہے۔

(۶)۔ فریق مخالف کے متحقق ناصر الدین البانی صاحب نے اس کی ایک روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

ويعقوب القمي وهو ابن عبد الله صدوق يهمل كما في التقريب.

(سلسلة احاديث الضعيفة: ج ۳ ص ۴۴۴)

اس روایت کا راوی یعقوب بن عبد اللہ ثقی سچا ہے، لیکن وہی ہے جیسا کہ تقریب میں ہے۔
(۷)۔ فریق مخالف کے متحقق محمد شوکانی صاحب نے اس کی ایک حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:
وفي اسنادہ يعقوب بن عبد الله القمي وجعفر بن ابی المغيرة القمي وفيهما مقال.

(نیل الاوطار: ج ۳ ص ۲۸۷)

اس حدیث کی سند میں یعقوب بن عبد اللہ ثقی اور جعفر بن المغیرہ ثقی ہیں اور ان دونوں میں کلام ہے۔

تیسرے راوی محمد بن حمید رازی کا تعارف:

قیام اللیل وغیرہ میں اس روایت کو یعقوب ثقی سے نقل کرنے والا محمد بن حمید رازی بھی ہے جو کہ ائمہ رجال کے نزدیک نہایت ضعیف، کذاب اور متروک راوی ہے۔ اس کا تفصیلی تعارف کتب رجال سے ملاحظہ ہو:

(۱)۔ امام یعقوب بن شیبہ صدوسی رحمہ اللہ اس کو کثیر المناکیر فرماتے ہیں۔

(۲)۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں: وفيه نظر۔ (اس میں نظر ہے)۔

(۳)۔ امام ابوزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ جھوٹ بولتا تھا۔

(۴)۔ عبد الرحمن بن یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! محمد بن حمید رازی جھوٹا تھا۔

(۵)۔ اسحاق بن منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں کو اسی دیتا ہوں کہ محمد بن حمید اور عبید بن اسحاق عطار دونوں کذاب ہیں۔

(۶)۔ امام نسائی رحمہ اللہ اور امام ابن دارہ رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی اس کو کذاب قرار دیا ہے۔

(۷)۔ امام ابوعلیٰ نیسابوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابن خزیمہ سے عرض کیا کہ اگر آپ محمد بن حمید الرازی سے حدیث

بیان کرتے تو بہت اچھا ہوتا کیونکہ امام احمد رحمہ اللہ نے اس کی تعریف کی ہے۔ اس پر امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

امام احمد رحمہ اللہ نے اس کو پہچانا نہیں۔ اگر وہ بھی ہماری طرح اس کو پہچان لیتے تو وہ اس کی بالکل تعریف نہ کرتے۔

(۸)۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے بھی اس پر جرح کی ہے۔

(۹)۔ ابونعیم بن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں امام ابو حاتم رحمہ اللہ کے پاس ان کے گھر حاضر تھا اور ان کے پاس ”رے“ کے

مشائخ اور حفاظ کی ایک جماعت بیٹھی تھی۔ جب انہوں نے محمد بن حمید رازی کا ذکر چھیڑا تو سب نے بالاتفاق فرمایا کہ وہ

روایت حدیث میں نہایت ضعیف ہے۔ اور اس نے ایسی حدیثیں بیان کی ہیں جو اس نے سنی تک نہیں ہیں۔

(دیکھئے: تہذیب الکمال: ج ۱۶، ص ۲۲۱ تا ۲۲۶، تہذیب: ج ۵ ص ۸۵، ۸۶ وغیرہ)

(۱۰)۔ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف اور متروک راویوں میں ذکر کیا ہے۔

(کتاب الضعفاء والمترکین: ج ۳ ص ۵۴)

ناظرین! آپ نے ملاحظہ کر لیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت کے یہ تینوں راوی نہایت ضعیف اور متروک ہیں۔ لہذا جو ایسے ضعیف راویوں کی سند پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ”ظلمات بعضها فوق بعض“ کا مصداق ہو، اس کو تراویح جیسے اہم مسئلہ میں کیسے پیش کیا جاسکتا ہے؟

جواب نمبر ۳:

فریق مخالف کا بھی ایک سنجیدہ طبقہ اس روایت کے شدید ضعف کو محسوس کرتے ہوئے اس روایت کو معرض استدلال میں پیش کرنے سے دستبردار ہو گیا ہے۔ چنانچہ فریق مخالف کے محقق عبدالمنان نور پوری صاحب نے لکھا ہے:

یادر ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی نماز تراویح کی تعداد رکعات کے اثبات کا اعتبار حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نہیں۔ (تعداد تراویح: ص ۳۴)

فریق مخالف کے محقق ایوب صابر صاحب (مدرس جامعہ محمدیہ خانیور) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت اور اس کے متصل بعد آنے والی روایت ذکر کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

مذکورہ بالا دونوں حدیثیں ہ نے بطور شواہد پیش کی ہیں۔ (تحقیق تراویح: ص ۲۲)

فریق مخالف کے ان محققین کے نزدیک گویا یہ دونوں حدیثیں استدلال میں پیش کرنے کے قابل ہی نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ فریق مخالف کے محقق عبدالرؤف صاحب نے تو انصاف پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صاف لکھ دیا ہے کہ:

ان دونوں حدیثوں کی سند عیسیٰ بن جاریہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (القول المقبول: ص ۶۰، ۶۱۰)

روایت نمبر ۳:

وَعَنْهُ قَالَ جَاءَ أَبِي بَنْ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ كَانَ مِنِّي اللَّيْلَةَ شَيْءٌ يَغْنِي فِي رَمَضَانَ قَالَ وَمَا ذَاكَ يَا أَبِي قَالَ نِسْوَةٌ فِي دَارِي قُلْنَ إِنَّا لَا نَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَتُصَلِّي بِصَلَاتِكَ قَالَ فَصَلَّيْتُ بِهِنَ ثَمَّانَ رَكَعَاتٍ وَأَوْتَرْتُ فَكَانَتْ سُنَّةَ الرِّضَا وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا. رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى. (آثار السنن: ۴، ۵)

☆ ☆ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! رات کو یعنی رمضان میں مجھے ایک واقعہ پیش آ گیا۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا اے ابی! کیا بات ہوئی؟ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے گھر کی

عورتوں نے مجھ سے کہا کہ ہمیں قرآن یاد نہیں اس لئے ہم آپ کی اقتداء میں نماز پڑھیں گی تو میں نے ان کو آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھا دیں۔ آنحضرت ﷺ نے سن کر سکوت فرمایا گویا کہ آپ نے اس کو پسند فرمایا۔ اسے ابو یعلیٰ الموصلی (۱۸۰۱) نے روایت کیا ہے۔

امام ابو یعلیٰ الموصلی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبد الله بن جابر عن عيسى بن جارية حدثنا جابر بن عبد الله قال جاء ابی بن كعب رضي الله عنه..... (مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۱۸۰۱)

یہ روایت بھی بلحاظ سند سخت ضعیف ہے اس میں بھی دونوں ضعیف راوی (عیسیٰ بن جاریہ اور یعقوب بن عبد اللہ النعمی) موجود ہیں۔ نیز فریق مخالف کے متحقق ایوب صابر اور عبدالرؤف نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: تحقیق تراویح: ص ۲۲، القول المقبول: ص ۶۰، ۶۱۰) باقی علامہ بیٹھی رحمہ اللہ کا اس روایت کو حسن کہنا اصول حدیث کی روشنی میں غلط ہے اور ویسے بھی علامہ بیٹھی رحمہ اللہ کے اس غلط قول کو فریق مخالف کے متحققین دلیل نہیں بنا سکتے کیونکہ علامہ بیٹھی رحمہ اللہ کی تصحیح و تحسین فریق مخالف کے متحققین کی نظروں میں غیر معتبر اور ناقابل اعتماد ہے۔ (ملخصاً: ابکار المنن: ص ۵۷، ۱۹۹، التحقیق الراجح: ص ۵۷، توضیح الکلام: ج ۲ ص ۳۰۹، القول المقبول: ص ۳۳۵، ۳۷۴، ماہنامہ الحدیث: ۵۱/۲۸)

روایت نمبر ۴:

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّهُ قَالَ أَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ابْنَ كَعْبٍ وَتَمِيمًا الدَّارِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنْ يَقُومَا لِلنَّاسِ بِأَخَذِ عَشْرَةِ رَكْعَةٍ "وَكَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ بِالْمِثْلَيْنِ حَتَّى كُنَّا نَعْتَمِدُ عَلَى الْعَصِيِّ مِنْ طَوْلِ الْقِيَامِ وَمَا كُنَّا نَنْصَرِفُ إِلَّا فِي فُرُوعِ الْفَجْرِ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ..... الخ. (آثار السنن: ۷۵،)

☆ محمد بن یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت تميم الداری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں اور قاری سو آیتیں پڑھتا تھا یہاں تک کہ ہم طویل قیام کے باعث لاثیوں پر ٹیک لگاتے اور ہم صبح سے کچھ پہلے فارغ ہوتے تھے۔ اسے مالک (۳۷۹) سعید بن منصور اور ابو بکر بن ابی شیبہ (۷۶۷) نے روایت کیا ہے۔۔۔۔ الخ۔

اسے مؤطا میں درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

مالك عن محمد بن يوسف عن السائب بن يزيد..... الخ. (موطا مالك: ۴۹)

اس روایت کا متن ضعیف ہے، کیونکہ آئمہ محدثین نے اس روایت کے راوی امام مالک کے قول گیارہ رکعات کو وہم قرار دیا ہے۔ چنانچہ مشہور مالکی فقیہ اور عظیم محقق علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ ص ۳۶۳ فرماتے ہیں:

ان الاغلب عندی ان قوله احدى عشرة وهم. (الاستدکار لابن عبد البر: ج ۲ ص ۶۹)

میرے نزدیک غالب گمان یہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کا قول گیارہ رکعات وہم ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

وغير مالك يخالفه فيقول في موضع احدى وعشرون وهو الصحيح ولا اعلم احدا قال في هذا الحديث احدى عشرة ركعة غير مالك. (ايضاً)

امام مالک رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر راویوں نے ان کی مخالفت کی ہے، اور انہوں نے اس حدیث میں تراویح کی اکیس رکعات نقل کی ہیں اور میں نہیں جانتا کہ امام مالک رحمہ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے محدث نے گیارہ رکعات کا قول اس حدیث میں نقل کیا ہو۔ اور پھر علامہ موصوف نے عہد عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق بیس تراویح کی متعدد روایات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

وهذا كله يشهد بان الرواية باحدى عشرة وهم وغلط وان الصحيح ثلاث وعشرون واحدى وعشرون ركعة. (الاستدکار: ج ۲ ص ۶۹)

یہ سب روایات اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ گیارہ رکعات الی روایت محض وہم اور غلط ہے، اور صحیح روایات وہی ہیں جن میں تیس اور اکیس رکعات کا ذکر ہے۔

اب علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ باوجود امام مالک رحمہ اللہ کے مقلد ہونے کے کھلے دل سے اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس حدیث میں گیارہ رکعات کا قول امام مالک رحمہ اللہ کا وہم اور ان کا تفرد ہے۔ فریق مخالف کے مشہور متحقق محمد گوندلوی نے لکھا ہے کہ:

جس حدیث کی سند کے رجال ثقات ہوں، بظاہر اس میں کوئی خرابی نہیں ہوتی لیکن کسی محدث کو کسی علت خفیہ (وہم وغیرہ۔ ناقل) پر اطلاع ہو جائے اور وہ کہے کہ اس میں علت ہے تو وہ معطل ہے۔ (التحقیق الراخ: ص ۱۲)

نیز اس روایت کے تینوں راویوں (امام مالک رحمہ اللہ، سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ) کا اپنا عمل بھی اس روایت کے خلاف ہے کیونکہ امام مالک رحمہ اللہ بیس رکعات کے قائل تھے اور سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بھی بیس رکعات کے ساتھ قیام کرتے تھے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ فریق مخالف کے مسلمہ فیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی تسلیم کرتے ہیں:

فلما جمعهم عمر رضي الله عنه على ابي بن كعب رضي الله عنه كان يصلي بهم عشرين ركعة ثم

یوتر بثلاث۔ (مجموعۃ الفتاوی: ج ۱۱ ص ۵۲۰)

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی امامت پر جمع کیا تو وہ ان کو بیس رکعات تراویح اور تین و تر پڑھاتے تھے۔

الفرض اس روایت کے تینوں راویوں کا عمل اپنی مروی روایت کے خلاف ہے حالانکہ اگر کسی روایت کے ایک راوی کا عمل بھی اپنی مروی کے خلاف ثابت ہو جائے تو وہ روایت فریق مخالف کے نزدیک ناقابل عمل ہو جاتی ہے اور منسوخ سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ فریق مخالف کے متحقق ابراہیم یا لکوٹی صاحب لکھتے ہیں کہ:

اگر راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی روایت قابل عمل نہ ہوگی۔ (انارۃ المصابیح ص ۲۹ بحوالہ التوضیح عن رکعات التراویح ص ۱۶۶)

فریق مخالف کے متحقق نواب صدیق حسن صاحب لکھتے ہیں کہ:

”ومخالف راوی از مروی دلیل است بر آنکہ راوی علم ناسخ دارد چه حمل آں بر سلامت واجب است“

(دلیل الطالب: ۴۷۶)

راوی کا اپنی مروی روایت کے خلاف عمل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ راوی اس روایت کو منسوخ کر دینے والی روایت کا علم رکھتا ہے کیونکہ راوی کی عدالت کو سلامتی پر محمول کرنا واجب ہے۔ فریق مخالف کے متحقق عبداللہ روپڑی صاحب لکھتے ہیں کہ:

ائمہ اربعہ اور جمہور تین طلاق واقع ہونے کے قائل کیوں ہوئے۔؟ بڑی وجہ اس کی یہی ہے کہ راوی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے اس سے معلوم ہوا کہ اہل حدیث قول صحابی رضی اللہ عنہ کو بے دھڑک نہیں چھوڑتے۔ (فتاویٰ الہمدیث ج ۱، ص ۵۰۴)

فریق مخالف کے متحقق محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا خود اپنی مروی عنہ کے خلاف عمل کرنا، اس کے صاف معنی یہی ہیں کہ یہ روایت قبل مشروعیت کی ہے۔ (التحقیق الراخ: ۱۳۲)

فریق مخالف کے متحقق زبیر علی زئی صاحب ایک حدیث کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

یہ روایت شواہد کے ساتھ صحیح ہے لیکن راوی کے فتویٰ کی وجہ سے منسوخ ہے۔ (نصر الباری: ص ۲۸۶)

ان اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ فریق مخالف کے متحققین کے بقول راوی کا اپنی مروی روایت کے خلاف عمل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ روایت قابل عمل نہیں بلکہ منسوخ ہے۔ لہذا اگر بالفرض مذکورہ روایت ثابت بھی ہو تو فریق مخالف کے اصول ضوابط کی روشنی میں یہ روایت قابل عمل نہیں بلکہ منسوخ ہے۔

مزید بر آں اس روایت کے ناقابل استدلال ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس روایت کے متن میں اضطراب بھی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ اس روایت کو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والے محمد بن یوسف مدنی ہیں جن سے اس روایت کو ان کے پانچ شاگردوں نے بیان کیا ہے: (۱) امام مالک رحمہ اللہ (۲) عبدالعزیز دراوردی رحمہ اللہ (جو کہ غیر مقلدین کے نزدیک انتہائی ثقہ راوی ہیں) (۳) یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ (۴) محمد بن اسحاق رحمہ اللہ (جو کہ غیر مقلدین کے نزدیک انتہائی ثقہ راوی ہیں) (۵) داؤد بن قیس رحمہ اللہ۔ اور ان پانچوں کی بیان کردہ روایات یوں ہیں:

- (۱)۔ محمد بن یوسف سے ان کے پہلے شاگرد امام مالک یوں نقل کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تمیم داری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں۔ (مؤطا مالک: ص ۹۸)
- (۲)۔ دوسرے شاگرد عبدالعزیز یوں نقل کرتے ہیں کہ: حضرت سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ (سنن سعید بن منصور بحوالہ الحاوی ج ۱ ص ۳۴۹)
- (۳)۔ تیسرے شاگرد یحییٰ بن القطان بیان کرتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر لوگوں کو جمع فرمایا۔ پس وہ دونوں گیارہ رکعتیں پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲ ص ۲۸۳)
- (۴)۔ چوتھے شاگرد محمد بن اسحاق اپنے استاد کا بیان یوں نقل کرتے ہیں کہ: حضرت سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رمضان المبارک میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ (قیام اللیل بحوالہ التعلیق الحسن: ص ۲۰۳)
- (۵)۔ پانچویں شاگرد داؤد بن قیس جو امام عبدالرزاق کے استاذ ہیں، یوں بیان کرتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں اکیس رکعات پر جمع کیا تھا۔ (مصنف عبدالرزاق: ج ۲ ص ۲۶۰)

اب محمد بن یوسف کے پانچوں شاگردوں کے بیانات عدد اور کیفیت دونوں کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ عدد کے اعتبار سے اختلاف یوں ہے کہ پہلے تین شاگرد تو گیارہ رکعات نقل کرتے ہیں اور چوتھے شاگرد محمد بن اسحاق تیرہ رکعت نقل کرتے ہیں جبکہ پانچویں شاگرد داؤد بن قیس کی روایت میں اکیس رکعات کا ذکر ہے۔ یہ اختلاف تو ان پانچوں کی روایتوں میں تعدد اور رکعات کے اعتبار سے تھا اور کیفیت کے اعتبار سے بھی ان کے بیانات مختلف ہیں۔ اور روایت میں ایسے ہی اختلاف کو اضطراب کہا جاتا ہے۔ چنانچہ فریق مخالف کے متحقق عبدالمنان نور پوری صاحب نے حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ:

مضطرب حدیث وہ ہے جس میں روایت مختلف ہو جائے چنانچہ کوئی اسے ایک طرح سے روایت کرے اور کوئی دوسرے طریقہ سے جو پہلے کے مخالف ہو۔ (تعداد تراویح: ص ۱۳۹ بحوالہ علوم الحدیث: ص ۸۴) اور مضطرب روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔ (تحقیق الکلام: ج ۲ ص ۷)

یہ ساری بات تو ”محمد بن یوسف عن السائب بن یزید“ کی روایت کے پانچوں طرق کے متعلق تھی لیکن اگر اس کے ساتھ یزید بن خصیفہ جو حضرت سائب رضی اللہ عنہ کے دوسرے شاگرد اور محمد بن یوسف کے ہم استاذ ساتھی ہیں، کی روایت کو سامنے رکھا جائے تو پھر لامحالہ محمد بن یوسف کی روایت کے مقابلہ میں یزید بن خصیفہ کی روایت کو ترجیح ہوگی کیونکہ محمد بن یوسف کی روایت میں ان کے پانچوں شاگردوں کے بیانات میں شدید اختلافات ہیں جس کی تفصیل آپ ملاحظہ کر چکے ہیں جبکہ یزید بن خصیفہ کی روایت میں ایسا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت یزید بن خصیفہ ان کے تینوں شاگرد (ابن ابی ذہب، محمد بن جعفر اور امام مالک) متفق اللفظ ہو کر نقل کرتے ہیں کہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے تیسرے شاگرد اور محمد بن یوسف اور یزید بن خصیفہ کے ساتھی حارث بن عبد الرحمن بن ابی ذباب رحمہ اللہ کی روایت بھی یزید بن خصیفہ کی روایت کی مؤید ہے۔ کیونکہ اس میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعات تراویح تین رکعات وتر کے پڑھے جانے کا ذکر ہے۔

لہذا فریق مخالف کا یزید بن خصیفہ اور حارث بن عبد الرحمن کی بے عیب اور غیر مضطرب روایات کے مقابلے میں محمد بن یوسف کی مضطرب روایت ک ترجیح دینا صریح زیادتی اور انصاف و دیانت سے بھی کوسوں دور ہے بالخصوص جب کہ یزید بن خصیفہ اور حارث کی روایات کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد سے متعلق دیگر آثار سے بھی ہوتی ہے جبکہ محمد بن یوسف کی روایات کی تائید میں ایک روایت بھی ایسی نہیں ہے جو ان کی روایات کی تقویت کا سبب بن سکے۔

بیس رکعات تراویح کے دلائل:

اب بیس رکعات تراویح کے اثبات میں دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ۱:

حدثنا یزید بن ہارون قال انابراہیم بن عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرين رکعة والوتر. (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶۹۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ماہ رمضان المبارک میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔

تحقیق:

یہ حدیث لمحاظ سند حسن ہے۔ ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان کے سوا اس کے تمام راوی اتفاقاً طور پر ثقہ ہیں اور ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان رحمہ اللہ بھی راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق حسن الحدیث راوی ہیں۔

اعتراض:

فریق مخالف کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے جس پر دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان رحمہ اللہ کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں امام شعبہ رحمہ اللہ نے کذب کہا ہے۔ اور دیگر حضرات نے بھی اس راوی پر جرح کی ہے۔

الجواب:

فریق مخالف کا ابراہیم کی اس حدیث کو موضوع کہنا باطل ہے۔

اولاً۔۔۔ آج تک کسی بھی معتبر، معتدل اور ثقہ محدث نے اس کو موضوع نہیں کہا اور نادلیل پیش کی جائے۔ دیدہ باید۔
ثانیاً۔۔۔ ابو شیبہ ترمذی کے راوی ہیں۔ (تقریب: ج ۱ ص ۶۱، الکشف: ج ۱ ص ۴۴) اور فریق مخالف کے متحقق عبدالرحمن مبارکپوری نے تصریح کی ہے کہ ترمذی میں ایک بھی موضوع حدیث نہیں۔ (تحفۃ الاحوذی: ج ۱ ص ۱۸۱، فتاویٰ نذیریہ: ج ۱ ص ۳۰۲) پس جب ترمذی میں ایک بھی حدیث موضوع نہیں ہے تو پھر ابو شیبہ کی احادیث کیسے موضوع ہیں حالانکہ وہ جامع الترمذی کا راوی ہے۔

ثالثاً۔۔۔ ایک غلط قول کو دلیل بنا کر اگرچہ بعض حضرات نے ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ پر جرح کی ہے لیکن یہ اتنا مجروح نہیں ہے کہ اس کی روایات کو بالکل ردی یا موضوع قرار دیا جائے۔ متعدد دائرہ رجال نے اس کی توثیق کی ہے مثلاً۔۔۔

۱: امام شعبہ بن الحجاج رحمہ اللہ نے اس سے روایت لی ہے۔ (تہذیب الکمال: ج ۱ ص ۳۹۰) اور فریق مخالف کے نزدیک امام شعبہ رحمہ اللہ صرف اسی راوی سے روایت لیتے ہیں جو ثقہ راوی ہو اور اس کی احادیث صحیح ہوں۔ (دیکھئے: القول المقبول: ص ۳۸۶ نیل الاوطار: ج ۱ ص ۱۶، ابکار المنن: ص ۱۳، ۱۵۰، ماہنامہ الحدیث: ش ۱، ص ۱۰) لہذا فریق مخالف کے اصول کی روشنی امام ابو شیبہ رحمہ اللہ امام شعبہ رحمہ اللہ کے نزدیک ثقہ اور صحیح الحدیث راوی ہیں۔

۲: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ابو شیبہ کو حافظ الحدیث قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: فتح الباری: ج ۸ ص ۹۶، باب ذہاب الجریالی البین، کتاب المغازی) ”حافظ الحدیث“ فریق مخالف کے نزدیک کن صفات کا حامل ہوتا ہے؟ اس سلسلے میں فریق مخالف کے مشہور مصنف حنیف ندوی صاحب کا بیان ملاحظہ کریں:

حافظ کا مقام ان دونوں (مسند اور محدث) سے بلند ہے، اس کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو نہ صرف سنن سے آگاہ ہو، بلکہ ان مختلف طرق سے بھی واقفیت رکھتا ہو جن کے ذریعے ان سنن کی روایت ہوتی ہے اور اس کی مرویات اس لائق ہوں کہ فن حدیث کے جاننے والے اس کی صحت پر اعتماد کر سکیں۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ محدثین نے روادے کے جانچ پرکھ کے لئے جو معین اصطلاحیں وضع کر رکھی ہیں، ان سے اچھی طرح آشنا ہو۔ نیز ان روادے

درجال کے تمام شیوخ کو پہچانتا ہو، اور یہ بھی جانتا ہو کہ متن حدیث کو الفاظ کے جس قالب میں ڈھالا گیا ہے اس کی صحت کا کیا عالم ہے؟۔ (مطالعہ حدیث: ص ۳۰)

فریق مخالف کے متحقق محمد بن اسماعیل یمانی صاحب نے بھی تقریباً یہی تعریف نقل کی ہے۔

(توضیح الافکار لمعانی تنقیح الانظار: ج ۱ ص ۱۱۲)

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک ابوشیبہ رحمہ اللہ ان تمام مذکورہ بالا صفات کا حامل تھا۔ نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابوشیبہ کی ایک حدیث کو صحیح بھی قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: فتح الباری: ج ۱۰ ص ۷۰۸۔ حدیث ابن عباسؓ) الغرض فریق مخالف کے مسلمات کی روشنی میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک ابوشیبہ کی حدیث بھی صحیح ہے اور وہ ان کے ہاں ثقہ ہیں۔

۳: امام ابن عبد البر رحمہ اللہ بھی ابوشیبہ کو صحیح الحدیث قرار دیتے تھے، چنانچہ وہ حضرت محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی کنیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

والصحيح ابو القاسم روى يزيد بن هارون عن ابي شيبه ابراهيم بن عثمان.... الخ۔

(الاستيعاب في معرفة الاصحاب: ۲۲۶۲)

صحیح روایت یہ ہے کہ ان کی کنیت ابو القاسم ہے، جیسا کہ یزید بن ہارون نے ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کی سند سے نقل کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ابوشیبہ، امام ابن عبد البر رحمہ اللہ کے نزدیک بھی صحیح الحدیث ہے۔

۴: امام ابن عدی رحمہ اللہ، ابوشیبہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

له احاديث صالحة. (مہذیب الکمال: ج ۱ ص ۴۹۳)

ابوشیبہ کی احادیث درست ہیں۔

فریق مخالف کے متحقق ارشاد الحق اثری صاحب ایک راوی جس کے بارہ میں امام ابن عدی رحمہ اللہ نے یہی الفاظ (لہ احادیث صالحة) کہے ہیں، کے متعلق لکھتے ہیں:

سوال یہ ہے کہ اگر اس کی حدیث مطلقاً ضعیف ہے تو احادیث صالحہ کا کیا فائدہ؟ کوئی بتلائیں کہ ہم انہیں سمجھائیں

کیا۔ (توضیح الکلام: ج ۱ ص ۳۲۸)

۵: امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ الاستاذ حضرت یزید بن ہارون رحمہ اللہ جو ابوشیبہ رحمہ اللہ کے زمانہ قضاء میں ان کے کاتب اور غشی

تھے، وہ بھی ابوشیبہ رحمہ اللہ کے بڑے مداح تھے۔ چنانچہ وہ اس کے بارے میں یہاں تک فرماتے تھے:

ماقصي على الناس رجل يعنى في زمانه اعدل قضاة منه. (مہذیب الکمال: ج ۱ ص ۴۹۲)

ابراہیم ابوشیبہ کے زمانے میں ان سے بڑھ کر میں کوئی قاضی عادل نہیں ہوا۔

امام صفی الدین الخزرجی رحمہ اللہ ابوشیبہ رحمہ اللہ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وعنه كاتبه يزيد بن هارون ووصفه بالعدل في القضاء.

(خلاصہ تذهیب مہذیب الکمال: ج ۱ ص ۵۴)

اس سے اس کے کاتب امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اس کو قضاء میں عدل کے ساتھ موصوف کیا ہے۔

اب جو شخص قضاء اور لوگوں کے ساتھ عاملات میں اتنا بڑا عادل ہے وہ نبی ﷺ کی حدیث بیان کرنے میں عادل کیوں نہیں ہوگا؟

۶: امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ابوشیبہ رحمہ اللہ کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے:

وهو وان نسبه الى الضعف خير من ابراهيم بن ابي حية. (مہذیب الکمال: ج ۱ ص ۴۹۴)

لوگوں نے اگرچہ ابوشیبہ کو ضعف کی طرف منسوب کیا ہے لیکن وہ ابراہیم بن ابی حیہ سے بہتر ہے۔

جبکہ ابراہیم بن ابی حیہ کے بارے میں امام الرجال یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شيخ ثقة كبير. (لسان الميزان: ج ۱ ص ۵۴)

یہ شیخ ہیں اور بہت بڑے ثقہ ہیں۔

ابراہیم بن ابی حیہ جب شیخ اور بہت بڑا ثقہ ہے تو اس سے جو راوی بہتر ہے (یعنی ابوشیبہ) تو کیا وہ حسن الحدیث بھی نہیں ہوگا؟

خلاصہ یہ کہ ابوشیبہ رحمہ اللہ کم از کم حسن الحدیث راوی ہیں۔

رابعاً۔۔۔ یہ بھی واضح رہے کہ امام شعبہ رحمہ اللہ نے ابوشیبہ کی مطلقاً تکذیب نہیں کی بلکہ صرف ایک قصہ میں اس کے بارے میں گذب کہا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وكذبه شعبه في قصة. (مہذیب: ج ۱ ص ۱۴۵)

امام شعبہ رحمہ اللہ نے ایک قصہ میں اس کو جھٹلایا ہے۔

اور وہ قصہ کیا تھا؟ اس کو حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے یوں بیان کیا ہے:

امام شعبہ رحمہ اللہ نے ابوشیبہ کو اس لئے جھٹلایا کہ اس نے حکم سے یہ روایت بیان کی کہ حضرت ابن ابی لیلیٰ فرماتے

ہیں کہ جنگ صفین میں ستر اہل بدر نے شرکت کی تھی۔ امام شعبہ رحمہ اللہ نے فرمایا اس نے غلط بیانی کی۔ واللہ! میں

نے اس بارے میں حکم سے مذاکرہ کیا تو ہم نے سوائے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے کسی اہل بدر کو نہیں پایا جس نے

جنگ صفین میں شرکت کی ہو۔ (میزان الاعتدال: ج ۱ ص ۲۳)

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ امام شعبہ رحمہ اللہ نے ابوشیبہ کی مطلق تکذیب نہیں کی بلکہ صرف ایک واقعہ بیان کرنے میں اسے جھٹلایا ہے اور تحقیقی لحاظ سے اس قصہ میں بھی ابوشیبہ کا کوئی قصور نہیں۔ کیوں کہ انہوں نے تو یہ روایت امام حکم رحمہ اللہ سے نقل کی تھی، اب اگر یہ روایت غلط ہے تو اس میں قصور امام حکم رحمہ اللہ کا ہے کہ انہوں نے ہی یہ روایت بیان کی نہ کہ ابوشیبہ نے۔

پھر جب شعبہ رحمہ اللہ نے حکم رحمہ اللہ سے اس بارے میں مذاکرہ کیا تو حکم رحمہ اللہ نے بھی یہ انکار نہیں کیا کہ انہوں نے یہ روایت ابوشیبہ سے نہیں بیان کی بلکہ وہ تو الثنا شعبہ رحمہ اللہ کے ساتھ اس بارے میں مذاکرہ کیلئے تیار ہو گئے لیکن وہ سوائے ایک کے کسی دوسرے اہل بدر کی شرکت جنگ صفین میں ثابت نہ کر سکے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حکم رحمہ اللہ نے ابوشیبہ ابراہیم رحمہ اللہ کے سامنے یہ روایت ضرور بیان کی تھی ورنہ وہ امام شعبہ رحمہ اللہ سے مذاکرہ کرنے اور ستر (۷۰) اہل بدر کے اسماء ڈھونڈنے کی بجائے صاف انکار کر دیتے کہ انہوں نے یہ روایت ہی بیان نہیں کی۔

پس جب امام حکم رحمہ اللہ کو بھی تسلیم ہے کہ انہوں نے ابوشیبہ رحمہ اللہ سے یہ روایت بیان کی ہے۔ تو پھر اب اگر یہ روایت غلط ہے تو اس میں قصور امام حکم رحمہ اللہ کے سر ہے کیونکہ وہ ہی اس روایت کے اصل راوی ہیں اور دلیل بھی ان کے ذمہ ہے۔ لہذا حکم رحمہ اللہ کی وجہ سے امام شعبہ رحمہ اللہ کا ابوشیبہ رحمہ اللہ کی تکذیب کرنا غلط اور ناقابل قبول ہے۔

نیز امام شعبہ رحمہ اللہ کا دعویٰ کے صفین میں حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی بدری شریک نہیں ہوا، درست نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے امام شعبہ رحمہ اللہ کی اس جرح کا یوں مذاق اڑایا ہے:

قلت سبحان الله اما شهدا على اما شهدا عمار. (میزان الاعتدال: ج ۱ ص ۲۲)

میں کہتا ہوں سبحان اللہ! کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین میں شرکت نہیں کی تھی؟ کیا حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے شرکت نہیں کی تھی (اور یہ دونوں اہل بدر میں سے ہیں)۔

معلوم ہوا امام ذہبی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی ابوشیبہ پر امام شعبہ رحمہ اللہ کی یہ جرح غلط ہے۔ نیز محقق اہلسنت حافظ ظہوا احمد الحسینی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب ”رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ“ کے حاشیہ میں ٹھوس تاریخی حوالہ جات سے ساتھ بدری صحابہؓ ذکر کئے ہیں جنہوں نے جنگ صفین میں شرکت کی تھی اور لکھا ہے کہ اگر مزید تحقیق کی جائے تو ان کا دائرہ ستر تک پہنچ سکتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ممکن ہے۔ لہذا امام شعبہ رحمہ اللہ کا ابوشیبہ رحمہ اللہ کی روایت کہ جنگ صفین میں ستر بدری صحابہ شریک تھے، کو یہ کہہ کر رد کر دینا کہ اس جنگ میں صرف ایک بدری صحابی حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شرکت ثابت ہے، بالکل خلاف تحقیق ہے۔

نیز حبہ بن جویں تابعی، امام یونس بن حباب رحمہ اللہ اور امام حکم بن عتیہ رحمہ اللہ نے جنگ صفین میں اسی بدری

صحابہ رضی اللہ عنہم کے شریک ہونے کی تصریح کی ہے۔

(دیکھئے: الاصابہ: ج ۲ ص ۵۷، بغیۃ الطلب: ج ۱ ص ۳۱۱، التدریج فی اخبار قزوین: ج ۱ ص ۱۹۳)

قارئین یہ تھی امام ابو شیبہ رحمہ اللہ پر کی گئی ایک غلط جرح جس کو بنیاد بنا کر بعض حضرات نے خواہ مخواہ ابو شیبہ پر جرحی نشر چلائے ہیں۔ صحیح رائے یہی ہے کہ ابو شیبہ رحمہ اللہ حسن الحدیث راوی ہیں اور اس کی بیان کردہ مذکورہ حدیث بلحاظ سند حسن ہے۔

دلیل نمبر ۲:

اخبرنا ابو طاهر الفقیہ قال اخبرنا ابو عثمان البصری حدثنا ابو احمد بن عبد الوہاب قال اخبرنا خالد بن مخلد قال حدثنا محمد بن جعفر قال حدثني يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد قال كنا نقوم في زمان عمر بن الخطاب رضي الله عنه بعشرين ركعة والوتر.

(معرفۃ السنن والآثار للبيهقي: ج ۲ ص ۲۲)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ہم (نبی ﷺ کے صحابہؓ) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بیس رکعات تراویح اور وتر کے ساتھ قیام کرتے تھے۔

تحقیق:

یہ حدیث بلحاظ سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔ چنانچہ اس حدیث کی سند کو امام سبکی رحمہ اللہ نے ”شرح منہاج“ میں اور امام ملا علی القاری رحمہ اللہ نے ”شرح مؤطا“ میں صحیح قرار دیا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی: ج ۲ ص ۷۵) اس کے پہلے راوی ”امام ابو طاہر فقیہ محمد بن محمد بن عیسیٰ الزیادی رحمہ اللہ“ کے بارے میں امام ابو یعلیٰ الموصلی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ بالاتفاق ثقہ ہیں۔ (الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث: ص ۴۰۱) فریق مخالف کے متحقق زبیر علی زئی اور عبد الجلیل شہسواری نے بھی ابو طاہر کو ثقہ تسلیم کیا ہے۔ (القول التین: ص ۲۶، فتاویٰ الحدیث: ج ۱ ص ۵۱۱) اور اس حدیث کے دوسرے راوی امام ابو عثمان بصری رحمہ اللہ بھی مشہور و معروف ثقہ محدث ہیں۔ چنانچہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو: الامام، القدوة، الزاهد اور الصالح جیسے القاب سے یاد کیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۵ ص ۳۶۴) اسی طرح امام حاکم نیشابوری رحمہ اللہ نے بھی اپنے والد ماجد سے اس کی تعریف نقل کی ہے۔ (ایضاً) اور اس حدیث کے باقی روایات بھی ثقہ ہیں۔ لہذا یہ حدیث بلا غبار صحیح ہے۔

دلیل نمبر ۳:

عبدالرزاق عن الاسلمی عن الحارث بن عبدالرحمان ان ابن ابی ذباب عن السائب بن یزید قال كنا ننصرف من القيام على عهد عمر رضي الله عنه وقد دنا فروع الفجر وكان القيام على عهد

عمر رضی اللہ عنہ ثلاثہ وعشرین رکعة۔ (مصنف عبدالرزاق: ج ۲ ص ۲۱۱)
 حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قیام
 (تراویح) سے اس وقت فارغ ہو کر لوٹتے تھے جب طلوع فجر قریب ہوتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں
 قیام (تراویح) کی تعداد تیس رکعات تھی۔

تحقیق:

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و متصل ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هَذَا مَحْمُولٌ عَلَى أَنْ الثَّلَاثَ لِلْوَتْرِ۔ (الاستذکار ج ۲ ص ۶۹، التمهید: ج ۲ ص ۴۰۲)
 یہ تیس رکعات اس پر محمول ہیں کہ ان میں تین رکعات وتر کی تھیں۔

دلیل نمبر ۴:

اخبرنا ابو الحسين بن الفضل القطان ببغداد انا محمد بن احمد بن عيسى بن عبدك الرازي ثنا
 ابو عامر عمرو بن تميم ثنا احمد بن عبد الله بن يونس ثنا حماد بن شعيب عن عطاء بن السائب
 عن ابي عبد الرحمن السلمي عن علي رضي الله عنه قال ودعا القراء في رمضان فامر منهم رجلا
 يصلي بالناس عشرين ركعة. قال وكان علي رضي الله عنه يوتر بهم۔

(السنن الكبرى للبيهقي: ج ۲ ص ۴۹۶)

حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قاریوں کو بلایا
 اور ان میں سے ایک کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو تیس رکعات (تراویح) پڑھائے اور ان کو وتر خود حضرت علی رضی اللہ
 عنہ پڑھاتے تھے۔

یہ حدیث بلحاظ سند حسن ہے۔

دلیل نمبر ۵:

عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانُوا يَقُومُونَ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ
 الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِينَ رَكْعَةً قَالَ وَكَانُوا يَقْرَأُونَ بِالْمِزْدِيِّ وَكَانُوا
 يَتَوَكَّمُونَ عَلَى عَصِيْبِهِمْ فِي عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ شِدَّةِ الْهَيَامِ۔ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ

وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۷۷)

☆ ☆ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیس رکعات (تراویح) کے ساتھ قیام کرتے تھے اور (قراءات) سو سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں لوگ شدت قیام کی وجہ سے لائٹیوں پر ٹیک لگاتے تھے۔ اسے بیہقی (۲۲۸۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام بیہقی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وقد اخبرنا ابو عبد الله الحسين بن محمد بن الحسين بن فنجويه الدينوري بالدامغان ثنا احمد بن محمد بن اسحاق السني انبا عبد الله بن محمد بن عبد العزيز البغوي ثنا علي بن الجعد انبا ابن ابي ذئب عن يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد رضي الله عنه..... الخ.

(السنن الكبرى للبيهقي: ۲۲۸۸)

یہ حدیث مسند ابن الجعد (۲۸۲۵) میں بھی موجود ہے اور یہ حدیث سند کے لحاظ سے انتہائی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں فریق مخالف کے بعض متحققین کا امام ابو عبد اللہ حسین بن فنجویہ الدینوری رحمہ اللہ کو غیر موثق کہنا غلط ہے کیونکہ یہ مشہور و معروف ثقہ محدث ہیں چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ اور امام زین الدین عراقی رحمہ اللہ نے محمد بن علی المصنم البہاشی کے ترجمہ میں ابن فنجویہ کو ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ (دیکھئے: لسان المیزان: ج ۵ ص ۳۰۱، ذیل میزان الاعتدال: ص ۳۱۱)

حافظ ابن ناصر بحوالہ امام سعد سمعانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ابو عبد الله بن محمد بن فنجويه الشافعي من اهل الدينور حافظ كبير صنف مصنفات.

(توضيح المشتبه: ج ۴ ص ۱۱۱)

حسین بن محمد بن فنجویہ ثقفی جو کہ اہل دینور میں سے ہیں، بہت بڑے حافظ الحدیث اور کئی کتب کے مصنف ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

الامام المحدث بقية المشائخ. (سير اعلام النبلاء: ۱۶/۲۸۲، ۲۸۳)

امام شیرویہ اپنی تاریخ میں ابن فنجویہ کے بارے میں کہتے ہیں:

كان ثقة صدوقا، كثير التصانيف. (ایضاً)

کہ یہ ثقہ، راست باز اور کثیر التصانیف تھے۔

علامہ ابن العما در رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ابن فنجویہ ثقہ مصنفاً۔ (شذرات الذهب: ج ۳ ص ۲۰۰)

کہ ابن فنجویہ ثقہ اور صاحب التصانیف ہیں۔

معلوم ہوا کہ ابن فنجویہ رحمہ اللہ ثقہ ہیں اور یہ حدیث بلحاظ سند بلاغبار صحیح ہے۔ چنانچہ متعدد محدثین مثلاً امام نووی رحمہ اللہ، امام سیوطی رحمہ اللہ، امام ابن العرانی رحمہ اللہ اور علامہ نیوی رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (آثار السنن مع التعلیق الحسن: ص ۲۵۱)

محدث جلیل امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں۔

(البنایہ فی شرح الہدایہ: ج ۳ ص ۱۰۱)

فریق مخالف کے متحقق ایوب صابر صاحب نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے:

اس حدیث کی سند بلاغبار صحیح ہے۔ (تحقیق التراویح: ص ۵۱)

فریق مخالف کے اکابرین میں سے میاں غلام رسول صاحب نے اس حدیث کو مؤطا کی روایت پر رائج قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

جب امام ابن عبد البر اور شاہ ولی اللہ دہلوی اور شیخ عبدالحق اور صاحب کبیری نے بیہقی کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور اسی حدیث کو جمہور اپنی دلیل گردانتے ہیں اور اسناد صحیح کے لفظ سیاس کی صحت کو صراحت سے بیان کرتے ہیں تو یہ حدیث صحت اور قوت میں مؤطا کی حدیث سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے کیونکہ اس میں زیادت ہے (ج اصول حدیث کے لحاظ سے واجب القبول ہے)۔ (رسالہ ینایع ترجمہ رسالہ تراویح: ص ۲۲)

میاں غلام رسول صاحب کے اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث صحت اور قوت میں مؤطا کی روایت (جس میں آٹھ رکعات کا ذکر ہے) سے زیادہ قوی ہے۔

قائدہ:

اس حدیث کا آخری جملہ کہ لوگ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شدت قیام کی وجہ سے لاکھوں پر فلک لگاتے تھے، چونکہ بیس رکعات کے ضمن میں مروی ہے لہذا اس سے ظاہر یہی ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کی طرح بیس رکعات تراویح ہی پڑھی جاتی تھیں، کیونکہ جب راوی حضرت سائب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیس رکعات کے پڑھے جانے کا ذکر کیا تو اب اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں بیس کے علاوہ کسی اور عدد پر عمل ہوتا تو آپ ضرور اس کو بھی ذکر فرماتے۔ پس راوی کا اس موقع پر سکوت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بھی عہد فاروقی کی طرح بیس تراویح ہی پڑھی جاتی تھیں۔

نیز حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیس پر عمل درآمد ہونا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ عہد عثمانی میں بھی بیس تراویح پر ہی عمل رہا۔

دلیل نمبر ۶:

وَعَنْ يَزِيدَ بْنِ رُوْمَانَ أَنَّهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُومُونَ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَكْعَةً. رَوَاهُ مَالِكٌ وَاسْنَادُهُ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ. (آثار السنن: ۷۸، ۷۹)

☆ ☆ حضرت یزید بن رومان تابعی رحمہ اللہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین عظام) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ماہ رمضان میں تیس رکعات (۲۰ تراویح اور ۳ وتر) پڑھتے تھے۔ اسے مالک (ص ۴۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل قوی ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے البتہ مرسل معتضد ہے، مگر فریق مخالف کے محققین کو ارسال کا اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں کیونکہ یہ حدیث مؤطا کی ہے اور مؤطا مالک کی تمام حدیثیں فریق مخالف کے محققین کے نزدیک صحیح ہیں۔ چنانچہ فریق مخالف کے محقق عبدالرحمن مبارکپوری صاحب اور میاں غلام رسول صاحب نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے:

واتفق اهل الحديث على ان جميع ما فيه صحيح على رأى مالك ومن وافقه واما على رأى غيره فليس فيه مرسل ولا منقطع الا قد اتصل السند به من طرق اخرى فلا جرم انها صحيحة من هذا الوجه. (مقدمه تحفة الاحوذى: ص ۲۰، رساله تراویح مع ترجمہ ینابیع: ص ۴۱)

تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ مؤطا میں جتنی بھی روایات ہیں، وہ سب امام مالک رحمہ اللہ اور ان کے موافقین کی رائے پر صحیح ہیں۔ رہے دوسرے حضرات (جو مرسل کو حجت نہیں مانتے۔ ناقل) تو ان کے نزدیک بھی مؤطا میں کوئی ایسی مرسل یا منقطع روایت نہیں جس کا دوسرے طریقوں سے اتصال ثابت نہ ہوتا ہو پس اس لحاظ سے بلاشبہ وہ (مرسل و منقطع) روایات بھی صحیح ہیں۔

نیز غلام رسول صاحب کہتے ہیں:

صاحب کبیری نے جو یہ کہا ہے کہ یزید بن رومان کی حدیث منقطع ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے ”حجة الله البالغة“ میں فرمایا ہے تمام اہل حدیث کے اتفاق سے مؤطا کی سب حدیثیں صحیح ہیں۔ (رسالہ تراویح مع ترجمہ ینابیع: ص ۴۲)

فریق مخالف کے محقق محمد گوندلوی صاحب نے لکھا ہے کہ:

ائمہ حدیث کا اتفاق ہے کہ مؤطا کی جملہ احادیث امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں ضرور صحیح ہیں اور ان کے ہم خیال بھی

آپ بے ان کی صحت میں متفق ہیں اور جوان کے ہم نوا نہیں، اس قدر انہیں بھی تسلیم ہے کہ اس میں کوئی ایسی پرسل، منقطع نہیں جو پسند مروی نہ ہو (مگر چند امور اکما ثبت بالتبع) بلاشبہ اس حیثیت سے یہ بھی صحیح ہیں۔

(التحقیق الراخ: ص ۱۶، ۱۷)

فریق مخالف کے متحقق محمد قاسم خواجہ صاحب لکھتے ہیں:

مؤطا امام مالک جس کے متعلق شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں: امام شافعی کا قول ہے یہ مؤطا کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب ہے اور تمام اہل حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کی تمام حدیثیں صحیح ہیں۔ (حی علی الصلوۃ: ص ۱۸)

فریق مخالف کے متحقق زبیر علی زئی صاحب نے لکھا ہے:

شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے اہل الحدیث سے نقل کیا ہے کہ مؤطا کی تمام احادیث صحیح ہیں۔

(تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ: ص ۲۰)

الغرض جب فریق مخالف کے متحققین کے نزدیک مؤطا کی تمام مرسل اور منقطع روایات صحیح ہیں تو پھر مؤطا کی مذکورہ مرسل

روایت پر ان کا اعتراض فضول ہے۔

دلیل نمبر ۷:

وَعَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِهِنَّ عَشْرِينَ رَكْعَةً. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي مُصَنَّفِهِ وَإِسْنَادُهُ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ. (آثار السنن: ۷۹)

☆ ☆ حضرت یحییٰ بن سعید انصاری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی (حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ) کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے۔ اسے ابن ابی شیبہ (ج ۳ ص ۲۸۵) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل قوی ہے۔

اسے امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا وكيع عن مالك عن يحيى بن سعيد ان عمر بن الخطاب..... الخ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۲۸۵)

یہ روایت سند کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے البتہ مرسل معتقد ہے۔

دلیل نمبر ۸:

وَعَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رَفِيعٍ قَالَ كَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِالسَّنَةِ عَشْرِينَ رَكْعَةً وَيُؤَيِّرُ بِفَلَاحٍ. أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي مُصَنَّفِهِ وَإِسْنَادُهُ

مُرْسَلٌ قَوِيٌّ. (آثار السنن: ۷۸۰)

☆☆ حضرت عبدالعزیز بن رفیع تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (عہد فاروقی میں) لوگوں کو مدینہ منورہ میں بیس رکعات (تراویح) اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ (ج ۳ ص ۲۸۵) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل قوی ہے۔

اسے امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

ثنا حميد بن عبد الرحمن عن حسن عن عبد العزيز بن رفيع قال كان ابي بن كعب..... الخ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۲۸۵)

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے اور مرسل معتقد ہے۔

مرسل معتقد کی حجیت کی بحث:

مرسل معتقد اس مرسل کو کہتے ہیں کہ جس کی تائید کسی دوسری روایت سے ہو رہی ہو یا اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا اکثر علماء نے عمل کیا ہو۔ (مقدمہ شرح مسلم للنووی ص ۷۱، شرح نخبہ الفکر ص ۵۱، زاد المعاد ج ۱، ص ۱۰۳) اور مرسل معتقد کو فریق مخالف کے متحققین بھی حجت قرار دیتے ہیں مثلاً۔۔۔۔۔

فریق مخالف کے متحقق عبد الرحمن مبارکپوری صاحب ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مرسل روایت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ: اگر یہ حدیث مرفوعاً غیر محفوظ اور مرسل محفوظ ہے تو بھی حجت ہے کیونکہ حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے اس کا اعتضاد ثابت ہے اور مرسل معتقد کے حجت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

(تحقیق الکلام ج ۱، ص ۹۵ مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

فریق مخالف کے متحقق عبدالرؤف صاحب ایک روایت کے بارے لکھتے ہیں:

اگر اس بات کو نہ بھی تسلیم کیا جائے تب بھی مرسل حجت ہے کیونکہ اس کی تائید میں مرفوع صحیح روایات ہیں۔

(القول المقبول: ص ۳۷۰)

فریق مخالف کے متحقق عبداللہ روپڑی صاحب ”موئی الجہنی“ کی مرسل روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے لیکن اس کا اعتضاد دیگر طرق سے ثابت ہے لہذا مقبول ہے۔

(فتاویٰ المحدث ج ۱، ص ۳۱۱)

فریق مخالف کے مشہور مصنف صادق سیالکوٹی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

گو یہ حدیث مرسل ہے لیکن دوسری مستند احادیث سے ملکر قوی ہو گئی ہے۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۱۸۸)

فریق مخالف کے متحقق البانی صاحب نے مرسل طاؤس سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

یہ مرسل معتضد ہے جو بالاتفاق حجت ہے۔ (ارواء الغلیل: ج ۲، ص ۷۱)

زبیر علی زئی صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

محدث العصر، امام المحدثین شیخ ناصر الدین البانی کا مطلب یہ ہے کہ اگر مرسل کا معتبر شاہد ہو تو وہ صحیح ہوتی ہے۔

(حاشیہ عبادات میں بدعات: ص ۱۲۹)

فریق مخالف کے متحقق شوکانی ایک مرسل روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

”وہذا وان کان مرسلالکنہ معتضداً بما سبق“ (نیل الاوطار: ج ۳، ص ۳۳۹)

یہ روایت اگرچہ مرسل ہے لیکن سابقہ روایات سے معتضد اور مؤید ہے۔

دلیل نمبر ۹:

وَعَنْ عَطَاءٍ قَالَ أَذْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ يُصَلُّونَ ثَلَاثًا وَعِشْرِينَ رَكْعَةً بِالْوُثْرِ. رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ

وَأَسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السان: ۷۸۱)

☆ ☆ حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اور تابعین عظام) کو وتر سمیت تیس (۲۳) رکعات تراویح ہی پڑھتے پایا ہے۔ اسے ابن ابی شیبہ (ج ۲

ص ۲۸۵) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

اسے امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابن نمير عن عبد الملك عن عطاء قال اذركت الناس..... الخ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲، ص ۲۸۵)

یہ اثر لحاظ سند کم از کم حسن ہے۔ عبد اللہ بن نمیر البہدانی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے اور عبد الملک بن ابی

سلیمان رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ اور امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ عظیم فقیہ اور جلیل القدر

تابعی ہیں۔

دلیل نمبر ۱۰:

وَعَنْ أَبِي الْخَصِيبِ قَالَ كَانَ يُؤْمِنُ سُوَيْدُ بْنُ غَفَلَةَ فِي رَمَضَانَ فَيُصَلِّيُ خَمْسَ تَرَوِيحَاتٍ عِشْرِينَ

رَكْعَةً. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَأَسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السان: ۷۸۲)

☆ ☆ حضرت ابو الخصیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سويد بن غفلة رحمہ اللہ ہمیں رمضان المبارک میں بیس

تراویح پڑھاتے تھے۔ اسے بیہقی (ج ۲ ص ۴۹۶) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

اسے امام بیہقی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا ابو زکریا ابن ابی اسحاق ثنا ابو عبد اللہ محمد بن یعقوب ثنا محمد بن عبد الوہاب ثنا

جعفر بن عون ثنا ابو الخصیب..... الخ. (السنن الکبری للبیہقی: ج ۲ ص ۴۹۶)

یہ اثر بلحاظ سند کم از کم حسن ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:

حضرت سید بن غفلہ رحمہ اللہ کبار تابعین میں سے ہیں، یہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی مسلمان ہو گئے تھے لیکن شرف ملاقات سے محروم رہے، جب یہ آپ ﷺ سے ملاقات کیلئے مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کی وفات ہو چکی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کو لحد میں اتار چکے تھے، اس طرح یہ شرف صحابیت سے محروم رہ گئے۔ بعض محدثین نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد انہوں نے خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مثلاً حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہم سے استفادہ کیا اور ان سے روایت حدیث کی، تمام مشہور ائمہ رجال نے ان کی توثیق و تعریف کی ہے۔ ان کی وفات ۸۱ھ میں کوفہ کے شہر میں ہوئی۔

دلیل نمبر ۱۱:

وَعَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ يُصَلِّي بِنَافِعٍ رَمَضَانَ عَشْرِينَ رَكْعَةً. رَوَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۷۸۴)

☆ ☆ حضرت نافع بن عمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ ہم کو رمضان المبارک میں بیس رکعات (تراویح) پڑھاتے تھے۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ (ج ۲ ص ۲۸۵) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا وكيع عن نافع بن عمر قال كان ابن أبي مليكة..... الخ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲ ص ۲۸۵)

یہ اثر بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام وکیع بن الجراح رحمہ اللہ اور امام نافع بن عمر بن عبداللہ انجی رحمہ اللہ کتب صحاح

ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

فائدہ:

حضرت عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بڑے تابعین میں سے ہیں، یہ عبادلہ اربعہ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما) اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو محمد ورہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور عبداللہ بن سائب مخزومی رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مکہ کے قاضی اور بیت اللہ کے مؤذن تھے اور حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد بیت اللہ کے امام مقرر ہوئے۔ ان کی وفات ۱۱ھ میں ہوئی۔

دلیل نمبر ۱۲:

وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ عُبَيْدٍ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ رَبِيعَةَ كَانَ يُصَلِّيَ بِهِمْ فِي رَمَضَانَ خُمَسَ تَرَوِيحَاتٍ وَيُؤْتِرُ بِفَلَاكِ.
أَخْرَجَهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي مُصَنَّفِهِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۷۸۳)

☆ ☆ حضرت سعید بن عبید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ربیعہ تابعی رحمہ اللہ لوگوں کو پانچ ترویحات یعنی بیس تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ اسے ابو بکر بن ابی شیبہ (ج ۲ ص ۲۸۵) نے نقل کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

ثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دَكِينٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عُبَيْدٍ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ رَبِيعَةَ..... الخ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲ ص ۲۸۵)

یہ اثر بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام فضل بن دکین کو فی رحمہ اللہ کتب ستہ کے اور امام سعید بن عبید الطائی رحمہ اللہ صحیحین وغیرہ کے ثقہ راوی ہیں۔

فائدہ:

حضرت علی بن ربیعہ الاسدی الکوفی رحمہ اللہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خصوصی تلامذہ میں سے ہیں۔ ان کے علاوہ انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی علمی استفادہ کیا ہے۔

بیس رکعات کے اثبات میں اور بھی کئی روایات کتب میں موجود ہیں مگر بغرض اختصار انہی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

دلیل نمبر ۱۳: بیس تراویح پر اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علمائے امت میں سے چند کبار اور مسلمہ شخصیات کے حوالے ذکر کر دیئے جائیں جنہوں نے اس بات کی صاف تصریح کی ہے کہ بیس تراویح پر جمیع اصحاب رسول ﷺ کا اجماع و اتفاق رہا ہے اور کوئی صحابی بھی اس کے خلاف نہیں گیا۔ چنانچہ

(۱)۔ علامہ ابن حجر کی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اجمعت الصحابة رضي الله عنهم على ان التراويح عشرون ركعة.

(مرقاۃ المفاتیح: ج ۲ ص ۱۳، اذارۃ المصابیح: ص ۱۸)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر اجماع کیا ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔

(۲)۔ محدث ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لکان ما فعله عمر رضي الله عنه واجمع الصحابة في عصره اولی بالاتباع. (المغنی: ج ۱ ص ۸۰۲)
جو طریقہ بیس تراویح کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رائج کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے زمانہ میں اس پر اجماع کیا ہے وہ اتباع کے زیادہ لائق ہے۔

(۳)۔ شارح بخاری علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وقد عدوا ما وقع في زمن عمر رضي الله عنه كالأجماع. (ارشاد الساری: ج ۲ ص ۴۲۶)
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو معمول (بیس تراویح کا) جاری ہوا اسے علماء نے بمنزلہ اجماع کے شمار کیا ہے۔

(۴)۔ امام ولی الدین ابوزرعہ عراقی رحمہ اللہ نے بھی تصریح کی ہے کہ:

وعدوا ما وقع في زمن عمر رضي الله عنه كالأجماع. (طرح التثريب: ج ۳ ص ۸۸)
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو معمول (بیس تراویح کا) جاری ہوا اسے علماء نے بمنزلہ اجماع کے شمار کیا ہے۔

ہے۔

(۵)۔ شیخ منصور بن یونس بیہقی حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وهذا في مظنة الشهرة بحضرة الصحابة رضي الله عنهم فكان اجماعا.

(كشف القناع عن متن الاقناع: ج ۱ ص ۴۹۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں بیس تراویح کا حکم دینا عام شہرت کے موقع پر تھا اس لئے یہ بیس تراویح پر اجماع ہوا۔

(۶)۔ علامہ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وهو الصحيح عن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ من غیر خلاف من الصحابة.

(الاستذکار: ج ۲ ص ۷۰)

بیس تراویح ہی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے صحیح طور پر ثابت ہے اور کوئی صحابی اس کے خلاف نہیں ہے۔

(۷)۔ امام تقی الدین ابوبکر الجبسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فجمعهم علی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وواظب لهم عشرين رکعة واجمع الصحابة معه علی

ذالك. (کتاب الاختیار: ج ۲ ص ۱۷۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع فرمایا اور بیس تراویح ان کیلئے ہمیشہ کیلئے مقرر فرمائیں اور سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیس تراویح پر اجماع اور اتفاق کر لیا۔

(۸)۔ فقیہ کبیر علامہ علاء الدین کاسانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

ان عمر رضی اللہ عنہ جمع اصحاب رسول اللہ ﷺ فی شهر رمضان علی ابی بن کعب رضی اللہ عنہم فصلی بهم کل لیلة عشرين رکعة ولم ينکر علیہ احد فيكون اجماعاً منهم علی ذالك.

(بدائع الصنائع: ج ۱ ص ۲۸۸)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رمضان المبارک میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کیا تو انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہر رات بیس تراویح پڑھائیں اور اس پر کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے انکار نہیں کیا، اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیس تراویح پر اجماع ہو گیا۔

(۹)۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

فانه قد ثبت ان ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کان يقوم بالناس عشرين رکعة ویوتر بثلاث فرأى کثیر من العلماء ان ذلک هو السنة لانه قام بهن المهاجرین والانصار ولم ينکره منکر.

(الفتاویٰ الکبریٰ: ج ۱ ص ۲۲۷)

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں کو رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے، اس لئے اکثر علماء کے نزدیک یہی سنت ہے کیونکہ انہوں نے یہ کام مهاجرین اور انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے کیا اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔

(۱۰)۔ برصغیر کے مشہور ثقہ محدث اور عظیم شارح علامہ قطب الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اجماع ہوا صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس پر کہ تراویح کی بیس رکعات ہیں۔

(مظاہر حق قدیم: ج ۱ ص ۴۳۶)، (تذکرۃ علماء کرام: ج ۱ ص ۲۳۶)

{ عشاء کے بعد چار رکعات پڑھنے کی فضیلت }

۲۱۸. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ مَنْ صَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ فِي الْمَسْجِدِ قَبْلَ أَنْ يَخْرُجَ عَدَلْنَ مِنْهُنَّ مِثْلَهُنَّ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ.

محارب بن دثار رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”جس شخص نے عشاء کی نماز کے بعد مسجد سے نکلنے سے پہلے چار رکعات پڑھیں تو وہ لیلۃ القدر میں چار رکعات پڑھنے کے برابر ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۱۱ باب فضل الجماعة و رکعتی الفجر، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۸۰ رقم الحدیث: ۶۱۱، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۲۲۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ ”امام ابو دثار محارب بن دثار بن کردوس بن قرداش السدوسی رحمہ اللہ“ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۷۹۳، تاریخ الثقات للعلی: ۱۵۳۹)

فائدہ:

مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم (ص ۲۲۳) اور جامع المسانید (ج ۱ ص ۳۹۳، ۳۹۴) کی روایت کے مطابق سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث نبی مکرم ﷺ سے روایت کی ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے بعض نوافل کا بہت اجر و ثواب بتلایا ہے ان میں سے یہ چار رکعات بھی ہیں جو عشاء کے بعد مسجد سے نکلنے سے پہلے پڑھنے کو بتلائی گئی ہیں، چند منٹوں میں اتنے بڑے اجر کا ملنا بڑے نفع کا سودا ہے۔



۱۴۔ بَابُ السَّهْوِ

سجود سہو وغیرہ کا بیان

{ سجود سہو کے بغیر ایک رکعت میں دو سے زیادہ سجدے کرنا مناسب نہیں }

۳۱۹۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرَّ بِرَجُلٍ يُتَابِعُ بَيْنَ السُّجُودِ فَكَّرَ ذَلِكَ أَوْ نَهَاكَ. وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ بَلَغَنِي ذَلِكَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایک شخص کے پاس سے گزر رہا تھا جو پے درپے سجدے کر رہا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے مکروہ جانا یا ایسے کرنے سے منع کر دیا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہی بات نبی مکرم ﷺ سے بھی مجھے پہنچی ہے۔

تحقیق:

مرسل، صحیح ہے۔

فائدہ:

کسی شخص کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ ایک رکعت میں دو سے زیادہ سجدے کرے، مگر یہ کہ سجدہ سہو ہو۔
(کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۷۵)

{ سجود سہو سلام کے بعد کرنا افضل ہے }

۳۲۰۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَلَمْ يَذِرْ أَثْلًا قَا صَلَّى أَمْ أَرْبَعًا، فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَإِذَا كَانَ أَكْثَرَ رَأْيِهِ أَنَّهُ ثَلَاثٌ فَلْيُصَلِّ إِلَيْهَا رَابِعَةً وَإِنْ كَانَ أَكْثَرَ رَأْيِهِ أَنَّهُ أَرْبَعٌ فَلْيَنْصَرِفْ وَيَسْجُدْ سَجْدَتِي السَّهْوِ وَيَتَغَمَّدْ وَيُسَلِّمْ.

ابوداؤد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کسی شخص کو جب نماز میں

شک ہو جائے یہ معلوم نہ ہو کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو اسے چاہیے کہ درست بات کا سوچ و بچار کرے، اگر غالب گمان یہ ہو کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں تو کھڑے ہو کر چوتھی رکعت ملا لے (اور التحیات پڑھ کر سلام پھیرے اور سجدہ سہو کر لے) اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ چار رکعتیں پڑھ لی ہیں تو التحیات پڑھ کر سلام پھیرے، پھر سہو کے دو سجدے کرے، پھر تشهد پڑھے اور (تشہد کے بعد درود شریف اور دعا سے فارغ ہو کر) دوبارہ سلام پھیرے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روابیہ الامام محمد: ۱۷۶، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۳۹۸، کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ: ج ۱ ص ۲۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۴۷۸، شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۱ ص ۴۴۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام حماد رحمہ اللہ کے شیخ ”امام ابو دائل شقیق بن سلمہ الاسدی الکوفی رحمہ اللہ“ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۲۷۶)

فوائد و مسائل:

۱۔ نمازی سے دوران نماز بھول سے کوئی واجب رہ جائے، یا فرائض اور واجبات میں سے کسی کو ادا کرنے میں تقدیم یا تاخیر ہو جائے، یا اس کو تعداد رکعات میں شک پڑ جائے تو ان سب صورتوں میں سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہو جائے گی۔ سجدہ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ آخری قعدہ میں تشهد پڑھنے کے بعد داہنی طرف ایک سلام پھیر کر دو سجدے کر لئے جائیں۔ اس کے بعد پھر قعدہ میں تشهد، درود شریف اور دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دیا جائے۔ اس طریقہ کی تائید متعدد احادیث سے ہوتی ہے جن میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ اذا صلى احدكم فلم يدر اثلثا ام اربعا. فلينظر احرى ذالك الى الصواب فليتمه، ثم ليسلم. ثم ليسجد سجدة السهو ويتشهد ويسلم۔

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۱ ص ۲۴۳)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس میں بھول جائے کہ اس نے تین رکعت پڑھی ہیں یا چار رکعت تو وہ سوچ و بچار کر کے درست صورت اختیار کرے اور اس کے مطابق اپنی نماز پوری کر لے، پھر سلام پھیرے، پھر سہو کے دو سجدے کرے، پھر تشهد پڑھے اور (تشہد کے بعد درود شریف اور دعا

سے فارغ ہو کر) دوبارہ سلام پھیرے۔

یہ اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیث ہے اس کے تمام راوی نہایت ثقہ و مشہور ائمہ ہیں، اور یہ سب بخاری و مسلم کے راوی ہیں

سوائے ربیع بن سلیمان المؤذن (تملیذ شافعی) کے، اور وہ بھی ثقہ ہیں۔ (تقریب: ج ۱ ص ۲۹۴)

۲۔ افضل یہی ہے کہ سجدہ سہو سلام کے بعد کیا جائے جیسا کہ اس حدیث میں سجدہ سہو سلام کے بعد کرنے کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ بھی متعدد احادیث میں سجدہ سہو سلام کے بعد کرنے کا ذکر ہے چند احادیث دیگر کتب سے مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ انْصَرَفَ مِنْ اثْنَتَيْنِ فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ أَقْصَرَتِ الصَّلَاةُ أَمْ نَسِيتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَصَدَّقَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ أُخْرَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ ثُمَّ رَفَعَ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۶۱)

☆ ☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا تو آپ ﷺ سے ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا نماز کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: ”کیا ذوالیدین نے سچ کہا؟“ لوگوں نے عرض کیا، ہاں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر دوسری دو رکعتیں پڑھیں، پھر سلام پھیرا، پھر تکبیر کہہ کر اپنے عام سجدوں کی مانند یا اس سے طویل سجدہ کیا، پھر سر مبارک اٹھایا۔ اسے شیخین (بخاری: ۷۱۳، مسلم: ۵۷۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۱۳، صحیح مسلم: ۵۷۳، سنن ابی داؤد: ۱۰۰۸، سنن الترمذی: ۳۹۹، سنن النسائی: ۱۲۲۵، مؤطا مالک: ۳۰۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۹۲۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۵۷۷، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۸۶۰، صحیح ابن خزیمہ: ۱۰۳۲، شرح معانی الآثار لابن جعفر الطحاوی: ۲۵۷۹۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبد الله بن مسلمة عن مالك بن انس عن ايوب بن ابي تميمة السخيتي عن محمد بن سيرين عن ابي هريرة..... الخ. (صحيح البخاري: ۶۱)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ شَكَ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَقَالَ اسْنَادُهُ لَاهِيءٌ بِهِ. (آثار السنن: ۶۲)

☆ ☆ سیدنا عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جسے اپنی نماز میں شک پڑ جائے تو اسے چاہیے کہ سلام پھیرنے کے بعد (سہو کے) دو سجدے کرے۔“ اسے احمد (۱۷۶۱، ۱۷۵۲) ابو داؤد

(۱۰۳۳) نسائی (۱۲۴۸) اور بیہقی (ج ۶ ص ۳۳۶) نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

اخبرنا سويد بن نصر قال ابانا عبد الله عن ابن جريج قال قال عبد الله بن مسافع عن عقبة بن محمد بن الحارث عن عبد الله بن جعفر..... الخ. (سنن النسائي: ۱۲۴۸)
یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ حتیٰ کہ زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن النسائی: بتحقیق الزبیر: ج ۳ ص ۹۹: ج ۱۲۴۹)

وَعَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السُّهُوِ بَعْدَ السَّلَامِ وَذَكَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ فَعَلَ ذَلِكَ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَآخَرُونَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۷۹۳)

☆☆ حضرت علقمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سلام کے بعد سہو کے دو سجدے کیے، پھر بیان فرمایا کہ نبی ﷺ نے بھی اسی طرح کیا تھا۔ اسے ابن ماجہ (۱۲۱۸) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بكر بن خلاد حدثنا سفيان بن عيينة عن منصور عن ابراهيم عن علقمة..... الخ. (سنن ابن ماجه: ۱۲۱۸)
یہ اثر بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے حتیٰ کہ زبیر علی زئی نے بھی اسے بلحاظ سند صحیح تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابن ماجہ بتحقیق الزبیر: ۱۲۱۸)

وَعَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَهْمُ فِي صَلَاتِهِ وَلَا يَنْدِرِي آذَا مَ نَقَصَ قَالَ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ. رَوَاهُ الطَّعَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۷۹۳)

☆☆ قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے بارے میں کہا جسے اپنی نماز میں وہم ہو جائے اور نہ جان سکے کہ کچھ بڑھایا ہے یا گھٹایا ہے، فرمایا: وہ سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرے گا۔ اسے طحاوی (۴۵۷۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا احمد بن داود قال ثنا ابو الوليد قال ثنا يزيد بن ابراهيم قال ثنا قتادة عن الس..... الخ. (شرح معالي الآثار للطحاوي: ۲۵۷۰)

وَعَنْ ضَمْرَةَ بْنِ سَعِيدٍ أَنَّهُ صَلَّى وَرَأَى أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأَوْهَمَهُ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ السَّلَامِ. رَوَاهُ الظَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۷۹۵)

☆ ☆ ضمیرہ بن سعید سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، انہیں شک پڑ گیا تو انہوں نے سہو کے دو سجدے کیے۔ "اسے طحاوی (۲۵۷۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ اسے طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابن مرزوق قال ثنا ابو عامر قال ثنا فليح عن ضمرة بن سعيد..... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۵۷۱)

یہ اثر حسن لغیرہ درجہ کا ہے۔ ولہ شواہد عند الطحاوی (۲۵۷۰-۲۵۷۲)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ سَجَدْنَا السُّهُوِ بَعْدَ السَّلَامِ. رَوَاهُ الظَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۷۹۶)

☆ ☆ عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "سہو کے دو سجدے سلام کے بعد ہیں۔" اسے طحاوی (۲۵۶۶) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ یہ اثر حسن درجہ کا ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا روح بن الفرغ قال ثنا سعيد بن عفير فقال ثنا يحيى بن ابي ايوب عن قرقا بن عبد الرحمن حدثه عن عمرو بن دينار حدثه عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما..... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۵۶۶)

ان احادیث و آثار کے پیش نظر افضل یہی ہے کہ سجدہ سہو سلام کے بعد کیا جائے۔

۳۲۱. يُوْسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عَلْقَمَةَ صَلَّى تَخْمُسًا فَقَالَ لَهُ بَعْضُ الْقَوْمِ ذَلِكَ فَقَالَ كَذَاكَ يَا عَوْرِلَ رَجُلٍ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ نَعَمْ فَسَجَدَ سَجْدَتَيِ السُّهُوِ ثُمَّ حَدَّثَهُمُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَنَعَ ذَلِكَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) امام علقمہ رحمہ اللہ نے پانچ رکعات پڑھادیں تو حاضرین میں سے بعض لوگوں نے امام علقمہ رحمہ اللہ سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے حاضرین میں سے ایک شخص سے کہا کہ اے عور کیا معاملہ ایسا ہی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! چنانچہ پھر امام علقمہ رحمہ اللہ نے (سلام کے بعد) سہو کے دو سجدے کیے۔ اور (نماز سے فارغ ہو کر) پھر لوگوں سے بیان کیا کہ نبی مکرم ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے شیخ ”امام علقمہ بن قیس بن عبد اللہ بن مالک رحمہ اللہ“ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۱۶۱، الجرح والتعديل للرازی: ۲۲۵۸)

{ دوران نماز ہونے والے سہو کی سہو کے دو سجدے اصلاح کر دیتے ہیں }

۲۲۲. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يَسْجُدُ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ فِي كُلِّ تَطَوُّعٍ أَوْ مَكْتُوبَةٍ وَقَالَ إِنَّهُمَا تُضِلُّانِ مَا أُفْسِدَ مِنَ الصَّلَاةِ وَيَقُولُ أَسْجُدُهُمَا وَهُمَا لَيْسَتَا عَلَى أَحَبِّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَتْرُكَهُمَا وَهُمَا عَلَى

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ہر نفل اور فرض نماز میں سہو کے دو سجدے کیا کرتے تھے اور فرماتے: ”بلاشبہ سہو کے یہ دو سجدے (اس) فساد (یعنی جو نمازی سے دوران نماز بھول سے کوئی واجب رہ گیا ہو یا فرائض اور واجبات میں سے کسی کو ادا کرنے میں تقدیم یا تاخیر ہو گئی ہو یا تعداد رکعات میں شک پڑ گیا ہو) کو جو (ان سے پہلے) نماز میں ہوا درست کر دیں گے اور جس صورت میں مجھ پر سہو کے دو سجدے واجب نہیں بھی ہوا ہوتے ایسی صورت میں ان دو سجدوں کو کرنا مجھے چھوڑنے سے زیادہ پسند ہے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر کسی شخص کو کثرت سے شک پیش آتا ہو تو وہ غالب گمان پر عمل کر کے سہو کے دو سجدے کر لیا کرے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۷۱)

{ سہو کے دو سجدے شیطان کو رسوا اور ذلیل کرنے والے ہیں }

۲۲۳. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لِي فِي سَجْدَتَيِ السَّهْوِ هُمَا الْمُرْطَمَتَانِ تُضِلُّانِ مَا أُفْسِدَ مِنَ الصَّلَاةِ وَيُتَشَهَّدُ فِيهِمَا وَيُسَلَّمُ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سہو کے دو سجدوں کے بارے میں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے مجھ سے کہا کہ یہ دو

سجدے (شیطان کو) رسوا اور ذلیل کرنے والے ہیں۔ اور اس فساد (یعنی جو نمازی سے دوران نماز بھول سے کوئی واجب رہ گیا ہو یا فرائض اور واجبات میں سے کسی کو ادا کرنے میں تقدیم یا تاخیر ہو گئی ہو یا تعداد رکعات میں شک پڑ گیا ہو) کو جو (ان سے پہلے) نماز میں ہو درست کرنے والے ہیں۔ ان سجدوں کے بعد پھر تشہد پڑھا جائے گا اور (تشہد کے بعد درود شریف اور دعا سے فارغ ہو کر) دوبارہ سلام پھیرا جائے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{اگر کوئی پہلی دور رکعات میں تلاوت کرنا بھول جائے تو کیا کرے؟}

۲۲۴. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الرَّجُلِ يَنْسَى أَنْ يَقْرَأَ فِي الْأُولَيَيْنِ قَالَ يَقْرَأُ فِي الْآخِرَتَيْنِ وَعَلَيْهِ سَجْدَتَا الشَّهْرِ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے شخص کے بارے میں جو پہلی دور رکعات میں تلاوت کرنا بھول جاتا ہے فرمایا: آخری دور رکعات میں تلاوت کر لے البتہ سہو کے دو سجدے اس پر لازم ہو جائیں گے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{اگر کثرت سے شک پیش آتا ہو تو غالب گمان پر عمل کیا جائے}

۲۲۵. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا شَكَ الرَّجُلُ فِي الْوُضُوءِ أَوْ فِي الصَّلَاةِ وَكَانَ ذَلِكَ أَوَّلَ مَا لَيْقِيَ أَعَادَ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ وَإِذَا كَانَ يَلْقَى ذَلِكَ كَثِيرًا مَضَى عَلَى ذَلِكَ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا جب آدمی کو وضو یا نماز میں شک ہو جائے اور یہ شک پہلی مرتبہ ہو تو وضو اور نماز کا اعادہ کر لے اور اگر کثرت سے شک پیش آتا ہو تو غالب گمان پر اپنی نماز پوری کر لے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر کسی شخص کو کثرت سے شک پیش آتا ہو تو

وہ غالب گمان پر عمل کر کے سہو کے دو سجدے کر لیا کرے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب

الآثار و روایۃ الامام محمد: ۱۷۱)

۳۲۶. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ أَنَّهُ قَالَ فِي الشَّهْوِ إِذَا لَقِيتَ ذَلِكَ مَرَارًا تَحَرَّيْتَ الصَّوَابَ ثُمَّ بَنَيْتَ عَلَى مَا تَرَى أَنَّهُ صَوَابٌ وَتَجَدَّدْتَ سَجْدَتِي الشَّهْوِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: اگر تجھے کئی بار سہو پیش آچکا ہو تو درست بات کا سوچ و بچار کر اور پھر غالب گمان کے مطابق جو بات تجھے درست لگے اسی کے مطابق عمل کر لے اور پھر سہو کے دو سجدے کر لے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{امام کے سہو کی وجہ سے مقتدی پر بھی سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے}

۳۲۷. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا سَهَوْتَ خَلْفَ الْإِمَامِ وَحَفِظَ الْإِمَامُ فَلَيْسَ عَلَيْكَ سَهْوٌ وَإِنْ سَهَا وَحَفِظْتَ فَعَلَيْكَ الشَّهْوُ وَإِنْ لَمْ يَسْجُدِ الْإِمَامُ فَلَا تَسْجُدُ وَكَذَلِكَ إِذَا سَهَا جَمِيعُ مَنْ مَعَ الْإِمَامِ أَوْ سَهَا الْإِمَامُ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب تجھے امام کے پیچھے سہو پیش آ جائے مگر امام محفوظ رہے تو تجھ پر سجدہ سہو لازم نہیں ہے اور اگر امام کو سہو پیش آ جائے جبکہ تو محفوظ رہے تو تجھ پر بھی سجدہ سہو لازم ہے۔ اگر امام سجدہ سہو نہ کرے تو تو بھی نہ کر۔ اسی طرح اگر تمام مقتدیوں یا امام کو سہو پیش آ جائے تو بھی یہی حکم ہے (یعنی اگر امام سجدہ سہو نہ کرے تو تو بھی نہ کرے)۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۱۷۸، جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۲۹۸، مصنف عبدالرزاق: ج ۲ ص ۳۱۶،

مصنف ابن ابی حنیفہ: ج ۲ ص ۳۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام کے سہو کی وجہ سے مقتدی پر بھی سہو لازم ہو جاتا ہے کیونکہ امام اصل ہے اور مقتدی اس کا تابع، جب امام پر سجدہ سہو لازم ہوگا تو مقتدی پر بدرجہ والی لازم ہوگا اس لیے کہ وہ اس کا تبع اور مقتدی ہے۔

اگر امام سجدہ کرے گا تو یہ بھی کرے گا اگر امام سجدہ نہ کرے تو مقتدی بھی سجدہ نہیں کریں گے تاکہ امام کی مخالفت لازم نہ آئے حالانکہ اس نے اپنے اوپر نماز اس کی اتباع و پیروی میں لازم کی تھی لہذا جب وہ نہیں کر رہا ہے تو یہ بھی نہیں کرے گا، اگر مقتدی سہو پیش آ جائے تو اس کی وجہ سے نہ مقتدی پر سجدہ لازم ہوگا اور نہ ہی امام پر کیونکہ اگر مقتدی اکیلے سجدہ کرے تو امام کی مخالفت لازم آئے گی اور اگر امام اس کی اتباع کرے گا تو اصل تابع بن جائے گا قلب موضوع لازم آئے گا۔

{ جو اپنے حال سے متغیر ہو گیا اس پر سجدہ سہو لازم ہو گیا }

۲۲۸. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ تَغَيَّرَ عَنْ حَالِهِ فِي الصَّلَاةِ فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ السَّهْوُ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جو نماز میں اپنے حال سے متغیر ہو گیا اس پر سجدہ سہو واجب ہو گیا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اپنے حال سے متغیر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نمازی سے دوران نماز بھول سے کوئی واجب رہ جائے، یا فرائض اور واجبات میں سے کسی کو ادا کرنے میں تقدیم یا تاخیر ہو جائے، یا اس کو تعداد رکعات میں شک پڑ جائے تو ان سب صورتوں میں سجدہ سہو لازم ہو جائے گا۔

{ سجدہ سہو کے بعد دوبارہ تشهد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرا جائے }

۲۲۹. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي سَجْدَةِ السَّهْوِ يُتَشَهَّدُ بَعْدَهَا وَيُسَلَّمُ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: سجدہ سہو کے بعد تشهد پڑھا جائے گا اور تشهد کے بعد درود شریف اور دعا وغیرہ سے فارغ ہو کر دوبارہ سلام پھیرا جائے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۳۳۰. یوسف عن ابيه عن ابي حنيفة عن حماد عن ابراهيم انه قال ثلاثة صنعهن الناس
التسليم في سجدي الشهوة في الجنابة والتكبير في القنوت في الوتر.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: تین کام لوگ کریں گے۔ سجودِ سہو کے درمیان
اور جنازہ میں سلام، اور وتروں میں قنوت پڑھتے وقت تکبیر۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۱۵۔ بَابُ صَلَاةِ الْمَرِيضِ مریض کی نماز کا بیان

۳۳۱. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَكَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمَرِيضِ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعِ الْقِيَامَ يُصَلِّي جَالِسًا فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ يَسْجُدْ فَلْيُؤَمِّرْ إِمَامًا وَيَجْعَلِ السُّجُودَ أَخْفَضَ مِنَ الرُّكُوعِ وَلَا يَسْجُدُ عَلَى حَجَرٍ وَلَا عَلَى عُوْدٍ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب مریض کھڑے ہونے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھ لے اور اگر سجدہ کرنے کی بھی طاقت نہ رہے تو (اپنے سر کے) اشارہ سے ادا کرے البتہ رکوع کی نسبت سجدہ میں (حسب استطاعت) زیادہ جھکے اور پتھر اور لکڑی پر سجدہ نہ کرے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۱۰۷، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۴۰۲، کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ: ج ۱ ص ۲۶۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اگر مریض سجدہ کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے سر کے اشارے سے نماز ادا کر لے۔ لکڑی یا پتھر یا کسی اور چیز پر سجدہ کرنا مناسب نہیں ہے۔

۳۳۲. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَكَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا كَانَتْ فِي رِجْلِكَ الْمُسْرَى قُرْحَةٌ فَلَمْ تَسْتَطِعْ أَنْ تَقْعُدَ عَلَى يَسَارِكَ قَعْدَتْكَ عَلَى يَمِينِكَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب تیرے بائیں پاؤں پر زخم ہو اور تو اس پر بیٹھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو دائیں پاؤں پر بیٹھ جا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مریض کی نماز کے متعلق دیگر کتب احادیث سے چند مزید احادیث مع التحقیق حاضر ہیں۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي مَرَضِهِ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ قَاعِدًا فِي ثَوْبٍ مُتَوَشِّحًا فِيهِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۸۰۱)

☆ ☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری کے دوران ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر ایک کپڑے میں نماز پڑھی جس کو آپ نے بغلوں کے نیچے سے نکال کر کندھوں پر ڈالا ہوا تھا۔ اسے ترمذی (۳۶۳) نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن الترمذی: ۳۶۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۳۵۵۶، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۳۷۳۴، کنی و الاسماء لللد و لابی: ۱۲۴۳، مختصر الاحکام للطوسی: ۳۳۸، المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۷۳۴، شرح النبی للبغوی: ۸۵۳، جامع الاصول: ۳۶۳۹، تحفۃ الاشراف بمعرفة الاطراف: ۳۹۷۔

اور اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا بَدَالَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ حَمِيدٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ..... الخ. (سنن الترمذی: ۳۶۴)

یہ حدیث صحیح ہے اس کے متعدد شواہدات و مؤیدات پائے جاتے ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ قَاعِدًا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ. (آثار السنن: ۸۰۲)

☆ ☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض وصال میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ اسے ترمذی (۳۶۲) نے روایت کر کے صحیح قرار دیا ہے۔

اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ نَعِيمٍ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا..... الخ. (سنن الترمذی: ۳۶۲)

اور صحیح ہے۔ اس کے متعدد شواہد و مؤیدات پائے جاتے ہیں۔

فائدہ:

معلوم ہوا مریض کو اگر کھڑے ہونے کی قدرت نہ ہو تو وہ بیٹھ کر فرض نماز بھی پڑھ سکتا ہے۔ ایسی صورت میں فرض قیام اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔

وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتْ بِي بَوَاسِيرُ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ صَلِّ قَائِمًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا مُسْلِمًا وَزَادَ النَّسَائِيُّ فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَمُسْتَلْقِيًا لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا. (آثار السنن: ۸۰۴)

☆ ☆ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے بواسیر کی بیماری تھی۔ پس اس بارے میں میں نے نبی ﷺ سے معلوم کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”نماز کھڑے ہو کر پڑھو، اگر ہمت نہ ہو تو بیٹھ کر اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر۔“ اسے مسلم کے سوا محدثین کی جماعت (بخاری: ۱۱۱۷، ابن ماجہ: ۱۲۲۳، ابوداؤد: ۹۵۲، ترمذی: ۳۷۲) نے روایت کیا ہے اور نسائی نے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ ”اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو چپ لیٹ کر نماز پڑھو۔ اللہ ہر نفس کو اس کی طاقت کے مطابق ہی مکلف بناتا ہے (بحوالہ المستطیع الجہیر: ۳۳۴)۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۱۷، سنن ابن ماجہ: ۱۲۲۳، سنن ابی داؤد: ۹۵۲، سنن الترمذی: ۳۷۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۸۱۹، السنن لابن الجارود: ۲۳۱، مسند الرویانی: ۱۴۵، سنن الدارقطنی: ۱۴۲۵، ۱۴۲۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۶۵۹، السنن الصغیر للبیہقی: ۵۸۸، شرح السنن: ۹۸۳۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبدان عن عبد الله عن ابراهيم بن طهمان قال حدثني الحسين المكي عن ابن بريدة عن عمران بن حصين رضي الله عنه..... الخ. (صحیح البخاری: ۱۱۱۷)

فوائد و مسائل:

- (۱)۔ اسلام دین فطرت ہے، اس میں بندوں کی فطری کمزوریوں کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔
- (۲)۔ بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھنا مناسب نہیں، خواہ فرض ہو یا نفل کیونکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ”آدمی کہ بیٹھ کر نماز پڑھنا آدمی نماز کے برابر ہوتا ہے۔“ (صحیح مسلم: ۷۳۵)

- (۳)۔ شدید مرض کی صورت میں جب آسانی سے بیٹھنا ممکن نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔
- (۴)۔ اس سے نماز کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے کہ شدید مرض کی حالت میں بھی نماز معاف نہیں، صرف اس کے احکام و مسائل میں نرمی کر دی گئی ہے۔

وَعَنْ تَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ يَقُولُ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعِ الْمَرِيضُ السُّجُودَ أَوْ مَأْ بِرَأْسِهِ أَوْ يَمْنًا وَلَمْ يَزِفْ إِلَى جَنْبِهِ شَيْئًا رَوَاهُ مَالِكٌ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۸۰۴)

☆ ☆ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ جب مریض سجدہ کرنے کی طاقت نہ رکھے تو اپنے سر سے اشارہ کرے اور اپنی پیشانی کی طرف (سجدے کے لئے) کسی چیز کو نہ اٹھائے۔ اسے مالک (۵۸۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

موطا میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر رضي الله عنهما كان يقول..... الخ. (موطا مالك: ۵۸۱)

یہ حدیث بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔

فائدہ:

”لَمْ يَزِفْ إِلَى جَنْبِهِ شَيْئًا“ مطلب یہ ہے کہ لیٹ کر یا بیٹھ کر جب سر کے اشارہ سے رکوع سجدہ کریگا تو اس کیلئے کوئی چیز نہ اٹھائی جائے۔ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کے بقول سلف و خلف کے اکثر علماء کا یہی موقف ہے۔



۱۶۔ باب سُجُودِ التَّلَاوَةِ

۱۶۔ سجدہ تلاوت کا بیان

{اگر آیت سجدہ سورت کے آخری حصے میں ہو تو کیا کیا جائے؟}

۲۴۳۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا قَرَأْتَ سُورَةً فِيهَا سَجْدَةٌ بَيْنَ السَّجْدَةِ وَالْخَاتِمَةِ آيَةً أَوْ آيَتَانِ مِثْلَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَالْأَعْرَافِ وَالنَّجْمِ وَإِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ فَأَنْتَ بِالْخِيَارِ إِنْ شِئْتَ رَكَعْتَ بِهَا وَأَجْزَأُكَ وَإِنْ شِئْتَ سَجَدْتَ بِهَا وَقُمْتَ فَقَرَأْتَ غَيْرَهَا ثُمَّ رَكَعْتَ وَإِنْ وَصَلْتَ بِهَا سُورَةً فَلَا بُدَّ أَنْ تَسْجُدَ بِهَا.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب تو کسی سورت کے ایسے حصے کی تلاوت کرے کہ آیت سجدہ اور سورۃ کے اختتام کے درمیان ایک یا دو آیتیں ہوں جیسے سورہ بنی اسرائیل، اعراف، نجم، انشقاق وغیرہ تو تجھے اختیار ہے کہ اگر تو چاہے تو (سجدہ تلاوت کیے بغیر ہی) رکوع میں چلا جائے تجھے کافی ہو جائے گا اور اگر تو چاہے تو سجدہ تلاوت کر لے اور پھر کھڑے ہو کر کچھ اور آیات تلاوت کر لے اور پھر رکوع میں چلا جا۔ اور اگر تو نے اس کے ساتھ کسی اور سورت کو ملانے کا ارادہ کیا ہے تو پھر تیرے لیے اس آیت پر سجدہ (تلاوت) کرنا ضروری ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مذکورہ بالا بیان امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے۔ (دیکھئے: مصنف عبدالرزاق: ۵۹۲۲)

{اگر آیت سجدہ سورت کے درمیان میں ہو تو کیا کیا جائے؟}

۲۴۴۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ وَسْطَ

الشُّورَةُ فَلَا بُدَّ مِنْ أَنْ تَسْجُدَ بِهَا.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب (آیت) سجدہ سورت کے درمیان میں ہو تو پھر ضروری ہے کہ تو وہاں سجدہ (تلاوت) کرے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ حائضہ پر سجدہ تلاوت نہیں ہے }

۳۲۵. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْحَائِضِ تَسْمَعُ السَّجْدَةَ إِنَّهَا لَا تَقْضِيهَا لِأَنَّهَا تَدْعُ مَا هُوَ أَوْجَبُ مِنْهَا الصَّلَاةُ الْمَكْتُوبَةُ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب حائضہ عورت سجدہ تلاوت والی آیت سنے تو سجدہ تلاوت کی قضا نہیں کرے گی کیونکہ وہ اس سے بھی ضروری چیز فرض نماز کو چھوڑ رہی ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ سورة الانشقاق میں سجدہ تلاوت ہے }

۳۳۱. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّهُ قَالَ لَوْ أَنِّي قُلْتُ رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَسْجُدَانِ فِي (إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ) لَقُلْتُ فَأَمَّا: الْيَقِينُ فَأَحَدُهُمَا.

امام علقمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: اگر میں یہ بات کہوں کہ میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے سورة الانشقاق میں سجدہ کیا تو کہہ سکتا ہوں۔ البتہ یقینی طور پر ان دونوں میں سے صرف ایک ہی کے بارے میں کہہ سکتا ہوں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

معلوم ہوا کہ سورة الانشقاق میں بھی سجدہ تلاوت ہے اور اس سجدہ کا ذکر احادیث مرفوعہ میں ملتا ہے مثلاً آثار السنن میں

منقول ہے کہ:

وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَرَأَ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ بِهَا فَقُلْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ أَلَمْ أَرَكَ تَسْجُدُ قَالَ لَوْلَمْ أَرَ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ لَمْ أَتَسْجُدْ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۸۱۱)

ابو سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے (سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے {إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ} تلاوت کی تو اس پر سجدہ کیا تو میں نے کہا اے ابو ہریرہ! کیا میں آپ کو سجدہ کرتے ہوئے نہیں دیکھ رہا؟ انہوں نے کہا: ”اگر میں نے نبی ﷺ کو سجدہ کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو سجدہ نہ کرتا۔“ اسے شیخین (بخاری: ۱۰۷۴، مسلم: ۵۷۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا مسلم بن ابراهيم ومعاذ بن فضالة قالا اخبرنا هشام عن يحيى عن ابي سلمة قال..... الخ. (صحيح البخاری: ۱۰۷۴)

{سورہ ص میں بھی سجدہ تلاوت ہے}

۳۳۷. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ (عَنْ إِبْرَاهِيمَ) عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ لَا يَسْجُدُ فِي ص وَلَا يَسْجُدُ فِي سُورَةِ الْحَجِّ إِلَّا فِي الْأُولَى.

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سورہ ص میں اور سورہ حج میں پہلے سجدے کے علاوہ سجدہ نہ کیا کرتے تھے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند ابن ابی شیبہ: ۳۰۰ وغیرہ)

فائدہ:

سورہ ص میں سجدہ تلاوت فرض نہیں ہے البتہ جمہور کے نزدیک واجب ہے۔

۳۳۸. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ رَفَعَ الْحَدِيثَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ سَجَدَ فِي ص.

عبد الکریم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے مرفوعاً حدیث نقل کی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے سورہ ص میں سجدہ کیا ہے۔

فائدہ:

متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی مکرم ﷺ سورہ ص میں سجدہ تلاوت کرتے کیا کرتے تھے، اس سلسلے کی چند

احادیث دیگر کتب سے مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ ص لَيْسَ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُودِ وَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْجُدُ فِيهَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۸۰۷)

☆ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ سورہ ص کا سجدہ بہت تاکید سجدوں میں سے نہیں ہے، جب کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ اس میں سجدہ کرتے تھے۔ اسے بخاری (۱۰۶۹) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۰۶۹، سنن ابی داؤد: ۱۴۰۹، سنن الترمذی: ۵۷۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۳۸۷، سنن الدارمی: ۱۵۰۸، صحیح ابن خزیمہ: ۵۵۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۷۳۹، شعب الایمان للبیہقی: ۱۹۳۱، معریۃ السنن والآثار للبیہقی: ۴۴۴۹، شرح السنۃ للبخاری: ۷۶۶۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا سليمان بن حرب وابو النعمان قالا حدثنا حماد بن زيد عن ايوب عن عكرمة عن ابس عباس رضي الله عنهما.... الخ. (صحیح البخاری: ۱۰۶۹)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ یہ سجدہ فرائض میں سے نہیں ہے بلکہ واجبات تلاوت میں سے ہے۔

وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ فِي ص وَقَالَ سَجَدَ هَا دَاوُدُ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَوْبَةً وَنَسَجَدُهَا شُكْرًا. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۸۰۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے سورہ ص میں سجدہ کیا اور فرمایا: ”داؤد علیہ السلام نے یہ سجدہ بطور توبہ کیا تھا اور ہم اسے شکرانے کے طور پر کرتے ہیں۔“ اسے نسائی (۹۵۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن النسائی: ۹۵۷، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۰۰۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲۳۸۶، جامع الاصول: ۳۷۹۰، نصب الراية فی تخریج احادیث الہدایۃ للولیع: ج ۱ ص ۱۸۱، الہدرا لمیر: ج ۲ ص ۲۵۰، تحفۃ المحتاج الی ادلۃ المہاج: ۴۱۲، الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ: ج ۱ ص ۲۱۱۔

اور صحیح ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

اخبرني ابراهيم بن الحسن المفسمي قال حدثنا حجاج بن محمد عن عمر بن كز عن ابيه عن

سعید بن جبیر عن ابن عباس..... الخ. (سنن النسائی: ۱۵۷)

فائدہ:

شکر کے قبل سے ہونا وجوب کے منافی نہیں مثلاً عیدین کی نماز اور صدقۃ الفطر وغیرہ چند عبادات کی تکمیل پر بطور شکرانہ واجب ہوئیں۔

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ ص فَلَمَّا بَلَغَ السُّجْدَةَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَتَسَجَّدَ النَّاسُ مَعَهُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ آخِرِ قَرَاءَةِ مَا فَلَمَّا بَلَغَ السُّجْدَةَ تَشَرَّنَ النَّاسُ لِلْسُّجُودِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّمَا هِيَ تَوْبَةٌ نَبِيٍّ وَلَكِنِّي رَأَيْتُكُمْ تَشَرُّنُ ثُمَّ لِلْسُّجُودِ فَنَزَلَ فَسَجَدَ وَتَسَجَّدُوا. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ. (آثار السان: ۸۰۹)

☆ ☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر سورہ ص کی تلاوت کی۔ جب سجدے کی آیت پر پہنچے تو آپ منبر سے نیچے تشریف لائے اور سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔ پھر ایک دوسرا موقع آیا اور آپ نے اسی کی تلاوت فرمائی، جب آپ سجدے کی آیت پر پہنچے تو لوگ سجدے کیلئے تیار ہو گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ ایک نبی (حضرت داود علیہ السلام) کی توبہ کا ذکر ہے لیکن میں نے تمہیں دیکھا ہے کہ تم سجدہ کرنا چاہتے ہو۔“ چنانچہ آپ اترے اور سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔ اسے ابوداؤد (۱۴۱۰) نے روایت کیا ہے۔

اسے امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا احمد بن صالح حدثنا ابن وهب اخبرني عمرو يعني ابن الحارث عن ابن ابي هلال عن عياض بن عبد الله بن سعد بن ابي سرح عن ابي سعيد الخدري..... الخ. (سنن ابی داؤد: ۱۴۱۰)

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے بیہقی (۳۱۹/۲) وغیرہ میں اس کے شواہد موجود ہیں۔

فائدہ:

خطیب دوران خطبہ میں اگر سجدہ کی آیت تلاوت کرے، تو منبر سے اتر کر سجدہ کر سکتا ہے اور سامعین بھی اس کی اقتداء کریں۔

وَعَنِ الْعَوَامِ بْنِ حَوْشَبٍ قَالَ سَأَلْتُ مُجَاهِدًا عَنِ السُّجُودِ فِي ص فَقَالَ سَأَلْتُ عَنْهَا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ اسْجُدْ فِي ص فَتَلَا عَلَى هَؤُلَاءِ الْآيَاتِ مِنَ الْأَنْعَامِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسَلْيَمَانَ إِلَى قَوْلِهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَاهُمْ أَقْبَدَهُ. رَوَاهُ الطَّعَاوِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

(آثار السان: ۸۱۰)

عوام بن حوشب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے سورہ ص کے سجدہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”سورہ ص کا سجدہ کرو“ پھر آپ نے سورہ انعام کی یہ آیات تلاوت کیں۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ اِلٰى قَوْلِهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰى اللّٰهُ فَبِهٰذَا هُمْ اَقْتَدٰىہ۔ اسے طحاوی (۲۱۳۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا علی بن شیبہ قال ثنا یزید بن ہارون قال انا العوام بن حوشب قال سألت مجاہدا.... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۱۳۱)

{سواری پر ہونے کی صورت میں سر سے اشارہ کر دینا بھی کافی ہے}

۲۲۹. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ مَعَ عَلْقَمَةَ فِي مَحَلٍّ فَقَرَأَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا بَلَغَ السَّجْدَةَ أَرَادَ أَنْ يَثْبُتَ فَقَالَ ابْنُ أَخِي! الْإِمَاءُ يُجْزُئُكَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ ایک پاکی میں (ایک سفر کے دوران) امام علقمہ رحمہ اللہ کے ساتھ تھے، پس انہوں نے قرآن کریم کی تلاوت کی اور جب سجدے والی آیت پر پہنچے تو انہوں نے اتر کر سجدہ کرنے کا ارادہ کیا تو امام علقمہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے! (سر سے) اشارہ کرنا بھی تیرے لیے کافی ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۱۷۔ باب صَلَاةِ الْمُسَافِرِ مسافر کی نماز کا بیان

{مقیم کی نماز مسافر کی اقتداء میں}

۳۴۰۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَلَّى الظُّهْرَ بِمَكَّةَ رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا أَهْلَ مَكَّةَ إِنَّا قَوْمٌ سَفَرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ فَلْيُكْمِلْ فَأَكْمَلَ أَهْلُ الْبَلَدِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں ظہر کی نماز کی دو رکعات پڑھائیں اور پھر فرمایا: اے اہل مکہ! ہم مسافر ہیں لہذا جو اس شہر کا ہوا سے پوری نماز پڑھنی چاہیے، چنانچہ شہر والوں نے نماز مکمل کی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۱۸۹، مصنف عبدالرزاق: ۴۳۶۹، ۴۳۷۰، ۴۳۷۱، تہذیب الآثار لابن جریر: ۴۱۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۸۶۱، ۳۸۶۲، ۳۸۶۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۱ ص ۴۱، جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۴۰۳، الاوسط فی السنن والایجماع والاختلاف لابن المنذر: ۲۲۹۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ شواہد کثیر)

مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان امام اسود رحمہ

اللہ کا اور دوسری روایت میں امام ہمام رحمہ اللہ کا واسطہ ہے۔ (دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۸۶۱، ۳۸۶۳)

۳۴۱۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ

صَلَّى بِأَهْلِ مَكَّةَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ إِنَّا قَوْمٌ سَفَرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ فَلْيُتِمِّمِ الصَّلَاةَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مکہ والوں کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھی اور پھر فرمایا کہ ہم مسافر ہیں لہذا تم میں جو اس شہر کا ہو وہ اپنی نماز پوری کر لے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۸۹، مصنف عبدالرزاق: ۴۳۶۹، ۴۳۷۰، ۴۳۷۱، تہذیب الآثار لابن جریر: ۴۱۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۸۶۱، ۳۸۶۲، ۳۸۶۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۱ ص ۴۱۷، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۱ ص ۴۰۳، الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف لابن المنذر: ۲۲۹۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ شواہد کثیر)

مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان امام اسود رحمہ اللہ کا اور دوسری روایت میں امام ہمام رحمہ اللہ کا واسطہ ہے۔ (دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۸۶۱، ۳۸۶۳)

فائدہ:

معلوم ہوا امام مسافر ہو تو وہ دو رکعت پڑھ کر فارغ ہو جائے اور مقیم مقتدی اپنی اپنی نمازیں پوری کر لیں۔ اس سلسلے کی چند مزید احادیث دیگر کتب سے مع تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ صَلَّى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقُولُ يَا أَهْلَ مَكَّةَ ائْتُوا صَلَاتَكُمْ فَإِنَّا قَوْمٌ سَفَرٌ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

(آثار السنن: ۸۴۶)

☆ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب مکہ تشریف لاتے تو تاہیں دو رکعت پڑھا کر فرماتے اے مکہ والو! اپنی نماز پوری کر لو کیونکہ ہم مسافر لوگ ہیں۔ اسے مالک (۵۰۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے مؤطا میں درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

مالك عن ابن شهاب عن سالم بن عبد الله عن أبيه ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه.... الخ.

(مؤطا مالك: ۵۰۴)

یہ حدیث بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ مؤطا (۵۰۵) میں اس کا ایک صحیح السند شاہد بھی موجود ہے۔
وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَفْوَانَ أَنَّهُ قَالَ جَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَعُودُ عَبْدُ اللَّهِ
بْنُ صَفْوَانَ فَصَلَّى لَنَا رُكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقُبْنَا فَأَتَمَمْنَا. رَوَاهُ مَالِكٌ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

(آثار السنن: ۸۴۷)

☆ ☆ صفوان بن عبد اللہ بن صفوان رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، سیدنا عبد اللہ بن صفوان
رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور ہمیں دو رکعت نماز پڑھا کر فارغ ہو گئے۔ پھر ہم نے بعد میں اٹھ
کر نماز پوری کی۔ اسے مالک (۵۰۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

مؤطا میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

عن ابن شهاب عن صفوان بن عبد الله بن صفوان انه قال جاء عبد الله بن عمر رضي الله
عنهما..... الخ. (مؤطا مالک: ۵۰۷)
یہ حدیث بھی صحیح ہے۔

{ مسافر کی نماز مقیم کی اقتداء میں }

۳۴۲. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمُسَافِرِ يَدْخُلُ فِي صَلَاةٍ
مُقِيمٍ قَالَ يُتِمُّ الصَّلَاةَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: مسافر مقیم کے پیچھے نماز پڑھے تو نماز پوری پڑھے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۳۴۳. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا دَخَلَ الْمُسَافِرُ فِي صَلَاةٍ
الْمُقِيمِ اكْتَمَلَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: مسافر جب مقیم کے پیچھے نماز پڑھے تو نماز پوری کرے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اگر مسافر مقیم امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہو تو پھر اسے پوری چار رکعات پڑھنا ہوں گی۔ چنانچہ آثار السنن میں منقول ہے:

عَنْ مُوسَى بْنِ سَلَمَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بِمَكَّةَ فَقُلْتُ إِنَّا إِذَا كُنَّا مَعَكُمْ صَلَّيْنَا أَرْبَعًا وَإِذَا رَجَعْنَا إِلَى رِحَالِنَا صَلَّيْنَا رَكْعَتَيْنِ قَالَ تِلْكَ سُنَّةُ أَبِي الْقَاسِمِ ۖ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۸۴۵)

موسیٰ بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تھے تو میں نے کہا: جب ہم تم لوگوں (اہل مکہ) کے ساتھ ہوں گے تو چار رکعات پڑھیں گے اور جب اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹ کر جائیں گے تو دو رکعت پڑھیں گے۔ تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہی ابو القاسم سلیمانؓ کی سنت ہے۔ اسے احمد (۱۸۶۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبد الرحمن الطفاوی حدثنا أيوب عن قتادة عن موسى بن سلمة قال كنا مع ابن عباس رضي الله عنهما..... الخ. (مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۶۲)

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے شعیب ارنؤط نے بھی اسے حسن تسلیم کیا ہے۔ اس کا راوی ”محمد بن عبد الرحمن الطفاوی“ حسن الحدیث ہے۔

اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر مسافر مقیم امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہو تو پھر اسے پوری چار رکعات پڑھنا ہوں گی۔

{ سفر میں قصر کا بیان }

۲۴۴. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَلَّى بِمِئَى أَرْبَعًا فَبَلَغَ ذَلِكَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ نَهَيْتُا لِلصَّلَاةِ مَعَ عُثْمَانَ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ اتَّصِلْ مَعَهُ وَقَدْ اسْتَرْجَعْتَ؛ قَالَ الْخِلَافُ شَرٌّ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ کے میدان میں چار رکعات پڑھائیں، پس سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات پہنچی تو انہوں نے {انا للہ وانا الیہ راجعون} کہا پھر (اتفاقاً ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابن مسعود رضی اللہ عنہ منیٰ میں تھے اور نماز کا وقت ہو گیا تو) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو آپ کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ آپ ان کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتے ہیں جبکہ اس سے پہلے تو آپ نے اس پر {انا للہ وانا الیہ راجعون} کہا تھا؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب فرمایا کہ اختلاف کرنا برا کام ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۰۸۴، صحیح مسلم: ۶۹۵، سنن ابی داود الطیالسی: ۳۱۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۹۵۳، سنن الدارمی: ۱۹۱۶، مسند السراج: ۱۳۹۶، مستخرج ابی عوانہ: ۲۳۴۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۳۹۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۴۳۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

سنن ابی داود وغیرہ کی روایت میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

عن الاعمش عن ابراهيم عن عبد الرحمن بن يزيد قال صلى عثمان... الخ. (سنن ابی داود: ۱۹۶۰)

فائدہ:

سفر کی حالت میں دو ہی رکعتیں پڑھنی جائیں گی۔ باقی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مذکورہ عمل کے بارے میں مختلف اسباب ذکر کئے گئے ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں گھر بنالیا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا کہ جس شہر میں انسان گھر بنا لے اس شہر میں پوری چار رکعات پڑھنی چاہیے۔ اور ایک سبب یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اس سال نئے لوگ زیادہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ کو خوف ہوا کہ کہیں یہ لوگ (حضر میں بھی) اسی کو سنت نہ بنالیں، لہذا آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی تعلیم کی غرض سے اقامت کی نیت کر کے اتمام کو مناسب سمجھا۔

سفر میں قصر نماز کے متعلقہ چند احادیث دیگر کتب احادیث سے مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ فَرَضَتِ الصَّلَاةَ رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَأَقَرَّتْ صَلَاةَ السَّفَرِ وَزَيْدٌ فِي صَلَاةِ الْحَضَرِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۸۱۴)

☆ ☆ نبی ﷺ کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سفر اور حضر کی نماز دو رکعتیں ہی فرض ہوئی تھیں، پھر سفر کی نماز کو برقرار رکھی گئی اور حضر کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا۔ اسے شیخین (مسلم: ۶۸۵، بخاری: ۳۹۳۵) نے

روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۸۵، صحیح البخاری: ۳۹۳۵، سنن ابی داود: ۱۱۹۸، سنن النسائی: ۳۵۳، ۳۵۵، مؤطا مالک: ۳۸۶، مؤطا

امام محمد: ۱۸۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۶، مسند اسماعیل بن راہویہ: ۵۷۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۹۶، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۶۳۸، مسند السراج: ۱۳۸۰۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يحيى بن يحيى قال قرأت على مالك عن صالح بن كيسان عن عروة بن الزبير عن عائشة زوج النبي ﷺ..... الخ. (صحيح مسلم: ۶۸۵)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ ابتداء میں تو نماز کی دو دور کعتیں فرض کی گئی تھیں لیکن بعد میں ظہر، عصر و عشاء کی چار چار رکعت فرض قرار دے دی گئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں چار رکعت والی نماز کو دو رکعت پڑھنا چار رکعت شروع ہونے کے بعد رخصت نہیں ہے بلکہ اصل میں مشروع ہی دو رکعتیں ہیں اس لئے قصر عزیمت یعنی لازم ہے نہ کہ رخصت۔ اس سے اہلسنت والجماعت احناف کے مسلک کی تائید ہوتی ہے لہذا اگر کوئی حالت سفر میں جب کہ اس پر قصر لازم ہو، پوری چار رکعت پڑھے گا اور پہلے قعدہ میں بیٹھے گا تو وہ بُرا کرے گا اور اس کی زائد دو رکعت نقل ہو جائیں گی، اور اگر کوئی شخص چار رکعت اس طرح پڑھے گا کہ پہلے قعدہ میں نہ بیٹھے گا کہ حکماً وہی قعدہ اخیرہ ہے تو اس کی فرض نماز باطل ہو جائے گی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ فَرَضَ اللَّهُ الصَّلَاةَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ ﷺ فِي الْحَضَرِ أَرْبَعًا وَفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۸۱۴)

☆ ☆ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے تمہارے نبی ﷺ کی زبان پر نماز فرض کی ہے۔ حضر میں چار رکعتیں، سفر میں دو رکعتیں اور خوف میں ایک رکعت۔ اسے مسلم (۶۸۷) نے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۸۷، سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۸، سنن ابی داود: ۱۲۴۷، سنن النسائی: ۴۵۶، سنن سعید بن منصور: ۲۵۰۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۷۷، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۳۳۶، صحیح ابن خزيمة: ۳۰۴، مسند السراج: ۱۳۸۶، مستخرج ابی عوانہ: ۲۳۳۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۳۵۱

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يحيى بن يحيى وسعيد بن منصور وابو الربيع وقتيبة بن سعيد قال يحيى اخبرنا وقال الآخرون حدثنا ابو عوانة عن بكير بن الاخنس عن مجاهد عن ابن عباس..... الخ.

(صحيح مسلم: ۶۸۷)

فوائد و مسائل:

(۱)۔ یہ حدیث بھی صریح دلیل ہے کہ سفر کی حالت میں دو ہی رکعتیں پڑھی جائیں پوری نماز نہ پڑھی جائے۔

(۲)۔ ”اور خوف میں ایک رکعت“ اس کا مطلب یہ ہے کہ دو گانہ یا حکمی امام کے ساتھ پڑھنے کے سلسلے میں یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ ایک رکعت تو امام کے ساتھ پڑھی جائے اور ایک رکعت تنہا پڑھی جائے جیسا کہ خوف کی حالت میں آنحضرت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے نماز پڑھنے کا طریقہ احادیث صحیحہ میں ثابت ہے، اور شہر میں مطلقاً خوف کی حالت میں چار رکعتیں اور تین رکعتیں اس طرح پڑھی جائیں کہ امام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھی جائیں اور بقیہ تنہا پڑھی جائیں۔

وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَاةُ السَّفَرِ رَكْعَتَانِ وَصَلَاةُ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَانِ وَالْفِطْرِ رَكْعَتَانِ وَالْأَضْحَى رَكْعَتَانِ تَمَامٌ غَيْرُ قَصْرٍ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ . رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ . (آثار السنن: ۸۱۵)

☆ ☆ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ”سفر کی نماز دو رکعت ہے، جمعے کی نماز دو رکعت ہے، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز دو رکعت ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے ارشاد کے مطابق یہ مکمل ہیں، قصر نہیں۔“ اسے ابن ماجہ (۱۰۶۳) نسائی (۱۳۲۰) اور ابن حبان (ج ۱ ص ۱۷۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۳، سنن النسائی: ۱۳۲۰، صحیح ابن خزيمة: ۱۳۲۵، مسند ابی داود الطیالسی: ۴۸، مصنف ابی حنیفہ: ۸۱۵۶، ۵۸۵۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۷، المستحب من مسند عبد بن حمید: ۲۹، مسند البزار: ۳۳۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۷۴۵، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۴۱۔

اور اسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبد الله بن نمير قال حدثنا محمد بن بشر قال الباقون يزيد بن ابی الجعد عن زبيد عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن كعب بن عجرة عن عمر الخ. (سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۳)

یہ حدیث بلا غبار بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ یزید بن ابی الجعد کی امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے متابعت کر رکھی ہے۔ (دیکھئے: مسند ابی داود الطیالسی: ۴۸) نیز احناف کے مخالفین میں سے بھی بہت سارے حضرات جیسے ناصر الدین البانی، زبیر علی زئی اور شعیب ارناؤط وغیرہ نے بھی اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابن ماجہ بتحقیق الالبانی: ۱۰۶۳، سنن ابن ماجہ بتحقیق الزبیر: ج ۲ ص ۱۷۵، مسند الامام احمد بتحقیق الشعیب: ۲۵۷)

فائدہ:

یہ حدیث بھی صریح دلیل ہے کہ جمعہ، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی طرح حالت سفر میں ظہر، عصر اور عشاء کی دو ہی رکعتیں پڑھی جائیں پوری نماز نہ پڑھی جائے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ صَحِبْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي السَّفَرِ فَلَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ وَصَحِبْتُ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ وَصَحِبْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ ثُمَّ صَحِبْتُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَابْنُ خَرَّازٍ مُخْتَصَرًا. (أثار السنن: ۸۱۶)

☆ ☆ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا ہوں، آپ نے دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھیں، حتیٰ کہ اللہ نے ان کو قبض کر لیا۔ اور میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا ہوں، انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قبض کر لیا۔ اور میں عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا ہوں، انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں، حتیٰ کہ اللہ نے ان کو قبض کر لیا۔ اور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا ہوں، انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں، حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے ان کو قبض کر لیا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے۔“ اسے مسلم (۶۸۹) نے روایت کیا اور بخاری (ج ۱ ص ۷۷۲) نے بھی مختصراً۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۸۹، سنن ابی داؤد: ۱۲۲۳، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۷۷۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۵۰۷، التبیید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید: ج ۲ ص ۳۰۶، الجمع بین الصحیحین: ۱۲۹۹، جامع الاصول: ۴۰۴، خلاصۃ الاحکام للنووی: ۲۶۰۲، نصب الراية فی تخریج الہدایہ: ج ۲ ص ۱۹۲

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا عبد الله بن مسلمة بن قعنب حدثنا عيسى بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن
ابيه قال صحبت ابن عمر..... الخ. (صحیح مسلم: ۶۸۹)

فوائد ومسائل:

- (۱)۔ سفر میں چار رکعتی نماز دو رکعت پڑھنا ”قصر“ اور پوری چار رکعت پڑھنا ”اتمام“ کہلاتا ہے۔
- (۲)۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اسفار میں ہمیشہ ظہر، عصر اور عشاء کی دو رکعتیں ہی پڑھی ہیں لہذا قصر واجب اور اتمام جائز نہیں ہے اگر اتمام جائز ہوتا تو آنحضرت ﷺ کبھی تو ایک دفعہ بیان جواز کیلئے ایسا کرتے۔
- (۳)۔ بعض لوگوں نے قرآن کریم کی آیت {فللمس علیکم جناح ان تقصروا من الصلاة.... الآية النساء: ۱۰۱} سے استدلال کرتے ہوئے قصر کو رخصت اور اتمام کو افضل قرار دیا ہے مگر یہ استدلال درست نہیں ہے کیونکہ نفی جناح کی تعبیر

بسا اوقات واجب پر بھی صادق آتی ہے۔ جیسے {ان الصفا والبروة من شعائر الله فمن حج البيت او اعتمر فلا جناح عليه ان يطوف بهما. البقرة: ۱۵۸} میں نفی جناح کی تعبیر لازم پر صادق آئی ہے کیونکہ سفا، مروہ کا طواف بالاتفاق لازم ہے بعض کے ہاں فرض اور بعض کے ہاں واجب ہے۔ مزید برآں {فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلاة ان خفتكم الذين كفروا} میں اکثر محققین کے نزدیک ایک خاص قسم کے قصہ کا، نہ متصور ہے جسے ”صلاة الخوف“ کہتے ہیں لہذا اس خاص قسم کے قصر کو عام سفروں کے قصر پر چسپاں کرنا مناسب نہیں ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ صَلَّى بِنَا عُمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمِئَةِ أَرْبَعٍ رَكَعَاتٍ فَقِيلَ ذَلِكَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَاسْتَرْجَعَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمِئَةِ رَكَعَاتٍ وَصَلَّيْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمِئَةِ رَكَعَاتٍ وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَكَعَاتٍ فَلَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعٍ رَكَعَاتٍ مُتَقَلِّبَتَانِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۸۱۷)

☆ ☆ عبد الرحمن بن یزید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ہمیں منیٰ میں چار رکعات پڑھائیں، جب یہ بات سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ذکر کی گئی تو انہوں نے {انا للہ وانا الیہ راجعون} کہا اور فرمایا: ”میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ منیٰ میں دو رکعتیں ادا کیں، میں نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ منیٰ میں دو رکعتیں ادا کیں اور میں نے حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دو رکعتیں پڑھیں، پس کاش! میرا حصہ بھی چادر میں سے دو مقبول رکعتیں ہوتا۔“ اسے شیخین (بخاری: ۱۰۸۴، مسلم: ۶۹۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۰۸۴، صحیح مسلم: ۶۹۵، سنن ابی داؤد الطیالسی: ۳۱۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۹۵۳، سنن الدارمی: ۱۹۱۶، مسند السراج: ۱۳۹۶، مستخرج ابی عوانہ: ۷۲۳۲، ۳۵۰۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۳۹۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۴۳۳۔ اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

حدثنا قتيبة بن سعيد قال حدثنا عبد الواحد بن زياد عن الاعمش قال حدثنا ابراهيم قال سمعت عبد الرحمن بن يزيد يقول..... الخ. (صحیح البخاری: ۱۰۸۴)

فائدہ:

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس عمل کے بارے میں ماقبل میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس کے مختلف اسباب ذکر کئے گئے ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں گھر بنالیا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا کہ جس شہر میں انسان گھر بنالے اس شہر میں پوری چار رکعات پڑھنی چاہیے۔ اور ایک سبب یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اس

سال نئے لوگ زیادہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ کو خوف ہوا کہ کہیں یہ لوگ (حضر میں بھی) اسی کو سنت نہ بنالیں، لہذا آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی تعلیم کی غرض سے اقامت کی نیت کر کے اتمام کو مناسب سمجھا۔

وَعَنْ أَبِي لَيْلَى الْكِنْدِيِّ قَالَ خَرَجَ سَلْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي ثَلَاثَةِ عَشَرَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزَاةٍ وَكَانَ سَلْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَسْنَهُمْ حَضَرَتِ الصَّلَاةَ فَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَقَالُوا تَقَدَّمْ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ مَا أَنَا بِالَّذِي اتَّقَدَّمُ أَنْتُمْ الْعَرَبُ وَمِنْكُمْ النَّبِيُّ ﷺ فَلَيَتَقَدَّمُ بَعْضُكُمْ فَتَقَدَّمُ بَعْضُ الْقَوْمِ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ سَلْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَا لَنَا وَلِلْمُرَبَّعَةِ إِنَّمَا يَكْفِينَا نِصْفُ الْمُرَبَّعَةِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۸۱۸)

☆ ☆ ابویلی کندی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے تیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک غزوہ کیلئے نکلے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ان میں سے عمر رسیدہ تھے۔ نماز کا وقت آیا تو اقامت کہی گئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اے ابو عبد اللہ! آگے بڑھیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آگے بڑھنے والا نہیں ہوں تم اہل عرب ہو اور تم میں ہی اللہ کے نبی ﷺ تشریف لائے۔ تم میں سے کوئی آگے بڑھے پس ایک صاحب آگے بڑھے تو انہوں نے چار رکعات نماز پڑھا دی۔ جب وہ نماز پڑھا چکے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ہمیں چار رکعات سے کیا، ہمیں تو چار کا آدھا یعنی دو رکعتیں ہی کافی ہیں۔“ اسے طحاوی (۲۴۲۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا روح بن الفرج قال ثنا يوسف بن عدي رضى الله عنه قال ثنا ابو الاحوص عن ابي اسحاق عن ابي ليلى الكندي.... الخ. (شرح معالي الآثار للطحاوى: ۲۴۲۰)
اور لمحاظ سند صحیح ہے۔ اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَتَمَّ الصَّلَاةَ بِمَنْئَى ثُمَّ خَظَبَ النَّاسَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ السُّنَّةَ سُنَّةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَسُنَّةُ صَاحِبَيْهِ وَلَكِنَّهُ حَدَّثَ الْعَامِ مِنَ النَّاسِ لَخَفْتُ أَنْ يُسْتَنُّوا. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ تَعْلِيْقًا وَحَسَنَ اسْنَادًا.

(آثار السنن: ۸۱۹)

☆ ☆ حمید رحمہ اللہ سے راوی ہیں کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں پوری نماز پڑھائی پھر لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ”اے لوگو! سنت تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صاحبین (سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کی سنت ہے لیکن اس سال نئے لوگ زیادہ ہیں پس مجھے خوف ہوا کہ کہیں یہ لوگ (حضر میں بھی) اسی کو سنت نہ

بنالیں۔ (لہذا میں نے ان کی تعلیم کی غرض سے اقامت کی نیت کر کے اتمام کو مناسب سمجھا) اسے بیہقی نے معروض
السنن والآثار (۶۰۹۷) میں تعلیقاً روایت کیا ہے اور اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

یہ اثر شواہد و مؤیدات کی بناء پر حسن ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا علی بن احمد بن عبدان انبأ احمد بن عبيد الصغار ثنا موسى بن اسحاق القاضي ثنا
يعقوب بن حميد بن كاسب ثنا سليمان بن سالم مولى عبد الرحمن بن حميد عن عبد الرحمن بن
حميد عن ابيه عن عثمان بن عفان..... الخ. (السنن الكبرى للبيهقي: ۵۴۲۸)

وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ إِنَّمَا صَلَّى عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمَنْىَ أَرْبَعًا لِأَنَّ الْأَعْرَابَ كَانُوا أَكْثَرَ فِي ذَلِكَ
الْعَامِ فَأَحَبَّ أَنْ يُخْبِرَهُمْ أَنَّ الصَّلَاةَ أَرْبَعٌ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَاسْنَادُهُ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ.

(آثار السنن: ۸۲۰)

زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعات صرف اس لئے پڑھائی تھیں کہ
اس سال دیہاتی لوگ زیادہ تھے تو انہوں نے چاہا کہ انہیں بتادیں کہ نماز چار رکعات ہے۔ اسے طحاوی
(۲۳۸۰) اور ابوداؤد (۱۹۶۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل قوی ہے۔

سند:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

لَحْدَثَنَا أَبُو بَكْرٍ قَالَ ثَنَا أَبُو عَمْرٍو عَنْ حَمَادِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ أَنَا يُوْبُ عَنْ الزُّهْرِيِّ..... الخ.

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۳۸۰)

{ شہر اور آبادی سے نکل کر نماز قصر کی جائے }

۳۳۶. يُوْسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا خَرَجْتَ مِنَ الْبُيُوتِ فَصَلِّ
رَكْعَتَيْنِ وَإِذَا قَدِمْتَ الْبَلَدَ الَّذِي تُرِيدُ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ حَتَّى تَرْجِعَ إِلَى أَهْلِكَ.

امام ابراہیم غنی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب تم سفر کے اردہ سے گھروں سے نکلو تو اس وقت سے
لے کر گھر واپس لوٹنے تک دو، دو رکعتیں ادا کرو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

شہر اور بستی کی آبادی سے نکلنے کے بعد نماز قصر کی جائیگی اس سلسلے کی چند مزید احادیث دیگر کتب سے ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَافَرْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَمَعَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كُلُّهُمْ صَلَّى مِنْ حِينَ يَخْرُجُ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى أَنْ يَزْجَعَ إِلَيْهَا رُكْعَتَيْنِ فِي الْمَسِيرِ وَالْقِيَامِ يَمْكَةً. رَوَاهُ أَبُو يَعْلَى وَالتَّبْرَانِيُّ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رَجُلٌ آثَرٌ رَجُلٌ الصَّحِيحُ. (آثار السنن: ۸۴۰)

☆ ☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ، ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر کیا یہ سب کے سب مدینہ منورہ سے نکلنے کے وقت سے لے کر مدینہ منورہ واپس لوٹنے تک دوران سفر اور مکہ میں اقامت کی حالت میں دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ اسے ابو یعلیٰ (۵۸۶۲) اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور بیہقی (۲۹۴۶) نے کہا ہے کہ ابو یعلیٰ کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ امام ابو یعلیٰ الموصلی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن عباد المکی حدثنا عبد الرحمن بن عبد الله بن عبيد ابو سعيد مولى بنى هشام عن حبيب بن ابی حبيب عن عمرو بن هرم عن جابر بن زيد قال كان ابو هريرة..... الخ.

(مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۸۶۲)

وَعَنْ أَبِي حَرْبٍ بْنِ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَرَجَ مِنَ الْبَصْرَةِ فَصَلَّى الظُّهْرَ أَرْبَعًا ثُمَّ قَالَ إِنَّا لَوُ جَاوِزْنَا هَذَا الْخُصَّ لَصَلَّيْنَا رُكْعَتَيْنِ. رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَرَوَاهُ ثِقَاتٌ.

(آثار السنن: ۸۴۱)

☆ ☆ ابو حرب بن اسود دیلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بصرہ سے نکلے تو ظہر کی نماز چار رکعات ادا کی اور پھر فرمایا کہ اگر ہم اس جھوپڑی کو عبور کر جاتے تو دو رکعت نماز پڑھتے۔ اسے ابن ابی شیبہ (۸۱۶۹) نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

یہ اثر صحیح ہے۔ امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عباد بن عوام عن داود بن ابی هند عن ابی حرب بن ابی الاسود ان عليا..... الخ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۹)

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَقْصُرُ الصَّلَاةَ حِينَ يَخْرُجُ مِنْ شُعْبِ الْمَدِينَةِ وَيُقْصِرُ إِذَا رَجَعَ حَتَّى يَدْخُلَهَا. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاسْنَادُهُ لَا بَأْسَ بِهِ. (آثار السنن: ۸۴۲)

☆ ☆ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مدینہ طیبہ کی گھائیوں سے نکلے تو نماز قصر پڑھتے اور جب لوٹ کر آتے

تو مدینہ طیبہ داخل ہونے تک قصر ادا فرماتے۔ اسے عبدالرزاق (۴۳۲۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

اسے امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

عبد اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انہ کان یقصر..... الخ۔

(مصنف عبدالرزاق: ۴۳۲۳)

یہ اثر صحیح ہے۔ اس کا راوی ”ابو حفص عبداللہ بن عمر العمری“ فی نفسہ ثقہ ہے۔

فائدہ:

مذکورہ احادیث و آثار سے بھی معلوم ہوا کہ شہر اور بستی کی آبادی سے نکلنے کے بعد نماز قصر کی جائیگی۔

{ قصر کی مسافت کا بیان }

۳۴۷. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم انہ قال قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ لا یغزتکم محشرکم هذا من الصلوة یقیم احدکم فی ضیعتہ (فیقصر) ویقول انا مسافر۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارا یہ جمع ہونا تمہیں تمہاری نماز سے دھوکہ میں نہ ڈالے تم میں سے ایک آدمی اپنی زمینوں میں چلا جاتا ہے (اور قصر کرتا ہے) اور کہتا ہے کہ میں مسافر ہوں۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ شاهد عند ابن ابی شیبۃ: ج ۲ ص ۳۳۵، والبیہقی: ج ۲ ص ۱۳۷)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے اس اثر کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر تین دن ورات سے کم مسافت پر ہو تو پوری نماز پڑھے گا اور اگر تین دن ورات یا اس سے زیادہ مسافت پر ہو وہاں اس کے بیوی بچے بھی نہ ہوں اور پندرہ دن بھر نے کا ارادہ بھی نہ ہو تو نماز قصر پڑھے گا، پھر جب پندرہ دن بھر نے کا ارادہ کرے تو جب تک اپنی زمینوں پر رہے پوری نماز پڑھے گا پھر جب وہاں سے اپنے گھر سے لوٹے گا تو نماز قصر پڑھے گا۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۹۱)

۳۴۸. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد قال سألت ابراہیم فی کم یقصر المسافر الصلوة فقال اذا خرجت من الکوفۃ الی المدائن فاقصر حیث تخرج من البیوت. قال حماد فسألت

سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ فَوَقَّتْ نَحْوَ ذَلِكَ.

حماد رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے ابراہیم رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کتنی مسافت کے سفر میں مسافر قصر کرے گا؟ تو انہوں نے فرمایا: جب تو کوفہ سے مدائن کی طرف نکلے تو گھروں سے نکلنے کے بعد قصر کر۔ حماد رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے اس سلسلے میں سعید رحمہ اللہ سے پوچھا تو انہوں نے بھی کچھ ایسی ہی مسافت مقرر کی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

قصر کی مسافت کے متعلق روایات کی تحقیق:

واضح رہے کہ قصر کی مسافت کے بارے میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں ہم ان روایات کو دیگر کتب سے نقل کر کے ان کا تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں۔

روایت نمبر ۱:

عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رِبَاحٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ عَمْرِو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ يُصَلِّيَانِ رَكْعَتَيْنِ وَيُفْطِرَانِ فِي أَرْبَعَةِ بَرْدٍ فَمَا فَوْقَ ذَلِكَ. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ وَابْنُ الْمُنْذِرِ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ. (آثار السنن: ۸۲۱)

☆ ☆ حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما چار برد یا اس سے زیادہ کی مسافت میں دو رکعتیں پڑھتے تھے اور روزہ افطار کرتے تھے۔ اسے بیہقی (۵۳۹۷) اور ابن منذر (۲۲۶۱) نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اسے امام ابن منذر رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا موسى بن هارون ثنا قتيبة ثنا الليث بن سعد عن يزيد بن أبي حبيب عن عطاء بن أبي رباح..... الخ. (الاوسط في السنن والاجماع والاختلاف لابن المنذر: ۲۲۶۱)

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:

ایک برد بارہ (۱۲) میل کا ہوتا ہے اس لحاظ سے کل مقدار اڑتالیس (۳۸) میل ہوئی۔

روایت نمبر ۲:

وَعَنْهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ سُئِلَ أَتُقَصِّرُ الصَّلَاةَ إِلَى عَرَفَةَ قَالَ لَا وَلَكِنْ إِلَى

عُسْفَانَ وَإِلَى جَدَّةٍ وَإِلَى الظَّائِفِ. أَخْرَجَهُ الشَّافِعِيُّ وَقَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجْرٍ فِي التَّلْخِصِ إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۸۲۲)

☆ ☆ حضرت عطاء رحمہ اللہ سے ہی روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ کیا عرفہ تک کہ مسافت میں نماز قصر کی جائیگی؟ تو آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نہیں لیکن عسفان، جدہ اور طائف تک کی مسافت میں قصر کی جائیگی۔ اسے شافعی (۵۲۶) نے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے تلخیص الحیر میں کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

یہ اثر صحیح ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

اخبرنا ابو زكريا بن ابي اسحاق المزكي ثنا ابو العباس محمد بن يعقوب انبا الربيع بن سليمان انبا الشافعي انبا سفيان عن عمرو بن دينار عن عطاء عن ابن عباس..... الخ.

(السان الكبرى للبيهقي: ۵۳۹۹)

فائدہ:

امام مالک بن انس مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عسفان، جدہ اور طائف مدینہ منورہ سے چار برد پر واقع ہیں۔ (موطا مالک: ۳۹۵) اور ما قبل میں عرض کیا جا چکا ہے کہ ایک برد بارہ (۱۲) میل کا ہوتا ہے۔

روایت نمبر ۳:

وَعَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ رَكِبَ إِلَى رَيْمٍ فَقَصَرَ الصَّلَاةَ فِي مَسِيرِهِ ذَلِكَ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۸۲۳)

☆ ☆ حضرت سالم بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سوار ہو کر ریم تک گئے تو انہوں نے اپنے اس سفر میں نماز قصر پڑھی۔ اسے مالک (۳۹۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

موطا میں اسے درج ذیل سند سے بیان کیا گیا ہے:

مالك عن ابن شهاب عن سالم بن عبد الله عن أبيه انه ركب الى ريم.... الخ. (موطا مالک: ۳۹۰)

اور بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ ولہ شواہد۔

فائدہ:

امام مالک بن انس مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ چار برد کے قریب فاصلہ ہے۔ (موطا مالک: ۳۹۰)

روایت نمبر ۴:

وَعَنْهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا رَكِبَ إِلَى ذَاتِ النَّصَبِ فَقَصَرَ الصَّلَاةَ فِي مَسِيرِهِ ذَلِكَ.
رَوَاهُ مَالِكٌ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. قَالَ النِّسَبِيُّ وَقَدْ رَوَى عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا خِلَافَ ذَلِكَ.

(آثار السنن: ۸۲۴)

☆ ☆ سالم بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے ہی روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ذات النصب کی طرف سوار ہو کر گئے اور اپنے اس سفر میں نماز قصر پڑھی۔ اسے مالک (۴۹۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ (محقق) نیوی (رحمہ اللہ) نے کہا: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کے خلاف بھی مروی ہے۔

یہ اثر بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ مؤطا میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:
مالک عن نافع عن سالم بن عبد الله ان عبد الله بن عمر رضى الله عنهما ركبا الى ذات
النصب.... الخ. (موطا مالک: ۴۹۱)

فائدہ:

امام مالک بن انس مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ذات النصب اور مدینہ کے درمیان چار برد کا فاصلہ ہے۔ (موطا مالک: ۴۹۱)

روایت نمبر ۵:

عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ أَكْثَى مَا يَقْصُرُ فِيهِ مَالٌ لَهُ بِخَيْبَرَ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ....
قَالَ النِّسَبِيُّ بَيْنَ الْمَدِينَةِ وَخَيْبَرَ ثَمَانِيَةُ بُرُودٍ. (آثار السنن: ۸۲۵)

☆ ☆ نافع رحمہ اللہ راوی ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سب سے کم مسافت جس میں نماز قصر کرتے تھے وہ آپ کی وہ زمین تھی جو خیبر میں ہے۔ اسے عبد الرزاق (۴۳۰۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ (محقق) نیوی (رحمہ اللہ) نے کہا: مدینہ اور خیبر کے درمیان آٹھ برد کا فاصلہ ہے۔

سند:

مصنف میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ روایت کیا گیا ہے:

عبد الرزاق عن ابن جريج قال اخبرني نافع.... الخ. (مصنف عبد الرزاق: ۴۳۰۲)
اس اثر کو متن کے لحاظ سے صحیح قرار دینا مکمل نظر ہے۔

فائدہ:

احناف کے نزدیک سفر شرعی کی مقدار تین دن رات کی مسافت ہے اور تینوں دن صبح سے شام تک چلنا لازم نہیں بلکہ اگر تینوں دن صبح سویرے چلنا شروع کیا جائے اور زوال تک چلا جائے اور پھر پڑاؤ ڈال لیا جائے تو بھی درست ہے اور یہ صاف راستے میں تقریباً اڑتالیس (۴۸) میل بنتے ہیں۔

جبکہ شوافع، حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک سفر شرعی کی مقدار مسافت چار برد ہے ایک برد بارہ (۱۲) میل کا ہوتا ہے تو کل مقدار اڑتالیس (۴۸) میل ہوئی۔ اس اعتبار سے احناف اور مالک ثلاثہ کا موقف ایک دوسرے کے قریب ہے۔ اس لئے اکثر متاخرین نے اڑتالیس میل کو ہی سفر شرعی قرار دیا ہے۔ مالک ثلاثہ کا استدلال مذکورہ بالا روایات سے ہے اور احناف کا استدلال درج ذیل روایات ہیں۔ (بعض اہل ظواہر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث {کان رسول اللہ ﷺ اذا خرج مسیراً ثلاثۃ امیال او ثلاثۃ فراسخ یصلی رکعتین} سے استدلال کرتے ہوئے سفر کی مقدار تین میل مقرر کی ہے لیکن یہ استدلال درست نہیں ہے کیونکہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف تین میل کے سفر پر قصر فرما لیتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ سفر تو تین میل سے زیادہ کا ہوتا تھا لیکن آپ ﷺ تین میل کے فاصلہ پر قصر پڑھنا شروع فرما دیتے تھے)

روایت نمبر ۶:

عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِيٍّ قَالَ أَتَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَسْأَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ عَلَيْكَ يَا ابْنَ طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَاسْأَلُهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمَسَافِرِ وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ.
رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۸۲۶)

☆ ☆ شرح بن ہانی (رحمہ اللہ) نے کہا کہ میں (ام المؤمنین حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ان سے موزوں پر مسح کے بارے میں پوچھوں تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم (علی) ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کیونکہ (انہیں یہ مسئلہ مجھ سے زیادہ معلوم ہے اور) وہ سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہوتے تھے، پس ہم نے ان سے (اس مسئلہ کے بارے میں) پوچھا تو انہوں نے کہا کہ: "رسول اللہ ﷺ نے تین دن، تین رات مسافر کیلئے اور ایک دن ایک رات مقیم کیلئے مدت مقرر کی ہے۔" اسے مسلم (۲۷۶) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۲۷۶، سنن ابن ماجہ: ۵۵۲، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۹۳، مصنف عبدالرزاق: ۷۸۹، مسند الحمیدی: ۳۶، مسند

ابن الجعد: ۲۵۵۶، مسند احمد بن حنبل: ۷۳۷، سنن الدارمی: ۷۴۱، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۶۰۔

اور امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے اسحاق بن ابراہیم حنفلی رحمہ اللہ سے اس نے عبدالرزاق رحمہ اللہ سے اس نے ثوری رحمہ اللہ سے اس نے عمرو بن قیس ملائی رحمہ اللہ سے اس نے حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ سے اس نے قاسم بن مخمرہ رحمہ اللہ سے اور اس نے شریح بن ہانی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ (دیکھئے: صحیح مسلم: ۲۷۶)

یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے اور بلحاظ سند بالاتفاق صحیح و ثابت ہے۔

فوائد و مسائل:

- (۱)۔ سائل کو اپنے بڑے عالم کے پاس جانے کو کہنا، علم چھپانے میں شامل نہیں، بلکہ حقیقت کا اظہار اور دوسرے کے علم و فضل کا اعتراف ہے جس سے تواضع کا اظہار ہوتا ہے۔
- (۲)۔ اس صحیح صریح حدیث سے ثابت ہوا کہ مسح کی مدت مقرر ہے اور یہ مدت مسافر کیلئے مقیم سے زیادہ ہے۔
- (۳)۔ اگر مسافر موزے نہ اتارے تو تین دن، تین رات یعنی بہتر ۷۲ گھنٹے تک اور مقیم ایک دن، رات یعنی چوبیس ۲۴ گھنٹے تک وضو میں پاؤں دھونے کی بجائے صرف مسح پر اکتفاء کر سکتا ہے۔
- (۴)۔ اور یہ مسح کی مدت وضو جاتے رہنے کے بعد پہلے مسح سے شمار کی جائے گی۔
- (۵)۔ ابی بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث جس میں تین دن سے زیادہ مدت کا ذکر ہے، شدید ضعیف ہے۔ اکثر محدثین جیسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ اس کے ضعیف ہونے پر قوی دلائل پائے جاتے ہیں، یہاں تک کہ بعض حضرات نے تو اسے موضوع تک گردانا ہے۔
- (۶)۔ مسح کا طریقہ اس طرح ہے کہ ہاتھ کی پانچوں انگلیوں کو تر کر کے ان کے پوروں کو موزے کے اوپر والی جانب پاؤں کی انگلیوں سے پنڈلی کے آغاز تک کھینچ لیا جائے۔
- (۷)۔ بے وضو ہونے کی صورت میں اگر موزہ اتار لیا جائے تو مسح ٹوٹ جاتا ہے اور اختتام مدت کے بعد بھی ٹوٹ جاتا ہے۔
- (۸)۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سفر شری کی مقدار تین دن رات کی مسافت ہے (جو تقریباً اڑتالیس میل بنتی ہے)۔ کیونکہ اگر تین دن کی مسافت نہ ہو تو پھر مدت مسح پوری نہیں ہوگی۔

روایت نمبر ۷:

وَعَنْ أَبِي هَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ جَعَلَ لِلْبُقِيعِ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَلِلْمَسَايِرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ. رَوَاهُ ابْنُ جَارُودٍ وَآخَرُونَ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (أثار السالكين: ۸۲۷)

☆☆ (حضرت سیدنا) ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کیلئے موزوں پر مسح کیلئے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کیلئے ایک دن رات مدت مقرر فرمائی ہے۔ اسے ابن جارود (۸۷) اور دوسرے حضرات نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

المشتقی لابن الجارود: ۸۷، صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۲، مسند الشافعی: ۸۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۷۸، سنن ابن ماجہ: ۵۵۶، مسند البزار: ۳۶۲۱، صحیح ابن حبان: ۱۳۲۳، سنن الدارقطنی: ۷۴۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۳۳۹۔

اور اسے امام ابو محمد عبد اللہ بن علی بن الجارود نیسابوری رحمہ اللہ نے یعقوب بن ابراہیم دورقی سے اس نے یحییٰ بن معین سے اس نے عبد الوہاب ثقفی سے اس نے مہاجر بن مخلد سے اس نے عبد الرحمن بن ابی بکرہ سے اور اس نے سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (المشتقی لابن الجارود: ۸۷)

یہ حدیث حسن درجہ کی ہے اس کے متعدد شواہد پائے جاتے ہیں۔

روایت نمبر ۸:

وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ الْوَالِيِّ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِلَى كَمْ تُقْصَرُ الصَّلَاةُ فَقَالَ اتَّعْرِفُ السُّوَيْدَاءَ قَالَ قُلْتُ لَا وَلَكِنِّي قَدْ سَمِعْتُ بِهَا قَالَ هِيَ ثَلَاثُ لَيَالٍ قَوَاصِدًا فَإِذَا خَرَجْنَا إِلَيْهَا قَصَرْنَا الصَّلَاةَ. رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي الْأَثَارِ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۸۴۸)

☆☆ حضرت علی بن ربیعہ والی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کتنی مسافت تک نماز قصر کی جائیگی؟ تو انہوں نے فرمایا کیا تم مقام سویداء پہچانتے ہو؟ تو میں نے کہا نہیں لیکن میں نے اس کے بارے میں سنا ہے۔ تو آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”وہ درمیانی رفتار کے ساتھ تین راتوں کا فاصلہ ہے، جب ہم اس کی طرف نکلیں تو نماز قصر پڑھتے ہیں۔ اسے محمد بن الحسن نے کتاب الآثار (۱۹۲) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد میں درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

محمد قال اخبرنا سعيد بن عبيد الطائي عن علي بن ربيعة الوالي قال سألت عبد الله بن عمر رضي الله عنهما..... الخ. (كتاب الآثار لمحمد: ۱۹۲)

یہ اثر بلا غبار بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور اس میں کوئی علت قاذبہ نہیں ہے۔

روایت نمبر ۹:

وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ الْجُعْفِيَّ يَقُولُ إِذَا سَافَرْتَ ثَلَاثًا فَأَقْصِرْ.
رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي الْحُجَّةِ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۸۲۹)

☆ ☆ حضرت امام ابراہیم بن عبد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سويد بن غفله مصلیٰ تابعی رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ”کہ جب تم تین دن کا سفر کرو تو نماز قصر کرو۔“ اسے محمد بن الحسن نے کتاب الحجہ (ج ۱ ص ۱۶۸) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام الفقہاء والمحدثین امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا اسرا ئیل بن یونس قال حدثنا ابراهيم بن عبد الاعلى قال سمعت سويد بن غفلة
الجعفی..... الخ. (کتاب الحجۃ: ج ۱ ص ۱۶۸)

یہ اثر بھی بلا غبار بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور اس میں کوئی علت قادحہ نہیں ہے۔



۱۸۔ باب صَلَاةِ الْجُمُعَةِ

۱۸۔ نماز جمعہ کا بیان

{ غلام، عورت، مریض اور مسافر پر جمعہ واجب نہیں }

۳۴۹۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَيُّوبَ الطَّائِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ الْجُمُعَةُ وَاجِبَةٌ إِلَّا عَلَى الْعَبْدِ وَالْمَرْأَةِ وَالْمَرِيضِ وَالْمُسَافِرِ.

محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ واجب ہے مگر غلام، عورت، مریض اور مسافر پر نہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۹۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۴۹، مصنف عبدالرزاق: ۵۲۰۰، ۵۲۰۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۵۷۹۔

تحقیق:

اس کے تمام راوی ثقہ ہیں البتہ مرسل معتقد ہے۔

۱۔ امام ایوب بن عائد بن مدج الطائی الکونی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۱۷، تاریخ الثقات للعلی: ۱۳۰، الکاشف: ۵۱۹)، ان کی امام غیلان رحمہ اللہ نے متابعت کر رکھی ہے۔ (دیکھئے: کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۹۹)

۲۔ امام ابو حمزہ محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ المدنی ثم الکونی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۵۷۳، تاریخ الثقات للعلی: ۱۳۹۵)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غلام، عورت، مریض اور مسافر پر جمعہ واجب نہیں ہے۔ نیز اس حدیث کی تائید دیگر

احادیث سے بھی ہوتی ہے مثلاً آثار السنن میں منقول ہے:

عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فِي جَمَاعَةٍ إِلَّا عَلَى أَرْبَعَةٍ عَبْدٍ مَمْلُوكٍ أَوْ امْرَأَةٍ أَوْ صَبِيٍّ أَوْ مَرِيضٍ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَاسْنَادُهُ مُرْسَلٌ جَيِّدٌ. (آثار السنن: ۸۸۹)

طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا ہر مسلمان پر لازم اور واجب ہے۔ اس وجوب سے چار قسم کے آدمی مستثنیٰ ہیں: ایک غلام جو کسی کا مملوک ہو، دوسرے عورت، تیسرے لڑکا جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو، چوتھے بیمار۔“ اسے ابوداؤد (۱۰۶۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل جید ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عباس بن عبد العظيم حدثني اسحاق بن منصور حدثنا هريم عن ابراهيم بن محمد بن المنتشر عن قيس بن مسلم عن طارق بن شهاب عن النبي ﷺ.... الخ. (سنن ابی داؤد: ۱۰۶۷)

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا ہے مگر آپ سے کچھ سنا نہیں ہے۔ (سنن ابی داؤد: ۱۰۶۷) اس صورت میں لازمی بات ہے کہ ان کی اس حدیث میں کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا واسطہ ہوگا جسے ذکر نہیں کیا گیا۔ لہذا یہ حدیث مرسل صحابی ہے اور صحابی کی مرسل سب کے نزدیک حجت ہے۔

{ جمعہ کے لئے غسل کرنا افضل ہے }

۳۵۰. يُوْسُفُ عَنْ أَبِيهِ (عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ) عَنْ أَبَانَ ابْنِ أَبِي عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ وَآتَى الْجُمُعَةَ فِيهَا وَنَعِمَتْ وَمَنْ اغْتَسَلَ فَهُوَ أَفْضَلُ.

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص وضو کر کے جمعہ کی نماز کے لیے آیا تو کافی ہے اور اچھا ہے اور جس شخص نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۷۱، مصنف عبدالرزاق: ۵۳۱۳، المستحب من مسند عبد بن حمید: ۱۷۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۷۲۱، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۶۰، کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ: ج ۱ ص ۲۸۶۔

تحقیق:

حسن ہے۔

ابان بن ابی عیاش رحمہ اللہ کی اس روایت کے لیے متابعت موجود ہے۔
(دیکھئے: شرح معانی الآثار للطحاوی: ۷۲۱ وغیرہ)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا غسل مستحب و افضل ہے۔ یہ حدیث سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ چنانچہ آثار السنن میں ہے:

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَهِيَ وَنَعِمَتْ وَمَنِ اغْتَسَلَ فَالْغُسْلُ أَفْضَلُ. رَوَاهُ الثَّلَاثَةُ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ حَدِيثٌ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۹۰۷)

☆ ☆ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے جمعے کے دن وضو کیا تو کافی ہے اور اچھا ہے۔ اور جس نے غسل کیا تو غسل افضل ہے۔“ اسے اصحاب ثلاثہ (نسائی: ۱۳۸۰، ترمذی: ۴۹۷) نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

اسے امام نسائی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل ہے:

اخبرنا ابو الاشعث عن يزيد بن زريع قال حدثنا شعبه عن قتادة عن الحسن عن سمرة.... الخ.

(سنن النسائي: ۱۴۸۰)

یہ حدیث حسن درجہ کی درجہ کی ہے اس کے متعدد شواہد پائے جاتے ہیں۔ مختصر الاحکام للطوسی (۳۳۴/۴۶۷) میں اس حدیث میں سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے حسن بھری رحمہ اللہ کے سماع کی تصریح موجود ہے۔ نیز احناف کے مخالفین میں سے بھی بہت سارے حضرات جیسے ناصر الدین البانی اور زبیر علی زئی وغیرہ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ (مشکاۃ المصابیح بتحقیق الالبانی: ۵۴۰، سنن النسائی بتحقیق الزبیر: ۱۳۸۱)

نیز حضرت عکرمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَنَّ أَكْثَرًا مِّنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ جَاءُوا يَا أَبَنَ عَبَّاسٍ أَتَرَى الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبًا قَالَ لَا وَلَكِنَّهُ أَظْهَرُ وَخَيْرٌ لِّمَنِ اغْتَسَلَ وَمَنْ لَمْ يَغْتَسِلْ فَلَيْسَ عَلَيْهِ وَاجِبٌ وَسَأُخْبِرُكُمْ كَيْفَ بُدِئَ الْغُسْلُ كَانَ النَّاسُ مُجْهُودِينَ يَلْبَسُونَ الصُّوفَ وَيَعْمَلُونَ عَلَى ظُهُورِهِمْ وَكَانَ مَسْجِدُهُمْ ضَيْقًا مُّقَارِبَ السَّقْفِ إِنَّمَا هُوَ عَرِيضٌ فَمَرَجَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي يَوْمٍ حَارٍ وَعَرَى النَّاسُ فِي ذَلِكَ الصُّوفِ حَتَّى تَارَتْ مِنْهُمْ رِيَاحٌ أَدَّى بِذَلِكَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَلَبَّأَوْا جَدَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُوكَ

الرَّجُلُ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِذَا كَانَ هَذَا الْيَوْمَ فَاغْتَسِلُوا وَلَيَمَسَّ أَحَدُكُمْ أَفْضَلَ مَا يَجِدُ مِنْ دُهِنِهِ وَطَيِّبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ثُمَّ جَاءَ اللَّهُ تَعَالَى ذِكْرُهُ بِالْخَيْرِ وَلَيَسُوا غَيْرَ الصُّوفِ وَكَفُّوا الْعَمَلَ وَوَسَّعَ مَسْجِدَهُمْ وَذَهَبَ بَعْضُ الَّذِي كَانَ يُؤْذِي بَعْضَهُمْ بَعْضًا مِنَ الْعَرَقِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالطَّحَاوِيُّ وَقَالَ الْحَافِظُ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۹۰۸)

کہ عراق کی جانب سے کچھ لوگ آ رہے اور کہنے لگے: اے ابن عباس! کیا آپ جمعہ کے غسل کو واجب کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں لیکن یہ زیادہ طہارت کا باعث ہے اور جو غسل کر کے اس کے لیے بہت بہتر ہے اور جو غسل نہ کرے اس پ واجب نہیں ہے۔ اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ غسل کیسے شروع ہوا؟ لوگ محنت و مشقت کیا کرتے تھے، لباس اون کا ہوتا تھا، اپنی پٹیموں پر سامان ڈھوتے تھے اور ان کی مسجد بھی تنگ اور نیچی چھت والی تھی، گویا چھپر سا تھا، تو ایک بار رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، دن گرم تھا اور لوگوں کو ان کے اونٹنی لباسوں میں پسینہ آیا، حتیٰ کہ ان سے نامناسب بوئیں نکلیں اور انہیں ایک دوسرے سے بہت اذیت ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ بو محسوس کی تو فرمایا: ”لوگو! جب یہ (جمعہ کا) دن ہوا کرے تو غسل کیا کرو اور جسے جو عمدہ تیل اور خوشبو مہیا ہوا استعمال کیا کرے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: پھر اللہ تعالیٰ نے حالات میں بہتری پیدا کر دی۔ لوگ اونٹنی لباس چھوڑ کر دوسرے لباس پہننے لگے اور محنت و مشقت کے کاموں سے بھی کفایت ہو گئی، مسجد بھی کھلی ہو گئی اور وہ پسینہ جو ایک دوسرے کے لیے اذیت کا باعث تھا، ختم ہو گیا۔ اسے ابوداؤد (۳۵۳) اور طحاوی نے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

اسے امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبد الله بن مسلمة حدثنا عبد العزيز يعني ابن محمد عن عمرو بن ابی عمرو عن عكرمة.
..... الخ. (سنن ابی داؤد: ۲۵۲)

اور شواہدات و مؤیدات کی بناء پر حسن ہے۔ احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی اور ناصر الدین نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابی داؤد بتحقیق الزبیر: ۳۵۳، مشکاة المصابیح بتحقیق الالبانی: ۵۴۴)

یہ حدیث بھی صریح ہے کہ غسل جمعہ واجب نہیں ہے۔

مزید برآں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مِنَ السُّؤْلِ الْفُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ. رَوَاهُ الْبَلَّازُ وَإِسْنَادُهُ صَوِيحٌ. (آثار السنن: ۹۰۹)

☆ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔ اسے بزار (۱۹۳۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن بشر وابن فضیل قال حدثنا مسعر عن وبرة عن همام بن الحارث قال قال

عبدالله.... الخ. (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۲۰)

اور صحیح و ثابت ہے۔

۲۵۱. یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم أنه قال ما اغتسلت في العیدین قط فأما الجمعة فإن اغتسلت فحسن.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے عیدین کے لیے کبھی بھی غسل نہیں کیا اور جمعہ کا غسل اگر تم کر لو ٹھیک ہے اور اگر نہ کرو تو بھی ٹھیک ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مقصود یہ ہے کہ جمعہ اور عیدین کے لیے غسل کرنا واجب نہیں ہے۔

جمعہ کے دن مسواک کرنا مستحب ہے:

آثار السنن میں منقول ہے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ في الجمعة من الجمع معاشر المسلمين إن هذا يوم جعله الله لكم عيداً فاغتسلوا وعليكم بالسواك. رواه الطبرانی في الأوسط والصغير وإسناده صحيح. (آثار السنن: ۹۱۰)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے اس دن کو تمہارے لئے عید بنایا ہے لہذا اس دن تم غسل کرو اور مسواک کو لازم پکڑو۔“ اسے طبرانی نے المعجم الاوسط (۳۴۳۳) اور المعجم الصغیر (۳۵۸) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام طبرانی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا الحسن بن ابراهيم بن مطرح الخولاني المصري نا يزيد بن سعيد الصباحي نا مالك بن

الس عن سعيد بن أبي سعيد المقبري عن أبيه عن أبي هريرة.... الخ.

(المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۴۴۲)

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:

جمعہ کے دن خصوصیت کے ساتھ مسواک کرنا مسنون ہے۔ اور اس حدیث میں مسواک کا حکم بالاتفاق استحباب کے طور پر آیا ہے۔

جمعہ کے دن خوشبو لگانا مسنون ہے:

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنَ الطُّهْرِ وَيَذِيهُنُ مِنْ ذُحْنِهِ أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبٍ بَيْتِهِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يَفْرِقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَهُ ثُمَّ يَنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۹۱۱)

سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرے اور جہاں تک ہو سکے صفائی پاکیزگی کا اہتمام کرے، اور جو تیل خوشبو اس کے گھر میں ہو وہ لگائے، پھر وہ گھر سے نماز کے لئے جائے اور مسجد میں پہنچ کر اس کی احتیاط کرے کہ جو دو آدمی پہلے سے ساتھ بیٹھے ہوں ان کے بیچ نہ بیٹھے، پھر جو نماز یعنی سنن و نوافل کی جتنی رکعتیں اس کے لئے مقدر ہوں وہ پڑھے، پھر جب امام خطبہ دے تو توجہ اور خاموشی کے ساتھ اس کو سنے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کی اس کی ساری خطائیں ضرور معاف کر دی جائیں گی۔ اسے بخاری (۸۸۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَثْبٍ عَنْ سَعِيدِ الْمَقْبُرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ ابْنِ وَدِيعَةَ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ..... الخ. (صحيح البخاری: ۸۸۳)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا سَلْمَانُ كُلَّ تَدْرِئِي مَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ قُلْتُ هُوَ الَّذِي جَمَعَ اللَّهُ فِيهِ أَبَاكَ أَوْ أَبُوكَ قَالَ لَا وَلَكِنْ أُحَدِّثُكَ عَنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَطَهَّرُ وَيَلْبَسُ أَحْسَنَ ثِيَابِهِ وَيَتَطَيَّبُ مِنْ طِيبٍ أَهْلِهِ إِنْ كَانَ لَهُمْ طِيبٌ وَإِلَّا قَالَبَاءُ ثُمَّ يَأْتِي الْمَسْجِدَ فَيَنْصِتُ حَتَّى يَخْرُجَ الْإِمَامُ ثُمَّ يُصَلِّي إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لَهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى مَا اجْتَنَبْتَ الْمَقْتَلَةَ وَذَلِكَ الذَّهْرُ كُلُّهُ. رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۹۱۲)

سلمان رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے سلمان! کیا تم جانتے ہو کہ جمعہ کا دن کیا ہے؟

میں نے عرض کیا یہ وہ دن ہے جس میں اللہ رب العزت نے آپ کے والد یا کہا والدین کو اکٹھا کیا۔ آپ سنی صحابہؓ نے فرمایا نہیں لیکن میں تم سے جمعہ کے دن کے بارے میں بیان کرتا ہوں جو مسلمان طہارت حاصل کرے اور اچھے کپڑے پہنے اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو خوشبو لگائے ورنہ پانی سے غسل کرے، پھر وہ مسجد آ کر بیٹھ جائے حتیٰ کہ امام خطبہ کے لیے نکل آئے پھر وہ (جماعت کے ساتھ) نماز پڑھے تو اس کا اس کا یہ عمل اس ک لئے جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیانی گناہ کا کفارہ بن جائے گا، جب تک تو قتل سے بچے اور یہ تمام زمانہ (یعنی میں ثواب ملتا) ہے۔ اسے طبرانی (۶۰۸۹) نے روایت کیا ہے اور بیہوشی نے کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث شواہدات و مؤیدات کی بناء پر حسن ہے۔ المعجم الکبیر میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

قال الطبرانی حدثنا محمد بن محمد التمار البصري ثنا ابو الوليد الطيالسي ثنا ابو عوانة عن مغيرة عن زياد بن كليب عن ابراهيم عن علقمة عن قرثع عن سلمان.... الخ.

(المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۰۸۹)

وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَمَسَّ مِنْ طِيبٍ إِنْ كَانَ عِنْدَهُ وَلَيْسَ مِنْ أَحْسَنِ ثِيَابِهِ ثُمَّ خَرَجَ وَعَلَيْهِ الشَّكِينَةُ حَتَّى يَأْتِيَ الْمَسْجِدَ فَيَرْكُعَ إِنْ بَدَّالَهُ وَلَمْ يُؤْذِ أَحَدًا ثُمَّ أَنْصَتَ إِذَا خَرَجَ إِمَامُهُ حَتَّى يُصَلِّيَ كَأَنَّكَ كَفَّارَةٌ لَهُ لِمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْآخِرَى. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّبْرَانِيُّ. (آثار السنن: ۹۱۳)

سیدنا ابویوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو جمعہ کے دن غسل کرے اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو تو خوشبو لگائے اور اچھے کپڑے پہنے پھر وہ سکون سے نکل کر مسجد میں آئے اور اگر ہو سکے تو دو رکعتیں پڑھے اور کسی کو اذیت نہ دے پھر خاموش رہے جب امام خطبہ کیلئے نکلے یہاں تک وہ نماز پڑھ لے تو اس کا یہ عمل اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔ اسے احمد (۲۳۵۷۱) اور طبرانی (۴۰۰۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث شواہدات و مؤیدات کی بناء پر حسن درجہ کی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يعقوب حدثنا ابي عن محمد بن اسحاق حدثني محمد بن ابراهيم التيمي عن عمران بن ابي يحيى عن عبد الله بن كعب بن مالك عن ابي ايوب الانصاري..... الخ.

(مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۵۷۱)

فائدہ:

میسر شدہ عمدہ لباس زیب تن کرنا اور خوشبو لگانا جمعہ کے آداب میں شامل ہے۔

۳۵۲. یُوسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ النَّاسُ عُمَالًا أَنْفُسِهِمْ فَقِيلَ لَهُمْ لَوْ اغْتَسَلْتُمْ.

عمرہ رحمہا اللہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: لوگ خود محنت مزدوری کیا کرتے تھے، ان سے کہا گیا: ”کاش! تم جمعہ کے دن غسل کر لو۔“

۳۵۳. وَحَدَّثَنَا يُوْسُفُ بْنُ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ بِنَحْوِ مِمَّنْ ذَلِكَ.

ایک دوسرے طریق سے بھی کچھ ایسے ہی مروی ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۹۰۳، صحیح مسلم: ۸۴۷، سنن ابی داود: ۳۵۲، مصنف عبدالرزاق: ۵۳۱۵، مسند الحمیدی: ۱۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۰۶، مسند اسحاق بن راہویہ: ۹۸۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۳۳۹، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۶۹۳، صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۵۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابوسعید یحییٰ بن سعید بن قیس الانصاری النجاری المدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۸۳۶، تاریخ الثقات للعلی: ۱۸۰۶)

۲۔ عمرہ بنت عبدالرحمن بن سعد بن زرارہ انصاریہ مدنیہ رحمہا اللہ کتب صحاح ستہ کی ثقہ تابعیہ راویہ ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۷۸۹۵، تاریخ الثقات للعلی: ۲۱۰۴)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ لوگ محنت مزدوری والے تھے اور ان کے پاس جمع پونجی نہ ہوتی تھی بلکہ روز کما کر کھایا کرتے تھے جس کی وجہ سے جمعہ کو بھی انہیں کام کرنا پڑتا تھا اور کام کاج کی وجہ سے ان سے بوائٹھتی تو ان سے کہا کہ گیا کہ کاش! تم جمعہ کے دن غسل کر لو۔ جیسا کہ صحیح مسلم (۸۴۷) کی روایت میں آیا ہے۔

{دیہاتیوں پر جمعہ واجب نہیں}

۳۵۴. يُوْسُفُ بْنُ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ كَثَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ فِي التَّكْبِيرِ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ مِنْ دُبُرِ صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلَى دُبُرِ صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ الذَّحْرِ وَكَانَ يَكْتَبُ فَيَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَزَعَمَ أَبُو حَنِيفَةَ أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ لَا جُمُعَةٌ وَلَا تَشْرِيقٌ إِلَّا فِي مِصْرَ جَامِعٍ.

امام ابوالاحوص رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایام تشریق میں تکبیرات کے بارے میں فرمایا کہ وہ یوم عرفہ کی نماز فجر سے قربانی کے (آخری دن) کی نماز عصر تک ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ تکبیرات ان الفاظ کے ساتھ کہا کرتے تھے: (اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ) اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ اور تکبیرات تشریق نہیں ہیں مگر بڑے شہر میں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ شواہد عند ابن ابی شیبۃ: ۵۶۵۱، ۵۶۵۲ وغیرہ)
امام ابراہیم رحمہ اللہ کے شیخ ”امام ابوالاحوص عوف بن مالک بن نضلہ الأشجعی الکوفی رحمہ اللہ“ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۴۸، تاریخ الثقات للعلی: ۱۳۲۱)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ تشریق کی تکبیرات نوویں ذوالحجہ کی نماز فجر سے لے کر پانچویں دن (یعنی تیرہویں ذوالحجہ) کی نماز عصر تک پڑھی جائیں اور اسی میں احتیاط ہے۔
- ۲۔ شہر سے باہر والوں اور دیہاتیوں پر نماز جمعہ واجب نہیں ہے اور یہ مسئلہ متعدد احادیث سے مستنبط ہے چند احادیث مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُونَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِي فَيَأْتُونَ فِي الْغُبَارِ فَيَصِيبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَى فَيَخْرُجُ مِنْهُمْ الْعَرَى فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنْسَانٌ مِنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِي فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَوْ أَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لَيَوْمِكُمْ هَذَا. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ.

(آثار السان: ۹۰۵)

☆☆ نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ لوگ اپنے ٹھکانوں اور ارد گرد کی بستیوں سے جمعہ کے لیے باری باری آیا کرتے تھے انہیں پسینہ اور غبار لگتا پھر ان سے پسینہ لگتا، تو ان میں سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ ﷺ میرے ہاں تھے تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”کاش تم اپنے اس دن کے لیے غسل کر لیتے۔“ اسے تیخین (بخاری: ۹۰۲، مسلم: ۸۴۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند بالاتفاق صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا احمد بن صالح قال حدثنا عبد الله بن وهب قال اخبرني عمرو بن الحارث عن عبيد الله بن ابي جعفر ان محمد بن جعفر بن الزبير حدثه عن عروة بن الزبير عن عائشة زوج النبي ﷺ... الخ.
(صحيح البخاری: ۹۰۲)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ اس صحیح سند حدیث سے معلوم ہوا کہ شہر سے باہر رہنے والوں پر جمعہ واجب نہیں ہے کیونکہ اگر ان پر واجب ہوتا تو یا تو وہ اپنے یہاں جمعہ پڑھتے، یا سب کے سب مدینہ آ کر جمعہ پڑھتے۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں ثابت نہیں ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ شاہر سے باہر والوں اور دیہاتیوں پر جمعہ واجب نہیں ہے۔
- ۲۔ جمعہ کے روز غسل کرنا مستحب ہے۔

وَعَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ كَانَ أَنَسُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي قَصْرِهَا أَحْيَانًا يُجْتَمِعُ وَأَحْيَانًا لَا يُجْتَمِعُ. رَوَاهُ مُسْنَدُ فِي مُسْنَدِهِ الْكَبِيرِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ وَذَكَرَهُ الْبُخَارِيُّ تَعْلِيْقًا وَزَادَ وَهُوَ بِالزَّوِيَةِ عَلَى فَرْسَخَيْنِ.

(آثار السنن: ۸۹۲)

حمید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ اپنے مکان میں تھے تو کبھی جمعہ پڑھ لیتے اور کبھی جمعہ نہ پڑھتے۔ اسے مسند نے اپنی مسند کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور بخاری (۹۰۱) نے اسے تعلیقاً روایت کیا ہے اور یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں: ”آپ دو فرسخ (تقریباً سولہ کلومیٹر) کے فاصلہ پر مقام زاویہ میں تھے۔“

فائدہ:

یہ اثر بھی اس بات کی دلیل ہے کہ شہر سے باہر والوں اور اہل دیہات پر جمعہ واجب نہیں ہے کیونکہ اگر شہر سے باہر اور اہل دیہات پر جمعہ واجب ہوتا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ ہمیشہ پڑھتے کبھی ترک نہ فرماتے۔

وَعَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ قَالَ شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ عُثْمَانَ فَجَاءَ فَصَلَّى ثُمَّ انْصَرَفَ فَخَطَبَ وَقَالَ إِنَّهُ قَدْ اجْتَمَعَ فِي يَوْمِكُمْ هَذَا عِيْدَانِ فَمَنْ أَحَبَّ مِنْ أَهْلِ الْعَالِيَةِ أَنْ يَنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ فَلْيَنْتَظِرْهَا وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَرْجِعَ فَقَدْ أَذِنْتُ لَهُ. رَوَاهُ مَالِكٌ وَابْنُ أَبِي حَتْمٍ فِي كِتَابِ الْأَصَابِيحِ. (آثار السنن: ۸۹۳)

ابن ازہر کے غلام ابو عبید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز عید کے لیے حاضر ہوا، آپ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور عید کی نماز پڑھائی، پھر نماز سے فارغ ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا: ”بلاشبہ اس دن

تمہارے لیے دو عیدیں (نماز جمعہ اور نماز عید) اکٹھی ہو گئی ہیں، ارد گرد کی بستیوں میں سے جو جمعہ کا انتظار کرنا چاہتا ہے، اسے وہ جمعہ کا انتظار کرے اور جو جانا چاہتا ہے تو میں نے اسے اجازت دے دی ہے۔ اسے مالک (۶۱۳) نے روایت کیا ہے اور بخاری نے کتاب الاضاحی (۵۵۷۲) میں روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا حبان بن موسى اخبرنا عبد الله قال اخبرني يونس عن الزهري قال حدثني ابو عبيد مولی ابن ازهر..... الخ. (صحيح البخاری: ۵۵۷۱)

فائدہ:

جمعہ سے پہلے دیہاتیوں کو واپس جانے کی اجازت دینا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اہل دیہات پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَيْسَ عَلَى أَهْلِ الْقُرَى جُمُعَةٌ إِنَّمَا الْجُمُعُ عَلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ مِثْلِ الْمَدَائِنِ. رَوَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْنَادُهُ مُرْسَلٌ. (آثار السنن: ۸۹۴)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جمعہ دیہات والوں پر واجب نہیں ہے جمعہ تو مدائن جیسے شہروالوں پر ہے۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ (۵۰۶۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل ہے۔

اسے امام ابوبکر رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عباد بن العوام عن عمر بن عامر عن حماد عن ابراهيم عن حذيفة..... الخ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۶۰)

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں البتہ یہ حدیث مرسل ہے مگر امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی رسائلات ائمہ محدثین کے نزدیک صحیح و قابل حجت ہیں۔ (دیکھئے: تدریب الراوی ص ۱۲۳-۱۲۴ مقدمہ نصب الرایہ ص ۳۳ سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱، ص ۱۲۸، نصب الرایہ ج ۱، ص ۵۲، الدرایہ ص ۱۶، مراسیل ابی داؤد ص ۴، تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: ۲۸۹۹) نیز اس حدیث کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کی احادیث سے بھی ہوتی ہے لہذا یہ حدیث مرسل معتضد ہوئی اور مرسل معتضد کو تواحناف کے مخالفین بھی حجت قرار دیتے ہیں مثلاً۔۔۔۔۔

عبدالرحمن مبارکپوری صاحب ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مرسل روایت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

اگر یہ حدیث مرفوعاً غیر محفوظ اور مرسل محفوظ ہے تو بھی حجت ہے کیونکہ حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے اس کا اعتضاد ثابت ہے اور مرسل معتضد کے حجت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

(تحقیق الکلام ج ۱، ص ۹۵ مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان)

عبدالرؤف صاحب ایک روایت کے بارے لکھتے ہیں:

اگر اس بات کو نہ بھی تسلیم کیا جائے تب بھی مرسل حجت ہے کیونکہ اس کی تائید میں مرفوع صحیح روایات ہیں۔
(القول المقبول: ص ۷۰)

عبداللہ روپڑی صاحب ”موسیٰ الجعفی“ کی مرسل روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:
یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے لیکن اس کا احتضاد دیگر طرق سے ثابت ہے لہذا مقبول ہے۔
(فتاویٰ الہدایت ج ۱: ص ۱۱۱)

صادق سیالکوٹی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:
گویہ حدیث مرسل ہے لیکن دوسری مستند احادیث سے ملکر قوی ہو گئی ہے۔ (صلوۃ الرسول ص ۱۸۸)
البانی نے مرسل طاؤس سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:
یہ مرسل معتضد ہے جو بالاتفاق حجت ہے۔ (ارواء الغلیل: ج ۲، ص ۷۱)
زبیر علی زئی صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
محدث العصر، امام الحدیث شیخ ناصر الدین البانی کا مطلب یہ ہے کہ اگر مرسل کا معتبر شاہد ہو تو وہ صحیح ہوتی ہے۔
(حاشیہ عبادات میں بدعات: ص ۱۲۹)
شوکانی ایک مرسل روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

”وهذا وان كان مرسلًا لكنه معتضد بما سبق“ (نیل الاوطار: ج ۲، ص ۲۲۹)
یہ روایت اگرچہ مرسل ہے لیکن سابقہ روایات سے معتضد اور مؤید ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ فِي حَجَّةِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فَأَجَازَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى آتَى عَرَفَةَ فَوَجَدَ الْقُبَّةَ قَدْ ضُرِبَتْ لَهُ بِنَمْرَةٍ فَانْزَلَ بِهَا حَتَّى إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِالْقُصْوَاءِ فَرَجَلَتْ لَهُ فَأَتَى بَطْنَ الْوَادِي لِيُخَاطِبَ النَّاسَ إِلَى أَنْ قَالَ ثُمَّ أَذِنَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. قَالَ النَّيْمِيُّ وَكَانَ ذَلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ.

(آثار السنن: ۹۰۰)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے حج کے بارے میں ایک لمبی حدیث میں مروی ہے، فرمایا: پھر رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے یہاں تک کہ عرفہ تشریف لائے تو آپ نے ایک قبہ دیکھا جو آپ کے لیے مقام نمرہ میں لگا با گیا تھا، آپ اس میں اترے حتیٰ کہ جب سورج ڈھل گیا تو قصوراء (اونٹنی) کے بارے میں حکم دیا تو اس پر کجاوہ ڈال دیا گیا، پھر وادی کے درمیان تشریف لائے، لوگوں کو خطبہ دیا۔۔۔۔۔ یہاں تک فرمایا کہ: پھر اذان دی

پھر اقامت کہی اور ظہر ادا کی پھر اقامت کہی تو عصر ادا کی اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نماز ادا نہیں کی۔ اسے مسلم (۱۲۱۸) نے روایت کیا ہے۔ (محقق) نیوی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ یہ سب جمعہ کے دن ہوا۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۱۲۱۸، سنن ابن ماجہ: ۳۰۷۴، سنن ابی داؤد: ۱۹۰۵، سنن النسائی: ۶۰۴، ۶۵۵، مصنف ابن ابی حمیہ: ۱۳۷۰۵، المستخرج من مسند عبد بن حمید: ۱۱۳۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۵۸۸، ۱۶۳۱، المنہج لابن الجارود: ۴۶۹، صحیح ابن حبان: ۱۳۵۷، المسند المستخرج علی صحیح مسلم: ۲۸۲۷

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ واسحاق بن ابراہیم جمیعاً عن حاتم قال ابو بکر حدثنا حاتم بن اسماعیل المدنی عن جعفر بن محمد عن ابیہ قال دخلنا علی جابر بن عبد اللہ.... الخ.

(صحیح مسلم: ۱۲۱۸)

فائدہ:

یہ واقعہ بروز جمعہ پیش آیا مگر اجتماع کثیر ہونے کے باوجود جمعہ کی نماز ادا نہیں کی گئی جس کی وجہ صرف اور صرف یہی تھی کہ عرفہ شہر یا کوئی بڑا گاؤں نہیں تھا۔ اگر کوئی کہے کہ آپ ﷺ نے مسافر ہونے کی وجہ سے جمعہ ادا نہیں کیا کیونکہ مسافر پر جمعہ لازم نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر مکہ اور مکہ کے ارد گرد سے آنے والے لوگ تو یقیناً مسافر نہ تھے۔ اگر عرفہ جیسے مقام پر بھی جمعہ ادا کرنا ضروری ہوتا تو آپ ﷺ مکہ اور اس کے ارد گرد سے آنے والے لوگوں کو تو کم از کم جمعہ ادا کرنے کا حکم دیتے۔ یا خود ہی پڑھادیتے کیونکہ مسافر پر جمعہ اگرچہ لازم نہیں ہے مگر ادائیگی تو اس کے لیے بھی بالاتفاق درست ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ إِنَّ أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِبَحْرَيْنَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السان: ۹۰۱)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں ادا کی جانے والی جمعہ کی نماز کے بعد سب سے پہلی جمعہ کی نماز بحرین کے (شہر) جواثا میں عبد القیس کی مسجد میں ادا کی گئی۔ اسے بخاری (۸۹۲) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن المثنی قال حدثنا ابو عامر العقیلی قال حدثنا ابراہیم بن طہمان عن ابی جمرۃ الضبعی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما..... الخ. (صحیح البخاری: ۸۹۲)

فائدہ:

قَالَ التَّيْمَوِيُّ إِنَّ هَذَا الْأَكْثَرَ يُسْتَفَادُ مِنْهُ أَنَّ الْجُمُعَةَ تَخْصُ بِالْمَدِينِ كَالْمَدِينَةِ وَجَوَائِثًا وَلَا تَجُوزُ فِي الْقُرَى. (آثار السنن: ۹۰۱)

(محقق) نیوی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ اس اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ جوائثا اور مدینہ جیسے شہروں کے ساتھ خاص ہے اور دیہات میں جائز نہیں ہے۔

بعض حضرات کا جوائثا کو گاؤں یا چھوٹی بستی قرار دے کر اس روایت سے گاؤں اور چھوٹی بستیوں میں جمعہ کے جواز پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ جوائثا زمانہ قدیم سے ایک شہر ہے اور شہر ہونے کی تمام علامتیں اس میں پائی جاتی ہیں بلاذرب کی بڑی کجھور منڈیہاں ہی لگتی تھی۔ مشہور شاعر امرؤ القیس کا کہنا ہے:

ورحنا كانا من جوائثا عشية
تعالى النجاج بين عدل ومحقب

”یعنی ہمارا قافلہ سامان اور شکاروں کو لے کر جب واپس ہوا تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ جوائثا کے تاجروں کا قافلہ ہے جو سامان لے کر جا رہا ہے۔“

جوائثا کے تاجروں کے ساتھ تشبیہ اسی وقت موزوں ہے کہ جب وہ معمولی سا گاؤں نہ ہو۔ امام ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ عمدۃ القاری (ج ۶ ص ۱۸۷) میں لکھتے ہیں کہ اس دور میں جوائثا کے باشندوں کی تعداد چار ہزار سے متجاوز تھی۔ کئی مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ جوائثا میں فوجی چھاؤنی اور قلعے بھی تھے۔ ابو عبید بکری رحمہ اللہ نے اپنی معجم میں اور ابن التین نے شیخ ابوالحسن نخعی رحمہ اللہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جوائثا ایک شہر ہے۔ مبسوط میں بھی لکھا ہے کہ جوائثا ایک شہر ہے۔ (ملخصاً: التعلیق الحسن ص: ۲۵۰، ۲۵۱) لہذا جوائثا کو چھوٹا موٹا گاؤں یا چھوٹی موٹی بستی کہنا غلط ہے۔

باقی بعض حضرات کا یہ کہنا کہ بعض عبارات میں جوائثا کو قریہ کہا گیا ہے تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ مذکورہ بالا دلائل کے پیش نظر ان عبارات میں قریہ سے مراد شہر ہی ہے۔ کلام عرب میں قریہ کا اطلاق جس طرح بستی پر ہوتا ہے اسی طرح بسا اوقات شہر پر بھی ہوتا ہے مثلاً قرآن کریم کی آیت {وَلَا نَزَلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ. الزخرف: ۲۱} میں طائف اور مکہ کو قریہ کہا گیا ہے جبکہ یہ دونوں شہر تھے۔ اسی طرح قرآن کریم کی آیت {وَأَسْأَلُ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا. يوسف: ۸۲} میں ملک مصر کو قریہ کہا گیا ہے۔ مزید برآں نہایہ لابن اثیر، مجمع البحار۔ تاج العروس اور منتخب وغیرہ میں صراحت ہے کہ قریہ گاؤں، دیہات اور شہر کو بھی بولتے ہیں۔ (ملخصاً: التعلیق الحسن ص: ۲۵۰، ۲۵۱)

مزید برآں جب یہ ثابت ہو گیا کہ جوائثا ایک شہر ہے تو اس لحاظ سے یہ حدیث گاؤں میں جمعہ کے جائز نہ ہونے کی دلیل بنتی ہے کیونکہ اگر گاؤں میں جمعہ جائز ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ جوائثا میں سب سے پہلے جمعہ ہوتا، عبدالقیس والوں کا اسلام متاخر

ہے اور اس وقت کافی لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔

بعض غالی احباب کا یہ کہنا کہ اس سے پہلے اور کسی گاؤں کے لوگ مسلمان نہ ہوئے تھے، محض بلا دلیل ہے اور ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا کہنا کہ ”وفد عبدالقیس نے بیان کیا ہے کہ ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان مضر کے کفار حائل ہیں اس لئے ہم آپ کے پاس حرمت والے مہینوں کے سوا نہیں آ سکتے۔ دلیل ہے اس بات کی کہ وہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔“ محض بے معنی ہے کیونکہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مدینہ اور بحرین کے راستہ میں اور کسی گاؤں کے لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ کیونکہ مدینہ اور بحرین کے درمیان بہت فاصلہ ہے اب اگر راستہ میں مدینہ کے قرب کے گاؤں کے مسلمان ہو گئے ہوں اور باقی گاؤں کافر ہوں تب بھی ان کا عذر صحیح ہے۔ اور جب اس سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا تو یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ جو گاؤں ان کے راستے میں نہیں تھے وہ بھی مسلمان نہ ہوئے ہوں، پس یہ دعویٰ محض بے دلیل اور غلط ہے۔

وَعَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَا تَشْرِيقِي وَلَا جُمُعَةٌ إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ.
رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ وَهُوَ أَكْثَرُ صَحِيحٍ. (آثار السنن: ۹۰۲)

ابو عبد الرحمن سلمیٰ رحمہ اللہ راوی ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تکبیرات تشریق اور جمعہ نہیں ہیں مگر بڑے شہر میں۔“ اسے عبد الرزاق، ابو بکر بن ابی شیبہ (۵۰۶۴) اور بیہقی (۶۳۳۰) نے روایت کیا ہے اور یہ اثر صحیح ہے۔ اسے امام ابو بکر رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو معاوية عن الاعمش عن سعد بن عبيدة عن ابي عبد الرحمن السلمي عن علي... الخ.
(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۶۴)

یہ اثر بلا غبار بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ اس کے علاوہ کے بھی اس کے طرق کتب میں موجود ہے۔ امام اعمش رحمہ اللہ کی زبید ایامی رحمہ اللہ نے متابعت تامہ کر رکھی ہے۔ حافظ ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی اس اثر کو صحیح کہا ہے۔ (المحلی: ج ۵ ص ۳۸، فتح الباری: ج ۲ ص ۵۸۱)

فائدہ:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس اثر کی شرح میں لکھا ہے:

ومعناه لا صلاة جمعة ولا صلاة عيد. (فتح الباری: ج ۲ ص ۵۸۱)

اس اثر کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ اور عید کی نماز صرف بڑے شہر میں ہی ہو سکتی ہے۔

مزید برآں یہ اثر حکما مرفوع ہے۔ کیونکہ اس میں رائے اور قیاس کو کوئی دخل نہیں اور صحابی رضی اللہ عنہ کا ہر ایسا قول جس کا تعلق رائے اور قیاس سے نہ ہو وہ حکما مرفوع ہوتا ہے کہ صحابی رضی اللہ عنہ نے یقیناً یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوگی۔

وَعَنِ الْحَسَنِ وَمُحَمَّدٍ أَتَاهُمَا قَالَا الْجُمُعَةُ فِي الْأَمْصَارِ. رَوَاهُ أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۹۰۴)

حسن (بصری) رحمہ اللہ اور محمد (بن سیرین) رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ”جمعہ صرف شہروں میں ہی ہوتا ہے۔“ اسے ابو بکر بن ابی شیبہ (۵۰۶۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔
اسے امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:
حدثنا ابن ادریس عن هشام عن الحسن ومحمد انهما قالا.... الخ. (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۶۱)
اور لمحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔

{ نماز جمعہ سے پہلے اور بعد میں سنتوں کا بیان }

۳۵۵. يَوْسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ أَرْبَعُ قَبْلَ الظُّهْرِ وَأَرْبَعُ قَبْلَ الْجُمُعَةِ وَأَرْبَعُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ لَا يُفْضَلُ بَيْنَهُنَّ بِتَسْلِيمٍ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: ظہر سے پہلے اور جمعہ سے پہلے و جمعہ کے بعد چار (سنتیں) ایک سلام کے ساتھ ہوں گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

جمعہ کی سنتوں اور نوافل کے متعلق دیگر کتب سے چند مزید احادیث مع تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ اغْتَسَلَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَصَلَّى مَا قَدِّرَ لَهُ ثُمَّ أَنْصَتَ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهِ ثُمَّ يُصَلِّيَ مَعَهُ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى وَفَضْلُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۹۳۶)

سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو جمعہ کے دن غسل کرے پھر نماز جمعہ پڑھنے کے لئے آئے پھر جو نماز اس کے لئے مقرر کی گئی ہے پڑھے۔ پھر خاموش رہے حتیٰ کہ امام اپنے خطبہ سے فارغ ہو جائے پھر وہ امام کے ساتھ نماز پڑھے تو اس کے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان گناہ اور مزید تین دن کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اسے مسلم (۸۵۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث لمحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا امية بن بسطام حدثنا يزيد يعني ابن زريع حدثنا روح عن سهيل عن ابيه عن ابي هريرة... الخ. (صحيح مسلم: ۸۵۶)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۹۲۷)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھنا چاہے وہ چار رکعت پڑھے۔“ اسے بخاری کے سوا محدثین کی جماعت نے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثني زهير بن حرب حدثنا جرير ح وحدثنا عمرو الناقد وابو كريب قالوا حدثنا وكيع عن سفيان كلاهما عن سهيل عن ابيه عن ابي هريرة... الخ. (صحيح مسلم: ۸۸۱)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ. (آثار السنن: ۹۳۸)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ نبی ﷺ نے جمعہ کے بعد دو رکعتیں ادا فرماتے تھے۔ اسے محدثین کی جماعت (بخاری: ۱۱۶۵، مسلم: ۸۸۲، ابن ماجہ: ۱۱۳۱، ابوداؤد: ۱۱۳۲، ترمذی: ۵۲۱، ۱۳۲۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة وزهير بن حرب وابن نمير حدثنا سفيان بن عيينة حدثنا عمرو عن الزهري عن سالم عن ابيه... الخ. (صحيح مسلم: ۸۸۲)

وَعَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ إِذَا بِمَكَّةَ فَصَلَّى الْجُمُعَةَ تَقَدَّمَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَلَّى أَرْبَعًا وَإِذَا كَانَ بِالْمَدِينَةِ صَلَّى الْجُمُعَةَ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى بَيْتِهِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَلَمْ يُصَلِّ فِي الْمَسْجِدِ لِقِيلَ لَهُ فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ ذَلِكَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَقَالَ الْعِرَاقِيُّ إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۹۳۹)

☆ عطاء رحمہ اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ وہ جب مکے میں ہوتے، اور جمعہ پڑھتے تو آگے بڑھ کر دو رکعتیں پڑھتے، پھر آگے بڑھتے اور چار رکعتیں پڑھتے اور جب مدینے میں ہوتے اور جمعہ پڑھتے تو اس کے بعد گھر لوٹ جاتے اور دو رکعتیں ادا کرتے اور مسجد میں نہ پڑھتے۔ آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ اسے ابوداؤد (۱۱۳۰) نے روایت کیا ہے اور عراقی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام ابو داود رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبد العزيز ابن ابی رزمة المروزی اخبرنا الفضل بن موسى عن عبد الحميد بن جعفر عن یزید بن ابی حبيب عن عطاء عن ابن عمر..... الخ. (سنن ابی داود: ۱۱۴۰)

یہ حدیث صحیح و ثابت ہے۔ حتیٰ کہ احناف کے مخالفین جیسے زبیر علی زئی اور البانی وغیرہ نے بھی اسے صحیح تسلیم کیا ہے۔

وَعَنْ جَبَلَةَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِسَلَامٍ ثُمَّ بَعْدَ الْجُمُعَةِ كُتِبَتْ ثَمَّ أَرْبَعًا. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

(آثار السنن: ۴۰)

☆ ☆ جبلہ بن سعید بن محکم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ سے پہلے چار رکعات پڑھتے جن کے درمیان سلام کے ساتھ فاصلہ نہ کرتے پھر جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھتے پھر چار رکعات۔ اسے طحاوی (۱۹۶۵) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا فهد قال ثنا علي بن معبد قال ثنا عبيد الله عن زيد عن جبلة بن سعيمة..... الخ.

(شرح معانی الآثار: ۱۹۶۵)

یہ حدیث صحیح و ثابت ہے۔

وَعَنْ خُرْشَةَ بْنِ الْحَزْزِ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ بَعْدَ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ مِثْلَهَا. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۴۱)

خرشہ بن حر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کی نماز کے بعد اس جیسی نماز پڑھنے کو ناپسند کرتے تھے۔ اسے طحاوی (۱۹۸۱) نے روایت کیا ہے۔

اسے امام طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند سے بیان کیا ہے:

حدثنا يزيد بن سنان قال ثنا عبد الرحمن بن مهدي قال ثنا سفيان عن الاعمش عن ابراهيم عن سليمان بن مسهر عن خرشة بن الحز. الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۸۱)

اور لحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:

اس اثر سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے بعد پہلے چار رکعات اور اس کے بعد دو رکعات پڑھنا زیادہ مناسب ہے۔

وَعَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ لَيْثٍ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَلَّى يَوْمَ الْجُمُعَةِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ الْإِمَامَ أَرْبَعَ

رُكْعَاتٍ. رَوَاهُ الظَّهْرَانِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۹۴۲)

☆ ☆ علقمہ بن قیس رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے جمعہ کے دن امام کے سلام پھیرنے کے بعد چار رکعات پڑھیں۔ اسے طبرانی (۹۵۵۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام طبرانی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن النضر ثنا معاوية بن عمرو ثنا زهير ثنا ابو اسحاق عن علقمة بن قيس... الخ.
(المعجم الكبير للطبراني: ۹۵۵۳)

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

وَعَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السَّلْمِيِّ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَأْمُرُنَا أَنْ نُصَلِّيَ قَبْلَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۹۴۳)

☆ ☆ ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم جمعہ کے پہلے چار رکعات ادا کریں۔ اسے عبد الرزاق (۵۵۲۵) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

عن الثوري عن عطاء بن السائب عن أبي عبد الرحمن السلمي... الخ (مصنف عبد الرزاق: ۵۵۲۵)
اور صحیح ہے۔ اس کے شواہدات پائے جاتے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ عَلَّمَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ النَّاسَ أَنْ يُصَلُّوا بَعْدَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا فَلَمَّا جَاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَيْهِمْ أَنْ يُصَلُّوا سِتًّا. رَوَاهُ الظَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۹۴۴)

☆ ☆ ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ ہی بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سکھایا کہ جمعہ کے بعد چار رکعات ادا کریں، پھر جب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے سکھایا کہ چھ رکعات ادا کریں۔ اسے طحاوی (۱۹۷۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يونس قال ثنا سفيان عن عطاء بن السائب عن أبي عبد الرحمن... الخ.

(شرح معالی الآثار للطحاوی: ۱۹۷۹)

یہ اثر بھی بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَكَانَ يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ أَرْبَعًا فَقَدِمَ بَعْدَهُ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَكَانَ إِذَا صَلَّى الْجُمُعَةَ صَلَّى بَعْدَهَا رُكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعًا فَأَعْجَبْنَا بِفِعْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

فَاخْتَرْنَاهُ. رَوَاهُ الظَّحَاوِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۹۳۵)

ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ ہی کہتے ہیں کہ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے تو وہ جمعہ کے بعد چار رکعات ادا کرتے تھے پھر ان کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ آئے تو وہ جب جمعہ کی نماز پڑھتے تو اس کے بعد دو رکعت اور چار رکعات پڑھتے تھے۔ ہمیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہ عمل پسند آیا اس لیے اسے اختیار کر لیا۔ اسے طحاوی (۱۹۸۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابن ابی داود قال ثنا حماد بن یونس قال ثنا اسرئیل عن ابی اسحاق عن ابی عبد الرحمن السلمی.... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۹۸۰) اور صحیح و ثابت ہے۔

وَعَنْهُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مَنْ كَانَ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ سِتًّا. رَوَاهُ الظَّحَاوِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۹۳۶)

ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ سے ہی مروی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ”تم میں سے جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھنا چاہے وہ چھ (یعنی چار اور پھر دو) رکعت پڑھے۔“ اسے طحاوی (۱۹۷۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا یزید بن سنان قال ثنا عبد الرحمن بن مہدی قال ثنا سفیان عن ابی حصین عن ابی عبد الرحمن عن علی رضی اللہ عنہ.... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۹۷۸) یہ اثر لحاظ سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:

مذکورہ احادیث میں سے آثار السنن کی حدیث نمبر ۹۳۰، ۹۳۴، ۹۳۶ چھ رکعات کے شروع کی ہونے کی بھی صریح دلیلیں ہیں لہذا بعض غالی احباب کا چھ رکعات کے شروع ہونے کا انکار کرنا غلط ہے۔

{ جمعہ کے خطبہ کی کیفیت }

۲۵۶. یُؤَسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ عَنْ خُطْبَةِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ لَهُ أَمَا تَقْرَأُ سُورَةَ الْجُمُعَةِ؟ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لَا

أَعْلَمُ قَالَ فَقَرَأَ عَلَيْهِ (وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا بِانْفُسُوا إِلَيْهَا وَتَرَكَوكَ قَائِمًا) الْخُطْبَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَائِمًا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جمعہ کے دن نبی مکرم ﷺ کے خطبہ کی کیفیت کے بارے میں پوچھا، انہوں نے فرمایا کیا تم نے سورہ جمعہ نہیں پڑھ رکھی؟ اس نے کہا کیوں نہیں! لیکن میں سمجھ نہیں سکا، راوی کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی (وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا بِانْفُسُوا إِلَيْهَا وَتَرَكَوكَ قَائِمًا)، (اور جب کچھ لوگوں نے کوئی تجارت یا کوئی کھیل دیکھا تو اُس کی طرف ٹوٹ پڑے، اور تمہیں کھڑا ہوا چھوڑ دیا)۔ لہذا جمعہ کے دن خطبہ کھڑے ہو کر ہے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

جمعہ کی کیفیت وغیرہ کے متعلقہ چند مزید احادیث دیگر کتب سے فوائد اور تحقیق کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَقْعُدُ ثُمَّ يَقُومُ كَمَا تَفْعَلُونَ الْآنَ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ. (آثار السنن: ۴۷)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ نبی ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے پھر بیٹھتے پھر کھڑے ہوتے جس طرح تم لوگ اب کیا کرتے ہو۔ اسے محدثین کی جماعت نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ دَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا..... الخ. (صحيح البخاری: ۹۲۰)

فائدہ:

جمہور اہل علم کے نزدیک خطبہ جمعہ واجب ہے۔ اور حتی المقدور کھڑے ہو کر ہی دینا چاہیے۔

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ يَقْعُدُ بَيْنَهُمَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۴۸)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ دو خطبے دیتے تھے جن کے درمیان بیٹھتے بھی تھے۔ اسے بخاری (۹۲۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا مسدد قال حدثنا بشر بن المفضل قال حدثنا عبيد الله بن عمر عن نافع عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما..... الخ. (صحيح البخاری: ۹۲۸)

فائدہ:

دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا جمہور اہل علم کے نزدیک سنت ہے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ خُطْبَتَانِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيُذَكِّرُ النَّاسَ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۹۳۹)

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

کہ نبی ﷺ کے دو خطبے ہوتے تھے جن کے درمیان آپ بیٹھتے تھے، (ان خطبوں میں) قرآن کریم پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت کرتے تھے۔ اسے بخاری کے سوا محدثین کی جماعت نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا يحيى بن يحيى وحسن بن الربيع وابو بكر بن ابي شيبة قال يحيى اخبرنا وقال الاخران حدثنا ابو الاحوص عن سماك عن جابر بن سمرة..... الخ. (صحيح مسلم: ۸۶۲)

وَعَنْ سِمَاكٍ قَالَ أَنْبَأَنِي جَابِرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُومُ فَيَخْطُبُ قَائِمًا فَمَنْ نَبَأَكَ أَنَّهُ كَانَ يَخْطُبُ جَالِسًا فَقَدْ كَذَبَ فَقَدْ وَاللَّهِ صَلَّيْتُ مَعَهُ أَكْثَرَ مِنْ أَلْفِي صَلَاةٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۹۵۰)

سماک کہتے ہیں کہ مجھے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے خبر دی:

کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہو کر حالت قیام میں ہی خطبہ ارشاد فرماتے۔ پس جس نے تجھے یہ خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے اس نے جھوٹ کہا، اللہ کی قسم میں نے آپ کے ساتھ دو ہزار سے زائد نمازیں پڑھی ہیں۔ اسے مسلم (۸۶۲) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا يحيى بن يحيى اخبرنا ابو خيثمة عن سماك قال انبأني جابر بن سمرة..... الخ.

(صحيح مسلم: ۸۶۲)

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ أَصِلُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَكَانَتْ صَلَاتُهُ قَصْدًا وَخُطْبَتُهُ قَصْدًا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَآخَرُونَ. (آثار السنن: ۹۵۱)

حدثنا حسن بن الربيع وابو بكر بن ابي شيبة قالا حدثنا ابو الاحوص عن سماك عن جابر بن
سمرة..... الخ. (صحيح مسلم: ٨٦٦)

سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کو (قدرے) لمبار کرتے تھے اور خطبہ کو مختصر کرتے تھے۔ اسے نسائی (۱۴۱۴) نے ردایہ: کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔
اسے امام نسائی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وَعَنِ الْحَكَمِ بْنِ حَزْنِ الْكَلْبِيِّ قَالَ قَدِمْتُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ سَابِعَ سَبْعَةٍ أَوْ تَاسِعَ تِسْعَةٍ فَلَبِئْنَا عِنْدَهُ
 أَيَّامًا شَهِدْنَا فِيهَا الْجُمُعَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مُتَوَحِّيًا عَلَى قَوْسٍ أَوْ قَالَ عَلَى عَصَا.....
 الْحَدِيثَ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السان: ۹۵۳)

اسے امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

(سان الی داود: ۱۰۹۶)

اور حسن درجہ کی ہے۔

عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ عَمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ قَالَ رَأَى بَشَرَ بْنَ مَرْوَانَ عَلَى الْمِنْبَرِ رَافِعًا يَدَيْهِ فَقَالَ قَبَّحَ اللَّهُ هَاتَيْنِ الْيَدَيْنِ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَا يَزِيدُ عَلَى أَنْ يَقُولَ بِيَدِهِ هَكَذَا وَأَشَارَ بِأَصْبَعِهِ الْمُسْتَبَحَّةِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَآخَرُونَ. (آثار السلف: ۹۵۵)

حسین بن عبد الرحمن رحمہ اللہ سے روایت ہے:

کہ عمارہ بن رویہ رضی اللہ عنہ نے بشر بن مروان کو (اٹھائے خطبہ میں) ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا تو عمارہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ ان دونوں ہاتھوں کو رسوا کرے، تحقیق میں نے رسول اللہ ﷺ کو (دوران خطبہ) صرف شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اسے مسلم (۸۷۴) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة حدثنا عبد الله بن ادريس عن حصين عن عمارة بن ربيعة قال راي بشر بن مروان..... الخ. (صحيح مسلم: ۸۷۴)

فائدہ:

خطیب اور مقرر کا دوران خطبہ میں اپنے ہاتھ ہلا ہلا کر لوگوں سے خطاب کرنا خلاف سنت اور خلاف ادب جمعہ ہے۔ صرف انہی شہادت سے اشارہ ثابت ہے۔

{ خطبہ کے دوران نماز پڑھنا اور گفتگو کرنا منع ہے }

۳۵۷. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا خَطَبَ الْإِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَانْحَرَفْ إِلَيْهِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جمعہ کے روز جب امام خطبہ دینے لگے تو اس کی طرف پھر جاؤ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۳۵۸. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ رَجُلًا اسْتَقْرَأَ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ آيَةَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَسَكَتَ عَنْهُ حَتَّى إِذَا انْصَرَفَ قَالَ أَمَا إِنَّ حَظَّكَ مِنَ الْجُمُعَةِ مَا سَأَلْتُ عَنْهُ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آیت سیکھنی چاہی، اس وقت امام جمعہ کا خطبہ دے رہا تھا، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ خاموش رہے، جب جمعہ سے فارغ ہوئے تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: جس چیز کے بارے میں تو نے پوچھا تھا، وہ حصہ تمہیں جمعہ میں مل گیا ہے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طریق آخر عند الطبرانی: ۹۵۴۲)

۲۵۹. یُؤَسَّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَكَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ لُثَيْتُ الْعَاطِسَ وَكَرَدْتُ السَّلَامَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: تو جمعہ کے دوران چھینکنے والے کی چھینک اور سلام کا جواب دے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

جمہور نے اس اثر کو اختیار نہیں کیا۔ جمہور کے نزدیک خطبہ نماز کے حکم میں ہے لہذا نہ تو چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دیا جائے اور نہ ہی سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دیا جائے۔ خطبہ کے دوران نماز پڑھنے اور بات چیت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ چند احادیث مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَنْصِتْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَقَدْ لَغَوْتَ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السان: ۹۵۹)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جسے کے دن جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس وقت اگر تم نے اپنے ساتھی سے کہا: خاموش رہو تو تم نے فضول گوئی کی۔“ اسے شیخین (بخاری: ۹۳۴، مسلم: ۸۵۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند بلا طبع صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَقِيلٍ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ..... الخ. (صحيح البخاری: ۹۴۴)

وَعَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ إِنَّ جُلُوسَ الْإِمَامِ عَلَى الْهَيْئَةِ يَفْطَحُ الصَّلَاةَ وَكَلَامُهُ يَفْطَحُ

الْكَلامَ وَقَالَ إِنَّهُمْ كَانُوا يَتَحَدَّثُونَ حِينَ يَجْلِسُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ حَتَّى يَسْكُتَ الْمُؤَذِّنُ فَإِذَا قَامَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ لَمْ يَتَكَلَّمْ أَحَدٌ حَتَّى يَقْضِيَ خُطْبَتَيْهِ بِلَتَيْهِمَا ثُمَّ إِذَا نَزَلَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ الْمِنْبَرِ وَقَطَعَ خُطْبَتَيْهِ تَكَلَّمُوا. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۹۱)

☆ سیدنا ثعلبہ بن ابومالک قرظی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام کا منبر پر بیٹھنا نماز کو ختم کر دیتا ہے اور اس کا خطبہ دینا گفتگو کو ختم کر دیتا ہے۔ اور فرمایا: بلاشبہ لوگ جس وقت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھتے تھے باتیں کر رہے ہوتے تھے یہاں تک کہ مؤذن اذان دے کر خاموش ہو جاتا پھر جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہونے ان کے دونوں خطبے پورے کرنے تک کوئی بات نہیں کرتا تھا پھر جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے اترتے اور اپنے خطبے پورے کر چکے ہوتے تو لوگ آپس میں باتیں کرتے۔ اسے طحاوی (۲۱۷۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يونس قال اخبرني ابن وهب قال اخبرني يونس عن ابن شهاب قال اخبرني ثعلبة بن ابي مالك القرظي..... الخ. (شرح معاني الآثار للطحاوي: ۲۱۷۴)

فوائد و مسائل:

(۱)۔ خطبہ مکمل خاموشی سے سنا چاہیے۔

(۲)۔ خطبے کے دوران میں کسی سے بات کرنا یا اس کی بات کا جواب دینا یا نقل پڑھنا منع ہے۔

(۳)۔ خطبے کے دوران میں حاضرین میں سے کوئی شخص امام سے کوئی ضروری بات کہنا چاہتا ہو تو اجازت ہے، جیسے ایک شخص نے خطبے کے دوران میں آ کر رسول اللہ ﷺ سے بارش کے لیے دعا کی درخواست کی تھی۔

۳۶۰۔ يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ رَجُلًا بَادِيًا لَكَانَ إِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ قَعَدَ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ قَاعِدٌ وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ فِي الْعِيدِ وَأَوَّلَ مَنْ أَذِنَ فِي الْعِيدَيْنِ.

ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ بھاری جسم والے تھے جب منبر پر چڑھتے تو (کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے) بیٹھ جاتے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جنہوں نے اولاً جمعہ کا خطبہ بیٹھ کر دیا۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے پہلے خطبہ (وعظ و نصیحت کرنے) کو اولاً رائج کیا۔ اور آپ ہی نے اولاً عیدین کی نماز کے لیے اذان دلوائی۔

تحقیق:

مرسل، صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

۱۔ بیٹھ کر خطبہ دینا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا معذوری کی بناء پر تھا۔ چنانچہ امام شعبی رحمہ اللہ وغیرہ نے صراحت کی ہے: ”کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے جمعہ کے خطبہ میں بیٹھنے کے لیے لوگوں کے سامنے معذرت کی تھی اور یہ اس وجہ سے تھا کہ وہ سن رسیدہ اور ضعیف ہو چکے تھے۔ (اور جسم بھی بھاری تھا جس کی وجہ سے کھڑے ہو کر خطبہ دینے کی طاقت نہیں رہی تھی)۔“ (تاریخ ابن عساکر: ج ۱۶ ص ۷۳ ۷۴ (مخطوطہ) معاویہ بن ابی سفیان) نیز متعدد محدثین جیسے امام عبدالرزاق رحمہ اللہ، امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ وغیرہ مانے بھی باسند نقل کیا ہے کہ بیٹھ کر خطبہ دینا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا معذوری کی بناء پر تھا۔ (دیکھئے: مصنف عبدالرزاق: ۵۲۶۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۵۸۹۲، ۳۵۷۳۵)۔

لہذا عذر کی وجہ سے جمعہ کا خطبہ بیٹھ کر بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ مزید برآں حالت عذر میں فرض نماز میں قیام جو کہ فرض ہے معذور نمازی سے ساقط ہو جاتا ہے اور جناب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حالت عذر اور تکلیف میں بیٹھ کر نماز ادا کی ہے تو جمعہ کے خطبہ میں قیام فرض نماز کے قیام سے زیادہ اہم نہیں۔ پس نماز میں قیام جب ساقط ہو سکتا ہے تو جمعہ میں بھی بحالت عذر ساقط ہوگا۔ لہذا بعض لوگوں کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حالت عذر کے اس فعل پر اعتراض کرنا درست نہیں۔

۲۔ اس روایت میں ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اولاً نماز عید سے پہلے خطبہ (یعنی وعظ و نصیحت کرنے) کو رائج کیا مگر دیگر بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں ابتداء کرنے والے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ واضح رہے کہ اس طرح کی روایات میں خطبہ سے عید سے پہلے وعظ و نصیحت کے کچھ کلمات مراد ہیں معروف خطبہ مسنونہ مراد نہیں کیونکہ معروف خطبہ مسنونہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد مبارک میں بھی حسب قاعدہ نماز عید کے بعد پڑھا جاتا تھا۔ چنانچہ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے:

”بعض اوقات نماز عید سے پہلے بیشتر لوگ نہیں پہنچ سکتے تھے ان کو نماز عید میں شامل کرنے کے لیے اور ان کے ادراک الصلاۃ کی خاطر نماز عید سے پہلے بطور ہند و نصائح کچھ ارشادات ان حضرات نے حاضرین کے سامنے فرمائے تاکہ اس قلیل سی تاخیر کے ذریعے سے بعد میں آنے والے لوگ نماز میں شامل ہو سکیں۔ (اور پھر نماز عید کے بعد خطبہ مسنونہ پڑھا گیا)۔ (فتح الباری شرح بخاری: ج ۲ باب المشی والركوب الى العيد۔۔۔ الخ)۔

۳۔ عید کی نماز سے پہلے اذان دلوانے سے مراد یہ نہیں کہ عید سے قبل باقاعدہ معروفہ اذان (صلوۃ) جاری کر دی گئی ہو۔ بلکہ اس کا

صحیح مطلب یہ ہے کہ عید کی نماز سے پہلے بعض دفعہ عوام کے شمول کے پیش نظر نماز کے قیام کی اطلاع عام کرائی گئی تاکہ لوگ بروقت نماز میں شریک ہو سکیں۔ راوی نے اسی عمل کو اذان سے تعبیر کر دیا ہے۔

{ جو شخص جمعہ کی ایک رکعت یا اس کا کوئی حصہ پائے تو وہ جمعہ پڑھے }

۳۶۱. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم اَنَّهُ قَالَ مَنْ اَذْرَكَ الْجُمُعَةَ بَعْدَ مَا يَفْرُغُ الْاِمَامُ مِنَ الصَّلَاةِ غَيْرَ اَنَّهُ قَبْلَ اَنْ يُسَلِّمَ فَإِنَّهُ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ وَقَدْ اَذْرَكَ الْجُمُعَةَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جسے امام کے سلام پھیرنے سے پہلے جمعہ کی نماز مل جائے وہ جمعہ کی نماز (یعنی دو رکعات) پڑھے اس نے جمعہ پالیا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اذا سمعتم الاقامة فامشوا الى الصلاة وعليكم السكينة والوقار ولا تسرعوا فما ادرکتہم فصلوا وما فاتکم فأتوا۔ جب تم اقامت سنو تو ایسی حالت میں نماز کو چلو کہ تم مطمئن ہو اور دوڑ و مت۔ پھر جس قدر نماز تم کو مل جائے اسے پڑھ لو اور جو رہ جائے اسے پورا کر لو۔ (صحیح البخاری: ۶۳۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو جمعہ کی نماز کا کچھ حصہ مل جائے خواہ تشہد یا سجدہ سہو ہی ملے اس کو جمعہ مل گیا، وہ امام کے سلام کے بعد جمعہ کی دو رکعت ادا کرے۔ کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے قاعدہ کلیہ بیان فرمایا ہے کہ امام کے ساتھ نماز کا جو حصہ مل جائے اس کو اس کے ساتھ پڑھ لو اور جو رہ جائے اس کو بعد میں پورا کرو، اس میں نماز اور جماعت کا لفظ جمعہ کی نماز اور جماعت کو بھی عام ہے اور ما فاتکم ایک رکعت اور دو رکعت سب کو شامل ہے، پس جس کی دونوں رکعتیں فوت ہو جائیں صرف تشہد پایا ہو وہ بھی اسی نماز کو ادا کرے گا جو فوت ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ فوت جمعہ کی رکعتیں ہوئی ہیں تو وہ جمعہ ہی کی دو رکعتیں پڑھے گا۔

{ جب امام خطبہ نہ دے تو چار رکعات پڑھائے }

۳۶۲. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم اَنَّهُ قَالَ اِذَا لَمْ يَخْطُبِ الْاِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَصَلِّ اَرْبَعًا.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب امام جمعہ کے دن خطبہ نہ دے تو

چار رکعات نماز پڑھائے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۵۱۴ باب الامام لا یخطب یوم الجمعة کم یصلی؛ مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۷۱ الامام اذا لم یخطب یوم الجمعة کم یصلی؛ السنن الکبری للبیہقی: ۵۷۰۴، باب وجوب الخطبة..... الخ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

کیا زوال سے پہلے جمعہ ہے؟

جمہور اہل علم کے نزدیک زوال سے پہلے جمعہ جائز نہیں، جبکہ بعض حضرات کے نزدیک جائز ہے۔ پہلے جواز کے قائلین کے مستدلات مع التحقیق نقل کرتے ہیں اس کے بعد عدم جواز کے دلائل پیش کریں گے۔

جواز کے قائلین کے مستدلات:

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَتَصَرَّفُ وَلَيْسَ لِلْجَيْطَانِ ظِلٌّ نَسْتَظِلُّ بِهِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السان: ۹۱۵)

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جمعہ ادا کرتے تھے، پھر جب ہم جمعے سے فارغ ہو کر اپنے گھروں کو جاتے تو اس وقت دیواروں کا سایہ نہیں ہوتا تھا کہ ہم اس میں بیٹھ کر آرام کر لیں (یا اس سائے میں چل کر گھر پہنچ جائیں)۔ اسے شیخین (بخاری: ۴۱۶۸، مسلم: ۸۶۰) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يحيى بن يعلى المعاربى قال حدثني ابي حدثنا اياس بن سلمة بن الاكوع قال حدثني ابي وكان من اصحاب الشجرة قال كنا..... الخ. (صحيح البخاري: ۴۱۶۸)

فوائد و مسائل:

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کے نئے عہد مبارک میں نماز جمعہ جلد ادا کی جاتی تھی۔ آج کل عموماً اہل بدعت کی مساجد میں بیانات لے لے کیے جاتے ہیں اور جمعے کی نماز کافی دیر سے ادا کی جاتی ہے جو کہ سراسر نبی ﷺ کے عمل

کے مخالف ہے۔

(۲)۔ بعض حنابلہ وغیرہ نے اس حدیث سے زوال سے پہلے جمعہ کے جائز ہونے پر استدلال کیا ہے مگر یہ استدلال غلط ہے کیونکہ ”ظِلُّ نَسْتِظِلُّ“ کی موصوف صفت کی ترکیب سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنا سایہ نہیں ہوتا تھا کہ جس سے پورا سایہ حاصل کیا جاسکے اور وہ دھوپ سے بچنے کیلئے کافی ہو جائے اور ایسا عموماً گرمیوں میں ہوتا ہے۔ لہذا اس حدیث میں مطلق سایہ کی نفی نہیں رہی کہ جس سے قبل الزوال سمجھا جائے۔ مزید برآں صحیح مسلم میں سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث میں زوال ہو جانے کی صراحت موجود ہے چنانچہ صحیح مسلم میں ہے: ”سلمة بن الاكوع قال كنا نجمع مع رسول الله ﷺ اذا زالت الشمس.... الخ.“ (صحیح مسلم: ۸۶۰) لہذا زوال ہو جانے کی صراحت کے ثبوت کے بعد اس حدیث سے زوال سے پہلے جمعہ کے جواز پر استدلال کرنا غلط ہے۔

وَعَنْ سَهْلِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ مَا كُنَّا نَقِيلُ وَلَا نَتَغَدَّى إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ وَزَادَ مُسْلِمٌ فِي رِوَايَةٍ وَأَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. (آثار السنن: ۹۱۶)

☆ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ، انہوں نے فرمایا: ”ہم لوگ دوپہر کا آرام جمعے کے بعد ہی کیا کرتے تھے اور کھانا بھی جمعے کے بعد ہی کھایا کرتے تھے۔ اسے محدثین کی جماعت (بخاری: ۶۲۳۸، مسلم: ۸۵۹، ابن ماجہ: ۱۰۹۹، ابوداؤد: ۱۰۸۶، ترمذی: ۵۲۵، نسائی: ۷۷۹۱) نے روایت کیا ہے اور مسلم نے ایک روایت میں اور احمد و ترمذی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے: ”رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں۔“ یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبد الله بن مسلمة حدثنا ابن أبي حازم عن أبيه عن سهل..... الخ.

(صحیح البخاری: ۶۲۳۸)

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَصِلُّ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْجُمُعَةَ ثُمَّ نَرْجِعُ إِلَى الْقَائِلَةِ فَنَقِيلُ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ خَالٍ. (آثار السنن: ۹۱۷)

☆ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جمعہ کی نماز پڑھ کر پھر قیلولہ کے لیے لوٹتے تھے اور قیلولہ کرتے تھے۔ اسے احمد اور بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ:

ان احادیث سے بھی زوال سے پہلے جمعہ کے جواز پر استدلال کرنا غلط ہے کیونکہ ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عام دنوں میں جو ظہر سے پہلے کھانا کھایا کرتے تھے تو جمعہ کے دن جمعہ کی تیاری میں مشغولی کے سبب جمعہ سے پہلے یہ سب کام نہیں کرتے تھے بلکہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر ہی کھانا کھایا کرتے اور قیلولہ کرتے تھے۔ یعنی ان احادیث میں

قیلولہ اور غداء کے مؤخر کرنے کا ذکر ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ نماز زوال سے پہلے پڑھی جاتی تھی۔

وَعَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَأَلَ مَنِيَّ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ قَالَ كَانَ يُصَلِّي ثُمَّ نَذَّهَبُ إِلَى جَمَاعَتِنَا فَنُحْمِزُهَا إِذَا عَبَدَ اللَّهُ فِي حَدِيثِهِ حِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ يَعْنِي النَّوَاضِحَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(آثار السنن: ۹۱۸)

☆ ☆ جعفر نے اپنے والد رضی اللہ عنہ کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کی نماز کب پڑھاتے تھے تو انہوں نے کہا کہ آپ جمعہ پڑھاتے پھر ہم اپنے اونٹوں کی طرف جاتے اور ان کو آرام کے لیے چھوڑ دیتے۔ (اس حدیث کے راوی) عبد اللہ نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے: ”سورج ڈھل جاتا تو وہ آرام پاتے (یعنی پانی لانے والے اونٹ)۔ اسے مسلم (۸۵۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثني القاسم بن زكريا حدثنا خالد بن مخلد ح وحدثني عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي حدثنا يحيى بن حسان قال جميعا حدثنا سليمان بن هلال عن جعفر عن أبيه.... الخ.

(صحيح مسلم: ۸۵۸)

فائدہ:

”حين تزل الشمس“ سے زوال کے بعد کا ہی وقت مراد ہے، مبالغہ اسے وقت زوال سے تعبیر کیا گیا ہے۔
وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّيْدَانِ السُّلَمِيِّ قَالَ شَهِدْتُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مَعَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَكَانَتْ صَلَاتُهُ وَخُطْبَتُهُ قَبْلَ نِصْفِ النَّهَارِ ثُمَّ شَهِدْتُهَا مَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَكَانَتْ صَلَاتُهُ وَخُطْبَتُهُ إِلَى أَنْ أَقُولَ انْتَصَفَ النَّهَارُ ثُمَّ شَهِدْتُهَا مَعَ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَكَانَتْ صَلَاتُهُ وَخُطْبَتُهُ إِلَى أَنْ أَقُولَ زَالَ النَّهَارُ فَمَارَ أَيُّتُ عَابَ ذَلِكَ وَلَا أَنْكَرُهُ. رَوَاهُ الدَّارِ قُطَيْبِيُّ وَآخَرُونَ وَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ.

(آثار السنن: ۹۱۹)

☆ ☆ عبد اللہ بن سیدان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز جمعہ کے لئے حاضر ہوا تو آپ کی نماز اور آپ کا خطبہ نصف النہار سے پہلے تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا تو ان کی نماز اور خطبہ اس وقت ہوتا کہ میں کہتا کہ نصف النہار ہو چکا ہے، پھر میں عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا تو ان کی نماز اور خطبہ اس وقت ہوتا کہ میں کہتا کہ دن ڈھل چکا ہے تو میں نے کسی کو اسے عیب سمجھتے ہوئے یا انکار کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اسے دارقطنی (۱۶۲۳) اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔

اسے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يزيد بن الحسن بن يزيد البزاز ابو الطيب ثنا محمد بن اسماعيل الحساني ثنا و كيع ثنا جعفر بن برقان عن ثابت بن الحجاج الكلابي عن عبد الله بن سيدان السلمي.... الخ.

(سنن الدارقطني: ۱۶۲۲)

اور بلحاظ سند ضعیف ہے۔ اس کے مرکزی راوی عبد اللہ بن سیدان سلمی رحمہ اللہ کے بارے میں علامہ لا نکالی رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ یہ مجہول ہے جبکہ امام نووی رحمہ اللہ نے خلاصۃ الاحکام میں احکام میں لکھا ہے کہ اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ (ملخصاً: التعلیق الحسن: ص ۲۶۳)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ صَلَّى بِنَا عَبْدُ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْجُمُعَةَ طُمَحَى وَقَالَ خَشِيتُ عَلَيْكُمْ الْحَزَّ. رَوَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْنَادُهُ لَيْسَ بِالْقَوِي. (آثار السنن: ۹۲۰)

☆ ☆ عبد اللہ بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے چاشت کے وقت جمعہ کی نماز پڑھائی اور فرمایا: مجھے تم پر گرمی کا خوف ہے۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ (۵۱۳۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قوی نہیں ہے۔

اسے امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا غندر عن شعبة عن عمرو بن مرة عن عبد الله بن سلمة قال صلى بنا عبد الله..... الخ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۳۴)

اس کی سند قدرے کمزور ہے کیونکہ اس کا راوی عبد اللہ بن سلمہ اگرچہ ذاتی اعتبار سے راست باز تھا مگر اس کا حافظہ متغیر ہوتا تھا۔

وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ صَلَّى بِنَا مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْجُمُعَةَ طُمَحَى. رَوَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَسَعِيدُ بْنُ سُوَيْدٍ كَرَاهُ ابْنُ عَدِي فِي الضَّعْفَاءِ. (آثار السنن: ۹۲۱)

☆ ☆ سعید بن سويد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز جمعہ چاشت کے وقت پڑھائی۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ (۵۱۳۵) نے روایت کیا ہے اور سعید بن سويد رحمہ اللہ کو ابن عدی رحمہ اللہ نے ضعیف راویوں میں ذکر کیا ہے۔

وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ سَعْدٌ يَقِيلُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ. رَوَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْنَادُهُ ضَعِيفٌ. وَهَذَا الْأَثَرُ لَا حُجَّةَ لَهُمْ فِيهِ. (آثار السنن: ۹۲۲)

☆ ☆ مصعب بن سعد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے تھے۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ (۵۱۲۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور اس اثر میں زوال سے پہلے جمعہ کے جواز کے

قائلین کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔

مصنف میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بکر قال حدثنا غندر عن شعبة عن سلمة بن كهيل عن مصعب بن سعد... الخ

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۲۱)

اور صحیح ہے۔

فائدہ:

جو لوگ زوال سے پہلے جمعہ پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں ان لوگوں کی اس مذہب کی تائید میں ہمارے علم کے مطابق ایک بھی صحیح و صریح مرفوع حدیث موجود نہیں ہے۔ چنانچہ احناف کے مخالفین میں سے عبد الجبار غزنوی نے بھی لکھا ہے کہ: صحیح حدیثیں اور چاروں خلیفوں اور ماسوا ان کے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار اسی پر ہیں کہ جمعہ کی نماز کا وقت سورج ڈھلنے کے بعد ہے، اور جو روایتیں اس مضمون کے برخلاف آئی ہیں، وہ سب کی سب ضعیف یا محتمل ہیں جو صحیح روایتوں کا مقابل نہیں کر سکتیں۔ (فتاویٰ غزنویہ: ص ۱۵۵، فتاویٰ علمائے حدیث: ج ۲ ص ۲۵۱)

مخالفین احناف میں سے عبد الرحمن مبارکپوری نے بھی لکھا ہے کہ:

واما ما ذهب اليه بعضهم انها تجوز قبل الزوال فليس فيه حديث صحيح صريح.

(تحفة الاحوذی: ج ۱ ص ۳۶۱)

اور جو بعض لوگوں کا مذہب ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے تو اس مذہب کی تائید میں ایک بھی صحیح اور صریح حدیث نہیں ہے۔

زوال کے بعد جمعہ پڑھنے کے دلائل:

اب زوال کے بعد جمعہ کے شروع ہونے کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ۱:

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَخْبِرْنِي عَمَّا عَلَّمَكَ اللَّهُ وَأَجْهَلُهُ أَخْبِرْنِي عَنِ الصَّلَاةِ قَالَ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اقْضَ عَنْ الصَّلَاةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتَّى تَرْتَفِعَ فَإِنَّهَا تَطْلُعُ حِينَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِينَ يَنْبَغِي سَجْدُهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلَّى فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ فَحُضُورَةٌ حَتَّى يَسْتَقِيلَ الظِّلُّ بِالرُّجُحِ ثُمَّ اقْضَ عَنْ الصَّلَاةِ فَإِنْ حِينَ يَنْبَغِي سَجْرُ جَهَنَّمَ فَإِذَا أَقْبَلَ الْفَيْئُ فَصَلِّ فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ فَحُضُورَةٌ حَتَّى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ اقْضَ عَنْ الصَّلَاةِ حَتَّى تَغْرُبَ

الشَّمْسُ فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَجَيْنَيْهَا تَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَبُو أَحْمَدَ.

(آثار السنن: ۹۲۴)

☆ ☆ سیدنا عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! مجھے اس چیز کے بارے میں بتلائیے جو اللہ نے آپ کو سکھلائی ہے اور میں اس سے بے خبر ہوں، مجھے نماز کے اوقات کے بارے میں بتلائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: صبح کی نماز پڑھ اور پھر نماز سے رک جابج تک کہ آفتاب طلوع ہو کر بلند نہ ہو جائے، اس لئے کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان نکلتا ہے اور اس وقت کافر (یعنی سورج کو پوجنے والے) اس کو سجدہ کرتے ہیں پھر (اشراق کی) نماز پڑھو کیونکہ اس وقت کی نماز مشہودہ ہے (یعنی فرشتے نماز کی گواہی دیتے ہیں) اور اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں یہاں تک کہ (جب) سایہ نیزہ پر چڑھ جائے اور زمین پر نہ پڑھے (یعنی ٹھیک دوپہر ہو جائے) تو نماز سے رک جا کیونکہ اس وقت جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے، پھر جب سایہ ڈھل جائے تو (ظہر کے فرض اور جو چاہے نفل) نماز پڑھ، کیونکہ یہ وقت فرشتوں کی شہادت دینے اور حاضری کا ہے یہاں تک کہ تو عصر کی نماز پڑھ لے، پھر نماز سے رک جا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو جائے کیونکہ آفتاب شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت کفار (یعنی آفتاب کو پوجنے والے) اس کی طرف سجدہ کرتے ہیں۔ اسے مسلم (۸۳۲) اور احمد (۱۷۰۱۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۸۳۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۰۱۳، سنن ابی داؤد: ۱۲۷۷، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۵۵۶، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۳۹۷۱، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۹۶۹، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۵۸۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۳۸۶، مشکاة المصابیح: ۱۰۴۲

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثني احمد بن جعفر المعقري حدثنا النضر بن محمد حدثنا عكرمة بن عمار حدثنا شداد بن عبد الله ابو عمار ويحيى بن ابي كثير عن ابي امامة قال عكرمة ولقي شداد ابا امامة وواثلة وصهب انسا الى الشام واثنى عليه فضلا وخيرا عن ابي امامة قال قال عمرو بن عبسة السلمي.... الخ. (صحیح مسلم: ۸۴۲)

فوائد و مسائل:

(۱)۔ حدیث کے الفاظ ”جب سایہ نیزہ پر چڑھ جائے اور زمین پر نہ پڑے“ کا تعلق مکہ و مدینہ اور ان کے گرد و نواح سے ہے، کیونکہ ان مقامات پر بڑے دنوں میں عین نصف النہار کے وقت سایہ زمین پر بالکل نہیں پڑتا۔

دلیل نمبر ۳:

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

دلیل نمبر ۴:

(حضرت سیدنا) جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے نماز کے وقت کے بارے میں پوچھا، پس جب سورج ڈھلا تو بلال رضی اللہ عنہ نے ظہر کی اذان دی۔ پھر انہیں رسول اللہ ﷺ نے کہا تو انہوں نے نماز کی اقامت کہی اور آپ ﷺ نے نماز پڑھائی۔۔۔۔۔ الخ دیث۔ اسے (امام) طبرانی (رحمہ اللہ) نے (المعجم) الاوسط میں روایت کیا ہے اور (امام) ترمذی (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۷۸۷، مسند الشامیین للطبرانی: ۹۰۷، مجمع الزوائد للبیہقی: ۱۶۸۶۔

اور اسے مشہور ثقہ بالا جماع محدث امام ابوالقاسم طبرانی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کی ہے:

”حدثنا محمد بن هارون ثنا ابراهيم بن مروان بن محمد الطاطري نا ابي نباح بن الوليد

الذماري ثنا المطعم بن المقدم قال سمعت عطاء بن ابي رباح يقول سمعت جابر بن

عبدالله.... الخ.. (المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۷۸۷)

اس کے راویوں کا مختصر سا تعارف درج ذیل ہے:

(۱)۔ امام محمد بن ہارون بن محمد بن بکار دمشقی رحمہ اللہ کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ (دیکھئے: الثقات: ۱۵۷۱۹)

اور امام بیہقی وغیرہ نے اس کی احادیث کی تحسین فرما رکھی ہے۔

(۲)۔ امام ابراہیم بن مروان بن محمد بن حسان اسدی دمشقی طاہری رحمہ اللہ سنن ابی داؤد کے ثقہ راوی ہیں۔ (الکاشف: ۲۰۵)

(۳)۔ امام ابوبکر مروان بن محمد بن حسان اسدی طاہری رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(الجرح والتعديل: ۱۲۵۷)

(۴)۔ امام رباح بن ولید بن یزید بن نمران ذماری رحمہ اللہ سنن ابی داؤد کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۱۸۳۷)

(۵)۔ امام مطعم بن مقدم بن غنیم صنعانی شامی رحمہ اللہ سنن ابی داؤد کے ثقہ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۶۰۰۳)

(۶)۔ امام عطاء بن ابی رباح مکی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے تابعی ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۱۲۷)

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند بالکل صحیح و ثابت ہے۔

فائدہ:

جمعہ کی نماز، ظہر کی نماز کا بدل اور قائم مقام ہے۔ اس لیے جمہور نے مذکورہ بالاتینوں حدیث سے بھی جمعہ کی نماز کے زوال

کے بعد شروع ہونے پر استدلال کیا ہے۔

دلیل نمبر ۵:

وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَجْتَمِعُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ نَرْجِعُ

نَعْتَبِعُ الْفَيْعَ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۹۲۶)

☆☆ سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سورج ڈھل جانے کے

بعد جمعہ کی نماز پڑھتے پھر ہم سایہ تلاش کرتے ہوئے لوٹتے۔ اسے شیخین (مسلم: ۸۶۰، بخاری: ۴۱۶۸) نے

روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا يحيى بن يحيى واسحاق بن ابراهيم قالا اخبرنا وكيع عن يعلى بن الحارث المصائبي عن
اياس بن سلمة بن الاكوع عن ابيه..... الخ. (صحيح مسلم: ۸۶۰)

فائدہ:

اس حدیث میں صراحت ہے کہ نبی ﷺ زوال ہو جانے کے بعد جمعہ پڑھا کرتے تھے۔

دلیل نمبر ۶:

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الْجُمُعَةَ حِينَ تَمِيلُ الشَّمْسُ. رَوَاهُ
الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۹۲۷)

☆ ☆ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ہمیں اس وقت جمعہ کی نماز پڑھاتے جب
سورج ڈھل جاتا۔ اسے بخاری (۹۰۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا سريج بن النعمان قال حدثنا فليح بن سليمان عن عثمان بن عبد الرحمن بن عثمان التيمي
عن انس بن مالك رضي الله عنه..... الخ. (صحيح البخاري: ۹۰۴)

دلیل نمبر ۷:

وَعَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الْجُمُعَةَ فَتَرْجِعُ وَمَا تَجِدُ
فَيْنَا نَسْتَظِلُّ بِهِ. رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي التَّلْخِصِ رِشْدًا حَسَنًا.

(آثار السنن: ۹۲۸)

☆ ☆ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سورج ڈھل جاتا تو رسول اللہ ﷺ جمعہ کی نماز پڑھاتے۔
پھر ہم واپس آتے تو ہمیں سایہ نہ ملتا جس میں ہم چلتے۔ اسے طبرانی نے المعجم الاوسط (۶۴۴۳) میں روایت کیا ہے
اور حافظ ابن حجر نے تلخیص میں کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث شواہدات و مؤیدات کی بناء پر حسن ہے۔ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبد الله بن عرس ثنا يحيى بن سليمان المديني حدثنا سليمان بن بلال عن جعفر
بن محمد عن ابيه عن جابر..... الخ. (المعجم الاوسط للطبراني: ۶۴۴۳)

دلیل نمبر ۸:

وَعَنْ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ أَنَّهُ قَالَ أَرَى طَنْفِيسَةَ لِعَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تُطْرَحُ إِلَى جِدَارِ الْمَسْجِدِ فَإِذَا غَشِيَ الطَنْفِيسَةُ كُلُّهَا ظَلَّ الْجِدَارِ خَرَجَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَصَلَّى الْجُمُعَةَ قَالَ ثُمَّ نَزَجُ بَعْدَ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَتَقِيلُ قَائِلَةَ الضُّحَى. رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمُؤَطَّأِ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۹۲۹)

☆ سیدنا مالک بن ابوعامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عقیل رضی اللہ عنہ کی چادر دیکھی جمعہ کے دن جو مسجد کی دیوار پر ڈالی ہوئی تھی، جب دیوار کا سایہ ساری چادر پر آ جاتا تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نکلتے اور جمعہ کی نماز پڑھاتے پھر نماز جمعہ کے بعد واپس جا کر قیلولہ کرتے۔ اسے مالک نے مؤطا (۱۷) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ مؤطا میں اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

مالك عن عمه ابي سهيل بن مالك عن ابيه انه قال كنت اري طنفسة... الخ. (مؤطا مالك: ۱۷)

دلیل نمبر ۹:

وَعَنْ أَبِي الْقَيْسِ عَمْرِو بْنِ مَرْوَانَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا نَجْتَمِعُ مَعَ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ. رَوَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۹۳۰)

☆ ابو قیس عمرو بن مروان نے اپنے والد کے واسطے سے بیان کیا ہے کہ جب سورج ڈھل جاتا تو ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز جمعہ پڑھتے تھے۔ اسے ابو بکر بن ابی شیبہ (۵۱۳۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

امام ابو بکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا وكيع عن ابي القيس عمرو بن مروان عن ابيه قال.... الخ. (مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۱۳۹)

فائدہ:

مذکورہ بالا تمام احادیث زوال کے بعد جمعہ کے شروع ہونے کی دلیل ہیں۔

جمعہ کے دن نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت:

جمعہ کے دن نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت کے متعلق بھی چند احادیث دیگر کتب سے مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَعْمَالِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ

خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ قُبُضٌ وَفِيهِ التَّفْعَةُ وَفِيهِ الصَّعْقَةُ فَأَكْثَرُوا عَلَى مِنَ الصَّلَاةِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَى قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَيْفَ تُعَرِّضُ صَلَاتَنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ قَالَ يَقُولُونَ بَلَيْتَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ إِلَّا التِّرْمِذِيَّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۹۱۴)

☆ ☆ سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”بیشک تمہارے افضل ترین دنوں میں سے ایک جمعہ ہے اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی میں ان کی وفات ہوئی اور اسی میں نوحہ اولیٰ ہوگا اور اسی میں نوحہ ثانیہ ہوگا۔ سو تم جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کس طرح آپ پر ہمارا درود پیش کیا جائے گا جب کہ آپ ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجساد حرام کر دیئے ہیں (یعنی زمین ان کو نہیں کھاتی)۔ اسے ترمذی کے سوا اصحاب خمسہ (ابوداؤد: ۱۰۴۷، ابن ماجہ: ۱۰۸۵، نسائی برقم: ۱۳۷۴، احمد: ۱۶۱۶۴)

اسانید الحدیث:

اس حدیث مبارکہ کی درج ذیل سندیں ہیں۔

(۱) ما أخبرنا محمد بن عبد الله الحافظ ثنا ابو العباس محمد بن يعقوب ثنا ابو جعفر احمد بن عبد الحميد الحارثي ثنا الحسين بن علي الجعفي ثنا عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابي الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ... الخ (حيات انبياء للبيهقي برقم: ۱۰)

(۲) حدثنا هارون بن عبد الله حدثنا حسين بن علي عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابي الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ... الخ (سنن ابي داؤد برقم: ۱۰۴۷)

(۳) حدثنا حسين بن علي عن عبد الرحمن بن جابر عن ابي الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ... الخ (مصنف ابن ابي شيبة برقم: ۸۱۹۷)

(۴) حدثنا حسين بن علي الجعفي عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابي الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ... الخ (مسند احمد بن حنبل برقم: ۱۶۱۶۲)

(۵) أخبرنا عثمان بن محمد حدثنا الحسين بن علي عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابي الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ... الخ (سان الدار می برقم: ۱۶۱۴)

(٦) حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة قال حدثنا الحسين بن علي الجعفي عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابي الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس قال قال النبي ﷺ... الخ

(سنن ابي داود برقم: ١٥٢١)

(٧) حدثنا ابو بكر ثنا حسين بن علي عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابي الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ... الخ (الاحاد والمثنائين لابن ابي عاصم، ١٥٤٤)

(٨) حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة قال حدثنا الحسين بن علي عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابي الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ... الخ

(سنن ابن ماجه برقم: ١٠٨٥، ١٦٢٦)

(٩) اخبرنا اسحاق بن منصور قال حدثنا حسين الجعفي عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابي الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس عن النبي ﷺ... الخ (سنن النسائي برقم: ١٢٤٢)

(١٠) نا محمد بن العلاء بن كريب نا حسين يعني ابن علي الجعفي ثنا عبد الرحمن بن يزيد عن ابي الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ... الخ

(صحيح ابن خزيمة برقم: ١٤٢٢)

(١١) حدثنا عبد الرحمن بن زياد ابو مسعود الكنانى الايلي قال نا عبد الله بن عبد الله الخزازي الصفار قال نا حسين بن علي الجعفي عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابي الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ... الخ (المعجم الاوسط للطبراني برقم: ٢٤٨٠)

(١٢) حدثنا محمد بن عثمان بن ابي شيبة حدثني ابي ح وحديثي الحسين بن اسحاق التستري قال حدثنا عثمان بن ابي شيبة ثنا حسين بن علي الجعفي عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابي الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ... الخ

(المعجم الكبير للطبراني برقم: ٥٨٩)

(١٣) حدثنا ابو العباس محمد بن يعقوب حدثنا ابو جعفر احمد بن عبد الحميد الحارثي ثنا الحسين بن علي الجعفي ثنا عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابي الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ... الخ (مستدرک حاكم برقم: ١٠٢٩)

(١٤) حدثنا ابو العباس محمد بن يعقوب ثنا ابو البختري عبد الله بن محمد بن شاكر بالكوفة ثنا حسين بن علي الجعفي ثنا عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابي الاشعث الصنعاني عن اوس بن

اوس قال قال رسول الله ﷺ... الخ (مستدرک حاکم برقم: ۸۶۸۳)

(۱۵) اخبرنا ابو عبدالله الحافظ وابو سعيد بن ابی عمرو قالوا حدثنا ابو العباس محمد بن يعقوب حدثنا ابو جعفر بن احمد بن عبد الحميد الحارثي حدثنا الحسين بن علي الجعفي عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابی الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس قال قال لي رسول الله ﷺ... الخ (الدعوات الكبير للبيهقي برقم: ۵۲۵)

(۱۶) حدثنا علي بن عبدالله قال ثنا حسين بن علي الجعفي قال ثنا عبد الرحمن بن يزيد بن جابر سمعته يزكر عن ابی الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس ان رسول الله ﷺ... الخ (فضل الصلوة على النبي ﷺ لابن اسحاق اسماعيل بن اسحاق بن اسماعيل المالكي برقم: ۲۲)

(۱۷) اخبرنا محمد بن ابراهيم الكرجي انبا عبدالله بن عمر بن زاذان انبا احمد بن محمد بن اسحاق ثنا احمد بن شعيب انبا اسحاق بن منصور ثنا حسين الجعفي عن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابی الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس عن النبي ﷺ... الخ

(الترغيب والترهيب لقوام السنة برقم: ۸۹۵)

(۱۸) اخبرنا محمد بن اسحاق بن خزيمة قال حدثنا ابو كريب قال حدثنا حسين بن علي قال حدثنا عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابی الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ... الخ (صحيح ابن حبان برقم: ۹۱۰)

(۱۹) حدثنا احمد حدثنا محمد بن حسان الازرق وسفيان بن وكيع قالوا حدثنا حسين بن علي حدثنا عبد الرحمن بن يزيد بن جابر عن ابی الاشعث الصنعاني عن اوس بن اوس... الخ

(كتاب الجمعة وفضلها لابن بكر احمد بن علي البروزي برقم: ۱۳)

تحقیق الحدیث:

یہ حدیث سیدنا اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے امام ابو الاشعث شراحیل بن آدہ صنعانی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے۔ امام ابو الاشعث شراحیل بن آدہ صنعانی رحمہ اللہ سے امام ابو عتبہ عبد الرحمن بن یزید بن جابر ازدی سلمی دمشقی دارانی رحمہ اللہ اور اس سے امام ابو عبد اللہ حسین بن علی بن ولید جعفی رحمہ اللہ اور اس سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور دیگر کئی اہل علم نے یہ روایت بیان کی ہے۔

یہ حدیث بلا غبار بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے، اس کے راویوں کا مختصر سآعارف درج ذیل ہے۔

(۱) سیدنا اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ صحابی رسول تھے۔ (تقریب برقم: ۵۷۲)

(۲) امام ابوالاشعث شراحیل بن آدہ صنعانی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے تابعی ثقہ راوی تھے۔ (تاریخ الثقات للعلی برقم: ۱۸۹۴)

(۳) امام ابو عبیدہ عبد الرحمن بن یزید بن جابر ازدی سلمی دمشقی دارانی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی تھے۔ (تہذیب الکمال برقم: ۳۹۹۲)

(۴) امام ابو عبد اللہ حسین بن علی بن ولید جعفی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی تھے۔ (تہذیب الکمال برقم: ۱۳۲۴)

(۵) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ، حافظ، فقیہ، حجة راوی تھے۔ (تقریب برقم: ۹۶)

حدیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ ائمہ کرام رحمہم اللہ کی نظر میں:

سندی تحقیق کے بعد اب اس روایت کے متعلقہ ائمہ کرام رحمہم اللہ کی آراء ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ ۴۰۵ھ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

”هذا حديث صحيح على شرط البخاري“

یہ حدیث بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔ (مستدرک حاکم رقم الحدیث: ۱۰۲۹)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

”هذا حديث صحيح على شرط الشيخين“

یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (ایضاً: رقم الحدیث ۸۶۸۳)

(۲) امام ابوزکریا نووی شافعی رحمہ اللہ ۶۷۶ھ کہتے ہیں کہ:

”یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔“ (خلاصۃ الاحکام برقم: ۱۴۴۱، کتاب الاذکار: ص ۱۵۰)

(۳) علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عبد البہادی حنبلی رحمہ اللہ ۷۴۴ھ فرماتے ہیں:

”عن اوس حديثاً صحيحاً. لان رواه كلهم مشهورون بالصدق والامانة والثقة والعدالة.

ولذلك صححه جماعة من الحفاظ كابن حاتم بن حبان، والحافظ عبد الغني المقدسي وابن دحية

وغيرهم. ولم يأت من تكلم فيه وعلله بحجة بينة.“

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کے سارے راوی صدق، امانت، ثقاہت

اور عدالت میں مشہور ہیں۔ اسی لئے حفاظ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے جن میں امام ابن حبان

رحمہ اللہ، حافظ عبد الغنی مقدسی رحمہ اللہ اور ابن دحیہ رحمہ اللہ وغیرہ شامل ہیں اور کوئی شخص ایسا نہیں جس نے اس

حدیث پر حجت اور دلیل سے کلام کیا ہو اور اسے معطل ٹھہرایا ہو۔ (الصارم المنکلی: ص ۱۸۴)

(۴) حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ ۸۷۳ھ لکھتے ہیں کہ:

”علی شرط البخاری“

کہ یہ حدیث بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔ (تخصیص علی المستدرک رقم الحدیث: ۱۰۲۹)

ایک دوسری جگہ کہتے ہیں کہ:

”علی شرط البخاری ومسلم“

یہ بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (ایضاً: رقم الحدیث ۸۶۸۳)

(۵) حافظ محمد بن ابی بکر ابن قیم رحمہ اللہ ۷۵۱ھ فرماتے ہیں:

”ومن تأمل هذا الاسناد لم يشك في صحته لشدة روايته وشهرتهم وقبول الائمة احاديثهم“

جو شخص بھی اس روایت کی اسناد میں غور کرے گا تو اسے اس کی صحت میں کوئی شک نہیں ہوگا کیونکہ اس کے تمام راوی

ثقہ اور مشہور ہیں اور ائمہ کرام رحمہم اللہ نے ان کی احادیث کو قبول کیا ہے۔ (جلاء الافہام ص ۳۹ برقم: ۶۲)

(۶) حافظ ابن کثیر دمشقی رحمہ اللہ ۷۴۴ھ تفسیر ابن کثیر تحت لایۃ ”ان الله وملئكته يصلون“ میں امام ابن خزیمہ، امام

ابن حبان، امام دارقطنی اور امام نووی رحمہم اللہ کے حوالے سے اس حدیث کو صحیح لکھتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۷۳)

(۷) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ نے بھی امام حاکم رحمہ اللہ وغیرہ کے حوالے سے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(فتح الباری: ج ۱۱ ص ۲۰۰)

(۸) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ۱۰۵۲ھ بھی صحیح کہتے ہیں۔ (دیکھئے: مدارج النبوة: ج ۲ ص ۹۲۰)

(۹) امام اہل السنۃ شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ ۱۴۳۰ھ لکھتے ہیں کہ:

اصول حدیث کے رو سے یہ روایت بھی بالکل صحیح ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ (تسکین الصدور: ص ۳۱۰)

(۱۰) جلیل القدر ثقہ و صدوق امام ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ ۸۵۵ھ لکھتے ہیں کہ:

”صع عنه ان الارض لا تاكل اجساد الانبياء عليهم الصلوة والسلام“

آنحضرت ﷺ سے صحیح طور پر یہ ثابت ہو چکا ہے، آپ نے فرمایا کہ زمین حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ

والسلام کے اجساد کو نہیں کھاتی۔ (عمدة القاری: ج ۶ ص ۶۹)

(۱۱) علامہ عبد الغنی نابلسی رحمہ اللہ حسن صحیح کہتے ہیں۔

(ترجمان السنۃ ج ۳ ص ۲۹۷، والقول الہدیٰ ص ۱۱۹ بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۰۹)

تعمیہ:

احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ ابوطی البیضا بوری، ابواحمد بن عدی، ابن مندۃ، عبد الغنی بن سعید،

ابو یعلیٰ الخلیلی، ابو علی ابن السکن اور ابو بکر خطیب نے سنن نسائی کو صحیح کہا ہے۔ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام: ص ۵۲) اور حدیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ چونکہ سنن نسائی میں موجود ہے۔ لہذا بقول علیزی یہ حدیث درج ذیل اماموں کے نزدیک بھی صحیح ہے:

(۱۲) امام ابو علی النیسابوری رحمہ اللہ ۳۴۹ھ

(۱۳) امام ابواحمد بن عدی رحمہ اللہ ۳۶۵ھ

(۱۴) حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ ۳۹۵ھ

(۱۵) امام عبدالغنی بن سعید رحمہ اللہ ۴۰۹ھ

(۱۶) امام ابو یعلیٰ خلیلی رحمہ اللہ ۴۴۶ھ

(۱۷) امام ابو علی ابن السکن رحمہ اللہ ۴۵۳ھ

(۱۸) امام ابو بکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ ۴۶۳ھ

(۱۹) زیر بحث حدیث مسند احمد میں بھی موجود ہے، اور زبیر علی زئی نے تسلیم کیا ہے کہ حافظ ابو موسیٰ محمد بن ابی بکر مدینی رحمہ اللہ نے مسند احمد کو صحیح کہا ہے۔ (ملخصاً: ماہنامہ الحدیث ش نمبر ۵۰ ص ۴۳) لہذا بقول علی زئی یہ حدیث مسند احمد میں موجود ہونے کی وجہ سے حافظ ابو موسیٰ محمد بن ابی بکر مدینی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی صحیح ہے۔

(۲۰) زبیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا ہے کہ:

حافظ ابو طاہر السلفی نے کتب خمسہ کے بارے میں کہا کہ مشرق و مغرب کے علماء کا ان کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔

(بلفظ تحقیقی مقالات: ج ۲ ص ۲۸۱)

اس سے معلوم ہوا کہ کتب خمسہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ترمذی، سنن ابی داؤد) میں سے سنن ابی داؤد اور سنن نسائی میں حدیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ موجود ہونے کی وجہ سے بقول علی زئی حافظ ابو طاہر السلفی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حدیث مشرق و مغرب کے علماء کے ہاں اتفاقی طور پر صحیح ہے۔

(۲۱) امام نسائی رحمہ اللہ ۳۸۳ھ نے حدیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کو سنن نسائی میں ذکر کیا ہے اور ارشاد الحق اثری غیر مقلد کے نزدیک امام نسائی رحمہ اللہ کا اپنی سنن میں کسی حدیث کو محض ذکر کرنا ہی امام نسائی رحمہ اللہ کے نزدیک اس حدیث کے صحیح یا حسن ہونے کی دلیل ہے۔

چنانچہ اس نے ایک روایت کے ذیل میں لکھا ہے کہ:

عرض ہے کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو سنن میں ذکر کیا ہے، اس لئے ان کے نزدیک بھی یہ حسن یا صحیح

ہے۔ (بلفظ توضیح الکلام: ص ۳۳)

لہذا ثابت ہوا کہ ارشاد الحق اثری غیر مقلد کے بقول حدیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ امام نسائی رحمہ اللہ کے نزدیک

حسن یا صحیح ہے۔

(۲۲) امام ابو داؤد رحمہ اللہ ۲۷۵ھ نے مذکورہ حدیث کو سنن ابی داؤد میں ذکر کر کے سکوت فرمایا ہے۔ اور امام موصوف کا سکوت اختیار کرنا ہی اثری غیر مقلد کے بقول ان کے نزدیک اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

(۲۳-۲۴) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ نے اپنی کتاب ”صحیح ابن حبان“ میں اور حافظ ابن خزیمہ رحمہ اللہ ۳۱۱ھ نے ”صحیح ابن خزیمہ“ میں حدیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ نقل کی ہے۔ اور زبیر علیزئی غیر مقلد کے بقول ان حضرات کا اپنی مذکورہ کتب میں اس حدیث کا نقل کرنا ہی ان کے نزدیک اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً: تعداد رکعات قیام رمضان ص ۱۷، ۱۸۔ مقالات علیزئی ج ۱ ص ۵۲۸ وغیرہ)

سندی تحقیق اور ائمہ کرام رحمہم اللہ کی گواہیوں سے واضح ہو گیا کہ یہ حدیث ڈنکے کی چوٹ پر صحیح و ثابت ہے۔

اعتراض:

اسماعیل سلفی نے بعض کتب کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس روایت کا راوی عبد الرحمن بن یزید بن جابر رحمہ اللہ نہیں (جو ثقہ ہے) بلکہ عبد الرحمن بن یزید بن تمیم ہے (جو منکر الحدیث ہے) اور راوی حدیث حسین جعفی رحمہ اللہ نے غلطی سے تمیم کی بجائے جابر کہہ دیا ہے (جس پر دلیل یہ ہے کہ) حسین جعفی رحمہ اللہ کا عبد الرحمن بن یزید بن جابر رحمہ اللہ سے سرے سے سماع ہی ثابت نہیں ہے۔ (ملخصاً: مسئلہ حیات النبی ﷺ ص ۳۷-۳۸) نیز زبیر علی زئی نے بھی اس روایت کا راوی عبد الرحمن بن یزید بن جابر رحمہ اللہ کی بجائے عبد الرحمن بن یزید بن تمیم مانتے ہوئے اس حدیث کو بلحاظ سند ضعیف کہا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابی داؤد تحقیق علیزئی ج ۱ ص ۷۴۹)

الجواب:

اولاً..... اس پورے اعتراض کی بنیاد اس بات پر ہے کہ حسین جعفی رحمہ اللہ کا عبد الرحمن بن یزید بن تمیم رحمہ اللہ سے سماع ثابت ہے اور عبد الرحمن بن یزید بن جابر رحمہ اللہ سے ثابت نہیں، اور یہ روایت چونکہ حسین مذکور نے براہ راست عبد الرحمن سے نقل کی ہے لہذا اس روایت کے راوی عبد الرحمن بن یزید بن تمیم رحمہ اللہ ٹھہرے نہ کہ عبد الرحمن بن یزید بن جابر رحمہ اللہ۔ مگر اس سلسلے میں پہلی گزارش تو یہ ہے کہ امام حسین جعفی رحمہ اللہ ۱۱۹ھ یا ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۳ھ یا ۲۰۴ھ میں فوت ہوئے، جبکہ امام عبد الرحمن بن یزید بن جابر رحمہ اللہ کی وفات ۱۵۴ھ میں ہے، جس سے معلوم ہوا کہ حسین جعفی رحمہ اللہ کا امام عبد الرحمن بن یزید بن جابر رحمہ اللہ سے سماع اور لقاء دونوں ممکن ہیں اور سماع اور لقاء دونوں کا ممکن ہونا ہی علماء غیر مقلدین کے بقول اتصال سند کیلئے کافی ہے، ثبوت سماع ضروری نہیں۔

چنانچہ محمد گوندلوی ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

باقی رہا یہ اعتراض کہ محمول کا سماع محمود سے ثابت نہیں عدم ثبوت صحت حدیث کے منافی نہیں کیونکہ صحت حدیث کیلئے صرف استاد اور شاگرد کی ملاقات کا ممکن ہونا کافی ہے عدم ثبوت سے نفی لازم نہیں آتی۔ (خیر الکلام: ص ۱۶۷) ارشاد الحق اثری لکھتا ہے:

اور اصول حدیث کا یہ قاعدہ ہے کہ اتصال سند کے لئے امکان لقاء ہی کافی ہے جیسا کہ امام مسلم نے کہا ہے۔ (توضیح الکلام ج ۲ ص ۵۹۱)

عبدالرحمن مبارکپوری لکھتا ہے:

کہ اتصال سند کے لئے معاشرت شرط ہے اور معاشرت کا مطلب عند الحدیث یہ ہے کہ راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات ممکن ہو۔ (ایکاز الحسن: ص ۱۳۵-۱۳۶)

الغرض جب حسین جعفی رحمہ اللہ اور عبدالرحمن بن یزید بن جابر رحمہ اللہ کے درمیان سماع اور ملاقات دونوں ممکن ہیں اور یہی اتصال سند اور صحت حدیث کے لئے اسماعیل سلفی اور زبیر علی زئی صاحب کے اکابرین کے بقول کافی ہے ثبوت سماع ضروری نہیں۔ تو پھر محض عدم ثبوت سماع کا بہانہ بنا کر بغیر کسی قوی دلیل کے خصوصاً اس حدیث کی سندوں میں ابن جابر کی تصریح ہونے کے باوجود اس سے ابن تیم مراد لینا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

ثانیاً..... متعدد ائمہ کرام رحمہم اللہ نے صراحت کر رکھی ہے کہ حسین جعفی رحمہ اللہ نے ابن جابر رحمہ اللہ سے سماع کیا ہے مثلاً..... حافظ ابن قیم رحمہ اللہ ۷۵۱ھ فرماتے ہیں کہ حسین جعفی رحمہ اللہ نے ابن جابر رحمہ اللہ سے سماع کیا ہے۔

(جلاء الافہام: ص ۳۷)

امام دارقطنی رحمہ اللہ ۳۸۵ھ کہتے ہیں:

”سماع حسین من ابن جابر ثابت“

کہ حسین رحمہ اللہ کا ابن جابر رحمہ اللہ سے سماع ثابت ہے۔ (القول البدیع: ص ۱۱۹)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۷۴۸ھ لکھتے ہیں:

”سمع... عبدالرحمن بن یزید بن جابر“

کہ حسین رحمہ اللہ نے ابن جابر رحمہ اللہ سے سماع کیا ہے۔ (تاریخ اسلام برقم: ۸۷، سیر اعلام النبلاء برقم: ۱۲۹)

ثالثاً..... فضائل الاوقات للسیہقی، فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ لابن اسحاق المالکی، صحیح ابن حبان، کتاب الجمعة وفضلہا لابن بکر احمد بن علی، المستدرک للحاکم، اور حیات الانبیاء للسیہقی کی روایات میں حسین جعفی رحمہ اللہ کے ابن جابر رحمہ اللہ سے سماع اور لقاء کی تصریح موجود ہے۔ ملاحظہ ہو:

(۱) اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ، حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب، حدثنا احمد بن عبد الحمید

الحارثی، حدثنا حسین بن علی الجعفی، حدثنا عبدالرحمن بن یزید بن جابر، عن ابی الاشعث الصنعانی، عن اوس بن اوس، قال قال ﷺ وذکر يوم الجمعة:

”من غسل واغتسل وغدا وابتکر ودنا وانصت واستمع غفر له ما بینہ وبين الجمعة وزيادة ثلاثة ايام. ومن مس الحصى فقد لغا.“ (فضائل الاوقات للبيهقي برقم: ۲۶۹)

(۲) حدثنا احمد حدثنا محمد بن حسان الازرق وسفيان بن وكيع قال حدثنا حسين بن علي حدثنا عبدالرحمن بن يزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس... الخ (كتاب الجمعة وفضلها لابن بكر احمد بن علي المروزي برقم: ۱۳)

(۳) اخبرنا محمد بن اسحاق بن خزيمة قال حدثنا ابو كريب قال حدثنا حسين بن علي قال حدثنا عبدالرحمن بن يزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ... الخ (صحيح ابن حبان برقم: ۹۱۰)

(۴) حدثنا ابو العباس محمد بن يعقوب حدثنا ابو جعفر احمد بن عبد الحميد الحارثي ثنا الحسين بن علي الجعفی ثنا عبدالرحمن بن يزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ... الخ (مستدرک حاكم برقم: ۱۰۲۹)

(۵) حدثنا ابو العباس محمد بن يعقوب ثنا ابو البختري عبد الله بن محمد بن شاكر بالكوفة ثنا حسين بن علي الجعفی ثنا عبدالرحمن بن يزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ... الخ (مستدرک حاكم برقم: ۸۶۸۴)

(۶) حدثنا علي بن عبد الله قال ثنا حسين بن علي الجعفی قال ثنا عبدالرحمن بن يزید بن جابر سمعته يزكر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس ان رسول الله ﷺ... الخ (فضل الصلوة على النبي ﷺ لابن اسحاق اسماعيل بن اسحاق بن اسماعيل المالكي برقم: ۲۲)

(۷) ما اخبرنا محمد بن عبد الله الحافظ ثنا ابو العباس محمد بن يعقوب ثنا ابو جعفر احمد بن عبد الحميد الحارثي ثنا الحسين بن علي الجعفی ثنا عبدالرحمن بن يزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ... الخ (حيات انبياء للبيهقي برقم: ۱۰)

لیجئے.....! ان روایات نے تو زیر بحث اعتراض کے غبارے سے ساری ہوا سی نکال دی۔ ان واضح تصریحات سماع کے باوجود اب بھی اگر کوئی عدم سماع کا اعتراض نقل کرتا ہے تو اس کا علاج کسی دماغی ہسپتال میں کرانا چاہیے۔
رابعاً.....! ائمہ کرام رحمہم اللہ کی ایک جماعت نے بھی زیر بحث اعتراض کا خوب رد کیا ہے مثلاً.....

(۱) حافظ ابن قیم رحمہ اللہ ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

”ان حسین بن علی الجعفی قد صرح بسماعه له من عبد الرحمن بن یزید بن جابر قال ابن حبان فی صحیحہ ثنا ابن خزیمہ ثنا ابو کریب ثنا حسین بن علی ثنا عبد الرحمن بن یزید بن جابر فصرح بالسماع منه وقولهم انه ظن انه ابن جابر وانما هو ابن تمیم فغلط فی اسم جدہ بعید فانه لم یکن یشتبه علی حسین هذا بهذا مع نقده وعلیه بہما وسماعہ منہما۔“ (جلاء الافہام: ص ۲۴)

کہ حسین بن علی جعفی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت انہوں نے عبد الرحمن بن یزید بن جابر رحمہ اللہ سے سنی ہے چنانچہ ابن حبان رحمہ اللہ اپنی صحیح میں فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو کریب رحمہ اللہ نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حسین بن علی رحمہ اللہ نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبد الرحمن بن یزید بن جابر رحمہ اللہ نے بیان کیا تو اس سند میں انہوں نے ان سے سماع کی تصریح کی ہے۔ رہا معترضین کا یہ قول کہ عبد الرحمن کے دادا ابن جابر رحمہ اللہ میں حسین رحمہ اللہ سے غلطی واقع ہو گئی ہے کہ ابن تمیم رحمہ اللہ کا انہوں نے ابن جابر رحمہ اللہ بنا دیا ہے تو یہ بہت بعید سی بات ہے حسین بن علی رحمہ اللہ پر اس میں کوئی اشتباہ نہ تھا وہ تنقید کی اہلیت بھی رکھتے تھے اور دونوں کو بخوبی جانتے بھی تھے اور دونوں سے سماعت بھی کی ہے۔

(۲) ثقہ و صدوق امام ملا علی القاری رحمہ اللہ ۱۰۱۴ھ کہتے ہیں:

قال ابن دحیة انه صحیح بنقل العدل عن العدل ومن قال انه منکر او غریب بعلة خفیفة فقد استروح لان الدار قطنی ردھا۔ (مرقات: ج ۲ ص ۲۱۰)

کہ محدث ابن دحیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ عادل راویوں نے عادل راویوں سے یہ نقل کی ہے جس نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث علت خفیفة کی وجہ سے منکر یا غریب ہے تو اس نے بالکل غلطی بات کہی ہے، امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کا خوب رد کیا ہے۔

(۳) امام سخاوی رحمہ اللہ ۹۰۲ھ اس علت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”لکن قد رد هذه العلة الدار قطنی وقال ان سماع حسین من ابن جابر ثابت والی هذا جنح الخطیب۔“ (القول البدیع: ص ۱۱۹)

لیکن اس علت کو امام دارقطنی رحمہ اللہ نے رد کیا ہے اور فرمایا ہے کہ حسین رحمہ اللہ کا ابن جابر رحمہ اللہ سے سماع ثابت ہے اور اسی تحقیق کی طرف امام ابو بکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ مائل ہوئے ہیں۔

(۴) حاطب ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ نے بھی اس اعتراض کا رد کیا ہے۔ (دیکھئے: فتح الباری پ ۲۶ ص ۵۸)

خلاصاً..... پھر اس مقام پر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ حدیث جن سندوں سے مروی ہے ان میں کئی ایک مثلاً مسند احمد، سنن

دارمی، سنن ابن ماجہ، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، معجم کبیر طبرانی، مستدرک حاکم، فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ، صحیح ابن حبان، حیات انبیاء وغیرہ کی سند میں ابن جابر رحمہ اللہ کی تصریح ہے، مگر اس کے باوجود زبیر علی زئی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کے لئے علل الترمذی لابن رجب وغیرہ کے حوالے سے لکھ مارا ہے کہ اس کا راوی ابن تمیم ہے نہ کہ ابن جابر۔ (دیکھئے: سنن ابی داؤد تحقیق علی زئی: ج ۱ ص ۷۹) حالانکہ زبیر علی زئی سمیت دیگر معترضین میں سے بھی کسی نے کوئی ایسی صحیح سند پیش نہیں کی جس میں ابن تمیم کی تصریح ہو۔ اور خود زبیر علی زئی صاحب ہی ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

بغیر سند کے کسی کی بات کی ذرہ برابر بھی حیثیت نہیں ہے۔ (نور العینین: ص ۳۶)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

حافظ ذہبی ہوں یا حافظ ابن حجر یا کوئی اور، بے سند جرح و تعدیل معتبر نہیں ہے۔ جب امام بخاری کی بے سند بات حجت نہیں ہے تو امام ترمذی کی بے سند بات کس شمار و قطار میں ہے؟۔ سیوطی، ابن عبدالبر، قاسم بن قطلوبغا اور الجزازی وغیرہم کے بے سند و بے ثبوت حوالے مردود ہیں۔ (مقالات علی زئی: ج ۳ ص ۵۶، ۵۷، ۶۲) الغرض مذکورہ اعتراض بالکل غلط و مردود ہے، اور حدیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔

فوائد و مسائل:

امام السنن حضرت مولانا شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ ۱۴۳۰ھ لکھتے ہیں کہ جو امور اس صحیح حدیث سے بلا کسی ضمیمہ کے حاصل ہوتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) آنحضرت ﷺ پر زندگی میں درود پیش ہوتا رہا چنانچہ آپ ﷺ کے الفاظ صراحت کے ساتھ اس پر دال ہیں ”کہ جمعہ کے دن تم مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے“ درود شریف کا یہ عرض جسم اطہر اور روح مبارک دونوں سے وابستہ ہے شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

”اور اس حدیث پاک میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ درود روح مبارک اور بدن مبارک پر پیش ہوتا ہے۔“

(فضائل درود: ص ۳۷)

اور اس عرض میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ اشکال پیش آیا کہ زندگی میں تو روح اور جسد دونوں کا تعلق ہے اور اس دور میں درود کے پیش ہونے پر تو کوئی اشکال نہیں لیکن جب آپ ﷺ کی وفات ہو چکے گی تو اس کے بعد درود کیونکر پیش کیا جائے گا؟ آیا صرف روح مبارک پر پیش ہوگا؟ یا صرف جسد اطہر پر؟ یا دونوں پر؟ عقلی طور پر اس کی کئی صورتیں سامنے آ سکتی ہیں مگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو محض روح مبارک پر درود شریف پیش ہونے کا کوئی شبہ نہ تھا اور نہ وہ تمہارا روح مبارک پر درود شریف پیش ہونے کے حق میں تھے جمعی تو وہ یہ سوال کر رہے ہیں کہ: ”قالوا یا رسول اللہ و کیف تعرض صلوٰتنا علیک وقد ارمیت قال یھولون بلمیت“ یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ تو

(معاذ اللہ) خاک ہو چکے ہونگے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک آپ پر صلوٰۃ و سلام پیش ہونے میں آپ کے جسد اطہر کو اولین درجہ حاصل ہے اور اس کے (العیاذ باللہ) بوسیدہ ہونے سے اس عرض کے سلسلہ میں ان کے اذہان و قلوب میں اشکال پیدا ہوا، اگر درود شریف کا تعلق جسد اطہر کے ساتھ نہ ہوتا تو آپ ﷺ پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس نظریہ کی تردید فرماتے کہ جسد کا کیا سوال ہے درود شریف تو روح پر پیش کیا جاتا ہے، مگر آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس نظریہ کی پوری تائید فرمائی ہے کہ درود شریف کا تعلق آپ کے جسد اطہر کے ساتھ بھی باقاعدہ وابستہ ہے اور یہ تائید صرف دلالت ہی نہیں بلکہ صراحت ہے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ”ان اللہ عزوجل حرم علی الارض اجساد الانبیاء“ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام حرام کر دیے ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ درود شریف کے پیش ہونے میں جسد اطہر کا پورا پورا دخل ہے کیونکہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس سوال کے بعد وارد ہوا ہے کہ ہمارا درود آپ پر جب کہ آپ معاذ اللہ خاک ہو چکے ہونگے کیونکر پیش کیا جائے گا؟ اور اس میں محض بے حس اور لاشعور جسم کا سوال نہیں بلکہ ایسے جسم اطہر کا سوال ہے جس پر درود پیش ہو سکے اور روح کے بغیر یہ ہرگز ممکن نہیں ہے اس سے بڑھ کر حیات جسمانی کی اور کون سی دلیل ہو سکتی ہے؟ لیکن چونکہ یہ حیات فی القبر برزخی بھی ہے لہذا اس جہان کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کو اس کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا، نہ ان کو حس و حرکت محسوس ہو سکتی ہے..... حیات دنیوی کا مطلب یہ ہے کہ روح مبارک کا تعلق دنیوی بدن سے ہے اور اسی تعلق کی وجہ سے حیات ہے لہذا بعض حضرات کا یہ فرمانا کہ بر تقدیر تسلیم یہ احادیث صحیح بھی ہوں تو ان سے دنیوی زندگی ثابت نہیں ہوتی..... الخ غفلت پر مبنی ہے۔

(۲) اگر درود شریف کا یہ عرض جسد عنصری پر نہ ہوتا بلکہ جسد مثالی پر ہوتا تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کبھی اشکال پیش نہ آتا کیونکہ جسد مثالی کے خاک ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا خاک ہونے اور بوسیدہ ہونے کا احتمال بلکہ یقین تو جسد عنصری اور جسم خاکی ہی سے وابستہ ہو سکتا ہے، یہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ قبر مبارک میں عرض صلوٰۃ و سلام کا آپ کے جسد عنصری کے ساتھ براہ راست تعلق ہے اور پھر وہ حدیثیں جن میں آپ سلام کہنے والوں کو جواب دیتے ہیں اور عند القبر صلوٰۃ و سلام کا بلا واسطہ سماع فرماتے ہیں جس کی تحقیق انشاء اللہ اپنے مقام پر آئے گی۔ اس پر مستزاد ہیں۔ غرضیکہ اس صحیح حدیث کے اندرونی اور بیرونی قرائن واضح طور پر اس امر کو ثابت کر رہے ہیں کہ آپ کی روح مبارک کا جسد اطہر کے ساتھ تعلق ہے اور اس تعلق کی وجہ سے آپ جواب دیتے ہیں چنانچہ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ ۷۵۱ھ لکھتے ہیں کہ:

”ومعلوم بالضرورة ان جسده ﷺ فی الارض طری مطراً وقد ساله الصحابة کیف تعرض صلوٰتہا علیک وقد امنت فقال ان اللہ حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبیاء ولولہ یکن جسده فی طریقہ لما اجاب هذا الجواب الخ (کتاب الروح: ص ۵۴)

اور بدایہ معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جسم مبارک بالکل تروتازہ زمین میں موجود ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ آپ ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے (معاذ اللہ) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ پیغمبروں کے اجسام کو کھائے اگر آپ کا جسم مبارک قبر میں نہ ہوتا تو آپ یہ جواب ہرگز نہ دیتے۔

یعنی اگر عرض صلوٰۃ میں آپ کے جسم مبارک کا دخل نہ ہوتا تو آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ جواب نہ دیتے۔
حضرت مولانا شیخ الہند محمود الحسن صاحب دیوبندی رحمہ اللہ ۱۳۳۹ھ تحریر فرماتے ہیں کہ:

”ان الصعابة سالوا بيان كيفية العرض بعد اعتقادهم بانه كائن لا محالة لقول الصادق رفعاً للاشتباه ان العرض حل هو على الروح المجرد او على المتصل بالجسد حسبوا ان جسد النبي ﷺ

كجسد كل احد فكفى في الجواب ما قاله على وجه الصواب“ (ہامش ابوداؤد: ج ۱ ص ۱۵)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس یقین کے بعد کہ لا محالہ آپ پر درود تو پیش کیا جاتا ہے کیونکہ صادق کا فرمان ہے محض اپنے شک کو دور کرنے کیلئے اس عرض صلوٰۃ کی کیفیت دریافت کی کہ آیا وہ صرف روح مبارک پر پیش کیا جاتا ہے یا روح پر جو جسم سے متصل ہو؟ اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ عام لوگوں کی طرح آپ کے جسد اطہر کو بھی مٹی کھا جائے گی۔ اس سوال کا جو جواب آپ نے دیا وہ معقول اور درست طریقہ سے ان کے شبہ کے ازالہ کے لیے کافی تھا۔

اس عبارت کا مطلب بھی روشن ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عرض صلوٰۃ کے سلسلہ میں جسد اطہر سے صرف نظر نہیں فرمائی بلکہ درود شریف کے سلسلہ میں جسم مبارک اور روح اطہر دونوں کو ملحوظ رکھا ہے۔

حضرت ملا علی القاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”قال اي رسول الله ﷺ ان الله حرم على الارض اي منعها فيه مبالغة لطيفة اجسام الانبياء

اي ان تاكلها فان الانبياء احياء فحصل الجواب ان الانبياء احياء في قبورهم فيمكن لهم

سماع من سلم عليهم“ (مرقات: ج ۲ ص ۲۰۹)

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے یعنی اس کو روک دیا ہے (اور اس میں لطیف مبالغہ ہے) کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو وہ کھائے کیونکہ وہ زندہ ہیں پس جواب کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں تو ان کے لئے ممکن ہے کہ جو شخص بھی سلام عرض کرے وہ اس کو سنیں۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:

”ان الله تعالى حرم على الارض ان تاكل لحوم الانبياء فاخبر انه يسمع الصلوة والسلام من

التقريب وانه يبلغ ذلك من البعيد“ (مناسك الحج: ص ۸۴)

بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ پیغمبروں کے گوشت کھائے پس آپ ﷺ نے خبر دی ہے کہ آپ ﷺ قریب سے صلوٰۃ و سلام خود سنتے ہیں اور دور سے آپ کو پہنچایا جاتا ہے۔ (ماخوذ از تسکین الصدور: ص ۳۱۶ تا ۳۱۳)

مزید بر آں نبی ﷺ قریب سے پڑھا جانے والا صلوٰۃ و سلام بنفس نفس خود سنتے ہیں اور دور سے آپ کو پہنچایا جاتا ہے کہ تائید دیگر کئی صحیح احادیث سے بھی ہوتی ہے مثلاً۔۔۔۔۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھا میں اس کو خود سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر دور سے درود شریف پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔“ اس حدیث کی درج ذیل دو سندیں ہیں۔

اول:

محمد بن مروان السدی عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ... الخ.
(دیکھئے: الضعفاء للعقيلي وتاريخ بغداد وغيره)
اس کا راوی ابو عبد الرحمن محمد بن مروان السدی الصغیر ضعیف، یس بشیء، غیر ثقہ، کذاب ذاہب الحدیث، متروک الحدیث اور وضاع ہے۔ لہذا اس سند پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

دوم:

مگر حافظ ابن قیم رحمہ اللہ ۷۵۱ھ نے اس کی ایک اور سند دریافت فرمائی ہے جو کہ بالکل صحیح ہے ملاحظہ فرمائیں:
”وقال ابو الشيخ في كتاب الصلاة على النبي ﷺ: حدثنا عبد الرحمن بن احمد الاعرج حدثنا الحسن بن الصباح، حدثنا ابو معاوية، حدثنا الاعمش، عن ابی صالح، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعته، ومن صلی علی من بعد اعلمته.“ (جلاء الافہام ص ۴۵، بتحقیق شعیب الارناؤط، عبدالقادر الارناؤط، مطبوعہ دار العروہ کویت)

ابو الشیخ والی سند کی تحقیق:

دوسری یعنی ابو الشیخ والی سند کے راویوں کا مختصر سا تعارف حاضر خدمت ہے۔

(۱) امام ابو الشیخ عبد اللہ بن محمد رحمہ اللہ ۳۶۹ھ

امام ابو الشیخ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الانصاری رحمہ اللہ ۳۶۹ھ کو متعدد دائرہ کرام رحمہم اللہ نے ثقہ و صدوق

کہا ہے مثلاً.....

- (۱) امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصہبان رحمہ اللہ ۳۳۰ھ کہتے ہیں: "أحد الثقات والاعلام" (تاریخ اصہبان برقم: ۱۰۵۵)
- (۲) امام ابن مردودہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ثقة مامون" (تذکرۃ الحفاظ برقم: ۸۹۶)
- (۳) حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: "حافظ اصہبان، ومسند زمانہ الامام، صاحب المصنفات السائرة. الامام المحافظ الصادق" (تذکرۃ الحفاظ برقم: ۸۹۶، سیر اعلام النبلاء برقم: ۳۳۹۸)
- (۴) حافظ ابن نقطہ حنبلی رحمہ اللہ ۶۲۹ھ کہتے ہیں:

"وكان من الثقات الكثيرين" (اکمال الاکمال برقم: ۱۴۱۸)

- (۵) امام ابو بکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ ۴۶۳ھ کہتے ہیں: "حافظ ثبت متقن" (تاریخ اسلام برقم: ۳۲۳)

(۲) امام ابو صالح عبد الرحمن بن احمد الاعرج رحمہ اللہ ۳۰۰ھ

امام ابو صالح عبد الرحمن بن احمد بن ابی یحییٰ یزید الزہری الاعرج رحمہ اللہ ۳۰۰ھ اصہبان کے روایت حدیث میں سے ہیں، آپ سلمہ بن شیبہ، محمد بن زیاد الزعفرانی، ابراہیم بن احمد الناقی، حمید بن مسعدہ، ابو حفص عمر بن زیاد الازدی الزعفرانی، حامد بن مساور رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ (ملخصاً: تاریخ اصہبان برقم: ۱۱۳، طبقات الحدیثین باصہبان والواردین علیہا برقم: ۴۸۶، تاریخ اصہبان ج ۱ ص ۳۴۵) اور آپ سے ابو الشیخ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الانصاری رحمہ اللہ اور قاضی ابو احمد محمد بن احمد بن ابراہیم رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں۔ (ملخصاً: تاریخ اصہبان برقم: ۱۱۳)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ، حافظ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی شافعی رحمہ اللہ ۹۰۲ھ، علامہ ابوالحسن علی بن محمد کنانی رحمہ اللہ ۹۶۳ھ اور امام ملا علی القاری رحمہ اللہ ۱۰۱۴ھ نے ابو صالح عبد الرحمن بن احمد بن ابی یحییٰ یزید الزہری الاعرج رحمہ اللہ کی ایک روایت کو بلحاظ سند جید کہا ہے۔ (دیکھئے: فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۵، القول البدیع ص ۱۶۰، المرقات ج ۴ ص ۲۲، تنزیہ الشریعہ ص ۳۳۵) جو کہ ان اکابر حضرات کے ہاں اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔

(۳) امام ابو علی حسن بن صباح البغدادی رحمہ اللہ ۲۴۹ھ

امام ابو علی حسن بن صباح بن محمد البزار الواسطی البغدادی رحمہ اللہ ۲۴۹ھ صحیح بخاری، سنن ابی داؤد اور سنن الترمذی کے ثقہ و صدوق راوی تھے ان کی تعدیل و توثیق کے حوالے حاضر ہیں۔

- (۱) حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۷۴۸ھ کہتے ہیں: "امام، حافظ، حجة، شیخ الاسلام. ثقة" (سیر اعلام النبلاء برقم: ۲۰۳۲، المغنی فی الفصحاء برقم: ۱۴۱۸)
- (۲) امام ابو عبد الرحمن نسائی م ۳۰۰ھ کہتے ہیں: "صالح" (مشیحۃ النسائی برقم: ۵۹)

- (۳) امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ ۲۷۷ھ کہتے ہیں: "صدوق" (الجرح والتعديل برقم: ۷۱)
- (۴) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ کہتے ہیں: "ثقة" (الثقات لابن حبان برقم: ۱۲۸۳۲)
- (۵) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۲۴۱ھ کہتے ہیں: "ثقة صاحب سنة" (تہذیب الکمال برقم: ۱۲۳۹)
- (۶) امام بغوی رحمہ اللہ ۵۱۶ھ کہتے ہیں: "صدوق" (الترجم الساقط من کتاب الکمال تہذیب الکمال برقم: ۱۸)

(۴) امام ابو معاویہ محمد بن خازم رحمہ اللہ ۱۹۵ھ

امام ابو معاویہ محمد بن خازم النخعی السعدي الضرير رحمہ اللہ ۱۹۵ھ کتب صحاح ستہ کے ثقہ و صدوق راوی تھے، ان کی تعدیل و وثیق کے حوالے ملاحظہ فرمائیں:

- (۱) امام ابوالحسن العلی رحمہ اللہ ۲۶۱ھ کہتے ہیں: "ثقة" (تہذیب الکمال برقم: ۵۱۷۳)
- (۲) امام ابو عبد الرحمن النسائی رحمہ اللہ ۳۰۳ھ کہتے ہیں: "ثقة" (ایضاً)
- (۳) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ کہتے ہیں: "ثقة" (ایضاً)
- (۴) حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۴۸۸ھ کہتے ہیں: "ثبت في الاعمش. حافظ ثبت محدث الكوفة. ثقة ثبت" (الکاشف برقم: ۴۸۱۶، تذکرۃ الحفاظ برقم: ۲۷۴، میزان الاعتدال برقم: ۷۴۶۶)
- (۵) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ کہتے ہیں: "ثقة احفظ الناس لحديث الاعمش" (تقریب: ۵۸۴۱)

(۵) امام سلیمان بن مہران الاعمش رحمہ اللہ ۱۴۸ھ

امام ابو محمد سلیمان بن مہران الاعمش رحمہ اللہ ۱۴۸ھ بھی کتب صحاح ستہ کے راوی ہیں ائمہ نے ان کی تعدیل و وثیق بڑے واضح لفظوں میں کی ہے مثلاً.....

- (۱) امام ابوالحسن العلی رحمہ اللہ ۲۶۱ھ لکھتے ہیں: "ثقة" (تاریخ الثقات للعلی برقم: ۶۱۹)
- (۲) امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ۲۴۳ھ کہتے ہیں: "ثقة" (الجرح والتعديل برقم: ۶۳۰)
- (۳) امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ ۲۷۷ھ کہتے ہیں: "ثقة محتج بحديثه" (ایضاً)
- (۴) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ کہتے ہیں: "ثقة" (الثقات لابن حبان برقم: ۳۰۱۴)
- (۵) امام نسائی رحمہ اللہ ۳۰۳ھ کہتے ہیں: "ثقة ثبت" (تہذیب الکمال برقم: ۲۵۷۰)
- (۶) حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۴۸۸ھ کہتے ہیں: "ثقة جبل. حافظ ثقة" (المغنی فی الفضلاء برقم: ۲۶۲۸، تذکرۃ الحفاظ برقم: ۱۴۹)

(۶) امام ابو صالح ذکوان رحمہ اللہ ۱۰ھ

امام ابو صالح ذکوان الزیات المدنی رحمہ اللہ ۱۰ھ بھی کتب صحاح ستہ کے فہم وصدق راوی تھے ان کی تعدیل و توثیق کے حوالے حاضر ہیں۔

- (۱) امام ابوالحسن العلی رحمہ اللہ ۲۶ھ کہتے ہیں: ”تابعی ثقة“ (تاریخ الثقات للعلی برقم: ۴۰۴)
- (۲) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الثقات لابن حبان برقم: ۲۶۱۱)
- (۳) امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ۲۳۳ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الجرح والتعدیل برقم: ۲۰۳۹)
- (۴) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۲۴۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة ثقة“ (ایضاً)
- (۵) امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ ۲۴۷ھ کہتے ہیں: ”صالح الحديث محتج بحديثه“ (ایضاً)
- (۶) امام ابو زرعة رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”ثقة مستقيم الحديث“ (ایضاً)
- (۷) حافظ ابن سعد رحمہ اللہ ۲۴۰ھ کہتے ہیں: ”ثقة كثير الحديث“ (تہذیب الکمال برقم: ۱۸۱۴)
- (۸) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ کہتے ہیں: ”ثقة ثبت“ (تقریب برقم: ۱۸۴۱)

خلاصہ التحقیق:

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ ابوالشیخ والی روایت کی سند بالکل صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں۔

ابوالشیخ رحمہ اللہ والی سند ائمہ کرام رحمہ اللہ کی نظر میں:

سندی تحقیق کے بعد ابوالشیخ رحمہ اللہ والی سند کے متعلقہ ائمہ کرام رحمہ اللہ کی آراء حاضر خدمت ہیں۔

- (۱) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ فرماتے ہیں:

”واخرج ابو الشيخ في كتاب الثواب بسند جيد“

کہ ابوالشیخ رحمہ اللہ نے کتاب الثواب میں عمدہ سند کے ساتھ اس روایت کی تخریج فرمائی ہے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۵ کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکری الکتاب مریم)

- (۲) امام ابوالحسن علی بن محمد الکنانی رحمہ اللہ ۹۶۳ھ فرماتے ہیں:

”قلت سنده جيد“ کہ میں کہتا ہوں کہ اس روایت کی ابوالشیخ والی سند جید ہے۔

(تنزیہ الشریعہ ص ۳۳۵ بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۲۷)

- (۳) امام ملا علی القاری رحمہ اللہ ۱۰۱۳ھ فرماتے ہیں:

”ورواه ابو الشيخ وابن حبان في كتاب ثواب الاعمال بسند جيد“

کہ ابوالشیخ اور ابن حبان رحمہما اللہ نے کتاب ثواب الاعمال میں اس حدیث کو سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے۔
(المرقات ج ۴ ص ۲۲ باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلہا)

(۴) امام سخاوی رحمہ اللہ ۹۰۲ھ فرماتے ہیں:

”وسندہ جید“ کہ اس کی سند جید ہے۔ (القول البدیع: ص ۱۶۰)

(۵) علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ ۱۳۶۹ھ فرماتے ہیں:

”سندہ جید“ کہ اس روایت کی سند جید ہے۔

(فتح الملہم: ج ۱ ص ۳۳۰ باب الاسراء برسول اللہ وفضل الصلوٰۃ..... الخ)

(۶) امام اہل سنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ ۱۴۳۰ھ لکھتے ہیں:

”کہ یہ روایت جید اور صحیح ہے۔“ (تسکین الصدور ص ۳۲۹)

نیر منکرین حیات انبیاء کرام علیہم السلام جن حضرات کو اپنے اکابرین میں سے خیال کرتے ہیں ان میں سے غلام اللہ خان اور نواب صدیق حسن خان نے بھی ابوالشیخ والی سند کو جید کہا ہے چنانچہ نواب صدیق حسن نے لکھا ہے کہ:

”اسنادہ جید“ اس روایت کی سند جید ہے۔ (دلیل الطالب ص ۸۴۴ بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۲۸)

غلام اللہ خان صاحب کہتے ہیں کہ:

اس حدیث کی جو سند سدی صغیر پر مشتمل ہے اس کو بوجہ راوی مذکور کے کمزور کہا جائے گا اور جس سند میں یہ راوی نہیں ہے وہ کمزور نہیں ہے اور حدیث ہذا کی دوسری سند بھی ہے جس کے صحیح ہونے کی تصریح بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ ملا علی القاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

قال ميرك نقلاً عن الشيخ ورواه ابو الشيخ وابن حبان في كتاب ثواب الاعمال بسند جيد۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ص ۱۴۸ اکتوبر ۱۹۶۷ء بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۳۵)

اعتراض نمبر ۱:

زبیر علی زئی لکھتا ہے کہ:

اس روایت کا راوی عبدالرحمن بن احمد الاعرج غیر موثق (یعنی مجہول الحال) ہے۔ (فتاویٰ علمیہ ج ۱ ص ۱۷۰)

الجواب:

اولاً..... ائمہ حدیث اور ائمہ رجال میں سے کسی امام نے عبدالرحمن بن احمد الاعرج رحمہ اللہ کو مجہول نہیں قرار دیا (فیما علم) بلکہ ائمہ حدیث حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ، حافظ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی شافعی رحمہ اللہ ۹۰۲ھ، علامہ

ابوالحسن علی بن محمد کنانی رحمہ اللہ ۹۶۳ھ اور امام ملا علی القاری رحمہ اللہ ۱۰۱۴ھ نے اس کی حدیث کو بلحاظ سند جید کہا ہے۔ (دیکھئے: فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۵، القول البدیع ص ۱۶۰، المرقات ج ۳ ص ۲۲، تنزیہ الشریعہ ص ۳۳۵) اور یہ بات تو خود زبیر علی زئی صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ جب کوئی امام کسی روایت کی سند کو جید کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس روایت کی سند کا ہر ہر راوی اس امام کے نزدیک ثقہ ہے۔ (دیکھئے: ماہنامہ الحدیث ش نمبر ۷ ص ۱۹) اس سے معلوم ہوا کہ زبیر صاحب کے مسلمہ اصول کی روشنی میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ، حافظ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی شافعی رحمہ اللہ ۹۰۲ھ، علامہ ابوالحسن علی بن محمد کنانی رحمہ اللہ ۹۶۳ھ اور امام ملا علی القاری رحمہ اللہ ۱۰۱۴ھ کے نزدیک یہ راوی ثقہ ہے۔ اگر عبد الرحمن بن احمد الاعرج رحمہ اللہ مجہول ہوتے تو پھر یہ بڑے بڑے ائمہ محدثین اس کی روایت کی سند کو جید کیسے کہہ سکتے تھے۔ کیونکہ کسی روایت کی سند کے جید اور صحیح ہونے کیلئے شرط ہے کہ اس کی سند میں کوئی مجہول راوی نہ ہو۔ چنانچہ مشہور غیر مقلد محمد گوندلوی صاحب لکھتے ہیں: جس روایت میں مجہول راوی ہو وہ ضعیف ہوتی ہے (خیر الکلام ص ۴۰۶)

ثانیاً..... امام عبد الرحمن بن احمد الاعرج رحمہ اللہ سے ابوالشیخ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الانصاری رحمہ اللہ اور قاضی ابوالاحمد محمد بن احمد بن ابراہیم رحمہ اللہ (دور راوی) روایت کرتے ہیں۔ (ملخصاً: تاریخ اصہبان برقم ۱۱۳) اور اصول حدیث کا یہ اصول ہے کہ جس شخص سے دور راوی روایت کر دیں تو اس کی جہالت ختم ہو جاتی ہے اور وہ مجہول نہیں رہتا کیونکہ مجہول عند المحدثین اس کو کہتے ہیں جس سے صرف ایک راوی روایت کرے اور اس کی توثیق بھی نہ کی گئی ہو چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

”من لم یرو عنه غیر واحد ولم یوثق والیہ الاشارة بلفظ مجہول“

جس شخص سے سوائے ایک راوی کے دوسرا کوئی راوی روایت نہ کرے اور کسی نے اس کی توثیق بھی نہ کی ہو تو اس کی طرف لفظ مجہول سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ (مقدمہ تقریب التہذیب ص ۳)

فریق مخالف کے اکابرین میں سے شمس الحق عظیم آبادی صاحب حافظ ابن حزم کے دارقطنی کے ایک راوی کو مجہول کہنے پر گرفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وہو جرح مردود فقد روی عنه ثلاثة“

کہ اس راوی پر جہالت کی جرح مردود ہے کیونکہ اس سے تین راوی روایت کرتے ہیں۔ (التعلیق المغنی ۹/۳)

فریق مخالف کے مفتی ابو محمد عبدالستار صاحب لکھتے ہیں کہ:

اور محدثین کا اصول ہے کہ جس آدمی سے کم از کم دور راوی روایت کرنے والے ہوں اس کی جہالت ختم ہو جاتی

ہے۔ (ہفت روزہ الاعتصام ۱۶ ستمبر ۱۹۹۳ء ص ۱۹)

زبیر علی زئی ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

محمد بن یحییٰ الصفار سے دو ثقہ روایت کر رہے ہیں۔ نمبر ۱: محمد بن سلیمان بن فارس۔ نمبر ۲: محمد بن عبد السلام۔ لہذا وہ مجہول نہیں ہے۔ (الکواکب الدرر ص ۴۵)

ابو محمد عبد الستار مزید لکھتا ہے کہ:

علمائے جرح و تعدیل نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی ایسا راوی ہے جسے کسی نے بھی ثقہ نہ کہا ہو اور نہ کسی سے اس کے متعلق جرح ہی منقول ہو، اگر اس سے روایت لینے والے کئی ایک ثقہ راوی ہوں اور اس سے کوئی منکر حدیث بیان نہ کریں تو اس کی مرویات کو قبولیت کی سند حاصل ہوگی۔ (ہفت روزہ الاعتصام ۱۶ ستمبر ۱۹۹۴ء ص ۱۹)

جماد صاحب مزید کہتے ہیں کہ:

بلکہ حافظ مناوی مجہول الحدیث کی روایت کی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ اخبار و احادیث کی بنیاد راوی کے ساتھ حسن ظن پر ہے اور کسی شخص سے اگر کئی ایک ثقہ راوی روایات نقل کرتے ہوں تو اس سے حسن ظن کو تقویت پہنچتی ہے، ہشیم بن عمران کی مذکورہ روایت کو ہمارے شیخ (البانی غیر مقلد) نے اور ہم نے انہی دلائل کی وجہ سے اسنادہ حسن کہا ہے۔ (ایضاً)

قارئین: مخالف حضرات کی مذکورہ عبارات کو پڑھیے کہ جس راوی کی کسی امام غیرے سے کوئی توثیق بھی نہ ہو، صرف اس سے روایت کرنے والے دوراوی ہوں تو اس کی روایت تو مخالف حضرات کے نزدیک حسن ہے اور اس کی سند کو شرف قبولیت حاصل ہے لیکن جس راوی (عبدالرحمن بن احمد الاعرج رحمہ اللہ) کی روایت کی سند کو ائمہ کرام رحمہم اللہ جید کہہ کر اس کی توثیق بیان کی ہے اور اس سے دوراوی روایت کرنے والے بھی ہیں تو پھر بھی وہ راوی غیر مقلدین کے نزدیک مجہول ہے۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا

اعتراض نمبر ۲:

زیر غلی زئی کہتا ہے کہ اس روایت کی سند میں اعش راوی مدلس ہے اور اس نے یہ روایت عن کے ساتھ بیان کی ہے۔ (ملخصاً: فتاویٰ علمیہ ج ۱ ص ۱۷۰)

الجواب:

عرض ہے کہ اس روایت پر امام اعش رحمہ اللہ کی تدلیس کا اعتراض بالکل غلط باطل و مردود ہے کیونکہ امام اعش رحمہ اللہ نے یہ روایت ابو صالح رحمہ اللہ سے نقل کی ہے اور امام اعش رحمہ اللہ کی ابو صالح رحمہ اللہ سے متعین روایات سماع پر محمول ہیں چنانچہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۸۷۴ھ لکھتے ہیں کہ:

الابی شیوخ له اکثر عنہم کاہراہیم و ابن ابی لیلی و ابی صالح السمان فان روايته عن

هذا الصنف محمولة على الاتصال.

سوائے ان اساتذہ کے جن سے انہوں (اعمش رحمہ اللہ) نے کثرت سے روایات بیان کی ہے، جیسے ابراہیم (الغنی رحمہ اللہ) ابو داؤد (رحمہ اللہ) ابوصالح السمان (رحمہ اللہ) تو اس قسم والوں سے اعمش (رحمہ اللہ) کی روایت اتصال (سماع) پر محمول ہے۔ (میزان الاعتدال برقم: ۳۵۱)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ امام اعمش رحمہ اللہ کی ابوصالح رحمہ اللہ سے متعین روایات سماع پر محمول ہیں اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا یہ قول بالکل صحیح ہے کیونکہ ائمہ کرام رحمہم اللہ نے بجز چند مخصوص روایات کے اعمش عن ابی صالح کی سند والی روایات کی تصحیح و تحسین فرما رکھی ہے مثلاً.....

(۱) اعمش عن ابی صالح کی سند والی ایک روایت کے بارے میں امام ابوزکریا نووی رحمہ اللہ ۶۷۶ھ لکھتے ہیں کہ:

”رواہ ابو داؤد والترمذی باسناد صحیح علی شرط البخاری ومسلم“

امام ابوداؤد رحمہ اللہ اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (شرح النووی علی مسلم برقم: ۳۶۷، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل)

(۲) اعمش عن ابی صالح کی سند والی ایک روایت کے بارے میں امام ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمہ اللہ ۸۵۵ھ لکھتے ہیں کہ:

”وفی (سنن ابی داؤد) والترمذی باسناد صحیح علی شرط الشیخین“

اور سنن ابی داؤد اور ترمذی میں بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ یہ روایت موجود ہے۔ (عمدة القاری ج ۵ ص ۱۴۱ برقم: ۶۲۶ باب من انتظر الاقامة)

(۳) اعمش عن ابی صالح کی سند والی ایک حدیث کے بارے میں امام ابوزرعة رازی رحمہ اللہ ۲۶۴ھ فرماتے ہیں کہ:

”حدیث ابی صالح عن ابی هريرة اصح من حدیث ابی صالح عن عائشة“

ابوصالح رحمہ اللہ کی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بہت زیادہ صحیح ہے ابوصالح کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث سے۔ (سنن الترمذی برقم: ۲۰۷، باب ما جاء ان الامام ضامن والمؤذن مؤتمن)

(۴) اعمش عن ابی صالح کی سند والی ایک روایت کے بارے میں امام احمد بن محمد بن ابی بکر القسطلانی رحمہ اللہ ۹۲۳ھ لکھتے ہیں کہ:

”وروی ابو داؤد باسناد علی شرط الشیخین“

اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اسے بخاری و مسلم کی شرط پر (صحیح) سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری برقم: ۱۱۶۰، باب الطبعة على الشق الايمن بعد ركعتي الفجر)

(۵) اعمش عن ابی صالح کی سند والی متعدد احادیث کو امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ نے حسن و صحیح قرار دیا ہے مثلاً.....

ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

”حدیث ابی ہریرہ حدیث حسن صحیح“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (سنن الترمذی برقم: ۲۲۰-۳۰۸۵)

ایک اور حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

”هذا حدیث حسن صحیح غریب“

یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (ایضاً: برقم ۲۵۷۴-۲۵۷۷)

اسی طرح ایک اور حدیث کے بارے میں لکھا کہ:

”هذا حدیث حسن غریب“

یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (ایضاً: برقم ۳۱۱۸)

(۸۲۶) امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ ۳۱۱ھ نے ”صحیح ابن خزیمہ“ میں حافظ ابن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ نے ”صحیح ابن حبان“ میں اور حافظ ابن الجارود رحمہ اللہ ۳۰۷ھ نے ”المستقی“ میں اعش عن ابی صالح کی سند والی روایات درج فرمائی ہیں اور ان پر کوئی جرح نہیں کی۔ (دیکھئے: صحیح ابن خزیمہ برقم ۱۷۸، صحیح ابن حبان برقم ۲۳۶۸، المستقی لابن الجارود برقم ۱۰۷۱) اور زبیر علی زئی غیر مقلد کے بقول ان حضرات کا اپنی مذکورہ کتب میں اعش عن ابی صالح کی سند والی روایات کا درج کر کے جرح نہ کرنا ہی ان حضرات کے نزدیک ان روایات کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً: ماہنامہ الحدیث ش نمبر ۷ ص ۱۸، مقالات علی زئی ج ۱ ص ۵۲۸ و ص ۷۰)

ب:

زبیر علی زئی نے لکھا ہے کہ ابو علی النیسابوری، ابواحمد بن عدی، ابن مندہ، عبدالغنی بن سعید، ابو یعلیٰ الخلیلی، ابو علی ابن السکن اور ابوبکر خطیب نے سنن نسائی کو صحیح کہا ہے۔ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام: ص ۵۲) اور چونکہ اعش عن ابی صالح کی سند والی سنن النسائی میں متعدد احادیث موجود ہیں (مثلاً دیکھئے: حدیث نمبر ۲۲۱۵، ۱۲۷۳) لہذا بقول علی زئی اعش عن ابی صالح کی سند والی احادیث درج ذیل ائمہ کے نزدیک بھی صحیح ہیں۔

(۹) امام ابو علی النیسابوری رحمہ اللہ ۳۴۹ھ

(۱۰) امام ابواحمد بن عدی رحمہ اللہ ۳۶۵ھ

(۱۱) حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ ۳۹۵ھ

(۱۲) امام عبدالغنی بن سعید رحمہ اللہ ۴۰۹ھ

(۱۳) امام ابو یعلیٰ الخلیلی رحمہ اللہ ۴۴۶ھ

(۱۳) امام ابوعلی ابن اسکن رحمہ اللہ ۳۵۳ھ

(۱۵) امام ابو بکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ ۳۶۳ھ

(۱۶) اعش عن ابی صالح کی سند والی حدیث کے بارے میں امام ابو عبد اللہ الحاکم رحمہ اللہ ۴۰۵ھ لکھتے ہیں کہ:

”هذا حديث صحيح على شرط الشيخين“

یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (المستدرک برقم ۲۲۹۱، ۱۵۳۲، ۸۷۶۰، ۱۹۶۶)

(۱۷) مسند احمد بن حنبل میں اعش عن ابی صالح کی سند والی متعدد احادیث موجود ہیں۔ (مثلاً دیکھئے: حدیث نمبر ۷۴۳۳) اور زبیر

علی زئی غیر مقلد کے بقول حافظ ابو موسیٰ محمد بن ابی بکر المدینی رحمہ اللہ نے مسند احمد کو صحیح کہا ہے۔ (ماہنامہ الحدیث

نمبر ۵۰ ص ۳۳) لہذا بقول علی زئی حافظ ابو موسیٰ محمد بن ابی بکر المدینی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی اعش عن ابی صالح کی سند والی

احادیث صحیح ہیں۔

(۱۸) امام ابو عبد الرحمن النسائی رحمہ اللہ ۳۸۰ھ نے اپنی سنن میں اعش عن ابی صالح کی سند والی روایات تخریج فرمائی ہیں۔ (مثلاً

دیکھئے: حدیث نمبر ۱۲۷۳، ۲۲۱۵)

جو کہ ارشاد الحق اثری غیر مقلد کے بقول امام نسائی رحمہ اللہ کے نزدیک ان روایات کے صحیح یا حسن ہونے کی دلیل

ہے۔ (ملخصاً: توضیح الکلام ص ۳۳)

(۱۹) امام ابو داؤد رحمہ اللہ ۳۷۵ھ نے اعش عن ابی صالح کی سند والی روایات کو اپنی سنن میں ذکر کے سکوت فرمایا ہے۔ مثلاً دیکھئے:

حدیث نمبر ۳۵۹، ۱۲۶۱، ۱۳۹۹، ۳۳۶۰، ۳۳۱۴، ۳۳۲۹ وغیرہ اور امام موصوف کا ان روایات پر سکوت اختیار کرنا ہی اثری

غیر مقلد کے بقول امام موصوف کے نزدیک ان روایات کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ (ملخصاً: تنقیح الکلام ص ۳۳۵)

(۲۰) اعش عن ابی صالح کی سند والی حدیث کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۴۸۰ھ نے لکھا کہ:

”على شرط البخاري ومسلم“

یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر (صحیح) ہے۔ (تفہیم المستدرک برقم: ۲۲۹۱، ۸۷۶۰)

(۲۱) اعش عن ابی صالح کی سند والی حدیث کے بارے میں حافظ ابن حزم الاندلسی رحمہ اللہ ۵۶۰ھ نے کہا کہ:

”انه صحيح“

بلاشبہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (البدرا لمیر ج ۶ ص ۵۵۶)

(۲۲) اعش عن ابی صالح کی سند والی ایک حدیث کے بارے میں امام ابو العباس شہاب الدین البویری رحمہ اللہ ۸۴۰ھ نے

لکھا کہ:

”هذا اسناد صحيح على شرط مسلم“

اس حدیث کی یہ سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (مصباح الزجاجة برقم: ۸۷۷ باب الاقالة)

(۲۳) اعش عن ابی صالح کی سند والی ایک روایت کے بارے میں امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ ص ۷۰۲ نے کہا کہ:

”هو على شرطهما“ یہ بخاری و مسلم کی شرط پر (صحیح) ہے۔ (القاصد الحسن للسخاوی برقم: ۱۰۶۵)

(۲۴) اعش عن ابی صالح کی سند والی روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ص ۸۵۲ نے کہا کہ:

”واخرج ابو الشيخ في كتاب الثواب بسند جيد“

کہ ابوالشیخ رحمہ اللہ نے کتاب الثواب میں عمدہ سند کے ساتھ اس روایت کی تخریج فرمائی ہے۔ (فتح الباری

ج ۶ ص ۵۹۵ کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکری الکتاب مریم)

(۲۵) اعش عن ابی صالح کی سند والی ایک روایت بارے میں امام ابوالحسن علی بن محمد الکنانی رحمہ اللہ ص ۹۶۳ نے کہا کہ:

”قلت سنده جيد“

کہ میں کہتا ہوں کہ اس روایت کی سند جيد ہے۔ (تذیہ الشریعہ ص ۳۳۵ بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۲۷)

(۲۶) اعش عن ابی صالح کی سند والی روایت کے بارے میں امام ملا علی القاری رحمہ اللہ ص ۱۰۱۴ نے لکھا کہ:

”ورواه ابو الشيخ وابن حبان في كتاب ثواب الاعمال بسند جيد“

کہ ابوالشیخ اور ابن حبان رحمہما اللہ نے کتاب ثواب الاعمال میں اس حدیث کو سند جيد کے ساتھ روایت کیا

ہے۔ (المرقات ج ۴ ص ۲۲ باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ وفضلہا)

(۲۷) اعش عن ابی صالح کی سند والی روایت کے بارے میں امام سخاوی رحمہ اللہ ص ۹۰۲ فرمایا کہ:

”وسنده جيد“ کہ اس کی سند جيد ہے۔ (القول البدیع: ص ۱۶۰)

نیز متعدد غیر مقلد علماء نے بھی اعش عن ابی صالح کی سند والی روایات کی تصحیح و تحسین کر رکھی ہے مثلاً.....

☆ احمد محمد شا کر غیر مقلد نے اعش عن ابی صالح کی سند والی ایک حدیث کے بارے میں لکھا کہ:

”حدیث صحیح الاسناد“

یہ حدیث صحیح السند ہے۔ (تعلیق جامع البیان فی تاویل القرآن برقم: ۱۶۳۰۱، ۱۶۳۰۲)

☆ اعش عن ابی صالح کی سند والی روایت کے بارے میں نواب صدیق حسن غیر مقلد نے کہا کہ:

”اسنادہ جيد“ اس کی سند جيد ہے۔ (دلیل الطالب ص ۸۴۴ بحوالہ تسکین الصدور ص ۳۲۸)

☆ شعیب الارناؤط غیر مقلد نے اعش عن ابی صالح کی سند والی حدیث کے بارے میں لکھا کہ:

”اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین“

اس کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (تعلیق مسند احمد برقم: ۷۴۳۳)

☆ ناصر الدین البانی غیر مقلد نے اعش عن ابی صالح کی سند والی کئی احادیث کو صحیح کہا ہے۔ مثلاً دیکھئے:

سنن ابی داؤد بتحقیق البانی: برقم ۳۵۹، ۱۲۶۱، ۱۳۹۹، ۲۳۵۹، ۳۳۶۰، ۴۱۳۱، ۴۲۳۹۔

سنن الترمذی بتحقیق البانی: برقم ۶۸۲، ۲۵۷۴، ۲۵۷۷، ۳۰۸۵۔

الغرض مذکورہ بالا تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ زیر بحث حدیث کی سند پر امام اعش رحمہ اللہ کی تالیس کا اعتراض بالکل غلط اور منہج محدثین کے خلاف ہے کیونکہ یہ حدیث اعش عن ابی صالح کی سند سے ہے اور ابوصالح رحمہ اللہ سے امام اعش رحمہ اللہ کی معصن روایات سماع پر محمول ہیں۔

تنبیہ:

اس مقام پر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ علامہ ابن عبدالبہادی رحمہ اللہ کو ابو معاویہ عن الاعش والی سند مجہول راویوں کے طریق سے پہنچتی تھی اور ثقہ و معروف راویوں کے طریق سے ان کے علم میں نہ تھی اس لئے انہوں نے مجہول راویوں پر اعتماد نہ کرتے ہوئے الصارم المئلی (ص ۲۱۶) میں اس سند کو خطا کہا جبکہ امام ابوالشیخ رحمہ اللہ نے کتاب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سند کو ثقہ و معروف راویوں کے طریق سے بیان کیا ہے جیسا کہ ماقبل میں اس کے تمام راویوں کی توثیق و تعدیل کے حوالے پیش کیے جا چکے ہیں۔ مگر صد افسوس کہ لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کیلئے دور حاضر کے بعض جدید محققین نے اپنی کتب میں علامہ ابن عبدالبہادی رحمہ اللہ کی طرف سے مجہول روایات والے طریق پر کی جانے والی جرح کو ابوالشیخ رحمہ اللہ کے معروف وثقہ راویوں والے طریق پر چسپاں کر دیا ہے جو کہ بہت بڑی خیانت ہے اللہ رب العزت ان جدید محققین کو ہدایت نصیب فرمائے۔

مذکورہ بالا تمام تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوالشیخ رحمہ اللہ والی سند اصول حدیث کی روشنی میں بالکل صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ و صدوق ہیں۔

اس صحیح السند حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم قریب سے پڑھنے والے کا درود شریف تو خود بنفس نفیس بلا واسطہ سماعت فرماتے ہیں لیکن دور سے پڑھنے والے کا درود خود نہیں سنتے بلکہ (فرشتوں کے ذریعے) آپ کو پہنچایا جاتا ہے، نیز دیگر احادیث صحیحہ مثلاً ”ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام“ (بلاشبہ اللہ کی طرف سے کچھ ایسے فرشتے مقرر ہیں جو زمین میں گھومتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں) وغیرہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ دور سے پڑھا جانے والا درود و سلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود سماعت نہیں فرماتے بلکہ فرشتوں کے واسطے سے آپ کو پہنچایا جاتا ہے اور یہ پورے اہل سنت و الجماعت کا اتفاق و اجماعی نظریہ ہے۔ مگر صد افسوس کہ احادیث صحیحہ اور اہل سنت و الجماعت کے اس اتفاق و اجماعی نظریہ کے مقابلے میں دور حاضر کے غالی بدعتیوں نے یہ نظریہ اختیار کر لیا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم دور سے پڑھا جانے والا درود و سلام بھی بلا واسطہ بنفس نفیس خود سماعت فرماتے ہیں اور اس پر اصولی لحاظ سے یہ لوگ تین روایات پیش کیا کرتے ہیں ہم تینوں روایات کو نقل کر کے بغرض اختصار ان کے مختصر سے جوابات عرض کرتے ہیں۔

روایت نمبر ۱:

ایک مفصل روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں ”انی اری مالاترون واسمعبالا تسبعون“ (دیکھئے مشکوٰۃ: ص ۴۵۷ وغیرہ) غالی بدعتی حضرات ان الفاظ حدیث کا ترجمہ یہ کیا کرتے ہیں کہ:

”جو غیب و دور کی چیز تم نہیں دیکھتے، وہ میں دیکھتا ہوں اور جو غیب و دور کی بات تم نہیں سنتے میں سنتا ہوں“

الجواب:

مذکورہ الفاظ حدیث کے ترجمہ میں غیب و دور کا اضافہ خالصتاً غالی بدعتیوں کی خانہ زاد اختراع ہے اور نہ ہی غیب و دور کا الفاظ حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان الفاظ حدیث کا حدیث کے سیاق و سباق کے لحاظ سے صحیح مطلب یہ ہے کہ میں چونکہ اللہ کا نبی ہوں، فرشتہ جو وحی لاتا ہے اور وحی سنا تا ہے اسے میں دیکھتا بھی ہوں اور اس کا کلام سنتا بھی ہوں۔ اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ احیاناً مجھے جو دکھا دے اور جو سنا دے میں دیکھتا اور سنتا ہوں۔ نہ ہر وقت ایسا ہوتا ہے اور نہ غیب و دور اس سے مراد ہے کیونکہ یہ مطلب قرآن و حدیث کی نصوص قطعیہ صریحہ کے خلاف ہے جو یقیناً باطل و مردود ہے۔

روایت نمبر ۲:

جلاء الافہام ص ۶۳ پر طبرانی کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ سعید بن ابی ہلال عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ کے طریق سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”اکثرو الصلوٰۃ علی یوم الجمعة فانه یوم مشہود تشهدہ الملائکۃ لیس عبد یصلی علی الا بلغنی صوته حیث کان قلنا وبعد وفاتک قال وبعد وفاتی ان الله حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبیاء“

مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجا کرو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ کوئی بندہ نہیں جو مجھ پر درود پڑھتا ہے مگر مجھے اس کی آواز پہنچتی ہے ہم (صحابہؓ) نے کہا آپ کی وفات کے بعد بھی، آپ ﷺ نے فرمایا ہاں میری وفات کے بعد بھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔

الجواب:

اولاً..... تو عرض ہے کہ یہ روایت بلحاظ سند منقطع ہے کیونکہ اسے سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے سعید بن ابی ہلال نے نقل کیا ہے اور سیدنا ابودرداء غویمر بن زید رضی اللہ عنہ کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی ہے (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۴، واکمال ص ۵۹۴) اور سعید بن ابی ہلال رحمہ اللہ کی ولادت ۷۷ھ میں ہوئی ہے (تہذیب التہذیب: ج ۴ ص ۶۵) ظاہر ہے کہ سعید بن ابی ہلال

رحمہ اللہ کی ولادت سے اڑتیس سال پہلے وفات پانے والے صحابی سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے سعید بن ابی ہلال رحمہ اللہ کا براہ راست احادیث سننا سرے سے ممکن ہی نہیں ہے۔ لہذا یہ روایت منقطع ہے اور احادیث صحیحہ اور اہل سنت والجماعت کے اتفاقی و اجماعی نظریہ کے خلاف بلحاظ سند منقطع اور بلحاظ متن تصحیف شدہ اس روایت پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے؟

ثانیاً..... اس روایت کے متن میں ”صوتہ“ نہیں بلکہ ”صلوٰتہ“ ہے کاتب کی غلطی سے جلاء الافہام میں ”صلوٰتہ“ کی بجائے ”صوتہ“ بن گیا ہے جس پر دلیل یہ ہے کہ اسے جلاء الافہام میں طبرانی کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے اور یہی روایت امام سخاوی رحمہ اللہ ۹۰۲ھ نے بھی اپنی معروف کتاب ”القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع“ میں طبرانی کے حوالے سے نقل کی ہے اور وہاں ”صوتہ“ کی بجائے ”صلوٰتہ“ ہے۔ (دیکھئے القول البدیع ص ۱۶۴، الباب الرابع فی تبلیغ) جس سے معلوم ہوا کہ جلاء الافہام میں کاتب کی غلطی سے لام رہ جانے کی وجہ سے ”صلوٰتہ“، ”صوتہ“ بن گیا ہے۔ نیز قاضی شوکانی نے نیل الاوطار (ج ۳ ص ۲۶۳ برقم ۱۲۰۵) میں، ثمس الحق عظیم آبادی نے عون المعبود شرح سنن ابی داؤد (ج ۳ ص ۲۶۱ برقم ۱۰۴، باب فضل یوم الجمعة ولیلة الجمعة) میں اور حافظ بن احمد بن علی النکعی نے بھی معارج القبول بشرح سلم الاصول (ج ۲ ص ۷۹۳) میں اس میں طبرانی کے حوالے سے ”صوتہ“ کی بجائے ”صلوٰتہ“ کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اصل حدیث یوں تھی کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صلاتہ“ (کوئی بندہ نہیں جو مجھ پر درود پڑھتا ہے مگر مجھے اس کا درود پہنچ جاتا ہے) لیکن جلاء الافہام میں کاتب کی غلطی سے ”صلوٰۃ“ (درود) ”صوت“ (آواز) بن گیا ہے۔

مزید برآں راقم الحروف نے اس روایت کے اصل ماخذ ”المعجم الکبیر للطبرانی“ سے اس معاملے کو حل کرنے کیلئے حمادی بن عبد المجید السلفی کی تحقیق کے ساتھ شائع شدہ المعجم الکبیر للطبرانی کا نسخہ دیکھا ہے مگر اس میں سرے سے یہ روایت ہے ہی نہیں۔ معارج القبول بشرح سلم الاصول کے محشی ابو عمر عمر بن محمود نامی شخص نے بھی لکھا ہے کہ یہ روایت طبرانی میں مجھے نہیں ملی۔ (دیکھئے: حاشیہ معارج القبول ج ۲ ص ۷۹۳) ممکن ہے کسی مفقود جزء میں ہو۔

ثالثاً..... سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ایک دوسری صحیح و متصل سند کے ساتھ سنن ابن ماجہ میں موجود ہے جس میں عرض صلوٰۃ یعنی درود پہنچنے کے الفاظ ہیں چنانچہ سنن ابن ماجہ میں ہے:

”حدثنا عمرو بن سواد المصری قال حدثنا عبد الله بن وهب عن عمرو بن الحارث عن سعيد بن أبي هلال عن زيد بن ايمن عن عباد بن نسي عن أبي الدرداء قال قال رسول الله ﷺ اكثروا الصلوة على يوم الجمعة فانه مشهود تشهده الملائكة وان احدا لن يصلی علی الا عرضت علی صلاته حتی یفرغ منها قال قلت وبعد الموت قال وبعد الموت ان الله حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبیاء فنبی الله حی یوزق“ (سنن ابن ماجہ: ص ۱۱۹)

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو کیونکہ وہ دن حاضری کا ہے، اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، مجھ پر کوئی شخص درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اس سے فارغ ہو میں نے کہا وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا؟ فرمایا کہ ہاں وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے اجسام طیبہ کو کھائے سو اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے اس کو رزق ملتا ہے۔

لیجیے حضرات! سنن ابن ماجہ کی اس صحیح السند متصل روایت سے معاملہ بالکل واضح ہو گیا کہ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے درود پہنچنے کے الفاظ روایت کیے ہیں نہ کہ آواز پہنچنے کے۔

روایت نمبر ۳:

نعیم بن ضمضم عن عمران بن الحمیری عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: ان لله ملكا اعطاه اسماع الخلائق فهو قائم على قبري اذا مت، فليس احد يصلي على صلوة الا قال يا محمد! صلي عليك فلان بن فلان... الخ.

اللہ نے ایک فرشتے کو مخلوقات کی سماعتیں عطا فرمائی ہیں جو میری وفات کے بعد میری قبر پر کھڑا ہوگا پھر جو کوئی مجھ پر ایک درود پڑھے گا تو وہ کہے گا: اے محمد! فلاں کے فلاں بیٹے نے آپ پر درود پڑھا ہے..... الخ۔ (بحوالہ ابوالشیخ بن حیان والطبرانی وغیرہما عن القول البدیع للسقاوی ص ۱۱۲، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۴/۴۴)

الجواب:

اولاً..... تو عرض ہے کہ یہ روایت خود اہل بدعت کے نظریہ کے خلاف ہے کیونکہ اس روایت سے تو یہ ثابت ہو رہا ہے کہ دور سے پڑھا جانے والا درود و سلام بھی قبر پر کھڑا ایک فرشتہ آپ ﷺ تک پہنچاتا ہے جب کہ اہل بدعت کا نظریہ یہ ہے کہ دور سے پڑھا جانے والا درود و سلام آپ ﷺ براہ راست خود سماعت فرماتے ہیں۔

ثانیاً..... یہ روایت شدید ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند کا راوی نعیم بن ضمضم مجہول ہے جسے کسی ایک بھی محدث نے ثقہ نہیں کہا۔ (فیما اعلم) اس سند کا دوسرا راوی عمران بن الحمیری بھی مجہول الحال ہے۔ مزید برآں یہ روایت متعدد اتفاقی احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہے مثلاً صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ فرشتے زمین میں پھرتے رہتے ہیں اور امت کا سلام آپ ﷺ تک پہنچاتے ہیں، جبکہ یہ روایت بتلا رہی ہے کہ قبر پر کھڑا ایک ہی فرشتہ وہیں سے سن کر مخلوقات کی طرف سے پڑھا جانے والا درود و سلام آپ ﷺ تک پہنچا دیتا ہے۔ الغرض یہ روایت سخت ضعیف ہے بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ موضوع ہو، لہذا اس سے استدلال مردود ہے۔

عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام اور چند ضروری تنقیحات:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر عقیدہ حیات انبیاء علیہم السلام کے متعلقہ بھی متعدد احادیث میں سے ایک حدیث کو مع التحقیق پیش کر دیا جائے مگر اس سے پہلے چند ضروری تنقیحات حاضر خدمت ہیں۔

(۱) عالم دنیا میں نبی مکرم ﷺ پر موت کا ورود برحق ہے، اسی لئے آپ ﷺ کی عالم دنیا میں زندگی تریسٹھ (۶۳) سال ہے اس پر سب کا اتفاق ہے۔

(۲) روح زندہ ہے روح کی حیات کا بھی کوئی منکر نہیں۔

(۳) نبی کریم ﷺ اور دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں متعلق روح زندہ ہیں ان کے اجساد مبارکہ بعینہ محفوظ ہیں اور آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کے پاس جو درود شریف پڑھا جائے تو آپ ﷺ اسے بلا واسطہ سنتے ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا دیتے ہیں یہ اہل سنت والجماعت کا اجماعی و اتفاقی عقیدہ ہے۔

جبکہ اہل سنت والجماعت کے اس اتفاقی و اجماعی عقیدہ کے خلاف دور حاضر کے اہل بدعت کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ نہیں بلکہ مردہ ہیں صلوٰۃ و سلام کا سماع نہیں فرماتے اور آپ ﷺ کی روح مبارک کا جسم اقدس سے کسی بھی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے جو شخص آنحضرت ﷺ یا کسی بھی نبی کو قبر میں زندہ مانے وہ مشرک ہے۔ اور یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اہل بدعت کے پاس اپنے اس نظریے پر نہ قرآن کی آیت ہے اور نہ ہی حدیث اور نہ ہی اجماع امت البتہ قرآن و سنت کے نام پر دھوکہ ہے، کہ عالم دنیا کی موت کے بارے میں موجود آیات اور احادیث مبارکہ کو عالم قبر پر چسپاں کر کے روضہ اطہر میں نبی اقدس ﷺ کے جسم اقدس کو بے حس و بے جان ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۴) ائمہ اہلسنت نے عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق اپنے موقف کی وضاحت درج ذیل تعبیراتی عنوانات سے کی ہے۔

”حیات دنیوی“، ”مماثل دنیوی“، ”جسمانی“، ”برزخی“، ”روحانی“

ائمہ اہلسنت کے ان تعبیراتی عنوانات کا مآل ایک ہی ہے اور ان عنوانات کا آپس میں کوئی تعارض نہیں ہے کہ باعتبار برزخ کے یہ ”حیات برزخی“ ہے، باعتبار دنیوی جسد مبارک ﷺ ”حیات دنیوی جسمانی“ ہے اور باعتبار جسد اقدس ﷺ سے روح مبارک ﷺ کے تعلق کے ”روحانی یا روحی“ ہے۔

اہل بدعت اکابرین اہلسنت کی ان تعبیرات سے ”حیات برزخی“، ”حیات روحانی“ کے الفاظ لے کر کہا کرتے ہیں کہ یہ حضرات فقط روح کی حیات کے قائل ہیں حالانکہ یہ سراسر دھوکہ ہے حیات روحانی یا برزخی کہنے سے حیات جسمانی کی ہرگز نفی نہیں ہوتی اور نہ ہی ان الفاظ کا آپس میں کوئی تعارض ہے۔

چنانچہ الامام الشیخ نورالحق بن عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ص ۳۱۱ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

”قول مختار و مقرر جمہور ایں است کہ انبیاء بعد اذ اقامت موت زندہ اند بحیات دنیوی“ (تیسیر القاری ج ۳ ص ۲۶۲)
اس عبارت میں شیخ نور الحق رحمہ اللہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات کو ”دنیوی“ کہہ رہے ہیں۔ جبکہ ایک دوسرے
مقام پر یہی شیخ نور الحق رحمہ اللہ اسے ”برزخی“ بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

”انبیاء در عالم برزخ زندہ اند“ (ایضاً: ج ۳ ص ۲۴۵)

شیخ نور الحق رحمہ اللہ کا اسے کبھی ”حیات دنیوی“ سے اور کبھی ”حیات برزخی“ سے تعبیر کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ
ان تعبیرات میں کوئی تضاد نہیں ہے اور ایک سے دوسری کی نفی نہیں ہوتی۔

ثقہ و صدوق امام سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ ص ۱۳۷ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

”مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات ﷺ کی (قبر مبارک) کی زیارت اور آپ ﷺ کے توسل کی
غرض سے ہونی چاہیے۔ آپ ﷺ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مؤمنین کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی
ہے اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ۱/ ۱۵۳ مطبوعہ مجلس
یادگار شیخ الاسلام کراچی ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۴ء)

اس عبارت میں حضرت مدنی رحمہ اللہ بیک وقت نبی ﷺ کی حیات کو جسمانی بھی کہہ رہے ہیں اور دنیاوی بھی اور
روحانی بھی، معلوم ہوا ان تعبیرات میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

ثقہ محقق امام تقی الدین علی بن عبد الکافی سبکی شافعی رحمہ اللہ ص ۵۶ لکھتے ہیں:

”واما حیوة الانبیاء اعلیٰ و اکمل و اتم من الجمیع لانہا الروح و الجسد علی الدوام علی ما کان
فی الدنیا“ (شفاء السقام: ص ۱۵۴)

کہ بہر حال حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات تو تمام سے اعلیٰ اکمل اور اتم ہے کیونکہ ان کی حیات جسم اور روح
دونوں کو دوامی طور پر حاصل ہے جس طرح کہ دنیا میں تھی۔

علامہ سبکی رحمہ اللہ ہی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

”فان الصلوٰۃ تستدعی جسدا حیوا و کذا لک الصفات المذکورة فی الانبیاء لیلة الاسراء کلها
صفات الاجسام و لا یلزم من كونها حیاة حقیقیة ان یکون الابدان معها کما كانت فی الدنیا
من الاحتیاج الی الطعام و الشراب و الامتناع عن النفوذ فی الحجاب الکثیف و غیر ذلک من
صفات الاجسام الی شاهدها بل قد یکون لها حکم آخر فلیس فی العقل ما یمنع من اثبات
الحیات الحقیقیة لهم و اما الادراکات کالعلم و السماع فلا شک الی ذالک ثابت و سنذکر
ثبوتہ لسائر الموتی فکیف بالانبیاء انعمی۔ (شفاء السقام: ص ۱۴۴)

نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے اور اسی طرح معراج کی رات حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں جتنی صفات کا ذکر ہے وہ تمام اجسام کی صفات ہیں اور اس حیات کے حقیقی حیات ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس حیات کے ساتھ ابدان کو کھانے پینے کی ویسی ہی حاجت ہو جیسے دنیا میں تھی یا یہ کہ وہ کثیف پردہ میں نفوذ نہ کر سکیں اور اسی طرح اجسام کی دیگر صفات جن کا ہم دنیا میں مشاہدہ کرتے ہیں یہ ہو سکتا ہے کہ ان ابدان کا حکم دنیوی ابدان سے جدا اور الگ ہو عقلاً اس میں کوئی امتناع نہیں کہ ان کیلئے حقیقی حیات ثابت ہو، رہے ادراکات مثلاً علم اور سماع وغیرہ تو ان کے ثبوت میں کوئی شک و شبہ ہی نہیں، یہ تو تمام مردوں کے لئے ثابت ہیں پھر بھلا حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے کیوں ثابت نہ ہوں گے؟

ملاحظہ فرمائیں علامہ سبکی رحمہ اللہ پہلی عبارت میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات کو جسمانی بھی کہہ رہے ہیں اور روحانی بھی، اور پھر علامہ موصوف کی دوسری عبارت سے تو یہ بات بھی سامنے آگئی کہ حیات جسمانی کیلئے جملہ لوازمات قبر میں ثابت نہیں ہیں مثلاً جس طرح دنیا میں کھانے اور پینے کی حاجت ہوتی ہے اس طرح عالم قبر اور برزخ میں نہیں ہوتی اور اسی طرح دیگر کئی امور بھی اچھا خاصہ فرق ہے، البتہ دنیاوی حیات کی طرح ان کو ادراک علم اور شعور حاصل ہے اور انہی اہم امور کی وجہ سے اس کو دنیاوی اور جسمانی حیات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ثقہ و صدوق مفسر مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

”غرض یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات جسمانی ہے محض روحانی نہیں اس لئے کہ مرنے کے بعد روحانی حیات اور سمع اور ادراک حضرات انبیاء کرام علیہم السلام..... الخ“ (حیات نبوی ص ۵)

اس عبارت میں بھی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات کو روحانی اور جسمانی دونوں طرح تعبیر کیا جا رہا ہے۔

اسی طرح اہل سنت والجماعت کے عقائد کی معتبر ترین کتاب المہند علی المفند (ص ۱۳-۱۴) میں بھی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبر میں زندگی اور حیات کو دنیوی حیات سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کو برزخی بھی کہا گیا ہے کہ وہ عالم برزخ میں زندہ ہیں اور اس حیات دنیوی پر بطور دلیل علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ کی عبارت کا بغرض اختصار ابتدائی کچھ حصہ نقل کر کے لکھ دیا گیا ہے کہ ”الی آخر ما قال“ جبکہ ہم نے ماقبل میں قارئین کی سہولت کے لئے علامہ موصوف کی معبود عبارت بمع ترجمہ نقل کر دی ہے جس میں یہ وضاحت موجود ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات فی القیور دنیاوی ہے مگر دنیاوی زندگی کے تمام لوازمات اس کیلئے ضروری نہیں ہیں کہ وہ دنیوی کھانے پینے اور دیگر ضروریات کو مستلزم ہو بلکہ ان احکام میں وہ جداگانہ حکم رکھتی ہے البتہ ادراک و شعور اور علم وغیرہ میں وہ دنیوی زندگی کی طرح ہے آسان لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روحوں کا تعلق ان کے اجساد دنیویہ سے ہے اور دنیا کی زندگی کی طرح علم اور ادراک و شعور ان کو حاصل ہے لیکن اگر دوسرا کوئی شخص اس زندگی کو دیکھنا چاہے تو اس کے لئے وہ بالکل محسوس نہیں ہو سکتی اور اس کو حضرات انبیاء کرام علیہم

الصلوة والسلام کے اجسام مبارکہ ساکن اور ساکت ہی نظر آئیں گے کیونکہ دوسرے احباب کے حق میں وہ غیر محسوس ہے اور اس لحاظ سے وہ دنیوی نہیں اور نہ دنیوی زندگی کے مشابہ ہے بلکہ اس معنی میں وہ برزخی اور اخروی ہیائئمہ اہلسنت جب بھی اپنی کتب میں دنیاوی حیات کی نفی کرتے ہیں تو اسی معنی کے لحاظ سے کرتے ہیں۔

مذکورہ گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلقہ ائمہ اہلسنت کی عنواناتی تعبیرات جیسے ”حیات دنیوی“، ”مماثل دنیوی“، ”برزخی“، ”روحانی“ وغیرہ سب کا مال ایک ہی ہے ان کا آپس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

(۵) خصوصاً عرب ممالک میں اور عموماً پاکستان میں بعض حضرات نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ اہلسنت والجماعت (اکابرین دیوبند) بھی غالی بدعتی فرقہ بریلویہ کی طرح حیات قبر دنیوی زندگی سے مراد احکام شرعیہ کی پابندی والی حسی ظاہری حیات مراد لیتے ہیں اور وہ اسی کے قائل ہیں حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے اکابرین اہلسنت والجماعت (علماء دیوبند) میں سے کسی سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہے۔ اکابرین اہلسنت والجماعت (علماء دیوبند) نے اپنی متعدد کتب میں یہ صراحت کر رکھی ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد قبر میں حیات دنیوی سے مراد ان کے دنیاوی اجساد مبارکہ سے ارواح مبارکہ کا تعلق اور اس تعلق کی وجہ سے اجساد مبارکہ کی حیات مراد ہے، دنیا سے پردہ فرما جانے کی وجہ سے دنیاوی احکام نماز، روزہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ احکام اب ان پر نہیں۔

چنانچہ اہلسنت والجماعت کی معتبر ترین کتاب المہند علی المفند میں یہ عبارت موجود ہے:

”وحياتہ دنیویہ من غیر تکلیف“ اور (وفات کے بعد) آنحضرت ﷺ کی حیات دنیا کی سی ہے (احکام شرعیہ) سے بلا مکلف ہونے کے۔ (المہند علی المفند: ص ۱۳)

ثقفہ وصدوق سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اور ان اکابر کا یہ مطلب نہیں کہ وہ زندگی تمام احکام میں دنیوی زندگی کی طرح ہے اور اس زندگی پر تمام دنیوی احکام مرتب ہوتے ہیں۔ (ہدایت البحر ان: ص ۳۷۵)

الامام الحافظ، الشیخ الحجۃ، الفقہ الحدیث الشیخ محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ دنیوی ظاہری کہنا اہل سنت کے قول کے خلاف ہے۔ (تسکین الصدور: ص ۲۸۵)

علامہ خالد محمود صاحب حفظہ اللہ مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضور ﷺ کی حیات طیبہ کو دنیویہ صرف اس پہلو سے کہتے ہیں کہ یہ دنیا والے جسد اطہر سے ہے تو یہ اس عالم کے لئے کھلی زندگی نہیں۔ آپ ﷺ برزخ میں اسی جسد اطہر سے نماز پڑھتے ہیں اور آپ ﷺ کی وہ حیات آپ ﷺ کے لئے بے شک حسی ہے۔ لیکن ہم اسے محسوس نہیں کر پاتے۔ نہ ہمیں اس عالم کی نماز کے رکوع و سجود نظر آتے ہیں..... نہایت تعجب سے دیکھا اور سنا گیا ہے کہ بعض علماء ان دلوں ایسا جدار یہ بیان اختیار کیے ہوئے ہیں گویا

علماء دیوبند انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس جہان میں زندہ مانتے ہیں اور وہ ان کی وفات اور اس عالم سے مفارقت کے قائل نہیں۔ معاذ اللہ۔ (مقام حیات: ص: ۲۳۴ طبع ۱۹۹۳ء)

اکابرین اہلسنت (دیوبند) کے ان اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ علماء اہلسنت (دیوبند) کا دعویٰ حیات دنیوی، دنیوی برزخی ہے۔ اور جو احباب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجساد مبارکہ سے ارواح مبارکہ کے تعلق کا انکار کرتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد مبارکہ کو محض بے حس و بے جان کہتے ہیں وہی منکرین حیات انبیاء فی القبور ہیں۔ اکابرین اہلسنت جب حیات دنیوی کی نفی کرتے ہیں تو اس نفی سے مطلقاً نفی مراد نہیں ہوتی، چنانچہ سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: چونکہ یہ زندگی کسی اعتبار سے دنیوی ہے اور کسی اعتبار سے برزخی ہے اس لئے اکابر کی کسی عبارت سے اس زندگی کے ناسوتی یا مماثل حیات دنیا کی نفی ہوتی ہو تو اس کا مطلب یہی ہوگا یہ حیات دنیویہ محضہ نہیں ہے۔ اور تمام احکام میں مثل احکام دنیا کے نہیں ہے۔ اس طرح عبارات اکابر میں تطبیق ہو سکتی ہے۔ اکابر کی عبارات میں خواہ مخواہ تعارض پیدا کرتے رہنا اور ایک عبارت کو دوسری عبارت سے ٹکراتے رہنا کوئی علم کی بات نہیں۔ (ہدایت البحر ان: ص ۷۷۷)

(۶) اس مقام پر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ قبر اور برزخ میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات اور زندگی تسلیم کرنے سے ہرگز شرک لازم نہیں آتا جیسا کہ بعض اہل بدعت نے سمجھ رکھا ہے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کو دائمی اور ہمیشہ کیلئے جو حیات حاصل ہے وہ برزخی حیات ہے، اور عالم دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی انبیاء کرام علیہم السلام پر وفات آچکی ہے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر بھی وقت مقررہ پر آئے گی اور ”کل نفس ذائقۃ الموت“ (ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے) کا فیصلہ ان کے حق میں بھی پورا ہو کر ہی رہے گا۔ اور جب ان کو ”الحی القيوم“ سے اس حیات دائمہ کی صفت میں سرے سے کوئی مماثلت ہی حاصل نہیں ہے تو پھر شرک کیسا؟ ہاں اگر کوئی شخص حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی کسی بھی قسم کی وفات کا قائل نہ ہو تو پھر یہ فتویٰ اس پر لاگو ہو سکتا ہے۔

حدیث اہل تحقیق کے آئینے میں:

اب عقیدہ حیات کے سلسلے میں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک حدیث مع تحقیق پیش کی جاتی ہیں ملاحظہ ہو۔
سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث مبارکہ درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

(۱) مسند ابی یعلیٰ الموصلی رقم الحدیث: ۳۴۲۵

(۲) تاریخ اصہبان: ج ۲ ص ۴۴

(۳) شفاء القام: ص ۱۳۴

(۴) خصائص الکبریٰ: ج ۲ ص ۲۸۱

(۵) فتح الباری: ج ۲ ص ۳۵۲

(۶) فتح الملہم: ج ۱ ص ۳۲۹

(۷) مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۳۸۱۲

(۸) مدارج النبوة: ج ۲ ص ۴۴۷

(۹) فیض القدر: ج ۳ ص ۱۸۴

(۱۰) وقاء الوفا: ج ۲ ص ۴۰۵

تحقیق السند:

یہ حدیث مبارکہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ثابت بنانی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے۔ ثابت بنانی رحمہ اللہ سے حجاج بن اسود رحمہ اللہ اور اس سے مسلم بن سعید رحمہ اللہ اور اس سے یحییٰ بن ابی بکیر رحمہ اللہ اور اس سے زرق بن علی رحمہ اللہ اور عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر رحمہ اللہ نے روایت کی ہے۔

ابو الجہم ازرق بن علی رحمہ اللہ سے امام ابو یعلیٰ موصلی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے۔

(دیکھئے: مسند ابی یعلیٰ موصلی رقم الحدیث: ۳۴۲۵)

اور عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر رحمہ اللہ سے عبد اللہ بن ابراہیم بن صباح مقرئ اصہبانی رحمہ اللہ نے اور اس

سے علی بن محمود رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے۔ (دیکھئے: تاریخ اصہبان ج ۲ ص ۴۴)

اس حدیث کے تمام راویوں کا مختصر سا تعارف حاضر خدمت ہے۔

(۱) امام ابو یعلیٰ موصلی رحمہ اللہ عنہ

امام ابو یعلیٰ احمد بن علی بن ثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال تمیمی موصلی رحمہ اللہ عنہ جلیل القدر ثقہ بالاجماع محدث

تھے۔ آپ کو متعدد دائرہ کرام رحمہم اللہ نے ثقہ و صدوق قرار دیا ہے مثلاً.....

(۱) حافظ ذہبی رحمہ اللہ عنہ ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: ”الحافظ، الثقة، محدث المجزیة، الامام، الحافظ، شیخ الاسلام“

(تذکرۃ الحفاظ برقم: ۷۲۶، سیر اعلام النبلاء برقم: ۲۶۱۹)

(۲) امام ابو یعلیٰ غلیلی رحمہ اللہ ۳۴۶ھ کہتے ہیں: ”ثقة متفق علیہ“ (الارشاد ج ۲ ص ۶۱۹)

(۳) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الثقات لابن حبان برقم: ۱۲۲۲۸)

(۲) امام ابوالجہم ازرق بن علی رحمہ اللہ

امام ابوالجہم ازرق بن علی بن مسلم خفی رحمہ اللہ بھی بالاتفاق ثقة وصدق راوی تھے۔ آپ کو بھی متعدد دائرہ کرام رحمہم اللہ نے ثقة وصدق قرار دیا ہے مثلاً.....

(۱) امام ابوالحسن نورالدین بیہقی رحمہ اللہ ۸۰۷ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (مجمع الزوائد للبیہقی برقم: ۱۸۰۳۵)

(۲) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الثقات لابن حبان برقم: ۱۲۶۱۲)

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۵۸۲ھ کہتے ہیں: ”صدق یغرب“ (تقریب ص ۲۱)

(۴) حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ ۸۰۴ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (البدرا لمیر ج ۵ ص ۲۸۵)

(۵) امام سمہودی رحمہ اللہ ۹۱۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (وفاء الوفاء: ج ۲ ص ۳۰۵)

(۶) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ۱۰۵۲ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (مدارج النبوة ج ۲ ص ۵۲۷)

(۳) امام ابوزکریا یحییٰ بن ابی بکیر عبدی قیسی کرمانی رحمہ اللہ

امام ابوزکریا یحییٰ بن ابی بکیر عبدی قیسی کرمانی رحمہ اللہ کتب صحاح شہ کے ثقة وصدق راوی تھے، ان کی تعدیل و توثیق کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱) امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ۲۳۳ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (تاریخ ابن معین برقم: ۸۷۷)

(۲) امام ابوالحسن علی رحمہ اللہ ۲۶۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (تاریخ الثقات برقم: ۱۷۹۳)

(۳) امام علی بن مدینی رحمہ اللہ ۲۰۴ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الجرح والتعدیل للرازی برقم: ۵۵۷)

(۴) امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ ۲۴۷ھ فرماتے ہیں: ”صدق“ (ایضاً)

(۵) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الثقات برقم: ۱۶۳۰۶)

(۶) حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ ۸۰۴ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (البدرا لمیر ج ۵ ص ۲۸۵)

(۷) امام سمہودی رحمہ اللہ ۹۱۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (وفاء الوفاء: ج ۲ ص ۳۰۵)

(۸) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ۱۰۵۲ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (مدارج النبوة ج ۲ ص ۵۲۷)

(۹) امام ابوالحسن نورالدین بیہقی رحمہ اللہ ۸۰۷ھ فرماتے ہیں: ”ثقة“ (مجمع الزوائد للبیہقی برقم: ۱۳۸۱۲)

(۴) مستلم بن سعید ثقفی واسطی رحمہ اللہ

امام مستلم بن سعید ثقفی واسطی سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داؤد کے ثقہ و صدوق راوی تھے، ان کی تعدیل و توثیق کے حوالے ملاحظہ فرمائیں:

- (۱) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۲۴۱ھ فرماتے ہیں: ”شیخ ثقة“ (تہذیب الکمال برقم: ۵۸۹۱)
- (۲) امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ۲۴۳ھ کہتے ہیں: ”صویلح“ (ایضاً)
- (۳) امام ابو عبد الرحمن نسائی رحمہ اللہ ۳۰۳ھ فرماتے ہیں: ”لیس بہ باس“ (ایضاً)
- (۴) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (ایضاً)
- (۵) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ کہتے ہیں: ”صدوق عابد ربما وہم“ (تقریب ص ۳۳۳)
- (۶) امام ابوالحسن نورالدین بیہقی رحمہ اللہ ۸۰۷ھ فرماتے ہیں: ”ثقة“ (مجمع الزوائد للبیہقی برقم: ۱۳۸۱۲)
- (۷) حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ ۸۰۴ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (البدرا لمیر ج ۵ ص ۲۸۵)
- (۸) امام سمہودی رحمہ اللہ ۹۱۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (وفاء الوفاء: ج ۲ ص ۴۰۵)
- (۹) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ۱۰۵۲ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (مدارج النبوة ج ۲ ص ۵۲۷)

(۵) حجاج بن ابی زیاد اسود رحمہ اللہ

امام حجاج بن ابی زیاد اسود نسلی رحمہ اللہ بھی بالاتفاق ثقہ و صدوق راوی ہیں، ان کی تعدیل و توثیق کے حوالے حاضر ہیں۔

- (۱) امام ابوداؤد رحمہ اللہ ۲۵۷ھ فرماتے ہیں: ”ثقة“ (سؤالات ابی عبیدال آجری برقم: ۵۳۸)
- (۲) حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۷۴۸ھ لکھتے ہیں: ”بصری صدوق. ثقة“
- (سیر اعلام النبلاء برقم: ۱۰۳۲، تلخیص المستدرک ج ۲ ص ۳۳۲)
- (۳) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ ۳۴۵ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الثقات برقم: ۷۳۷۰)
- (۴) امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ۲۴۳ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (لسان المیزان برقم: ۷۸۷)
- (۵) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۲۴۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة رجل صالح“ (الجرح والتعدیل للرازی برقم: ۶۸۵)
- (۶) امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ ۲۷۷ھ کہتے ہیں: ”صالح الحديث“ (ایضاً)
- (۷) امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ ۴۰۵ھ اس کی سند سے مروی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ”هذا حديث صحيح الاسناد“ یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ (مستدرک حاکم: رقم الحدیث ۷۹۴)
- (۸) امام ابوالحسن نورالدین بیہقی رحمہ اللہ ۸۰۷ھ فرماتے ہیں: ”ثقة“ (مجمع الزوائد للبیہقی برقم: ۱۳۸۱۲)

(۹) حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ ۸۰۴ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (البدرا لمیر ج ۵ ص ۲۸۵)

(۱۰) امام سمہودی رحمہ اللہ ۹۱۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (وفاء الوفاء: ج ۲ ص ۴۰۵)

(۱۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ۱۰۵۲ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۲۷)

(۶) امام ثابت بن اسلم بنانی رحمہ اللہ ۱۲۳ھ

امام ثابت بن اسلم بصری بنانی رحمہ اللہ ۱۲۳ھ کتب صحاح ستہ کے ثقہ بالاجماع راوی تھے۔ متعدد حضرات نے ان کی تعدیل و توثیق بڑے واضح لفظوں میں کی ہے مثلاً.....

(۱) امام ابوالحسن عجل رحمہ اللہ ۲۶۱ھ لکھتے ہیں: ”تابعی ثقة درجل صالح“ (تاریخ الثقات برقم: ۱۸۰)

(۲) حافظ ابن سعد رحمہ اللہ ۲۴۰ھ فرماتے ہیں: ”ثقة في الحديث مامون“ (الطبقات الکبریٰ برقم: ۳۱۴۱)

(۳) امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ۲۴۳ھ فرماتے ہیں: ”ثقة“ (الجزع والتعدیل للرازی برقم: ۱۸۰۵)

(۴) امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ ۲۴۷ھ کہتے ہیں: ”ثقة صدوق“ (ایضاً)

(۵) حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۴۸۸ھ فرماتے ہیں: ”الامام الحجة القدوة“ (تذکرۃ الحفاظ برقم: ۱۱۰)

(۶) امام ابوالحسن نورالدین بیہقی رحمہ اللہ ۸۰۷ھ فرماتے ہیں: ”ثقة“ (مجمع الزوائد للبیہقی برقم: ۱۳۸۱۲)

(۷) حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ ۸۰۴ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (البدرا لمیر ج ۵ ص ۲۸۵)

(۸) امام سمہودی رحمہ اللہ ۹۱۱ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (وفاء الوفاء: ج ۲ ص ۴۰۵)

(۹) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ۱۰۵۲ھ کہتے ہیں: ”ثقة“ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۲۷)

(۷) امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد کرمانی رحمہ اللہ

امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکر کرمانی رحمہ اللہ بھی جلیل القدر محدث تھے، ان کی تعدیل و توثیق کے حوالے حاضر ہیں۔

(۱) امام ابوالشیخ اصہبانی رحمہ اللہ ۳۶۹ھ فرماتے ہیں: ”صدوق“ (طبقات الحدیثین باصہبان والواردین علیہما برقم: ۲۰۸)

(۲) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ فرماتے ہیں: ”مستقیم الحديث“ (الثقات برقم: ۱۳۸۹۷)

(۳) امام ابو نعیم اصہبانی رحمہ اللہ ۴۳۰ھ فرماتے ہیں: ”صدوق“ (تاریخ اصہبان برقم: ۹۴۹)

(۴) امام ابو بکر خطیب بغدادی رحمہ اللہ ۴۶۳ھ فرماتے ہیں: ”سمع جده يحيى بن ابي بکر..... وكان ثقة“

(تاریخ بغداد برقم: ۵۱۹۳)

(۸) امام عبد اللہ بن ابراہیم اصہبانی رحمہ اللہ

امام عبد اللہ بن ابراہیم بن صباح مقرئ اصہبانی رحمہ اللہ اصہبان کے مشہور و معروف ائمہ محدثین میں سے تھے، آپ نے

محمد بن یحییٰ زجاج، ابو مسعود، عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکر، علی بن فورك بن زید، محمد بن اسماعیل خفاف رحمہم اللہ وغیرہم سے علم حدیث حاصل کیا۔ (دیکھئے: تاریخ اصہبان: ج ۱ ص ۴۳۳-ج ۲ ص ۴۴-ج ۲ ص ۴۰۹) اور

آپ سے احمد بن محمد بن جعفر، ابو عبد اللہ حسین بن علی بن احمد بن بکر، علی بن محمود، ابو عمر محمد بن حسن فقیہ، ابو بکر محمد بن ابراہیم اصہبانی الخازن المشہور بابن المقرئ، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ بن منندہ عبدی رحمہم اللہ اور دیگر متعدد حضرات فیض یاب ہوئے۔ (دیکھئے: تاریخ اصہبان ج ۲ ص ۲۷۴-ج ۲ ص ۲۰۹، المعجم لابن المقرئ برقم ۱۰۱۳) امام ابو نعیم اصہبانی رحمہ اللہ ۳۲۰ھ آپ کو محدث اصہبان کہتے ہیں۔ (ملخصاً: تاریخ اصہبان ج ۱ ص ۱۹) امام شرف الدین علی بن مفضل مقدسی رحمہ اللہ ۶۱۱ھ ”شیخ“ کہتے ہیں۔ (کتاب الاربعین المرتبۃ علی طبقات الاربعین ج ۱ ص ۴۲۹) امام ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ بن منندہ عبدی رحمہ اللہ ۳۹۵ھ آپ سے مروی ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ”ہذا حدیث مجمع علی صحتہ“ اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے۔ (الایمان لابن منندہ ج ۱ ص ۶۸ برقم ۲۰۴) اسی طرح ایک اور روایت کے بارے میں کہتے ہیں کہ ”ہذا خبر ثابت“ یہ روایت (صحیح و) ثابت ہے۔ (التوحید لابن منندہ ج ۱ ص ۳۱ برقم ۳۱) علامہ حسین بن ابراہیم جورقانی رحمہ اللہ ۵۴۳ھ آپ کی سند سے مروی ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں ”ہذا حدیث صحیح“ کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (کتاب الاباطیل والناسکیر والصحاح والمشاہیر ج ۲ ص ۳۷۵)

(۹) امام ابوالحسن علی بن محمود مدینی رحمہ اللہ امام ابوالحسن علی بن محمود بن علی بن مالک بن اخطل مدینی رحمہ اللہ بھی اصہبان کے مشہور راویان حدیث میں سے ہیں۔ آپ نے محمد بن ابراہیم بن عامر، عبدالرحمن بن حسن وغیرہما سے علم حدیث حاصل کیا۔ (دیکھئے: تاریخ اصہبان ج ۱ ص ۴۴۴) امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصہبانی رحمہ اللہ ۳۳۰ھ کہتے ہیں کہ یہ ثقہ صاحب اصول اور کثیر الحدیث راوی تھے۔ (دیکھئے: تاریخ اصہبان ج ۱ ص ۴۴۴)

خلاصہ التحقیق:

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث مبارکہ بلحاظ سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے، اور اس کے تمام راوی بالاتفاق ثقہ و صدوق ہیں۔

حدیث انسؓ ائمہ محدثین کی نظر میں:

سندی تحقیق کے بعد اب اس حدیث کے متعلقہ ائمہ محدثین کی آراء حاضر خدمت ہیں۔

- (۱) امام ابوالحسن نوزالدین بیہقی رحمہ اللہ ۸۰ھ فرماتے ہیں: ”رجال ابی یعلی ثقات“ کہ مسند ابی یعلیٰ کی روایت کی سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد للبیہقی برقم ۱۳۸۱۲)
- (۲) امام ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ ۴۵۸ھ اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۵، فیض الباری ج ۲ ص ۶۴)

(۳) حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ ۸۰۳ھ فرماتے ہیں: ”رجالہ کلہم ثقات“ کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(البدرا لمیر ج ۵ ص ۲۸۵)

(۴) امام سہودی رحمہ اللہ ۹۱۱ھ فرماتے ہیں: ”ورواہ ابو یعلیٰ برجال ثقات ورواہ البیہقی و صححہ“ کہ اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ رحمہ اللہ نے ثقہ راویوں کی سند سے روایت کیا ہے، امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کو روایت کر کے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۲، الفصل الثانی فی بقیۃ اولۃ الزیارة)

(۵) امام ملا علی القاری رحمہ اللہ ۱۰۱۴ھ فرماتے ہیں: ”صح خبر الانبیاء احياء فی قبورہم“ کہ حدیث ”الانبياء احياء فی قبورہم“ صحیح ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۳ ص ۴۱۵، باب الجمعة)

(۶) علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ ۱۰۳۱ھ فرماتے ہیں: ”وہو حدیث صحیح“ کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۳ ص ۲۳۹ رقم ۳۰۸۹)

(۷) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ۱۰۵۲ھ فرماتے ہیں کہ ابو یعلیٰ کی سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

(مدارج النبوة ج ۲ ص ۵۲۷)

(۸) علامہ علی بن احمد بن نور الدین عزیزی رحمہ اللہ ۱۰۷۰ھ فرماتے ہیں: ”وہو حدیث صحیح“ کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(السراج الممیر شرح الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۳۴)

(۹) ثقہ و صدوق امام سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ ۱۳۵۲ھ نے اس حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تصحیح کو نقل فرما کر اس پر اعتماد فرمایا ہے۔ (دیکھئے: فیض الباری ج ۲ ص ۶۴، باب رفع الصوت فی المسجد)

(۱۰) ثقہ و صدوق امام شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ ۱۳۶۹ھ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔

(فتح الملہم: ج ۱ ص ۳۲۹، باب الاسراء برسول اللہ و فرض الصلوٰۃ۔۔۔ الخ)

(۱۱) ثقہ و محقق امام شیخ محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ ۱۴۰۲ھ فرماتے ہیں کہ اور یہ حدیث کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، صحیح ہے۔ (فضائل درود شریف: ص ۶۷)

(۱۲) الامام، الحافظ، الثقہ، المحقق، الحجة، ابوالزاہد محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ ۱۴۳۰ھ لکھتے ہیں کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں اور جمہور محدثین کرام رحمہم اللہ اس کی تصحیح کرتے ہیں۔ (تسکین الصدور: ص ۲۲۲)

(۱۳) امام ابواحمد بن عدی جرجانی رحمہ اللہ ۳۶۵ھ فرماتے ہیں: ”وللحسن بن قتیبة هذا احادیث غرائب حسان“ کہ حسن بن قتیبة کی یہ احادیث کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں وغیرہ حسن غریب ہیں۔ (اکامل لابن عدی: رقم الترجمة ۴۶۰)

(۱۴) حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ ۹۱۱ھ فرماتے ہیں: ”وصح انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الانبياء احياء

یصلون“ کہ یہ روایت صحیح ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء (اپنی قبروں میں) زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ (الحاوی للفتاویٰ: ج ۲ ص ۱۹۷)

نیز متعدد غالی غیر مقلد علماء نے بھی اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے مثلاً.....

☆ ارشاد الحق اثری نے لکھا کہ:

”اسنادہ جید“ کہ اس روایت کی سند جید ہے۔ (حاشیہ مسند ابی یعلیٰ ۱۳/۷۱۳ بحوالہ)

☆ حسین سلیم اسد نے لکھا کہ:

”اسنادہ صحیح“ اس کی سند صحیح ہے۔ (حاشیہ مسند ابی یعلیٰ ۱۳/۷۱۶)

☆ قاضی شوکانی نے لکھا کہ:

”انہ یصلون فی قبرہ وروحہ لا تغار قہ لہما صح ان الانبیاء احياء فی قبورہم“
آئحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی روح آپ ﷺ کے جسم مبارک سے جدا نہیں ہوتی
کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (تحفۃ الذاکرین شرح
حصن حصین ص ۲۸ بحوالہ تسکین الصدور ص ۲۲۱)

☆ قاضی شوکانی نے ہی ایک دوسرے مقام پر لکھا کہ:

”وقد ثبت فی الحدیث ان الانبیاء احياء فی قبورہم رواہ المنذری و صححہ البیہقی“
بلاشبہ حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ علامہ
منذری نے یہ روایت بیان کی ہے اور امام بیہقی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ (نیل الاوطار: ج ۳ ص ۲۶۴)

☆ ناصر الدین البانی غیر مقلد نے لکھا کہ:

”قلت: وهذا اسناد جید رجالہ کلہم ثقات“

میں کہتا ہوں کہ (اس حدیث کی) یہ سند عمدہ ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ برقم: ۶۲۱)
الغرض سند تحقیق اور ائمہ محدثین کی صریح گواہیوں سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بلاغبار صحیح و ثابت ہے۔ مگر اس کے باوجود
بعض حضرات نے اپنے مردود مسلک کو بچانے کیلئے اس حدیث پر بلا دلیل لائے اور فاسد اعتراضات وارد کئے ہیں، اب ان
اعتراضات کا تحقیقی جائزہ ملاحظہ فرمائیے:

اعتراض نمبر ۱:

سجاد بخاری اور شیر محمد جھنگوی نامی شخص کا کہنا ہے کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ ۸۷۴ھ نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ:

”حجاج بن الاسود عن ثابت البنانی ذکرہ ماروی عنہ فیما اعلم سوی مستلم بن سعید فانی

بخبر منكر عنه عن انس في ان الانبياء احياء في قبورهم يصلون رواه البيهقي
 کہ حجاج بن اسود رحمہ اللہ ثابت بنانی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں مگر وہ مجہول ہیں میرے علم کے مطابق مستلم بن
 سعید رحمہ اللہ کے بغیر ان سے کسی نے روایت نہیں کی اور اس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک منکر روایت
 بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے اور نمازیں پڑھتے ہیں، امام بیہقی رحمہ
 اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۴۶۰)

الجواب:

اولاً..... عرض ہے کہ علم محیط تفصیل کلی خاصہ خداوندی ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی بڑے سے بڑا محدث بھی علم کلی نہیں رکھتا اور نہ ہی
 غلطی و خطا سے مبرا ہے۔ حافظ موصوف کا حجاج بن اسود کو مجہول کہنا غلط ہے، کیونکہ دیگر جبال علم ائمہ کرام رحمہم اللہ نے
 صراحت فرما رکھی ہے کہ یہ راوی (مجہول نہیں بلکہ) ثقہ ہے مثلاً.....

- (۱) امام ابوداؤد رحمہ اللہ ۲۷۵ھ فرماتے ہیں: "ثقة" (سؤالات ابی عبیدال آجری برقم: ۵۳۸)
 - (۲) علامہ سہودی رحمہ اللہ ۹۱۱ھ فرماتے ہیں: "ثقة" (وفاء الوفاء: ج ۱ ص ۴۰۵)
 - (۳) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ ۳۴۵ھ کہتے ہیں: "ثقة" (الثقات برقم: ۷۳۷۰)
 - (۴) امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ۲۴۳ھ کہتے ہیں: "ثقة" (لسان المیزان برقم: ۷۸۷)
 - (۵) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۲۴۱ھ کہتے ہیں: "ثقة رجل صالح" (الجرح والتعديل للرازی برقم: ۶۸۵)
 - (۶) امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ ۲۷۵ھ کہتے ہیں: "صالح الحديث" (ایضاً)
 - (۷) امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ ۴۰۵ھ اس کی سند سے مروی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: "هذا حديث صحيح الاسناد" یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ (مستدرک حاکم: رقم الحدیث ۷۹۳۷)
 - (۸) امام ابوالحسن نورالدین بیہقی رحمہ اللہ ۸۰۷ھ فرماتے ہیں: "ثقة" (مجمع الزوائد للبیہقی برقم: ۱۳۸۱۲)
- الغرض جب امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ۲۴۳ھ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۲۴۱ھ، امام ابوداؤد رحمہ اللہ
 ۲۷۵ھ وغیرہم جیسے چوٹی کے محدثین اسے ثقہ کہہ رہے ہیں تو پھر یہ مجہول کیسے ہو سکتا ہے؟
- ثانیاً..... حجاج بن اسود رحمہ اللہ سے (مستلم بن سعید رحمہ اللہ کے علاوہ) عیسیٰ بن یونس، علاء بن میمون غزلی، عمر بن عبد الوہاب
 ریاحی، روح بن عبادہ رحمہم اللہ اور دیگر حضرات بھی روایت کرتے ہیں، ثبوت ملاحظہ ہوں۔

- (۱) اخبرنا عیسیٰ بن یونس، سمع الحجاج بن ابی زیاد الاسود قال حدثني ابو نصره او ابو الصديق... الخ
 (التاريخ الكبير للبخاری برقم: ۲۸۱۹)
- (۲) عمر بن عبد الوہاب الرياحی عن الحجاج بن الاسود عن محمد بن واسع... الخ (مستدرک حاکم برقم: ۷۹۳۷)

(۳) العلاء بن رمیمون العنزی ثنا الحجاج بن الاسود عن محمد بن سیرین... الخ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی برقم: ۱۵۸۱۹، معجم الاوسط للطبرانی برقم: ۸۶۰۶)

(۴) روح ثنا الحجاج بن الاسود عن معاویہ بن قرۃ... الخ (کتاب الزہد لاحمد بن حنبل برقم: ۱۶۷۲-۱۹۱۸)

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ فرماتے ہیں: "وعنه جریر بن حازم وحماد بن سلمة وروح بن عبادۃ" کہ حجاج بن اسود رحمہ اللہ سے جریر بن حازم، حماد بن سلمہ، روح بن عبادہ رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔ (لسان المیزان: ج ۲ ص ۱۷۵) امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ ۷۷۷ھ فرماتے ہیں: "روی عنه حماد بن سلمة وجعفر بن سليمان الضبعي وعيسى بن يونس وروح بن عبادۃ" کہ اس سے حماد بن سلمہ، جعفر بن سلیمان، عیسیٰ بن یونس اور روح بن عبادہ رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔ (الجرح والتعديل للرازی برقم: ۶۸۴) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۲۴۱ھ فرماتے ہیں: "حدث عنه حماد بن سلمة" کہ اس سے حماد بن سلمہ رحمہ اللہ روایات بیان کرتے ہیں۔ (ایضاً) حافظ قاسم بن قطلوبغا حنفی رحمہ اللہ ۸۷۹ھ بھی کہتے ہیں "روی عنه عيسى بن يونس وجرير بن حازم" کہ حجاج بن اسود رحمہ اللہ سے عیسیٰ بن یونس رحمہ اللہ اور جریر بن حازم رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں۔ (الثقات ممن لم يقع في الكتب الستة برقم: ۲۶۲۰) ان عبارات سے حافظ موصوف کا یہ اعتراض بھی غلط ثابت ہوا کہ حجاج رحمہ اللہ سے صرف مستلم بن سعید رحمہ اللہ ہی روایت کرتا ہے۔

مثلاً..... میزان الاعتدال کی عبارت "قانی بخبر منکر" میں منکر سے اصطلاحی خبر منکر مراد نہیں ہو سکتی، کیونکہ اصطلاحی خبر منکر وہ ہوتی ہے جس کو کوئی ضعیف راوی ثقہ راویوں کے خلاف روایت کرتا ہو یا عند البعض کوئی ثقہ راوی اپنے سے ثقہ تر راوی خلاف روایت کرتا ہو۔ (دیکھئے: تدریب الراوی ص ۱۵۲) مگر زیر بحث حدیث کی سند میں حجاج سمیت تمام راوی اتفاقاً طور پر ثقہ ہیں ضعیف نہیں اور پھر حجاج رحمہ اللہ نے کسی ثقہ یا ثقہ تر راوی کی مخالفت بھی نہیں کی لہذا اس پر اصطلاحی خبر منکر کی تعریف صادق نہیں آتی۔ ہاں البتہ بعض دفعہ منکر کا اطلاق ایسی روایت پر بھی کر دیا جاتا ہے جسے روایت کرنے میں کوئی راوی متفرد ہو، میزان کی عبارت میں بھی اس حدیث پر منکر کا اطلاق راوی کے تفرد کی وجہ سے کیا گیا ہے، مگر ایسی منکر حدیث صحیح شمار ہوتی ہے۔ چنانچہ شیخ ابوغندہ رحمہ اللہ حافظ سیوطی رحمہ اللہ ۹۱۱ھ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں مسند احمد اور سنن ابی داؤد وغیرہ میں پائی گئی کئی احادیث کے بارے میں بارے کہا ہے کہ وہ منکر ہیں بلکہ ایسی احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی ہیں اور اس کا معنی عند الحفاظ یہ ہے کہ:

"ان النكارة ترجع الى الفردية ولا يلزم من الفردية ضعف متن الحديث فضلاً عن بطلانه"

یعنی نکارۃ فردیت کی جانب لوٹتی ہے اور فردیت (یعنی راوی کا تنہا ہونے) سے حدیث کا متن ضعیف نہیں ہوتا چہ جائیکہ وہ باطل ہو۔ (حاشیہ الرفع والتکمیل: ص ۲۰۰)

الغرض میزان الاعتدال میں تفرد راوی کی بناء پر اس حدیث کو منکر کہا گیا ہے اور ایسی منکر حدیث صحیح شمار ہوتی ہے۔ نیز معترض شیر محمد تھنکوی نامی شخص نے تسلیم کیا ہے کہ میزان الاعتدال کی عبارت میں منکر سے اصطلاحی خبر منکر مراد نہیں بلکہ راوی کے تفرد کی وجہ سے منکر کہا گیا ہے۔ (ملخصاً: آئینہ تسکین الصدور ص ۷۷-۷۸)

رابعاً..... حجاج بن اسود رحمہ اللہ کی بیان کردہ اس حدیث کے دیگر شواہدات و مؤیدات بھی موجود ہیں مثلاً.....

(۱) حماد بن سلمہ عن ثابت البنانی وسليمان التيمي رحمه الله عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اتيت وفي رواية مررت على موسى ليلة اسرى بي عند الكثيب الاحمر وهو قائم يصلي على قبره" (صحيح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸. مسند احمد ج ۳ ص ۱۳۸)

حماد بن سلمہ رحمہ اللہ، ثابت بنانی رحمہ اللہ، اور سليمان تيمي رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا جو سرخ رنگ کے ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

(۲) حدثنا محمد بن عبد الرحمن بن الفضل الحرالي، حدثنا الحسن بن قتيبة المدائني، حدثنا حماد بن سلمة، عن عبد العزيز، عن انس قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الانبياء احياء في قبورهم يصلون" (مسند البزار رقم الحديث ۶۳۹۱)

عبدالعزیز رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم السلام قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

نیز ائمہ کرام رحمہم اللہ نے بھی خصوصاً صحیح مسلم کی روایت کو حجاج بن اسود رحمہ اللہ کی حدیث کا شاہد اور مؤید بتلایا ہے۔ چنانچہ علامہ سخاوی رحمہ اللہ ۹۰۲ھ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"وشاهد الحديث الاول ما ثبت في صحيح مسلم"

حجاج رحمہ اللہ کی حدیث کا شاہد اور مؤید وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں حماد بن سلمہ رحمہ اللہ کے طریق سے مروی ہے۔ (القول البدیع: ص ۱۲۶)

امام عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"وشاهد هذا الحديث ما ثبت في صحيح مسلم"

اس حدیث کا شاہد اور مؤید وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں مروی ہے۔ (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۲۹)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ نے بھی یہی بات لکھی ہے۔ (دیکھئے: فتح الباری ج ۶ ص ۳۵۲)

الغرض مسند البزار اور صحیح مسلم کی مذکورہ روایات حجاج رحمہ اللہ کی حدیث کی مؤید، باعث تقویت اور شاہد ہیں۔

خامسا..... حافظ ذہبی رحمہ اللہ کو پہلے حجاج رحمہ اللہ کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات نہیں تھیں اسی لئے انہوں نے میزان الاعتدال میں اسے ”نکرۃ“ کہا۔ مگر بعد میں جب مزید معلومات ملیں تو حافظ موصوف نے اپنے اس نظریے سے رجوع کر لیا اور مستدرک حاکم کی تلخیص میں فرمایا کہ ”قلت حجاج ثقہ“ میں کہتا ہوں کہ حجاج ثقہ ہے۔ (تلخیص المستدرک بحوالہ الاحادیث الصحیحة تحت الرقم: ۶۲۱) اور سیر اعلام النبلاء میں لکھا ”صدوق۔ روى عنه جعفر بن سليمان، وعيسى بن يونس وروح. وكان من الصلحاء“ کہ حجاج صدوق راوی ہے، اس سے (مستلم بن سعید کے علاوہ) جعفر بن سلیمان، عیسیٰ بن یونس اور روح بن عبادہ رحمہم اللہ بھی روایت کرتے ہیں، اور یہ نیکو کار لوگوں میں سے تھا۔ (سیر اعلام النبلاء برقم: ۱۰۳۲) الغرض حافظ موصوف رحمہ اللہ نے میزان والے اپنے نظریے سے رجوع فرما کر حجاج رحمہ اللہ کو ثقہ و صدوق مان لیا تھا، لہذا ثبوت رجوع کے بعد اب ان کی طرف اس راوی کو مجہول کہنے کی نسبت کرنا غلط و مردود ہے۔

اعتراض نمبر ۲:

حدیث انس رضی اللہ عنہ پر تبصرہ کرتے ہوئے شیر محمد جھنگوی نامی شخص نے مزید لکھا ہے:

کہ آئیے اب ہم اس روایت کے متعلق علامہ ذہبی ہی سے پوچھ لیتے ہیں جو کہ فن رجال اور نقد حدیث میں پورے پورے ماہر ہیں جس کا اعتراف خود مولانا (سرفراز خان صفدر) کو بھی ہے جیسا کہ احسن الکلام ج ۲ ص ۹۶ پر لکھتے ہیں علامہ ذہبی رحمہ اللہ وہ ہیں جن کو نقد اسماء رجال میں کامل ملکہ حاصل ہے، جب علامہ ذہبی کو روایات اور رجال کے پرکھنے کی مکمل مہارت حاصل ہے اور ان کے بعد آنوالے جملہ محدثین کرام ان پر اس فن میں کلی اعتماد کرتے ہیں تو ان پر بلا وجہ کیوں الزام عائد کیا جاتا ہے کہ یہ ان کا وہم ہے۔ (آئینہ تسکین الصدور: ص ۴۰)

الجواب:

اولاً..... تو عرض ہے کہ امام اہلسنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے حافظ ذہبی رحمہ اللہ کے اعتراض کو نقل کر کے ناقابل تردید دلائل سے اس اعتراض کی تینوں شقوں کا غلط و مردود ہونا ثابت کیا ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھئے: تسکین الصدور ص ۲۲۵ تا ۲۳۰) لہذا حافظ ذہبی رحمہ اللہ پر وہم کا الزام دلائل کے ساتھ عائد کیا گیا ہے نہ کہ بلا وجہ۔

ثانیاً..... شیر محمد جھنگوی نامی شخص کے اس واویلا پر دوسری بات یہ ہے کہ یہ علم سے یتیم اور تہی دامن انسان حضرت امام اہلسنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی عبارت کا مطلب یہ سمجھ رہا ہے کہ علامہ ذہبی فن حدیث و اسماء رجال کے بارے میں جو کچھ بھی کہہ دیں بعد میں آنے والے حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ ان پر کلی اعتماد کرتے ہیں، حالانکہ امام اہلسنت رحمہ اللہ کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی طرف وہم کی نسبت کرنے کی دلیل موجود نہ ہو تو ان کی جانب وہم کی نسبت کرنا درست نہیں ہے، ہاں البتہ ان کی جانب وہم کی نسبت کرنے کی دلیل موجود ہو تو ان کی جانب وہم کی نسبت کرنے

میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ پر علم اسماء رجال و نقد احادیث میں اعتماد کرنے کے باوجود کئی مقامات پر حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ نے ان کی رائے سے دلائل کے ساتھ اختلاف کیا ہے۔ اور پھر امام اہلسنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے صراحتاً لکھا ہے کہ:

”بلادلیل علامہ ذہبی رحمہ اللہ جیسے ناقد فن رجال پر وہم کا الزام کون سنا ہے۔“

امام اہلسنت کی یہ عبارت خود معترض شیر محمد جھنکوی نے بھی نقل کی ہے۔ (دیکھئے: آئینہ تسکین الصدور ص ۷۷ (۲۴) امام اہلسنت رحمہ اللہ کی اس عبارت نے تو جھنکوی کے اعتراض کے غبارے سے ساری ہوا ہی نکال دی، اس واضح عبارت سے معلوم ہوا کہ ذہبی رحمہ اللہ کی طرف دلیل کے ساتھ وہم کی نسبت کی جاسکتی ہے اور بغیر دلیل کیلئے وجہ ان کی طرف وہم کی نسبت کرنا درست نہیں۔

مثلاً..... ما قبل میں عرض کیا جا چکا ہے کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اپنے اس نظریے سے رجوع فرما کر حجاج رحمہ اللہ کو ثقہ مان لیا تھا اور یہ بھی مان لیا تھا کہ اس سے مستلم بن سعید رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر متعدد حضرات بھی روایت کرتے ہیں، لہذا ثبوت رجوع کے بعد سارا اختلاف ہی ختم ہو گیا اور یہ راوی حافظ ذہبی رحمہ اللہ اور امام اہلسنت رحمہ اللہ دونوں کے نزدیک اتفاقی طور پر ثقہ و صدوق ٹھہرا۔

اعتراض نمبر ۳:

مؤلف آئینہ تسکین الصدور کہتے ہیں کہ حدیث انس رضی اللہ عنہ روایت کرنے میں ابوالجہم ازرق بن علی متفرد ہے۔ (ملخصاً: آئینہ تسکین الصدور ص ۴۵)

الجواب:

اولاً..... تو عرض ہے کہ اگر بالفرض ابوالجہم ازرق بن علی رحمہ اللہ یہ روایت نقل کرنے میں اکیلے و متفرد بھی ہوتے تو عجب بھی کوئی حرج نہیں تھا، کیونکہ متعدد ائمہ کرام رحمہم اللہ نے اسے ثقہ و صدوق قرار دیا ہے مثلاً.....

(۱) امام ابوالحسن نورالدین بیہقی رحمہم اللہ ص ۸۰۷ کہتے ہیں: ”ثقة“ (مجمع الزوائد للبیہقی برقم: ۱۸۰۳۵)

(۲) حافظ ابن حبان رحمہم اللہ ص ۳۴۵ کہتے ہیں: ”ثقة“ (الثقات لابن حبان برقم: ۱۲۶۱۲)

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ ص ۵۸۲ کہتے ہیں: ”صدوق یغرب“ (تقریب ص ۲۱)

(۴) امام سمہودی رحمہم اللہ ص ۹۱۱ کہتے ہیں: ”ثقة“ (وفاء الوفاء: ج ۲ ص ۴۰۵)

(۵) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہم اللہ ص ۱۰۵۲ کہتے ہیں: ”ثقة“ (مدارج النبوة ج ۲ ص ۵۲۷)

الفرض امام ابوالجہم ازرق بن علی رحمہ اللہ بالاتفاق ثقہ و صدوق راوی تھے اور درج ذیل ائمہ کرام رحمہم اللہ نے صراحت

فرما رکھی ہے کہ ثقہ و صدوق راوی کا تفرد و زیادتی قابل قبول ہے۔

(۱) امام ابو عبد اللہ حاکم رحمہ اللہ ص ۴۰۵: (الکفایہ فی علم الروایۃ ص ۲۲۴ و مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۹۸، ۱۳۱)

(۲) حافظ ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ ص ۴۵۶: (الاحکام فی اصول الاحکام ج ۲ ص ۲۱۶، ۲۱۷)

(۳) امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ ص ۲۵۶: (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۵۶ برقم: ۱۳۸۳)

(۴) امام مسلم بن حجاج نیسابوری رحمہ اللہ ص ۲۶۱: (الاول من کتاب التیمیز ص ۵۰ برقم: ۵۹)

(۵) امام ابو یوسف ترمذی رحمہ اللہ ص ۲۷۹: (کتاب العلل الصغیر آخر الجامع مع طبع دار السلام ص ۸۹۹)

(۶) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ص ۸۵۲: (زہد النظر ص ۶۶ مع شرح ملا علی القاری ص ۳۱۵)

(۷) حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ ص ۴۰۸: (البدرا لمیر ج ۱ ص ۶۱۵، ج ۳ ص ۶۲-۵۳۵)

(۸) حافظ مغلطائی رحمہ اللہ ص ۶۷۲: (شرح سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۶۷۰)

(۹) حافظ ابن قیم رحمہ اللہ ص ۷۵۱: (تہذیب السنن ج ۱ ص ۲۶)

(۱۰) حافظ ذہبی رحمہ اللہ ص ۴۸۸: (تخصیص مستدرک ج ۱ ص ۹۱ برقم: ۱۰۰)

لہذا ازرق بن علی رحمہ اللہ یہ روایت نقل کرنے میں متفرد بھی ہوتے تو ان کا تفرد اصول حدیث کی روشنی میں سرے سے

مضرب نہیں ہے۔

ثانیاً..... ابوالجہم ازرق بن علی رحمہ اللہ یحییٰ بن ابی بکیر رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل کرنے میں اکیلے و متفرد نہیں ہیں بلکہ تاریخ اصہبان

کی روایت میں جلیل القدر ثقہ و صدوق امام عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن ابی بکیر رحمہ اللہ نے یحییٰ بن ابی بکیر رحمہ اللہ سے یہ

روایت نقل کرنے میں اس کی متابعت تامہ کر رکھی ہے۔ تاریخ اصہبان کی روایت ملاحظہ ہو۔

”حدثنا علي بن محمود ثنا عبد الله بن ابراهيم بن الصباح ثنا عبد الله بن محمد بن يحيى بن ابي

بكير ثنا يحيى بن ابي بكير ثنا المستلم بن سعيد عن حجاج عن ثابت البناني عن انس بن مالك

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الانبياء في قبورهم يصلون“ (تاريخ اصہبان ج ۲ ص ۴۴)

نوائید و مسائل:

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بلحاظ سند اصول حدیث کی روشنی میں بالکل صحیح و ثابت ہے اس کے تمام راوی ثقہ

ہیں اور اس پر تمام اعتراضات اصول حدیث کی روشنی میں بالکل غلط باطل و مردود ہیں۔ اس صحیح السند حدیث سے درج ذیل

چیزیں ثابت و واضح ہوئیں۔

(۱) اس حدیث میں ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبور میں نمازیں پڑھتے ہیں اور نماز ذکر اور چند جسمانی حرکات

چاہتی ہے جسمانی حرکات کے بغیر محض ذکر نفسی کو نماز نہیں کہتے اور نہ ہی ذکر کے بغیر محض چند جسمانی حرکات کو نماز کہا جاسکتا

ہے نماز کیلئے ذکر اور چند جسمانی حرکات جیسے رکوع میں جانارکوع سے سر اٹھانا وغیرہ ضروری ہیں اور جسمانی حرکات کے لئے جسم کا ہونا ضروری ہے سو نماز جسم چاہتی ہے اور جسمانی حرکات کیلئے جععلق روح جسم کا زندہ ہونا ضروری ہے روح کے تعلق کے بغیر محض بے حس اور بے جان جسم حرکت نہیں کیا کرتا۔ معلوم ہوا کہ اس حدیث میں محض روحانی حیات کا ذکر نہیں بلکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جسمانی حیات کا بھی ذکر ہے لہذا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام مبارکہ جععلق روح قبروں میں زندہ ہیں۔

چنانچہ ثقہ و صدوق امام سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ ۲۵۳ھ ۱۳۱۱ھ حدیث کے پہلے حصے ”الانبياء احياء“ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

”يريد بقوله الانبياء احياء مجموع الاشخاص لا الارواح فقط“

الانبياء احياء کے لفظ سے جسد اور روح کا مجموعہ اشخاص مراد ہے صرف روحيں نہیں۔ (تحفۃ الاسلام: ص ۳۶)

”احياء“ کے بارے میں مزید فرمایا کہ:

”اراد بالحيوة فعل الاعمال واكثر من في القبور في المعطلة بخلاف المقربين“

حیات سے آپ کی مراد اعمال کا جاری رہنا ہے (جو بدوں جسد تقوم نہیں پاتے) اور اکثر اہل قبور بے کار پڑے ہیں

لیکن مقربین کی یہ حالت نہیں (فیض الباری: ج ۱ ص ۱۸۳)

سنن النسائي کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ:

”الصلوة تستدعي جسدا حيا“

نماز زندہ جسم چاہتی ہے۔ (حاشیہ سنن النسائي برقم: ۱۶۳۱)

(۲) اس حدیث سے دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجساد مبارکہ جععلق ارواح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے

زندہ ہیں ان کا ارواح سے کبھی بھی تعلق منقطع نہیں ہوتا۔

چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ نے لکھا کہ:

”ان حياته في القبر لا يعقبها موت بل يستمر حياً والانباء احياء في قبورهم“

آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک میں زندگی ایسی ہے جس پر پھر موت وارد نہیں ہوگی بلکہ آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے

کیونکہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (فتح الباری: ج ۷ ص ۲۲)

ثقہ و صدوق امام سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ ۲۵۳ھ ۱۳۱۱ھ نے لکھا کہ:

”المراد بمحدث الانبياء احياء في قبورهم يصلون انهم ابقوا على هذه الحالة ولم تسلب عنهم“

اس حدیث حیات انبیاء کا مطلب یہی ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام (تعلق ارواح) کی اسی حالت میں باقی

رکھے گئے ہیں اور پھر ان سے ارواح کا تعلق منقطع نہیں کیا گیا۔ (تحیۃ الاسلام: ص ۳۶)
قاضی شوکانی نے بھی لکھا ہے کہ:

”انه ۛۛۛۛ فی قبره وروحہ لا تفارقه لہما صح ان الانبیاء احياء فی قبورہم“
آنحضرت ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی روح آپ کے جسم مبارک سے جدا نہیں ہوتی کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (محققہ الذاکرین شرح حصن حصین ص ۲۸ بحوالہ تسکین الصدور ص ۲۲۱)

(۳) انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبروں میں نماز بطور تلذذ کے ہے تکلفی نہیں۔ چنانچہ امام بدرالدین علی بن حنبل رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”والانبياء احياء فی قبورہم وقد یصلون“

اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور بسا اوقات نماز بھی پڑھتے ہیں۔ (مختصر الفتاویٰ المصریہ: ص ۱۷۰)

یعنی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زندگی عالم قبر میں چونکہ تکلفی نہیں رہی اور وہ حضرات نماز تلذذ کے طور پر پڑھتے ہیں، اس لئے پابندی لازم نہیں اور علامہ بدرالدین رحمہ اللہ نے ”قد یصلون“ فرما کر اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کیونکہ حرف قد مضارع پر داخل ہو کر اکثر تقلیل کا فائدہ دیتا ہے۔ اور بعض دفعہ تحقیق کے لئے بھی آتا ہے۔

(رضی ج ۲ ص ۳۸۸ و متن متین ص ۲۸۱)

(۴) اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام عالم قبر اور برزخ میں زندہ ہیں نہ کہ عالم دنیا میں۔ لہذا دور حاضر کے بعض اہل بدعت کا یہ عقیدہ بالکل غلط ہے کہ نبی کریم ﷺ عالم دنیا میں زندہ ہیں مگر نظر نہیں آتے۔



۱۶۔ باب صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ

۱۶۔ نماز عیدین کا بیان

{چھ زائد تکبیروں کے ساتھ عیدین کی نماز کا بیان}

۳۶۵۔ یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ خَرَجَ الْوَلِيدُ بْنُ عُقْبَةَ إِلَى ابْنِ مَسْعُودٍ وَحَدِيثَهُ وَأَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْهُمْ فَقَالَ إِنَّ عِيدَكُمْ غَدًا فَكَيْفَ أَصَلَّى؟ فَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبِرْهُ فَقَالَ ائْتِدْ بِالصَّلَاةِ بِلَا أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ وَكَبِّرْ فِي الْأُولَى ثَمَسًا أَرْبَعَةً قَبْلَ الْقِرَاءَةِ ثُمَّ اقْرَأْ وَكَبِّرِ الْخَامِسَةَ فَارْكَعْ بِهَا ثُمَّ قُمْ فَاقْرَأْ وَوَالِ مَابَيْنَ الْقِرَاءَتَيْنِ ثُمَّ كَبِّرْ أَرْبَعًا وَارْكَعْ بِأَخْرِهِنَّ وَأَمْرُهُ أَنْ يُخْطَبَ عَلَى رَأْسِهِ بَعْدَ الصَّلَاةِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ولید بن عقبہ رحمہ اللہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا حدیفہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ کل آپ لوگوں کی عید کا دن ہے میں کیسے نماز پڑھاؤں؟ سیدنا حدیفہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابو عبد الرحمن! (یہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) آپ ان کو نماز کا طریقہ بتلا دیجئے۔ چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اذان اور اقامت کے بغیر نماز شروع کیجئے اور پہلی رکعت میں پانچ تکبیرات کہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ چار تکبیرات قراءت سے پہلے کہیں اور پھر پانچویں تکبیر کہہ کر رکوع میں چلے جائیں پھر (سجدوں وغیرہ سے فارغ ہو کر دوسری رکعت کے لیے) کھڑے ہو کر قراءت کیجئے اور پہلی اور دوسری رکعت کی دونوں قراءتوں کے درمیان تکبیریں نہ کہیں پھر چار تکبیریں کہیں اور چوتھی تکبیر پر رکوع میں چلے جائیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ نماز کے بعد اپنی سواری پر ہی خطبہ دیں۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ شواہد)

شرح معانی الآثار للطحاوی (۷۲۸۶) کی روایت میں اس حدیث کی سند میں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور سیدنا

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ثقہ و صدوق امام علقمہ بن قیس رحمہ اللہ کا واسطہ ہے۔

(دیکھئے: شرح معانی الآثار للطحاوی: ۷۲۸۶)

فوائد و مسائل:

(۱)۔ عیدین کی نماز اذان و اقامت کے بغیر مسنون ہے۔ چنانچہ امام عطاء رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّنُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْأَضْحَى. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۹۸۰)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اذان نہیں دی جاتی تھی۔ اسے شیخین (بخاری: ۹۶۰، مسلم: ۸۸۶) نے روایت کیا ہے۔

یہ اثر لمحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابراهيم بن موسى قال اخبرنا هشام بن جريح اخبرنا عطاء.... الخ.

(صحیح البخاری: ۹۵۸)

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْعِيدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ آذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(آثار السنن: ۹۸۱)

انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عیدین کی نماز ایک یا دو دفعہ ہی نہیں بلکہ بہت دفعہ پڑھی ہے، ہمیشہ بغیر اذان اور اقامت کے۔ اسے مسلم (۸۸۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا يحيى بن يحيى وحسن بن الربيع وقتيبة بن سعيد وابو بكر بن ابي شيبة قال يحيى اخبرنا

وقال الآخران حدثنا ابو الاحوص عن سماك عن جابر بن سمره.... الخ. (صحیح مسلم: ۸۸۷)

سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ لَا آذَانَ لِلصَّلَاةِ يَوْمَ الْفِطْرِ حِينَ يُخْرَجُ الْإِمَامُ وَلَا بَعْدَ مَا يُخْرَجُ وَلَا إِقَامَةٌ وَلَا يَدَاءٌ وَلَا شَيْءٌ وَلَا يَدَاءٌ يَوْمَ مَيْدٍ وَلَا إِقَامَةٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(آثار السنن: ۹۸۲)

☆ ☆ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عید الفطر کے دن نماز عید کے لیے امام کے آنے کے وقت اور آنے کے بعد کوئی اذان نہ تھی اور نہ ہی اقامت اور نہ ہی کوئی اور شے اور نہ ہی اعلان اور اقامت بھی نہیں تھی۔ اسے

مسلم (۸۸۶) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند بلاغبار صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

وحدثني محمد بن رافع حدثنا عبد الرزاق اخبرنا ابن جريج اخبرني عطاء..... عن جابر بن عبد الله الانصاري..... الخ. (صحيح مسلم: ۸۸۶)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ عیدین کی نماز بغیر اذان و اقامت ہی سنت ہے۔

(۲)۔ یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ نماز عید میں بحالت قیام تین تکبیریں اصلی ہیں یعنی تکبیر تحریمہ اور رکوع کی دو تکبیریں، ان کو تکبیرات صلاتیہ بھی کہا جاتا ہے اور چھ زائد تکبیریں ہیں۔ بعض احادیث میں مجموعی تعداد نو کا ذکر ہے، بعض میں پہلی رکعت میں پانچ کا اور دوسری رکعت میں چار کا ذکر ہے، بعض میں چار چار تکبیروں کا ذکر ہے یعنی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ سمیت قراءۃ سے پہلے چار تکبیریں ہیں اور رکوع والی تکبیر ان سے الگ قراءۃ کے بعد ہے اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد تکبیر رکوع سمیت چار تکبیریں ہیں حاصل سب کا ایک ہے کہ نماز عید میں بحالت قیام مجموعی طور پر نو تکبیریں ہیں۔ تین تکبیرات صلاتیہ (یعنی تکبیر تحریمہ اور رکوع کی دو تکبیریں) اور چھ زائد تکبیریں۔

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ عیدین میں زائد تکبیریں چھ افضل ہیں۔ اس سلسلے کی چند مزید احادیث دیگر کتب سے مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ أَبِي عَائِشَةَ جَلِيسٍ لِأَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ سَأَلَ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ وَحُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ فَقَالَ أَبُو مُوسَى كَانَ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا تَكْبِيرَةً عَلَى الْجَنَائِزِ فَقَالَ حُذَيْفَةُ صَدَقَ فَقَالَ أَبُو مُوسَى كَذَلِكَ كُنْتُ أَكَبِّرُ فِي الْبَصْرَةِ حَيْثُ كُنْتُ عَلَيْهِمْ قَالَ أَبُو عَائِشَةَ وَآكَأَ حَاضِرُ سَعِيدَ بْنَ الْعَاصِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السلف: ۱۱۵)

☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے جانشین ابو عاص رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز میں کتنی تکبیریں کہا کرتے تھے؟ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (ہر رکعت میں) چار تکبیریں کہا کرتے تھے جیسا کہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہتے تھے۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ ٹھیک کہتے ہیں۔ پھر سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جب بصرہ کا حاکم تھا تو وہاں اسی طرح تکبیریں کہا کرتا تھا۔ ابو عاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے (سوال کرنے کے وقت) میں خود ان کے پاس موجود تھا۔ اسے ابو داؤد (۱۱۵۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

امام ابو داود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن العلاء وابن ابی زیاد البغنی قال حدثنا زید یعنی ابن حباب عن عبد الرحمن بن ثوبان عن ابیہ عن مکحول قال اخبرنی ابو عائشۃ جلیس لابی ہریرۃ.... الخ. (سنن ابی داود: ۱۱۵۲) یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ احناف کے مخالفین میں سے ناصر الدین البانی نے بھی اسے ”حسن صحیح“ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابی داود بتحقیق الالبانی: ۱۱۵۳) نیز البانی صاحب نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ اس حدیث کے سارے راوی ثقہ ہیں سوائے ابو عائشہ رحمہ اللہ کے، جب کہ ابو عائشہ بتصریح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ عند المتابعین مقبول الحدیث ہے، اور چونکہ اس کی مذکورہ حدیث کی تائید متعدد صحیح احادیث سے ہوتی ہے، لہذا اس کی یہ حدیث بھی حسن اور قابل حجت ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۲۹۹۷)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبی ﷺ عید کی نماز کی دونوں رکعتوں میں چار چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔ پہلی میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ تین، قراءت سے پہلے۔ اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد تین اور چوتھی رکوع کے لیے۔

وَعَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ قَالَ كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَالِسًا وَعِنْدَهُ حَذِيفَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَسَأَلَهُمْ سَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ التَّكْبِيرِ فِي صَلَاةِ الْعِيدِ فَقَالَ حَذِيفَةُ سَلِ الْأَشْعَرِيُّ فَقَالَ الْأَشْعَرِيُّ سَلِ عَبْدَ اللَّهِ فَإِنَّهُ أَقْدَمُنَا وَأَعْلَمُنَا فَسَأَلَهُ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا ثُمَّ يَقْرَأُ ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَقْرَأُ فِي الثَّانِيَةِ فَيَقْرَأُ ثُمَّ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا بَعْدَ الْقِرَاءَةِ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۹۹۶)

☆ ☆ علقمہ رحمہ اللہ اور اسود رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے آپ کے پاس سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے تکبیرات عید کے متعلق پوچھا سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے پوچھئے، سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھئے کیونکہ وہ ہم سے پہلے اسلام لانے والے اور زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔ چنانچہ اس نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ سو آپ نے فرمایا چار تکبیریں (تکبیر تحریمہ اور تین زائد تکبیریں) کہے پھر قراءت کرے اور تکبیر کہہ کر رکوع کرے پھر دوسری رکعت میں کھڑا ہو کر قراءت کرے۔ قراءت کے بعد چار تکبیریں کہے (یعنی تین زائد تکبیریں اور ایک تکبیر رکوع)۔ اسے عبد الرزاق (۵۶۸۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

عن معمر عن ابی اسحاق عن علقمة والاسود بن یزید قال کان ابن مسعود رضی اللہ

عنه..... الخ. (مصنف عبدالرزاق: ۵۶۸۷)

یہ حدیث بلا غبار بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ کتب حدیث میں اس کے بہت سے شواہد بھی پائے جاتے ہیں۔ امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الآثار (ج ۲ ص ۲۳۸) میں اس حدیث کو ایک دوسرے طریق سے بیان کیا ہے۔ جس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اور احناف کے مخالفین میں سے ناصر الدین البانی نے بھی تصریح کی ہے کہ اس طریق کی سند صحیح ہے۔ (یکھئے: الدراية: ج ۱ ص ۲۲۰، سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۲۹۹۷)

وَعَنْ كُرْدُوسٍ قَالَ أَرْسَلَ الْوَلِيدُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَحَدَّثَهُ وَأَبَى مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ وَأَبَى مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا بَعْدَ الْعَتَمَةِ فَقَالَ إِنَّ هَذَا عَيْدٌ لِلْمُسْلِمِينَ فَكَيْفَ الصَّلَاةُ فَقَالُوا سَلْ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ يَقُومُ فَيُكَبِّرُ أَرْبَعًا ثُمَّ يَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةً عَنِ الْمُفْضَلِ ثُمَّ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا يَزِيدُ كَعُ فِي آخِرِهِمْ فَيَتْلُو تِسْعَ فِي الْعِيدَيْنِ فَمَا أَنْكَرَ أَحَدٌ مِنْهُمْ. رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۹۹۷)

☆ ☆ کردوس رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ولید بن عقبہ نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس عشاء کے بعد ایک آدمی کو بھیج کر مسئلہ پوچھا کہ مسلمانوں کی نماز عید کا طریقہ کیا ہے؟ سب نے ابو عبد الرحمن یعنی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ کیا چنانچہ سائل نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ امام بحالت قیام چار تکبیریں کہے پھر سورۃ فاتحہ اور مفصلات میں سے کوئی سورۃ پڑھے پھر دوسری رکعت میں چار تکبیریں کہے اور ان میں سے آخری تکبیر میں رکوع کرے پس عیدین کی دونوں رکعتوں میں بحالت قیام یہ نو تکبیریں ہیں اس پر موجود صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے بھی اعتراض کیا نہ انکار۔ اسے طبرانی نے المعجم الکبیر (۹۵۱۳) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

اسے امام طبرانی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمي ثنا مسروق بن المَرْزَبَانِ ثنا ابن أبي زائدة عن اشعث عن كردوس..... الخ. (المعجم الكبير للطبراني: ۹۵۱۳)

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام اشعث بن سوار الکندی النخار رحمہ اللہ صحیح مسلم وغیرہ کے ثقہ راوی ہیں۔

چنانچہ امام لکھنوی رحمہ اللہ اور امام ابن شاہین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اشعث بن سوار ثقہ ہے۔

(مجمع الزوائد: ج ۴ ص ۸۹، تاریخ اسلام الثقات: ۷۰)

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس کو مقبول الحدیث قرار دیا ہے۔ (مشکل الآثار: ج ۳ ص ۹۳)
 امام دارقطنی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کا اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ (سؤالات ابی بکر البرقانی للدارقطنی: ۴۴)
 حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو ”صدوق“ (الکاشف: ج ۱ ص ۸۶) اور ”صالح الحدیث“ (دیوان الضعفاء: ج ۱ ص ۹۴) قرار دیا ہے۔

امام عجل رحمہ اللہ نے بھی اس کو ثقہ روایات میں ذکر کے ”یکتب حدیث“ قرار دیا ہے۔ (تاریخ الثقات: ۱۰۵)
 نیز اس حدیث کے دیگر روایات کر دوس وغیرہ بھی ثقہ ہیں۔ لہذا یہ حدیث بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔

وَعَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الْعِيدَيْنِ تِسْعًا تِسْعًا: أَرْبَعًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ ثُمَّ يُكَبِّرُ فَيَرْكَعُ وَفِي الثَّانِيَةِ يَقْرَأُ فَإِذَا فَرَغَ كَبَّرَ أَرْبَعًا ثُمَّ رَكَعَ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۹۸)

☆ ☆ علقمہ رحمہ اللہ اور اسود رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عیدین میں نو تکبیریں کہتے تھے۔ چار قراءت سے پہلے (تکبیر تحریمہ سمیت) پھر تکبیر کہتے اور رکوع کرتے اور دوسری رکعت میں قراءت کرتے پھر قراءت سے فارغ ہو کر چار تکبیریں کہتے (تکبیر رکوع سمیت) پھر رکوع کرتے۔ اسے عبد الرزاق (۵۶۸۶) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

عن الثوري عن ابی اسحاق عن علقمة والاسود بن يزيدان ابن مسعود..... الخ.

(مصنف عبد الرزاق: ۵۶۸۶)

یہ اثر بلا غبار بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ مزید برآں غالی ناصر الدین البانی نے بھی لکھا ہے کہ:

اسنادہ صحیح کہا قال ابن حزم وغیره۔ (سلسلة الاحادیث الصحیحة: ۲۹۹۷)
 اور اس کی سند صحیح ہے جیسا کہ ابن حزم اور دیگر محدثین نے کہا ہے۔

وَعَنْ كُرْدُوسٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ تِسْعًا تِسْعًا فَيَكَبِّرُ أَرْبَعًا ثُمَّ يُكَبِّرُ وَاحِدَةً فَيَرْكَعُ بِهَا ثُمَّ يَقُومُ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ فَيَبْدَأُ فَيَقْرَأُ ثُمَّ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا ثُمَّ يَرْكَعُ بِأَحَدَاهُنَّ. رَوَاهُ الظَّهْرِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۹۹)

☆ ☆ کر دوس سے روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں نو تکبیریں کہتے تھے (جس کی تفصیل یہ ہے) نماز شروع کرتے تو چار تکبیریں کہتے پھر ایک تکبیر کہہ کر رکوع کرتے پھر دوسری رکعت میں کھڑے ہو کر پہلے قراءت کرتے پھر چار تکبیریں کہتے اور ان میں سے ایک کے ساتھ رکوع کرتے۔ اسے طبرانی

نے المعجم الکبیر (۹۵۱۳) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا محمد بن النضر ثنا معاوية بن عمرو ثنا زائدة عن عبد الملك بن عمير عن

کردوس.... الخ. (المعجم الكبير للطبرانی: ۹۵۱۳)

اور بلا غبار بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ اس کا راوی کردوس بھی ثقہ ہے۔

چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

رجالہ ثقات. کردوس سمیت اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد: ۳۲۳۹)

احناف کے مخالفین میں سے ناصر الدین البانی نے بھی کردوس کو قابل احتجاج قرار دیا ہے۔

(سلسلة الاحادیث الصحیحة: ۲۹۹۷)

عبدالرحمن مبارکپوری نے بھی کردوس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (مقالات مبارکپوری: ص ۲۳۳)

اس حدیث کے دیگر روایات بھی ثقہ ہیں لہذا یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے، کتب حدیث میں اس کے کافی شواہد بھی پائے

جاتے ہیں۔

واضح رہے کہ احناف کے مخالفین میں سے عبدالرحمن مبارکپوری نے بھی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے

عیدین کی نماز میں نو تکبیریں (پہلی رکعت میں رکوع سمیت پانچ اور دوسری میں رکوع سمیت چار) کہنے کو صحیح و

ثابت تسلیم کیا ہے، اور اس کے ثبوت میں چار روایات ذکر کی ہیں۔ (مقالات مبارکپوری: ص ۲۳۲-۲۳۷)

اسی طرح البانی نے بھی ان روایات کو صحیح قرار دیا ہے۔ (سلسلة الاحادیث الصحیحة: ۲۹۹۷)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ شَهِدْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَبَّرَ فِي صَلَاةِ الْعِيدِ بِالْبَصْرَةِ

تِسْعَ تَكْبِيرَاتٍ وَالْأَبْنَاءُ الْقِرَاءَةُ تَدْنِي قَالَ وَشَهِدْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَعَلَ مِثْلَ

ذَلِكَ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَقَالَ الْحَافِظُ فِي التَّلْخِصِ إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۱۰۰۰)

☆ عبداللہ بن حارث رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں بصرہ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ

عنہما کے پاس (عید کے موقع پر) حاضر ہوا آپ نے نماز عید میں نو تکبیریں کہیں اور پہلی اور دوسری رکعت کی

دونوں قراءتوں کے درمیان تکبیریں نہ کہیں اور سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے بھی

ایسا ہی کیا۔ اسے عبدالرزاق (۶۶۸۹) نے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے درایہ (۲۸۶) میں کہا ہے کہ اس

کی سند صحیح ہے۔

اسے مصنف میں درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

عبدالرزاق قال اخبرنا اسماعیل بن ابی الولید قال حدثنا خالد الحذاء عن عبد الله بن الحارث قال شهدت ابن عباس..... الخ. (مصنف عبدالرزاق: ۵۶۸۹)
اور بلا غبار تغلیباً بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ البانی نے بھی اسے صحیح تسلیم کیا ہے۔
(سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: ۲۹۹۷)

فائدہ:

امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ ۳۲۱ھ نے صراحت فرما رکھی ہے کہ:
علماء کا اجماع ہے کہ نماز میں تکبیر زوائد کہتے ہوئے ہاتھ بھی اٹھائے جائیں۔
(شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۱ ص ۳۵۵)
لہذا اس قاعدہ کی بنا پر نماز عیدین کی چھ تکبیرات زوائد کو کہتے ہوئے بھی رفع یدین کرنا مستحسن ہے۔ نیز احناف کے مخالفین میں سے شرف الدین دہلوی نے تصریح کی ہے کہ تکبیرات عید میں رفع یدین کرنا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے، اور صدیوں سے محدثین کا اس پر تعامل ہے، لہذا یہ قال عمل ہے۔
(فتاویٰ علمائے حدیث: ج ۳ ص ۱۵۶)

{ عیدین کی نماز سے پہلے کوئی نفل نماز نہیں ہے }

۳۶۱. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ إِبْرَاهِيمَ وَسَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْعِيدِ؛ فَقَالَا: لَا صَلَاةَ قَبْلَهَا وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ صَلَّى بَعْدَهَا أَرْبَعًا وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ صَلَّى بَعْدَهَا كَمَا شِئْتُ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے عید سے پہلے (نفل) نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا؟ تو ان دونوں نے کہا کہ اس سے پہلے کوئی (نفل) نماز نہیں ہے۔ اور امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کے بعد چار رکعت پڑھو جبکہ امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کے بعد جس قدر چاہو پڑھو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

عیدین کی نماز سے پہلے کوئی نفل نماز نہیں ہے۔ چنانچہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ. (آثار السنن: ۱۰۰۱)

کہ نبی ﷺ عید الفطر کے دن باہر (میدان میں) تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز عید پڑھائی۔ اور اس سے پہلے یا بعد میں کوئی (نفل) نماز ادا نہیں کی۔ اسے محدثین کی جماعت (بخاری: ۹۸۹، مسلم: ۸۸۴، ابن ماجہ: ۱۲۹۱، ترمذی: ۵۳۷، نسائی: ۱۵۸۷، احمد: ۲۵۳۳) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا..... الخ. (صحيح البخاری: ۹۸۹)

ابو بکر بن حفص رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا خَرَجَ يَوْمَ عِيدٍ فَلَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا وَذَكَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ فَعَلَهُ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالحَاكِمُ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۱۰۰۲)

☆☆☆ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عید کے روز باہر (میدان میں) تشریف لے گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے پہلے یا بعد میں کوئی (نفل) نماز نہیں ادا نہیں کی اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے ایسا ہی کیا۔ اسے احمد (۵۲۱۲)، ترمذی (۵۳۸) اور حاکم (۱۰۹۵) نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند حسن ہے۔

اسے امام احمد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي بَكْرٍ بَنُ حَفْصٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا..... الخ. (مسند الامام احمد: ۵۲۱۲)

اور حسن درجہ کی ہے۔ کتب حدیث میں اس کے متعدد شواہدات و مؤیدات پائے جاتے ہیں۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يُصَلِّي قَبْلَ الْعِيدِ شَيْئًا فَإِذَا رَجَعَ إِلَى مَكَلِّهِ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۱۰۰۳)

کہ رسول اللہ ﷺ عید کی نماز سے پہلے کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے، پھر جب (نماز عید کی ادائیگی کے بعد گھر) واپس تشریف لاتے تو (گھر میں) دو رکعت پڑھتے۔ اسے ابن ماجہ (۱۲۹۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا محمد بن یحییٰ حدثنا الهیثم بن جمیل عن عبید اللہ بن عمرو الرقی حدثنا عبد اللہ بن

محمد بن عقیل عن عطاء بن یسار عن ابی سعید الخدری..... الخ. (سنن ابن ماجہ: ۱۲۹۳)

یہ حدیث حسن ہے۔ اس کے کافی شواہدات پائے جاتے ہیں۔

سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

لَيْسَ مِنَ السُّنَّةِ الصَّلَاةُ قَبْلَ خُرُوجِ الْإِمَامِ يَوْمَ الْعِيدِ. رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

(آثار السان: ۱۰۰۴)

کہ عید کے دن امام کے نکلنے سے پہلے نماز پڑھنا سنت نہیں ہے۔ اسے طبرانی (۶۹۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عثمان بن عمر الضبی ثنا عمرو بن مرزوق أنا شعبة عن اشعث بن سلیم عن الاسود بن

ہلال عن ابی مسعود..... الخ. (المعجم الكبير للطبرانی: ۶۹۲)

اور صحیح ہے۔ ولہ شواہد۔

{عیدین کا خطبہ سواری پر بھی دیا جاسکتا ہے}

۳۶۷. یوسف عن أبیه عن أبي حنیفۃ عن عبد الملک بن عثمٰر قال رأیت المویزۃ بن شعبة رضى

الله عنه یخطب فی یوم عید بعد الصلوة علی راحلہ.

عبد الملک بن عمیر رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: میں نے سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ عید

کے دن نماز کے بعد اپنی سواری پر خطبہ دے رہے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{نماز عید سے پہلے وعظ و نصیحت کی جاسکتی ہے}

۳۶۸. یوسف عن أبیه عن أبي حنیفۃ عن حماد عن إبراهیم أن معاویۃ رضى الله عنه کان رجلاً

باجلاً فکان إذا صعد المنبر قعد فکان أوّل من خطب یوم الجمعة وهو قاعد وکان أوّل من بدأ

بالخطبة قبل الصلوة فی العید وأوّل من أذن فی العیدین.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھاری جسم والے تھے جب منبر پر چڑھتے تو (کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہونے کی وجہ سے) بیٹھ جاتے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جنہوں نے اولاً جمعہ کا خطبہ بیٹھ کر دیا۔ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے پہلے خطبہ (وعظ و نصیحت کرنے) کو اولاً رائج کیا۔ اور آپ ہی نے اولاً عیدین کی نماز کے لیے اذان دلوائی۔

تحقیق:

مرسل، صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

۱۔ بیٹھ کر خطبہ دینا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا معذوری کی بناء پر تھا۔ چنانچہ امام شعبی رحمہ اللہ وغیرہ نے صراحت کی ہے: ”کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے جمعہ کے خطبہ میں بیٹھنے کے لیے لوگوں کے سامنے معذرت کی تھی اور یہ اس وجہ سے تھا کہ وہ سن رسیدہ اور ضعیف ہو چکے تھے۔ (اور جسم بھی بھاری تھا جس کی وجہ سے کھڑے ہو کر خطبہ دینے کی طاقت نہیں رہی تھی)۔“ (تاریخ ابن عساکر: ج ۱۶ ص ۴۷۳ (مخطوطہ) معاویہ بن ابی سفیانؓ) نیز متعدد محدثین جیسے امام عبدالرزاق رحمہ اللہ، امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ وغیرہ مانے بھی باسند نقل کیا ہے کہ بیٹھ کر خطبہ دینا حضرت سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا معذوری کی بناء پر تھا۔ (دیکھئے: مصنف عبدالرزاق:

۵۲۶۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۵۸۹۲، ۳۵۷۳۵، ۳۵۷۳۵)

لہذا عذر کی وجہ سے جمعہ کا خطبہ بیٹھ کر بھی پڑھا جاسکتا ہے۔

مزید برآں حالت عذر میں فرض نماز میں قیام جو کہ فرض ہے معذور نمازی سے ساقط ہو جاتا ہے اور جناب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حالت عذر اور تکلیف میں بیٹھ کر نماز ادا کی ہے تو جمعہ کے خطبہ میں قیام فرض نماز کے قیام سے زیادہ اہم نہیں۔ پس نماز میں قیام جب ساقط ہو سکتا ہے تو جمعہ میں بھی بحالت عذر ساقط ہوگا۔ لہذا بعض لوگوں کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حال پر عذر کے اس فعل پر اعتراض کرنا درست نہیں۔

۲۔ اس روایت میں ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اولاً نماز عید سے پہلے خطبہ (یعنی وعظ و نصیحت کرنے) کو رائج کیا مگر دیگر بعض

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں ابتداء کرنے والے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

واضح رہے کہ اس طرح کی روایات میں خطبہ سے عید سے پہلے وعظ و نصیحت کے کچھ کلمات مراد ہیں معروف خطبہ مسنونہ مراد نہیں کیونکہ معروف خطبہ مسنون تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد مبارک میں بھی حسب قاعدہ نماز عید کے بعد پڑھا جاتا تھا۔ چنانچہ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے:

”بعض اوقات نماز عید سے پہلے بیشتر لوگ نہیں پہنچ سکتے تھے ان کو نماز عید میں شامل کرنے کے لیے اور ان کے ادراک الصلاۃ کی خاطر نماز عید سے پہلے بطور پند و نصائح کچھ ارشادات ان حضرات نے حاضرین کے سامنے فرمائے تاکہ اس قلیل سی تاخیر کے ذریعے سے بعد میں آنے والے لوگ نماز میں شامل ہو سکیں۔ (اور پھر نماز عید کے بعد خطبہ مسنونہ پڑھا گیا)۔ (فتح الباری شرح بخاری: ج ۲ باب المشی والركوب الى العيد۔۔۔ الخ۔)

۳۔ عید کی نماز سے پہلے اذان دلوانے سے مراد یہ نہیں کہ عید سے قبل باقاعدہ معروفہ اذان (صلوٰۃ) جاری کر دی گئی ہو۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ عید کی نماز سے پہلے بعض دفعہ عوام کے شمول کے پیش نظر نماز کے قیام کی اطلاع عام کرائی گئی تاکہ لوگ بروقت نماز میں شریک ہو سکیں۔ راوی نے اسی عمل کو اذان سے تعبیر کر دیا ہے۔

{ عید گاہ جانے سے پہلے کھانے کا بیان }

۳۶۹۔ یُسْف عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يَأْتِي الْمُصَلِّيَ يَوْمَ الْفِطْرِ وَقَدْ طَعِمَ وَالْأَطْعَى قَبْلَ أَنْ يَتَّعَمَ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ عید الفطر کے دن کھانا کھا کر اور عید الاضحیٰ کے دن کھانا کھانے سے پہلے (یعنی کھانا کھائے بغیر) عید گاہ میں مبشر یف لاتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

عید الفطر کے روز نماز عید سے پہلے کچھ کھا کر منہ میٹھا کر لینا اور عید الاضحیٰ میں رکے رہنا اور پھر نماز کے بعد قربانی کے گوشت سے کھانے کی ابتداء کرنا بالاتفاق مستحب ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَغْدُو يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ تَمْرًا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ وَيَأْكُلُهُنَّ وَثَرًا. (أثار السنن: ۹۶)

”رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن جب تک چند کھجوریں نہ تناول فرما لیتے عید گاہ کی طرف نہیں جاتے تھے۔

اسے بخاری (۹۵۳) نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں ہے: ”اور انہیں طاق عدد میں تناول فرماتے۔“

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبد الرحيم حدثني سعيد بن سليمان قال حدثنا هشيم قال أخبرنا عبيد الله

بن ابی بکر بن انس عن انس بن مالک..... الخ. (صحیح البخاری: ۹۵۲)

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ وَكَانَ لَا يَأْكُلُ يَوْمَ النَّحْرِ شَيْئًا حَتَّى يَوْجَعَ فَيَأْكُلُ مِنْ أَطْعِمَتِهِ. رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۹۴۰)

نبی ﷺ عید الفطر کے دن جب تک کچھ نہ کھالیں تشریف نہیں لے جاتے تھے اور عید الاضحیٰ کے دن کچھ تناول نہ فرماتے یہاں تک کہ واپس لوٹ کر آتے تو اپنی قربانی سے تناول فرماتے۔ اسے دارقطنی (۱۷۱۵) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث شواہدات و مؤیدات کی بناء پر حسن ہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا الحسين بن اسماعيل ثنا احمد بن منصور ثنا عبد الصمد بن عبد الوارث وابو عاصم قالا نا ثواب بن عتبة وحدثنا عثمان بن احمد بن السباك ثنا محمد بن سليمان الواسطي حدثنا مسلم بن ابراهيم ثنا ثواب بن عتبة ثنا عبد الله بن بريرة عن ابيه عن النبي ﷺ..... الخ.

(سنن الدارقطني: ۱۷۱۵)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

مِنَ السُّنَّةِ أَنْ لَا تَخْرُجَ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى تُخْرِجَ الصَّدَقَةَ وَتَطْعَمَ شَيْئًا قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ. رَوَاهُ الظُّبَيْرِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَالدَّارَقُطْنِيُّ وَالْبَزَّازُ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ وَإِسْنَادُ الظُّبَيْرِيِّ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۹۷۱)

کہ مسنون یہ ہے کہ عید الفطر کے دن صدقہ فطر نکالے بغیر تو عید گاہ کی طرف نہ جائے اور یہ کہ عید گاہ جانے سے پہلے تو کچھ کھالے۔ اسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں اور دارقطنی و بزار نے روایت کیا ہے اور ہیثمی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ طبرانی کی روایت کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث شواہدات و مؤیدات کی بناء پر حسن ہے۔ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا الحسين بن القنات الكوفي ثنا اسماعيل بن الخليل الخزاز ثنا علي بن مسهر عن الحجاج بن ارطاة عن عطاء عن ابن عباس..... الخ. (المعجم الكبير للطبراني: ۱۱۲۹۹)

عطاء رحمہ اللہ سے مروی ہے:

وَعَنْ عَطَاءٍ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ إِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا يَغْدُو أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ فَلْيَفْعَلْ قَالَ فَلَمْ أَدْعُ أَنْ أَكُلْ قَبْلَ أَنْ أَغْدُو مُنْذُ سَمِعْتُ ذَلِكَ مِنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَأَكُلُ مِنْ ظَرْفِ الطَّرِيقَةِ الْكُتْلَةَ وَالشَّرْبُ اللَّبَنَ وَالْمَاءَ فَقُلْتُ عَلَى مَا تَأْوَلُ هَذَا

قَالَ سَمِعَهُ أَكْلُنْ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ كَانُوا لَا يَخْرُجُونَ حَتَّى يَمْتَدُّ الضُّعَاءُ فَيَقُولُونَ نَطْعُمُ لِقَلًا نَعْجَلُ
عَنْ صَلَاتِنَا. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رَجَالُهُ رَجَالُ الصَّحِيحِ. (آثار السنن: ۹۷۲)

کہ انہوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اگر تم سے یہ ہو سکے کہ تم میں کوئی عید کے دن جب تک کچھ کھانہ لے اس وقت تک نہ نکلے تو وہ ایسا کرے۔ کہتے ہیں جب سے میں نے یہ بات سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنی ہے نکلنے سے پہلے کھانا کھانا نہیں چھوڑتا، تو میں چپاتی کے کنارے سے ایک لقمہ کھا لیتا ہوں اور دودھ اور پانی پی لیتا ہوں۔ (راوی کا کہنا ہے) تو میں نے کہا: ابس عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر کیا کی تھی؟ کہا کہ میرا خیال ہے انہوں نے یہ نبی ﷺ سے سنا ہے۔ عطاء رحمہ اللہ کہتے ہیں: لوگ نماز عید کے لیے دھوپ پھینے تک نہیں نکلتے تھے اور کہتے تھے: ہم اس لیے کھاتے ہیں تاکہ نماز سے جلدی نہ کریں۔ اسے احمد (۲۸۶۶) نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے سب راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

اسے امام احمد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا عبد الرزاق اخبرنا ابن جريج اخبرني عطاء انه سمع ابن عباس..... الخ.

(مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۸۶۶)

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔

{ عورتوں کو عیدین میں شمولیت کی اجازت ہوتی تھی }

۳۶۰. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ يُرَخَّصُ لِلنِّسَاءِ فِي الْخُرُوجِ فِي الْعِيدَيْنِ حَتَّى لَقَدْ كَانَتِ الْبُكَرَانِ لَتَخْرُجَانِ فِي الثُّوبِ الْوَاحِدِ وَحَتَّى تَخْرُجَ الْحَائِضُ فَتَجْلِسُ فِي عَرَضِ النِّسَاءِ فَتَدْعُو وَلَا تُصَلِّيَ.

ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے روایت ہے، انہوں نے کہا: عیدین میں عورتوں کو (گھروں سے) نکلنے کی اجازت دی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ کنواری دلوں کی ایک کپڑے میں لپٹ کر نکلا کرتیں اور حیض والی عورت بھی نکلتی اور خواتین سے الگ ہو کر بیٹھ جاتی اور دعا کرتی رہتی مگر نماز نہ پڑھتی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۲۰۴، جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۳۸۲، مصنف ابن ابی حنیہ: ۵۷۹۳، سنن الدارمی: ۱۶۵۰، صحیح مسلم: ۸۹۰، سنن ابن ماجہ: ۱۳۰۷، سنن ابی داود: ۱۱۳۶، سنن الترمذی: ۵۳۹، صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۶۷،

مختصر الاحکام للطوسی: ۵۰۷۔

تحقیق:

کی ہے۔ (ولہ طرق اہری)

فائدہ:

عورتوں کے نماز کے لیے نکلنے کے سلسلے میں چند مزید احادیث دیگر کتب حدیث سے تحقیق اور فوائد کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں تاکہ مسئلہ کی صحیح صورت آپ کے سامنے آسکیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ نِسَاءُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأَذِنُوا لَهُنَّ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ إِلَّا ابْنُ مَاجَةَ. (آثار السان: ۴۰۱)

☆ ☆ (حضرت سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب تمہاری عورتیں تم سے رات کو مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دے دو۔“ اسے سوائے ابن ماجہ کے ایک جماعت (بخاری: ۸۶۵، مسلم: ۴۴۲، نسائی: ۷۰۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۲۱۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۸۶۵، صحیح مسلم: ۴۴۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۱۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۲۱۱، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۳۴۳، صحیح ابن حبان: ۲۲۰۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۳۶۸، شرح السنۃ للبغوی: ۸۶۲۔ اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا موسى بن عبيدة، عن حنظلة، عن سالم بن عبد الله، عن ابن عمر رضي الله عنهما... الخ“ (صحيح البخاری: ۸۶۵)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ وَلِيَعْبُرُ جَنُّ تِهْلَاطٍ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ خُرَيْمَةَ وَاسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السان: ۴۰۲)

☆ ☆ (حضرت سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی بندہ (عورتوں) کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو اور انہیں بغیر زینب وزینت کے (اپنے گھروں سے) باہر نکلنا چاہیے۔“ اسے احمد (۹۶۳۵) ابو داؤد (۵۶۵) اور ابن خزیمہ (۱۶۷۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۶۳۵، سنن ابی داؤد: ۵۶۵، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۹۱۵، ۵۹۳۳، مصنف عبد الرزاق:

۵۱۲۱، مسند الحمیدی: ۱۰۰۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۶۰۹، سنن الدارمی: ۱۳۱۵، مسند ابی حنبلہ لابن الجارود: ۳۳۲، المعجم الاسوط للطبرانی: ۵۶۸۔

اور شواہدات کی بناء پر حسن درجہ کی ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا يحيى، عن محمد بن عمرو، قال: حدثنا ابو سلمة، عن ابي هريرة..... الخ“

(مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۶۵)

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ الْمَسَاجِدَ وَلْيَخْرُجْنَ تِفْلَاتٍ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَزَارُ وَالْطَّبْرَانِيُّ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۴۰۴)

☆ ☆ (سیدنا) زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی بندوں کو مسجدوں سے نہ روکو اور انہیں بغیر زیب و زینت کے باہر نکلنا چاہیے۔“ اسے احمد (۲۱۶۷۴) بزار (کشف الاستار: ۴۴۵) اور طبرانی (المعجم الکبیر: ۵۲۳۹) نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے (مجمع الزوائد: ۲۰۹۸ میں) میں کہا: اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۶۷۴، مسند البزار: ۳۷۷۲، مسند السراج: ۷۹۶، صحیح ابن حبان: ۲۲۱۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۵۲۳۹۔

اور حسن ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا اسماعيل، عن عبد الرحمن بن اسحاق، عن محمد بن عبد الله بن عمرو بن هشام، عن بسر بن سعيد، عن زيد بن خالد الجهني..... الخ“ (مسند الامام احمد: ۲۱۶۷۴)

فوائد ومسائل:

مذکورہ بالا احادیث سے درج ذیل باتیں ثابت و واضح ہوئیں۔

- (۱)۔ عورت اپنے خاوند سے مسجد جانے کی اجازت طلب کرے۔ استیذان کی شرط سے پتا چلا کہ وہ بغیر اجازت کے مسجد میں نہیں جاسکتی۔ اگرچہ خاوند کو نرم روی کا مشورہ دیا گیا ہے کہ عورت جب اجازت طلب کرے (اور عورت کے مسجد میں جانے میں کسی برائی کا خطرہ اور کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو) تو وہ اجازت دیدے۔ تاہم عورت کیلئے اجازت لینا ضروری ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے: ”تمن شخصوں کی نماز اللہ کے ہاں قبول نہیں ان میں سے ایک ”المرأة تخرج من بيعةها بغير اذنه“ وہ عورت جو شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۴۴۵) لہذا اذن شوہر شرط ہے۔ مزید برآں عورت کے مسجد میں جانے کی اجازت دیگر کئی اور شرائط کے ساتھ بھی مشروط ہے مثلاً۔۔۔۔۔

عن عروة بن الزبير ان عائشة اخبرته قالت كن نساء المؤمنات يشهدن مع رسول الله ﷺ صلاة الفجر متلفعات بمروطهن الى بيوتهن حين يقضين الصلوة لا يعرفهن احد من الغلس.

(صحيح البخاری: ج ۱ ص ۸۲. صحيح مسلم: ج ۱ ص ۲۴۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مؤمن عورتیں نماز فجر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس حالت میں حاضر ہوتیں کہ اپنی چادروں میں لپیٹی ہوئی ہوتیں پھر نماز ادا کر کے اپنے گھروں کی طرف لوٹتیں تو تاریکی کی وجہ سے ان کو کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

ایک عورت نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ ہم مین سے کسی کے پاس بڑی چادر نہ ہو اور وہ عید گاہ کی طرف نہ نکلے تو کیا حرج ہے؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لتلبسها صاحبها من جلبابها“ اس کی دوست عورت اس کو اپنی بڑی چادر پہنا دے۔ (صحیح البخاری: ج ۱ ص ۴۶)

اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ دوست اس کو اپنی چادر عاریۃ دیدے یا ایک چادر دونوں اوڑھ لیں۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے مسجد یا عید گاہ کی طرف جانے کے لئے پردہ کی شرط ضروری ہے کہ جس کے پاس پردہ کی چادر نہ ہو وہ بھی دوسری عورت سے چادر عاریتاً لے کر پردہ پوش ہو کر مسجد اور عید گاہ میں جائے۔

☆ عورت کے مسجد میں جانے کیلئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ رات کی تاریکی میں جاسکتی ہے دن کو نہ جائے۔ احادیث میں یہ شرط صراحتاً مذکور ہے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث نمبر ۳۰۱ میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب تمہاری عورتیں تم سے رات کو مسجد جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں اجازت دے دو۔“ (صحیح البخاری: ۸۶۵)

اس حدیث میں صراحتاً رات کی شرط مذکور ہے۔ صحیح بخاری کے شارح علامہ کرمانی رحمہ اللہ اپنی شرح میں باللیل کے تحت لکھتے ہیں:

فيه دليل ان النهار بخلاف الليل لنصه على الليل وحديث لا تمنعوا اماء الله مساجد الله محمول على الليل ايضاً. (صحيح بخاری مع شرح کرمانی: ج ۲ ص ۲۰۰)

اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ (عورتوں کے لئے) دن کا حکم رات کے حکم سے مختلف ہے کیونکہ اس حدیث میں رات کی صراحت ہے اور ”لا تمنعوا اماء الله مساجد الله“ والی مطلق حدیث بھی رات پر محمول ہے (یعنی جس حدیث میں باللیل کی قید ہے اس کے قرینہ سے ان حدیثوں کو جن میں یہ قید مذکور نہیں اس قید کے ساتھ مقید کیا جائیگا۔ مطلب یہ ہے کہ رات کو عورتوں کو مساجد سے نہ روکو اور امام ابو زکریا نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

النهي عن منعهن من الخروج محمول على كراهة التنزيه. (شرح مسلم للنووي: ج ۱ ص ۱۸۴)

عورتوں کو روکنے سے نبی کریم ﷺ پر محمول ہے۔

پس عورتوں کے لئے دن کو کلنا خلاف اولیٰ اور مردوں کے لئے رات کو روکنا خلاف اولیٰ ہے یہ بھی تب ہے جب باقی

شرائط پوری ہوں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

والذی یظهر انه جنح الی ان هذا المطلق یحمل علی ذالك المقيّد۔ (فتح الباری: ج ۲ ص ۴۸۶)
ظاہر یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا میلان اس طرف ہے کہ مطلق حدیث کو بھی اس مقید پر محمول کیا جائے گا۔
امام ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

هذا الحديث مطلق والذي قبله مقيد فكان البخاري حمل هذا المطلق على ذاك المقيّد۔
(عمدة القاری: ج ۳ ص ۲۲۸)
یہ حدیث مطلق ہے اور اس سے پہلے والی مقید ہے پس گویا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مطلق کو اس مقید پر محمول کیا ہے۔

لیکن رات کی قید شرط اولویت ہے شرط وجوب نہیں یعنی اولیٰ یہ ہے کہ دن کو نہ جائیں رات کو جائیں لیکن اگر دن کو مسجد میں جائیں تو جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے اور یہ بھی تب ہے جب باقی شرائط پوری ہوں۔

☆ ایک شرط یہ ہے کہ اگر عورتیں مسجد اور عید گاہ کی طرف جائیں تو خوشبو نہ لگائیں بلکہ اس حالت میں جائیں کہ تیل اور خوشبو کے ترک کی وجہ سے ان کے بدن اور کپڑوں سے بو آ رہی ہو اس مضمون کی کئی احادیث پائی جاتی ہیں مثلاً۔۔۔۔۔

عن زينب امرأة عبد الله قالت قال لنا رسول الله ﷺ اذا شهدت احد كن المسجد فلا تمس طيبا۔ (صحیح مسلم: ج ۱ ص ۱۸۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۲۱۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا جب تم عورتوں میں سے کسی عورت کا مسجد میں حاضر ہونے کا ارادہ ہو تو وہ خوشبو نہ لگائے۔

عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال قال رسول الله ﷺ ايما امرأة اصابته بخور فلا تشهد معنا العشاء الآخرة۔ (صحیح مسلم: ج ۱ ص ۱۸۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس عورت نے خوشبو کی دھونی لی ہو وہ ہمارے ساتھ عشاء کی نماز میں حاضر نہ ہو۔“

عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال لا تمسحوا امام الله مساجد الله ولكن ليخرجن وهن ثيابهن۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی بندہ یوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو لیکن وہ گھر سے اس حالت میں نکلیں کہ تیل اور خوشبو کے ترک کی وجہ سے ان کے بدن اور کپڑوں سے بو آتی ہو۔

ان کے علاوہ اور بھی کئی شرائط کتب حدیث میں منقول ہیں۔

(۲)۔ جب عورت مسجد میں جانے کے لئے خاوند سے اجازت مانگنے کی پابند ہے۔ تو معلوم ہوا کہ عورت پر مسجد میں جانا واجب نہیں ورنہ جو کام فرض یا واجب ہوتا ہے اس کے ادا کرنے کے لیے اجازت مانگنا ضروری نہیں ہوتا جیسے اگر عورت نے رمضان کا فرض روزہ رکھنا ہو تو خاوند کی اجازت شرط نہیں لیکن اگر نفل روزہ رکھنا ہو تو خاوند کی اجازت کے ساتھ رکھے گی بغیر اجازت کے عورت کے لئے نفلی روزہ رکھنا درست نہیں۔

(۳)۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ خاوند کو اجازت دینے یا نہ دینے کا اختیار ہے اگر اجازت دینے کا پابند ہو اور یہی شق متعین ہو تو اس اجازت لینے کا کیا مطلب؟

(۴)۔ ایک حدیث میں امر ہے ”فأذنوا لهن“ ان کو اجازت دے دو، دوسری حدیث میں ”لا تمنعوا“ صیغہ نہی ہے یعنی نہ روکو۔ یہاں ہر ایک کا ادنیٰ درجہ مراد ہے امر کا ادنیٰ درجہ رخصت و اباحت ہے اور نہی کا ادنیٰ درجہ مکروہ تنزیہی ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ خاوند کے لئے اجازت دینے یا نہ دینے کا اختیار ہے وہ ایک چیز کا پابند نہیں۔ لیکن جب تمام شرائط پائی جاتی ہوں اور فساد و فتنہ کا خوف نہ ہو تو اجازت دینا اولیٰ ہے اور اجازت نہ دینا اور روکنا خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہے۔

(۵)۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں جبکہ مسجد نبوی ﷺ میں نماز بہ نفس نفیس آپ ﷺ خود پڑھاتے تھے تو آپ ﷺ کی طرف سے اس کی وضاحت کے باوجود کہ عورتوں کے لیے اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھنا افضل اور زیادہ ثواب کا باعث ہے، بہت سی نیک بخت عورتوں کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ وہ کم از کم رات کی نمازوں میں (یعنی عشاء اور فجر میں) مسجد میں جا کر حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھا کریں، لیکن بعض لوگ اپنی بیویوں کو اس کی اجازت نہیں دیتے تھے، اور ان کا یہ اجازت نہ دینا کسی فتنہ کے اندیشہ سے یا کسی بدگمانی کی وجہ سے نہ تھا (کیونکہ اس وقت کا پورا اسلامی معاشرہ اس لحاظ سے ہر طرح قابل اطمینان تھا) بلکہ ایک غیر شرعی قسم کی غیرت اس کی بنیاد تھی اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورتیں اگر رات کی نمازوں میں مسجد میں آنے کی اجازت مانگیں تو ان کو اجازت دے دینا چاہیے لیکن خود عورتوں کو آپ ﷺ برابر یہی سمجھاتے رہے کہ بی بی تمہارے لیے زیادہ بہتر اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھنا ہے جیسا کہ اس مضمون کی احادیث آگے آرہی ہیں۔ بہر حال جب تمام شرائط پائی جاتی ہوں اور فساد و فتنہ کا خوف نہ ہو اور عورتیں رات کی نمازوں میں مسجد میں آنے کی اجازت مانگیں تو مذکورہ بالا احادیث کے پیش نظر انہیں اجازت دینا اولیٰ ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ لَوْ أَذْرَكَ النَّبِيُّ ﷺ مَا أَخَذَتْ النِّسَاءُ لِمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مُبَيِّنَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ. أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السان: ۴۰۴)

☆ ☆ (ام المؤمنین) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”اگر رسول اللہ ﷺ ان باتوں کو دیکھتے جو عورتوں نے اپنے (طرز زندگی میں) اب پیدا کر لی ہیں تو آپ ﷺ خود ان کو مسجدوں میں جانے سے منع فرما دیتے، جس طرح کہ (اسی قسم کی باتوں کی وجہ سے) بنی اسرائیل کی عورتوں کو (ان کی عہادت گاہوں میں

جانے سے اگلے پیغمبروں کے زمانہ میں) روک دیا گیا تھا۔“ اسے تینین (بخاری: ۸۶۹، مسلم: ۴۴۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۸۶۹، صحیح مسلم: ۴۴۵، سنن ابی داود: ۵۶۹، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۹۸، مسند السراج: ۸۰۴، مؤطا مالک: ۶۷۷، مسند اسحاق بن راہویہ: ۶۳۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۶۱۰، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۹۸، مستخرج ابی عوانہ: ۱۴۵۰، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۳۷۱۳۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا عبدالله بن يوسف، قال اخبرنا مالك، عن يحيى بن سعيد، عن عمرة، عن عائشة رضي الله عنها..... الخ“ (صحیح البخاری: ۸۶۹)

فائدہ:

یہ بات ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد اپنے زمانے میں فرمائی تھی اور بقول حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اسی بناء پر جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ رائے ہو گئی تھی کہ اب عورتوں کو مسجدوں میں نہ جانا چاہیے۔ بعد کے زمانوں میں ان تبدیلیوں میں جو اور ترقی ہوئی اور ہمارے معاشرے کی خرابیوں میں جو بے حساب اضافہ ہوا اس کے بعد تو ظاہر ہے کہ (شرائط کے مفقود ہو جانے کی وجہ سے) اس کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی۔ (حجۃ اللہ البالغہ: ج ۲ ص ۲۶)

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أُمُّ امْرَأَةٍ أَصَابَتْ بُخُورًا فَلَا تَشْهَدُ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ. (آثار السنن: ۲۰۵)

☆☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس عورت خوشبو لگائے تو ہمارے ساتھ عشاء کی نماز (مسجد میں) میں نہ پڑھے۔“ اسے مسلم (۴۴۴) ابو داود (۴۱۷۵) اور نسائی (۵۱۲۸) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۴۴۴، سنن ابی داود: ۴۱۷۵، سنن النسائی: ۵۱۲۸، مسند السراج: ۸۱۱، مستخرج ابی عوانہ: ۱۳۰۰، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۹۸۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۳۷۴، شرح السنۃ للبخاری: ۸۶۱، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۹۹۵۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا يحيى بن يحيى، واسحاق بن ابراهيم، قال يحيى: اخبرنا عبدالله بن محمد بن عبدالله بن ابي

فروقة. عن یزید بن خصیفة، عن بسر بن سعید، عن ابی هريرة... الخ. (صحیح مسلم: ۴۴۴)
وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُوَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَمَّتِهِ أُمِّ حُمَيْدٍ أُمِّ امْرَأَةِ أَبِي حُمَيْدٍ السَّاعِدِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا جَاءَتْ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُحِبُّ الصَّلَاةَ مَعَكَ قَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّكَ تُحِبُّ الصَّلَاةَ مَعِيَ وَصَلَاةُكَ فِي بَيْتِكَ خَيْرٌ لَكَ مِنْ صَلَاةِكَ فِي حُجْرَتِكَ وَصَلَاةُكَ فِي حُجْرَتِكَ خَيْرٌ لَكَ مِنْ صَلَاةِكَ فِي دَارِكَ وَصَلَاةُكَ فِي دَارِكَ خَيْرٌ لَكَ مِنْ صَلَاةِكَ فِي مَسْجِدِكَ وَصَلَاةُكَ فِي مَسْجِدِكَ خَيْرٌ لَكَ مِنْ صَلَاةِكَ فِي مَسْجِدِي قَالَ فَأَمَرْتُ فَبَنَيْ لَهَا مَسْجِدًا فِي أَقْصَى شَيْءٍ مِنْ بَيْتِهَا وَأَظْلَمِهِ فَكَانَتْ تُصَلِّي فِيهِ حَتَّى لَقِيَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۴۰۶)

☆ ☆ عبد اللہ بن سويد انصاری (رحمہ اللہ) سے روایت ہے، وہ اپنی پھوپھی ام حمید رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں جو ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں کہ وہ نبی ﷺ کے پاس آئیں تو کہا: یا رسول اللہ! میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”مجھے علم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہو، اور تمہاری نماز (گھر کے بیرونی) کمرے (بیٹھک) کے مقابلے میں گھر (کے اندرونی کمرے) میں بہتر ہے اور کھلے گھر (کے صحن) کے مقابلے میں (بیرونی) کمرے میں بہتر ہے اور میری اس مسجد کے مقابلے میں تمہاری نماز کھلے گھر یعنی اس صحن میں بہتر ہے۔“ پھر انہوں نے حکم دیا تو گھر کے دور والے اور تاریک کونے میں ان کے لئے مسجد بنادی گئی، پھر وہ (اپنی وفات تک) اس میں نماز پڑھتی رہیں حتیٰ کہ اللہ عزوجل سے جا ملیں۔ اسے احمد (۲۷۰۹۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۰۹۰، مسند الرویانی: ۱۱۱۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۶۸۹، موارد النظم آن: ۳۲۸، التہذیب لمافی المؤمنین: ۲۳، ص ۳۹۸، فتح الباری لابن حجر: ج ۲ ص ۳۲۹، غایۃ المقصد فی زوائد المسند: ۵۹۸، مجمع الزوائد للبیہقی: ۲۱۰۶، اتحاف المہر: ۲۳۶۲۰

اسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”حدثنا هارون، حدثنا عبد الله بن وهب، قال: حدثني داود بن قيس، عن عبد الله بن سويد الانصاري، عن عمته ام حميد امرأة ابی حميد الساعدي... الخ.“

(مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۰۹۰)

یہ حدیث بلحاظ سند حسن درجہ کی ہے حتیٰ کہ احناف کے مخالفین جیسے دبیر علی زئی، ناصر الدین البانی اور شعیب ارناؤط وغیرہ نے بھی حسن قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: ماہنامہ الحدیث: ش ۱۲۳، ص ۴۵، صحیح ابن خزیمہ تحقیق البانی: ۱۶۸۹،

مسند الامام احمد بتحقیق الشعیب: ۲۷۰۹۰)

اس کے راویوں کا مختصر سائعارف درج ذیل ہے:

(۱)۔۔۔ امام ابوعلی ہارون بن معروف مروزی خزازی ضریر رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن ابی داود کے ”ثقہ“ راوی ہیں۔
(تاریخ الثقات: ۱۷۱۲)

(۲)۔۔۔ امام ابو محمد عبد اللہ بن وہب بن مسلم قرشی فہری مصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ”ثقہ“ راوی ہیں۔ (ایضاً: ۹۰۶)

(۳)۔۔۔ امام ابوسلیمان داود بن قیس الفراء الدباغ القرشی المدنی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن اربعہ اور تعلیقہ بخاری کے ”ثقہ“ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۱۷۸۱)

(۴)۔۔۔ امام عبد اللہ بن سدید الانصاری النظمی رحمہ اللہ کو ”ثقہ“ راویوں میں شمار کیا گیا ہے۔

(الثقات من لم یقع فی الکتب الستہ لابن قطلوبغا: ۵۹۱۰، الثقات لابن حبان: ۳۸۴۱)

فوائد و مسائل:

(۱)۔ قارئین اس حدیث پر ذرا دوبارہ نظر ڈالیں: عورت کی چھوٹے کمرے والی نماز بڑے کمرے والی نماز سے افضل، اور بڑے کمرے والی نماز صحن والی نماز سے افضل، اور صحن والی نماز محلہ کی مسجد والی نماز سے افضل، اور محلہ کی مسجد والی نماز مسجد نبوی ﷺ والی نماز سے افضل، نتیجہ یہ کہ عورتوں کی نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے اور گھر کے بھی جس قدر مخفی گوشہ میں عورتیں نماز پڑھیں گی اسی قدر اس نماز کے ثواب میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ اتنی عظیم خوشخبری سننے اور نبی ﷺ کا مشا معلوم کرنے کے بعد عورت کے مسجد میں اور عید گاہ میں جانے پر اصرار اور مشائبت کے خلاف ترغیب وہی دے سکتا ہے جو نفس پرست، مفاد پرست اور دنیا کا پجاری ہے۔ صحیح ابن خزیمہ میں اس حدیث پر عنوان لگایا گیا ہے: ”باب اختیار صلاة المرأة... الخ“ یہ باب ہے اس بیان میں کہ عورت کی اپنے بڑے کمرے کی نماز اس کے صحن کی نماز سے بہتر ہے، اور محلہ کی مسجد کی نماز مسجد نبوی ﷺ کی نماز سے بہتر ہے۔

(۲)۔ واضح رہے کہ احادیث وغیرہ ﷺ کے علاوہ قرآن کریم کی رو سے بھی عورتوں کیلئے گھروں میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ یسبح لہ فیہا بالغدو والاصال

رجال لا تلہیہم تجارة ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلاة وایتاء الزکاة۔ (سورۃ النور: ۲۷، ۲۸)

جن گھروں کے بارے میں اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے، اور ان میں اس کا نام لے کر ذکر کیا جائے، ان میں صبح و شام وہ لوگ اس کی تسبیح کرتے ہیں جنہیں کوئی تجارت یا کوئی خرید و فروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی

ہے نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ ذکر کو ادا کرنے سے۔

رجال، رجال کی جمع ہے بمعنی مرد، بیوت اللہ (مساجد) میں عبادت کیلئے مردوں کی تخصیص کرنے سے معلوم ہوا کہ عورتوں کیلئے گھروں میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ چنانچہ امام ابو محمد حسین بن مسعود البغوی رحمہ اللہ ص ۵۱۰ لکھتے ہیں:

خص الرجال بالذکر فی هذه المساجد لانه ليس على النساء جمعة ولا جماعة في المسجد.

(معالم التنزيل المعروف بتفسير بغوی: ج ۱ ص ۵۱)

اس مساجد میں ذکر کرنے کیلئے مردوں کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ مساجد میں جا کر جمعہ پڑھنا اور جماعت میں شامل ہونا عورتوں پر لازم نہیں۔

امام محمد بن احمد القرطبی رحمہ اللہ ص ۶۱۷ فرماتے ہیں:

لما قال الله تعالى (رجال) وخصهم بالذکر دل على ان النساء لا حظ لهن في المساجد اذ لا جمعة عليهن ولا جماعة وان صلاتهن في بيوتهن افضل رؤى ابو داود عن عبد الله رضي الله عنه عن النبي ﷺ قال صلاة المرأة في بيتها افضل من صلاتها في حجرتها وصلاتها في محضرتها افضل من صلاتها في بيتها. (تفسير القرطبي: ج ۱ ص ۲۵۷)

اللہ تعالیٰ کا اپنے فرمان ”رجال لا تلهيهم“ میں صرف مردوں کو ذکر کرنا دلیل ہے کہ عورتوں کیلئے مساجد میں (ثواب کا) کوئی حصہ نہیں ہے کیونکہ ان پر نہ جمعہ واجب ہے اور نہ جماعت واجب ہے۔ اور عورتوں کا گھروں میں نماز پڑھنا افضل ہے ابو داود نے سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت کی نماز اپنے کمرے میں اس کی صحن والی نماز سے افضل ہے اور اس کی نماز چھوٹی کوٹھڑی میں کمرے کی نماز سے افضل ہے۔

امام ابوالحسن علی بن محمد الخازن رحمہ اللہ ص ۷۴ فرماتے ہیں:

خص الرجال بالذکر فی هذه المساجد لان النساء ليس عليهن حضور المساجد لجمعة ولا جماعة (تفسير الخازن: ج ۱ ص ۱۰)

ان مساجد میں ذکر کیلئے مردوں کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ عورتوں پر جمعہ اور جماعت کیلئے مساجد میں حاضر ہونا لازم نہیں۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن محمد بن الرازی رحمہ اللہ ص ۶۰۶ لکھتے ہیں:

السؤال الثانی: لم خص الرجال بالذکر، والجواب لان النساء لسن من اهل التجارات او الجماعات (تفسير كبير: ج ۱ ص ۳۳۵)

دوسرا سوال: صرف مردوں کا ذکر کیوں کیا گیا ہے؟ جواب: کیونکہ (از روئے شریعت) عورتیں تجارتی کاروبار یا

جماعتوں میں شمولیت کی اہلیت نہیں رکھتیں۔

علامہ ابراہیم بن عمر البقالی رحمہ اللہ ۸۸۵ھ فرماتے ہیں:

وخص الرجال مع ان حضور النساء المساجد سنة شهيرة، اشارة الى ان صلاتهن في بيوتهن

افضل لهن... الخ (نظم الدرر: ج ۴ ص ۴۴)

(مساجد میں عبادت کیلئے) مردوں کی تخصیص کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عورتوں کی نماز ان کے

گھروں میں افضل ہے۔

ثقف و صدوق محقق و مفسر امام محمود بن عبد اللہ آلوسی رحمہ اللہ ۱۲۰۰ھ لکھتے ہیں:

وتخصيص الرجال بالذکر لانهم الاحقاء بالمساجد، فقد اخرج احمد والبيهقي عن ام سلمة

عن رسول الله ﷺ خير مساجد النساء قعر بيوتهن. (روح المعاني: ج ۱۲ ص ۴۵۲)

مساجد میں ذکر کیلئے مردوں کی تخصیص اس وجہ سے ہے کہ وہ مساجد میں عبادت کے زیادہ حق دار ہیں چنانچہ امام احمد

اور امام بیہقی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کی بہترین

مساجد ان کے گھر کا مخفی گوشہ ہے۔

وعن ابن مسعود رضي الله عنه قال ما صلت امرأة خيرة لها من قعر بيتها الا ان يكون المسجد

الحرام او مسجد النبي ﷺ الا امرأة تخرج في منقلبتها يغني خفيها. رواه الطبراني في الكبير وقال

الهيثمي رجاله رجال الصحيح. (آثار السنن: ۲۰۰)

☆ ☆ (سیدنا) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "کسی عورت نے نماز نہیں پڑھی جو اس کیلئے اس کے

گھر کی پوشیدہ جگہ نماز پڑھنے سے بہتر ہو۔ سوائے مسجد حرام یا مسجد نبوی ﷺ کے، الا یہ کہ وہ (بوڑھی) عورت

(پاؤں میں) چمڑے کے موزے پہن کر نکلے۔ اسے طبرانی نے الکبیر (المعجم الکبیر: ۱/۹۳، ۲/۹۳) میں روایت

کیا ہے اور ہیثمی نے (مجمع الزوائد: ۲/۱۱۳) میں کہا: اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

یہ اثر حسن درجہ کا ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے دو مختلف طرق کے ساتھ نقل کیا ہے۔

وعنه قال كان الرجال والنساء من بني اسرائيل يصلون جميعا فكانت المرأة اذا كان

لها خليل تلبس القالبين تطول بها ليليلها قالن الله عز وجل عليهن الخيض فكان ابن مسعود

يقول اخرجوا من حيث اخرجهن الله فلنأما القالبين قال ربيع بن خثيم. رواه

الطبراني في الكبير وقال الهيثمي رجاله رجال الصحيح. (آثار السنن: ۲۰۸)

☆ ☆ (سیدنا) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے مرد اور عورتیں اکٹھے نماز

پڑھتے تھے، پھر اگر کسی عورت کا کوئی (پسندیدہ شخص) دوست ہوتا تو دو قابین (ایڑی والی جوتی) پہنتی تھی تاکہ اپنے دوست کے سامنے لمبی ہو کر ظاہر ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر حیض کی بیماری مسلط کر دی، پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: جہاں سے اللہ نے انہیں نکال دیا ہے۔ شرائط مفقود ہو جانے کی وجہ سے (تم بھی انہیں وہاں سے نکال دو۔ ہم نے پوچھا: قابین کسے کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: لکڑی کے بنے ہوئے دو جوتوں کو کہتے ہیں یعنی کھڑاویں یا ایڑی والی۔ اسے طبرانی نے (المعجم الکبیر: ۹۳۸۴، ۹۳۸۵ میں) روایت کیا ہے اور بیہقی نے (مجمع الزوائد: ۲۱۲۰ میں) کہا: اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۳۸۴، ۹۳۸۵، مصنف عبدالرزاق الصنعانی: ۵۱۱۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۰۰، فتح الباری لابن حجر: ج ۱ ص ۴۰۰، حافیہ السیوطی علی النسائی: ۳۳۸، مجمع الزوائد للبیہقی: ۲۱۲۰، الطالب العالیہ: ۳۹۱، البنایہ شرح الہدایہ: ج ۱ ص ۶۲۰۔ اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل دو طرق کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا اسحاق بن ابراهيم، عن عبد الرزاق، عن الثوري، عن الاعمش، عن ابراهيم، عن ابي معمر، عن ابن مسعود... الخ" (المعجم الکبیر ۹۳۸۴)

"حدثنا محمد بن النضر الازدي، ثنا معاوية بن عمرو، ثنا زائدة، عن الاعمش، عن ابراهيم، عن عبد الله... الخ" (ایضاً: ۹۳۸۵)

یہ اثر بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے اور متعدد حضرات جیسے امام ابو محمد محمود بن احمد العینی رحمہ اللہ ۸۵۵ھ، حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ، امام احمد بن محمد القسطلانی رحمہ اللہ ۹۲۳ھ اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ وغیرہ نے صحیح السند کہا ہے۔ (دیکھئے: البنایہ شرح الہدایہ: ج ۱ ص ۶۲۰، فتح الباری: ج ۱ ص ۴۰۰، ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری: ج ۱ ص ۳۳۱، حافیہ السیوطی علی سنن النسائی: ۳۳۸) مزید برآں اس کے متعدد شواہد بھی پائے جاتے ہیں۔ (مثلاً دیکھئے: صحیح ابن خزیمہ: ۱۷۰۰)

وَعَنْ أَبِي عَمْرِو الشَّيْبَانِيِّ أَنَّهُ رَأَى عَبْدَ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُخْرِجُ النِّسَاءَ مِنَ الْمَسْجِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَقُولُ أَخْرُجْنَ إِلَى بُيُوتِكُنَّ حَيْرَ لَكُنَّ. رَوَاهُ الظَّهَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَقَالَ الْهَيْثَمِيُّ رَجَالُهُ مُوْتَقُونَ.

(آثار السنن: ۴۰۹)

☆ ابو عمرو الشیبانی (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ انہوں نے عبد اللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) کو دیکھا کہ جمعہ کے دن عورتوں کو مسجد سے نکال دیتے تھے اور فرماتے: "اپنے گھروں کو جاؤ، وہ تمہارے لیے بہتر ہیں۔ اسے طبرانی نے الکبیر (۹۳۷۵) میں روایت کیا ہے اور بیہقی نے (مجمع الزوائد: ۲۱۱۹ میں) کہا: اس کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔

یہ اثر درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق الصنعانی: ۵۲۰۱، مسند ابن الجعد: ۴۲۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۴۷۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۶۵۱، مجمع الزوائد للبیہقی: ۲۱۱۹، العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد: ۴۹۳۰۔
اور صحیح ہے، ناصر الدین البانی نے بھی صحیح الخیرہ کہا ہے۔ (صحیح الترغیب والترہیب: ۳۴۹) امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

”عبدالرزاق، قال اخبرنا معمر، عن ابی اسحاق، عن ابی عمرو والشیبانی انہ رأی..... الخ“
(مصنف عبدالرزاق: ۵۲۰۱)

{ عیدین کا خطبہ جمعہ کے خطبہ کی طرح خاموشی کے ساتھ سنا جائے }

۴۷۱. یُؤسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ يُنْصَتُ فِي الْعِيدَيْنِ كَمَا يُنْصَتُ فِي الْجُمُعَةِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: عیدین (کے خطبہ کے وقت) میں بھی ایسے ہی خاموش رہا جائے گا جیسا کہ جمعہ کے (خطبہ کے وقت) میں خاموش رہا جاتا ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ جس کو عید کی نماز نہ ملے وہ کیا کرے؟ }

۴۷۲. یُؤسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَأَلْتُهُ إِذَا لَمْ أَخْرُجْ مَعَ الْإِمَامِ فِي الْعِيدِ أَصَلِّي فِي بَيْتِي كَمَا يُصَلِّي الْإِمَامُ؟ قَالَ لَا قُلْتُ فَإِذَا أَتَيْتُ الْجَبَّانَةَ وَقَدْ فَاتَنِي كَهْ أَصَلِّي؟ قَالَ إِنْ شِئْتَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ وَإِنْ شِئْتَ أَرْبَعًا وَإِنْ شِئْتَ فَلَا شَيْءَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا میں نے امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ جب میں (کسی عذر کی وجہ سے) امام کے ساتھ عید کی نماز کے لیے (عید گاہ کی طرف) نہ نکل سکا ہوں تو کیا میں امام کی طرح اپنے گھر میں نماز پڑھ لوں؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ میں نے کہا جب میں عید گاہ اس وقت جاؤں کہ نماز ہو چکی ہو تو کتنی رکعات پڑھوں؟ انہوں نے کہا: اگر تو چاہے تو دو رکعت پڑھ رہے اور اگر چاہے تو چار رکعت پڑھ لے اور اگر چاہے تو ایک رکعت بھی نہ پڑھ۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۰۳ باب صلاة العیدین، مصنف عبدالرزاق: ۱۵، باب من صلاها غیر متوضی ومن فاتہ العیدان، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۰۸، باب الرجل تفوته الصلاة في العيد كم يصلي؟

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

جس کو عید کی نماز نہ ملے اسے اختیار ہے چاہے تو تنہا نماز پڑھ لے یا نہ پڑھے، پھر اگر پڑھے تو چاہے دو پڑھے یا چار پڑھے، البتہ افضل یہ ہے کہ چار پڑھے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: من فاتہ العید فليصل اربعا۔ ”جس کو عید کی نماز نہ ملے اس کو چاہیے کہ چار رکعت پڑھ لے۔“ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱، ۵۸۰۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۵۳۲)

{تکبیرات تشریق کا بیان}

۲، ۴. یُؤسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ فِي صَلَاةِ الْغَدَاةِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ إِلَى بَعْدِ صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ.

امام ابراہیم غفرلہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ عرفہ (نویں ذوالحجہ) کے دن فجر کی نماز سے ایام تشریق کے آخری دن (یعنی تیرہویں ذوالحجہ) عصر کی نماز تک تکبیرات تشریق کہتے اور عصر کے بعد بھی تکبیرات کہتے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۰۸ باب التکبیر فی ایام التشریق، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۱، باب التکبیر ای یوم هو والی ای یوم ساعة، السنن الکبری للبیہقی: ۶۴، ۵، باب من استحب ان يبتدئ بالتكبير خلف صلاة الصبح من يوم عرفه.

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند ابن ابی شیبہ والبیہقی)

فائدہ:

تکبیرات نوویں ذوالحجہ کی صبح کی نماز سے لے کر تیرہویں ذوالحجہ کی عصر کی نماز تک پڑھی جائیں اور اس میں ہی احتیاط ہے۔

۳۴۴. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ فِي التَّكْبِيرِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ يَوْمَ النَّحْرِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ.

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے تکبیرات کے بارے میں فرمایا: کہ وہ یوم نحر کی نماز ظہر سے آخری یوم تشریق کی نماز عصر تک ہیں۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ شاهد عند ابن ابی شیبہ: ۵۶۳۹)

{ اہل دیہات پر تکبیرات تشریق واجب نہیں }

۳۴۵. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ فِي التَّكْبِيرِ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ مِنْ دُبُرِ صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلَى دُبُرِ صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ وَكَانَ يُكَبِّرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ. وَزَعَمَ أَبُو حَنِيفَةَ أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ لَا جُمُعَةٌ وَلَا تَشْرِيقٌ إِلَّا فِي مِصْرَ جَامِعٍ.

امام ابوالاحوص رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایام تشریق میں تکبیرات کے بارے میں فرمایا کہ وہ یوم عرفہ کی نماز فجر سے قربانی کے (آخری دن) کی نماز عصر تک ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ تکبیرات ان الفاظ کے ساتھ کہا کرتے تھے: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جمعہ اور تکبیرات تشریق نہیں ہیں مگر بڑے شہر میں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ شواہد عند ابن ابی شیبہ: ۵۶۵۱، ۵۶۴۳ وغیرہ)

امام ابراہیم رحمہ اللہ کے شیخ "امام ابوالاحوص عوف بن مالک بن نضلہ الانجلی الکوفی رحمہ اللہ" صحیح مسلم اور سنن اربعہ

کے ثقہ راوی تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۵۳۸، تاریخ الثقات معجمی: ۱۳۲۱)

فوائد و مسائل:

۱۔ تشریق کی تکبیرات نوویں ذوالحجہ کی نماز فجر سے لے کر پانچویں دن (یعنی تیرہویں ذوالحجہ) کی نماز عصر تک پڑھی جائیں اور اسی میں احتیاط ہے۔

۲۔ شہر سے باہر والوں اور دیہاتیوں پر جمعہ اور عیدین کی نماز واجب نہیں ہیں۔ چنانچہ آثار السنن میں منقول ہے:

عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَا تَكْمُرُ بَيْنِي وَلَا بَيْنَ الْجُمُعَةِ إِلَّا فِي مَضَرٍّ جَامِعٍ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَأَخْرُجُونَهُ وَهُوَ أَكْثَرُ صَحِيحٍ. (آثار السنن: ۹۷۹)

ابو عبد الرحمن سلمی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جمید اور جمعہ بڑے شہر کے سوا نہیں ہوتے۔“ اسے عبد الرزاق اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے اور یہ اثر صحیح ہے۔

اسے امام ابو بکر رحمہ اللہ نے درج اول سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو معاوية عن الاعمش عن سعد بن عبيدة عن ابی عبد الرحمن السلمي عن علي... الخ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۶۲)

اور بلا غبار بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ اس کے علاوہ کے بھی اس کے طرق کتب میں موجود ہے۔ امام اعمش رحمہ اللہ کی زبید ایامی رحمہ اللہ نے متابعت تمام کر رکھی ہے۔ حافظ ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی اس اثر کو صحیح کہا ہے۔ (المحلی: ج ۵ ص ۳۸، فتح الباری: ج ۲ ص ۵۸۱)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس اثر کی شرح میں لکھا ہے:

ومعناه لا صلاة جمعة ولا صلاة عيد۔ (فتح الباری: ج ۲ ص ۵۸۱)

اس اثر کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ اور عید کی نماز صرف بڑے شہر میں ہی ہو سکتی ہے۔

مزید برآں یہ اثر حکما مرفوع ہے۔ کیونکہ اس میں رائے اور قیاس کو کوئی دخل نہیں اور صحابی رضی اللہ عنہ کا ہر ایسا قول جس کا تعلق رائے اور قیاس سے نہ ہو وہ حکما مرفوع ہوتا ہے کہ صحابی رضی اللہ عنہ نے یقیناً یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوگی۔

۳۷۱. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ وَهُوَ جَالِسٌ مَعَ أَصْحَابِهِ.

امام حماد رحمہ اللہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ عرفہ کی شام کو اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تکبیرات کہا کرتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{قربانی کے تین دن ہیں}

۲۷۷. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ الْأَصْحَى ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ وَآيَامُ التَّشْرِيقِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: قربانی کے تین دن ہیں قربانی کا دن (یعنی دسویں ذوالحجہ) اور دو دن اس کے بعد۔ اور قربانی کے بعد تشریق کے تین دن ہیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

قربانی کے تین دن ہی ہیں جو لوگ کہتے ہیں کہ قربانی کے چار دن ہیں انہی لوگوں کے متحقق زبیر علی زئی نے ان لوگوں کے موقف کا شدید رد کیا ہے۔ چنانچہ زبیر علی زئی صاحب کو ان کے ہم مسلک ایک شخص نے لکھا کہ: کیا چوتھے دن قربانی کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے؟ میں نے بعض علماء سے سنا ہے کہ چوتھے دن قربانی کرنے والی جو احادیث ہیں وہ ضعیف ہیں اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ قربانی تین دن ہیں اس سلسلے میں ہفت روزہ اہل حدیث میں فضیلۃ الشیخ عبدالستار حماد حفظہ اللہ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ قربانی چار دن ہے ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

عید دسویں ذوالحجہ کو ہوتی ہے، اس کے بعد تین دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ ایام تشریق کو ذبح کے دن قرار دیا گیا ہے چنانچہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمام ایام تشریق ذبح کے دن ہیں (مسند احمد ص ۸۲ ج ۴) اگرچہ اس روایت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ منقطع ہے لیکن امام ابن حبان اور امام بیہقی نے اسے موصول بیان کیا ہے اور علامہ البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر: ۷۵۳)

بعض فقہاء نے عید کے بعد صرف دو دن تک قربانی کی اجازت دی ہے ان کی دلیل درج ذیل امر ہے:

قربانی یوم الاضحیٰ کے بعد دو دن تک ہے (بیہقی: ص ۲۹ ج ۹) لیکن یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ کی مرفوع حدیث کے مقابلہ میں پیش نہیں کیا جاسکتا لہذا قابل حجت نہیں۔ علامہ شوکانی نے

اس کے متعلق پانچ مذاہب ذکر کئے ہیں پھر اپنا فیصلہ بایں الفاظ لکھا ہے: ”تمام ایام تشریق ذبح کے دن ہیں اور وہ یوم النحر کے بعد تین دن ہیں۔“ (نیل الاوطار: ص ۱۲۵ ج ۵)

----- یہ وہ دلائل ہیں جن کو حافظ عبدالستار حفظہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ (ماہنامہ الحدیث: ش ۴۴ ص ۷۶، ۷۷)
مذکورہ سوال کا جواب دیتے ہوئے زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

مسند احمد (۲/۶۲ ج ۵۲/۱۶۷) والی روایت واقعی منقطع ہے۔ سلیمان بن موسیٰ نے سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔ امام بیہقی نے اس روایت کے بارے میں فرمایا: ”مرسل“ یعنی منقطع ہے۔ (السنن الکبریٰ ج ۵ ص ۲۳۹، ج ۹ ص ۲۹۵)

امام ترمذی کی طرف کتاب العلل میں امام بخاری سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”سلیمان لم یدرك احدا من اصحاب النبی ﷺ“ سلیمان (بن موسیٰ) نے نبی ﷺ کے صحابہ میں سے کسی کو بھی نہیں پایا۔ (العلل الکبریٰ ۱/۳۱۳)

اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ کسی صحیح دلیل سے یہ ثابت نہیں ہے کہ سلیمان بن موسیٰ نے سیدنا جبیر رضی اللہ عنہ کو پایا ہے۔ آنے والی روایت نمبر (۲) سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ سلیمان بن موسیٰ نے سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نہیں سنی۔ نیز دیکھئے نصب الراية (۳/۶۱)

روایت نمبر ۲: صحیح ابن حبان (الاحسان: ۳۸۴۳، دوسرا نسخہ: ۳۸۵۴) والکامل لابن عدی (۳/۱۱۱۸، دوسرا نسخہ: ۲۶۰/۴) والسنن الکبریٰ للبیہقی (۹/۲۹۵، ۲۹۶) اور مسند البزار (کشف الاستار ۲/۲۷۶ ج ۱۱۲۶) وغیرہ میں ”سلیمان بن موسیٰ عن عبدالرحمن بن ابی حسین عن جبیر بن مطعم“ کی سند سے مروی ہے کہ ((وفی کل ایام التشریق ذبح)) اور سارے ایام تشریق میں ذبح ہے۔ یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

(۱) حافظ البزار نے کہا: ”وابن ابی حسین لم یلق جبیر بن مطعم“ اور عبدالرحمن ابن ابی حسین کی جبیر بن مطعم سے ملاقات نہیں ہوئی۔ (البحر الزخار ۸/۳۶۳ ج ۳۴۴۴، نیز دیکھئے نصب الراية ج ۳ ص ۶۱ والتمہید نسخہ جدیدہ ۱۰/۲۸۳)

(۲) عبدالرحمن بن ابی حسین کی توثیق ابن حبان (الثقات: ۱۰۹/۵) کے علاوہ کسی: اور سے ثابت نہیں ہے لہذا یہ راوی مجہول الحال ہے۔

روایت نمبر ۳: طبرانی (المعجم الکبیر ۲/۱۳۸ ج ۱۵۸۳) بزار (البحر الزخار ۸/۳۶۳ ج ۳۴۴۳) بیہقی (السنن الکبریٰ ۵/۲۳۹، ۲۹۲) اور دارقطنی (السنن ۳/۲۸۳ ج ۱۱۷۴) وغیرہم نے ”سويد بن عبدالعزیز عن سعید بن عبدالعزیز التدوخی عن سلیمان بن موسیٰ عن نافع بن جبیر بن مطعم عن ابيه“ کی سند سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ ((ایام

التشريق كلها ذبح)) تمام ايام تشریق میں ذبح ہے۔ اس روایت کا بنیادی راوی سويد بن عبدالعزیز ضعیف ہے۔ (دیکھئے: تقریب التہذیب: ۲۶۹۲)

حافظ بیہقی نے کہا: "وضعفه الائمة"

اور اسے اماموں نے ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد: ج ۳ ص ۱۳۷)

روایت نمبر ۴:

ایک روایت میں آیا ہے کہ

"عن سليمان بن موسى ان عمرو بن دينار حدثه عن جبیر بن مطعم ان رسول الله ﷺ قال كل ايام التشريق ذبح" (سنن الدارقطني ج ۲ ص ۲۸۳ ح ۱۳، والسنن الكبرى للبيهقي: ج ۹ ص ۲۹۶) یہ روایت دو وجہ سے مردود ہے:

- (۱) اس کا راوی احمد بن عیسیٰ الخشاب سخت مجروح ہے۔ دیکھئے لسان المیزان: ج ۱ ص ۲۳۰، ۲۳۱
- (۲) عمرو بن دینار کی جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ دیکھئے الموسوعة الحديثية (ج ۲ ص ۳۱۷)

تنبیہ:

ایک روایت میں

"الوليد بن مسلم عن حفص بن غيلان عن سليمان بن موسى عن محمد بن المنكدر عن جبیر بن مطعم" کی سند سے آیا ہے کہ "عرفات موقف وادفعوا من عرنة والمزدلفة موقف وادفعوا عن محسر" (مسند الشاميين ج ۲ ص ۲۸۹ ح ۱۵۵۶، ونصب الراية ج ۳ ص ۶۱ مختصرا) اس کی سند ولید بن مسلم کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس میں ايام تشریق میں ذبح کا بھی ذکر نہیں ہے۔

خلاصہ التحقیق:

ایام تشریق والی روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے۔

آثار صحابہ:

روایت مسنولہ کے ضعیف ہونے کے بعد آثار صحابہ کی تحقیق درج ذیل ہے:

- (۱) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "الاخصی يومان بعد يوم الاخصی" قربانی والے دن کے بعد (مزید) دو دن قربانی (ہوتی) ہے۔ (مؤطا مالک ج ۲ ص ۲۸۷ ح ۱۰۷۱، السنن الكبرى للبيهقي ج ۹ ص ۲۹۷)
- (۲) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "النحر يومان بعد يوم النحر و افضلها يوم النحر" قربانی کے

دن کے بعد دو دن قربانی ہے اور افضل قربانی نحر والے (پہلے) دن ہے۔

(احکام القرآن للطحاوی: ج ۲ ص ۲۰۵ ح ۱۵۷۱، سندہ حسن)

(۳) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”الاضحیٰ یومان بعده“ قربانی والے (اول) دن کے بعد دو دن قربانی ہوتی ہے۔ (احکام القرآن للطحاوی: ج ۲ ص ۲۰۶ ح ۱۵۷۲، وہو صحیح)

(۴) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”النحر ثلاثة ايام“ قربانی کے تین دن ہیں۔

(احکام القرآن للطحاوی: ج ۲ ص ۵۶۹، وہو حسن)

تفہیم:

احکام القرآن میں ”حماد بن سلمہ بن کھیل عن حمته عن علی“ ہے جبکہ صحیح ”حماد عن سلمہ بن کھیل عن حمیة عن علی“ ہے جیسا کہ کتب اسماء الرجال سے ظاہر ہے اور حماد سے مراد حماد بن سلمہ ہے۔ والحمد للہ...

فائدہ:

نبی کریم ﷺ نے ابتداء میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا تھا، بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ یہ ممانعت اس کی دلیل ہے کہ قربانی تین دن ہے۔ اس ساری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ سے صراحتاً اس باب میں کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔۔۔۔۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور جمہور صحابہ کرام کا یہی قول ہے کہ قربانی تین دن (عید الاضحیٰ اور دو دن بعد) ہیں، ہماری تحقیق میں یہی رائج ہے اور امام مالک وغیرہ نے بھی اسے ہی ترجیح دی ہے۔ (ماہنامہ الحدیث: ش ۴۴)

{ایام معدودات سے مراد ذوالحجہ کے دس دن اور ایام معلومات سے مراد ایام تشریق ہیں}

۲۷۸. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَيَّامٌ مَّعْلُومَاتٌ أَيَّامُ الْعَلَمِ وَأَيَّامُ مَعْدُودَاتٍ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ۔

ابراہیم غنی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: متعین دنوں سے مراد دس دن ہیں اور گنتی کے دنوں سے مراد تشریق کے ایام ہیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے کہ اللہ رب العزت کے فرمان (واذکروا اللہ فی ایام معدودات

اور اللہ کو گنتی کے (ان چند) دنوں میں یاد کرتے رہو۔ البقرہ: ۲۰۳} میں جو ذکر کا حکم آیا ہے اس سے مراد ایام ایام تشریق میں ذکر اللہ ہے۔ (دیکھئے اعلاء السنن: ۲۱۴۲) اور ان ایام میں ذکر اللہ تکبیر ہے پس تکبیرات تشریق کا واجب ہونا ثابت ہوا کیونکہ اصل امر میں وجوب ہے اور جب تک کوئی صارف نہ ہو اصل پر محمول رکھنا ضروری ہے۔

درمنثور میں ایسی متعدد روایات موجود ہیں جن میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ ذکر اللہ سے مراد نمازوں کے بعد تکبیرات تشریق کہنا ہے۔ نیز ابن عربی رحمہ اللہ کے بقول تو اس بات پر فقہاء مشاہیر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے کہ واذکر اللہ فی ایام معدودات میں ذکر سے مراد ایام تشریق کی تکبیرات ہی ہیں۔ (احکام القرآن: ۱-۶۰) پس اس سے ثابت ہوا کہ تکبیرات تشریق واجب ہیں۔



۲۰۔ باب فی الاطعی

۲۰۔ تربانی کا بیان

{خون لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، پس خون کو دھولیا جائے}

۳۷۹۔ یوسف عن ابیه عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم أنه قال فی الرجل إذا دبح الشاة غسل ما أصابه منها ثم لا یعیذ الوضوء.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب (بادضو) آدمی بکری ذبح کرے (اور اس کے ہاتھ میں خون لگ جائے) تو جہاں خون لگا ہوا سے دھولے اور پھر وضو کا اعادہ نہ کرے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۵۸ باب ما یعاد من الصلاة وما یکرہ فیہا، جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۲۴۵ ح ۳۴۶، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۵۸، جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۲۴۵ ح ۳۴۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اگر آدمی بادضو ہو اور قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت ہاتھ وغیرہ پر خون لگ جائے تو جہاں خون لگا ہوا سے دھو ڈالے دوبارہ وضو کرنا ضروری نہیں ہے۔

{نماز عید سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کرنا منع ہے}

۳۸۰۔ یوسف عن ابیه عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم أنه قال یدبح إذا انصرف إحدى الطائفتین أهل المسجد وأهل الجبائنة.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جانور اس وقت ذبح کیے جائیں جب دو گروہوں یعنی مسجد والوں یا عید گاہ والوں میں سے کوئی ایک (عید کی نماز پڑھ کر) واپس آ جائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۳۸۱۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ أَبَا بَرْدَةَ بْنَ نِيَّارٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ذَبَحَ شَاةً قَبْلَ الصَّلَاةِ وَذَكَرَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لَا تُجْزِئُ عَنْكَ فَقَالَ لَهُ عِنْدِي جَذَعٌ مِنَ الْمَعْزِ فَقَالَ يُجْزِئُ عَنْكَ وَلَا يُجْزِئُ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ نے نماز عید سے پہلے بکری ذبح کر لی اور نبی مکرم ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تیری قربانی نہیں ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا کہ میرے پاس بکری کا ایک سال سے کم عمر کا بچہ ہے (تو کیا میں اس کو ذبح کر لوں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تیری طرف سے کافی ہو جائے گا لیکن تمہارے بعد کسی کی طرف سے کفایت نہیں کرے گا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۵۵۶، صحیح مسلم: ۱۹۶۱، سنن ابی داود: ۲۸۰۰، سنن النسائی: ۱۵۶۳، مسند ابی داود الطیالسی: ۷۷۹، مسند ابن الجعد: ۵۰۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۴۸۱، ۱۸۵۳۳، ۱۸۶۳۰، سنن الدارمی: ۲۰۰۵، مسند ابی یعلی الموصلی: ۱۶۶۲، المستملی لابن الجارود: ۹۰۸، مسند الرویانی: ۳۶۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۲۰۳، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحاکمی: ۱۸۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ صاحب استطاعت فخص پر قربانی کرنا واجب ہے، چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس کے پاس (قربانی کرنے کی) گنجائش ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو اسے چاہیے کہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔“ (سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۳ و ہذا حدیث حسن)
- ۲۔ ایک سال سے کم عمر کے بکری کے بچے کی قربانی جائز نہیں۔ البتہ دیگر دلائل کے پیش بھیڑ کا بچہ جو موٹا تازہ ہونے کی وجہ سے

دیکھنے میں ایک سال کا لگتا ہو اس کی قربانی جائز ہے۔

{ نبی مکرم ﷺ ایک جانور اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے کیا کرتے تھے }

۳۸۲. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ السَّابِطِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ طَعَى بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَجْدَعَيْنِ قَالَ وَاحِدٌ عَنِّي وَوَاحِدٌ عَنْ شَهِدَ إِلَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِنْ أَقْبَى.

عبدالرحمن بن سابط رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے کالے سفید رنگ کے دو مینڈھوں کی قربانی دی اور فرمایا: ایک میری طرف سے ہے اور دوسرا میری امت کے ہر اس فرد کی طرف سے ہے جو اللہ کی توحید کی گواہی دیتا ہو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی حنیفہ روایۃ المحکمہ: ۴۰۹، کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۷۹۰، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۲ ص ۲۳۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۳۸۳، ۱۳۸۹۳، ۱۳۸۹۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۲۲۸، سنن ابی داود: ۲۸۱۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق کثیر)

جامع المسانید (ج ۲ ص ۲۴۶) اور مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ المحکمہ (۴۰۹) کی روایت میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

ابو حنیفہ عن الہیثم عن عبدالرحمن بن سابط عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ان

النبی ﷺ..... الخ. (مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ المحکمہ: ۴۰۹، جامع المسانید: ج ۲ ص ۲۴۶)

۱۔ امام ہشام بن حبیب المعروف بہ ہشام بن ابی الہیثم الصیرفی الکوفی رحمہ اللہ روایت حدیث میں انتہائی ثقہ اور راست باز راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۶۳۲)

۲۔ امام عبدالرحمن بن سابط القرشی النجفی الحنفی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ابی داود اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۸۲۲، تاریخ الثقات للعلی: ۹۵۴)

فوائد و مسائل:

۱۔ عید الاضحیٰ کے موقع پر ہر صاحب استطاعت شخص کو کم از کم ایک بکری، مینڈھا، گائے یا بھیس کے ایک حصے کی قربانی کرنا ضروری ہے۔

- ۲۔ ایک سے زیادہ جانوروں کی قربانی بھی جائز بلکہ افضل ہے۔
- ۳۔ قربانی کرنے والے کے لیے اپنے ہاتھ سے قربانی کا جانور ذبح کرنا مستحب ہے۔
- ۴۔ قربانی کا جانور عمدہ اور خوبصورت ہونا چاہیے۔
- ۵۔ خصی جانور کی قربانی درست ہے، اسے عیب شمار نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ اس حدیث کے دیگر طرق میں صراحت ہے کہ مذکورہ مینڈھے خصی تھے۔ (دیکھئے: سنن ابن ماجہ: ۳۱۲۲، مشکوٰۃ: ۱۳۵۸)
- ۶۔ ایک جانور کی قربانی پیش کر کے اس کا ثواب بہت سے لوگوں کو پہنچا سکتے ہیں۔

{ گائے میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں }

۲۸۴۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ
الْبَقَرَةُ تُجْزَى فِي الْأَطْحَى عَنْ سَبْعَةِ أَنْاسٍ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ایک گائے سات افراد کی طرف سے کفایت کر جائے گی۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۲۳۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۲۳۴، جامع الآثار: ۲۱۲۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند الطحاوی)

فائدہ:

قربانی میں گائے اور اونٹ میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں حدیبیہ میں اونٹ سات افراد کی طرف سے نحر کیا اور گائے سات افراد کی طرف سے ذبح کی۔ (سنن ابی داؤد: ۲۸۰۹) اور ایک دوسری روایت بایں الفاظ مروی ہے کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: گائے سات افراد کی طرف سے ہے اور اونٹ بھی سات افراد کی طرف سے ہے۔ (ایضاً: ۲۸۰۸)

{ چاہیے کہ اونٹ میں بھی سات افراد شریک ہوں }

۲۸۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا أَصْحَابَهُ لِيَشْتَرِكَ مِنْكُمْ سَبْعَةٌ فِي الْجَزُورِ.

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا: ”چاہیے کہ تم میں سے سات افراد ایک اونٹ میں شریک ہوں۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۱۳۱۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۳۱۱۶، مستخرج ابی عوانہ: ۳۷۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۵۶۳، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۲۴۱، سنن ابی داود: ۲۸۰۸، حدیث السراج: ۱۷۳۴، المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۹۱۷، ۹۰۶۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰۱۹۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق کثیر)

{ قربانی کرنے والے کے لیے اپنے ہاتھ سے قربانی کا جانور ذبح کرنا مستحب ہے }

۲۸۵. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْقَوْمِ تَكُونُ لَهُمُ الظُّرُ الْيَهُودِيَّةُ فَيُرِيدُونَ أَنْ يَذْبَحَ أَصْحَابَتَهُمْ يَهُودِيٍّ لِتَأْكُلَ مِنْهُ ظِلْمُهُمْ قَالَ فَقَالَ إِبْرَاهِيمُ أَمَّا أَتَا فَأَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَذْبَحَ أَصْحَابَتِي بِيَدِي.

امام حماد رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ میں نے امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ لوگوں کے بچوں کی پرورش کرنی والی دایہ یہودی ہو اور لوگ ارادہ رکھتے ہوں کہ ان کی قربانی کے جانور یہودی ذبح کرے تاکہ ان کی دایہ بھی قربانی کے گوشت سے کھا سکے؟ تو امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: میں اپنی قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

قربانی کرنے والے کے لیے اپنے ہاتھ سے قربانی کا جانور ذبح کرنا مستحب ہے۔ نبی مکرم ﷺ اپنی قربانی کا جانور اپنے ہاتھوں سے ذبح کیا کرتے تھے۔

{ جانور ذبح کرتے وقت اللہ کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام ذکر نہ کرو }

۳۸۶. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا جَزَّزْتَ فَلَا تَذْكُرْ مَعَ اسْمِ اللَّهِ سِوَاهُ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: تم جب جانور ذبح کرو تو اللہ کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام ذکر نہ کرو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا بہت بڑا گناہ ہے یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ ذبح اللہ کے نام پر اس طرح کرنا چاہیے کہ کسی کے نام کے ذکر کرنے سے یہ اشتباہ نہ ہو کہ یہ اس کے نام پر ذبح کیا جا رہا ہے، اللہ کے نام سے ذبح کر کے جس کی طرف سے ذبح کر رہے ہیں اس کا نام لے لے۔ لیکن محض اس طرح ذکر نہ کرے کہ اس میں شرک یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کا ایہام پایا جائے۔ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۹۹)

{ بہترین قربانی مونا تازہ چھ ماہ کا دنبہ ہے }

۳۸۷. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي كِبَاشٍ أَنَّهُ جَلَبَ كُبَّاشًا إِلَى الْمَدِينَةِ فَجَعَلَ النَّاسُ لَا يَشْتَرُونَ لَحْمًا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَحْمَهَا وَفَرَّهَا ثُمَّ قَالَ نِعْمَ الْأُصْحَىةُ الْجَذَعُ السَّيِّئُ فَاشْتَرَاهَا النَّاسُ.

حضرت ابو کباش رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ مینڈ حامدینہ لے گئے، لوگ اسے خرید نہیں رہے تھے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اسے ٹولا تو مونا تازہ پایا، پھر فرمایا: بہترین قربانی مونا تازہ چھ ماہ کا دنبہ ہے۔ چنانچہ لوگوں نے اس کو خرید لیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار رواية الامام محمد بن الحسن الشیبانی: ۹۱، باب الاضحية و اخصاء الفعل، جامع
المسانيد للغوارزمي: ج ۲ ص ۲۵۱، ۲۵۰۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ شواہد)

فائدہ:

چھ ماہ کا دنبہ یا بھیڑ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر والوں کے ساتھ کھڑا ہو تو دونوں میں فرق معلوم نہ ہو تو ایسے دنبے کی قربانی درست ہے لیکن بکرا، بکری جب تک ایک سال کے نہ ہو جائیں ان کی قربانی درست خواہ وہ کتنے ہی صحت مند کیوں نہ ہو۔

{ چھ ماہ کا دنبہ بھی کفایت کر جائے گا جب کہ وہ خاصا بڑا ہو }

۲۸۸۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ الْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ مُجْزِئٌ إِذَا كَانَ عَظِيمًا۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: چھ ماہ کا دنبہ بھی کفایت کر جائے گا جب کہ وہ خاصا بڑا ہو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار رواية الامام محمد بن الحسن الشیبانی: ۹۴، باب الاضحية و اخصاء الفعل، جامع
المسانيد للغوارزمي: ج ۲ ص ۲۵۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ پہلے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنا منع تھا، پھر اجازت دے دی گئی }

۲۹۰۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ

النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ كُنَّا نَهَيِّنَاكُمْ عَنْ ثَلَاثٍ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَرُزُّوْهُمَا فَقَدْ أُذِنَ لِمُحَمَّدٍ ﷺ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّهِ وَلَا تَقُولُوا هُجْرًا وَنَهَيْتُكُمْ أَنْ تُمَسِّكُوا الْحَوْمَ الْأَضَاحِي فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَأُمْسِكُوا وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّمَا نَهَيْتُكُمْ لِيَتَّسِعَ بِهِ غَنِيَّتُكُمْ عَلَى فَقِيرِكُمْ وَنَهَيْتُكُمْ أَنْ تَشْرَبُوا فِي الدُّنْيَا وَالْمَرْفَتِ وَالْحَنْتَمِ فَاشْرَبُوا قِيَمًا بَدَأَ لَكُمْ مِنَ الظُّرُوفِ فَإِنَّ الظُّرُوفَ لَا تُحِلُّ شَيْئًا وَلَا تُحَرِّمُ وَلَا تَشْرَبُوا مُسْكِرًا.

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ہم نے تمہیں تین چیزوں سے منع کیا منع تھا۔ (۱)۔ قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب کرو، محمد ﷺ کو اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت دے دی گئی ہے لہذا اب بری بات منہ سے نہ نکالو۔ (۲)۔ اور میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کیا تھا اب جب تک چاہو روک سکتے ہو اور توشہ بنا سکتے ہو کیونکہ میں نے تمہیں اس لیے منع کیا تھا کہ تاکہ تمہارے مالدار فقراء پر وسعت کریں۔ (۳)۔ اور میں نے کدو، بزمکے اور زفت زردی لگے ہوئے برتن میں (نبیذ بنانے اور) پینے سے منع کیا تھا اب تم ہر برتن میں (نبیذ بنا اور) پی سکتے ہو کیونکہ برتن نہ تو کسی چیز کو حلال کرتا ہے نہ حرام۔ لیکن نشا آور چیز نہ ہو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۹۷۷، کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۶۸، مصنف عبدالرزاق: ۶۷۰۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۸۰۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۱۹۵۸، سنن ابی داود: ۳۲۳۵، ۳۶۹۸، مسند البزار: ۴۴۳۵، سنن النسائی: ۲۰۳۲، ۴۴۲۹، ۵۶۵۲، المستطی لابن الجارود: ۸۶۳، مستخرج ابی عوانہ: ۷۸۷۹، صحیح ابن حبان: ۱۰۵۳۹۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۳۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۵۲، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۳۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۷۱۹۳، مصنف عبدالرزاق: ۶۷۰۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۸۰۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۱۹۵۸، سنن ابی داود: ۳۲۳۵، ۳۶۹۸، مسند البزار: ۴۴۳۵، سنن النسائی: ۲۰۳۲، ۴۴۲۹، ۵۶۵۲، المستطی لابن الجارود: ۸۶۳، مستخرج ابی عوانہ: ۷۸۷۹، صحیح ابن حبان: ۱۰۵۳۹۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۳۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

ابو الحارث علقمہ بن مرثد حضرمی کو فی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے اور سلیمان بن بریدہ بن حبیب اسلمی مروزی رحمہ اللہ صحیح

مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات معملی: ۱۱۶۲، ۲۴۹۵) اور سیدنا بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ لہذا یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فوائد و مسائل:

۱۔ شروع شروع میں جب کہ توحید پوری طرح عام مسلمانوں کے دلوں میں راسخ نہیں ہوئی تھی اور انہیں شرک اور جاہلیت سے نکلے ہوئے تھوڑا ہی زمانہ ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر جانے سے منع فر دیا تھا، کیونکہ اس سے ان لوگوں کے شرک اور قبر پرستی میں طوٹ ہو جانے کا خطرہ تھا۔ پھر جب امت کا توحیدی مزاج پختہ ہو گیا، اور ہر قسم کے جلی اور خفی شرک سے دلوں میں نفرت بھر گئی اور قبروں پر جانے کی اجازت دے دی اور دیگر روایات کے مطابق آپ ﷺ نے یہ بھی واضح فرما دیا کہ یہ اجازت اس لئے دی جا رہی ہے کہ وہ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاد اور فکر دلوں میں پیدا ہونے کا ذریعہ ہے۔

۲۔ اس حدیث سے شریعت کا یہ بنیادی اصول معلوم ہوا کہ اگر کسی کا میں خیر اور نفع کا پہلو ہے اور اسی کے ساتھ کسی بڑے ضرر کا بھی اندیشہ ہے تو اس اندیشہ کی وجہ سے خیر کے پہلو سے صرف نظر کر کے اس کی ممانعت کر دی جائے گی، لیکن اگر کسی وقت حالات میں ایسی تبدیلی ہو کہ ضرر کا وہ اندیشہ باقی نہ رہے تو پھر اس کی اجازت دے دی جائے گی۔

۳۔ ابتداء اسلام میں مسلمان خستہ حالت میں تھے، غربت کا دور دورہ تھا اس لئے نبی مکرم ﷺ نے مسلمانوں پر وسعت کے لئے قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ جمع رکھنے سے منع کر دیا تھا لیکن جب وسعت آگئی تو یہ حکم ختم ہو گیا، اب جب تک چاہیں رکھ کر کھا سکتے ہیں۔

۴۔ نبی مکرم ﷺ کا ابتداء میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمانا اس بات کی واضح اور صریح دلیل ہے کہ قربانی تین دن ہے۔

۵۔ شروع میں چونکہ شراب کے عادی تھے اس لئے یہ ڈر تھا کہ نشہ آور اور غیر نشہ آور میں فرق نہ کر سکیں اس لئے بعض ایسے برتنوں میں نبیذ بنانے اور پینے سے منع کر دیا تھا جن میں نشہ جلد ہی پیدا ہوتا ہے لیکن جب یہ بات نہ رہی تو ہر قسم کے برتن میں نبیذ بنانے اور پینے کی اجازت دے دی البتہ نشہ آور چیز کے استعمال سے منع فرما دیا۔

۶۔ اس حدیث سے بطور قاعدہ کلیہ کے معلوم ہو گیا کہ جس چیز کے کھانے پینے سے نشہ پیدا ہو وہ شریعت اسلام میں ممنوع اور حرام ہے۔ اس سے بھنگ وغیرہ ان تمام نباتات کا حکم بھی معلوم ہو گیا جو نشہ پیدا کرتی ہیں اور نشہ کے لئے ہی استعمال کی جاتی ہیں۔

{ عقیقہ زمانہ جاہلیت میں فرض ہوا کرتا تھا، جب قربانی کا حکم آیا تو اس کی فرضیت کو ختم کر دیا گیا }

۳۹۱. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ كَانَتْ الْعَقِيقَةُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ الْإِسْلَامُ رُفِضَتْ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: عقیقہ زمانہ جاہلیت میں (فرض) ہوا کرتا تھا، جب اسلام (میں قربانی کا حکم) آیا تو اس (کی فرضیت) کو ختم کر دیا گیا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۰۹ باب زکاة الجنین والعقیقة، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۳۲۲ رقم الحدیث ۱۴۱۵.

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۳۹۲. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنْفِيَّةِ أَنَّ الْعَقِيقَةَ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ الْأَصْحَى رُفِضَتْ.

امام محمد بن حنفیہ سے مروی ہے کہ عقیقہ زمانہ جاہلیت میں (فرض) ہوا کرتا تھا، جب قربانی (کا حکم) آیا تو اس (کی فرضیت) کو ختم کر دیا گیا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۱۰ باب زکاة الجنین والعقیقة، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۳۲۲ رقم الحدیث ۱۴۱۶.

تحقیق:

صحیح ہے۔

{ نبی مکرم ﷺ عقاق کے لفظ کو ناپسند کرتے تھے }

۳۹۳. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ لَا أَحِبُّ الْعَقَاقَ.

زید بن اسلم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: میں عقاق کو ناپسند کرتا ہوں۔ (یعنی آپ نے لفظ عقیقہ کے نام کو ناپسند فرمایا ہے)

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

مؤطا مالک: ۱۸۳۸، مؤطا محمد: ۶۵۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۲۴۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۶۴۳، ۲۳۶۴۴، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۹۲۷۵، ۱۹۳۴۲، اتحاف الخیرۃ: ۶۵۷۰، ۶۵۶۹۔

تحقیق:

حسن لغیرہ ہے (ولہ شواہد کثیر)

فائدہ:

مؤطا مالک میں یہ حدیث بایں الفاظ منقول ہے کہ: ”رسول اللہ ﷺ سے عقیقہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں عقوق (والدین کے ساتھ بدسلوکی کو پسند نہیں کرتا) گویا کہ آپ ﷺ نے صرف اس نام کو ناپسند کیا اور فرمایا کہ جس کے بچہ پیدا ہو وہ اپنے بچے کی طرف سے قربانی دینا پسند کرے تو ایسا کرے۔“

(مؤطا مالک: ۸۳۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ نے عقیقہ کے نام کو عقوق کے سبب سے ناپسند فرمایا ہے نیز اختیار کے الفاظ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عقیقہ نہ واجب ہے نہ سنت مؤکدہ، بلکہ صرف ایک مستحب فعل ہے۔



۲۱- بَابُ صَلَاةِ الْكُسُوفِ

۲۱- نماز کسوف کا بیان

۲۹۴. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ فَقَرَعَ النَّاسُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ فَقَامَ يُصَلِّي بِهِمْ فَأَطَالَ الْقِيَامَ حَتَّى ظَنُّوا أَنَّهُ لَنْ يَزُكَّعَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَانَ رُكُوعُهُ قَدْرَ قِيَامِهِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَكَانَ قِيَامُهُ كَقَدْرِ رُكُوعِهِ ثُمَّ سَجَدَ فَكَانَ سُجُودُهُ كَقَدْرِ قِيَامِهِ ثُمَّ جَلَسَ فَكَانَ جُلُوسُهُ كَقَدْرِ سُجُودِهِ ثُمَّ سَجَدَ فَكَانَ سُجُودُهُ كَقَدْرِ جُلُوسِهِ وَصَنَعَ فِي الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ حَتَّى إِذَا كَانَ فِي السَّجْدَةِ الْأُخْرَى مِنَ الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بَكَى وَهُوَ سَاجِدٌ حَتَّى اشْتَدَّ بُكَاءُهُ قَالَ فَسَبَّحْنَاهُ وَهُوَ يَقُولُ اللَّهُمَّ اأَلِّمْنَا تَعْدِينِي أَلَّا تُعَذِّبَهُمْ وَأَنَا فِيهِمْ يَقُولُهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَعَدَ فَتَشْهَدُ وَانْصَرَفَ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِنبُوتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ فَعَلَيْكُمْ بِالصَّلَاةِ وَلَقَدْ رَأَيْتُنِي أُدْرِيْتُ مِنَ الْجَنَّةِ حَتَّى لَوْ شِئْتُ أَنْ أَتَنَاوَلَ غُصْنًا مِنْ أَعْصَانِهَا لَفَعَلْتُ وَلَقَدْ رَأَيْتُنِي أُدْرِيْتُ مِنَ النَّارِ حَتَّى جَعَلْتُ أَتَقِي لَهَبَهَا عَلَى وَعَلَيْكُمْ وَلَقَدْ رَأَيْتُ فِيهَا سَارِقَ سَبْتَيْتَنِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَتَقَدَّرَ رَأْيْتُ فِيهَا عَبْدَ بَنِي الدَّعْدَعِ سَارِقَ الْحَاجِّ يَمْحُجُّهُ كَانَ إِذَا خَفِيَ لَهُ شَيْءٌ ذَهَبَ بِهِ فَإِنْ ظَهَرَ عَلَيْهِ قَالَ إِنَّمَا تَعَلَّقَ بِمُحْجَبِي وَلَقَدْ رَأَيْتُ فِيهَا امْرَأَةً جَذْرِيَّةً أَدْمَاءَ طَوَالَهُ تُعَذِّبُ فِي هِرَّةٍ كَانَتْ تَرْبِطُهَا فَلَا تَدْعُهَا تَأْكُلُ مِنْ خَشَائِشِ الْأَرْضِ.

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس دن نبی ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، اسی دن سورج گرہن لگا، لوگ گھبرا کر مسجد میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے اور اتنا طویل قیام کیا کہ لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ نبی ﷺ رکوع نہیں کریں گے، پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا جو بقدر قیام تھا، پھر رکوع سے سراٹھایا تو وہ بقدر رکوع تھا، پھر سجدہ

کیا جو بقدر قومہ تھا، پھر دو سجدوں کے درمیان بیٹھے جو بقدر سجدہ تھا، پھر دوسرا سجدہ کیا جو بقدر جلسہ تھا۔ پھر دوسری رکعت پڑھائی اور اس میں بھی اس طرح کیا، یہاں تک کہ جب دوسری رکعت کے سجدے میں پہنچے تو رو پڑے اور یہ آہ و بکاء بہت شدید ہو گئی، ہم نے غور سے سنا تو نبی ﷺ یہ فرما رہے تھے کہ اے اللہ! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ میری موجودگی میں تو انہیں عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا آپ نے یہ جملہ تین بار کہا اور اس کے بعد بیٹھ گئے، تشہد پڑھا اور نماز سے فارغ ہو کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: کہ سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں انہیں کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا، اس لیے جب ایسی صورت حال پیش آیا کرے تو نماز کا اہتمام کیا کرو۔ اور میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ مجھے اسی نماز کے دوران جنت کے اتنا قریب کر دیا گیا کہ اگر میں اس کے درختوں کی ٹہنیوں میں سے کوئی ٹہنی توڑنا چاہتا تو توڑ سکتا تھا اور میں نے اپنے آپ کو جہنم کے بھی اتنا قریب دیکھا کہ میں ڈرنے لگا، اور میں نے پیغمبر خدا کے گھر میں چوری کرنے والے کو جہنم میں مبتلا عذاب دیکھا اور میں نے جہنم میں عبد بن عدع کو بھی دیکھا جو اپنی لاشی کے ذریعے حاجیوں کا سامان چوری کرتا تھا اور اگر اسے چوری کرتا ہوئے کوئی نہ دیکھ پاتا تو یہ اس کا ساز و سامان اٹھا کر لے جاتا اور اگر کوئی اسے دیکھ لیتا تو یہ بہانہ بنادیتا کہ یہ سامان میری لاشی سے چپک کر آ گیا ہے۔ نیز میں نے اس میں قبیلہ حمیر سے تعلق رکھنے والی گندی رنگ کی ایک عورت کو بھی دیکھا جسے اپنی ایک بلی کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا جسے اس نے باندھ رکھا تھا، نہ خود اسے کچھ کھلاتی تھی اور نہ ہی اسے چھوڑتی تھی کہ وہ خود ہی زمین کے کیڑے مکوڑے کھالے (حتی کہ وہ بلی بھوک پیاس سے مر گئی)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایہ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۴۱، مسند ابی حنیفہ روایہ الحسکی: ۱۶۷، جزء عوالی الامام ابی حنیفہ: ۹، مصنف ابن ابی حنیفہ: ۸۲۹۹، سنن ابی داود: ۱۱۹۴، سنن النسائی: ۱۳۸۲، صحیح ابن خزیمہ: ۹۰۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۹۳۲، صحیح ابن حبان: ۲۸۴۹۔

تحقیق:

اس کی سند حسن ہے۔

۱۔ امام عطاء بن سائب بن مالک الکوفی رحمہ اللہ (صحیح بخاری اور سنن اربعہ کے) مشہور تابعی اور حسن الحدیث راوی ہیں۔

(المغنی فی الفضلاء: ج ۲ ص ۵۹)

بعض حضرات کے بقول عطاء بن السائب رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ آخری عمر میں عارضہ اختلاط میں مبتلا ہو گئے تھے، لیکن وہ اتنے مختلط نہیں ہوئے تھے کہ ان کی احادیث بالکلیہ ساقط الاعتبار قرار پائیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۵۲ لکھتے ہیں کہ:

”وكان اختلط باخرة ولم يفحش حتى يستحق ان يعدل به عن مسلك العدول“
 عطاء بن السائب رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ آخر عمر میں عارضہ اختلاط میں مبتلا ہو گئے تھے (لیکن) وہ اتنے فاحش اور زیادہ مختلط نہیں ہوئے کہ وہ اختلاط کی وجہ سے عادل اور ثقہ راویوں کی راہ سے تجاوز کر جائیں۔
 (تہذیب المعنی: ج ۴، ص ۱۳۱)

امام ابوالحسن نورالدین البیہقی رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۷ ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

”وفيه عطاء بن السائب وفيه كلام وهو حسن الحديث“
 اس روایت میں عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ ہیں اگرچہ (اختلاط کی وجہ سے) ان میں کلام ہے، لیکن (پھر بھی) ان کی حدیث حسن ہے۔ (مجمع الزوائد: ج ۳، ص ۳۵۵ برقم ۳۱۷۶)
 حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ نے ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

”تابعی مشہور حسن الحديث“

کہ یہ مشہور تابعی اور حسن الحدیث راوی ہیں۔ (المغنی فی الضعفاء: ج ۲، ص ۵۹)
 امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ م ۴۰۵ نے عطاء رحمۃ اللہ علیہ کی متعدد روایات جنہیں ان سے جریر بن عبد الحمید رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کو ”صحیح الاسناد“ کہا ہے۔ اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ م ۷۴۸ نے بھی ان کی موافقت کر رکھی ہے۔ (مثلاً دیکھئے المستدرک مع التلخیص: ج ۱، ص ۳۳۷ برقم ۸۱۶ ج ۱، ص ۱۱۳ برقم ۲۳۹۹ ج ۲، ص ۳۱۹ برقم ۳۱۵۰ ج ۲، ص ۳۳۱، برقم ۳۱۸۴ ج ۲، ص ۳۳۸، برقم ۳۲۳۹ ج ۲، ص ۳۵۲، برقم ۳۲۵۳) حالانکہ جریر کا عطاء سے سماع بعد الاختلاط ہے۔ (دیکھئے: تدریب الراوی: ج ۲، ص ۴۲۳)

اس سے معلوم ہوا کہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ، اور حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عطاء بن السائب اختلاط کے بعد بھی صحیح الحدیث ہیں۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ م ۲۶۱ نے بھی عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ کو ”مقدمہ مسلم“ میں ان قابل اعتماد اور طبقہ ثانی کے راویوں میں شمار کیا ہے کہ جن سے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں روایات لی ہیں۔ (دیکھئے مقدمہ مسلم: ص ۳)
 امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ م ۲۵۶ کے نزدیک بھی عطاء رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت والی حدیث صحیح ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی صحیح میں عطاء کی ایک متابعت والی روایت ذکر فرمائی ہے حالانکہ اس روایت کو عطاء سے نقل کرنے والے ہشیم راوی ہیں

(دیکھئے: صحیح البخاری ج ۲، ص ۹۷۴) جن کا عطاء سے سماع عطاء کے زمانہ اختلاط کا ہے چنانچہ امام ابوالحسن اعظمی رحمۃ اللہ علیہم ۲۶ فرماتے ہیں کہ:

”فاما من سمع منه باخرة فهو مضطرب الحديث منهم هيشم.... الخ“

عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ سے جن لوگوں نے اختلاط کے بعد سنا وہ مضطرب ہیں، اور ان میں سے ہشیم رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

(تاریخ الثقات ج ۱، ص ۳۳۳ برقم ۱۱۲۸، تہذیب الکمال ج ۱۳، ص ۵۷، الجوہر النقی ج ۳، ص ۳۸-۳۹)
حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہم ۸۵۲ھ بھی صحیح بخاری میں موجود عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

”وسماع هشيم منه بعد اختلاطه“

ہشیم نے عطاء بن سائب سے ان کے اختلاط کے بعد سماع کیا تھا۔ (فتح الباری: ج ۱۱، ص ۵۷۴)
اب جبکہ عطاء بن سائب کی حالت اختلاط والی روایت صحیح بخاری میں بھی موجود ہے اور عطاء رحمۃ اللہ علیہ پر کلام کرنے والوں کے بقول ”صحیح بخاری“ میں مختلط راویوں کی جتنی روایات موجود ہیں وہ سب صحیح و قابل استدلال ہیں۔
چنانچہ ارشاد الحق اثری صاحب ایسے راویوں کی روایات کے متعلق لکھتے ہیں کہ:
ان کی روایات (صحیح بخاری) میں موجود ہیں مگر ہم نے بحمد اللہ یہ ثابت کیا ہے کہ یہ روایات صحیح ہیں اور صحیح بخاری کی صحت پر ان روایات کی وجہ سے کوئی فرق نہیں آتا۔ (توضیح الکلام: ج ۲، ص ۴۷۰)
زیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ:

جس راوی سے بخاری و مسلم استشہاد کریں وہ ان کے نزدیک ثقہ و صدوق ہوتا ہے۔ (نہر الباری: ۱۹۷)
لہذا عطاء بن سائب سے بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا استشہاد کرنا (یعنی متابعت میں روایت لینا) بقول علی زئی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔

الغرض:

جب محدثین (امام لثمی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ، اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم) کے نزدیک بھی عطاء بن سائب کے اختلاط والی روایات صحیح ہیں اور ان کی صحت کا خود مخالفین کو بھی اقرار ہے تو پھر اگر بالفرض اس کی مذکورہ روایت بھی اختلاط والی ہو تو (جس کی تائید دیگر متعدد احادیث صحیحہ سے بھی ہوتی ہے) وہ کیونکر صحیح (یا کم از کم حسن) نہ ہوگی؟

۲۔ عطاء رحمہ اللہ کے والد محترم ”امام ابویحییٰ سائب بن مالک الشافعی رحمہ اللہ“ سنن اربعہ وغیرہ کے تابعی ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۲۱۷۳، تاریخ الثقات للعلی: ۵۰۷)

فوائد و مسائل:

- (۱)۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ہیں۔ ان کی والدہ کا نام ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ہے۔ اسکندریہ اور مصر کے حکمران مقوقس نے انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ آپ کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہونے کے تقریباً اٹھارہ ماہ بعد فوت ہو گئے تھے اور انہیں بقیع میں دفن کیا گیا تھا۔
- (۲)۔ آفتاب و ماہتاب کا گرہن اللہ کی نشانیوں میں سے دو عظیم نشانیاں ہیں۔ اتنی بڑی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پر مارنے اور جنبش کرنے کی مجال نہیں، نہ وہ اپنی آزاد مرضی سے طلوع ہو سکتے ہیں اور نہ غروب۔ وہ ضابطہ الہی میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اس ضابطے سے انحراف ان کے بس میں نہیں۔ جب ان کی بے بسی کا یہ عالم ہے تو پھر یہ نفع و ضرر کے مالک کیسے بن سکتے ہیں؟ یہ دور جاہلیت کے نظریہ و خیال کی تردید ہے۔
- (۳)۔ اس موقع پر ذکر اللہ، نماز، صدقہ خیرات اور بخشش طلب کرنے کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔
- (۴)۔ نماز کسوف کو بعض حضرات سنت قرار دیتے ہیں جبکہ جمہور کے نزدیک یہ واجب ہے۔
- (۵)۔ جمہور علماء کے نزدیک اس نماز کی دو رکعتیں ہیں۔ اور ان میں آہستہ آواز سے قراءت کرنا مسنون ہے۔ چنانچہ سیدنا سرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ لَا تَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا. رَوَاهُ الْخَمْسَةُ وَإِسْنَادُهُ صَوِيحٌ.

(آثار السان: ۱۰۴)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن میں لوگوں کو نماز پڑھائی ہم آپ کی آواز کو نہیں سن رہے تھے۔ اسے اصحابِ خمسہ (ابوداؤد: ۱۱۸۳، ابن ماجہ: ۱۲۶۳، ترمذی: ۵۶۲، نسائی: ۱۳۸۳، احمد: ۲۰۱۷۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا احمد بن يونس حدثنا زهير حدثنا الاسود بن قيس حدثني ثعلبة بن عباد العبدی من اهل البصرة انه شهد خطبة يوم السيرة بن جندب قال قال سمرقبة بيما انا و غلام.... الخ.

(سان ابی داؤد: ۱۱۸۴)

اور بلا غبار بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ چنانچہ امام حاکم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين. یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (المستدرک: ۱۲۴۰)

مزید بر آں احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی اس حدیث کو بلحاظ سند حسن تسلیم کیا ہے۔
(دیکھئے: سنن ابی داؤد تحقیق الزبیر: ج ۱ ص ۸۳۱)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ فَلَمْ أَسْمَعْ لَهُ قِرَاءَةً. رَوَاهُ الظَّهْرَانِيُّ
وَأُسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۱۰۲۸)

جس دن سورج گرہن ہوا تھا میں نے رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں نے آپ کی قراءت کو نہیں سنا۔ اسے طبرانی (۱۱۶۱۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام طبرانی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ ثَنَا زَيْدُ بْنُ الْمُبَارَكِ ثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ ثَنَا الْحَكَمُ بْنُ ابْنِ عَنْ
عُكْرَمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا..... (المعجم الكبير للطبرانی: ۱۱۶۱۲)
اور بلحاظ سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز کسوف میں آہستہ آواز سے قراءت کرنا مسنون ہے۔

(۶)۔ نماز کسوف کا افضل طریقہ جمہور کے نزدیک وہی ہے جو دوسری نمازوں کا ہے یعنی دو رکعات بایں طور پر پڑھی جائیں کہ ہر رکعت میں ایک رکوع ہو۔

چنانچہ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَإِنْ كَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَخْرُ
رِدَائِهِ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْنَا فَصَلَّى بِنَارِ كُعْتَيْنِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَزَادَ كُنَّا نَصَلُّونَ
وَابْنُ حِبَّانَ وَقَالَ رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ صَلَاتِكُمْ. (آثار السنن: ۱۰۲۸)

ہم نبی ﷺ کے پاس تھے تو سورج میں گہن لگ گیا تو نبی ﷺ اپنی چادر مبارک کھینٹے ہوئے اٹھے اور مسجد میں تشریف لائے تو ہم بھی مسجد میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی۔ اسے بخاری (۱۰۴۰) اور نسائی (۱۵۰۲) نے روایت کیا ہے اور نسائی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے: ”جیسا کہ تم عموماً نمازیں پڑھتے ہو“ اور ابن حبان (۲۸۳۷) نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے: ”تمہاری نمازوں کی طرح دو رکعتیں پڑھائیں۔“

سیدنا عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَيْنَمَا آكَأ رَمِي بِأَسْهُبٍ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِذَا انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَتَبَدُّعُهُنَّ وَقُلْتُ لَا نُنْظَرُ مَا
يُخْتَلَفُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي انْكَسَافِ الشَّمْسِ الْيَوْمَ فَأَتَتْهُنَّ إِلَيْهِ وَهُوَ رَالِعٌ يَدُهُ يَدْعُو وَيُكَبِّرُ

وَيُحْتَدُّ وَيُهْلَلُ حَتَّى جُلِيَ عَنِ الشَّمْسِ لَقَرَاءُ سُورَتَيْنِ وَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالنَّسَائِيُّ فَصَلَّى
رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ. (آثار السنن: ۱۰۲۹)

کہ میں رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں تیر اندازی کر رہا تھا کہ اچانک سورج میں گہن لگا تو میں نے تیروں کو پھینکا اور سوچا کہ میں ضرور دیکھوں گا کہ رسول اللہ ﷺ سورج گرہن کے موقع پر کیا کرتے ہیں پس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس حال میں کہ آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے دعا کر رہے تھے تکبیر و تہلیل کہہ رہے تھے حتیٰ کہ سورج صاف ہو گیا تو آپ نے دو سورتیں پڑھیں اور دو رکعت نماز پڑھائی۔ اسے مسلم (۹۱۳) اور نسائی (۱۴۶۰) نے روایت کیا ہے اور نسائی نے اتنا اضافہ نقل کیا ہے کہ: ”آپ نے دو رکعتیں پڑھائیں اور چار سجدے کئے۔“

سیدنا قبیصہ ہلالی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

كُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَرَجَّ فِرْعَاوْنُ قَوْمَهُ وَأَنَامَعَهُ يَوْمَئِذٍ بِالْمَدِينَةِ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَأَطَالَ فِيهِمَا الْقِيَامَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَأَنجَلَتْ فَقَالَ هَذِهِ الْآيَاتُ يُخَوِّفُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهَا فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَصَلُّوا كَأَحَدٍ صَلَاةٍ صَلَّيْتُمُوهَا مِنَ الْمَكْتُوبَةِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۱۰۳۰)

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج میں گہن لگا تو رسول اللہ ﷺ خوفزدہ ہو کر اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے نکلے اور میں اس دن مدینہ میں آپ کے ساتھ تھا تو آپ نے دو رکعتیں پڑھائیں پس آپ نے ان میں طویل قیام کیا پھر نماز سے فارغ ہوئے تو سورج صاف ہو چکا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ نشانیاں ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ ڈراتا ہے۔ چنانچہ جب تم اسے دیکھو تو اپنی فرض نماز کی طرح نماز پڑھو جو ابھی تم نے پڑھی ہے۔ اسے ابو داود (۱۱۸۵) اور نسائی (۱۴۸۶) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو داود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا موسى بن اسماعيل حدثنا وهيب حدثنا ايوب عن ابي قلابه عن قبيصة الهلالي رضي
الله عنه..... الخ. (سانن ابی داود: ۱۱۸۵)

اور بلحاظ سند بلا غبار بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے، اس کے کافی شواہد پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (دیکھئے: المسند رک: ۱۲۳۸)

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

بَيْنَمَا أَكَاوُغْلَامٌ مِنَ الْأَنْصَارِ نَزَمِي عَرَضَيْنِ لَنَا حَتَّى إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ قَبْدَرُ مُحَلِّينِ أَوْ ثَلَاثَةِ فِي عَيْنِ

النَّاطِرِ مِنَ الْأُفُقِ اسْوَدَّتْ حَتَّى أَضَتْ كَأَنَّهَا تَنُومُهُ فَقَالَ أَحَدُنَا لِصَاحِبِهِ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى الْمَسْجِدِ
فَوَاللَّهِ لَيَخْدُثَنَّ شَأْنٌ هَذِهِ الشَّمْسُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي أُمَّتِهِ حَدَّثَنَا قَالَ قَدْ دُعِنَا فَإِذَا هُوَ بَارِزٌ
فَاسْتَقْدَمَ فَصَلَّى فَقَامَ بِنَا كَأَطْوَلَ مَا قَامَ بِنَا فِي صَلَاةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا قَالَ ثُمَّ رَكَعَ بِنَا
كَأَطْوَلَ مَا رَكَعَ بِنَا فِي صَلَاةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا قَالَ ثُمَّ سَجَدَ بِنَا كَأَطْوَلَ مَا سَجَدَ بِنَا فِي صَلَاةٍ قَطُّ
لَا نَسْمَعُ لَهُ صَوْتًا ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الْآخَرَى مِثْلَ ذَلِكَ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتَّسَائِيُّ وَإِسْنَادُهُ
صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۱۰۳۱)

ایک دفعہ میں اور ایک انصاری نو جوان نشانہ بازی کر رہے تھے حتیٰ کہ دیکھنے والے کی آنکھ میں جب سورج افق سے
دو یا تین نیزے پر تھا تو وہ سیاہ ہو گیا جیسے کہ نومہ (گھاس) ہو۔ ہم میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: چلو آؤ
مسجد کی طرف چلیں، قسم اللہ کی! رسول اللہ ﷺ سورج کی اس کیفیت میں امت کو ضرور کوئی نئی بات تعلیم فرمائیں
گے۔ سو ہم فوراً وہاں پہنچ گئے (جیسے گویا ہمیں دھکیل دیا گیا ہو) تو وہاں آپ گھر سے تشریف لائے ہوئے تھے۔
پس آپ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ آپ نے ہمیں نہایت طویل قیام کرایا ایسا کہ کسی بھی نماز میں آپ نے ہمیں
نہیں کرایا تھا۔ ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے۔ پھر آپ نے ہمیں نہایت طویل رکوع کرایا جو کسی بھی نماز میں
آپ نے ہمیں نہیں کرایا تھا۔ ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے۔ پھر آپ نے ہمیں نہایت طویل سجدہ کرایا جو کسی
بھی نماز میں آپ نے ہمیں نہیں کرایا تھا۔ ہم آپ کی آواز نہیں سن رہے تھے۔ پھر دوسری رکعت میں بھی آپ
نے ایسے ہی کیا۔ اسے ابو داود (۱۱۸۳) اور نسائی (۱۳۸۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو داود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا زَيْدٌ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ حَدَّثَنَا ثَعْلَبَةُ بْنُ عَبَادٍ الْعَبْدِيُّ مِنْ
أَهْلِ الْبَصْرَةِ أَنَّهُ شَهِدَ خُطْبَةً يَوْمَ السَّبْرِ قَالَ قَالَ سَمِرَةُ بَيْنَمَا أَنَا وَغُلَامٌ... الخ.

(سنن ابی داود: ۱۱۸۳)

یہ حدیث بلا غبار بلحاظ سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح و ثابت ہے۔ چنانچہ امام حاکم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ.

یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ (المستدرک: ۱۲۳۰)

مزید برآں احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی اس حدیث کو بلحاظ سند حسن تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن

ابی داود بتحقیق الزبیر: ج ۱ ص ۸۳۱)

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

(آثار السنن: ١٠٣٢)

امام ابو داود رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

سیدنا محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

جس دن رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، سورج گرہن ہوا تو لوگوں نے کہا: ابراہیم کی وفات کی وجہ سے سورج گرہن ہوا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، سنو! سورج اور چاند کسی کے مرنے یا جینے کی وجہ سے گرہن زدہ نہیں ہوتے۔ چنانچہ جب تم ان کو گرہن زدہ دیکھو تو گھبرا کر مسجدوں کی طرف آؤ، پھر آپ ﷺ نماز میں کھڑے ہوئے تو

ہمارے خیال میں { الز کتاب } کی چند آیتیں تلاوت فرمائیں پھر آپ نے رکوع کیا پھر سیدھے کھڑے ہوئے پھر دو سجدے کئے پھر کھڑے ہوئے تو اسی طرح کیا جس طرح پہلی رکعت میں کیا تھا۔ اسے احمد (۲۳۶۲۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا يحيى بن آدم حدثنا عبد الرحمن بن سليمان بن الغسيل عن عاصم بن عمر بن قتادة عن محمود بن لبید... الخ. (مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۶۲۹)

اور بلحاظ سند جید ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ اس کے تمام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ (مجمع الزوائد: ج ۲ ص ۲۰۷) مزید برآں شعیب ارنؤط نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اس حدیث کی سند جید ہے۔ (دیکھئے: تعلیق علی مسند الامام احمد: ۲۳۶۲۹)

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى فِي كُتُوفِ الشَّمْسِ نَحْوًا مِّنْ صَلَاتِكُمْ يَوْمَ كَعٍّ وَيَسْجُدُ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ.

رسول اللہ ﷺ نے سورج گرہن میں تمہاری نماز کی طرح ہی رکوع و سجدہ کرتے ہوئے نماز ادا کی۔ اسے احمد (۱۸۳۹۲) اور نسائی (۱۳۸۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن: ۱۰۳۴)

اسے امام احمد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا وكيع حدثنا سفيان عن عاصم الاحول عن ابي قلابه عن النعمان بن بشير... الخ. (مسند الامام احمد: ۱۸۳۹۲)

اور صحیح ہے۔ ولہ شواہد۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ:

وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِذَا خَسَفَتِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ فَصَلُّوا كَأَحَدٍ صَلَاةٍ صَلَّيْتُمُوهَا. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَزَادَنِي رِوَايَةً مِّنَ الْمَكْتُوبَةِ. وَاسْنَادُهُمَا صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۱۰۳۵)

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب سورج اور چاند کو گرہن ہو تو اسی طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے ابھی نماز پڑھی ہے۔ اسے نسائی (۱۳۸۸) نے روایت کیا ہے اور ایک روایت (۱۳۸۵) میں اتنا اضافہ نقل کیا ہے: ”جیسا کہ تم نے ابھی فرض نماز پڑھی ہے۔“ اور ان دونوں روایتوں کی سند صحیح ہے۔

۳۹۵. يُوْسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَبِيْطَةَ عَنْ حَكَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ صَلَّى جِلْنِ الْكُسْفَةِ

الشَّمْسُ رُكْعَتَيْنِ ثُمَّ كَانَ الدُّعَاءُ حَتَّى تَجَلَّتْ.

ابراہیم غنی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب سورج گرہن لگا تو نبی مکرم ﷺ نے دو رکعات نماز پڑھائی اور پھر دعا کی یہاں کہ سورج واضح ہو گیا (یعنی گرہن ختم ہو گیا)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۲۲، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج ۱ ص ۳۲۴، ۳۲۵، جامع المسانید للخواارزی: ج ۱ ص ۷۰، صحیح ابن خزیمہ: ۱۳۷۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۳ ص ۳۴۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

جامع المسانید میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم عن علقمۃ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ.... الخ.

(جامع المسانید)



۲۲- بَابُ صَلَاةِ الْخَوْفِ

۲۲- نماز خوف کا بیان

۳۹۱. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي صَلَاةِ الْخَوْفِ تَقُومُ طَائِفَةٌ مَعَ الْإِمَامِ وَطَائِفَةٌ بِإِزَاءِ الْعَدُوِّ فَيُكَبِّرُ الْإِمَامُ بِالطَّائِفَةِ الَّتِي مَعَهُ وَيُصَلِّي بِهِمْ رُكْعَةً فَإِذَا فَرَغُوا مِنْهَا ذَهَبُوا حَتَّى يَكُونُوا بِإِزَاءِ الْعَدُوِّ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَتَكَلَّمُوا وَالْإِمَامُ مَكَانَهُ وَتَأْتِي الطَّائِفَةُ الَّتِي بِإِزَاءِ الْعَدُوِّ فَيُصَلِّي بِهِمْ الْإِمَامُ رُكْعَةً أُخْرَى حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْهَا انْصَرَفَ الْإِمَامُ وَذَهَبَ هَؤُلَاءِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَتَكَلَّمُوا حَتَّى يَكُونُوا بِإِزَاءِ الْعَدُوِّ فَيَجِئُ الْآخَرُونَ فَيَقْضُونَ وَحْدَانًا رُكْعَةً رُكْعَةً وَيُسَلِّمُونَ فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى (وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلِيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ)، (النساء : ۱۰۲) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے نماز خوف کے بارے میں فرمایا: (امام لوگوں کے ساتھ جب جماعت کرے تو) ایک گروہ امام کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور ایک گروہ دشمن کے مد مقابل رہے، امام اس گروہ کے ساتھ جو اس کے پیچھے ہے ایک رکعت پڑھے گا پھر وہ گروہ جس نے ایک رکعت پڑھ لی ہے وہ بغیر بات وغیرہ کئے دشمن کے مد مقابل اپنے ساتھیوں کی جگہ کھڑا ہو جائے گا اور دوسرا گروہ اگر امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے گا پھر یہ بات چیت کئے بغیر یہاں سے چلے جائیں گے اور ان لوگوں کی جگہ کھڑے ہو جائیں گے اور پہلا گروہ اگر دوسری رکعت تنہا پڑھے گا پھر وہاں سے جا کر اپنے ساتھیوں کی جگہ پر کھڑا ہو جائے گا اور دوسرا گروہ آ کر اپنی باقی ماندہ دوسری رکعت تنہا پڑھے گا اور سلام پھیر دے گا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے: (وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ وَلِيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ)۔ ”اور (اے پیغمبر!) جب تم ان کے درمیان موجود ہو اور انہیں نماز پڑھاؤ تو (دشمن سے مقابلے کے وقت اس کا طریقہ یہ ہے کہ) مسلمانوں کا ایک گروہ تمہارے ساتھ کھڑا ہو جائے، اور اپنے ہتھیار ساتھ لے لے۔ پھر جب یہ لوگ سجدہ کر چکیں تو تمہارے پیچھے

ہو جائیں، اور دوسرا گروہ جس نے ابھی تک نماز نہ پڑھی ہو آگے آجائے، اور وہ تمہارے ساتھ نماز پڑھے، اور وہ اپنے ساتھ اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لے لے۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۹۶ باب صلاة الخوف، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۴۴۳ ح ۷۵۹، مصنف عبدالرزاق: ۴۴۶ باب صلاة الخوف۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۲۹۷. یُؤَسَّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي هِنْدَ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ أَوْ خَلِيفَةَ غَيْرَهُ كَتَبَ إِلَى الْمَدِينَةِ يَسْأَلُهُمْ عَنْ صَلَاةِ الْخَوْفِ فَكَتَبَ إِلَيْهِ فِيهَا بِقَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَهُوَ مِثْلُ قَوْلِ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ۔

امام ابو ہند رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یزید بن معاویہ یا کسی دوسرے خلیفہ نے مدینہ منورہ خط لکھ کر نماز خوف کے (طریقہ کے) بارے میں پوچھا، تو انہیں جوابی خط میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر نماز خوف کا طریقہ لکھ کر بھیجا گیا۔ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے قول کی طرح ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۹۷ باب صلاة الخوف، کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ: ج ۱ ص ۳۳۵۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ شاهد عند الامام احمد: ۲۴۸۲، ۲۰۶۴)

فائدہ:

احادیث میں نماز خوف کے چھ سات طریقے منقول ہیں کیونکہ خوف کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں، لہذا ہر جگہ ایک ہی طریقے سے نماز پڑھنا ممکن نہیں۔ موقع محل کے مطابق ان میں کوئی سا بھی طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ البتہ سب سے افضل طریقہ وہی ہے جو مذکورہ بالا آثار میں آیا ہے۔

چنانچہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِذَاتِ الرِّقَاعِ قَالَ كُنَّا إِذَا أَتَيْنَا عَلَى شَجَرَةٍ ظَلِيلَةٍ تَرَكْنَاهَا لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ لِحَاجٍّ رَجُلٍ مِنَ الْمُسْرِكِينَ وَسَيْفُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُعَلَّقٌ بِشَجَرَةٍ فَأَخَذَهُ فَأَحْتَرَطَهُ ثُمَّ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَتَخَافُنِي قَالَ لَا قَالَ فَمَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّي قَالَ اللَّهُ يَمْنَعُنِي مِنْكَ قَالَ فَتَهَذَّهْ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَعْتَدَ السَّيْفَ وَعَلَّقَهُ قَالَ ثُمَّ نُودِيَ بِالصَّلَاةِ فَصَلَّى بِطَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ تَأَخَّرُوا وَصَلَّى بِالطَّائِفَةِ الْآخَرَى رَكْعَتَيْنِ قَالَ فَكَانَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَرْبَعُ رَكَعَاتٍ وَلِلْقَوْمِ رَكْعَتَانِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَابْنُ خَرِشٍ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ. (آثار السنن: ۱۰۴۵)

ہم رسول اللہ کے ساتھ چلے یہاں تک کہ جب ہم ذات الرقاع میں تھے فرماتے ہیں: جب بھی ہم کسی سایہ دار درخت پر سے گذرتے تو اسے رسول اللہ ﷺ کے (آرام فرمانے کے) لیے چھوڑ دیتے۔ فرماتے ہیں: تو مشرکین میں سے ایک شخص جبکہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار ایک درخت کے ساتھ لٹک رہی تھی آیا اور اس نے وہ پکڑ کر سونت لی پھر اللہ کے رسول ﷺ سے کہا: کیا آپ کو مجھ سے ڈر ہے؟ فرمایا: نہیں، اس نے کہا: تو مجھ سے آپ کو کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ مجھ کو تجھ سے بچائے گا؟ فرماتے ہیں: اسے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے دھمکایا تو اس نے تلوار کو نیام میں رکھا اور لٹکا دیا۔ فرماتے ہیں: پھر نماز کے لیے اذان دی گئی تو آپ ﷺ نے ایک گروہ کو دو رکعت پڑھائیں پھر وہ پیچھے چلی گئی اور آپ نے دوسرے گروہ کو دو رکعت پڑھائیں۔ فرماتے ہیں: تو یہ رسول اللہ ﷺ کی چار رکعات بنی اور لوگوں کی دو رکعت۔ اسے مسلم (۸۳۳) نے اور بخاری (۴۱۳۶) نے تعلیقاً نقل کیا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَبْلَ تَجْدِ قَوَازِينَا الْعُدُوَّ وَصَافَقْنَاهُمْ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي لَنَا فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَعَهُ وَأَقْبَلَتْ طَائِفَةٌ عَلَى الْعُدُوِّ فَكَرَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِمَنْ مَعَهُ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفُوا مَكَانَ الطَّائِفَةِ الَّتِي لَمْ تُصَلِّ لِحَاجٍّ وَافَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِهِمْ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فَكَرَعَ لِنَفْسِهِ رَكْعَةً وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ. (آثار السنن: ۱۰۴۶)

میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف جنگ کے لیے گیا۔ وہاں ہمارا دشمن سے سامنا ہوا تو ہم نے ان کے مقابلے میں صفیں باندھ لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی تو ہم میں سے ایک گروہ آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور دوسرا گروہ دشمن کے مقابلے میں رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیچھے کھڑے ہونے والے گروہ کے ساتھ ایک رکوع اور دو سجدے کیے، پھر وہ ان لوگوں (دوسرے گروہ) کی جگہ جا کر کھڑے ہو گئے جنہوں نے نماز نہ پڑھی

تھی اور وہ گروہ آگیا جنہوں نے نماز نہ پڑھی تھی۔ آپ نے ان کے ساتھ بھی ایک رکوع اور دو سجدے کیے (یعنی ان کے ساتھ بھی ایک رکعت ادا کی)۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیر دیا، پھر مسلمانوں میں سے ہر آدمی اٹھا اور اس نے اپنے طور پر ایک رکوع اور سجدے کر لیے۔ (یعنی ایک ایک رکعت پڑھ لی)۔ اسے محدثین کی جماعت (بخاری: ۹۳۲) نے روایت کیا ہے۔

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب نماز خوف کے متعلق پوچھا جاتا تو وہ کہتے:

يَتَقَدَّمُ الْإِمَامُ وَطَائِفَةٌ مِنَ النَّاسِ فَيُصَلِّي بِهِمُ الْإِمَامُ رَكْعَةً فَتَكُونُ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْعُدُوِّ وَلَمْ يُصَلُّوا فَإِذَا صَلَّى الَّذِينَ مَعَهُ رَكْعَةً اسْتَأْخَرُوا مَكَانَ الَّذِينَ لَمْ يُصَلُّوا وَلَا يُسَلِّمُونَ وَيَتَقَدَّمُ الَّذِينَ لَمْ يُصَلُّوا فَيُصَلُّونَ مَعَهُ رَكْعَةً ثُمَّ يَنْصَرِفُ الْإِمَامُ وَقَدْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَيَقُومُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الطَّائِفَتَيْنِ فَيُصَلُّونَ لِنَفْسِهِمْ رَكْعَةً رَكْعَةً بَعْدَ أَنْ يَنْصَرِفَ الْإِمَامُ فَيَكُونُ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنَ الطَّائِفَتَيْنِ قَدْ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَإِنْ كَانَ خَوْفًا هُوَ أَشَدُّ مِنْ ذَلِكَ صَلَّى رَجُلًا قِيَامًا عَلَى أَقْدَامِهِمْ أَوْ رُكْبَانًا مُسْتَقْبِلِي الْقِبْلَةِ أَوْ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِيهَا قَالَ مَالِكٌ قَالَ نَافِعٌ لَا أَرَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا حَدَّثَهُ إِلَّا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. رَوَاهُ مَالِكٌ فِي الْمَوْطَأِ ثُمَّ الْبُخَارِيُّ مِنْ طَرِيقِهِ فِي كِتَابِ التَّفْسِيرِ مِنْ صَوِيحِهِ. (أثار السنن: ۱۰۴۷)

امام آگے بڑھے اور لوگوں کا گروہ اس کے ساتھ ہو۔ پس امام ان کے ساتھ ایک رکعت پڑھے، اور ان میں سے ایک گروہ امام اور دشمن کے درمیان ہو جو نماز نہ پڑھے۔ پس جب امام کے ساتھ والے ایک رکعت پڑھ لیں تو وہ ان کی جگہ پر ہٹ جائیں جنہوں نے نماز نہ پڑھی تھی۔ اور وہ سلام نہ کہیں، اور نماز نہ پڑھنے والے آگے بڑھیں اور امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھیں، پھر امام اپنی نماز سے فارغ ہو جائے (یعنی سلام کے ساتھ) اور وہ دو رکعت پڑھ چکا ہوگا۔ پھر ہر گروہ اپنے لئے ایک ایک رکعت پڑھے امام کی فراغت کے بعد۔ پس دونوں گروہوں میں سے ہر ایک نے دو رکعت پڑھ لی ہوگی۔ اگر خوف اس سے زیادہ سخت ہو تو لوگ کھڑے ہو کر پاؤں پر یا سوار ہو کر قبلہ رخ یا بغیر قبلہ رخ نماز پڑھیں۔ امام مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ بقول نافع، عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بیان کی ہے۔ اسے مالک نے مؤطا (۶۳۴) میں روایت کیا ہے پھر بخاری نے انہی کے طریق سے اپنی صحیح کی کتاب التفسیر (۴۵۳۵) میں نقل کیا ہے۔

۳۹۸. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا صَلَّيْتَ فِي الْخَوْفِ وَحَدَكَ فَصَلِّ قَائِمًا مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَرَأَى كَيْتًا مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَلَا تَسْجُدَ عَلَى شَيْءٍ أَوْ بِإِمَاءٍ وَاجْعَلْ سُجُودَكَ أَخْفَضَ مِنْ رُكُوعِكَ وَلَا تَدْعِ الْفِرَاءَةَ فِي الرُّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب تو خوف کی حالت میں اکیلے نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو قبلہ رخ کھڑے ہو کر نماز پڑھ اور اگر اس طرح نہ پڑھ سکتا ہو تو قبلہ رخ سواری پر پڑھ لے اور کسی چیز (جیسے لکڑی وغیرہ) پر سجدہ نہ کر اشارہ کر لے اور سجدہ میں رکوع کی نسبت قدرے زیادہ جھک اور پہلی دو رکعتوں میں قراءت کو نہ چھوڑ۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
 کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۱۹۸ باب صلاة الخوف جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۴۴۴ ح ۷۱ مصنف عبدالرزاق:
 ۴۲۶۰، مصنف ابن ابی عیینہ: ج ۲ ص ۴۶۰۔

محقق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۲۳۔ بَابُ فِي غُسْلِ الْمَيِّتِ وَ كَفْنِهِ

۲۳۔ میت کو غسل اور کفن دینے کا بیان

انسانی زندگی کی ابتدا اور انتہا دونوں ہی دورس اثرات کی حامل ہیں، جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو خاندان بھر میں خوشی و مسرت کا عجیب ساں پیدا ہو جاتا ہے۔ ہر طرف مبارکباد اور خوشیوں کا تبادلہ ہوتا ہے، پھر وقت مقررہ پر اس کے رخصت ہونے کا وقت آتا ہے تو ہر طرف غم کی فضا پھیل جاتی ہے۔ اس نازک وقت میں اکثر و بیشتر لوگ کم علمی، جہالت اور شرکیہ معاشرتی فضا کی وجہ سے ایسے افعال میں مبتلا ہو جاتے ہیں جو اللہ کی ناراضگی کا سبب بنتے ہیں، یہ سلسلہ ہائے بدعات و شرک موت کے بعد بھی طویل عرصہ تک جاری رہتا ہے اور شکم پرور جہلاء کی خوب چاندی رہتی ہے۔ انسان جب بستر مرگ پر ہوتا ہے تو لواحقین بے بسی کی کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں، حتیٰ المقدور دوا دارو کرنے کے باوجود مریض لہجہ بہ لہجہ موت کے قریب ہونا جاتا ہے۔ تیمارداری کرنے والے دے لفظوں میں مایوسی کا اظہار کرنے لگتے ہیں، لواحقین ہر حکیم، ڈاکٹر حتیٰ کہ شرکیہ کلمات پر مشتمل دم جھاڑ تک کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ شاید ہمارا مریض بچ جائے مگر جو وقت مقرر ہو چکا، وہ آ کر رہتا ہے۔ (ولکل امة اجل فاذا جاء اجلهم لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون) (اعراف: ۳۴) ”اور ہر گروہ کی ایک میعاد مقرر ہے سو جس وقت ان کی میعاد موعین آ جائے گی اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔“

☆ تیمارداری کی فضیلت:

اسلام نے انسانوں کو باہمی ہمدردی و محبت و مودت اور ہمدردی کا درس دیا ہے، اس لیے جب کوئی مسلمان بیمار ہو جائے تو اس کی تیمارداری کرنا مسلمان پر واجب ہے۔ تیمارداری کرنے والا جہاں اپنے بھائی سے محبت اور الفت کا اظہار کرتا ہے اور باہمی تعلقات کو مضبوط بناتا ہے وہاں اپنے رب سے اجر عظیم کا حقدار بھی بنتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”جب کوئی مسلمان شام کے وقت اپنے کسی بھائی کی عیادت کے لیے نکلتا ہے تو ستر ہزار فرشتے بھی اس کے ساتھ نکلتے ہیں جو اس کے لیے صبح تک بخشش طلب کرتے رہتے ہیں اور جو کوئی صبح کے وقت عیادت کے لیے نکلتا تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے نکلتے ہیں جو اس کے لیے بخشش مانگتے رہتے ہیں۔“ (سنن ابی داؤد: ۳۰۹۸، ۳۰۹۹)

جنازہ میں شرکت کی فضیلت:

مسلمان فوت ہو جائے تو اس کے کفن و دفن کا انتظام کرنا ضروری ہے۔ اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول اور اعلیٰ اجر و ثواب کا حامل ہے۔ جبکہ دوسری طرف موحد مسلمانوں کی التجا و دعا کو قبول کرتے ہوئے رب العالمین فوت ہونے والے کی مغفرت فرمادیتا ہے۔ اسی طرح یہ عمل طرفین کے لیے باعث رحمت بن جاتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: (من شهد الجنازۃ حتی یصلی فله قیراط ومن شهد حتی تدفن کان له قیراطان قیل وما القیراطان؟ قال مثل الجبلین العظیمین)، (صحیح البخاری: ۱۳۲۵) ”جو شخص جنازے میں شامل ہو اور نماز پڑھے اسے ایک قیراط ثواب ملتا ہے اور جو شخص میت کو دفن کرنے تک موجود رہتا ہے اسے دو قیراط ملتے ہیں۔“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! قیراطان کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”دو قیراط کا ثواب دو عظیم پہاڑوں کے برابر ہے۔“

۳۹۹۔ یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم انه قال فی غسل المیت یجرد ویوضع علی ثغب ویجعل علی عورتہ خرقۃ ثم یندہ بوضوئہ وضوءہ للصلۃ یندہ بمیامینہ ولا یمضمض ولا ینشق ویغسل رأسہ ولحیئہ بالخطیبی ولا یسترخ ثم یضع علی شقیہ الا یر فیغسل بالماء القراح حتی تنقیہ وترى ان الماء قد خلص الی مایلی الثغبت منه وقد امرت قبل ذلک بالماء فأنخن هو والسند فان لم یکن سند فخرض فان لم یکن أحد منہما أجزأك الماء ثم یضع علی شقیہ الا یم فیغسل بذالک الماء حتی تنقیہ وترى ان الماء قد خلص الی مایلی الثغبت منه ثم یقعده فیسندہ الیہ فیعصر بطنہ فان سأل عنه شیء مسحہ ثم تنشفہ فی ثوب. وقد امرت بأکفانہ وسریزہ فأجمر وثرا ثم تجعل الحنوط فی یحیتہ ورأسہ ثم تجعل الکافور ان کان علی مواضع السجود ثم تلبسہ قمیصا ان کان فان لم یکن فلا یطره وتبسط رداءه وتبسط ازاره فوق الرداء ثم تعطف علیہ الاراز من قبل شقیہ الا یر علی وجہہ ورأسہ وسائر جسده ثم تعطف علیہ من الجانب الايمن كذلك وتعطف الرداء كذلك ثم تعقد علیہ اکفانہ ان خفت ان ینتشر عنه کفنه ولا یبتع بناہ فانه کان یکره ان یكون آخر زادیہ من الدنیات ان یبتع بها. وذكر ان المرأة یسدل شعرها ویسدل علیہ یخارها کھینہ القناع وتکفن المرأة فی درع وازار ولفافہ وخمار وخرقۃ تربط فوقی الاکفان. وسألت ابا حنیفۃ عن القطن یحشی بہ الفم والسنع والاکف والفرج فقال حسن

وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ لَا أَرَى بِذَلِكَ بَأْسًا وَفِي حَدِيثِ إِبْرَاهِيمَ فَإِذَا انْتَهَيْتَ إِلَى الْقَبْرِ فَلَا يَضُرُّكَ
كَمْ دَخَلَهُ شَفْعُ أَوْوُتُرٍ وَحُلَّ الْعَقْدَةَ إِنْ كُنْتَ عَقْدْتَهَا وَيَقُولُ الَّذِي يَضَعُهُ فِي الْقَبْرِ بِسْمِ اللَّهِ
وَعَنِّي مِلَّةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ .

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میت کو غسل دینے کا طریقہ یہ ہے کہ میت کو
تخت پر رکھا جائے اور کپڑے اتار دیئے جائیں اور اس کے ستر پر چھوٹا سا کپڑا رکھ دیا جائے اور پھر غسل کی ابتداء
نماز والے وضو سے دائیں جانب سے کی جائے البتہ نہ تو کلی کرائی جائے اور نہ ہی ناک میں پانی جزایا جائے اور اس
کے سر اور داڑھی کو گل خیرد (ایک بوٹی جو صابن کا کام کرتی ہے) سے دھو دیا جائے اور کنگھی نہ کی جائے پھر بائیں
کروٹ پر لٹا کر خالص پانی کے ساتھ غسل دیا جائے یہاں تک کہ خوب نظافت حاصل ہو جائے اور تمہیں معلوم
ہو جائے کہ پانی پہنچ گیا ہے میت کے نیچے تک۔ اور غسل دینے سے پہلے کو تو نے حکم دیا ہو کہ پانی بیری کے پتے
ڈال کر گرم کیا جائے اور اگر بیری کے پتے نہ ہوں تو اشان (ایک بوٹی جو صابن کا کام کرتی ہے) ڈال کر گرم کر لیا
جائے اور اگر ان دونوں میں سے کوئی چیز بھی میسر نہ ہو تو اکیلا پانی بھی کفایت کر جائے گا۔ پھر اس کو داہنی کروٹ پر
لٹا جائے اور دھویا جائے پانی سے یہاں تک کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ پانی پہنچ گیا ہے اس کے نیچے تک پھر کسی
سہارے سے اسے بٹھا دیا جائے اور سوتیں اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ پس اگر کچھ نکلے اس سے تو اس کو پونچھ
ڈالیں پھر خشک کر دیں کپڑے۔ اور غسل دینے سے پہلے میت کے کفن (کی تیاری) کا حکم دے اور اس کے تخت کو
طاق مرتبہ دھونی دے جائے پھر حنوط (ایک خوشبو جو مختلف خوشبوؤں سے مل کر بنتی ہے) اس کے سر اور داڑھی پر مل
دی جائے اور کافور سجدہ کے اعضاء پر۔ (اور کفن بچھانے کا طریقہ یہ ہے کہ) پہلے لفافہ کو پھیلا یا جائے پھر اس پر
ازار پھیلا یا جائے پھر اگر قمیص میسر ہو تو میت کو پہنائی جائے اور اگر میسر نہ ہو تو بھی کوئی حرج نہیں اور اسے ازار پر رکھا
جائے اور پھر ازار کو بائیں طرف سے اس کے چہرے، سر اور سارے جسم پر موڑ دیا جائے اور دائیں طرف سے بھی
اسی طرح موڑ دیا جائے اور پھر لفافہ کو بھی اسی طرح موڑا جائے اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ کفن کھل جائے گا تو اس پر
گرہ لگادی جائے۔ اور میت کے ساتھ آگ نہ لیجائی جائے کیونکہ وہ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ اس کا دنیا سے
آخری توشہ آگ ہو جو اس کے ساتھ لیجائی جائے۔ اور ذکر کیا کہ عورت کے بالوں کو (سینے کے درمیان میں دونوں
طرف سے لاکر اوڑھنی کے نیچے) رکھ دیا جائے۔۔۔ اور عورت کو (پانچ کپڑوں میں) کفن دیا جائے
گا کرتی، ازار، اوڑھنی، لفافہ اور ایک کپڑا (جو کہ لفافہ اوڑھنی اور اس (خرقہ) کے اوپر رکھا جائے گا) جس سے
(کفن کے اوپر سے سینے کے قریب عورت کے پیٹ اور چھاتی کو) باندھ دیا جاتا ہے تاکہ چار پائی اٹھاتے وقت

پستانوں کی حرکت کے باعث، اس کا کفن نہ کھل جائے۔ اور امام حماد رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے منہ، کاناک اور سرین کو روئی سے بند کرنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اچھا ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا کہ میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔ اور ابراہیم کی (سابقہ) حدیث میں ہے کہ پس جب تم قبر پر پہنچ جاؤ تو کوئی نقصان نہیں قبر اتارنے والے طاق ہوں یا جفت، اور اگر تم نے گرہ لگائی ہو تو (وہ قبر میں) کھول دی جائے (کیونکہ وہ اندیشہ ختم ہو گیا ہے جس کی بناء پر گرہ لگائی گئی تھی) اور جو میت کو قبر میں اتارے وہ (اتارتے وقت) یوں کہے: (بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلَىٰ مِلَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ) ”اللہ کے نام سے اور رسول اللہ (ﷺ) کے طریقے پر۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{اگر عورت مردوں کے ساتھ یا کوئی مرد عورتوں کے ساتھ مرجائے تو ان میں سے ہر ایک کو تیمم کرایا جائے}

۴۰۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا مَاتَتِ الْمَرْأَةُ مَعَ الرِّجَالِ أَوْ مَاتَ الرَّجُلُ مَعَ النِّسَاءِ، تُتِمَّمُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالصَّعِيدِ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: جب کوئی عورت مردوں کے ساتھ مرجائے (اور ان کے ساتھ کوئی عورت نہ ہو)، یا کوئی مرد عورتوں کے ساتھ مرد جائے (اور ان کے ساتھ کوئی اور مرد نہ ہو) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو مٹی کے ساتھ تیمم کروایا جائے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ج ۲ ص ۶۷۵ رقم الحدیث: ۶۱۳۳ باب الرجل يموت مع النساء، والنساء مع الرجال۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ورس اور زعفران کے علاوہ میت کی خوشبو میں ہر طرح کی خوشبو ملا سکتے ہیں}

۴۰۱. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ اصْنَعْ فِي حَنْوِطِ الْمَيِّتِ مَا شِئْتَ مِنَ الطِّيبِ مَا خَلَا الْوَرَسَ وَالزَّعْفَرَانَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: میت کی خوشبو میں زعفران اور ورس کے علاوہ جو بھی چاہو خوشبو ملا لو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۲۷ باب الجنائز غسل المیت، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۷۷۲ ح ۷۷۲۔
مصنف عبدالرزاق: ۸۱۳۸ باب الجنائز۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مردوں کی خوشبو میں ورس اور زعفران نہیں ڈالا جاسکتا۔ چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے اس اثر کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہم، ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۲۷)

{عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے}

۴۰۲۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ تُكْفَنُ الْمَرْأَةُ فِي لِفَافَةٍ وَازَارٍ وَدِرْعٍ وَخِمَارٍ وَخِرْقَةٍ وَإِنْ شِئْتَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ وَقَالَ لَا يُسَرَّحُ رَأْسُ الْمَيِّتِ وَيُحْيِيئُهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: عورت کو (پانچ کپڑوں میں) کفن دیا جائے گا کرتی، ازار، اوڑھنی، لفافہ اور ایک کپڑا، اور اگر تم چاہو تو تین کپڑوں میں بھی دے سکتے ہو۔ اور فرمایا: میت کے سر اور داڑھی میں کنگھی نہ کی جائے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۳۲ باب غسل المرأة وكفنها، مصنف عبدالرزاق: ۶۲۱۶ باب كفن المرأة، مصنف ابن

ابی حنیفہ: ج ۱ ص ۱۴۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

عورت کا کفن کفائی تین کپڑے ہے مگر کفن مسنون پانچ کپڑے ہیں۔ چنانچہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کو پانچ کپڑوں میں کفنایا اور ہم نے ان کو یوں ڈھانکا جس طرح زندہ کو ڈھانکا جاتا ہے۔ (اعلاء السنن: ۲۲۱۸)

{ میت کے بالوں میں کنگھی نہ کی جائے }

۴۰۲. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا رَأَتْ قَوْمًا يُسْرِ حُونَ رَأْسَ مَيِّتِهِمْ فَقَالَتْ عَلَامٌ تَنْصُونُ مَيِّتَكُمْ؟

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے چند لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنی میت کے سر میں کنگھی کر رہے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آخر تم لوگ اپنے مردے کی پیشانی کیوں کھینچتے ہو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وایۃ الامام محمد: ۲۲۸ باب الجنائز وغسل المیت، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۴۴۲ ح ۶۲، مصنف عبدالرزاق: ج ۳ ص ۴۴، حباب شعر المیت واطفارة السنن الکبری للبیہقی: ۶۶۶، مسائل احمد وایۃ ابی داود: ص ۱۳۵۔

تحقیق:

مرسل، صحیح ہے۔

فائدہ:

میت کے سر اور داڑھی کے بالوں میں کنگھی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ان چیزوں کا تعلق زیب و زینت سے ہے اور ظاہر ہے کہ میت زیب و زینت سے مستغنی اور بے پرواہ ہے۔ چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ہم اسے ہی اختیار کرتے ہیں یہ مناسب نہیں سمجھتے کہ میت کو کنگھی دی جائے یا اس کے بال یا ناخن کاٹے جائیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار وایۃ الامام محمد: ۲۲۸)

{ عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے مگر مرد اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا }

۴۰۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لُغَسِلَ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا وَلَا يُغَسِّلُ

الرَّجُلُ امْرَأَتُهُ

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے مگر مرد اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۴۰ باب غسل المرأة وکفنها، مصنف عبدالرزاق: ۶۱۲۰ باب المرأة تغسل زوجها، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲ ص ۲۲۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

بیوی اپنے متوفی شوہر کو غسل دے سکتی ہے مگر شوہر کا اپنی متوفی بیوی کو غسل دینا درست نہیں کیونکہ شوہر کے ذمہ عدت نہیں، محل نہ رہنے کی وجہ سے ملک نکاح بھی باقی نہ رہی، فلہذا وہ عورت کے حق میں اجنبی ہو گیا۔

{بامر مجبوری شرعی طریقہ کے مطابق مسلمان عورت کو نصرانی عورت سے غسل دلوا یا جاسکتا ہے}

۴۰۰۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا مَاتَتِ الْمَرْأَةُ مَعَ الرِّجَالِ وَفِيهِمْ امْرَأَةٌ نَصْرَانِيَّةٌ عَلَّمُوَهَا كَيْفَ تُغَسِّلُهَا فَتُغَسِّلُهَا۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب کوئی عورت مردوں کے ساتھ مرجائے اور ان کے ساتھ نصرانی عورت ہو لوگ اسے غسل دینے کا طریقہ سکھا دیں تو وہ عورت کو غسل دے دے گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{جو میت کو غسل دے وہ غسل کر لے}

۴۰۱۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مَنْ غَسَلَ مَيِّتًا اغْتَسَلَ۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: جو میت کو غسل دے وہ غسل کر لے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایت الامام محمد: ۲۳۴ باب الغسل من غسل المیت، مصنف عبدالرزاق: ۶۱۰۸ من غسل میتا یغتسل او توخا، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۴۹ من قال علی غاسل المیت غسل۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طریق اخری عند عبدالرزاق وابن ابی شیبہ)

فائدہ:

میت کو غسل دینے والے کے لیے غسل کرنا مستحب ہے واجب نہیں۔

۴۰۴. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ خَتَّابٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ فِي ذَلِكَ إِنْ كَانَ صَاحِبُكُمْ نَجَسًا فَاغْتَسِلُوا مِنْهُ وَيُجْزَى مِنْهُ الْوُضُوءُ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تمہارا ساتھی ناپاک ہے تو اس کو غسل دینے کی وجہ سے غسل کر لو اور صرف وضو کرنا بھی کافی ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۳۳، مصنف عبدالرزاق: ۶۱۰۵، ۶۱۰۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۳۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۴۷۰، مجمع الزوائد: ۸۰۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۶۰۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند عبدالرزاق والطبرانی)

{ نبی مکرم ﷺ کو حلقہ اور قمیص میں کفن دیا گیا تھا }

۴۰۸. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ خَتَّابٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كُفِّنَ فِي حُلَّةٍ وَقَمِيصٍ.

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ کو حلقہ (جو دو کپڑوں پر مشتمل تھا) و قمیص میں کفن دیا گیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۲۲۸ باب الجنائز و غسل المیت، مصنف عبدالرزاق: ۶۱۶۸، ۶۱۷۷ باب الکفن، الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج ۲ ص ۲۱۹ ذکر من قال کفن رسول اللہ ﷺ فی ثلاثۃ اثواب۔

تحقیق:

مرسل معتقد، صحیح ہے۔

فائدہ:

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مرد کو تین کپڑوں میں کفن دینا مسنون ہے۔ البتہ ان تین کپڑوں کی تعیین کے سلسلے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض کے نزدیک صرف تین لفافے ہیں جبکہ اکثر کے نزدیک یہ تین کپڑے لفافہ، ازار اور قمیص یعنی کفن میں قمیص بھی مسنون ہے۔ متعدد روایات میں قمیص کا ذکر بھی ملتا ہے۔ چنانچہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: کہ رسول اللہ ﷺ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا، ایک حلقہ جو دو کپڑوں پر مشتمل تھا اور ایک ان کی اپنی قمیص جس میں ان کی وفات ہوئی۔ (سنن ابی داود: ۳۱۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۴۶، واسنادہ صحیح)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کہ مردے کو قمیص اور ازار پہنائی جائے اور تیسرے کپڑے میں لپیٹ دیا جائے۔

(موطا مالک: ص ۷۸ بحوالہ اعلاء السنن: ۲۲۱۳)

مزید برآں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

جس وقت (رئیس المنافقین) عبد اللہ بن ابی کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ اپنی قمیص مجھے دے دیجئے، میں عبد اللہ بن ابی کو اس میں کفناؤں گا اور آپ اس پر نماز بھی پڑھیے اور اس کے لیے استغفار بھی فرمائیے، سو آپ ﷺ نے اسے اپنی قمیص دے دی۔۔۔ الخ۔

(صحیح البخاری: ۱۲۶۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قمیص میں کفن دینا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں معروف تھا اس لیے اس نے حضور ﷺ سے قمیص کی درخواست کی اور اگر قمیص میں کفن دینا درست نہ ہوتا تو حضور ﷺ فرماتے کہ قمیص میں کفن میں دینا جائز نہیں، دوسرے انسان محبوب اور اعلیٰ چیز کا ہی سوال کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ قمیص میں کفن دینا محبوب اور اولیٰ ہے۔ البتہ دیگر دلائل کے پیش نظر باقی صورتیں یعنی قمیص کے بغیر کفن دینا بھی جائز ہے۔ باقی حضور ﷺ کا اس منافق کے ساتھ مروت کا سلوک کرنا اور

اس پر نماز جنازہ کی نماز پڑھنا ایک مستقل بحث ہے جس کے لئے یہ مقام وسعت نہیں رکھتا۔

{سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا مجھے میرے ان دو کپڑوں میں کفنانا}

۴۰۹۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كُفِّنَ فِي ثَوْبَيْنِ كَانَا لَهُ فَأَوْصَى أَنْ يُغَسَّ لَا وَيُكْفَنَ فِيهِمَا وَقَالَ الْحُثِّيُّ أَخَوُجُ إِلَى الْجَدِيدِ مِنَ الْمَيِّتِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دو کپڑوں میں کفن دیا گیا جو کہ انہی کے تھے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ ان دو کپڑوں کو دھو کر ان میں انہیں کفن دیا جائے اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میت کی نسبت زندہ شخص نئے کپڑے کا زیادہ محتاج ہوتا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۲۵، مصنف عبدالرزاق: ۶۱۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ: مصنف ابن ابی شیبہ:

۱۱۰۶۳، ۱۱۰۷۸۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصلہ عبدالرزاق وابن ابی شیبہ)

فوائد و مسائل:

۱۔ مؤطا مالک (ج ۱ ص ۳۳۸ ح ۵۲۲) کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ”مجھ پر یہ جو کپڑا ہے جس میں کچھ گیری یا زعفران لگا ہوا تھا اسے لے کر دھو ڈالو پھر اس میں مجھے کفناؤ اور دو کپڑے اور ساتھ لگا لینا، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یہ کیا ہوا (یعنی یہ کپڑا پرانا ہے اور کفن کے لائق نہیں) تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میت کی نسبت زندہ شخص نئے کپڑے کا زیادہ محتاج ہوتا ہے۔“ مگر اکثر و بیشتر روایات میں دو کپڑوں کا ذکر ہے کہ انہیں دھو کر مجھے انہی میں کفنا دینا۔ مؤطا کی روایت کی ترجیح دیں تو دوسری روایات بھی متعدد ہیں اور ان کے طرق بھی متعدد ہیں لہذا انہیں بھی ترجیح دی سکتی ہے البدائع اور الہدایہ میں اسی سبب سے لکھا گیا ہے کہ مرد کو دو کپڑوں میں بھی کفن دیا جاسکتا ہے مگر مؤطا کی روایت اور دوسری روایات کو جمع کرنا ممکن ہے وہ اس طرح کہ پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو کپڑوں کا حکم دیا اور بعد میں رسول اللہ ﷺ کے کفن کے اتباع میں تین کپڑوں کا حکم دیا ہوگا۔

۲۔ اس حدیث سے دھلے ہوئے کپڑوں کے کفن کا جواز نکلتا ہے اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ گو غلو و اسراف سے بچتے ہوئے

میت کو اچھا کفن دینے کا حکم ہے لیکن میت اگر اس کے خلاف وصیت کرے اور اس میں کوئی مصلحت ہو تو اس کے خلاف کرنے میں بھی حرج نہیں ہے۔

{ میت کو اچھی سے اچھی خوشبو لگانا جائز ہے }

۴۱۰۔ یُوسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ ثَنَا عَاصِمُ الْأَحْوَلُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ أَنَّهُ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ الْبَسْكِ يُجْعَلُ فِي حَنُوطِ الْمَيِّتِ؛ قَالَ أَوْلَيْسَ هُوَ أَطْيَبُ طِيبِكُمْ. وَذَكَرَ أَبُو يُوْسُفَ أَنَّهُ رَوَاهُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَاصِمٍ نَحْوَهُ.

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے مروی ہے، انہوں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اگر میت کی خوشبو میں مشک ڈال دیا جائے تو کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا: کیا مشک تمہاری بہترین خوشبو میں سے نہیں ہے۔ اس حدیث کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے امام عاصم رحمہ اللہ سے بواسطہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھی مذکورہ بالا حدیث کی مانند روایت کیا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۲۶، جامع المسانید: ج ۱ ص ۴۱۳، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ص ۱۹۱، مصنف عبد الرزاق: ۶۱۳۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۰۳۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ شاهد عند البیہقی: ۲/۴۰۶)

۱۔ امام ابو عبد الرحمن عاصم بن سلیمان الاحول البصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۳۰۰۸، تاریخ الثقات للعلی: ۷۳۷)

۲۔ امام محمد بن سیرین انصاری رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۵۲۸۰، تاریخ الثقات للعلی: ۱۳۶۳)

{ جنازہ میں چار تکبیروں پر صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا تھا }

۴۱۱۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَبَّرَ عَلَى الْجَنَائِزِ سِتًّا وَخَمْسًا وَأَرْبَعًا وَأَنَّ أَهْلَ الْبَيْتِ كَبَّرُوا كَذَلِكَ فَلَمَّا اسْتَخْلَفَ عُمَرُ بَجَعَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ ﷺ

فَقَالَ إِنَّكُمْ قَدْ اخْتَلَفْتُمْ فَإِنَّ النَّاسَ حَدِيثُ عَهْدٍ بِالْجَاهِلِيَّةِ قَالَ فَاَنْظُرُوا إِلَىٰ آخِرِ جَنَازَةٍ كَثُرَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ ﷺ قَالَ فَنَظَرُوا وَافْوَجَدُوهُ قَدْ كَثُرَ أَرْبَعًا فَقَالَ عُمَرُ كَثُرُوا أَرْبَعًا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے جنازوں پر چھ، پانچ اور چار تکبیرات کہی ہیں، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جب خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے بھی اسی طرح تکبیرات کہیں۔ مگر جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے نبی مکرم ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے فرمایا کہ تم لوگوں کا تکبیرات میں اختلاف ہے اور لوگ ابھی ابھی دور جاہلیت سے نکلے ہیں، لہذا (اس اختلاف کو ختم کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ) نبی مکرم ﷺ کے آخری پڑھائے ہوئے جنازہ کو دیکھو کہ اس میں آپ ﷺ نے جتنی تکبیرات کہی ہوں (انہیں اختیار کر لیا جائے)، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے آخری جنازہ پر چار تکبیرات کہی تھیں۔ پس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ بھی چار تکبیرات کہا کرو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۴۱، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۸۲، جامع المسانید: ج ۱ ص ۴۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۱ ص ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۲۸۴۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصلہ ابو نعیم والحوارزمی والطحاوی)
مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

..... عن ابی حنیفہ عن حماد عن ابراہیم عن علقمة قال جمع عمر... الخ۔

(مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۸۲)

اور جامع المسانید کی روایت میں یوں ہے:

ابو حنیفہ عن حماد عن ابراہیم عن غیر واحد ان عمر... الخ۔ (جامع المسانید: ج ۱ ص ۴۴)

فائدہ:

اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہنے پر اجماع ہو گیا تھا وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ باجماع صحابہ نبی مکرم ﷺ نے آخری جنازہ میں چار تکبیرات کہی تھیں۔

{ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جنازہ پر چار تکبیرات کہا کرتے تھے }

۴۱۲. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي يَحْيَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَبَّرَ عَلَى يَزِيدَ بْنِ الْمُكَفَّفِ أَرْبَعَ تَكْبِيرَاتٍ.

امام ابو یحییٰ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یزید بن مکفف رحمہ اللہ کے جنازہ پر چار تکبیرات کہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۴۲، جامع المسانید للحوارزی: ج ۱ ص ۴۴۴ ح ۶۳، مصنف عبدالرزاق: ۶۳۹۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۲۳، ۱۱۳۲۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۸۶۲، ۲۸۶۳، ۲۸۶۴، ۲۸۶۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۱ ص ۳۷، ۳۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام بیہقی بن حبیب المعروف بہ بیہقی بن ابی الہیثم الصیرفی الکوفی رحمہ اللہ روایت حدیث میں انتہائی ثقہ اور راست باز راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۶۴۲)

نیز ائمہ محدثین کی ایک جماعت جیسے امام اعشٰی رحمہ اللہ، حجاج رحمہ اللہ، اسماعیل بن ابی خالد رحمہ اللہ اور امام مسعر رحمہ اللہ وغیرہم نے بیہقی رحمہ اللہ کی متابعت تامہ کر رکھی ہے۔

(ملاحظہ ہو: مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، شرح معانی الآثار وغیرہ۔)

۲۔ امام ابو یحییٰ عمیر بن سعید النخعی الصہبانی الکوفی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۵۱۳، تاریخ الثقات للعلی: ۱۳۰۹)

فائدہ:

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد (۲۴۲) میں اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ یہ آپ کی آخری نماز جنازہ تھی جس پر چار تکبیرات کہیں۔

{ جو فرض نمازیں پڑھانے کا مستحق ہے وہی نماز جنازہ پڑھانے کا مستحق ہے }۔

۴۱۳. یُؤسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ يُصَلِّي عَلَى الْجَنَائِزِ إِمَامُ الْحَنَفِيِّ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ إِمَامٌ وَالْجَنَازَةُ امْرَأَةً وَلَهَا زَوْجٌ صَلَّى عَلَيْهَا زَوْجُهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جنازہ محلے کا امام پڑھائے گا اور اگر امام نہ ہو اور جنازہ ایسی عورت کا ہو جس کا شوہر ہو تو پھر اس عورت کا شوہر اس کا جنازہ پڑھائے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایت الامام محمد: ۲۴۰ فی الجنائز باب الصلاة علی الجنائز، مصنف عبدالرزاق: ۶۳۶۸ من الحق بالصلاة علی المیت، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۳۱۳ ما قالوا فی تقدم الامام علی الجنائز۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ جنازہ پڑھنے کی غرض سے تشریف لائے تو سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ (جو امام مسجد رسول ﷺ تھے) نے فرمایا کہ آپ حضرات پیچھے ہی رہو کیونکہ مجھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق حاصل ہے میں تمہیں فرض نمازیں پڑھاتا ہوں۔ (متدرک حاکم: ۳: ۹۲ بحوالہ اعلیٰ السنن: ۲۲۲۳)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جو فرض نمازیں پڑھانے کا مستحق ہے وہی نماز جنازہ پڑھانے کا مستحق ہے اور یہ حق سب سے پہلے خلیفہ کو ہے، اس کے بعد اس کے نائب کو اور اس کے بعد محلے کے امام کو اس لئے یہی ترتیب نماز جنازہ میں ہوگی۔

اگر کوئی کہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے اور وہ جماعت میں موجود تھے تو ان کے ہوتے ہوئے سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ کو جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق کیونکر حاصل ہوا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جنازہ کے وقت تک سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں بنائے گئے تھے بلکہ خلافت کا معاملہ ابھی تک ان چھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شوری میں تھا جن سے حضور ﷺ راضی تھے، الغرض چونکہ اس وقت کوئی خلیفہ نہ تھا اس لئے فرض نمازیں پڑھانے والا امام ہی زیادہ تھا امامت کا اور وہ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ تھے۔

{ جو بچہ پیدائش کے بعد چیخا، اس کا جنازہ بھی ہے، وراثت بھی، نہ چیخا تو کچھ نہیں }

۴۱۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي السَّقَطِ إِذَا اسْتَهْلَ صَلَّيْ عَلَيْهِ وَوَرِثَ وَإِنْ لَمْ يَسْتَهْلَ لَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ وَلَمْ يُورَثْ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جنین کے بارے میں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب وہ پیدائش کے بعد چیخے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور وارث بنے گا اور اگر نہ چیخے تو نہ اس کا جنازہ پڑھے جائے گا نہ وارث بنایا جائے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۶۲، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۵۶ ح ۷۹۶، مصنف عبدالرزاق: ۶۵۹۳، ۶۵۹۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۹۷، ۱۱۵۹۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں استھلال کا مطلب یہ ہے کہ وہ زندہ پیدا ہو اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۶۲) نیز سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ جب بچہ پیدائش کے بعد چیخے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور وارث بنے گا اور اگر نہ چیخے تو نہ اس کا جنازہ پڑھے جائے گا نہ وارث بنایا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۰۳)

{ عورت پر نماز جنازہ پڑھانے کا باپ شوہر سے زیادہ حقدار ہے }

۴۱۵. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّهُ قَالَ الْأَبُ أَحَقُّ أَنْ يُصَلَّى عَلَى ابْنَتِهِ مِنَ الزَّوْجِ.

حسن بھری رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: عورت پر نماز جنازہ پڑھانے کا باپ شوہر سے زیادہ حقدار

ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۶۱ باب من ادلی بالصلاة علی الجنائز، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۴۵۶ ح ۷۹۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۵۸، مصنف عبدالرزاق: ۶۳۷۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طریق آخر عند ابن ابی شیبہ وعبدالرزاق)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھی اسی کو اختیار کرتے تھے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۶۰)

{عورتیں جنازوں میں شرکت نہ کریں}

۴۱۶. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ شَيْخٍ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا تَشْهَدُ النِّسَاءُ الْجَنَائِزَ فَإِنَّهُنَّ يَفْتِنَنَّ الْأَحْيَاءَ وَيُضِرُّنَّ الْمَوْتَى.

بصرہ کے ایک شیخ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورتیں جنازوں میں شریک نہ ہوں کیوں کہ وہ زندوں کو آزمائش میں ڈالیں گے اور مردوں کو تکلیف دیں گی۔

فائدہ:

عورت خواہ دنیا کے کسی رنگ و نسل سے تعلق رکھتی ہو، کسی دین و مذہب کی پیروکار ہو اور کوئی بھی زبان بولتی ہو، یہ ایک حقیقت ہے کہ اس کے لیے اپنے جذبات پر قابو رکھنا بعض دفعہ ناممکن ہو جاتا ہے خاص طور پر اپنے کسی عزیز کے انتقال کے موقع پر اس کے اندر آہ و بکا وغیرہ عورت کی خاص پہچان بن چکی ہے۔ اس حقیقت سے چونکہ صرف نظر کرنا ممکن نہیں اس لیے جنازہ کی تجہیز و تکفین اور اس کی تدفین میں تاخیر کرنے کو پسند نہیں کیا گیا کیونکہ میت جب تک ان کی نگاہوں کے سامنے رہے گی، ان کا زخم ہر ارہے گا اور اسی بناء پر خواتین کو نماز جنازہ میں شرکت کی اجازت نہیں دی گئی تاکہ اس موقع پر کوئی عورت جذباتی نہ ہو جائے اور میت کو سنبھالنے کی بجائے اسے سنبھالنا نہ پڑے۔

{کسی کی موت پر غیر اختیاری طور پر آنکھوں سے آنسوؤں کا جاری ہو جانا صبر کے منافی نہیں}

۴۱۷. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي الْهَدَيْلِ أَنَّ نِسَاءً كُنَّ مَعَ جَنَازَةٍ يَصْنَعْنَ عَلَيْهَا فَطَرَدَهُنَّ

عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ دَعُهُنَّ فَإِنَّ الْعَهْدَ حَدِيثٌ.

ابو اہزہیل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک جنازہ پر چند عورتیں رو رہی تھیں پس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دور کر دیا، تو نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اے عمر!) انہیں چھوڑ دیجئے وقت زیادہ نہیں گزرا (غم تازہ ہے)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۶۶۷۴، سنن ابن ماجہ: ۱۵۸۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۸۸۹، ۶۹۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۱۳۶، ۱۲۱۳۷، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۷۷۸۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۷۱۵۹، المستدرک علی الصحیحین: ۱۳۰۶۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (وصلہ ابن ماجہ وعبدالرزاق واحمد وغیرہم)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ مصیبت کے وقت صبر اسلام کی اہم تعلیمات میں سے ہے۔
- ۲۔ انسان کو مصیبت کے وقت یہ سوچنا چاہیے کہ جو کچھ اللہ نے ہم سے لیا ہے، وہ ہمارا نہیں تھا بلکہ اللہ ہی کا تھا، لہذا ہم نے اللہ کی ایک امانت واپس کی ہے۔
- ۳۔ یہ اللہ کا احسان ہے کہ وہ اپنی نعمت ایک مدت تک ہمارے پاس رہنے دیتا ہے اور ہم اس سے فائدہ اٹھاتے اور دل خوش کرتے ہیں اور جب وہ اپنی امانت واپس لیتا ہے تو پھر صبر کرنے پر بھی ہمیں اجر و ثواب عطا فرماتا ہے، یہ بھی اس کا ایک احسان ہے۔
- ۴۔ دل کا غم اور غیر اختیاری طور پر آنکھوں سے آنسوؤں کا جاری ہو جانا صبر کے منافی نہیں۔
- ۵۔ اپنی یا کسی کی مصیبت پر دل کا غمگین ہونا یا غیر اختیاری طور پر آنکھوں سے آنسوؤں کا جاری ہو جانا نرم دلی کی علامت ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

{جنازہ کا چاروں طرف سے اٹھانا سنت ہے}

۴۱۸. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ نُسْطَاسٍ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ تُحْمَلَ الْجَنَازَةُ مِنْ جَوَانِبِهَا الْأَرْبَعِ وَمَا جُمِلَتْ بَعْدُ فَهُوَ نَافِلَةٌ.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: سنت یہ ہے کہ جنازے کا چار پائی چاروں طرف سے اٹھایا جائے اور اگر اس پر زیادتی کر لی جائے تو مزید ثواب بڑھنے کا ذریعہ ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۳۶، جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۵۲، مسند ابی حنیفہ وروایۃ ابی نعیم: ص ۲۲۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۶۰۳، سنن ابن ماجہ: ۱۳۷۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

- ۱۔ امام ابو عتاب منصور بن معتمر بن عبداللہ الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۶۲۰۱، تاریخ الثقات للعلی: ۱۶۳۹)
- ۲۔ امام سالم بن ابی الجعد رافع الاشجعی الکوفی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۲۱۴۲، تاریخ الثقات للعلی: ۴۹۶)
- ۳۔ امام عبید بن نسطاس بن ابی صفیہ العامری الکوفی رحمہ اللہ سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تاریخ الثقات للعلی: ۱۰۸۴، تاریخ اسماء الثقات: ۹۷۰، تہذیب الکمال: ۳۷۳۹)

{مرد چار پائی کے پائے پکڑ لیں تو پھر خواتین کے لیے اس میں کوئی حصہ نہیں ہے}

۴۱۹. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ شَيْخٍ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ عَنِ الْحَسَنِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ إِذَا أَخَذَ الرَّجُلُ بِقَوَائِمِ الشَّرِّيرِ فَلَيْسَ لِلنِّسَاءِ فِيهِ نَصِيبٌ.

حسن بھری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب مرد چار پائے کے تمام پائے پکڑ لیں تو پھر اس میں خواتین کے لیے کوئی حصہ نہیں ہے۔

تحقیق:

مرسل ہے۔

{اگر کوئی مرد عورتوں کے ساتھ مرجائے اور وہاں مرد موجود نہ ہوں تو عورتیں اس کا نماز جنازہ پڑھیں}

۴۲۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ كَثَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا مَاتَ الرَّجُلُ مَعَ النِّسَاءِ

صَلِّينَ عَلَيْهِ وَتَقُومُ الَّتِي تُوْمَهُنَّ وَسَطَ الصَّفِّ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب کوئی آدمی عورتوں کے ساتھ مرجائے (اور وہاں مرد موجود نہ ہوں تو) عورتیں اس مرد کا جنازہ پڑھیں اور جنازہ پڑھانے والی صف کے درمیان میں کھڑی ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{جنازے کے ساتھ یہ کہتے ہوئے چلنا کہ اس کے لیے استغفار کرو اللہ تمہاری مغفرت فرمائے گا مکروہ ہے}

۴۲۱. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ وَهُوَ مَعَ الْجَنَازَةِ يَقُولُ اسْتَغْفِرُ وَالَهُ غَفَرَ اللَّهُ لَكُمْ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ آدمی جنازے کے ساتھ یوں کہتا ہوا چلے کہ اس کے لیے استغفار کرو اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طریق آخر عند ابن ابی شیبہ ۱۱۱۹۶، ۱۱۱۹۱)

فائدہ:

احادیث مبارکہ اور فقہ حنفی کے پیش نظر اس کی گنجائش معلوم نہیں ہوتی کہ جنازہ کے ساتھ اجتماعی طور پر ذکر کیا جائے اور خاص طور پر جہر کے ساتھ۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ بحوالہ طبرانی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ۶۶ھ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الله يحب الصبب عند ثلاث عند تلاوة القرآن وعند الزحف وعند الجنائز.

(تفسیر ابن کثیر: ج ۱ ص ۲۱۹)

اللہ تعالیٰ تین موقعوں پر خاموشی پسند کرتا ہے قرآن کریم کی تلاوت کے وقت، میدان جنگ میں اور جنازہ کے ساتھ۔

حضرت امام محمد رحمہ اللہ اور علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ، حضرت قیس بن عباد رحمہ اللہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ:

قال كان اصحاب رسول الله ﷺ يكرهون الصوت عند ثلاث الجنائز والقتال والذكر. (السير

الكبير للامام محمد مع شرح السرخسي: ج ۱ ص ۸۹. وبحر الرائق: ج ۵ ص ۶، وراجع مصنف ابن

ابی شیبہ: ج ۱ ص ۵۲۰ و ج ۱۲ ص ۴۶۲)

آنحضرت ﷺ کے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تین مواقع پر آواز بلند کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ (۱) جنازہ

کے ساتھ۔ (۲) لڑائی میں۔ (۳) ذکر کے وقت۔

بلکہ آنحضرت ﷺ خود تین مقامات پر آواز بلند کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ (۱) قراءۃ قرآن۔ (۲) جنازہ۔

(۳) اور لڑائی کے وقت۔ (السیر الکبیر: ج ۱ ص ۸۹)

یہ روایتیں اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ جنازہ کے ساتھ بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنے کو آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکروہ سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی اس وقت خاموشی کو پسند کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات فقہاء احناف رحمہم اللہ نے یہ مسئلہ پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا، قرآن کریم پڑھنا اور اسی طرح کل حی موت (ہر زندہ مرنے والا ہے) وغیرہ پڑھنا مکروہ اور بدعت ہے، اور کراہت بھی اس میں تفریق نہیں بلکہ تحریمی ہے چنانچہ عالمگیری میں ہے:

وعلى متبعي الجنائز الصمت ويكره لهم رفع الصوت بالذکر وقراءۃ القرآن۔ (کذا فی شرح

الطحاوی وعالمگیری مصری: ج ۱ ص ۱۴۲)

کہ جو لوگ جنازہ کے ساتھ جانے والے ہوں ان پر لازم ہے کہ وہ خاموش رہیں، اور ان کے لئے بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔

امام سراج الدین اودی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

رفع الصوت بالذکر وقراءۃ القرآن وقولهم کل حی موت ونحو ذالک خلف الجنائز بدعة۔

(سراجیہ: ص ۲۲ طبع نول کشور)

جنازہ کے پیچھے بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن کریم پڑھنا اور یہ کہنا کہ ہر زندہ مرے گا، بدعت ہے۔

اور اسی کے قریب قریب عبارت ہے در مختار کی (دیکھئے کتاب الجنائز)

اور علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وينبغي لمن تبع الجنائز ان يطيل الصمت ويكره رفع الصوت بالذکر وقراءۃ القرآن وغيرهما في

الجنائز والكراهة فيها كراهة تحريم۔ (البحر الرائق: ج ۲ ص ۱۹۹ مصری)

اور مناسب ہے کہ جو لوگ جنازہ کے ساتھ جائیں وہ طویل خاموشی اختیار کریں اور بلند آواز سے ذکر کرنا اور قرآن

کریم پڑھنا، اور اسی طرح کچھ اور پڑھنا مکروہ ہے، اور کراہت بھی اس میں تحریمی ہے۔

یہ تمام عبارتیں ذمہ دار حضرات فقہاء احناف کی ہیں جو اپنے مفہوم میں بالکل صاف ہیں کہ جنازہ کے ساتھ بلند آواز

سے ذکر کرنا، قرآن کریم پڑھنا کل حی موت پڑھنا اور اسی طرح کچھ اور پڑھنا بدعت اور مکروہ تحریمی ہے۔

(ماخوذ از راہ سنت: ص ۲۲۰ تا ۲۲۱)

{ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے زانیہ باندی کا جنازہ پڑھایا }

۴۲۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ (عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ) عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَحْيَى عَنْ أَبِيهِ أَنَّ جَارِيَةَ زَنْتٌ وَقَتَلَتْ وَلَدَهَا وَمَاتَتْ فَصَلَّى عَلَيْهَا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا.

یعنی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک باندی نے زنا کیا اور (زنا سے پیدا ہونے والے) اپنے بچے کو قتل کر دیا اور خود بھی مر گئی، اس باندی پر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۴۹ فی الجنائز باب الصلاة علی جناز الرجال والنساء، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۵۵۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ شاهد عند ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۱۲)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ کسی مسلمان پر جنازہ نہیں چھوڑا جائے گا یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۴۹) یعنی ہر کلمہ گویج العقیدہ شخص کا جنازہ پڑھا جائے گا البتہ ایسا فاسق و فاجر شخص جو کھلم کھلا گناہ کرتا ہو اس کا جنازہ مقتدی اور بڑے بزرگ وغیرہ کو پڑھنے سے پرہیز کرنا چاہیے کسی عام آدمی سے پڑھالیا جائے تاکہ اس جیسے مجرموں کی ہمت افزائی نہ ہو۔

{ کوئی شخص نماز جنازہ ادا کرے تو افضل یہ ہے کہ وہ میت کے ولی کی اجازت کے بغیر واپس نہ آئے }

۴۲۳. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ (عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَوْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ ثَلَاثَةُ أُمَرَاءُ الْمَرْأَةِ تَكُونُ مَعَ الْقَوْمِ فَتَحِيضُ قَبْلَ أَنْ تَطُوفَ فَيُقِيمُونَ عَلَيْهَا إِلَّا أَنْ تَأْذَنَ لَهُمْ وَالْقَوْمُ يَشْهَدُونَ الْجَنَازَةَ لَا يَرْجِعُونَ حَتَّى يَأْذَنَ لَهُمْ أَهْلُهَا أَوْ تُدْفَنَ وَالرَّجُلُ يَدْخُلُ عَلَيْهِ فِي بَيْتِهِ وَلَا تَخْرُجُ إِلَّا بِإِذْنِهِ هُوَ عَلَيْكَ أَمِيرٌ مَا دُمْتَ فِي بَيْتِهِ.

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: تین آدمی (عہدہ امارت پر نہ ہونے کے باوجود بھی) امیر ہی سمجھے جاتے ہیں وہ عورت جو کسی جماعت کے ساتھ (حج یا

عمرہ) کے لیے جائے اور طواف کرنے سے پہلے ہی حائفہ ہو جائے اب وہ جماعت اس عورت کی اجازت کے بغیر کوچ نہیں کر سکتی۔ وہ لوگ جو کسی کے نماز جنازہ میں شریک ہوں تو اب وہ اس وقت تک واپس نہیں جاسکتے جب تک کہ میت کا ولی اجازت نہ دے یا جب تک میت کو دفن نہ کر دیا جائے۔ اور وہ آدمی جو کسی کے گھر جائے تو اب وہ اس وقت تک گھر سے باہر نہیں نکل سکتا جب تک گھر والا اجازت نہ دے دے کیونکہ جب تک تو اس کے گھر میں ہے وہ تجھ پر امیر ہے۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ طرق اخری عند ابن ابی شیبۃ: ۱۱۵۳۳، ۱۱۵۳۴، و عبد الرزاق: ۶۵۲۳)

{ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب جنازے کے لیے کھڑے نہیں ہوتے تھے }

۴۲۴. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ أَصْحَابَ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَتْ تَمُرُّ بِهِمُ الْجَنَازَةُ وَهُمْ قُعُودٌ لَا يَقُومُوا أَحَدُهُمْ وَلَا يَحِلُّ حَبْوَتُهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب کے پاس سے جنازہ گزرتا یہ حضرات (احتباء کی کیفیت سے) بیٹھے ہوتے تھے ان میں سے کوئی ایک بھی کھڑا نہ ہوتا اور نہ ہی اپنی اس کیفیت کو ختم کرتا تھا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۵۳، مصنف عبد الرزاق: ۶۳۱۹، جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۴۴۸ ح ۶۶۷،

مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۹۲۲، ۱۱۹۲۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

پہلے نبی مکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب تم جنازہ دیکھو تو اس کے لیے کھڑے ہو جاؤ حتیٰ کہ وہ گزر جائے یا (زمین پر) رکھ دیا جائے۔ (دیکھئے: بخاری: ۱۳۰۷، مسلم: ۹۵۸، ابن ماجہ: ۱۵۳۲، ابوداؤد: ۳۱۷۲، ترمذی: ۱۰۴۲، نسائی: ۱۹۱۶) مگر بعد میں جنازے کے لیے کھڑے ہونے کا یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

چنانچہ نافع بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

أَنَّ مَسْعُودَ بْنَ الْحَكَمِ الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ فِي شَأْنِ الْجَنَائِزِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَامَ ثُمَّ قَعَدَ وَإِنَّمَا حَدَّثَ ذَلِكَ لِأَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ رَأَى وَاقِدَ بْنَ عَمْرٍو قَامَ حَتَّى وُضِعَتِ الْجَنَازَةُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۱۰۸۹)

مسعود بن حکم انصاری رحمہ اللہ نے انہیں خبر دی کہ انہوں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو جنازہ کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے پھر بیٹھ گئے اور انہوں نے یہ اس لئے بیان کیا کہ نافع بن جبیر نے واقد بن عمرو کو دیکھا کہ وہ اس وقت تک کھڑے رہے جب تک جنازہ رکھ نہ دیا جاتا۔ اسے مسلم (۹۶۲) نے روایت کیا ہے۔

مسعود بن حکم زرقی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ مَسْعُودِ بْنِ الْحَكَمِ الزُّرْقِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِرَحْبَةِ الْكُوفَةِ وَهُوَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَمَرَنَا بِالْقِيَامِ فِي الْجَنَازَةِ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ ذَلِكَ وَأَمَرَنَا بِالْجُلُوسِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالطَّعَاوِيُّ وَالْحَارِثِيُّ فِي النَّاسِخِ وَالْمَنْسُوحِ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۱۰۹۰)

انہوں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے مقام رحبہ میں فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں جنازہ میں کھڑے ہونے کا حکم دیا پھر اس کے بعد آپ بیٹھ گئے اور ہمیں بھی بیٹھنے کا حکم دیا۔ اسے احمد (۶۲۳) طحاوی (۲۸۰۱) اور حازمی نے الناسخ والمنسوخ (ج ۱ ص ۱۲۹) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام احمد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِي وَاقِدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ سَعْدِ بْنِ مَعَاذٍ.... فَقَالَ لِي نَافِعُ بْنُ جُبَيْرٍ... حَدَّثَنِي مَسْعُودُ بْنُ الْحَكَمِ الزُّرْقِيُّ... الخ. (مسند الامام احمد: ۶۲۳)

اور صحیح ہے اس کے شواہدات و مؤیدات پاہے جاتے ہیں۔

حکم بن مسعود زرقی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ:

وَعَنْ إِسْمَاعِيلَ الزُّرْقِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ شَهِدْتُ جَنَازَةً بِالْعِرَاقِ فَرَأَيْتُ رَجُلًا قِيَامًا يَنْتَظِرُونَ أَنْ تَوَضَّعَ وَرَأَيْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُشِيرُ إِلَيْهِمْ أَنْ اجْلِسُوا فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ أَمَرَنَا بِالْجُلُوسِ بَعْدَ الْقِيَامِ. رَوَاهُ الطَّعَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۱۰۹۱)

میں عراق میں ایک جنازہ میں شریک ہوا تو میں نے کچھ لوگوں کو کھڑے جنازہ رکھنے کا انتظار کرتے ہوئے دیکھا اور میں نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ لوگوں کو اشارہ کر رہے تھے کہ بیٹھ جاؤ کیونکہ نبی ﷺ

نے ہمیں جنازہ کے لئے کھڑے ہونے کے حکم کے بعد بیٹھنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔ اسے طحاوی (۲۸۰۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا غهد قال ثنا ابن ابی مریم قال انا محمد بن جعفر عن موسى بن عقبة عن اسماعيل بن الحكم بن مسعود الزرقی عن ابيه قال شهدت..... الخ. (شرح معالی الآثار للطحاوی: ۲۸۰۲) اور صحیح ہے۔ ولہ شواہد۔

زید بن وہب رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

تَذَاكَرْنَا الْقِيَامَ إِلَى الْجَنَازَةِ عِنْدَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ أَبُو مَسْعُودٍ قَدْ كُنَّا نَقُومُ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ذَلِكَ وَأَنْتُمْ يَهُودٌ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ حَسَنٌ. (آثار السنن: ۱۰۹۲) کہ ہم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس جنازہ کے لیے کھڑے ہونے کا آپس میں ذکر کیا تو ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم بھی کھڑے ہوتے تھے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ”یہ اس وقت تھا جب تم یہود تھے (یعنی یہ ابتداء میں حکم تھا بعد میں منسوخ ہو گیا)۔“ اسے طحاوی (۲۸۰۸) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ اسے امام طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وقد حدثنا فهد قال ثنا محمد بن سعيد الاصبهانی قال ثنا شريك عن عثمان بن ابی زرة عن زید بن وہب..... الخ. (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۸۰۸) اور شواہدات و مؤیدات کی بناء پر حسن ہے۔

{ جنازے کے آگے چلنا بھی جائز ہے }

۴۲۵. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ أَمْسَى أَمَامَ الْجَنَازَةِ وَعَنْ يَمِينِهَا وَيسارِها وَخَلْفَهَا فَإِذَا كُنْتُ رَاكِبًا فَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ أَسِيرَ أَمَامَهَا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں جنازے کے آگے بھی، پیچھے بھی، دائیں اور بائیں طرف بھی چل لیتا ہوں۔ البتہ جب سواری پر ہوں تو پھر جنازے کے آگے چلنے کو مکروہ سمجھتا ہوں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۵۱ باب المشی مع الجنائز، جامع المسانید للغوارزی: ج ۱ ص ۷۳۳ ح ۷۷۳، مصنف

عبدالرزاق: ۶۲۸۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۲۸۱ باب من کرہ الکرہ و السیر امامہا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اگر جنازہ کے قریب ہو تو اس سے آگے بڑھنا جائز ہے البتہ اس کے پیچھے چلنا افضل ہے یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار و روابیہ الامام محمد: ۲۲۵) چنانچہ سیدنا عبدالرحمن بن ابی رزق رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

كُنْتُ فِي جَنَازَةٍ وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَمْشِيَانِ أَمَامَهَا وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَمْشِي خَلْفَهَا فَقُلْتُ لِعَلَّيْ أَرَاكَ تَمْشِي خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَهَذَانِ يَمْشِيَانِ أَمَامَهَا فَقَالَ عَلِيٌّ لَقَدْ عَلِمَا أَنَّ فَضْلَ الْمَشْيِ خَلْفَهَا عَلَى الْمَشْيِ أَمَامَهَا كَفَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ عَلَى الْفَذْلِ لِكِنَّهُمَا أَحَبَّ أَنْ يُسِيرَا عَلَى النَّاسِ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَالطَّحَاوِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۱۰۸۵)

کہ میں ایک جنازہ میں تھا اور سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اس کے آگے جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے چل رہے تھے تو میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ جنازہ کے پیچھے چل رہے ہیں اور یہ دونوں اس کے آگے چل رہے ہیں؟ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بلاشبہ ان دونوں حضرات کو معلوم ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلنے کی فضیلت اس کے آگے چلنے پر ایسی ہی ہے جیسی باجماعت نماز کی فضیلت اکیلے کی نماز پر لیکن ان دونوں حضرات نے پسند کیا کہ لوگوں کے لیے آسانی پیدا کریں (کیونکہ اگر یہ دونوں حضرات جنازے کے پیچھے چلتے تو جنازہ لے جانے والے تنگی میں پڑ جاتے ان کے ادب و احترام میں)۔ اسے عبدالرزاق (۶۲۶۳) اور طحاوی (۲۷۶۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

عن الثوري عن عروة بن الحارث عن زائدة بن اوس الكندي عن سعيد بن عبد الرحمن بن ابی رزق عن ابيه قال كنت في..... الخ. (مصنف عبدالرزاق: ۶۲۶۳)

اور صحیح ہے۔ ولہ طرق اخری عند الطحاوی وغیرہ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ افضل یہی ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلا جائے البتہ آگے چلنا بھی جائز ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فعل جواز کی دلیل ہے۔

{اگر کسی غیر مسلم کا ہم مذہب موجود نہ ہو تو مسلمان اسے دفن کر دیں}

۴۲۶۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ أُمَّ الْحَارِثِ تُؤْفِيَتْ وَهِيَ نَصْرَانِيَّةٌ فَخَرَجَ الْحَارِثُ مَعَ جَنَازَتِهَا وَمَعَهُ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَمْشُونَ مَعَ جَنَازَتِهِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حارث کی والدہ جو کہ نصرانی تھیں کا انتقال ہوا، حارث اپنی والدہ کا جنازہ لے کر نکلے اور ان کی والدہ کے جنازہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم بھی چل رہے تھے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۲۵۵ باب الحشی مع الجنائز، جامع المسانید للخواارزی: ج ۱ ص ۴۴۹ ح ۷۸۷، مصنف عبد الرزاق: ۹۹۲۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۸۴۲، ۱۱۸۴۳، تاریخ الصغیر للبخاری: ج ۱ ص ۲۰۴، تہذیب الکمال للزمزى: ج ۵ ص ۲۴۲، تاریخ دمشق لابن عساکر: ج ۱۱ ص ۴۴۱۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ طرق اخری عند عبدالرزاق وابن ابی شیبہ وابن عساکر وغیرہم)

فائدہ:

غیر مسلم کے جنازے کے ساتھ جانا منع ہے، سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک غیر مسلم بائکدی مر گئی تو وہ اس کے جنازے میں شریک نہیں ہوئے اس کو دفن کرنے بھجوا دیا۔ آنحضرت ﷺ کے چچا ابو طالب فوت ہوئے تو آپ ﷺ خود شریک نہیں ہوئے اور فرمایا ان کو لے جا کر دفن کر دو۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ جب میرے والد ابو طالب کا انتقال ہوا تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے چچا گمراہ بڑھے کا انتقال ہو گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں دفن کر دو پس جبکہ میں دفن کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم غسل کر لو۔ (اعلاء السنن: ۲۲۵۱) لہذا کسی مسلمان کو غیر مسلم کے جنازے میں شریک نہیں ہونا چاہیے، اس واقعہ میں حضرت حارث یا بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ان کے جنازے کے ساتھ چلنا اس وجہ سے تھا کہ ان کا ہم مذہب کوئی موجود نہ تھا اور کسی انسان کی میت کو ہر حال میں چھپانا ہی ہے اس لئے یہ حضرات لے گئے اس سے غیر مسلم کے جنازے میں شرکت کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

{ رسول اکرم ﷺ کی قبر مبارک کو ہاں نما ہے اور اس پر سفید مٹی کے ٹکڑے لگے ہوئے تھے }

۲۲۴۔ یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم اَنَّهُ قَالَ لِحَدِّ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ وَاخْبَرَنِي مَنْ رَأَى قَبْرَهُ مُسَنَّمًا عَلَيْهِ فَلَقِيَ بَيِّضًا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کی لحد بنائی گئی اور مجھے اس شخص نے خبر دی ہے جس نے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کو دیکھا ہے کہ حضور ﷺ کی قبر مبارک کو ہاں نما تھی اور اس پر سفید مٹی کے ٹکڑے لگے ہوئے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۲۵۶ باب تسنیم القبر و تجصیصہا، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۴۵۶ ح ۷۸۸-۷۸۹، مراسیل ابی داود: ۴۲۲۔

تحقیق:

شواہدات و مؤیدات کے ساتھ صحیح ہے۔

جامع المسانید کی روایت میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم عن ام عطیۃ قال لحد رسول اللہ ﷺ وَاخْبَرَنِي مَنْ رَأَى قَبْرَهُ..... الخ. (جامع المسانید: ج ۱ ص ۴۵۸)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی مکرم ﷺ کے لئے لحد بنائی گئی۔ نیز سفیان ثمار رحمہ اللہ سے مروی ہے:

کہ انہوں نے نبی ﷺ کی قبر مبارک کو کو ہاں نما بنا ہوا دیکھا۔ (صحیح البخاری: ۱۳۹۰)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

کہ رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ و سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لئے لحد بنائی گئی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ:

۱۱۶۳۵، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۲۸۳۱، اعلاء السنن: ۲۲۷۵)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

جب نبی ﷺ فوت ہوئے، اس وقت مدینے میں ایک آدمی لحد والی قبر بنایا کرتا تھا اور ایک آدمی سیدمی (شق

والی) قبر بناتا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ہم اپنے رب سے استخارہ کرتے ہیں (بہتر چیز کی دعا کرتے ہیں) اور دونوں کو بلا بھیجتے ہیں جو پیچھے رہ گیا، اسے چھوڑ دیں گے۔ (اورج و پہلے آ گیا، وہ اپنے طریقے پر قبر تیار کر دے گا) چنانچہ ان دونوں کو پیغام بھیجا گیا تو لحد بنانے والا پہلے آ گیا، چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ کے لیے لحد والی قبر تیار کروائی۔ (سنن ابن ماجہ: ۱۵۵۷)

اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دونوں طرح قبر بنانا جائز سمجھتے تھے، اس لیے دونوں کو بلایا گیا اور یہ دونوں حضرات رسول اللہ ﷺ کی زندگی مبارک میں بھی فوت ہونے والوں کے لیے اپنے طریقے سے قبر تیار کرتے تھے۔ اگر ان میں سے کوئی طریقہ ممنوع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ منع فرما دیتے۔ اور دوسرا یہ معلوم ہوا کہ لحد والی (یعنی بغلی) قبر افضل ہے کیونکہ اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کے لیے اسی انداز کی قبر پسند فرمائی ہے۔

{امام مسروق اور امام ابو میسرہ نے وصیت کی تھی کہ ان کی لحد میں بانس لگائے جائیں}

۴۲۸. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ قَالَ بَلَغَنِي عَنْ مَسْرُوقٍ وَأَبِي مَيْسَرَةَ أَنَّهُمَا أَوْصَيَا أَنْ يُجْعَلَ عَلَيَّ لَحْدُهُمَا الْقَصَبُ.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ مجھے امام مسروق رحمہ اللہ اور امام ابو میسرہ رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ روایت پہنچی ہے کہ ان دونوں حضرات نے وصیت کی تھی کہ ان کی لحد میں بانس لگائے جائیں۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصلہ ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۲۶)

فائدہ:

صحیح ہے۔

لحد میں پکی اینٹیں اور لکڑیاں وغیرہ لگانا مکروہ ہے کیونکہ عموماً یہ دونوں چیزیں عمارت کو پختہ اور مضبوط کرنے کے لیے لگائی جاتی ہیں جب کا قبر بوسیدہ ہونے اور گلنے کی جگہ ہے، لہذا اس میں پختہ اینٹ اور لکڑی وغیرہ لگانا یہ موضوع قبر کے خلاف ہوگا۔ البتہ لحد میں کچی اینٹیں، اور بانس لگانا مستحب ہے کیونکہ بانس بھی جلدی سڑکھل جاتا ہے اور یہی قبر کا موضوع بھی ہے اس لیے بانس کا استعمال مستحب ہے۔ چنانچہ امام عمرو بن شراحیل رحمہ اللہ نے فرمایا:

کہ (میرے مرنے کے بعد) میری لحد میں بانس کا گٹھا لگانا کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ مہاجرین (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) دوسری چیزوں سے زیادہ اس کو پسند کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی عیینہ: ۱۱۷۲۴)

{ شہید اسلام سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھا گیا تھا }

۴۲۹. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا افْتَتَحَ مَكَّةَ لَهُ يَدْخُلُ بَيْتًا حَتَّى أَنْزَلَ خُبَيْبًا فَأَحْتَضَنَهُ إِلَيْهِ وَصَلَّى عَلَيْهِ وَدَفَنَهُ.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب نبی مکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ فتح کیا تو آپ ﷺ گھر میں داخل نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک کو (سولی کی لکڑی سے) اتروا کر اپنے بازوؤں میں لیا اور نماز جنازہ پڑھ کر ان کی میت کو دفن کر دیا۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

عقل اور اور وقارہ والوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں ہمارے ساتھ چند صحابہ کو بھیج دیجئے جو ہم کو دین کی تعلیم دیں، آپ ﷺ نے سیدنا خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے ساتھ بھیج دیا، راستے میں بنو لویان کے لوگوں نے ان پر حملہ کر کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن میں سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ بھی تھے کو گرفتار کر کے لے گئے اور سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کو مکہ میں لے جا کر بیچ دیا۔ خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث کے لڑکوں نے خرید لیا اور انتہائی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا اور خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک سولی پر ہی لٹکی رہی (مگر گلے سڑنے سے بالکل محفوظ رہی) نبی مکرم ﷺ نے جب مکہ مکرمہ فتح کیا تو پھر ان کی لاش مبارک کو سولی کی لکڑی سے اتروا کر جنازہ پڑھا اور پھر دفن کر دیا مذکورہ بالا حدیث میں اسی واقعہ کا ذکر ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ شہید کا جنازہ پڑھا جائے گا۔ نیز صحیح روایات میں احد کے شہداء کا نماز جنازہ پڑھے جانے کا ثبوت بھی ملتا ہے جس کی وجہ سے جمہور اہل علم شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کے قائل ہیں۔

چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

أَنَّ يَوْمَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ لَجَعَلَ يُصَلِّي عَشْرَةَ عَشْرَةَ وَخَمْرَةَ هُوَ كَمَا هُوَ يُزْفَعُونَ وَهُوَ كَمَا هُوَ مَرْفُوعٌ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالطَّبْرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ. (آثار السنن: ۱۰، ۹)

غزوہ احد کے دن شہداء کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ان میں سے دس دس افراد کا جنازہ ادا کرنے لگے۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ جہاں تھے وہیں رہے (ان کی میت سامنے رہی)، دوسروں کی میتیں اٹھالی جاتی تھیں اور حمزہ رضی اللہ عنہ کی میت جیسے تھی، ویسے ہی (سامنے) پڑی رہتی تھی۔ اسے ابن ماجہ (۱۵۱۳)، طحاوی (ج ۱)

ص ۵۰۳)، طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

اسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبد الله بن نمير حدثنا ابو بكر بن عياش عن يزيد ابن ابی زياد عن مقسم عن ابن عباس رضي الله عنهما..... الخ. (سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۳)

اور حسن درجہ کی ہے۔ اس کے طحاوی (ج ۱ ص ۵۰۳) وغیرہ میں شواہدات موجود ہیں۔ مزید برآں احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے اس حدیث کو حسن جبکہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابن ماجہ بتحقیق الزبیر: ج ۲ ص ۶۹، سنن ابن ماجہ بتحقیق الالبانی: ۱۵۱۳)

سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ يَوْمَ أُحُدٍ بِحَنْزَلَةَ فَسَجَّيَ بِبُزْدِهِ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهِ فَكَثَّرَ تَسْبِيحَ تَكْبِيرَاتٍ ثُمَّ أَتَى بِالْقَتْلِ يُصَفُّونَ وَيُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ وَعَلَيْهِمْ مَعَهُمْ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ وَهُوَ مُرْسَلٌ صَحَابِيٌّ. (آثار السنن: ۱۰۸۰)

کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احد والے دن سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حکم دیا تو انہیں چادر کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا پھر ان پر نماز پڑھی نوون تکبیریں کہیں پھر دوسرے شہداء کو قطار میں لایا جاتا رہا اور آپ ان سب پر اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر بھی ان کے ساتھ نماز پڑھتے رہے۔ اسے طحاوی (۲۸۸۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل قوی ہے اور یہ ایک صحابی کی مرسل ہے۔

سیدنا شداد بن ہاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْأَعْرَابِ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَمَّنَ بِهِ وَاتَّبَعَهُ ثُمَّ قَالَ أَهَاجِرُ مَعَكَ فَأَوْصِنِي بِهِ النَّبِيُّ ﷺ بَعْضَ أَصْحَابِهِ فَلَمَّا كَانَتْ غَزْوَةُ غَنِمَ النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا فَقَسَمَ وَقَسَمَ لَهُ فَأَعْطَى أَصْحَابَهُ مَا قَسَمَ لَهُ وَكَانَ يَزْعُمُ ظَهَرَهُمْ فَلَمَّا جَاءَ دَفَعُوهُ إِلَيْهِ فَقَالَ مَا هَذَا قَالُوا قَسَمَ قَسَمَهُ لَكَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَخَذَهُ فَبَاءَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ مَا هَذَا قَالَ قَسَمْتُهُ لَكَ قَالَ مَا عَلَى هَذَا أَتَبَعْتُكَ عَلَى أَنْ أُرْفَى إِلَى هَهُنَا وَأَشَارَ إِلَى حَلْقِهِ بِسَهْمٍ فَأَمُوتُ فَأَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَقَالَ إِنْ تَصَدَّقْتُ اللَّهَ يُصَدِّكَ فَلْيَبُتُوا قَلِيلًا ثُمَّ تَهَضُّوا فِي قِتَالِ الْعَدُوِّ فَأَتَى بِهِ النَّبِيُّ ﷺ يُحْمَلُ قَدْ أَصَابَهُ سَهْمٌ حَيْثُ أَشَارَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَهْوُ هُوَ قَالُوا نَعَمْ قَالَ صَدَّقَ اللَّهُ فَصَدَّقَهُ ثُمَّ كَفَّنَهُ النَّبِيُّ ﷺ فِي جُبَّةِ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ قَدَّمَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ فَكَانَ مِمَّا ظَهَرَ مِنْ صَلَاتِهِ أَلَّهُمْ هَذَا عَبْدُكَ خَرَجَ مُهَاجِرًا فِي سَبِيلِكَ فَقَتِلَ شَهِيدًا أَنَا شَهِيدٌ عَلَى ذَلِكَ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۱۰۶۸)

کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ پر ایمان لے آیا اور آپ کا قبیع بن گیا، پھر وہ کہنے لگا: میں تو آپ کے ساتھ مہاجر بن کر رہوں گا۔ نبی ﷺ نے اپنے ایک صحابی کو اس (کے قیام و طعام) کا خیال رکھنے کو کہا، پھر ایک جنگ ہوئی تو نبی ﷺ کو غنیمت میں قیدی ملے۔ آپ نے انہیں تقسیم کیا۔ تو اس اعرابی کا حصہ بھی رکھا اور اس کے ساتھیوں کو دے دیا۔ وہ ان کے سواری کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ جب وہ چرا کر واپس آیا تو انہوں نے اس کا حصہ اے دیا۔ اس نے کہا: یہ کیا ہے؟ ساتھیوں نے کہا: نبی ﷺ نے تجھے (غنیمت سے) حصہ دیا ہے۔ اس نے اپنا حصہ لیا اور اسے لے کر نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا: یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”میں نے تجھے تیرا حصہ دیا ہے۔“ وہ کہنے لگا: میں اس کی خاطر تو آپ کا پیروکار نہیں بناتا تھا، میں تو آپ کا پیروکار، اس لیے بنا ہوں کہ مجھے یہاں تیر لگے، اور اس نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔ اور میں مر کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا: ”اگر تو یہ بات سچے دل سے کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ تیری خواہش پوری فرمائے گا۔“ تھوڑے عرصے کے بعد وہ (صحابہ) پھر دشمن سے لڑائی کے لیے گئے تو اسے نبی ﷺ کے پاس اس حال میں اٹھا کر لایا گیا کہ اسے اسی جگہ تیر لگا ہوا تھا جہاں اس نے اشارہ کیا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”کیا یہ وہی اعرابی ہے؟“ لوگوں نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ”اس نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے عا کی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کی خواہش پوری فرمادی۔“ پھر نبی ﷺ نے اسے اپنی قمیص میں کفن دیا، پھر اسے آگے رکھا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ آپ کی دعا کے یہ الفاظ ظاہر ہوئے: ”اے اللہ! یہ تیرا (سچا) بندہ ہے۔ تیرے راستے میں ہجرت کرتے ہوئے گھر سے نکلا اور شہید ہو گیا۔ میں ان باتوں کا عینی گواہ ہوں۔“ اسے نسائی (۱۹۵۳) اور طحاوی (۲۸۹۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام نسائی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

اخبرنا سويد بن نصر قال انبأنا عبد الله عن ابن جريج قال اخبرني عكرمة بن خالد ان ابن ابي عمارة اخبرنا عن شداد بن الهاد ان رجلا من الاعراب جاء الى النبي ﷺ..... الخ.

(سنن النسائي: ۱۹۵۳)

اور صحیح و ثابت ہے۔ حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی اور البانی نے بھی اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

(دیکھئے: سنن النسائی بتحقیق الزبیر: ۱۹۵۵، سنن الترمذی بتحقیق الالبانی: ۱۹۵۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شہید کا جنازہ پڑھا جائے گا۔

غائبانہ نماز جنازہ؟

واضح رہے کہ دور کے بعض حضرات شہید کا غائبانہ نماز جنازہ بڑے زور و شور سے پڑتے ہیں اور اس پر دلیل کے طور

نجاشی کا جنازہ پیش کیا کرتے ہیں مگر نجاشی کے جنازے سے غائبانہ نماز جنازہ پر دلیل پکڑنا صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ لقمان سلفی غیر مقلد نے لکھا ہے کہ:

غائبانہ جنازہ پڑھنے پر نجاشی کے قصے سے دلیل لی جاتی ہے جو بخاری و مسلم اور سنن اربعہ وغیرہ میں مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، مگر اس سے مطلق غائبانہ جنازہ پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔۔۔۔۔ (مزید لکھتے ہیں) اسی بناء پر جب کوئی مسلمان کسی ایسے شہر میں فوت ہو جائے جہاں اس کی نماز جنازہ ادا کی گئی ہو تو دوسرے شہر میں اس کی غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھی جائے گی اور اگر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کسی عذر یا مانع کی وجہ سے وہاں اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی تو ایسے شخص کی نماز غائبانہ ادا کرنا سنت ہے۔ (حاشیہ صلوٰۃ الرسول: ص ۲۸۷)

شفیق الرحمن غیر مقلد نے لکھا ہے کہ:

غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے پر نجاشی کے قصے سے دلیل لی جاتی ہے یہ قصہ، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے، مگر اس سے غائبانہ نماز جنازہ پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ (نماز نبوی: ص ۲۹۶)

عبدالرؤف سندھو غیر مقلد نے لکھا ہے:

حاصل کلام یہی دو واقعات ہیں جن سے اس مسئلہ کے لئے استدلال کیا جاتا ہے جن میں معاویہ بن معاویہ والا قصہ تو ویسے ہی ثابت نہیں، اگر یہ صحیح ثابت بھی ہو تب بھی اس سے دلیل لینا صحیح نہیں جیسا کہ اوپر تفصیل سے ذکر ہوا ہے۔ رہا نجاشی والا قصہ تو اس کے بارے میں امام حطابی نے جو تفصیل ذکر کی ہے وہی قوی ہے، کیونکہ اگر یہ غائب میت کی نماز غائبانہ مشروع ہوتی تو نبی ﷺ نجاشی کے علاوہ کم از کم کسی ایک کی تو غائبانہ نماز جنازہ ادا کرتے جب کہ آپ ﷺ سے ایسا قطعاً ثابت نہیں۔ حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ اگر میت غائب پر نماز جنازہ ہوتی تو نبی ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کرتے۔ شرق و غرب میں مسلمان، خلفائے اربعہ اور دیگر لوگوں کی بھی یہ نماز پڑھتے، لیکن ایسا کرنا کسی بھی منقول نہیں۔ (القول المقبول: ص ۷۱)

{ مردوں اور عورتوں کا ایک ساتھ جنازہ پڑھا جائے تو عورتوں کو قبلہ کی جانب رکھا جائے }

۴۴۰. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ يُصَلَّى عَلَيْهِمْ يُوَضَّعُ الرِّجَالُ مَعَ ابْنِ الْإِمَامَةِ وَالنِّسَاءُ مَعَ ابْنِ الْقَبِيلَةِ لِأَنَّ الرِّجَالَ هُمْ يَلُونُ الْإِمَامَةَ فِي الْحَيَاةِ فَكَذَلِكَ هُمْ فِي الْمَوْتِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جنازے مردوں اور عورتوں (دونوں) کے ہوں تو مردوں کے جنازے امام کے قریب رکھے جائیں گے اور عورتیں کے (اُن سے آگے) قبلہ کی جہت میں۔

کیونکہ جس طرح مرد زندگی میں (نمازوں میں) امام کے قریب ہوتے ہیں اسی طرح موت کے بعد بھی امام کے قریب رکھے جائیں گے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۲۴۶، جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۵۶ ح ۷۹۴، مصنف عبدالرزاق: ۶۳۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۶۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۴۴۱۔ یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن ابی اسحاق عن عامر عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انہ صلی علی زید بن عمر و ام کلثوم فجعل زیداً مٹاً یلی الإمام و ام کلثوم مٹاً یلی القبلة۔

امام عامر شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے زید بن عمرؓ اور ام کلثومؓ (بنت علیؓ) پر نماز جنازہ پڑھی تو زید بن عمرؓ کو کی میت کو امام کے قریب رکھا اور ام کلثومؓ (بنت علیؓ) کی میت کو (اُن سے آگے) قبلہ کی طرف رکھا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۲۴۷، جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۵۴ ح ۷۸۹، مصنف عبدالرزاق: ۶۳۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۶۸، السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۱۱۶، سنن النسائی: ۱۹۷۸، المنشی لابن الجارود: ۵۴۵، معرفة السنن والآثار للبیہقی: ۷۵۶۷، سنن ابی داود: ۳۱۹۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲ ص ۳۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

- ۱۔ امام ابواسحاق سلیمان بن ابی اسحاق فیروز الثیبانی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۲۵۲۵، تاریخ الثقات للعلی: ۶۱۲)
- ۲۔ امام ابو عمرو عامر بن شراحیل الشیبی الحمیری الکوفی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تاریخ الثقات للعلی: ۷۵۱)

فوائد و مسائل:

۱۔ ام کلثوم بنت علیؓ (جو کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے تھیں) امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔

۲۔ ام کلثوم اور ان کے صاحبزادے حضرت زید کے اس جنازے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ دیگر متعدد جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم، سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سیدنا سعید بن عاص رضی اللہ عنہ، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ وغیرہم بھی شریک تھے۔ (دیکھئے: سنن ابی داؤد: ۳۱۹۳، سنن النسائی: ۱۹۷۸، مصنف ابی شیبہ: ۱۱۵۶۸)

۳۔ معلوم ہوا کہ اگر جنازے مردوں اور عورتوں کے ہوں تو مردوں کو امام کی طرف اور عورتوں کو مردوں کے بعد رکھا جائے جائے۔

۴۔ ایک اہم بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ حضرات اہل بیت، خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آپس کے تعلقات انتہائی قربت اور اخوت کے تھے۔ بہت بڑے ظالم ہیں وہ لوگ جو ان کے مابین عداوت و مخالفت باور کراتے ہیں۔

{ میت کو قبر میں داخل کرنے کے دو طریقے صحابہ کرامؓ میں رائج تھے }

۴۴۲۔ یُؤَسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ ﷺ كَانُوا يُدْخِلُونَ مَيِّتًا بَيْنَ الْقَبْلَةِ وَمِنْ قِبَلِ الرَّجُلَيْنِ وَكُلَّ ذَلِكَ كَانُوا يُدْخِلُونَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ محمد مصلیٰ علیہ السلام کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میت کو قبلہ کی جانب سے اور قبر کی پائنتی کی طرف سے قبر میں اتارا کرتے تھے اور یہ دونوں طریقے ان میں رائج تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

میت کو قبر کی پائنتی کی طرف سے قبر میں اتارنا بھی ثابت ہے اور قبلہ کی طرف سے اتارنا بھی ثابت ہے دونوں طرح جائز ہے موقع کی مناسبت سے ان دونوں میں سے کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ قبلہ کی طرف سے اتارنے کا طریقہ یہ ہے کہ چار پائی کو قبر کی دائیں جانب اس کی چوڑائی میں رکھا جائے اور پھر میت کے پورے جسم کو ایک ساتھ قبر میں داخل کر دیا جائے۔ چنانچہ ابواسحاق (سبئی رحمہ اللہ) سے روایت ہے:

وَعَنْ أَبِي إِسْحَاقَ أَوْصَى الْحَارِثُ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ

أَدْخَلَهُ الْقَبْرَ مِنْ قِبَلِ الرَّجُلِ وَقَالَ هَذَا مِنَ السُّنَّةِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالطَّبْرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَقَالَ
إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۱۰۹۳)

کہ حارث رحمہ اللہ نے وصیت کی کہ سیدنا عبد اللہ بن یزید رضی اللہ عنہ ان کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ چنانچہ انہوں نے نماز جنازہ پڑھایا، پھر انہیں قبر کی پائنتی کی طرف سے قبر میں اتارا اور فرمایا: یہ سنت ہے۔ اسے ابوداؤد (۳۲۱۱)، طبرانی اور بیہقی (۷۰۵۲) نے وایت کیا ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا عبيد الله بن معاذ حدثنا ابی حدثنا شعبة عن ابی اسحاق قال اوصی الحارث..... الخ.
(سنن ابی داؤد: ۳۲۱۱)

اور صحیح و ثابت ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّهُ أَدْخَلَ يَزِيدَ بْنَ الْمَكْغَفِ مِنْ قِبَلِ الْقَبْلَةِ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ
حَزْمٍ فِي الْمَحَلِّ. (آثار السنن: ۱۰۹۶)

کہ انہوں نے ”یزید بن مکفف“ کو قبلہ کی جانب سے قبر میں داخل کیا۔ اسے عبدالرزاق (۶۳۷۲) اور ابوبکر بن ابی شیبہ (۱۱۶۹۰) نے روایت کیا ہے اور ابن حزم نے محلی (ج ۱ ص ۴۰۹) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

امام ابوبکر رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا حميد بن عبد الرحمن عن ابن ابی لیلی عن عمير بن سعيد ان علیا..... الخ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۹۰)

اور صحیح ہے۔ وہ طرق اخری عند عبدالرزاق وغیرہ۔

{ ابراہیم نخعی قبر پر نشانی لگانے، لحد میں پکی اینٹیں لگانے اور قبر کو گچ سے پختہ بنانے کو مکروہ سمجھتے تھے }

۲۳۳. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُجْعَلَ عَلَى الْقَبْرِ
عَلَامَةٌ وَأَنْ يُوَضَعَ عَلَى اللَّحْدِ آجِرٌ وَأَنْ يُجْصَصَ الْقَبْرُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ قبر پر نشانی لگانے، لحد میں پکی اینٹیں لگانے اور قبر کو گچ سے پختہ بنانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

(۱)۔ قبر پر نشانی لگانا اور لکھنا مکروہ ہے۔ چنانچہ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے قبروں پر لکھنے سے منع کیا ہے۔ (سنن الترمذی: ۱۰۵۲، سنن النسائی: ۲۰۲، المستدرک علی الصحیحین: ۱۳۶۹) نیز امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ ہم اس کے قائل نہیں کہ قبر سے نکلی ہوئی مٹی سے زیادہ مٹی قبر پر ڈالی جائے اور اس پر گچ لگانے یا مٹی سے لپٹنے کو مکروہ سمجھتے ہیں اسی طرح وہاں پر مسجد بنانے یا نشانی لگانے یا اس پر پتھر کو مکروہ سمجھتے ہیں، پکی اینٹوں سے اس کی تعمیر مکروہ ہے یا یہ کہ پکی اینٹوں کو قبر میں داخل کیا جائے البتہ قبر پر پانی چھڑکنے میں کوئی حرج نہیں۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ج ۱ ص ۱۸۷ باب تسنیم القبور و تجصیصہا)

(۲)۔ لحد میں پکی اینٹیں اور لکڑیاں وغیرہ لگانا مکروہ ہے کیونکہ عموماً یہ دونوں چیزیں عمارت کو پختہ اور مضبوط کرنے کے لیے لگائی جاتی ہیں جب کا قبر بوسیدہ ہونے اور گلنے کی جگہ ہے، لہذا اس میں پختہ اینٹ اور لکڑی وغیرہ لگانا یہ موضوع قبر کے خلاف ہوگا۔ البتہ لحد میں کچی اینٹیں، اور بانس لگانا مستحب ہے کیونکہ بانس بھی جلدی سڑگل جاتا ہے اور یہی قبر کا موضوع بھی ہے اس لیے بانس کا استعمال مستحب ہے۔ چنانچہ امام عمرو بن شراحیل رحمہ اللہ نے فرمایا:

کہ (میرے مرنے کے بعد) میری لحد میں بانس کا گٹھا لگانا کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ مہاجرین (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) دوسری چیزوں سے زیادہ اس کو پسند کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۲۴)

(۳)۔ قبر کو گچ وغیرہ سے پختہ بنانا بھی شریعت اسلامیہ میں منع ہے۔ چنانچہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کی ممانعت فرمائی ہے کہ قبر کو گچ سے پختہ کیا جائے یا اس پر عمارت بنائی جائے یا اس پر بیٹھا جائے۔ اسے مسلم (۹۷۰) نے روایت کیا ہے۔

قبر کے بارے میں شریعت کا اصولی نقطہ نظر یہ ہے کہ ایک طرف تو میت کے تعلق سے اس کا احترام کیا جائے کسی قسم کی بے حرمتی نہ کی جائے۔ اسی بناء پر اس حدیث میں فرمایا گیا ہے، کہ کوئی اس پر بیٹھے نہیں، یہ اس کے احترام کے خلاف ہوگا۔ اور دوسری طرف یہ کہ وہ دیکھنے میں ایسی سادہ ہو کہ اس کو دیکھ کر دنیا کی بے ثباتی کا احساس اور آخرت کی یاد اور فکر دل میں پیدا ہو، اسی واسطے اس کو گچ وغیرہ سے پختہ اور شاندار بنانے کی اور اس کے اوپر بطور یادگار وغیرہ کے عمارت کھڑی کرنے کی بھی ممانعت فرمائی گئی ہے۔

دوسری حکمت اس حکم میں یہ بھی ہے کہ قبر جب بالکل سادہ اور کچی ہوگی اور اس پر کوئی شاندار عمارت بھی نہ کھڑی ہوگی تو شرک پسند طبیعتیں اس کو پرستش گاہ بھی نہ بنائیں گی۔ جن صحابہ رضی اللہ عنہم یا تابعین یا اولیاء امت رحمہم اللہ کی قبریں شریعت کے اس حکم کے مطابق بالکل سادہ اور کچی ہیں وہاں کوئی خرافات نہیں ہوتی، اور جن بزرگوں کے مزارات پر شاندار مقبرے بنے ہوئے ہیں۔ وہاں جو کچھ ہو رہا ہے آنکھوں کے سامنے ہے، اور اس کی وجہ سے سب سے زیادہ تکلیف ان بزرگوں

پاک روحوں کو ہی ہو رہی ہے۔

قبروں پر چادریں ڈالنے اور پھول وغیرہ چڑھانے کا مسئلہ:

بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے فرمایا، بلاشبہ ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور انہیں کسی بڑے معاملہ میں عذاب نہیں دیا جا رہا۔ ان میں سے ایک تو وہ پیشاب نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری بکرتا تھا، پھر آپ ﷺ نے ایک ہری ٹہنی لے کر اسے توڑ کر آدھا آدھا کر دیا اور ہر قبر میں ایک ایک گاڑ دی، صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: شاید کہ ان سے تخفیف ہو جائے۔ جب تک کہ یہ خشک نہ ہو جائیں۔

اس حدیث کے آخر میں جو ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے ایک ہری ٹہنی لے کر اسے توڑ کر آدھا آدھا کر دیا اور ہر قبر میں ایک ایک گاڑ دی، سے اہل بدعات بزرگان دین کی قبروں اور مزارات پر چادریں ڈالنے اور پھول وغیرہ چڑھانے کا جواز نکالا کرتے ہیں۔ امام اہلسنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ اہل بدعت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

جناب نبی کریم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) و تابعین اور خیر القرون سے اس کا ہرگز کوئی ثبوت نہیں کہ حضرات اولیاء کرام (رحمہم اللہ) کی قبروں پر چادریں ڈالی گئی ہوں یا ان پر پھول وغیرہ چڑھائے گئے ہوں۔ حضرات اولیاء کرام (رحمہم اللہ) کی قبریں بھی ہوتی تھیں، پھول اور چادریں بھی ہوتی تھیں، اور ڈالنے والے بھی ہوتے تھے، ان میں عشق و محبت کا اعلیٰ جذبہ بھی تھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ انہوں نے نہ تو پھول چڑھائے اور نہ چادریں ڈالیں، اور آج یہ کام جائز ہو گئے اور کار ثواب بھی، اور اہل سنت کی علامت کی علامت بھی قرار پائی اور شعار بھی۔ باقی مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی اور مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ اہل بدعت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جس روایت سے استدلال کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دو قبروں پر کھجور کی ٹہنیاں گاڑ دی تھیں۔ ایک شخص پیشاب کی چھینٹوں سے اجتناب نہیں کیا کرتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔ اور آپ نے فرمایا کہ جب تک یہ ٹہنیاں تر رہیں گی، شاید ان سے سزا میں تخفیف ہو جائے۔ (متفق علیہ) تو اس سے استدلال ہرگز صحیح نہیں ہے۔

اولا۔۔۔ اس لئے کہ تخفیف عذاب کا سبب آنحضرت ﷺ کی شفاعت تھی۔ ٹہنیاں تو صرف اس کی علامت اور نشانی مقرر ہوئی تھی، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:

”الی مررت بقبرین یعذبان فاحببت بشفاعتی ان یرفعہ ذلک عنہما مادام الغصنان رطبین۔“

میں دو قبروں کے پاس سے گزرا، ان میں دونوں مردوں کو عذاب ہو رہا تھا۔ میں نے اپنی شفاعت کے ذریعہ یہ پسند

کیا کہ جب تک یہ ٹہنیاں تر رہیں، ان دونوں سے عذاب کی کمی ہو۔ (صحیح مسلم: ج ۲ ص ۴۱۸)

اگرچہ اپنی جگہ قراءت قرآن کریم، تسبیحات اور ٹہنیاں (سبز و خشک) بھی تخفیف عذاب کا سبب ہیں مگر اصل واقعہ میں

تخفیف عذاب کا اصل سبب آنحضرت ﷺ کی شفاعت تھی۔ ٹہنیاں تو صرف اس کی علامت قرار دی گئی تھیں (بدعتی۔ ن) مفتی احمد یار خان صاحب کی غلطی ہے کہ انہوں نے یہ لکھا ہے کہ:

”عذاب قبر کی کمی سبب کی تسبیح کی برکت سے ہے نہ کہ محض حضور علیہ السلام کی دعا سے۔ اگر محض دعا سے کمی ہوتی تو حدیث میں خشک ہونے کی کیوں قید لگائی جاتی۔ لہذا اگر ہم بھی آج پھول وغیرہ رکھیں تو بھی انشاء اللہ میت کو فائدہ ہوگا۔“ (جاء الحق: ص ۲۴۸)

مفتی صاحب! اگر ٹہنیوں کی تسبیح کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہوئی تو سب کی قید کیوں لگائی؟ قرآن کریم سے ثابت ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے خشک ہو یا تر۔ وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولكن لا تفقہون تسبیحہم۔ ثانیاً۔۔۔۔۔ یہ ٹہنیاں عام درختوں سے نہ کاٹی گئی تھیں بلکہ مسلم (ج ۱ ص ۴۱۸) کی روایت میں اس کی تصریح ہے کہ یہ ان دو درختوں کی ٹہنیاں تھیں جو بطور معجزہ آپ کے پاس چل کر آئے تھے، اور پھر اپنے مقام پر چلے گئے تھے۔

ثالثاً۔۔۔۔۔ اس روایت سے اگر ثبوت ہے بھی تو صرف تر ٹہنیوں کا، پھولوں اور چادروں کا ثبوت کہاں سے ہوا؟

رابعاً۔۔۔۔۔ اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ اصل سبب تخفیف عذاب کا ٹہنیوں کا سبز ہونا تھا، اور یہ علت پھول وغیرہ میں پائی جاتی ہے تو اس سے صرف یہ ثابت ہوگا کہ گناہ گاروں اور فاسقوں کی قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنے چاہئیں۔ حضرات اولیاء کرام (رحمہم اللہ) کی قبروں پر اس کا ثبوت کیسے ہوا؟ کیونکہ آپ نے گناہ گاروں کی قبروں پر ٹہنیاں رکھی تھیں نہ کہ حضرات اولیاء کرام (رحمہم اللہ) کی قبروں پر۔ (ملاحظہ ہو عمدۃ القاری: ج ۱ ص ۸۷۷)

خامساً۔۔۔۔۔ آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خیر القرون سے ہرگز اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ انہوں نے کسی ولی اور بزرگ کی قبر پر سبز ٹہنی رکھی ہو اور پھول ڈالے ہوں۔ رہی حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ کی وصیت کہ میری قبر پر تر ٹہنی رکھ دینا۔ (بخاری: ج ۱ ص ۱۸۱) جو حضرات وضع الجریۃ تین کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ انہوں نے انکساری سے اپنے کو گناہ گار سمجھ کر یہ وصیت کی ہو۔ اور سوال یہ ہے کہ کیا خیر القرون میں کسی نے کسی کو ولی اور بزرگ سمجھ کر اس کی قبر پر ٹہنیاں رکھی ہیں؟ اور کیا ان سے چادریں ڈالنے کا ثبوت ہے؟ اسی جزو میں اختلاف ہے اور بس۔

سخن شناس نہ دلبر اخطا اینجا است

(بدعتی۔ ن) مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

مولوی اشرف علی صاحب نے اصلاح الرسوم میں لکھا، کہ پھول وغیرہ فاسقوں، فاجروں کی قبروں پر ڈالنا چاہیے نہ کہ قبور اولیاء پر۔ ان کے مزارات میں عذاب ہے ہی نہیں جس سے پھول وغیرہ سے تخفیف کی جائے۔ مگر خیال رہے کہ جو اعمال گناہ گار کیلئے دفع مصیبت کرتے ہیں وہ صالحین کیلئے بلندی درجات کا فائدہ دیتے ہیں۔

(جاء الحق: ص ۲۸۴)

(بدعتی۔ ن) مفتی صاحب کو یہ نسخہ تو بہت ہی اکسیر ہاتھ آیا ہے، مگر اس پر مطلقاً غور نہ کیا کہ یہ مسئلہ جناب نبی کریم ﷺ اور حضرات صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو بھی معلوم تھا۔ پھر انہوں نے صالحین کی قبروں پر پھول کیوں نہ ڈالے؟ اور صالحین کو رفع درجات کے فائدہ سے کیوں محروم رکھا؟

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے؟

اسی طرح (بدعتی۔ ن) مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ قیاس بھی مردود اور باطل ہے کہ:

ایک تر پھول میں زندگی ہے۔ اس لیے وہ تسبیح و تہلیل کرتا ہے جس سے میت کو ثواب پہنچتا ہے یا اس کے عذاب میں کمی ہوتی ہے، زائرین کو خوشبو حاصل ہوتی ہے۔ لہذا ہر مسلمان کی قبر پر ڈالنا جائز ہے۔ (جاء الحق: ۲۸۳ جلفظہ)

فی الجملہ ادراک و شعور اور تسبیح و تہلیل تو ہر ایک چیز سے شرعاً ثابت ہے اور قرآن کریم اس پر ناطق ہے پھر خشک و تر کا فرق کیوں؟ علاوہ بریں یہ مسئلہ آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو بھی معلوم تھا مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ مزید برآں چادروں میں کوئی تری، سبزی اور زندگی ہے جو اس حدیث سے وہ بھی قبروں پر ڈالنی جائز ہو گئیں؟ باقی کسی غیر معصوم اور غیر مجتہد کی بات حجت نہیں ہے۔ رہا امام شامی رحمہ اللہ وغیرہ کا یہ قول کہ قبور پر ستور درست ہیں کیونکہ اس میں صاحب قبر کی تعظیم ہے وغیرہ وغیرہ، تو قابل التفات نہیں ہے اس لئے کہ یہ غیر مجتہد کا قول ہونے کے علاوہ بلا دلیل بھی ہے۔ اور قبر اور تعظیم قبر کوئی نیا واقعہ نہیں کہ ہم اس میں متاخرین کے قیاس کو بھی تسلیم کر لیں۔ آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) اور تابعین و تبع تابعین (رحمہم اللہ) کے زمانہ میں قبریں بھی ہوتی تھیں مگر چادروں کا کوئی دستور نہ تھا اور اسی پر ان کا عمل اور اتفاق رہا ہے (یہ الگ بات ہے کہ (بدعتی۔ ن) مفتی احمد یار خان صاحب نے اپنی جہالت کا یوں ثبوت دیا ہے، ان کے قبور پر سبزہ یا پھول ڈالنا بالاتفاق جائز ہے۔ جاء الحق: ۳۰۴۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ)۔ لہذا ہمیں مصنوعی تعظیم اور احترام کی ضرورت نہیں ہے۔ جو انہوں نے کیا سو ہمیں بھی کرنا چاہیے۔

رہا (بدعتی۔ ن) مفتی احمد یار خان صاحب کا یہ قیاس کہ:

”چادر کی اصل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے روضہ پاک پر غلاف سبز ریشمی چڑھا ہوا ہے جو کہ نہایت قیمتی ہے۔ آج

تک کسی نے اس کو منع نہ کیا۔ مقام ابراہیم یعنی وہ پتھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت خلیل علیہ السلام نے کعبہ معظمہ

بنایا، اس پر بھی غلاف چڑھا ہوا ہے۔ (جلفظہ جاء الحق: ۲۸۵)

تو یہ قیاس مع الفارق ہے جو مسوع نہیں ہے۔ اس لئے کہ کعبہ کا غلاف تو آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں چڑھتا

تھا، اور اس میں آپ نے تغیر نہیں کیا۔ لہذا وہ عین سنت ہے (دیکھئے بخاری: ج ۲ ص ۶۱۳ وغیرہ)۔ اسی طرح مقام ابراہیم علیہ

اسلام کا غلاف بھی اگر ثابت ہو تو بظاہر خیر القرون کا ہوگا، ان پر قبور کے غلاف کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ بحمد اللہ راقم

اشیم (یعنی امام السنن شیخ محمد سرفراز خان صفر رحمہ اللہ۔ ن) دو مرتبہ حج کے شرف سے مشرف ہوا ہے لیکن مقام ابراہیم پر کوئی

غلاف نہیں دیکھا۔ اس وقت یہ مبارک پتھر ایک دبیز شیشے کے مینار میں رکھا ہوا۔ باقی آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک کا غلاف، تو اگر یہ کسی معتبر دلیل سے ثابت ہو تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے غسل، دفن اور قبر وغیرہ کے متعلق چند اور خصوصیات بھی تھیں۔ ممکن ہے یہ بھی ان ہی میں سے ہو۔ لہذا اس پر عام قبروں کو قیاس کرنا باطل ہے۔ اور پہلے حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ سے اور بقول مفتی احمد یار خان صاحب، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ سے یہ نقل کیا جا چکا ہے کہ (عام) قبر کو ملبوس کرنا یعنی اس پر چادریں وغیرہ ڈالنا بدعت شنیعہ ہے۔ لہذا عام حکم یہی ہے۔

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

اولیاء اللہ اور ان کے مزارات شعائر اللہ ہیں اور شعائر اللہ یعنی اللہ کے دین کی نشانیوں کی تعظیم کرنے کا قرآنی حکم ہے۔ ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب۔ اس تعظیم میں کوئی قید نہیں۔ ہر ملکہ ہر رے، جس ملک اور جس زمانہ میں جو بھی جائز تعظیم مروج ہے وہ کرنا جائز ہے۔ ان کی قبروں پر پھول ڈالنا، چادریں چڑھانا، چراغاں کرنا، سب میں ان کی تعظیم ہے لہذا جائز ہے۔ (جاء الحق: ۲۸۳)

داد دیجئے! مفتی صاحب کی اس تحقیق کی کہ حضرات اولیاء اللہ کے مزارات بھی شعائر اللہ میں داخل ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے تو معظم شعائر اللہ تو چار بتائے ہیں۔ قرآن، کعبہ، نبی اور نماز (حجۃ اللہ: ج ۱ ص ۷۰)۔ وہاں قیود کا ذکر نہیں ہے، اور کسی امام سے بھی قبور کا شعائر اللہ ہونا منقول نہیں۔

مگر مفتی صاحب کی تحقیق سے مزارات بھی شعائر اللہ ٹھہرے۔ علماء عقائد نے صراحت سے لکھا ہے کہ جس کے خاتمہ بالخیر ہونے کی خبر اللہ تعالیٰ نے اور جناب نبی کریم ﷺ نے نہ دی ہو، ہم صرف اس کے متعلق حسن ظن ہی رکھ سکتے ہیں، قطعیت سے کچھ نہیں کہہ سکتے، تو یقین کے ساتھ کسی کو ولی کیسے کہہ سکتے ہیں؟ اور پھر ان کی قبر کو شعائر اللہ کیسے بنایا جاسکتا ہے؟

اور پھر مفتی صاحب کے نزدیک ان شعائر اللہ کی تعظیم یوں ہے کہ ان کی قبروں پر پھول ڈالنا، چادریں چڑھانا اور چراغاں کرنا۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کسی نیک کی قبر پر شاخیں نہیں رکھیں۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہی الگ ہے، بلکہ گناہ گار کی قبر پر رکھی تھیں۔ یہ عجیب شعائر اللہ اور نرالے ولی ہوئے کہ ہم پہلے ان کو گناہ گار تصور کریں اور پھر ان کی قبروں پر پھول وغیرہ چڑھائیں! (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اور کیا شعائر اللہ کی تعظیم چراغاں جیسے کام سے ہوگی، جس پر سردار دو جہاں ﷺ نے لعنت بھیجی ہے۔ سبحان اللہ تعالیٰ! عجیب محکمہ افتاء مفتی احمد یار خان صاحب کے ہاتھ آیا ہے اور پھر یہ سب کچھ ان کے نزدیک قرآن کریم کی مذکورہ آیت سے ثابت ہے معاذ اللہ تعالیٰ ثم معاذ اللہ تعالیٰ۔ نہ تعظیم کا یہ پہلو اس آیت سے جناب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہو سکا اور نہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو۔ اگر معلوم ہوتا تو قبر پر چراغاں کرنے پر آپ لعنت نہ کرتے اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وغیرہ اس کے خلاف وصیت نہ کرتے۔ مگر کیا کیا جائے، اہل بدعت کا باوا آدم ہی نرالا ہے ان کے نزدیک ہر ممنوع چیز مستحب

اور کار ثواب ہے۔ (ماخوذ از راہ سنت: ص ۱۹۷ تا ۲۰۲)

{ پہلے زمانے میں اہل مدینہ میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں داخل کیا کرتے تھے }

۴۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ كَانَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ يُدْخِلُونَ مِنْ قِبَلِ الْقَبْلَةِ فِي الزَّمَانِ الْأَوَّلِ فَأُحْدِثُوا السَّلَّ لِضَعْفِ أَرْضِهِمْ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: پہلے زمانے میں اہل مدینہ میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں داخل کیا کرتے تھے، جب ان کی نرم زمین اس طرح دفن کرنے پر برداشت نہ کر سکی تو انہوں نے پائنتی کی طرف سے داخل کرنے کا طریقہ ایجاد کیا۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

میت کو قبر کی پائنتی کی طرف سے قبر میں اتارنا بھی ثابت ہے اور قبلہ کی طرف سے اتارنا بھی ثابت ہے دونوں طرح جائز ہے موقع کی مناسبت سے ان دونوں میں سے کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ قبلہ کی طرف سے اتارنے کا طریقہ یہ ہے کہ چار پائی کو قبر کی دائیں جانب اس کی چوڑائی میں رکھا جائے اور پھر میت کے پورے جسم کو ایک ساتھ قبر میں داخل کر دیا جائے۔ چنانچہ ابواسحاق (سہمی رحمہ اللہ) سے روایت ہے:

وَعَنْ أَبِي إِسْحَاقَ أَوْصَى الْحَارِثُ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ أَدْخَلَهُ الْقَبْرَ مِنْ قِبَلِ الرِّجْلِ وَقَالَ هَذَا مِنَ السُّنَّةِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالطَّبْرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ وَقَالَ إِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۱۰۴)

کہ حارث رحمہ اللہ نے وصیت کی کہ سیدنا عبد اللہ بن یزید رضی اللہ عنہ ان کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ چنانچہ انہوں نے نماز جنازہ پڑھایا، پھر انہیں قبر کی پائنتی کی طرف سے قبر میں اتارا اور فرمایا: یہ سنت ہے۔ اسے ابوداؤد (۳۲۱۱)، طبرانی اور بیہقی (۷۰۵۲) نے دایت کیا ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ أَوْصَى الْحَارِثُ..... الخ.

(سنن ابی داؤد: ۴۲۱۱)

اور صحیح و ثابت ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّهُ أَذْخَلَ يَزِيدَ بْنَ الْمُكَفَّفِ مِنْ قَبْلِ الْقَبْلَةِ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حَزْمٍ فِي الْمَحَلِّ. (آثار السنن: ۱۰۹۶)

کہ انہوں نے ”یزید بن مکفف“ کو قبلہ کی جانب سے قبر میں داخل کیا۔ اسے عبدالرزاق (۶۳۷۲) اور ابوبکر بن ابی شیبہ (۱۱۶۹۰) نے روایت کیا ہے اور ابن حزم نے محلی (ج ۱ ص ۴۰۹) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔
امام ابوبکر رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا حميد بن عبد الرحمن عن ابن أبي ليلى عن عمير بن سعيدان علياً..... الخ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۶۹۰)

اور صحیح ہے۔ وہ طرق اخری عند عبدالرزاق وغیرہ۔

{ ابن مسعودؓ نے فرمایا میں کسی انگارے پر چلوں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں کسی قبر

پر قصد اچلوں }

۴۳۵. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ
لَأَنْ أَطَأَ عَلَى جَمْرَةٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَطَأَ عَلَى قَبْرِ مُتَعَبِّدٍ.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں کسی انگارے پر چلوں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں کسی قبر پر قصد اچلوں۔

ترج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۵۹، مصنف عبدالرزاق: ۶۵۱۲، ۶۵۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۷۷۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۹۶۶، ۹۶۰۵۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصلہ ابن ابی شیبہ والطبرانی وعبدالرزاق)

{ مرد اور عورت کو ایک ہی لحد میں دفنانے کا طریقہ }

۴۳۶. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا جُعِلَتِ الْمَرْأَةُ وَالرَّجُلُ فِي

لَحْدٍ وَاحِدٍ فَاجْعَلِ الرَّجُلَ مِمَّا يَلِي الْقَبْلَةَ وَالْمَرْأَةَ خَلْفَهُ وَاجْعَلْ بَيْنَهُمَا حَاجِزًا مِّنَ الصَّعِيدِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: اگر مرد اور عورت کو ایک ہی لحد میں دفن کیا جائے تو پھر مرد کو قبلہ کی طرف رکھو اور عورت کو اس کے پیچھے۔ اور ان دونوں کے درمیان مٹی سے رکاوٹ بنا دو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مصنف ابن ابی شیبہ (۱۱۸۹۲) میں باسند مروی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب مردوں اور عورتوں کا اکٹھا جنازہ پڑھاتے تو مردوں کو امام کی طرف (قریب) رکھتے اور عورتوں کو قبلہ کے قریب رکھتے اور جب ان دفن کرتے تو پہلے مردوں کو رکھتے پھر عورتوں کو۔

{ قبر کو اتنا اونچا کرنا مستحب سمجھا تھا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ قبر ہے تاکہ اسے روندانہ جائے }

۲۲۶. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ كَانَ يُسْتَعَبُّ أَنْ يُرْفَعَ الْقَبْرُ عَلَى الْأَرْضِ حَتَّى يُعْرَفَ أَنَّهُ قَبْرٌ لِكَيْلَا يُوْطَأَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: قبر کو اتنا اونچا کرنا مستحب سمجھا تھا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ قبر ہے تاکہ اسے روندانہ جائے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۲۵۷ باب تسنیم القبور و تجصیصہا، جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۵۷۷ ح ۹۹۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{ اسلام میں میت کے لیے چار پائی کا طریقہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے ایجاد کیا تھا }

۲۲۸. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَوَّلُ نَعِيشٍ جُعِلَ فِي الْإِسْلَامِ جَعَلَتْهُ أَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَلَبِثَ الشَّرِيْرُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: اسلام میں (میت کے لیے) سب سے پہلا تابوت (چارپائی) جو بنایا گیا اسے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے بنایا تھا (یعنی اسلام میں میت کے لیے چارپائی کا طریقہ سب سے پہلے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے شروع کیا تھا)۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طریق اخری عند عبدالرزاق : ۶۲۳۲ و ابن ابی شیبہ : ۲۵۷۸۵)

{امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ جنازہ کے آگے آگے چلا کرتے تھے}

۴۳۹. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يَمْشِي أَمَامَ الْجَنَازَةِ وَيَقْعُدُ حَيْثُ يَرَاهَا يَسْتَرْجِعُ حَتَّى تَلْحَقَهُ وَقَالَ إِنِّي أَكْرَهُ أَنْ آتِيَ الْقَبْرَ قَبْلَهَا ثُمَّ أَقْعُدَ عِنْدَهُ كَأَنِّي لَسْتُ مَعَهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ جنازہ کے آگے چلتے اور جہاں سے اسے دیکھ سکتے وہاں بیٹھ کر سکون کرتے یہاں تک کہ جنازہ ان کے پاس آ جاتا۔ اور انہوں نے فرمایا کہ میں اس بات کو مکروہ سمجھتا ہوں کہ میں جنازہ سے پہلے ہی قبر پر آ جاؤں اور پھر قبر کے پاس بیٹھ جاؤں گویا کہ میں جنازے کے ساتھ ہی نہیں۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اگر جنازہ کے قریب ہو تو اس سے آگے بڑھنا جائز ہے البتہ اس کے پیچھے چلنا افضل ہے یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۴۵) چنانچہ سیدنا عبدالرحمن بن ابی ریحی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

كُنْتُ فِي جَنَازَةٍ وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَمْشِيَانِ أَمَامَهَا وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَمْشِي خَلْفَهَا فَقُلْتُ لِعَلِيٍّ أَرَأَيْكَ تَمْشِي خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَهَذَانِ يَمْشِيَانِ أَمَامَهَا فَقَالَ عَلِيٌّ لَقَدْ عَلِمَا أَنَّ فَضْلَ الْمَشِيِّ خَلْفَهَا عَلَى الْمَشِيِّ أَمَامَهَا كَفَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ عَلَى الْفَذْلِ لِكِنَّهُمَا أَحَبَّأَنَّ يُسِيرَا عَلَى النَّاسِ. رَوَاهُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَالطَّحَاوِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۱۰۸۵)

کہ میں ایک جنازہ میں تھا اور سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اس کے آگے جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے چل رہے تھے تو میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا: میں آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ جنازہ کے پیچھے چل رہے ہیں اور یہ دونوں اس کے آگے چل رہے ہیں؟ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بلاشبہ ان دونوں حضرات کو معلوم ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلنے کی فضیلت اس کے آگے چلنے پر ایسی ہی ہے جیسی باجماعت نماز کی فضیلت اکیلے کی نماز پر

لیکن ان دونوں حضرات نے پسند کیا کہ لوگوں کے لیے آسانی پیدا کریں (کیونکہ اگر یہ دونوں حضرات جنازے کے پیچھے چلتے تو جنازہ لے جانے والے نگلی میں پڑ جاتے ان کے ادب و احترام میں)۔ اسے عبدالرزاق (۶۲۶۳) اور طحاوی (۲۷۶۲) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

عن الثوري عن عروة بن الحارث عن زائدة بن اوس الكندي عن سعيد بن عبد الرحمن بن ابی

عن ابیه قال كنت فی..... الخ. (مصنف عبدالرزاق: ۶۲۶۳)

اور صحیح ہے۔ ولہ طرق اخرى عند الطحاوی وغیره۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ افضل یہی ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلا جائے البتہ آگے چلنا بھی جائز ہے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فعل جواز کی دلیل ہے۔

{ جب جنازہ زمین پر رکھ دیا جائے تو بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں }

۴۴۰. یوسف عن ابیه عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم قال اذا وضعت الجنازة عن عواتق الرجال فاقعد ثم قال ارايت لو انتهيت الى القبر ولم يلحد اكننت تقوم حتى يفرغوا؟

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب جنازہ لوگوں کے کندھوں سے اتار لیا جائے تو بیٹھ جاؤ اور پھر کہا کہ بتلاؤ اگر تم قبر تک پہنچ گئے ہو اور ابھی لحد تیار نہیں ہوئی تو کیا تم لحد کے تیار ہونے تک کھڑے رہو گے؟

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۵۳ باب المشی مع الجنازة، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳ ص ۲۱۸ باب من کرہ القيام علی القبر حتی یدفن۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک جنازہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے جب ہم قبر پر پہنچے تو ابھی لحد تیار نہ ہوئی تھی، لہذا رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے گرد بیٹھ گئے۔ (سنن ابی

داود: ۴۵۳) اور سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب جنازہ کے ساتھ چلو تو اس وقت تک نہ بیٹھو جب تک کہ جنازہ زمین پر نہ رکھ دیا جائے۔ (سنن ابی داود: ۳۱۷۳)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ جنازہ کے ساتھ ہوں ان کو جنازہ زمین پر رکھے جانے سے پہلے نہیں بیٹھنا چاہیے البتہ زمین پر رکھے جانے کے بعد بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔

{ سیدنا معز بن مالک کو رجم کیا گیا، ان کو کفن دیا گیا، جنازہ بھی پڑھا گیا }

۴۴۱. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ أَكَاهُ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ فَقَالَ إِنَّ الْآخَرَ قَدْ زَنَى فَرَدَّاهُ ثُمَّ أَكَاهُ فَرَدَّاهُ ثُمَّ أَكَاهُ فَرَدَّاهُ ثُمَّ أَكَاهُ الرَّابِعَةَ فَسَأَلَ عَنْهُ قَوْمُهُ هَلْ تُنْكِرُونَ مِنْ عَقْلِهِ شَيْئًا قَالُوا لَا قَالَ فَأَمَرَهُ فَرَجَمَ فَأُتِيَ بِهِ أَرْضًا قَلِيلَةً الْحِجَارَةِ فَلَمَّا أَبْطَأَ عَلَيْهِ الْمَوْتُ انْطَلَقَ يَسْعَى إِلَى أَرْضٍ كَثِيرَةِ الْحِجَارَةِ وَتَبِعَهُ النَّاسُ حَتَّى قَتَلُوهُ فَلَمَّا أُخْبِرَ النَّبِيُّ ﷺ بِذَلِكَ قَالَ فَهَلَّا خَلَيْتُمْ سَبِيلَهُ قَالَ وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ هَلَكَ مَاعِزٌ وَأَهْلَكَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّا لَنَرَجُو أَنْ يَكُونَ تَوْبَتُهُ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا فَنَامَ النَّاسُ لَقَبِلَ مِنْهُمْ فَطَمَعَ قَوْمُهُ فِي جَسَدِهِ فَكَلَّمُوا النَّبِيَّ ﷺ فِيهِ فَقَالَ افْعَلُوا بِهِ كَمَا تَفْعَلُونَ بِمَوْتَاكُمْ مِنَ الْكَفَنِ وَالصَّلَاةِ عَلَيْهِ.

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا معز بن مالک رضی اللہ عنہ نبی مکرم ﷺ کی خدمت حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ بھلائی سے پیچھے رہ جانے والے سے بدکاری کا گناہ سرزد ہوا ہے (اس لیے اس پر حد جاری کر دیجئے، نبی مکرم ﷺ نے انہیں واپس بھیج دیا، وہ دوسری مرتبہ آئے اور آ کر پھر اسی عرض کیا نبی مکرم ﷺ نے انہیں پھر واپس بھیج دیا، وہ تیسری مرتبہ پھر آئے اور اسی طرح عرض کیا نبی مکرم ﷺ نے انہیں پھر واپس بھیج دیا، وہ چوتھی مرتبہ آئے تو نبی مکرم ﷺ نے ان کی قوم کے لوگوں سے پوچھا کہ تم اس کی عقل میں کچھ کی محسوس کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا نہیں! راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ ﷺ کے حکم دینے پر انہیں کم پتھروں والی جگہ پر لے جا کر پتھروں کے ساتھ رجم کر دیا گیا۔ رجم کرنے کے دوران جب ان کی روح نکلنے میں تاخیر ہونے لگی تو وہ ایسی جگہ بھاگ گئے جہاں پتھر بہت زیادہ تھے اور وہاں جا کر کھڑے ہو گئے اور لوگوں نے آ کر انہیں اتنے پتھر مارے کہ وہ شہید ہو گئے، نبی مکرم ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اس کا راستہ کیوں نہ چھوڑ دیا؟ اس پر مدینہ کے بعض لوگوں کہنے لگے کہ معز نے اپنے آپ کو خود ہلاک کر لیا اور بعض کہنے لگے کہ ہمیں امید ہے یہ اس کی توبہ ہی ہوگی۔ جب نبی مکرم ﷺ تک یہ باتیں پہنچیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی

ہے کہ اگر لوگوں کی بہت بڑی جماعتوں پر یہ تو بہ تقسیم کر دی جائے تو ان کی طرف سے قبول کر لی جائے۔ پس (نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی اطلاع جب ان کی قوم کو پہنچی تو) ان کی قوم نے ان کے لاش مبارک کے بارے میں بہت طمع کیا اور اس سلسلے میں انہوں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کی (کہ ہم ان کی لاش کا کیا کریں؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو تم اپنے فوت شدگان کے ساتھ کرتے ہو یعنی انہیں کفن بھی دو اور ان کی نماز جنازہ بھی پڑھو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۳۱۸، جامع المسانید للنخوارزمی: ج ۲ ص ۱۹۳ ح ۱۳۶۳، صحیح مسلم: ۱۶۹۵، سنن ابی داؤد: ۴۴۳۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۹۴۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۱۲۵، مستخرج ابی عوانہ: ۶۲۹۲، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۳۷

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

- ۱۔ کنوارے مرد و عورت کے لیے بدکاری کی سزا سو کوڑے مقرر کی گئی ہے اور شادی شدہ کے لیے رجم۔
- ۲۔ ابتداء اسلام میں جبکہ ان سزاؤں کا نفاذ شروع ہوا تو معاشرے سے ان گناہوں کی گندگی خود بخود دور ہونے لگی حتیٰ کہ شہادتوں اور گواہیوں کے ذریعے اس قسم کے الزامات کا سلسلہ تقریباً بند ہو گیا، اور خود اپنے اقرار و اعتراف کے ذریعے بھی جن لوگوں نے اپنی طرف اس گناہ کی نسبت کی، ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے، ان ہی میں سے ایک واقعہ سیدنا معاذ بن مالک رضی اللہ عنہ کا بھی ہے، لیکن جوں جوں عہد نبوت سے بعد ہوتا ہو گیا اور ان سزاؤں کا نفاذ پس پشت ڈالا جاتا رہا تو ان معاشرے میں بے راہ روی کے واقعات روز افزوں ہونے لگے۔
- ۳۔ ان سزاؤں میں بھی اس قدر ہمدردی کا پہلو برقرار رکھا گیا ہے کہ اگر کسی شخص پر حد جاری کی جارہی ہو اور وہ پتھروں کی بوچھاڑ سے تنگ آ کر وہاں سے بھاگ جائے تو شریعت اس بات کی ترغیب دیتی ہے کہ اس کا پیچھا چھوڑ دیا جائے، ہمدردی کے اس نوع کے بہت سے پہلو اور بھی گنوائے جاسکتے ہیں جن سے دوسرے آئین اور قانون کی کتابیں خالی ہیں۔
- ۴۔ ثبوت زنا کے لیے چار عینی گواہوں کا ہونا ضروری ہے، اقرار جرم کی صورت میں ایک مرتبہ کا اقرار ایک گواہ کے مترادف قرار دے کر اس سے چار مرتبہ اعتراف کروایا جائے گا، اگر وہ چاروں مرتبہ اعتراف کر لے تو اس پر سزا جاری کر دی جائے گی

بصورت دیگر اس کا پچھا نہیں کیا جائے گا۔

۵۔ ”ما عز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر لوگوں کی بہت بڑی جماعتوں پر یہ توبہ تقسیم کر دی جائے تو ان کی طرف سے قبول کر لی جائے۔“ اس ارشاد کے ذریعے آنحضرت ﷺ نے سیدنا ماعز رضی اللہ عنہ کی سعادت اور اس کی توبہ کی فضیلت کو ظاہر فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ جو اس مغفرت اور رحمت کو لازم کرتی ہے جس کا دامن مخلوق خدا کی ایک بہت بڑی جماعت پر سایہ فگن ہو سکتا ہے۔

۶۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کو پتھروں سے رجم کر کے مار دیا گیا ہو اس شخص کو کفن بھی دیا جائے گا، نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گا اور دفن بھی کیا جائے گا۔

{ قبر میں سوال و جواب اور ثواب و عذاب کا بیان }

۴۴۲۔ یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ سَعْدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ يُقَعَدُ الْمُؤْمِنُ فِي قَبْرِهِ فَيَقَالُ مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ اللَّهُ فَيَقَالُ مَا دِيْنُكَ؟ فَيَقُولُ الْإِسْلَامُ فَيَقَالُ مَنْ نَبِيِّكَ؟ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ فَيُفْسَخُ اللَّهُ فِي قَبْرِهِ وَيَرَى مَنْزِلَهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُقَعَدُ الْكَافِرُ فِي قَبْرِهِ فَيَقَالُ مَنْ رَبُّكَ؟ فَيَقُولُ: هَاهُ كَالْمُضَلِّ شَيْئًا. وَيَقَالُ مَا دِيْنُكَ؟ فَيَقُولُ هَاهُ كَالْمُضَلِّ شَيْئًا وَيَقَالُ مَنْ نَبِيِّكَ؟ فَيَقُولُ هَاهُ كَالْمُضَلِّ شَيْئًا قَالَ فَيَضِيقُ عَلَيْهِ قَبْرُهُ حَتَّى تَخْتَلِفَ أَضْلَاعُهُ فِيهِ وَيَرَى مَنْزِلَهُ فِي النَّارِ وَيُضْرَبُ ضَرْبَةً يَسْمَعُهَا مَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ وَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: (يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ) (ابراہیم: ۲۷)

سعد رحمہ اللہ نے فرمایا: مؤمن کو قبر میں (اٹھا کر) بٹھادیا جاتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے: تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔ پھر پوچھا جاتا ہے: تیرا دین کیا ہے؟ کہ تو وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ پھر پوچھا جاتا ہے: تیرا نبی کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے: محمد ﷺ۔ پس اللہ رب العزت اس کی قبر کو کشادہ فرمادیتے ہیں اور اسے جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھادیا جاتا ہے۔ اور کافر کو قبر میں (اٹھا کر) بٹھادیا جاتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے: ہاہ! ہاہ! (مجھے اس کی خبر نہیں، اس کے جواب سے ایسا محسوس ہوگا) گویا اس سے کوئی چیز گم ہوگئی ہے۔ پھر پوچھا جاتا ہے: تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے: ہاہ! ہاہ! (مجھے اس کی خبر نہیں، اس کے جواب سے ایسا محسوس ہوگا) گویا اس سے کوئی چیز گم ہوگئی ہے۔ پھر پوچھا جاتا ہے: تیرا دین کیا ہے؟ تو وہ کہتا ہے: ہاہ! ہاہ! (مجھے اس کی خبر نہیں، اس کے جواب سے ایسا محسوس ہوگا) گویا اس سے کوئی چیز گم ہوگئی ہے۔ پس اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں

اور اسے جہنم میں اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اور پھر اسے (ایک ہتھوڑے کے ساتھ) ایسی چوٹ ماری جاتی ہے جس کی آواز جنوں اور انسانوں کے علاوہ زمین پر موجود ساری مخلوق سنتی ہے۔ اللہ کے اس فرمان ہی مطلب ہے: ”جو لوگ ایمان لائے ہیں، اللہ ان کو اس مضبوط بات پر دنیا کی زندگی میں بھی جماؤ عطا کرتا ہے، اور آخرت میں بھی۔ اور ظالم لوگوں کو اللہ بھٹکا دیتا ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۳۶۹، ۴۶۹۹، صحیح مسلم: ۲۸۷۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۰۴۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۳۸۲، سنن ابن ماجہ: ۴۲۶۹، سنن ابی داود: ۴۷۵۰، مسند ابی داود الطیالسی: ۷۸۱، سنن الترمذی: ۳۱۲۰، سنن النسائی: ۲۰۵۷، صحیح ابن حبان: ۲۰۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری)

امام حارثی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند ”ابو حنیفہ عن علقمہ بن مرثد عن رجل عن سعد ابن عبادۃ قال قال رسول اللہ ﷺ“ نقل کی ہے جبکہ عامر بن فرات کے طریق سے ”ابو حنیفہ عن علقمہ عن سعد بن عبیدۃ عن رجل من اصحاب النبی ﷺ قال قال رسول اللہ ﷺ“ نقل کی ہے۔

اور امام حارثی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ درست یہی ہے کہ اس حدیث کی سند ”ابو حنیفہ عن علقمہ عن سعد

بن عبیدۃ عن رجل من اصحاب النبی ﷺ قال قال رسول اللہ ﷺ“ ہے۔ کیونکہ امام اعظم رحمہ اللہ

اور امام شعبہ رحمہ اللہ دونوں نے اسے ”عن علقمہ عن سعد ابن عبیدۃ عن البراء بن عازب عن

النبی ﷺ“ کے طریق سے روایت کیا ہے البتہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا نام ذکر

نہیں کیا اور کہا ہے کہ نبی مکرم ﷺ کے ایک صحابی سے روایت ہے اور اس صحابی سے مراد سیدنا براء بن عازب

رضی اللہ عنہ ہیں۔ (ملخصاً تعلیق کتاب الآثار: ج ۱ ص ۳۹۵)

نیز صحیح البخاری میں اس کی سند یوں ہے:

”شعبۃ قال اخبرنی علقمہ بن مرثد قال سمعت سعد بن عبیدۃ عن البراء بن عازب رضی اللہ

عنه ان رسول اللہ ﷺ..... الخ۔“ (صحیح البخاری: ۴۶۹۹)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ امام علقمہ بن مرثد رحمہ اللہ نے یہ حدیث براہ راست سعد بن عبیدہ رحمہ اللہ سے سنی ہے۔

فائدہ:

جملہ اہل سنت والجماعت اس عقیدہ پر متفق ہیں کہ قبر اور برزخ میں اہل ایمان اور اصحاب طاعات کو لذت و سرور نصیب ہوتا ہے اور کفار و منافقین اور گناہگاروں کو عذاب و تکلیف حاصل ہوتی ہے اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے، قرآن و سنت اور اجماع امت کے صریح دلائل کے پیش نظر یہ عقیدہ اتنا مضبوط ہے کہ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ عذاب قبر کے منکر کو کافر کہتے ہیں۔ (دیکھئے: خلاصۃ الفتاوی: ج ۱ ص ۱۴۹، فتح القدیر: ج ۱ ص ۴۴، رسائل بحر العلوم: ص ۲۹) تفصیل کے لیے امام السنن شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتاب "تسکین الصدور" ملاحظہ فرمائیں۔

{ پہلے قبروں کی زیارت سے منع کیا گیا تھا، پھر اجازت دے دی گئی }

۴۴۔ یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ كُنَّا نَهَيْنَاكُمْ عَنْ ثَلَاثٍ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَرُؤُوهَا فَقَدْ أُذِنَ لِمُحَمَّدٍ ﷺ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّهِ وَلَا تَقُولُوا هُجْرًا وَنَهَيْتُكُمْ أَنْ تُمَسِّكُوا الْحُومَ الْأَصَاغِي فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَأَمْسِكُوا وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّمَا نَهَيْتُكُمْ لِيَتَسَعَ بِهِ غَنِيَّتُكُمْ عَلَى فَقِيرِكُمْ وَنَهَيْتُكُمْ أَنْ تَشْرَبُوا فِي الدُّبَاءِ وَالْمُرَقَّتِ وَالْحَنْتَمِ فَاشْرَبُوا قِيَامًا لَكُمْ مِنَ الظُّرُوفِ فَإِنَّ الظُّرُوفَ لَا تُحِلُّ شَيْئًا وَلَا تُحَرِّمُهُ وَلَا تَشْرَبُوا مُسْكِرًا.

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ہم نے تمہیں تین چیزوں سے منع کیا منع تھا۔ (۱)۔ قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب کرو، محمد ﷺ کو اپنی ماں کی قرب کی زیارت کی اجازت دے دی گئی ہے لہذا اب بری بات منہ سے نہ نالو۔ (۲)۔ اور میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کیا تھا اب جب تک چاہو روک سکتے ہو اور توشہ بنا سکتے ہو کیونکہ میں نے تمہیں اس لیے منع کیا تھا کہ تاکہ تمہارے مالدار فقراء پر وسعت کریں۔ (۳)۔ اور میں نے کدو، ہز مٹکے اور زفت زردی لگے ہوئے برتن میں (نبیذ بنانے اور) پینے سے منع کیا تھا اب تم ہر برتن میں (نبیذ بنا اور) پی سکتے ہو کیونکہ برتن نہ تو کسی چیز کو حلال کرتا ہے نہ حرام۔ لیکن نشہ آور چیز نہ ہو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۹۷۷، کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۲۶۸، مصنف عبد الرزاق: ۶۷۰۸، مصنف ابن ابی عیینہ: ۱۱۸۰۳،

مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۱۹۵۸، سنن ابی داود: ۳۶۹۸، ۳۲۳۵، مسند البزار: ۴۴۳۵، سنن النسائی: ۴۰۳۲، ۴۴۲۹، ۵۶۵۲، المستفی لابن الجارود: ۸۶۳، مستخرج ابی عوانہ: ۷۸۷۹، صحیح ابن حبان: ۵۳۹۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۳۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۵۲، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۴۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۷۱۹۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

ابو الحارث علقمہ بن مرثد حضرمی کو فی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے اور سلیمان بن بریدہ بن حصیب اسلمی مروزی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۱۶۲، ۲۴۹۵) اور سیدنا بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ لہذا یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فوائد و مسائل:

۱۔ شروع شروع میں جب کہ توحید پوری طرح عام مسلمانوں کے دلوں میں راسخ نہیں ہوئی تھی اور انہیں شرک اور جاہلیت سے نکلے ہوئے تھوڑا ہی زمانہ ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر جانے سے منع فرمایا تھا، کیونکہ اس سے ان لوگوں کے شرک اور قبر پرستی میں ملوث ہو جانے کا خطرہ تھا۔ پھر جب امت کا توحیدی مزاج پختہ ہو گیا، اور ہر قسم کے جلی اور خفی شرک سے دلوں میں نفرت بھر گئی اور قبروں پر جانے کی اجازت دے دی اور دیگر روایات کے مطابق آپ ﷺ نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ یہ اجازت اس لئے دی جارہی ہے کہ وہ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاد اور فکر دلوں میں پیدا ہونے کا ذریعہ ہے۔

۲۔ اس حدیث سے شریعت کا یہ بنیادی اصول معلوم ہوا کہ اگر کسی کام میں خیر اور نفع کا پہلو ہے اور اسی کے ساتھ کسی بڑے ضرر کا بھی اندیشہ ہے تو اس اندیشہ کی وجہ سے خیر کے پہلو سے صرف نظر کر کے اس کی ممانعت کر دی جائے گی، لیکن اگر کسی وقت حالات میں ایسی تبدیلی ہو کہ ضرر کا وہ اندیشہ باقی نہ رہے تو پھر اس کی اجازت دے دی جائے گی۔

۳۔ ابتداء اسلام میں مسلمان خستہ حالت میں تھے، غربت کا دور دورہ تھا اس لئے نبی مکرم ﷺ نے مسلمانوں پر وسعت کے لئے قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ جمع رکھنے سے منع کر دیا تھا لیکن جب وسعت آگئی تو یہ حکم ختم ہو گیا، اب جب تک چاہیں رکھ کر کھا سکتے ہیں۔

۴۔ نبی مکرم ﷺ کا ابتداء میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمانا اس بات کی واضح اور صریح دلیل ہے کہ قربانی تین دن ہے۔

۵۔ شروع میں چونکہ شراب کے عادی تھے اس لئے یہ ڈر تھا کہ نشا آور اور غیر نشا آور میں فرق نہ کر سکیں اس لئے بعض ایسے برتنوں

میں نبیذ بنانے اور پینے سے منع کر دیا تھا جن میں نشہ جلد ہی پیدا ہوتا ہے لیکن جب یہ بات نہ رہی تو ہر قسم کے برتن میں نبیذ بنانے اور پینے کی اجازت دے دی البتہ نشہ آور چیز کے استعمال سے منع فرما دیا۔

۶۔ اس حدیث سے بطور قاعدہ کلیہ کے معلوم ہو گیا کہ جس چیز کے کھانے پینے سے نشہ پیدا ہو وہ شریعت اسلام میں ممنوع اور حرام ہے۔ اس سے بھنگ وغیرہ ان تمام نباتات کا حکم بھی معلوم ہو گیا جو نشہ پیدا کرتی ہیں اور نشہ کے لئے ہی استعمال کی جاتی ہیں۔



۲۴۔ بابُ الأُذعیۃِ وَالْقُرْآنِ

دعاؤں اور تلاوتِ قرآن کا بیان

{سورة اخلاص سے محبت کرنے والے شخص کے لئے اللہ رب العزت کی محبت کے اثبات کا تذکرہ}

۴۴۴. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ لَا يَقْرَأُ سُورَةً فِي مَكْتُوبَةٍ وَلَا نَافِلَةٍ إِلَّا قَرَأَ بَعْدَهَا قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ قَدْ كَرَّ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لِمَ تَفْعَلُ ذَلِكَ؟ فَقَالَ إِنِّي أُحِبُّهَا فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَبَّكَ بِحُبِّكَ إِيَّاهَا.

عون بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص (عموماً) ہر فرض اور نفل نماز میں سورۃ (فاتحہ) کے بعد سورۃ الاخلاص کی تلاوت کیا کرتا تھا، اس بات کا تذکرہ نبی مکرم ﷺ سے کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تو ایسا کیوں کرتا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ میں اس سورت کی تلاوت کرنا پسند کرتا ہوں۔ (یہ سن کر) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس سورت سے کو پسند کرنے کی وجہ سے اللہ رب العزت تجھ سے محبت کرتے ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۷۳۷۵، صحیح مسلم: ۸۱۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۶۷، عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: ۷۰۳، صحیح ابن حبان: ۷۹۳، السنن الصغیر للبیہقی: ۹۷۱، شعب الایمان للبیہقی: ۲۳۰۸، شرح السنۃ للبیہقی: ۱۲۱۰، مشکاة المصابیح: ۲۱۲۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طرقی اخری)

امام ابو عبد اللہ عون بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کوئی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۵۵۳، تاریخ الثقات للعلی: ۱۳۲۳)

فائدہ:

سورۃ اخلاص کی چار مختصر آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی توحید کو انتہائی جامع انداز میں بیان فرمایا گیا ہے۔ پہلی آیت میں ان کی تردید ہے جو ایک سے زیادہ خداؤں کے قائل ہیں۔ دوسری آیت میں ان کی تردید ہے جو اللہ تعالیٰ کو ماننے کے باوجود کسی اور کو اپنا مشکل کشا، کارساز یا حاجت روا قرار دیتے ہیں۔ تیسری آیت میں ان کی تردید ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد مانتے ہیں، اور چوتھی آیت میں ان لوگوں کا رد کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کسی بھی صفت میں کسی اور کی برابری کے قائل ہیں، مثلاً بعض مجوسیوں کا کہنا یہ تھا کہ روشنی کا خالق کوئی اور ہے، اور اندھیرے کا خالق کوئی اور، یا بھلائی پیدا کرنے والا اور ہے، اور برائی پیدا کرنے والا کوئی اور۔ اس طرح اس مختصر سورت نے شرک کی تمام صورتوں کو باطل قرار دے کر خالص توحید ثابت کی ہے۔ اسی لئے اس سورت کو سورۃ اخلاص کہا جاتا ہے، اور ایک صحیح حدیث میں اس کو قرآن کریم کا ایک تہائی حصہ قرار دیا گیا ہے، جس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ قرآن کریم نے بنیادی طور پر تین عقیدوں پر زور دیا ہے: توحید، رسالت اور آخرت۔ اور اس سورت نے ان میں سے توحید کے عقیدے کی پوری وضاحت فرمائی ہے۔ اس سورت کی تلاوت کے اور بھی احادیث میں بہت فضائل آئے ہیں۔

{جو کوئی از حد عاجز ہو اور کسی بھی معقول سبب سے قرآن مجید پڑھنے یا یاد رکھنے پر قادر نہ ہو

تو وہ کیا کرے؟}

۴۴۵۔ قَالَ وَحَدَّثَنَا أَبُو يُوسُفَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُسْعِرِ بْنِ كِدَامٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الشَّكْسِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا آتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: إِنِّي لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَتَعَلَّمَ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ، فَعَلَّمْنِي شَيْئًا يُجْزِعُنِي مِنَ الْقُرْآنِ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ قُلْ سُبْحَانَ اللَّهِ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ. فَقَالَ الرَّجُلُ: هَذَا اللَّهُ فَمَالِي؟ قَالَ قُلْ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَعَافِنِي وَارْزُقْنِي.

سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میں قرآن سے کچھ یاد نہیں کر سکتا، مجھے کچھ سکھا دیجیے جو میرے لیے (قراءت قرآن سے) کفایت کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم سبحان اللہ، والحمد للہ، ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا کرو۔“ اللہ پاک ہے، اسی کی تعریف ہے، اس کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں، اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ برائیوں سے بچنا اور نیکی کی توفیق ملنا، اللہ کے سوا کسی سے ممکن نہیں۔ وہ عالی ہے عظمت والا ہے۔“ وہ شخص کہنے لگا: (اے اللہ کے رسول!) یہ تو اللہ کے لیے ہوا، میرے لیے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کہا کرو: (اللہم اغفر لی

وارحمی و اهدنی و عافنی و ارزقنی! ” اے اللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم فرما، ہدایت سے سرفراز فرما، راحت و عافیت سے نواز اور مجھے رزق دے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی داود الطیالسی: ۸۵۱، مسند الحمیدی: ۷۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۷۹۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۱۱۰، سنن ابی داود: ۸۳۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۹۸، سنن النسائی: ۹۲۴، المستدرک لابن الجارود: ۱۸۹، صحیح ابن خزیمہ: ۵۴۴، صحیح ابن حبان: ۱۸۰۸، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۲۳۴، کتاب الدعاء للطبرانی: ۱۱۷۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۰۲۵، سنن الدارقطنی: ۱۱۹۵

تحقیق:

یہ حدیث بلحاظ سند حسن ہے۔

۱۔ اس کے راوی امام ابوسلمہ مسعر بن کدام بن ظہیر بن عبیدہ الہلالی العامری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۵۹۰۶)

۲۔ اور امام ابواسامیل ابراہیم بن عبدالرحمن بن اسماعیل سکسکی کو فی رحمہ اللہ صحیح بخاری، سنن ابی داود اور سنن نسائی کے (فی نفسہ) راست باز راوی ہیں۔ (میزان الاعتدال: ۱۳۵) حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ (الثقات لابن حبان: ۱۶۴۴) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث حسن ہوتی ہے۔ (من تکلم فیہ وہو موثق: ۶)

فوائد و مسائل:

(۱) ثابت ہوا کہ جو کوئی از حد عاجز ہو اور کسی بھی معقول سبب سے قرآن مجید پڑھنے یا یاد رکھنے پر قادر نہ ہو تو اسے مذکورہ بالا ذکر سے اپنی نماز پوری کرنی چاہیے۔ بعض شارحین نے لکھا ہے کہ اس سائل کا سوال یہ تھا کہ میں فوری طور پر کچھ یاد نہیں کر سکتا جبکہ نماز فرض ہو چکی ہے، تب نبی ﷺ نے اسے یہ کلمات تعلیم فرمائے۔

(۲) قرآن مجید پڑھنے یا یاد رکھنے پر قادر نہ ہونے کی صورت میں آپ ﷺ کا اس شخص کو مذکورہ بالا ذکر بتانا دلیل ہے کہ نماز میں دیکھ کر قرآن پڑھنا مکروہ ہے ورنہ آپ ﷺ مذکورہ بالا ذکر کی بجائے قرآن کریم دیکھ کر پڑھنے کا حکم ارشاد فرماتے۔

{صبح و شام کی دعائیں}

۴۴۶. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْفَمِ عَنْ ذُكْوَانَ قَالَ قِيمَا أَحْسِبُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ لَا أَشْكُ لِيهِ أَنَّهُ قَالَ مَنْ قَالَ أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ الثَّمَانِيَةِ مِنْ شَرِّ

مَا خَلَقَ حِينَ يُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَمْ تَضُرَّهُ عَقْرَبٌ حَتَّى يُمْسِيَ أَوْ حِينَ يُمْسِي لَمْ يَضُرَّهُ عَقْرَبٌ حَتَّى يُصْبِحَ.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص صبح کو یہ دعائیں مرتبہ پڑھ لے تو اسے شام تک بچھو کے ڈنک کی تکلیف نہیں اٹھانی پڑھے گی یا شام کو پڑھ لے تو صبح تک بچھو کے ڈنک کی تکلیف نہیں اٹھانی پڑے گی۔ { اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ الثَّمَانِيَةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ } ”میں اللہ کے کامل (بے نقص اور بے عیب) کلمات کے ذریعے سے (اللہ کی) پناہ میں آتا ہوں، ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۲۷۰۹، سنن ابن ماجہ: ۳۵۱۸، سنن الترمذی: ۳۶۰۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۷۸۹۸، ۸۸۸۰، مسند البزار: ۹۰۶۶، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۳۳۶، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۶۶۸۸، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۱۶، صحیح ابن حبان: ۱۰۲۱، المستدرک علی الصحیحین: ۸۲۸۰، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ص ۲۵۷، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری)

۱۔ امام ابوصالح ذکوان السمان الزیات المدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۱۸۱۳، تاریخ الثقات للعلی: ۴۰۴)

فوائد و مسائل:

۱۔ اللہ کے کلمات سے مراد اس کا کلام، اس کے فیصلے اور قدرت ہے۔

۲۔ انسانوں، جنوں، حیوانوں اور حشرات کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے یہ ایک بہترین دعا ہے۔

۳۔ یہ دعا صبح و شام پڑھنی چاہیے۔

۴۴۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ مَنْ قَالَ حِينَ يَنْصَرِفُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ قَبْلَ أَنْ يَتَأَخَّرَ مِنْ مَكَانِهِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ كُفِّرَتْ لَهُ بِهَا عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَفُحِيَ عَنْهُ بِهَا عَشْرُ سَيِّئَاتٍ وَرُفِعَ لَهُ بِهَا عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَكَانَ فِي جَوَارِ اللَّهِ

تَعَالَى حَتَّى يُمَسِّيَ وَمَنْ قَالَهَا حِينَ يَنْصَرِفُ مِنَ الْمَغْرِبِ قَبْلَ أَنْ يَتَحَرَّكَ مِنْ مَكَانِهِ كَانَ لَهُ مِثْلُ ذَلِكَ.

عبدالکریم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص فجر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے ہٹنے سے پہلے دس مرتبہ یہ دعا پڑھے: {لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ} "اکیلے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہی اسی کی ہے اور تعریف بھی اسی کی ہے۔ وہ زندہ کرتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، اور وہ زندہ رہنے والا ہے جسے موت نہیں، اسی کے ہاتھ میں تمام کی تمام بھلائیاں ہیں، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔" اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی، اور اس کے دس گناہ مٹا دیے جائیں گے، اور اس کے دس درجات بلند کر دیے جائیں گے اور شام ہونے تک اللہ کی پناہ میں ہوگا۔ اور جو مغرب کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے ہٹنے سے پہلے یہ دعا پڑھے لے تو اس کے لیے بھی یہی کچھ ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۸۷، عمل اللیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۲۶، مصنف عبدالرزاق: ۳۱۹۲، مصنف ابن ابی شیبہ: کتاب الدعاء للطبرانی: ۷۰۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۹، عمل اللیوم واللیلۃ لابن السنی: ۱۳۰، مجمع الزوائد للبیہقی: ۱۶۹۶۰۔

تحقیق:

حسن لغیرہ ہے۔ (وصلہ النسائی والطبرانی وغیرہما)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ اللہ کا ذکر ثواب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔
- ۲۔ بعض اذکار مالی صدقات و خیرات سے زیادہ ثواب کا باعث ہوتے ہیں۔
- ۳۔ مسنون ذکر شیطان سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

۴۴۸۔ یُوسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ شَيْخٍ أَنَّهُ قَالَ مَنْ قَالَ (فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ) (الروم: ۱۷) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ حِينَ يُصْبِحُ لَمْ يَسْبِقْهُ شَيْءٌ كَانَ فِي يَوْمِهِ وَمَنْ قَالَهَا حِينَ يُمَسِّي لَمْ يَسْبِقْهُ شَيْءٌ كَانَ فِي لَيْلَتِهِ.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ایک شیخ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ (سورۃ روم کی درج ذیل آیات) پڑھ لے تو دن کے (نقلی) اعمال میں سے کوئی عمل بھی از روئے ثواب اس سے آگے نہیں نکل سکتا اور جس نے انہیں شام کے وقت پڑھ لیا تو رات کے (نقلی) اعمال میں کوئی عمل اس سے آگے نہیں نکل سکتا۔ (وہ آیات یہ ہیں:) (فسبحان الله حين تمسون وحين تصبحون وله الحمد في السموات والارض وعشيا وحين تظهرون يخرج الحي من الميت ويخرج الميت من الحي ويحيي الارض بعد موتها. وكذلك تخرجون. الروم: ١٤، ١٥) ”لہذا اللہ کی تسبیح کرو اس وقت بھی جب تمہارے پاس شام آتی ہے، اور اس وقت بھی جب تم پر صبح طلوع ہوتی ہے، اور اسی کی حمد ہوتی ہے آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی۔ اور سورج ڈھلنے کے وقت بھی (اس کی تسبیح کرو) اور اس وقت بھی جب تم پر ظہر کا وقت آتا ہے۔ وہ جاندار کو بے جان سے نکال لاتا ہے اور بے جان کو جاندار سے نکال لاتا ہے، اور وہ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ اور اسی طرح تم کو (قبروں سے) نکال لیا جائے گا۔

فائدہ:

ممکن ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ سے امام ابن البیہمانی رحمہ اللہ مراد ہوں۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

حدثنا احمد بن سعيد الهمداني قال اخبرنا ح وحدثنا الربيع بن سليمان قال حدثنا ابن وهب قال اخبرني الليث عن سعيد بن بشير النجاري عن محمد بن عبد الرحمن البيلماني قال الربيع ابن البيلماني عن ابيه عن عن ابن عباس رضي الله عنهما عن رسول الله ﷺ انه قال..... الخ.

(سنن ابی داؤد: ۵۰۶۷)

۴۴۹. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ بِأَمِّ سَلَمَةَ وَهِيَ تُسَبِّحُ بَنَوَاتِهَا فَقَامَ عَلَيْهَا هُنَيْئَةً ثُمَّ قَالَ لَهَا: لَقَدْ قُلْتُ كَلِمَاتٍ لَهَا أَكْثَرُ مِمَّا قُلْتَ ثُمَّ أَخَذَهَا أَنَّهُ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ زِينَةَ عَرْشِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی مکرم ﷺ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے گزرے تو وہ گھلیوں پر تسبیح پڑھی تھیں۔ نبی مکرم ﷺ تھوڑی دیر تک ان کے پاس کھڑے رہے اور پھر ان سے کہا کہ میں نے (ابھی) ایسے کلمات کہے ہیں جو تمہارے کیے ہوئے ذکر سے (ثواب میں) زیادہ ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں بتایا کہ میں نے یہ کلمات کہے ہیں: سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ زِينَةَ

عَوِشُو سُبْحَانَ اللَّهِ مَدَادَ كَلِمَاتِهِ) ”میں اللہ کی تسبیحات کرتا ہوں اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر۔ میں اللہ کی پاکیزگی بیان کرتا ہوں اس کے عرش کے وزن کے برابر۔ میں اللہ کی تقدیس کرتا ہوں اس (کی تعریف) کے کلمات کی سیاسی کے برابر۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۷۹، سنن ابن ماجہ: ۳۸۰۸، سنن الترمذی: ۳۵۵۵، سنن النسائی: ۱۳۵۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۳۹۵، مسند اسحاق بن راہویہ: ۲۰۷۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۷۵۸، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۷۰۶۸، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۶۰۳۳۔

تحقیق:

صحیح ہے، صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں اس کی متصل اسانید موجود ہیں۔

اس حدیث کے متن میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام ذکر نارادیوں میں سے کسی کا وہم ہے صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ کا گزر ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے پاس سے ہوا تھا جیسا کہ صحیح مسلم اور دیگر متعدد کتب حدیث کی روایات میں آیا ہے۔

فائدہ:

بعض روایات میں سُبْحَانَ اللَّهِ عِنْدَ خَلْقِهِ کے بعد سُبْحَانَ اللَّهِ رِضًا نَفْسِهِ کے الفاظ بھی موجود ہے۔
(مثلاً دیکھئے: سنن ابن ماجہ: ج ۱ ص ۱۶۰ ح ۳۸۰۸ باب فضل التسبیح)

۲۵۰۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدِ بْنِ زُرَّارَةَ عَنْ أَبِي أَمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ عِنْدَ مَا خَلَقَ وَسُبْحَانَ اللَّهِ مِلْءُ مَا خَلَقَ وَسُبْحَانَ اللَّهِ عِنْدَ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ عِنْدَ مَا أَحْصَى كِتَابَهُ وَسُبْحَانَ اللَّهِ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ مِثْلَ ذَلِكَ حِينَ يُصْبِحُ (لَمْ يَسْبِقْهُ بِفَضْلِ عَمَلٍ إِلَّا مَنْ قَالَ مِثْلَ قَوْلِهِ فَإِنْ قَالَ ذَلِكَ مَسَاءً كَانَ لَهُ كَذَلِكَ).

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے صبح کے وقت یہ دعا پڑھی:

(سُبْحَانَ اللَّهِ عِنْدَ مَا خَلَقَ وَسُبْحَانَ اللَّهِ مِلْءُ مَا خَلَقَ وَسُبْحَانَ اللَّهِ عِنْدَ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ عِنْدَ مَا أَحْصَى كِتَابَهُ وَسُبْحَانَ اللَّهِ عِنْدَ كُلِّ شَيْءٍ) ”میں اللہ کی پاکی اور بڑائی بیان کرتا ہوں

اس کی مخلوق کی تعداد کے برابر، میں اللہ کی پاکی اس کی مخلوق کی بھرائی کے برابر بیان کرتا ہوں۔ میں اللہ کی بڑائی اور عظمت زمین و آسمان میں موجود مخلوق کی تعداد کے برابر بیان کرتا ہوں، میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں زمین و آسمان میں موجود ہر چیز کی بھرائی کے برابر، میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اس تعداد کے برابر جسے اللہ کی کتاب نے شمار کیا ہے۔ میں اللہ کی پاکی ہر چیز کی تعداد کے برابر اور اللہ کی پاکی ہر چیز کی بھرائی کے برابر بیان کرتا ہوں۔“ اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بھی اسی طرح بیان کی (تو اس کے ثواب کے برابر صرف وہی پہنچ سکتا ہے جو یہ دعا پڑھے گا، اور اگر شام کے وقت کوئی یہ پڑھتا ہے تب اس کے ثواب تک بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا صرف وہی پہنچ سکتا ہے جس نے یہ دعا پڑھی ہو۔)

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

اسنن الکبریٰ للنسائی: ۹۹۲۱، عمل اللیوم واللیلۃ للنسائی: ۱۶۶، مسند الرویانی: ۱۲۳۵، صحیح ابن خزیمہ: ۷۵۴، صحیح ابن حبان: ۸۳۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۹۸۷، الدعوات الکبیر للبیہقی: ۱۵۱، موارد النظم آن الی زوائد ابن حبان: ۲۳۳۱، جامع المسانید للنحوارزمی: ۱۵۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام محمد بن عبدالرحمن بن سعد بن زرارہ الانصاری المدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۳۹۹)

{ بیت الخلاء میں چھینکنے والا دل میں الحمد للہ کہے }

۴۵۱۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَعْطُسُ وَهُوَ عَلَى الْخَلَاءِ فَقَالَ يَحْمَدُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ حَالٍ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ بیت الخلاء میں چھینکنے والے آدمی کے بارے میں امام ابراہیم غنی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہر حال میں الحمد للہ کہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۲۸۳ باب القراءة فی الحمام، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۲۶ الرجل یعطس و هو علی الخلاء۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اگر بیت الخلاء میں چھینک آجائے تو دل میں الحمد للہ پڑھ لی جائے البتہ زبان سے نہیں پڑھنا چاہیے۔

{سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت نازل شدہ قرآن کے عین مطابق ہے}

۴۵۲. یُسْف عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ سَمَرًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَخَرَجَا فَخَرَجَ مَعَهَا فَمَرَّ ابْنُ مَسْعُودٍ وَهُوَ يَقْرَأُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَقْرَأَ الْقُرْآنَ غَضًّا كَمَا أُنْزِلَ فَلْيَقْرَأْ عَلَى قِرَاءَةِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ وَجَعَلَ يَقُولُ لَهُ سَلْ تُعْطَهُ فَأَتَاهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُبَشِّرَانِهِ فَسَبَقَ أَبُو بَكْرٍ عُمَرَ فَبَشَّرَهُ وَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَدْ دَعَا لَهُ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ إِمَامًا لَا يَزِيدُ وَنَعِيمًا لَا يَنْفَدُ وَمُرَافَقَةً نَبِيَّتِكَ مُحَمَّدٍ فِي أَعْلَى جَنَّةِ الْخُلْدِ.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک رات نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں شب گزاری کی۔ ہم نبی مکرم ﷺ کے ہمراہ وہاں سے نکلے، ان کا گزر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا، وہ قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے، نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص قرآن کو اسی طرح پڑھنا چاہتا ہو جس طرح وہ نازل ہوا تھا، تو وہ ابن ام عبد کی قراءت کے مطابق اس کی تلاوت کرے۔ نبی مکرم ﷺ ان سے کہنے لگے تم مانگو تمہیں دیا جائے گا۔ پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خوشخبری دینے کے لیے ان کی جانب دوڑے، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے ان کے پاس پہنچ گئے، ان کو خوشخبری دی اور ان کو بتلایا کہ نبی مکرم ﷺ نے ان کے لئے دعا بھی فرمائی ہے تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی دعا میں یہ کچھ مانگا: {اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ إِمَامًا لَا يَزِيدُ وَنَعِيمًا لَا يَنْفَدُ وَمُرَافَقَةً نَبِيَّتِكَ مُحَمَّدٍ فِي أَعْلَى جَنَّةِ الْخُلْدِ} ”اے اللہ! میں تجھ سے ایسے ایمان کا سوال کرتا ہوں، جو پلٹ نہ جائے اور ایسی نعمت کا، جو ختم نہ ہو اور جنت خلد کے عالی حصے میں ہمارے نبی کے ساتھ رہنے کا (سوال کرتا ہوں)۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید: ج ۱ ص ۳۴۱ ح ۵۳۵، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۳۳۸، مصنف ابی شیبہ: ۲۹۵۳۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۷۹۷، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۶۳۹، عل اللیوم واللیلۃ للنسائی: ۸۶۹، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۵۰۵۹، ۵۰۵۸، صحیح ابن حبان: ۱۹۷۰، ۷۰۶۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۴۱۶، ۸۴۱۷، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۹۲۸، ۵۳۸۶، الدعوات الکبیر للسیوطی: ۲۳۲، الاحادیث المختارۃ: ۱۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری)

{قرآن کی تلاوت پر ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں}

۲۵۲۔ یُسْف عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِي النَّجُودِ عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ أَمَّا إِنَّ لِكُلِّ حَرْفٍ ثَلَاثَةَ تَالَ مِنَ الْقُرْآنِ عَشْرُ حَسَنَاتٍ أَمَا إِنِّي لَا أَقُولُ الْم حَرْفٌ وَلَكِنَّ الْأَلِفَ وَاللَّامَ وَالْمِيمَ ثَلَاثُونَ حَسَنَةً.

امام ابوالاخوص رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن کریم کے ایک حرف کی تلاوت کرنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں، میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف لام میم تین حروف ہیں ان کے پڑھنے پر تیس نیکیاں ملتی ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۷۴، مصنف عبدالرزاق: ۵۹۹۳، ۶۰۱۷، مصنف ابی شیبہ: ۲۹۹۳۲، ۲۹۹۳۳، ۲۹۹۳۵، سنن الداری: ۳۳۵۱، ۳۳۵۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۶۳۶، ۸۶۳۷، ۸۶۳۹، المستدرک علی الصحیحین: ۲۰۸۰، ۲۰۴۰، السنن الصغیر للسیوطی: ۹۴۳، شعب الایمان للسیوطی: ۱۷۸۶، شعب الایمان للسیوطی: ۱۸۳۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری)

فائدہ:

یہ حدیث موقوفہ اور مرفوعہ دونوں طرح مروی ہے۔ اس حدیث سے ایک واضح اشارہ یہ بھی ملا کہ قرآن مجید کی تلاوت پر ثواب کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ تلاوت معنی مفہوم سمجھ کر ہی ہو۔ کیونکہ ”الم“ اور سارے حروف مقطعات کی تلاوت معنی مفہوم سمجھے بغیر ہی کی جاتی ہے، اور حدیث نے صراحتاً بتلایا کہ ان حروف کی تلاوت کرنے والوں کو بھی ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔

{ تلاوت قرآن میں لفظی غلطی کا معیار }

۴۵۲. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَقْرَأُ ابْنَ مَسْعُودٍ وَكَانَ أَعْجَبِيًّا فَجَعَلَ يَقُولُ إِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْإِثْمِ { فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَقُولُ طَعَامُ الْيَتِيمِ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قُلْ طَعَامُ الْفَاجِرِ (وَفِي نُسْخَةٍ أَمَّا مُحْسِنٌ أَنْ تَقُولَ طَعَامُ الْفَاجِرِ) ثُمَّ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ إِنَّ الْخَطَأَ فِي الْقُرْآنِ لَيْسَ أَنْ تَقُولَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ إِنَّمَا الْخَطَأُ أَنْ تَقْرَأَ آيَةَ الرَّحْمَةِ آيَةَ الْعَذَابِ وَآيَةَ الْعَذَابِ آيَةَ الرَّحْمَةِ وَأَنْ تَزِيدَ فِي كِتَابِ اللَّهِ مَا لَيْسَ فِيهِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک عجمی شخص کو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ پڑھا رہے تھے، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ {إِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْإِثْمِ} کہتے اور وہ شخص {طَعَامُ الْيَتِيمِ} پڑھتا، (اس شخص نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو تھکا دیا اور صحیح نہ پڑھ سکے) تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا کہ تم {طَعَامُ الْفَاجِرِ} پڑھو۔ پھر سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن میں غلطی کرنا یہ نہیں ہے کہ تم الْغَفُورُ الرَّحِيمُ کی بجائے الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ کہو۔ غلطی یہ ہے کہ تم رحمت والی آیت کی جگہ عذاب والی آیت پڑھ دو اور عذاب والی آیت کی جگہ رحمت والی آیت پڑھ دو اور غلطی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں وہ داخل کر دیا جائے جو اس میں نہیں ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۷۴ باب قراءة القرآن، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۲۱۵، مصنف عبدالرزاق: ۵۹۸۵ باب تعاهد القرآن ونيانه، التفسير من سنن سعيد بن منصور: ۱۳۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

محدث ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اعلاء السنن (ج: ۱۰۹۹) میں اس حدیث کو ”باب حکم القراءة بالفارسیة ونحوها لمن عجز عن العربية والقراءة المشهورة والشاذة“ میں نقل کر کے اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ جو شخص قرآن کریم کے پڑھنے سے عاجز ہو اس عاجز کے لیے ترجمہ قرآن بمنزلہ قرآن کے ہے کیونکہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو بجائے {طَعَامُ الْفَاجِرِ} کے پڑھنے کا حکم کیا اور یہ قاعدہ بتلایا کہ قرآن کے ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ اسی کے معنی میں پڑھنا عاجز کو جائز ہے، ہاں یہ جائز نہیں کہ ایسا لفظ پڑھے جس سے معنی بدل جائیں، پس عاجز کے حق میں جب ترجمہ قرآن جائز ہو تو عربی اور فارسی وغیرہ سب میں جائز ہوگا جس کی علت یہ ہے کہ اس شخص سے قراءات ساقط ہے اور یہ صرف ذکر کا مامور ہے اور ذکر ہر زبان میں جائز ہے۔

{امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ ایک رکعت میں پورا قرآن کریم پڑھ لیا کرتے تھے}

۴۵۵. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ قَرَأَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ فِي الْكَعْبَةِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ.

امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے خانہ کعبہ میں ایک رکعت میں پورا قرآن کریم پڑھا اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

سنن الترمذی: ۲۹۳۶، مصنف عبدالرزاق: ۵۹۵۳، باب اذا سمعت السجدة وانت تصلي وفي كم يقرأ القرآن، مصنف ابن ابی خنیہ: ۸۵۹۰، من رخص ان يقرأ القرآن في ليلة وقراءته في ركعة۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امت مرحومہ میں ایسے بے شمار حضرات گزرے ہیں جو رات بھر میں بلکہ ایک رکعت میں قرآن کریم ختم کر دیا کرتے

تھے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ایک رکعت میں قرآن کریم ختم کر دیتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۵۹۱، ترمذی: ۲۹۴۶، طبقات ابن سعد: ج ۳ ص ۵۳) حضرت سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ رات میں قرآن کریم ختم کر دیتے تھے۔ (طحاوی: ج ۱ ص ۲۰۵، تہذیب التہذیب: ج ۱ ص ۵۱۱) الغرض ایسے بے شمار حضرات تھے جو دن رات میں یا صرف رات یا صرف دن میں قرآن کریم ختم کر لیتے تھے مزید حوالے درکار ہوں تو امام اہلسنت فیج محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتاب ”شوق حدیث“ کے حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیں۔

{ قرآن کریم کو ترتیل و خوش آوازی کے ساتھ پڑھو }

۴۵۶. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَقُولُ حَسِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ”قرآن کریم کو اپنی اچھی آوازوں (یعنی ترتیل و خوش آوازی) کے ساتھ پڑھو۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایت الامام محمد: ۲۷۵ باب قراءة القرآن، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۱۰۸، ۱۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ: عوالی الامام ابی حنیفہ: ۱۴، الاربعین المختارة: ۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۷ ص ۱۵۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۱۱۳، ۱۲۶۳۳۔

تحقیق:

مرسل معتضد، صحیح ہے۔

{ اللہ تعالیٰ اس طرح کوئی آواز نہیں سنتے جس طرح عمدہ آواز کے ساتھ پڑھے جانے والے قرآن

کو سنتے ہیں }

۴۵۷. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ اللَّهَ لَهُ يَأْذُنٌ لِشَيْءٍ (مَا) أَذْنُهُ لِلصَّوْتِ الْحَسَنِ بِالْقُرْآنِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ”اللہ رب العزت اس طرح (پسندیدگی کے ساتھ) کوئی آواز نہیں سنتے جس طرح عمدہ آواز کے ساتھ پڑھے جانے والے قرآن کو سنتے ہیں۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ جس طرح (پسندیدگی کے ساتھ) نبی کی آواز کو سنتا ہے جب کہ وہ قرآن کریم کو عمدہ آواز کے ساتھ پڑھتے ہیں، اس طرح کوئی اور آواز نہیں سنتا۔“ (صحیح مسلم: ۷۹۲)

{سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے کہا کہ اپنی خوبصورت آواز کے ساتھ سورۃ الحجر پڑھ کر سناؤ}

۲۵۸۔ یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ الْمُنتَشِرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ اقْرَأْ يَا فُلَانُ اقْرَأْ الْحَجَرَ قَالَ أَوَلَيْسَتْ مَعَكَ قَالَ أَمَّا يَمُثِلُ صَوْتِكَ فَلَا.

محمد بن منتشر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے کہا: کہ اے فلاں! آپ سورۃ الحجر پڑھئے۔ اس نے کہا: (امیر المؤمنین) کیا آپ کو یاد نہیں ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے یاد تو ہے مگر تیری جیسی آواز کے ساتھ نہیں ہے۔ (یعنی تیری خوبصورت آواز کے ساتھ سننا چاہتا ہوں۔)

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابراہیم بن محمد بن منتشر بن اجدع ہمدانی کوئی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۳۶، تہذیب الکمال: ۲۳۵، الکاشف: ۱۹۶)

۲۔ امام محمد بن منتشر بن اجدع بن مالک ہمدانی وداعی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۶۲۹، تاریخ الثقات للعلی: ۱۵۰۵، الکاشف: ۵۱۶۷)

نیز اس حدیث کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اپنی سند کے ساتھ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے طریق سے نقل کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ حدثنا خلف بن محمد البغاری حدثنا حامد بن سہل حدثنا احمد بن منیع اخبرنا ابو یوسف القاضی حدثنا ابو حنیفہ عن ابراہیم بن محمد بن المنتشر عن ابیہ عن عمر رضی اللہ عنہ انہ قال لرجل اقرء سورة الحجر قال اوليست معك يا امير المؤمنين اقال اما يمثّل صوتك فلا۔ (شعب الایمان للبیہقی: ۲۲۷۱، ولی نسخۃ: ۲۶۰۹)

{ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خوش آوازی }

۴۵۹. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ آزَوَاجَ النَّبِيِّ ﷺ اجْتَمَعْنَ إِلَى أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ذَاتَ لَيْلَةٍ وَهُوَ يُصَلِّي فَلَمَّا أَصْبَحَ قُلْنَ لَهُ يَا أَبَا مُوسَى مَا كَانَ أَحْسَنَ صَوْتِكَ الْبَارِحَةَ! فَقَالَ لَوْ عَلِمْتُ لَحَبَّرْتُهُ تَحْبِيرًا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک رات نبی اکرم ﷺ کی ازواج حضرت سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پیچھے جمع ہوئی جبکہ وہ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے ان سے کہا کہ اے ابو موسیٰ! گزشتہ رات کو آپ کی آواز کس قدر خوبصورت تھی۔ (یہ سن کر) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر مجھے (ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے تشریف لانے کا) علم ہوتا تو میں اسے اور زیادہ آراستہ کرتا۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{ ایک قراءت سے دوسری قراءت کی طرف نہیں پھرنا چاہیے }

۴۶۰. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ أَكْرَهُ إِذَا قَرَأْتُ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ وَاحِدٍ أَنْ أَتَحَوَّلَ مِنْهُ إِلَى غَيْرِهِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب میں ایک حرف (قراءت) پر قرآن کریم کی تلاوت کروں تو کسی دوسرے حرف (قراءت) کی طرف پھرنے کو مکروہ سمجھتا ہوں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و راجع الامام محمد: ۲۷۲ باب قراءۃ القرآن، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۲۱۵ ح ۲۸۷، اعلاء السنن: ۱۱۳۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ (اس کی تفسیر کرتے ہوئے) فرماتے ہیں کہ قراءت سے مراد مثلاً عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

کی قراءت اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے (کہ ان میں سے ایک کو پڑھتے ہوئے درمیان میں دوسری کی طرف پھر جانا مکروہ ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۷۲) الغرض نماز یا تلاوت میں ایسا نہ کرنا چاہیے باقی تعلیم و تعلم میں بضرورت ایسا کرنا جائز ہے کہ ایک ہی آیت میں تمام قراءتوں کو جمع کر کے پڑھا جائے۔

{امام ابراہیم نخعی ہر رات میں قرآن کریم کی سات سورتیں پڑھا کرتے تھے}

۴۶۱. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ سَبْعَ الْقُرْآنِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ ہر رات میں قرآن کریم کی سات سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{قرآن کے عجائبات پر ٹھہر کر اپنے دلوں کو خوف دلانا چاہیے}

۴۶۲. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ شَيْخٍ مِّنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قِفُوا عَلَى عَجَائِبِ الْقُرْآنِ وَفَزَعُوا بِهِ قُلُوبَكُمْ وَلَا يَكُونَ هَمَّ أَحَدِكُمْ آخِرُ السُّورَةِ أَنْ يَقْرُغَ مِنْهَا.

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: قرآن کے عجائبات پر ٹھہر جاؤ اور ان کے ساتھ اپنے دلوں کو خوف دلاؤ اور تم میں سے کوئی شخص آخر سورت تک پہنچنے کو مقصد نہ بنائے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

تفسیر البغوی: ۲۲۷۹، تفسیر الخازن: ج ۴ ص ۵۶، تفسیر ابن کثیر: ج ۸ ص ۲۶۲، الدر المنثور: ج ۵ ص ۱۵۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۷۳۳، شعب الایمان: ۱۸۸۳، المحقق والمفتی: ۱۷۷۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند ابن ابی شیبہ والبیہقی والبخاری)

{قرآن مجید ٹھہر ٹھہر کر اور تندہ بر کرتے ہوئے پڑھنا چاہیے}

۴۶۳. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ

لَا تَهْذُوا الْقُرْآنَ كَهَذَا الشَّعْرِ وَلَا تَلْزُوا كَنْزَ الدَّقْلِ.

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: قرآن کریم کو اس طرح جلدی جلدی کاٹ کر نہ پڑھو جس طرح شعروں کو جلدی جلدی پڑھتے ہیں اور نہ اس طرح بکھیر جس طرح سوکھی ردی کھجوروں کو بکھیرتے ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۲۷۱، صحیح البخاری: ۵۰۳۳، صحیح مسلم: ۸۲۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۷۳۳، ۳۰۱۵۶، ۸۷۲۷، التفسیر من سنن سعید بن منصور: ۱۳۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۹۶۸، سنن ابی داود: ۱۳۹۶، مسند البزار: ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، مختصر الاحکام للطوسی: ۵۰۰، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۰۳۸، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۹۷۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۸۵۵، ۹۸۶۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۶۹۱، شعب الایمان: ۱۹۸۳، سنن النسائی: ۱۰۰۵، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۲۲۲، صحیح ابن خزیمہ: ۵۳۸، صحیح ابن حبان: ۱۸۱۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۳۶۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصلہ البزار وابن ابی شیبہ وغیرہما)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ اشعار ویسے تو ٹھہر ٹھہر کر پڑھے جاتے ہیں مگر جب حفظ شدہ اشعار کا دورہ کیا جاتا ہے تو انہیں تیز تیز پڑھا جاتا ہے، جس طرح بعض قراء حضرات قرآن مجید کا دور کرتے وقت بہت تیز پڑھتے ہیں کہ غیر حافظ سمجھ ہی نہیں سکتا۔
- ۲۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید ٹھہر ٹھہر کر اور تدریجاً پڑھنا چاہیے، اتنا تیز تیز نہیں پڑھنا چاہیے کہ کسی کی سمجھ ہی میں نہ آئے۔ واللہ اعلم۔

{قیامت کے دن کی ہولناکی اور اپنی امت کے ضعف کا خیال کر کے آنحضرت ﷺ کا بہت زیادہ رونا}

۴۶۳۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى الْقَاضِ عَنْ أَخْبَرَهُ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اقْرَأْ سُورَةَ الْفَرَاتِضِ فَقَرَأَ النِّسَاءَ حَتَّى إِذَا بَلَغَ: {فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا} (النساء: ۴۱) فَقَالَ لَهُ بِيَدِهِ أَمْسِكْ فَأَمْسَكَ قَالَ فَتَبَّى النَّبِيُّ ﷺ فَأَكْثَرَ الْبُكَاءَ وَأَمْسَكَ ثُمَّ قَالَ أَعِدْ فَقَرَأَهَا مِنْ أَوَّلِهَا حَتَّى إِذَا بَلَغَ هَذِهِ الْآيَةَ بَكَى أَيْضًا وَأَمْسَكَ عَبْدُ اللَّهِ حَتَّى فَعَلَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا کہ سورۃ الفرائض پڑھو پس انہوں نے سورۃ النساء کو پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ جب اس مقام پر پہنچے: (فَکَیْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِیدٍ وَجِئْنَا بِکَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِیدًا) ”پھر (یہ لوگ سوچ رکھیں کہ) اس وقت (ان کا) کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لے کر آئیں گے، اور (اے پیغمبر!) ہم تم کو ان لوگوں کے خلاف گواہ کے طور پر پیش کریں گے؟“ تو آپ ﷺ نے ہاتھ کے اشارہ سے ان سے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ پس وہ ٹھہر گئے اور آپ ﷺ روئے اور بہت روئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوبارہ پڑھئے پس انہوں نے ابتداء سے سورۃ النساء کو پڑھنا شروع کیا اور پھر اسی آیت پر پہنچے تو آپ ﷺ اسی طرح بہت روئے اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ ٹھہرے رہے یہاں تک کہ آپ نے تین مرتبہ ایسا ہی کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۴۵۸۳، ۵۰۵۵، ۵۰۵۰، صحیح مسلم: ۸۰۰، سنن ابن ماجہ: ۴۱۹۴، سنن ابی داؤد: ۳۶۶۸، سنن الترمذی: ۳۰۲۴، مسند الحمیدی: ۱۰۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۳۰۳، ۳۰۳۰۵، ۳۰۳۱۹، ۳۵۵۴۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۵۵۱، ۳۶۰۶، ۳۶۱۸، مسند البزار: ۱۲۴۵، ۱۵۴۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۸۰۲۱، ۸۰۲۲، ۸۰۲۳، ۸۰۲۴، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۰۱۹، ۵۰۶۹، صحیح ابن خزمہ: ۱۲۵۳، مستخرج ابی عوانہ: ۳۸۳۱، صحیح ابن حبان: ۷۰۶۵، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۵۸۷، المعجم الصغیر للطبرانی: ۲۰۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۳۵۹، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۱۰۵۷، شعب الایمان للبیہقی: ۷۵۵، شرح السنۃ للبخاری: ۱۲۲۰، المدخل الی السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق کثیر)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ جس طرح قرآن کی تلاوت بڑی نیکی ہے، اسی طرح قرآن سننا بھی ضروری ہے۔
- ۲۔ قرآن کی تلاوت کا دل پر ایک خاص روحانی اثر ہوتا ہے۔ کسی سے قرآن سننے سے بسا اوقات یہ اثر زیادہ ہوتا ہے۔
- ۳۔ راسخ العقیدہ علماء ربانی سے قرآن کا ترجمہ سیکھنا اور سمجھنا چاہیے تاکہ تلاوت کا دل پر صحیح اثر ہو سکے۔
- ۴۔ قرآن مجید کی تلاوت یا سننے کا اصل مقصد اس کے مطابق اپنی زندگی بنانے کی کوشش ہے۔
- ۵۔ حدیث میں مذکورہ آیت کا مقصد چونکہ قیامت کے دن کو یاد دلانا ہے، اس لئے آنحضرت ﷺ اس دن کی ہولناکی اور اپنی

امت کے ضعف کا خیال کر کے بہت روئے۔ یہ اس بات کی بین علامت اور دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی امت پر بڑے شفیق و عنایت فرماتے ہیں۔

{سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فجر کی نماز میں سورۃ التین اور سورۃ الکافرون پڑھنا}

۴۶۵. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَقَامَهُمْ فِي الْفَجْرِ بِمَنْى فَقَرَأَ بِهِمْ: (وَالَّتَيْنِ وَالزَّيْتُونِ) وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ.

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں فجر کی نماز لوگوں کو پڑھائی تو سورۃ التین اور سورۃ الکافرون کو پڑھا۔

تحقیق:

مرسل معتضد صحیح ہے۔

{سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نماز میں سورۃ النصر اور سورۃ الاخلاص پڑھنا}

۴۶۶. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ قِيَمًا نَحْسَبُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ عَوْفٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَمَرَ النَّاسَ يَوْمَ طَعِنَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَرَأَ: (إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ) وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ.

سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے جس دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے لوگوں کو نماز پڑھائی تو سورۃ النصر اور سورۃ الاخلاص کی تلاوت کی۔

تحقیق:

حسن ہے۔

{رات کو (نماز تہجد میں) سو آیات اور دوسو آیات تلاوت کرنے کی فضیلت}

۴۶۷. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَدِيٍّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ مَنْ قَرَأَ مِائَةَ آيَةٍ فِي لَيْلَةٍ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِينَ وَمَنْ قَرَأَ مِائَتِي آيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِينَ.

امام ابو حازم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے رات کو سو آیات تلاوت کیں وہ غافلوں میں نہیں لکھا جائے گا اور جس نے دوسو آیات تلاوت کیں وہ فرمانبرداروں میں لکھا جائے گا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۰۸۵، مختصر قیام اللیل و قیام رمضان: ص ۱۶۴، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۹۲، شعب الایمان للبیہقی: ۲۰۰۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

- ۱۔ امام عدی بن ثابت الانصاری الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۸۸۳، تاریخ الثقات للعلی: ۱۱۱۵، الکاشف: ۳۷۵۸)
- ۲۔ امام ابو حازم سلمان الاشجعی رحمہ اللہ کتب صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۵۹۶، تہذیب الکمال: ۲۴۴۰، تقریب الجہدیب: ۲۴۷۹)

{رات کو سورہ بقرہ کی آخری تین آیات تلاوت کرنے کی فضیلت}

۴۶۸. یُؤَسِّفُ عَنْ أَبِيهِ (عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ) عَنْ يَحْيَى بْنِ عَمْرٍو بْنِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ قَالَ مَنْ قَرَأَ بِالثَّلَاثِ الْآيَاتِ الَّتِي فِي آخِرِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ فَقَدْ أَكْثَرَ وَأَطَابَ.

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ”جس نے رات کو وہ تین آیات تلاوت کیں جو سورہ بقرہ کے اخیر میں ہیں (آمن الرسول سے آخر سورت تک) اس نے بہت تلاوت کی اور بہت اچھا کام کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۷۰ باب قراءۃ القرآن، المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۶۷۱، مجمع الزوائد للبیہقی: ج ۲ ص ۲۷۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

- ۱۔ امام یحییٰ بن عمرو بن سلمہ الہمدانی الکوفی رحمہ اللہ ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۸۱۹، معجم الثقات: ۱۹۹۰)
- ۲۔ امام عمرو بن سلمہ بن حارث الہمدانی الکوفی رحمہ اللہ بھی ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات: ۱۲۶۳، معجم الثقات: ۱۹۹۰)

{قرآن کی قراءت بغیر وضو کے جائز ہے}

۴۶۹. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ ذَهَبَ إِلَى الْفُرَاتِ وَهُوَ يُقْرِءُ رَجُلًا الْقُرْآنَ فَمَرَّ بِدُورٍ عُثْبَةٍ فَمَالَ إِلَيْهَا فَبَالَ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ لَهُ اقْرَأْ قَالَ فَظَنَّ الرَّجُلُ أَنَّ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ لَا تَصْلُحُ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ وَأَنَّ عَبْدَ اللَّهِ قَدْ نَسِيَ أَنْ يَكُونَ أَرَأَى الْمَاءِ فَقَالَ الرَّجُلُ الْمَاءُ مِنْكَ قَرِيبٌ؛ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَا بَأْسَ أَنْ تَقْرَأَ الْقُرْآنَ عَلَى غَيْرِ وُضُوءٍ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرات کی طرف تشریف لے گئے اور (دوران سفر) ایک شخص کو قرآن کریم پڑھا رہے تھے، پس دورِ عتبہ سے گزر رہا تو یہ شخص وہاں گیا اور پیشاب کیا اور پھر واپس آیا تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ پڑھو۔ راوی حدیث نے کہا کہ اس شخص نے یہ گمان کیا کہ بے وضو ہونے کی حالت میں قرآن پڑھنا درست نہیں ہے اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بھول گئے ہیں کہ اس نے پیشاب کیا ہے۔ (اس لئے) اس شخص نے عرض کیا کیا کہ پانی تو آپ کے ہی قریب پڑا ہوا ہے؟ (یہ بات سن کر) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں کہ تو بے وضو ہونے کی حالت میں قرآن پڑھے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طریق آخر عند ابن ابی شیبہ: ۱۱۱۶)

فائدہ:

جمہور فقہاء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک قرآن کی قراءت وضو کے بغیر جائز ہے اور ذکر اللہ بھی جائز ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ ﷺ بیت الخلاء میں جاتے، قضائے حاجت سے فارغ ہو کر باہر تشریف لاتے تو ہمارے ساتھ ۴ روٹی گوشت بھی تناول فرماتے اور قرآن کی تلاوت بھی کرتے، آپ ﷺ کو جنابت کے سوا کوئی چیز قرآن کی تلاوت سے مانع نہیں ہوتی تھی۔ (سنن ابن ماجہ: ۵۹۴) نیز اس کے جواز کے دلائل اور بھی کافی پائے جاتے ہیں جن میں سے بعض دعائیں جماع کے وقت پڑھنے کی حدیث ہے اور اسی طرح بیت الخلاء سے نکل کر کچھ اذکار صحیح احادیث میں وارد ہیں۔

۴۷۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ عَنِ الْأَعَزِّ عَنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ مَرَّ بِقَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللَّهَ فَقَالَ أَنْتُمْ الْقَوْمُ الَّذِينَ أُمِرْتُ أَنْ أَصْبِرَ نَفْسِي مَعَهُمْ وَمَا جَلَسَ عِدَّتُكُمْ مِنَ النَّاسِ يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنَعَتِهَا وَعَشِيَّتُهُمُ الرِّيحَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عَمَلُهُ.

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ کا ایک جماعت پر گزر ہوا جو اللہ کے ذکر میں مشغول تھی، نبی مکرم ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا تم ہی وہ لوگ ہو جن کے بارے میں مجھے حکم دیا گیا ہے میں اپنے آپ کو ان کے ساتھ رو کے رکھوں اور تم جیسے لوگ جہاں بھی مجلس لگاتے ہیں اور اللہ کا ذکر کرتے ہیں، فرشتے انہیں اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں، رحمت خداوندی انہیں اپنے سایے میں لے لیتی ہے اور اللہ ان کا ذکر ان (فرشتوں) میں فرماتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

- ۱۔ امام ابو الوازع علی بن اقر بن عمرو بن حارث الہمدانی الوادی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۰۲۶، تاریخ الثقات للعلی: ۱۱۷۵)
- ۲۔ امام الاغر بن سلیم الکوفی رحمہ اللہ سنن نسائی کے راست باز راوی ہیں۔ (تقریب: ۵۴۰)

فوائد و مسائل:

اس حدیث میں اللہ کا ذکر کرنے والوں بندوں کیلئے خاص نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ ہر طرف سے اللہ کے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ رحمت الہی ان کو اپنے آغوش اور سایہ میں لے لیتی ہے، دیگر بعض روایات میں ان پر سکینہ کی کیفیت نازل ہونے کا ذکر بھی موجود ہے یعنی ان دونوں نعمتوں کے لازمی نتیجہ کے طور پر تیسری نعمت ان کو یہ حاصل ہوتی ہے کہ ان کے قلب پر ”سکینت“ نازل ہوتی ہے جو عظیم ترین روحانی نعمتوں میں سے ہے۔

یہاں سکینت سے مراد خاص درجہ کا قلبی اطمینان اور روحانی سکون ہے جو اللہ کے خاص بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی عطیہ کے طور پر نصیب ہوتا ہے اسی کو اہل سلوک ”جمیٹ قلبی“ بھی کہتے ہیں۔ اس دولت اور نعمت کا صاحب سکینہ کو احساس اور شعور بھی ہوتا ہے۔

اور ذکر بندوں کو ملنی والی چوتھی نعمت جس کا اس حدیث میں سب سے آخر میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ مقربین کے حلقہ میں ان کا ذکر بندوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ مثلاً فرماتے ہیں کہ ”دیکھو آدم ہی کی اولاد میں سے میرے یہ بھی بندے ہیں جنہوں نے مجھے دیکھا نہیں غائبانہ ہی ایمان لائے ہیں، اس کے باوجود محبت و خشیت کی کیسی کیفیت اور کیسے ذوق و شوق اور کیسے سوز و گداز کے ساتھ میرا ذکر کر رہے ہیں۔

بلاشبہ مالک الملک کا اپنے مقرب فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں کا اس طرح ذکر فرمانا وہ سب سے بڑی نعمت ہے جس سے آگے کسی نعمت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ اس سے محروم نہ رکھے۔

۵۔ کتاب الزکاة

زکوٰۃ سے متعلق احکام و مسائل

دین میں زکوٰۃ کی اہمیت اور اس کا مقام:

یہ ایک معلوم و معروف حقیقت ہے کہ شہادت توحید و رسالت اور اقامت صلوٰۃ کے بعد زکوٰۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ قرآن مجید میں ستر سے زیادہ مقامات پر اقامت صلوٰۃ اور اداء زکوٰۃ کا ذکر اس طرح ساتھ ساتھ کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں ان دونوں کا مقام اور درجہ قریب قریب ایک ہی ہے۔

اسی لئے جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بعض علاقوں کے ایسے لوگوں نے جو بظاہر اسلام قبول کر چکے تھے اور توحید و رسالت کا اقرار کرتے اور نمازیں پڑھتے تھے زکوٰۃ سے انکار کیا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جہاد کا اسی بنیاد پر فیصلہ کیا تھا کہ یہ نماز اور زکوٰۃ کے حکم میں تفریق کرتے ہیں جو اللہ اور رسول ﷺ کے دین سے انحراف اور ارتداد ہے۔۔۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی مشہور روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جواب دیتے ہوئے انہوں نے فرمایا:

وانه لا قاتل من فرق بين الصلاة والزكاة. (صحیح البخاری: صحیح مسلم:)

خدا کی قسم نماز اور زکوٰۃ کے درمیان جو لوگ تفریق کریں گے، میں ضرور ان کے خلاف جہاد کروں گا۔

پھر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے اس نقطہ نظر کو قبول کر لیا اور اس پر سب کا اجماع ہو گیا۔

متعدد روایات میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے اسلام کے ارکان اور بنیادی احکام و مطلوبات کا ذکر کرتے ہوئے توحید و رسالت کی شہادت کے بعد اقامت صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ ہی کا ذکر کیا ہے۔ بہر حال قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات و خطبات میں اقامت صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ کا ذکر عموماً اس طرح ساتھ ساتھ کیا گیا ہے جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کا درجہ قریب قریب ایک ہی ہے اور ان دونوں کے درمیان کوئی خاص رابطہ ہے۔

زکوٰۃ کے تین پہلو:

زکوٰۃ میں نیکی اور افادیت کے تین پہلو ہیں۔

پہلا پہلو:

ایک یہ کہ مؤمن بندہ جس طرح نماز کے قیام اور رکوع و سجود کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی بندگی اور تذلل و نیاز

دین و شریعت کی خاص اصطلاح میں ”عبادات“ بندے کے انہی اعمال کو کہا جاتا ہے جن کا خاص مقصد و موضوع اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی عبدیت اور بندگی کے تعلق کو ظاہر کرنا اور اس کے ذریعہ اس کا رحم و کرم اور اس کا قرب ڈھونڈنا ہو۔

دوسرا پہلو:

تیسرا پہلو:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا. (سورة توبه، ١٠٣:٩)

دوسری جلد فرمایا گیا ہے:

وسيجنبها الاتقى الذى يؤتى ماله يتزكى. (سورة الليل)

اور آتش دوزخ سے نہایت متقی بندہ دور کھا جائے گا جو اپنا مال راہ خدا میں اس لئے دیتا ہو کہ اس کی روح اور اس کے دل نیا کیزگی حاصل ہو۔

بلکہ زکوٰۃ کا نام غالباً اسی پہلو سے زکوٰۃ رکھا گیا ہے، کیونکہ زکوٰۃ کے اصل معنی ہی پاکیزگی کے ہیں۔

{اونٹوں کی زکوٰۃ کا بیان}

٤١. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِي أَقَلِّ مِنْ خُمَيْسٍ مِنَ
الْإِبِلِ صَدَقَةٌ فَإِذَا بَلَغَتْ خُمُسًا فَهِيَ شَاةٌ إِلَى تِسْعٍ وَإِذَا كَانَتْ عَشْرًا فَهِيَ شَاتَانِ إِلَى أَرْبَعِ

عَشْرَةً فَإِذَا كَانَتْ خُمْسَ عَشْرَةٍ فَفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ إِلَى تِسْعِ عَشْرَةٍ فَإِذَا كَانَتْ عِشْرِينَ فَفِيهَا أَرْبَعُ شِيَاهٍ إِلَى أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ فَإِذَا بَلَغَتْ خُمُسًا وَعِشْرِينَ فَفِيهَا ابْنَةٌ مَخَاضٍ إِلَى خُمْسٍ وَثَلَاثِينَ فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيهَا ابْنَةٌ لَبُونٍ إِلَى خُمْسٍ وَأَرْبَعِينَ فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيهَا حَقَّةٌ إِلَى سِتِّينَ فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيهَا جَذَعَةٌ إِلَى خُمْسٍ وَسَبْعِينَ فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيهَا ابْنَتَا لَبُونٍ إِلَى تِسْعِينَ فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيهَا حَقَّتَانِ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ ثُمَّ تُسْتَأْنَفُ الْفَرِيضَةُ فَإِنْ كَثُرَتِ الْإِبِلُ لَفِي كُلِّ خُمُسِينَ حَقَّةٌ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: پانچ سے کم اونٹوں پر زکوٰۃ نہیں ہے، جب پانچ اونٹ ہو جائیں تو پانچ سے نو تک ایک بکری آئے گی، جب دس ہو جائیں تو (دس سے لے کر) چودہ تک دو بکریاں آئیں گی، جب پندرہ ہو جائیں تو (پندرہ سے لے کر) انیس تک تین بکریاں آئیں گی، جب بیس ہو جائیں تو (بیس سے لے کر) چوبیس تک چار بکریاں آئیں گی، جب پچیس ہو جائیں تو (پچیس سے لے کر) پینتیس تک ایک سال کی ایک اونٹنی آئے گی، پھر جب ایک بڑھ جائے تو پینتالیس تک دو سال کی ایک اونٹنی آئے گی، پھر جب ایک بڑھ جائے تو ساٹھ تک تین سال کی اونٹنی آئے گی، پھر جب ایک بڑھ جائے تو اچھتر تک چار سال کی اونٹنی آئے گی، پھر جب ایک بڑھ جائے تو نوے تک دو سال کی دو اونٹیاں آئیں گی، پھر اگر ایک بڑھ جائے تو ایک تو بیس اونٹوں تک تین تین سال کی دو اونٹیاں آئیں گی، پھر استیناف ہوگا، اور جب اونٹ زیادہ ہو جائیں تو ہر پچاس اونٹوں پر ایک تین سال کی اونٹنی بطور زکوٰۃ آئے گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر سے اونٹ کی مقدار نصاب اور مقدار زکوٰۃ معلوم ہوگئی متعدد احادیث مرفوعہ و موقوفہ میں میں بھی یہی مقدار بیان ہوئی ہے۔ (ملاحظہ ہو اعلاء السنن: ۲۳۵۱ وغیرہ) اور خلفاء اربعہ کا بھی اسی پر عمل ہے۔

{ بکریوں کی زکوٰۃ کا بیان }

۴۷۲. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِي أَقَلِّ مِنْ أَرْبَعِينَ مِنَ الْغَنَمِ صَدَقَةٌ فَإِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ شَاءَ سَائِمَةٌ فَفِيهَا شَاةٌ إِلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً

فَفِيهَا شَاتَانِ إِلَى مِائَتَيْنِ فَإِذَا زَادَتْ وَاحِدَةً فَفِيهَا ثَلَاثُ شِبَاهٍ مِنَ الْغَنَمِ إِلَى ثَلَاثِمِائَةٍ فَإِذَا كَثُرَتِ الْغَنَمُ فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ شَاةٌ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: چالیس سے کم بکریوں پر زکوٰۃ نہیں ہے اور جب چرنے والی بکریاں چالیس ہو جائیں تو ان پر ایک بکری آئے گی ایک سو بیس تک۔ پس جب ان سے ایک بکری بڑھ جائے تو دو بکریاں آئیں گی دو سو تک۔ پھر جب ان سے ایک بڑھ جائے تو تین بکریاں آئیں گی تین سو تک، پس جب ان سے زیادہ ہو جائیں تو ہر سو پر ایک بکری آئے گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۲۰)

{ نصاب زکوٰۃ میں بھیڑ بکریوں کے بچوں کو بھی شمار کیا جائے گا }

۴۷۳. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ عَجْلَانَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: بَعَثَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سُفْيَانَ بْنَ مَالِكٍ سَاعِيًا بِالْبَصْرَةِ، فَمَكَثَ حِينًا ثُمَّ اسْتَأْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ قَالَ: أَوْلَسْتَ فِي جِهَادٍ؟ قَالَ: مِنْ أَتَيْنَ، وَالنَّاسُ يَقُولُونَ هُوَ يَظْلِمُنَا، قَالَ وَفِيهِمْ، قَالَ يَقُولُونَ: يَعُدُّ عَلَيْنَا السَّخْلَةَ. قَالَ: فَعُدَّهَا وَإِنْ جَاءَ بِهَا الرَّاعِي يَحْمِلُهَا عَلَى كَتِفِهِ قَالَ أَوْلَيْسَ تَدْعُ لَهُمُ الرُّبَى وَالْأَكِينَةَ وَالنَّاحِضَ وَفَخْلَ الْغَنَمِ؟

حسن رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا سفیان بن مالک رضی اللہ عنہ کو بصرہ میں تحصیل صدقہ پر مامور کیا، وہ کچھ دن وہاں رہے پھر آپ سے جہاد پر چلے جانے کی اجازت طلب کرنے لگے، آپ نے فرمایا: کیا تم جہاد میں مصروف نہیں ہو؟ انہوں نے کہا وہ کیسے؟ جب کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ہم پر ظلم کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ کس بات میں؟ انہوں نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ (یہ زکوٰۃ کا حساب لگانے میں) بکری کے بچوں کو بھی شمار کر لیتا ہے۔ آپ نے فرمایا: بچوں کو ضرور شمار میں شامل رکھو، خواہ (وہ اتنا چھوٹا ہو کہ) چرداہا اسے اپنے کندھے پر اٹھا کر لائے۔ فرمایا: کیا یہ حقیقت نہیں کہ تم پالتو بھیڑ بکریاں کھانے کیلئے تیار کی

ہوئی راسیں، بچہ جننے کے قریب بھیڑ بکریاں اور زبھڑ اور بکرے انہی کیلئے چھوڑ دیتے ہو؟

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۳۲۱، کتاب الخراج لابن یوسف: ۱۹۰، مصنف عبدالرزاق: ۶۸۰۶، کتاب الاموال لابن زنجویہ: ۱۵۱۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۹۸۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۳۹۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۷۳۰۱، ۷۳۰۲، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۷۹۵۶، ۷۹۷۸۔

تحقیق:

حسن لغیرہ ہے۔ (ولہ طرق اخری)

سفیان بن مالک سے سیدنا سفیان بن عبد اللہ بن ربیعہ بن حارث بن مالک ثقفی طائفی رضی اللہ عنہ مراد ہیں جو کہ طائف اور بصرہ پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے عامل مقرر تھے، امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے ان کو ان کے جد اعلیٰ کی طرف منسوب کر کے سفیان بن مالک کہہ دیا ہے۔

فائدہ:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا مطلب یہ تھا کہ ہم لوگوں کی آسانی کے لیے اتنی چھوٹ دیتے ہیں کہ ان کی ضروری چیزوں اور قیمتی جانوروں کو نہیں چھیڑتے، لہذا بھیڑ بکریوں کے بچوں کو شمار کرنے میں کیا حرج ہے؟ یہ گویا لوگوں کے اعتراض کا جواب تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب اہل مال کا نصاب موجود ہو تو ان کے بچوں کو بھی شمار کر کے ساری تعداد میں زکوٰۃ واجب ہے۔

{ گائے کی زکوٰۃ کا بیان }

۴۷۴. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِي أَقْلٍ مِنْ ثَلَاثَيْنِ مِنَ الْبَقَرِ صَدَقَةٌ فَإِذَا كَانَتْ ثَلَاثَيْنِ فَفِيهَا تَبِيعٌ أَوْ تَبِيعَةٌ جَذْعٌ أَوْ جَذَعَةٌ فَمَا زَادَ فَلَا شَيْءَ حَتَّى تَبْلُغَ أَرْبَعِينَ فَإِذَا بَلَغَتْ أَرْبَعِينَ فَفِيهَا مُسِنَّةٌ فَمَا زَادَ فَبِحِسَابِ ذَلِكَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: تیس سے کم گائے پر زکوٰۃ نہیں ہے، جب تیس گائے ہو جائیں تو ان میں چالیس تک ایک سال کا گائے کا بچہ یا بچی آئے گا اور جب چالیس ہو جائیں تو ان میں دو سال کا گائے کا بچہ آئے گا، پھر جتنی بڑھتی رہیں گی اسی حساب سے ان کی زکوٰۃ آتی رہے گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو مجھے حکم دیا کہ میں ہر تیس گائے پر ایک سال کا گائے کا بچہ یا بچی لوں اور ہر چالیس گائے پر دو سال کا گائے کا بچہ لوں۔ (سنن الترمذی: ۶۲۳) اس مرفوع حدیث سے بھی گائے کا مقدار نصاب اور مقدار زکوٰۃ معلوم ہوگئی۔

{پانچ سے کم اونٹوں، چالیس سے کم بکریوں اور تیس سے کم گائے میں زکوٰۃ نہیں ہے}

۴،۵. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ قِيمًا ذُونُ خَمْسٍ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةٌ وَلَا قِيمًا ذُونُ أَرْبَعِينَ شَاةً صَدَقَةٌ وَلَا قِيمًا ذُونُ ثَلَاثِينَ مِنَ الْبَقَرِ صَدَقَةٌ.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ (واجب) نہیں ہے اور نہ ہی چالیس سے کم بکریوں میں اور تیس سے کم گائے میں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{کام کاج والے اور پانی لادنے والے اونٹوں میں زکوٰۃ نہیں ہے}

۴،۶. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِي الْإِبِلِ الْحَوَامِلِ وَالْعَوَامِلِ صَدَقَةٌ.

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: پانی لادنے والے اور کام کاج کے اونٹوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للبخاری: ۸۱۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۹۵۲، سنن ابی داود: ۱۵۷۲، الاموال لابن زنجویہ: ۱۳۷۳، سنن الدارقطنی: ۱۹۴۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۷۳۹۵، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۸۰۹۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق عند ابن ابی شیبہ والدارقطنی وغیرہما)

امام ہشتم رحمہ اللہ کے شیخ سے مراد امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ ہیں چنانچہ جامع المسانید میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

ابو حنیفہ عن الہیثم عن محمد بن سیرین عن علی بن ابی طالب ان رسول اللہ ﷺ قال..... الخ

(جامع المسانید: ج ۱ ص ۴۶۰ ح ۸۱۲)

فائدہ:

کام کرنے والے جانوروں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

{ گھوڑوں کی زکوٰۃ کا نصاب }

۴۷۷. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْخَيْلِ السَّائِمَةِ تَكُونُ لِلرَّجُلِ ثَقْوَمٌ قِيمَةٌ ثُمَّ يُؤْخَذُ مِنْ كُلِّ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ خَمْسَةُ دَرَاهِمٍ قَالَ وَقَالَ إِنْ شَاءَ أَذَى مِنْ كُلِّ فَرَسٍ دِينَارًا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: کسی شخص کے پاس چرنے والے گھوڑے ہوں (جس سے افزائش نسل مقصود ہو) تو ان کی قیمت لگوالی جائے اور پھر ہر دوسو درہم کے بدلے پانچ درہم لے لیے جائیں (ہر گھوڑے میں خواہ وہ نر ہو یا مادہ) اور اگر وہ شخص چاہے تو ہر گھوڑے کے بدلے ایک دینار ادا کر دے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۰۸ باب زکاة الدواب العوائل،، جامع المسانید للنخوای: ج ۱ ص ۴۵۹ ح ۸۰۸،

کتاب الخراج لابن یوسف: ج ۱ ص ۹۰ ح ۱۷۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اما الخيل فاني ادرکت من ادرکت من مشيختها يختلفون فيها. فقال ابو حنیفہ رحمہ اللہ: فی

الخيل السائمة الصدقة دينار فی کل فرس وروی لنا ذلك عن حماد عن ابراهيم وقد بلغنا نحو

ذلك عن علي رضي الله عنه. وقد بلغنا عن علي رضي الله تعالى عنه ايضاً في حديث آخر يخالف ما روى عنه او لا يرفعه الى رسول الله ﷺ انه قال: قد غفرت لامتي عن الخيل والرقيق. وقد زوينا عن رسول الله ﷺ ما نقله الينا رجال معروفون انه قال: تجاوزت لامتي عن الخيل والرقيق. ومن ذلك ما حدثنا سفيان بن عيينة عن ابی اسحاق عن الحارث عن علي رضي الله تعالى عنه عن النبي ﷺ قال: تجاوزت لكم عن صدقة الخيل والرقيق.

(كتاب الخراج لابن يوسف: ج ۱، ۱۶۱ تا ۱۶۴)

کہ گھوڑے کے بارے میں نے اپنے مشائخ کو مختلف رائے پایا ہے۔ چنانچہ (امام) ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: چرنے والے گھوڑوں پر صدقہ (واجب) ہے ہر گھوڑے پر ایک دینار۔ یہی بات ہم سے بروایت حماد ابراہیم سے بھی روایت کی گئی ہے اور تقریباً یہی بات (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے بھی ہمیں پہنچی ہے۔

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت بھی ہم تک پہنچی ہے جو آپ سے مروی اس سے پہلے اثر کے خلاف جاتی ہے، اس دوسری حدیث کو آپ رسول اللہ ﷺ تک رفع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنی امت کی خاطر گھوڑوں اور غلام (کی زکوٰۃ) کو معاف کر دیا ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہوئے ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے اور اسے معروف افراد نے ہم تک پہنچایا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

میں نے اپنی امت کیلئے گھوڑوں اور غلاموں (کی زکوٰۃ) کو بخش دیا ہے۔ اور وہ حدیث بھی اس سلسلہ کی ہے جو مذکورہ بالا سند کے ساتھ (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہارے لئے گھوڑے اور غلام کے صدقہ سے درگزر کیا ہے۔

مختصر یہ کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنی امت کی خاطر گھوڑوں اور غلام کی زکوٰۃ کو معاف کر دیا ہے ان احادیث سے تو معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں ہے جبکہ دیگر بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑوں میں بھی زکوٰۃ ہے مثلاً۔۔۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: گھوڑے کا انجام تین قسم کا ہے، ایک شخص کے لئے تو وہ باعث اجر و ثواب ہے، ایک شخص کے لئے وہ صرف پردہ ہے اور ایک شخص کے لئے وبال ہے، جس شخص کے لئے گھوڑا باعث اجر و ثواب ہے یہ وہ شخص ہے جو جہاد کے لئے اسے پالتا ہے۔۔۔۔ اور ایک شخص وہ ہے جو گھوڑے کو لوگوں کے سامنے اظہار استغناء، پردہ پوشی اور سوال سے بچنے کی غرض سے پالتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا

جو حق (یعنی زکوٰۃ) اس کی گردن اور اس کی پیٹھ کے ساتھ وابستہ ہے اسے بھی وہ فراموش نہیں کرتا تو یہ گھوڑا اس کی حواہش کے مطابق اس کے لئے ایک پردہ ہوتا ہے، اور ایک شخص وہ ہے جو گھوڑے کو فخر اور دکھاوے اور اہل اسلام کی دشمنی میں پالتا ہے تو وہ اس کے لئے وبال جان ہے۔۔۔ الخ۔ (صحیح البخاری: ۳۶۳۶، صحیح مسلم: ۹۸۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے گھوڑوں کے علاوہ میں زکوٰۃ واجب ہے، نیز سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ (الدراۃ: ص ۱۵۸، اعلاء السنن: ۲۳۶۱)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

خدمن کل فرس دینارا۔

(مصنف عبدالرزاق: ۶۸۸۹، کتاب الاموال لابن زنجویہ: ۱۸۸۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۲۰)

ہر گھوڑے پر ایک دینار زکوٰۃ وصول کرو۔

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ گھوڑے کی قیمت لگا کر اس کی زکوٰۃ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو دیتے تھے۔ (الدراۃ: ۳۲۵، اعلاء السنن: ۲۳۶۳)

ان تمام احادیث کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوا کہ اللہ کے راہ میں جہاد کرنے والے اور کام کرنے والے گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے البتہ چرنے والے گھوڑوں (جس سے افزائش نسل وغیرہ مقصود ہو) میں زکوٰۃ واجب ہے۔

{ زکوٰۃ کا حساب لگاتے وقت نہ تو مختلف گلوں کو یکجا کیا جائے اور نہ ہی ایک گلہ کو مختلف گلوں میں تقسیم کیا جائے }

۴۷۸۔ یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الصَّدَقَةِ لَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ وَلَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: صدقہ وصول کرنے میں حساب لگاتے وقت نہ تو مختلف گلوں کو یکجا کیا جائے گا اور نہ ہی ایک گلہ کو مختلف گلوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

جائے اور نہ زکوٰۃ کے خوف سے جانوروں کو علیحدہ علیحدہ کیا جائے۔

(صحیح البخاری: ۱۴۵۰، ۹۶۵۵، مؤطا مالک: ۹۰۷، مصنف عبدالرزاق: ۶۷۹۶)

اس جملے کا مطلب سمجھنے سے پہلے مسئلہ کی حقیقت جان لیجئے تاکہ مفہوم پوری طرح ذہن نشین ہو جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ آیا زکوٰۃ گلہ یعنی مجموعہ پر ہے یا اشخاص یعنی مال کے مالک کا اعتبار ہوتا ہے؟ اگرچہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ زکوٰۃ گلہ کے اعتبار سے دینی ہوتی ہے ان کے ہاں مالک کا اعتبار نہیں ہوتا جبکہ اکثر فقہاء کرام رحمہم اللہ کے ہاں گلہ کا اعتبار نہیں ہوتا، مالک کا اعتبار ہوتا ہے۔

اس مسئلہ کو مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ ایک شخص کے پاس اسی بکریاں ہیں، مگر وہ بکریاں ایک جگہ یعنی ایک گلہ (ریوڑ) میں نہیں ہیں، بلکہ الگ الگ دو گلوں میں ہیں، تو چونکہ بعض حضرات کے نزدیک زکوٰۃ گلہ پر واجب ہوتی ہے، اس لیے ان کے مؤقف کے مطابق ان دونوں گلوں میں سے دو بکریاں وصول کی جائیں گی۔

لیکن اکثر فقہاء کرام رحمہم اللہ کے مؤقف کے مطابق دونوں گلوں سے ایک ہی بکری وصول کی جائے گی، کیونکہ اگرچہ وہ اسی بکریاں دو گلوں میں تقسیم ہیں مگر ملکیت میں چونکہ ایک ہی شخص کی ہیں اس لئے اس حساب کے مطابق کہ چالیس سے ایک ایک سو بیس تک کہ تعداد میں ایک ہی بکری واجب ہوتی ہے، اس شخص سے بھی ایک ہی بکری وصول کی جائے گی۔

اس مسئلہ کو ذہن میں رکھ کر اب سمجھئے کہ روایت کا مذکورہ جملہ جمہور فقہاء کرام رحمہم اللہ کے مؤقف کی زبردست دلیل ہے کیونکہ اس جملہ میں موجود ممانعت کا تعلق ساعی یعنی زکوٰۃ وصول کرنے والے سے ہے کہ وہ زکوٰۃ لینے کے لیے متفرق بکریوں کو یکجا نہ کرے مثلاً دو الگ الگ اشخاص کے پاس اتنی اتنی بکریاں ہوں کہ جو علیحدہ علیحدہ تو حد نصاب کو نہ پہنچتی ہوں اور ان پر زکوٰۃ واجب نہ ہوتی ہو، جیسے دونوں کے پاس بیس بیس بکریاں ہوں مگر جب دونوں کی بکریاں یکجا ہو جائیں تو ان پر زکوٰۃ واجب ہو جائے لہذا زکوٰۃ وصول کرنے والے کے لیے یہ درست نہیں ہے کہ وہ زکوٰۃ لینے کی وجہ سے ان بکریوں کو یکجا کر دے۔

اسی طرح دوسری ممانعت کا تعلق بھی زکوٰۃ وصول کرنے والے ہی سے ہے کہ زکوٰۃ لینے کے لیے علیحدہ علیحدہ جانوروں کو یکجا نہ کرے مثلاً اگر کسی شخص کے پاس اسی بکریاں اس طرح ہوں کہ چالیس تو ایک جگہ میں اور چالیس دوسری: جگہ ہیں تو زکوٰۃ وصول کرنے والا ان دونوں جگہوں کی بکریوں کو دو الگ الگ نصاب قرار دے کر اس شخص سے دو بکریاں وصول نہ کرے۔

بلکہ دونوں جگہوں کی بکریوں کو ایک ہی نصاب قرار دے اور قاعدہ کے مطابق ایک ہی بکری وصول کرے کیونکہ بکریاں اگرچہ الگ الگ ہیں لیکن ملکیت میں ایک ہی شخص کے ہیں، لہذا دونوں جگہ کی مجموعہ بکریوں پر کہ جن کی تعداد اسی ہے ایک ہی بکری واجب ہوگی۔

{ سونے کی زکوٰۃ کے نصاب کا بیان }

۴۷۹. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِي أَقْلٍ مِنْ عِشْرَيْنِ مِثْقَالًا ذَهَبًا صَدَقَةٌ فَإِذَا بَلَغَتْ عِشْرَيْنِ مِثْقَالًا فَفِيهَا نِصْفُ مِثْقَالٍ فَمَا زَادَ فَبِحِسَابِ ذَلِكَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: بیس مثقال سے کم سونے میں زکوٰۃ نہیں ہے، جب سونا بیس مثقال ہو جائے تو اس میں آدھا مثقال زکوٰۃ ہے، اس سے جتنا زائد ہوگا اس میں اسی حساب سے زکوٰۃ آتی رہی گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۹۵، جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۳۰۹ ح ۸۰۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۸۷۷۷، قالوا فی الدنانیر ماؤخذ منها فی الزکاة۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیس دینار سے کم سونے میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور جب بیس دینار ہو جائے تو ان میں آدھا دینار زکوٰۃ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۸۷۷۷) واضح رہے کہ بیس دینار بیس مثقال ہی ہیں۔ یہی نصاب سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بھی مروی ہے۔ (دیکھئے: إبلعاء السنن: ۲۳۸۸) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سونے میں زکوٰۃ کے واجب ہونے کے لیے کم از کم نصاب بیس دینار/بیس مثقال ہیں اور باقی نسائی اور ابن حبان وغیرہ کی جس حدیث میں آیا ہے کہ چالیس درہموں میں ایک دینار ہے وہ حدیث ان احادیث کے مخالف نہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں چالیس دیناروں میں واجب مقدار ایک دینار کا ذکر ہے اور اس کا کوئی منکر نہیں اور نہ ہی اس حدیث میں بیس مثقال میں نصف دینار کے واجب ہونے کی نفی ہے۔

{ جب تک مال پر سال نہ گزر جائے زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی }

۴۸۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِنْ كَانَ لَكَ مَالٌ تَزَيُّدُهُ فَأَصْبَحْتَ مَالًا قَبْلَ أَنْ يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ فَزَيِّدْهُ مَعَهُ إِذَا حَالَ الْحَوْلُ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَكَ مَالٌ فَلَا

تَزْكُوهُ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ مُذْ يَوْمَ أَصْبَتْهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: اگر تیرے پاس مال ہو جس کی تو نے زکوٰۃ ادا کرنی ہو اور اس مال پر سال گزرنے سے پہلے ہی کچھ مزید مال تیرے ہاتھ لگ جائے تو اس سابقہ مال پر سال گزرنے پر اس کے ساتھ مزید ہاتھ لگنے والے مال کی زکوٰۃ بھی ادا کر دے۔ اور اگر (پہلے سے) تیرے پاس کوئی مال نہ ہو تو پھر اس کی زکوٰۃ ادا نہ کر یہاں تک کہ جس دن یہ مال تیرے ہاتھ لگا تھا اُس دن سے اس پر سال گزر جائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مال پر جب تک سال نہ گزر جائے زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی بلکہ رحمۃ اللہ میں لکھا ہوا ہے کہ زکوٰۃ کے واجب ہونے کے لیے سال گزرنے کی شرط ہونے پر اجماع ہے۔ (بحوالہ احیاء السنن: ج ۲ ص ۴۸۱)

{ کسی سے قرض لینا تھا، جب وہ ملے تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے }

۴۸۱. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَكُونُ لَهُ الدَّيْنُ فَيَقْبِضُهُ قَالَ يُزَكِّيهِ لِمَا كَانَ مَقْضًى.

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: کسی شخص کا پیسہ لوگوں پر قرض ہو اور وہ اسے وصول کر لے تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۰۰، باب زکاة الذهب والفضة، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۴۶۷، ۸۲۹، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج ۱ ص ۴۷۱، مصنف عبدالرزاق: ۷۱۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۲۳، ۱۰۲۵، الامول لابن عبید: ۱۲۲۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۷۶۲۳، السنن الصغیر للبیہقی: ۱۲۱۶، معرفۃ السنن والاثار للبیہقی: ۸۳۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند ابن ابی شیبہ و عبد الرزاق وغیرہما)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار وایۃ الامام محمد: ۳۰۰)

۴۸۲۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الرَّجُلِ يَكُونُ لَهُ الدَّيْنُ قَالَ زَكَاتُهُ عَلَيْهِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جس نے کسی سے قرض لینا ہو تو اس کی زکوٰۃ اسی پر ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ معدنیات میں خمس واجب ہے }

۴۸۳۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ فِي الْعَجَبَاءِ جُبَارٌ وَالْقَلْبِيبُ جُبَارٌ وَالْمُعْدِينُ جُبَارٌ وَفِي الرُّكَازِ الْخُمْسُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”چوپایوں کا (نقصان) معاف، گڑھے یا کھائی کا (نقصان) معاف، کان کا (نقصان) معاف اور رکاز (یعنی وہ سونا چاندی جسے اللہ نے زمین بنانے کے ساتھ بنا دیا تھا) میں خمس واجب ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وایۃ الامام محمد: ۵۸۵ باب دية الخط أو ما تعقل العاقله، جامع المسانيد للنحوارزمي: ج ۲ ص ۱۸۳، کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ: ج ۱ ص ۴۳۷-۴۳۹۔

تحقیق:

مرسل معتضد، صحیح ہے۔

فائدہ:

کتاب الخراج میں امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ (سیدنا) ابوسعید خدری (رضی اللہ

عنہ) نے فرمایا:

كان اهل الجاهلية اذا عطب الرجل في قلب جعلوا القلب عقله، واذا قتلته دابة جعلوها عقله. واذا قتلته معدن جعلوه عقله فسأل مائل رسول الله ﷺ عن ذلك فقال: "العجماء جبار والمعدن جبار والبئر جبار. وفي الركاز الخمس ف قيل له: ما الركاز يا رسول الله؟ فقال: الذهب والفضة الذي خلقه الله في الارض يوم خلقت. (كتاب الخراج: ٦٨)

کہ زمانہ جاہلیت میں اہل جاہلیت (اہل عرب) کا دستور یہ تھا کہ اگر کوئی شخص کسی گڑھے یا کھائی میں گر کر ہلاک ہو جاتا تو اسی گڑھے کو اس کی دیت قرار دے دیتے۔ کوئی جانور اسے مار ڈالتا تو اسی جانور کو ہلاک ہونے والے کی دیت قرار دے دیتے۔ اور اگر کوئی آدمی کسی کان میں گر کر مر جاتا تو اس کان کی دیت قرار دے دیتے۔ کسی پوچھنے والے نے رسول اللہ ﷺ سے اہل جاہلیت کے اس دستور کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”چوپایوں کا (نقصان) معاف، کان کا (نقصان) معاف، کنویں کا (نقصان) معاف، اور رکاز میں خمس واجب ہے۔“ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! رکاز کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”رکاز وہ سونا چاندی ہے جسے اللہ رب العزت نے زمین بنانے کے ساتھ بنا دیا تھا۔“

{کانوں میں خمس واجب ہے}

۴۸۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمَعْدِنِ الْخُمْسُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: کانوں میں خمس ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{دوسو سے کم درہم میں زکوٰۃ نہیں}

۴۸۵. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِي أَقَلِّ مِنْ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ صَدَقَةٌ فَإِذَا كَانَتْ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ فَفِيهَا خُمْسَةٌ دَرَاهِمٌ فَمَا زَادَ فَبِحِسَابِ ذَلِكَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: دوسو سے کم درہم میں زکوٰۃ نہیں، جب دوسو درہم ہو جائیں تو اس میں پانچ درہم آتے ہیں اس سے جتنے زائد ہوتے جائیں گے اسی حساب سے زکوٰۃ آتی جائے گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{اگر کسی کو خزانہ ملے تو چار حصے خزانہ پانے والے کے ہیں}

۴۸۶. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنتَشِرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا وَجَدَ كَنْزًا بِالْمَدَائِنِ فَدَفَعَهُ إِلَى عَامِلِهَا فَأَخَذَهُ كُلَّهُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا لِلرَّجُلِ بِفَيْكَ الْكِشْكُ (تَعْنِي الثَّرَابُ) أَفَهَلَا أَخَذْتَ أَرْبَعَةَ أَخْمَاسِهِ قَبْلَ أَنْ تَرْفَعَهُ إِلَيْهِ!

امام محمد بن منشر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو مدائن میں خزانہ ملا تو اس نے اسے اپنے عامل کے سپرد کر دیا اور عامل نے وہ خزانہ سارا کا سارا لے لیا۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا (کو یہ بات پہنچی تو آپؓ) نے اس شخص سے کہا کہ تیرے منہ میں خاک اپنے عامل کے پاس خزانہ لے جانے سے پہلے تو نے اس سے (پانچ میں سے باقی) چار حصے (۴/۵) لے کیوں نہ لئے؟

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۸/۱۰۷۷ باب فی الرکاز سجده القوم فیہ زکاة؟، المبسوط للسرخی: ج ۱۳ ص ۳۳ باب الصرف فی المعادن و تراب الصواعین۔

تحقیق:

اس کی سند ہے۔

۱۔ امام ابراہیم بن محمد بن منشر بن اجدع ہمدانی کو فی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۳۶، تہذیب الکمال: ۲۳۵، الکاشف: ۱۹۶)

۲۔ امام محمد بن منشر بن اجدع بن مالک ہمدانی وداعی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۶۲۹، تاریخ الثقات للعلی: ۱۵۰۵، الکاشف: ۵۱۶۷)

فائدہ:

امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کتاب الخراج میں لکھتے ہیں:

فمن اصاب كنزا عاديا في غير ملك احد فيه ذهب او فضة او جوهر او ثياب فان في ذلك الخمس واربعة اخماسه للذي اصابه، وهو بمنزلة الغنينة يغنيها القوم فتعس وما بقي فلهم۔

(کتاب الخراج: ۶۷)

جس کسی کو بھی کوئی قدیم خزانہ غیر مملوکہ زمین سے ہاتھ لگے، اور دھینے میں سونا، چاندی، جواہرات یا کپڑے برآمد ہوں تو اس میں سے خمس لیا جائے گا اور پانچ میں سے باقی چار حصے (۴/۵) اس شخص کو ملیں گے جس نے اسے پایا ہو اس کا حکم بھی مال غنیمت جیسا ہے کہ جب کسی گروہ کے ہاتھ آتا ہے تو اس میں سے خمس لے لیا جاتا ہے اور باقی ان لوگوں کیلئے ہوتا ہے۔

{ زیورات میں زکوٰۃ کا بیان }

۴۸۷۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ امْرَأَةً ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَتْ لَهُ إِنَّ لِي حُلِيًّا أَفَعَلَ فِيهِ زَكَاةً؟ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ فَإِنْ جَعَلْتُهُ فِي ابْنِ أَخِي لِي يَتِيمٌ أَفُجِّرُ ذَلِكَ عَنِّي؟ قَالَ نَعَمْ وَقَالَ نِصْفُ مِثْقَالٍ مِنْ كُلِّ عِشْرَيْنِ مِثْقَالًا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ان سے عرض کیا کہ میرے پاس زیورات ہیں کیا مجھ پر ان کی زکوٰۃ ہے؟ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! اس نے کہا اگر میں اپنے یتیم بھتیجے کو زکوٰۃ دے دوں تو کیا میری طرف سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! اور فرمایا: ہر بیس مثقال میں نصف مثقال زکوٰۃ ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۰۱، کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ: ج ۱ ص ۴۵۱، ۴۵۶، مصنف عبدالرزاق: ۷۰۵۵، ۷۰۵۶، کتاب الاموال لابن زنجویہ: ۱۷۶۵، ۲۱۴۹، ۲۱۷۲، سنن الدارقطنی: ۱۹۵۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲ ص ۱۳۲۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصلہ عبدالرزاق والدارقطنی وغیرہما)

سنن دارقطنی وغیرہ میں اس کی سند یوں ہے:

... ثنا سفيان عن حماد عن ابراهيم عن علقمة ان امرأة ابن مسعود رضي الله عنه.... الخ.

(سنن الدارقطنی: ۱۹۵۹)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں زکوٰۃ سوائے

بیٹے، والد، پوتے، دادا اور دادی کے ہر (مستحق) رشتہ دار کو دی جاسکتی ہے خواہ وہ اس کی زیر کفالت ہوں۔
(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۰۱)

{جواہرات اور موتی تجارت کے لئے نہ ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے}

۴۸۸. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ خَمَادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنَ اللَّؤْلُؤِ وَالْجَوْهَرِ زَكَاةٌ إِذَا كَانَ يَلْبَسُ وَإِذَا كَانَ لِلتِّجَارَةِ فَفِيهِ الزَّكَاةُ فَإِنْ كَانَ لِلتِّجَارَةِ قَوْمُهُ فَرَكَاةٌ عَنْ كُلِّ مِائَتِي دِرْهَمٍ خُمُسُهُ دَرَاهِمٌ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جواہرات اور موتی جب پہنے جاتے ہوں تو ان میں کچھ بھی زکوٰۃ نہیں ہے اور جب تجارت کے لئے ہوں تو پھر ان میں زکاۃ ہے، جب تجارت کے لئے ہوں تو ان کی قیمت لگا کر ہر دو سو درہم کے بدلے پانچ درہم زکوٰۃ ادا کی جائے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۰۲ باب زکاۃ الحلی، جامع المسانید للحواری: ج ۱ ص ۳۶۷ ح ۸۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۷۳، مصنف عبدالرزاق: ۷۰۶۲۔

فائدہ:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ جواہرات اور موتی تجارت کے لئے نہ ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۰۲)

{مسلمانوں سے تجارتی مال میں عشر کا چوتھا حصہ اور ذمیوں سے آدھا عشر لیا جائے}

۴۸۹. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَرَادَ أَنْ يَسْتَعِيلَهُ فَقَالَ لَا حَتَّى تَكْتُبَ لِي عَهْدَ عُمَرَ الَّذِي كَتَبَهُ لِأَنَسٍ أَنْ خُذْ مِنْ أَهْلِ الْحَرْبِ الْعُشْرَ وَمِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ نِصْفَ الْعُشْرِ وَمِنْ الْمُسْلِمِينَ رُبْعَ الْعُشْرِ.

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے انس بن سیرین رحمہ اللہ کو عامل بنانا چاہا تو انہوں نے

کہا کہ میں اس وقت تک عامل نہ بنوں گا یہاں تک کہ آپ مجھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا وہ عہد نامہ لکھ کر نہ دے دیں جو انہوں نے انس رضی اللہ عنہ کے لیے لکھا تھا کہ تم اہل حرب سے عشر وصول کرو، اہل ذمہ سے (جب کہ وہ تجارت کے لیے آئیں تو) نصف عشر وصول کرو اور مسلمانوں سے ایک عشر کا چوتھا حصہ وصول کرو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۱۶، جامع المسانید للحوارزی: ج ۱ ص ۶۳ ح ۸۲۲، مسند ابی حنیفہ: روایۃ ابی نعیم: ص ۲۵۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۸۷۶۳، ۱۸۷۶۵، معرفۃ السنن والاثار للبیہقی: ۱۸۵۹۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۱۱۲، الاموال لابن عبید: ۱۶۵۷، کتاب الخراج لابن یوسف: ۲۹۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری)

امام انس بن سیرین الانصاری البصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۵۶۶، تاریخ الثقات للعلی: ۱۱۸)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ہم اس سب پر عمل کرتے ہیں مسلمانوں سے جو وصول کیا جائے گا وہ زکوٰۃ ہوگا اور اسے مصارف زکوٰۃ فقراء مساکین اور اللہ جل شانہ کے قرآن میں مذکور مصارف زکوٰۃ کو دیا جائے گا اور جو اہل ذمہ اور اہل حرب سے لیا جائے گا اسے بیت المال میں خراج کی جگہ مجاہدین کے لئے رکھ دیا جائے گا۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۱۶)

۴۹۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي صَخْرَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ حُدَيْرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ بَعَثَهُ عَلَى الثَّمَرِ فَأَمَرَهُ بِمِثْلِ ذَلِكَ.

زیاد بن حدیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں عین التمر کے عشور کی تحصیل کے لئے بھیجا تو حکم دیا کہ مسلمانوں سے چالیسواں حصہ، ذمیوں سے بیسواں اور حربی لوگوں سے دسواں حصہ وصول کریں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الخراج لابن یوسف: ۲۹۸، کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۱۵ باب زکاة الزروع، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۴۶۵ ح ۸۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۵۸۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

- ۱۔ امام ابو صخرہ جامع بن شداد الحاربی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۸۸۹، تاریخ الثقات: ۱۹۹)
- ۲۔ امام ابوالمغیرہ زیاد بن حدیر الاسدی الکوفی رحمہ اللہ سنن ابی داود کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۲۰۳۳، الکاشف: ۱۶۷۸)

{ کس پیداوار میں عشر اور کس میں نصف عشر واجب ہے؟ }

۴۹۱. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي كُلِّ مَا أَخْرَجْتُهُ الْأَرْضُ مِنْ قَلِيلٍ أَوْ كَثِيرٍ زَكَاةً وَفِيمَا سَقَتِ السَّهَاءُ أَوْ سَقَى سَيْحًا الْعُشْرُ وَفِيمَا سَقَى بِغَرْبٍ أَوْ دَالِيَةٍ نِصْفُ الْعُشْرِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ہر وہ چیز جسے زمین نکالے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر اس میں زکوٰۃ ہے اور جو بارش کے پانی سے سیراب ہو یا بہنے والے پانی سے اس میں عشر آئے گا اور جو بڑے ڈوال یا عام ڈول سے سیراب ہو اس میں نصف عشر آئے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۱۳ باب زکاة الزرع والعشر، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۴۶۲ ح ۸۱۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۹۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۳۰، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۰۹۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

جس چیز کو بھی زمین نکالے خواہ وہ قلیل یا کثیر اس میں عشر یا نصف عشر واجب ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

یا ایہا الذین آمنوا انفقوا من طینت ما کسبتم و مما اخرجنا لکم من الارض. (البقرة: ۲۶۷)
اے ایمان والو! جو کچھ تم نے کمایا ہو اور جو پیداوار ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہو اس کی اچھی چیزوں کا ایک حصہ (اللہ کے راستے میں) خرچ کیا کرو۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
جس زمین کی سیرابی بارش کے پانی یا چشموں کے پانی سے کی گئی ہو یا وہ زمین تروتازہ ہو تو اس میں دسواں حصہ واجب ہوگا اور جو زمین کنویں کے پانی سے سیراب کی گئی ہو تو اس میں بیسواں حصہ ہے۔ (صحیح البخاری: ۱۳۸۳)
سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:
کہ وہ زمین جس کی سیرابی نہری یا بارش کے پانی سے کی گئی ہو اس میں دسواں حصہ ہے اور جس زمین کی سیرابی رہٹ کے ذریعے کی گئی ہو اس میں بیسواں حصہ ہے۔ (صحیح مسلم: ۹۸۱ باب ما فی العشر او نصف العشر)
سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس زمین کو دریائی پانی، بارش اور چشمے سیراب کریں اس میں عشر ہے اور جس کو رسیوں کے ذریعہ کنویں کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۲۳۵)
سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں عشر ہے اور جس زمین کو ڈول کے ذریعہ کنویں سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ۷۲۳۳)
امام مجاہد تابعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

زمین جس چیز کو بھی نکالے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر اس میں عشر یا نصف عشر ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۰۲۸)
ان تمام تر دلائل سے معلوم ہوا کہ زمین جو کچھ بھی نکالے خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ اس میں عشر یا نصف عشر واجب ہے۔ باقی بخاری و مسلم کی جس حدیث میں آیا ہے کہ پانچ دستوں سے کم میں عشر نہیں۔ اس حدیث میں صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے عشر مراد نہیں جیسا کہ صاحب ہدایہ نے کہا ہے۔ (ہدایہ: ج ۱ ص ۱۸۱) یا پھر منسوخ ہے۔

{ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: وَأَتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ منسوخ ہے}

۴۹۲. يُوْسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي هَذِهِ الْآيَةِ: (وَأَتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ) (الانعام: ۱۴۱) إِنَّهَا مَنْسُوخَةٌ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ ہے: (وَأَتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ)

اور جب ان کی کٹائی کا دن آئے تو اللہ کا حق ادا کرو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۱۴ باب زکاة الزرع والعشر، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۴۷۱ باب قوله تعالى وآتوا حقه يوم حصاده وما جاء فيه۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ بنی تغلب کے عیسائیوں پر سیدنا عمرؓ نے خراج کے بدلہ دو گنا صدقہ لاگو کر دیا تھا }

۴۹۳۔ یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن الهيثم عن حماد بن عمار بن الخطاب رضي الله عنه أنه أضعف الصدقة على نصارى بني تغلب عوضاً من الخراج۔

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بنی تغلب کے عیسائیوں پر خراج کے بدلہ دو گنا صدقہ لاگو کر دیا تھا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الخراج لابن یوسف: ۲۶۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۱۲۵، ۱۹۳۰۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۵۸۱، کتاب الاموال لابن زنجویہ: ۱۱۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخرى عند ابی یوسف وابن ابی شیبہ وغیرہما)

فائدہ:

بنی تغلب کے عیسائیوں کے بارے میں خلیفہ ہارون الرشید رحمہ اللہ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وسألت يا امير المؤمنين عن نصارى بني تغلب، ولم ضوعفت عليهم الصدقة في اموالهم واسقطت الجزية عن رءوسهم، وعما ينبغي ان يعامل به اهل الذمة جميعا في جزية الرءوس

والخراج واللباس والصدقات والعشور

قال ابو يوسف (رحمه الله تعالى): حدثني بعض المشايخ عن السفاح عن داود بن كردوس عن عبادة بن نعيان التغلبي (رحمه الله) انه قال لعمر بن الخطاب رضي الله عنه: يا امير المؤمنين ان بني تغلب من قد علمت شوكتهم. وانهم بازاء العدو فان ظاهروا عليك العدو واشتدت مؤنتهم فان رأيت ان تعطيتهم شيئاً فافعل. قال: فصالحهم عمر على ان لا يغصبوا احداً من اولادهم في النصرانية ويضاعف عليهم الصدقة. قال: وكان عبادة يقول: قد فعلوا فلا عهد لهم. وعلى ان يسقط الجزية عن رءوسهم، فكل نصراني من بني تغلب له غنم سائمة، فليس فيها شيء حتى تبلغ اربعين شاة، فاذا بلغت اربعين سائمة ففيها شاتان الى عشرين ومائة فاذا زادت شاة ففيها اربع من الغنم. وعلى هذا الحساب تؤخذ صدقاتهم.

وكذلك البقر والابل اذا وجب على المسلم شيء من ذلك فعلى النصراني التغلبي مثله مرتين ونساء هم كرجالهم في الصدقة فاما الصبيان فليس عليهم شيء. وكذلك ارضوهم التي كانت بأيديهم يوم يصولحوا فيؤخذ منهم ضعف ما يؤخذ من المسلم، واما الصبي والمعتوة فاهل العراق يرون ان يؤخذ ضعف الصدقة من ارضه ولا يؤخذ من ماشيته، واهل الحجاز يقولون يؤخذ ذلك من ماشيته. وسبيل ذلك سبيل الخراج، لانه بدل من الجزية ولا شيء عليهم في بقية اموالهم ورقيقهم.

قال ابو يوسف: حدثنا ابو حنيفة عن حدثه عن عمر بن الخطاب انه اضعف الصدقة على نصاري بني تغلب عوضاً من الخراج.

قال: وحدثنا اسماعيل بن ابراهيم بن البهاجر قال سمعت ابي يذكر قال: سمعت زياد بن حدير قال: ان اول من بعث عمر بن الخطاب على العشور الى ههنا انا، قال فأمرني ان لا افتش احداً وما مر على من شيء اخذت من حساب اربعين درهماً من المسلمين واخذت من اهل الذمة من عشرين واحداً ومن لا ذمة له العشر. قال: وأمرني ان اغلظ على نصاري بني تغلب.

قال انهم قوم من العرب وليسوا من اهل الكتاب فعلمهم يسلمون. قال: وكان عمر قد اشترط على نصاري بني تغلب ان لا ينصروا اولادهم. قال: وأمرني ان اغلظ على نصاري بني تغلب. قال انهم قوم من العرب وليسوا من اهل الكتاب فعلمهم يسلمون.

قال: وكان عمر قد اشترط على نصارى بنى تغلب ان لا ينصروا اولادهم. قال ابو يوسف: وكل ارض من ارض العشر اشتراها نصراني تغلبي، فان العشر يضاعف عليه كما يضاعف عليهم في اموالهم التي يختلفون بها في التجارات. وكل شيء يجب على المسلم فيه واحد فعلى النصراني التغلبي اثنان. (كتاب الخراج: ٢٦١، ٢٦٢)

امیر المؤمنین! آپ نے نصاریٰ بنی تغلب کے بارے میں معلومات چاہی ہیں اور یہ پوچھا ہے کہ ان کے اموال پر جو محصول لاگو کیا گیا ہے اس کی شرح زکوٰۃ کی شرح سے دوگنی کی گئی ہے؟ ان کو جزیہ سے کیوں معاف رکھا گیا ہے؟ اور یہ کہ جزیہ و خراج، صدقات و عشور اور پوشاک کے ضمن میں سارے اہل ذمہ کے سلسلہ میں ہماری پالیسی کیا ہونی چاہئے؟

عبادہ بن نعمان تغلبی سے روایت ہے کہ:

”انہوں نے (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ امیر المؤمنین! آپ کو بنی تغلب کی قوت کا بخوبی اندازہ ہے، اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ لوگ دشمن کے علاقہ کے بالکل سامنے رہتے ہیں، اگر یہ لوگ آپ کے خلاف دشمن کی مدد کرنے لگے تو ان کے سبب بڑی مشکلیں آن پڑیں گی، اگر آپ مناسب سمجھیں تو ان کے ساتھ کچھ رعایت کر دیں۔“

(راوی) کہتا ہے کہ (سیدنا) عمر نے ان لوگوں سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ اپنی اولاد میں سے کسی کو پتسمہ نہ دیں گے اور ایک شرط یہ بھی طے پائی کہ ان کے سروں سے جزیہ معاف کر دیا جائے گا، چنانچہ بنی تغلب کے جس عیسائی کے پاس چرنے والی بھیڑ بکریاں ہوں ان میں چالیس کی تعداد تک کچھ نہیں واجب ہے، ان کی تعداد چالیس ہو تو ان میں سے دو بکریاں لی جائیں گی اور ایک سو اسوں تک اتنا ہی لیا جائے گا، جب بھیڑ بکریوں کی تعداد ایک سو بیس سے زائد ہو جائے تو ان میں سے چار بھیڑیں یا بکریاں واجب ہوں گی، ان کے صدقات اسی حساب سے وصول کئے جائیں گے۔

یہی حال گائے نمل اور اونٹوں کا ہے کہ ان کی کس تعداد پر مسلمانوں پر جو کچھ واجب ہوتا ہے اس کا دوگنا تغلبی عیسائی پر واجب ہوگا، صدقہ کی تحصیل میں ان کی عورتوں کی حیثیت وہی ہوگی جو ان کے مردوں کی ہے، البتہ بچوں پر کچھ بھی واجب نہیں ہوگا۔ اسی طرح ان کی زمینیں جو بوقت صلح ان کے قبضہ میں تھیں ان پر بھی مسلمانوں پر واجب ہونے والے محاصل سے دوگنے محاصل وصول کئے جائیں گے، بچوں اور بے عقلوں (کی املاک) کے بارے میں (فقہاء) اہل عراق کی رائے یہ ہے کہ ان کی زمینوں سے صدقہ کا دوگنا وصول کیا جائے گا مگر ان کے مویثیوں پر کوئی محصول نہ لیا جائے گا، اور (فقہاء) اہل حجاز کہتے ہیں کہ ان کے مویثیوں میں سے بھی صدقہ کا دوگنا وصول کیا جائے گا۔

ان محاصل کی نوعیت خراج کی ہے کیونکہ یہ جزیہ کے بدلہ وصول کئے جاتے ہیں ان کے باقی اموال اور غلاموں پر ان سے کوئی محصول نہیں لیا جائے گا۔

ہم سے (امام اہلسنت) ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) نے اس راوی کے واسطے سے جس نے ان سے بیان کیا تھا، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ:

” (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بنی تغلب کے عیسائیوں پر خراج کے بدلہ دو گنا صدقہ لاگو کر دیا تھا۔“
زیاد بن حدیر نے کہا ہے کہ:

وہ پہلا آدمی جسے (سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے عشور کی تحصیل پر مامور کر کے یہاں بھیجا تھا میں ہوں، انہوں نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے ہدایت کی تھی کہ کسی کی تلاش نہ لوں اور جو کچھ میرے سامنے سے گزرے اس میں سے میں مسلمانوں سے چالیس درہم میں سے ایک درہم، ذمیوں سے بیس درہم میں سے ایک درہم، اور غیر ذمی افراد سے دس درہم میں سے ایک درہم کے حساب سے وصول کیا کروں۔

یہ کہتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ حکم دیا تھا کہ میں بنی تغلب کے عیسائیوں پر سختی کروں اور فرمایا تھا کہ یہ لوگ عرب ہی کی ایک قوم ہیں، (قومی طور پر) اہل کتاب میں سے نہیں، لہذا ہو سکتا ہے کہ (اس سخت رویہ کے سبب) یہ مسلمان ہو جائیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ نے بنی تغلب کے عیسائیوں سے یہ شرط طے کر لی تھی وہ اپنی اولاد کو عیسائی نہیں بنائیں گے۔

(ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ) جس طرح ان لوگوں کے اموال تجارت پر دو گنا محصول لاگو کیا گیا ہے اسی طرح جو عشری زمینیں کوئی تغلبی عیسائی خرید لے تو پر بھی دو گنا عشر لاگو کیا جائے گا (غرض یہ کہ) جس چیز میں کسی مسلمان پر ایک واجب ہے اس میں تغلبی عیسائی پر دو واجب ہوگا۔

{ ایک ایک گھرانے کو دس، دس درہم زکوٰۃ دینے کی بجائے ایک گھر والوں کو بھوک سے بے نیاز کرنا

زیادہ پسندیدہ ہے }

۴۹۰۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ رَجُلًا أَرَادَ أَنْ يُعْطِيَ إِبْرَاهِيمَ زَكَاةَ مَالِهِ أَرْبَعِيَّةَ دِرْهَمٍ فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَهَا فَذَهَبَ مَعَهُ إِبْرَاهِيمُ يَدُلُّهُ وَكَانَ يُعْطِي أَهْلَ الْبَيْتِ عَشْرَةَ عَشْرَةً فَقَالَ إِبْرَاهِيمُ لَوْ كُنْتُ أَنَا كُنْتُ أُغْنِي بِهَا أَهْلَ بَيْتٍ وَاحِدٍ كَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ.

عمر بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے امام ابراہیم (نخعی) رحمہ اللہ کو اپنے مال کی چار سو درہم زکوٰۃ دینی چاہی تو انہوں نے (مستحق نہ ہونے کی وجہ سے) اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور رہنمائی کے لیے اس شخص کے ساتھ گئے یہ شخص ایک ایک گھرانے کو دس، دس درہم دینے لگا۔ امام ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ اگر میں تقسیم کرتا تو مجھے ایک گھر والوں کو بھوک سے بے نیاز کرنا زیادہ پسند ہوتا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۱۷ باب کیف تعطی الزکاة، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۳۲۷ اما قالوا فی الزکاة قدر ما یعطی منها، کتاب الاموال لابن زنجویہ: ۲۲۷۵، ۲۲۷۹۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ طرق اخری عند ابن ابی شیبہ وابن زنجویہ)

فائدہ:

اس اثر کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، میں زکوٰۃ میں دوسودرہم سے کم کم دوں گا پورے دوسودرہم نہ دوں گا ہاں مگر وہ مقروض ہو تو اس کو قرضہ کے مطابق دیا جائے گا اور اس سے زیادہ سودرہم مگر کچھ کم اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۱۷)

{ذمی لوگ شراب لے کر گزریں تو ان سے بیسواں حصہ وصول کیا جائے گا}

۴۹۸. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم انه قال اذا مرّ اهل الذمّة بالخمر اخذ منهم نصف العشر۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب ذمی لوگ (محصل چنگی کے یہاں) شراب لے کر گزریں تو ان سے بیسواں حصہ وصول کیا جائے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الخراج لابن یوسف: ۲۰۲ فصل فی العشور وحکم من یحبونها، مصنف عبدالرزاق: ۹۸۷۷ اخذ الجزیۃ من الخمر۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام الحدیث قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کتاب الخراج میں لکھتے ہیں:

واذا مر اهل الذمة على العاشر بخمر او خنازير قوم ذلك على اهل الذمة ثم يؤخذ منهم نصف العشر. وكذلك اهل الحرب اذا مروا بالخنازير والخمور فان ذلك يقوم عليهم ثم يؤخذ منهم العشر. (كتاب الخراج: ص ۲۹۲)

جب ذمی لوگ محصل جنگی کے یہاں شراب یا سور لے کر آئیں تو ان کی قیمت لگائی جائے گی، قیمت کا حساب ذمی لوگ خود لگائیں گے، اسی قیمت کے حساب سے ان سے بیسواں حصہ وصول کیا جائے گا، اسی طرح اگر حربی لوگ شراب یا سور لے کر گزریں تو ان کی قیمت کا حساب لگا کر اسی حساب سے دسواں حصہ وصول کیا جائے گا۔ اور ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

ولا يؤخذ منهم في الجزية مية ولا خنزير ولا خمر فقد كان عمر بن الخطاب رضي الله عنه ينهي عن اخذ ذلك منهم في جزيتهم. وقال: ولو هاربا باها، فليبيعوها وخذوا منهم اثمانها.

(كتاب الخراج: ص ۲۹۵)

جزیہ کی ادائیگی میں ان لوگوں سے مردار، یا سور یا شراب نہیں لی جائے گی، کیونکہ (سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ان کے جزیہ میں ان سے یہ چیزیں لینے سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان اشیاء کو ان کے مالکوں ہی کے سپرد کرو کہ وہ انہیں فروخت کر ڈالیں، تم ان سے ان کی قیمتیں لے لیا کرو۔

{ صدقہ کرتے وقت اپنے گزراوقات کا بھی خیال رکھیں، جو گزراوقات سے زائد ہو وہ صدقہ کریں }

۴۹۹. يُوْسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ كُلُّ مَالِي صَدَقَةٌ عَلَى الْمَسَاكِينِ إِنَّهُ يَتَصَدَّقُ بِمَالِهِ وَنُفْسِكَ مَا يَقُوْتُهُ فَإِذَا أَصَابَ مَالًا تَصَدَّقَ بِمِقْدَارِ مَا كَانَ أَمْسَكَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: جو شخص یہ کہہ دیتا ہے کہ میرا مال مسکینوں پر صدقہ ہے تو اسے اتنا مال روک لینا چاہیے جو اس کے گزراوقات کے لئے کافی ہو اور باقی سارا مال صدقہ کر دے اور پھر جب مزید مال اس کے ہاتھ لگے تو بتنا روکا تھا اتنا مال صدقہ کر دے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار رواية الامام محمد: ۴۲۲ باب الرجل يجعل ماله للمساكين جامع المساكين للخوازمي: ج ۲ ص ۲۶۲ ح ۱۵۸۴.

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{دوسودراہم سے زائد جب چالیس ہو جائیں تو ان پر زکوٰۃ ہے}

۵۰۰۔ یوسف قال ابو یوسف وقال ابو حنیفہ بلغنی عن الحسن البصری انه قال ما زاد علی المائتین فلا شیء علیہ حتی يبلغ اربعین درهماً۔
 وبہ کان يأخذ ابو حنیفہ وقال ابو یوسف ما زاد علی المائتین وان لم يبلغ اربعین درهماً ففیہ فبحساب ذلک۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: دوسودراہم سے زائد پر کچھ بھی واجب نہیں ہے یہاں تک کہ وہ چالیس تک پہنچ جائے۔
 امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اسی کو اختیار کرتے تھے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ دوسودراہم سے زائد پر اگرچہ وہ چالیس تک نہ پہنچے اسی حساب سے ادائیگی لازم ہوگی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۶۵ باب ما قالوا فیما زاد علی المائتین لیس فیہ شیء حتی يبلغ اربعین درهماً، مصنف عبدالرزاق: ۸، ۷۰۸ باب صدقة العین۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (نقلہ ابن ابی شیبہ وعبدالرزاق بسند صحیح)

فائدہ:

جن روایات میں آیا ہے کہ ”فما زاد فبحساب ذلک“ دوسودراہم سے زائد پر اسی حساب سے ادائیگی لازم ہوگی۔ ان میں زائد کی مقدار مجمل ہے۔ جبکہ جن روایات میں آیا ہے کہ دوسو سے زائد چالیس ہو جائیں تو ان پر زکوٰۃ ہے وہ روایات مفسر ہیں لہذا مجمل روایات کو مفسر پر محمول کیا جائے گا اور دوسو سے زائد جب چالیس ہو جائیں تو ہی ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی جیسا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا ہے، امام شعبی رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۸۶۳) نیز سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ولانی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ الصدقات فامرنی ان آخذ من کل عشرین دیناراً نصف دینار وما زاد فبلغ اربعة دنانیر ففیه درهم وان آخذ من مائتی درهم خمسة دراهم فما زاد فبلغ اربعین درهما ففیه درهم. (کتاب الاموال لابی عبید: ۱۱۶ وسند صحیح)

کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے صدقات کے وصولی کے لئے مقرر کیا تو مجھے اس بات کا حکم دیا کہ میں ہر بیس دینار پر ایک دینار وصول کروں اور اگر (سونا) اس سے بڑھ جائے تو چار دینار پر ایک درہم ہوگا اور (اور مجھے اس بات کا بھی حکم دیا کہ) میں ہر دو سو درہم میں پانچ درہم وصول کروں اور اگر اس مقدار سے بڑھ جائے تو ہر چالیس درہم پر ایک درہم ہے۔

{ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے }

۵۰۱. یُسْف عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَازِدٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا زَكَاةَ فِي مَالِ الْيَتِيمِ حَتَّى يُدْرِكَ وَيَجِبُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے اور اس پر نماز لازم ہو جائے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۹۶ باب زکاة الذهب والفضة ومال الیتیم، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج ۱ ص ۵۴۹، جامع المسانید للحوارزمی: ج ۱ ص ۴۶۸ ح ۸۴۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۹۶ باب صدقة مال الیتیم والالتماس فیہ واعطاء زکاتہ، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۲۶، ۱۰۱۲۷، ۱۰۱۲۸ من قال لیس فی مال الیتیم زکاة حتی یبلغ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۹۷)

۵۰۲. یُسْف عَنْ أَبِي يُونُسَ عَنْ لَيْثِ بْنِ أَبِي سُلَيْمٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ

قَالَ لَيْسَ فِي مَالِ الْيَتِيمِ مِنَ الزَّكَاةِ فَإِذَا بَلَغَ فَأُخْبِرُهُ بِذَلِكَ.

امام مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ پس جب وہ بالغ ہو جائے تو اسے اس کی خبر کر دو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۹۸، کتاب النجی: ج ۱ ص ۴۵۸، مصنف عبدالرزاق: ۶۹۹۷، کتاب الاموال لابن عبید: ۱۳۱۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۲۵، اعلاء السنن: ۲۳۴۰۔

تحقیق:

حسن ہے۔

لیث بن ابی سلیم رحمہ اللہ عارضہ اختلاط میں مبتلا ہو گئے تھے جس کی وجہ سے ان کی روایات ضعیف شمار کی جاتی ہیں مگر یہ حدیث اس سے نقل کرنے میں امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ تنہا نہیں ہیں بلکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بھی اسے لیث سے نقل کیا ہے جیسا کہ اگلی روایت میں اور کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد (۲۹۸) کی روایت میں آیا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ حالت اختلاط والی روایات کی طرف نہیں جاتے تھے۔ (فتح القدیر بحوالہ اعلاء السنن: ج ۹ ص ۶ ح ۲۳۴۰) اگر لیث رحمہ اللہ نے یہ حدیث تخلیط و تغیر کے بعد بیان کی ہوتی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس حدیث کو ہرگز نہ لیتے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اس حدیث کو لینا اس بات کی دلیل ہے کہ لیث رحمہ اللہ نے یہ حدیث عارضہ اختلاط میں مبتلا ہونے سے پہلے بیان کی تھی نہ ہی اس حدیث کو حسن قرار دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور پھر یہ حدیث تو دیگر صحیح روایات سے مؤید بھی ہے۔

۵۰۳. يُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ لَيْثٍ نَحْوًا مِّنْ ذَلِكَ.

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے لیث رحمہ اللہ سے بواسطہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بھی مذکورہ بالا حدیث کی مانند روایت کیا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۹۸، کتاب النجی: ج ۱ ص ۴۵۸، مصنف عبدالرزاق: ۶۹۹۷، کتاب الاموال لابن عبید: ۱۳۱۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۰۱۲۵، اعلاء السنن: ۲۳۴۰۔

تحقیق:

حسن ہے۔

۶۔ کتاب الصیام

روزوں سے متعلق احکام و مسائل

توحید و رسالت کی شہادت کے بعد نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج اسلام کے عناصر اربعہ ہیں۔ متعدد احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے ان پانچوں چیزوں کو اسلام کے ارکان اور بنیادی ستون بتایا ہے۔

ان کے ارکان اور عناصر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام اللہ کی فرمانبرداری والے جس طرز حیات کا نام ہے اس کی تخلیق و تعمیر اور نشو و نما میں ان پانچوں کو خاص الخاص دخل ہے۔

اس لحاظ سے نماز اور زکوٰۃ کی جو تاثیر خصوصیات ہیں وہ اپنے موقع پر ذکر کی جا چکی ہیں۔ روزے کی بس تاثیر و خصوصیت کا ذکر خود قرآن مجید میں صراحت اور وضاحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔

سورہ بقرہ میں رمضان کے روزوں کی فرضیت کا اعلان فرمانے کے ساتھ ہی ارشاد فرمایا گیا ہے۔ ”لعلکم تتقون“ یعنی اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو روحانیت اور حیوانیت کا یا دوسرے الفاظ میں کہئے کہ ملکوتیت اور بہیمیت کا نسخہ جامعہ بنایا ہے، اس کی طبیعت اور جبلت میں وہ سارے مادی اور سفلی تقاضے بھی ہیں جو دوسرے حیوانوں میں ہوتے ہیں، اور اسی کے ساتھ اس کی فطرت میں روحانیت اور ملکوتیت کا وہ نورانی جوہر بھی ہے جو ملاء اعلیٰ کی لطیف مخلوق فرشتوں کی خاص دولت ہے۔

انسان کی سعادت کا دار و مدار اس پر ہے کہ اس کا یہ روحانی اور ملکوتی عنصر بھی اور حیوانی عنصر تر غالب اور حاوی رہے اور اس کو حدود کا پابند رکھے، اور یہ تب ہی ممکن ہے جب کہ بھی پہلو روحانی اور ملکوتی پہلو کی فرمانبرداری اور اطاعت شعاری کا عادی ہو جائے اور اس کے مقابلے میں سرکشی نہ کر سکے۔

روزہ کی ریاضت کا خاص مقصد و موضوع یہی ہے کہ اس کے ذریعے انسان کی حیوانیت اور بہیمیت کو اللہ کے احکام کی پابندی اور ایمانی و روحانی تقاضوں کی تابعداری و فرمانبرداری کا خوگر بنایا جائے۔

اور چونکہ یہ چیز نبوت اور شریعت کے خاص مقاصد میں سے ہے اس لئے پہلی تمام شریعتوں میں بھی روزے کا حکم رہا ہے۔ قرآن مجید میں اس امت کو روزے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

(البقرة: ۱۸۳: ۲)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کئے گئے تھے (روزوں کا یہ حکم تم کو اس لئے دیا گیا ہے) تاکہ تم می تقویٰ پیدا ہو۔

بہر حال روزہ چونکہ انسان کی قوت بھیکو اس کی ملکوتی رور روحانی قوت کے تابع رکھنے اور اللہ کے احکم کے مقابلہ میں نفس کی خواہشات اور پیٹ اور شہوت کے تقاضوں کو دبانے کی عادت ڈالنے کا خاص ذریعہ اور وسیلہ ہے، اس لئے اگلی امتوں کو بھی اس کا حکم دیا گیا ہے۔

اگرچہ روزوں کی مدت اور بعض دوسرے تفصیلی احکام میں ان امتوں کے خاص حالات اور ضروریات کے لحاظ سے کچھ فرق بھی تھا۔۔۔۔۔ اس آخری امت کے لئے جس کا دور دنیا کے آخری دن تک ہے سال میں ایک مہینے کے روزے فرض کئے گئے ہیں اور روزوں کا وقت طلوع سحر سے غروب آفتاب تک رکھا گیا ہے اور بلاشبہ یہ مدت اور یہ وقت مذکورہ ب ۱۱۸ مقصد کے لئے اس دور کے واسطے مناسب ترین اور نہایت معتدل مدت اور وقت ہے، اس سے کم میں ریاضت اور نفس کی تربیت کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

اور اگر اس سے زیادہ رکھا جاتا، مثلاً روزے میں دن کے ساتھ رات بھی شامل کر دی جاتی، اور بس سحر کے وقت کھانے پینے کی اجازت ہوتی، یا سال میں دو چار مہینے مسلسل روزے رکھنے کا حکم ہوتا، تو انسانوں کی اکثریت کے لئے ناقابل برداشت اور صحتوں کے لئے مضر ہوتا۔

بہر حال طلوع سحر سے غروب آفتاب تک کا وقت اور سال میں ایک مہینے کی مدت اس دور کے عام انسانوں کے حالات کے لحاظ سے ریاضت و تربیت کے مقصد کے لئے بالکل مناسب اور معتدل ہے۔

پھر اس کے لئے مہینہ وہ مقرر کیا گیا ہے جس میں قرآن مجید کا نزول ہوا، اور جس میں بے حساب برکتوں اور رحمتوں والی رات (لیلۃ القدر) ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہی مبارک مہینہ اس کیلئے سب سے زیادہ موزوں اور مناسب ہو سکتا تھا۔

پھر اس مہینے میں دن کے روزوں کے علاوہ رات میں بھی ایک خاص عبادت کا عمومی اور اجتماعی نظام قائم کیا گیا ہے جو تراویح کی شکل میں امت پر رائج ہے۔

دن کے روزوں کے ساتھ رات کی تراویح کی برکات مل جانے سے اس مبارک مہینے کی نورانیت اور تاثیر میں وہ اضافہ ہو جاتا ہے جس کو اپنے اپنے ادراک و احساس کے مطابق ہر وہ بندہ محسوس کرتا ہے جو ان باتوں سے کچھ بھی تعلق اور مناسبت رکھتا ہے۔

ان مختصر تمہیدی ارشادات کے بعد رمضان اور روزہ وغیرہ کے متعلق احادیث رسول ﷺ، آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آثار تابعین کرام رحمہم اللہ وغیرہ کی طرف آتے ہیں۔

{ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا منع ہے }

۵۰۴. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ يَوْمَيْنِ إِلَّا مَعَ زَوْجٍ أَوْ ذِي مَحْرَمٍ. قَالَ: وَنَهَى عَنْ صَلَاتَيْنِ: عَنْ صَلَاةٍ بَعْدَ الْغَدَاةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيبَ الشَّمْسُ، وَعَنْ صِيَامِ الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ، وَقَالَ: لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى.

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عورت اپنے شوہر یا محرم کے بغیر دو دن کا بھی سفر نہ کرے۔ اور نبی کریم ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سے لے کر غروب شمس تک (نفل) نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے بھی منع کیا ہے اور فرمایا: تین مسجدوں کے علاوہ کسی کے لیے سفر نہیں کیا جائے گا: مسجد حرام، میری مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد اقصیٰ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابو عمر عبد الملک بن عمیر بن سوید بن جاریہ الکوفی القبطی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے (فی نفسہ) تابعی ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۰۳۵)

۲۔ امام ابوالغادیہ قزعة بن یحییٰ البصری رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے تابعی ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۳۸۶)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ شوہر یا محرم کے بغیر عورت کے لیے سفر کرنا مناسب نہیں ہے حتیٰ کہ بغیر محرم کے عورت پر حج بھی فرض نہیں ہوتا۔
- ۲۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا جائز نہیں۔
- ۳۔ تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کرنا بے سود ہے مسجد حرام (بیت اللہ) کہ وہاں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ملتا ہے اور مسجد نبوی کہ وہاں ایک نماز کا ثواب بعض روایات کے مطابق پچاس ہزار اور بعض کے مطابق دس ہزار اور بعض روایات کے مطابق ایک ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور مسجد اقصیٰ کہ وہاں ایک نماز کا ثواب پانچ سو نمازوں کے برابر ملتا ہے ان کے علاوہ ایک مسجد کو چھوڑ کر دوسری کی طرف سفر کرنا بے سود ہے، جو ثواب ایک

مسجد میں ملتا ہے وہ دوسری میں بھی ملے گا پھر سفر کرنا بے فائدہ ہے۔

ہاں طلب علم، دعوت و تبلیغ، زیارت قبر نبوی ﷺ، وغیرہ کے لیے سفر کر سکتے ہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کی قبر کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا تو افضل و مستحب ہے جیسا کہ ایک حسن حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت لازم ہوگئی۔“ (سنن الدارقطنی: ۲۶۹۵)

۴۔ فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک نفل نماز پڑھنا منع ہے۔ اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لیے ہم اس سلسلے کی دیگر احادیث بھی آثار السنن سے تحقیق، تخریج اور فوائد کے ساتھ پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

چند مزید احادیث:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ الْمُؤَذِّنُ إِذَا أَذَّنَ قَامَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَبْتَدِرُونَ السَّوَارِيَ حَتَّى يُخْرِجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُمْ كَذَلِكَ يُصَلُّونَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ وَزَادَ مُسْلِمٌ حَتَّى أَنَّ الرَّجُلَ الْغَرِيبَ لِيَدْخُلَ الْمَسْجِدَ فَيَحْسِبُ أَنَّ الصَّلَاةَ قَدْ صَلَّيَتْ مِنْ كَثْرَةِ مَنْ يُصَلِّيْهِنَّ. (آثار السنن: ۶۸۹)

☆ ☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مؤذن جب اذان دیتا تو نبی ﷺ کے صحابہؓ میں سے چند لوگ ستونوں کی طرف جلدی کرتے ہوئے اٹھ جاتے یہاں تک کہ نبی ﷺ تشریف لاتے اور وہ اسی طرح مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھ رہے ہوتے۔ اسے شیخین (بخاری: ۶۲۵، مسلم:) نے روایت کیا ہے اور مسلم نے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ یہاں تک کہ نو وارد شخص مسجد میں داخل ہوتا تو ان دو رکعت کے پڑھنے والوں کی کثرت کو دیکھنے سے یہ گمان کرتا کہ نماز پڑھی جا چکی ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۲۵، مسلم: ۸۳۷، سنن النسائی: ۶۸۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۳۹۸۳، سنن الدارمی: ۱۳۸۱، مسند البزار: ۶۸۱۹، صحیح ابن خزيمة: ۱۲۸۸، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۳۹۹، صحیح ابن حبان: ۲۳۸۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۲۸۱، معرۃ السنن والآثار: ۵۲۹۵

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبة قال سمعت عمر بن عامر الانصاری عن انس بن مالك... الخ. (صحیح البخاری: ۶۲۵)

وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوبِ الشَّمْسِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ

فَقُلْتُ لَهُ أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَّاهُمَا قَالَ كَانَ يَرَانَا فَلَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَانَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

(آثار السنن: ۶۹۰)

☆ ☆ سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ ہم (ابتداء میں) رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (اس حدیث کے راوی مختار بن فلفل کہتے ہیں کہ) میں نے ان سے عرض کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ بھی ان دو رکعتوں کو پڑھتے تھے تو انہوں نے کہا: آپ ﷺ ہمیں دیکھتے تھے، نہ تو ہمیں پڑھنے کا حکم دیتے اور نہ منع فرماتے۔ اسے مسلم (۸۳۶) نے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۸۳۶، سنن ابی داود: ۱۲۸۲، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۳۹۵۶، مسند السراج: ۶۱۲، مستخرج ابی عوانہ: ۱۳۵۴، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۳۹۶، سنن الدارقطنی: ۱۰۵۰، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۱۸۸۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۱۷۵، معرفۃ السنن والآثار: ۵۲۹۶

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ وابو کریب جمیعاً عن ابن فضیل قال ابو بکر حدثنا محمد بن فضیل عن مختار بن فلفل قال سألت انس بن مالک.... الخ. (صحیح مسلم: ۸۳۶)

وَعَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْيَزَنِيِّ قَالَ أَتَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ الْجُهَنِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقُلْتُ أَلَا أُعْجِبُكَ مِنْ أَبِي تَمِيمٍ يَزُكُّ رُكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ فَقَالَ عُقْبَةُ إِنَّا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْتُ فَمَا يَمْنَعُكَ الْآنَ قَالَ الشُّغْلُ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۶۹۱)

☆ ☆ مرثد بن عبد اللہ یزنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: ابو تميم کے بارے میں آپ کو عجب بات نہ بتاؤں، وہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہیں، عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے (ابتدائی) زمانہ میں ہم بھی اسی طرح کرتے تھے، (مرثد کہتے ہیں کہ) میں نے کہا: اب آپ کو کس چیز نے منع کیا ہے؟ انہوں نے کہا: مصروفیت نے۔ اسے بخاری (۱۱۸۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۸۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۴۱۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۱۷۴، شرح السنن للبیہقی: ۸۹۵، شرح صحیح البخاری لابن بطل: ۱۴۴، فتح الباری: ج ۲ ص ۲۰۸، الجمع بین الصحیحین: ۲۹۸۶، جامع الاصول: ۴۱۱۳، خلاصۃ الاحکام: ۱۸۳۲، نصب الراية: ج ۲ ص ۱۴۱

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا عبد الله بن يزيد هو المقر قال حدثنا سعيد بن ابی ایوب قال حدثني يزيد بن ابی حبيب قال سمعت مرثد بن عبد الله اليزني..... الخ. (صحيح البخاری: ۱۱۸۴)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ كُلُّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ. رَوَاهُ الْجَمَاعَةُ. (آثار السنن: ۶۹۲)

☆ ☆ حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے، ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے، پھر آپ نے تیسری بار فرمایا اس شخص کے لیے جو چاہے۔“ اسے محدثین کی جماعت (بخاری: ۶۲۷، مسلم: ۸۳۸، ابن ماجہ: ۱۱۶۲، ابوداؤد: ۱۲۸۳، ترمذی: ۱۸۵، نسائی: ۶۸۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۲۷، صحیح مسلم: ۸۳۸، سنن ابن ماجہ: ۱۱۶۲، سنن ابی داؤد: ۱۲۸۳، سنن الترمذی: ۱۸۵، سنن النسائی: ۶۸۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۳۸۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۶۷۹۰، سنن الدارمی: ۱۳۸۰، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۸۷، مسند السراج: ۱۵۳۵، مستخرج ابی عوانہ: ۱۳۵۱۔

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ ذکر کیا ہے:

حدثنا عبد الله بن يزيد قال حدثنا كهس بن الحسن عن عبد الله بن بريدة عن عبد الله بن مغفل..... الخ. (صحيح البخاری: ۶۲۷)

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ ثُمَّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ كَرَاهِيَةً أَنْ يَتَّخِذَهَا النَّاسُ سُنَّةً. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَابْنُ دَاوُدَ صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ.

(آثار السنن: ۶۹۲)

☆ ☆ انہی (یعنی سیدنا عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”مغرب سے پہلے نماز پڑھو، مغرب سے پہلے نماز پڑھو، پھر تیسری بار فرمایا جس کا جی چاہے اس بات کو ناپسند کرنے کی وجہ سے کہ کہیں لوگ اس کو سنت نہ بنالیں۔“ اسے بخاری (۱۱۸۳) نے روایت کیا ہے اور ابوداؤد (۱۲۸۱) کی روایت میں ہے کہ: ”مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو۔“

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۱۸۳، سنن ابی داؤد: ۱۲۸۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۰۵۵۲، مختصر قیام اللیل للمروزی: ج ۱ ص ۷۱۔

مسند الرویانی: ۸۹۵، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۸۹، حدیث السراج: ۵۰۴، مسند السراج: ۶۱۱، صحیح ابن حبان: ۱۵۸۸، سنن الدار قطنی: ۱۰۴۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۱۶۹

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا ابو معمر حدثنا عبد الوارث عن الحسين عن عبد الله بن بريدة قال حدثني عبد الله المزني عن النبي ﷺ..... الخ. (صحيح البخاري: ۱۱۸۴)

وَعَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكَعَتَيْنِ. رَوَاهُ ابْنُ حَبَّانَ فِي صَحِيحِهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ نَصْرِ الْمُرُوزِيُّ فِي قِيَامِ اللَّيْلِ وَزَادَ ثُمَّ قَالَ صَلُّوا قَبْلَ الْمَغْرِبِ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ عِنْدَ الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ خَافَ أَنْ يُحْسِبَهَا النَّاسُ سُنَّةً وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۹۴)

☆ ☆ انہی (عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں۔ اسے ابن حبان نے اپنی صحیح (۱۵۸۸) میں اور محمد بن نصر المروزی نے قیام اللیل (ج ۱ ص ۷۷) میں روایت کیا ہے اور مروزی نے ان الفاظ کا اضافہ کیا: پھر آپ نے فرمایا مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھو۔ پھر تیسری مرتبہ فرمایا جس کا جی چاہے اس خوف سے کہ کہیں لوگ اس کو سنت نہ سمجھ لیں اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا پہلے مباح تھا بعض صحابہؓ ابتداء میں پڑھا کرتے تھے مگر یہ اباحت باقی نہیں رہی بعد میں آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا تھا جیسا کہ اس سلسلے کی احادیث آگے ہم نقل کرنے والے ہیں اور مذکورہ منقولہ احادیث میں سے پہلی حدیث اور دیگر احادیث اس دور پر محمول ہے جب مغرب سے پہلے نفل پڑھنا مباح تھا، اور یہ بھی کبھی کبھار ہوا ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز مغرب جلدی پڑھتے تھے اور یہ کبھی کبھار پڑھنا بھی اُس وقت تھا جب اباحت تھی پھر جب اباحت باقی نہ رہی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان نوافل کو ترک کر دیا تھا۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں بسند صحیح مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے دو رکعات پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کسی کو بھی یہ دو رکعات پڑھتے نہیں دیکھا۔ (سنن ابی داؤد: ۱۲۸۴) یہ عہد نبوت کے آخری دور میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل تھا۔

نیز کشف الاستار میں ہے:

حدثنا عبد الواحد بن غياث ثنا حيان بن عبيد الله عن عبد الله بن بريدة عن ابيه ان النبي ﷺ قال بين كل اذانين صلاة الا المغرب. قال الهزار لا نعلم احدا يرويه الا بريدة ولا رواه الا حيان وهو بصرى مشهور ليس بأس. (كشف الاستار عن زوائد الهزار: ح ۶۹۴)

یعنی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دو اذانوں کے درمیان نماز ہے سوائے مغرب کے۔

یہ حدیث بلا غبار بلحاظ سند صحیح ہے۔ اس صحیح السند حدیث سے معلوم ہوا کہ ان دور کعتوں کی اباحت باقی نہ رہی۔
 عَنْ طَاوُسٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ الرَّكَعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا يُصَلِّيَهُمَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . رَوَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ الْكُشَيْبِيُّ فِي مُسْنَدِهِ وَأَبُو دَاوُدَ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۶۹۵)

☆ ☆ جناب طاؤس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے کی دور کعتوں کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اسے پڑھتا ہو۔ اسے عبد بن حمید الکشی (۸۰۴) اور ابوداؤد (۱۲۸۴) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔
 اسے امام عبد بن حمید رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

ثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي شُعَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ طَاوُسًا يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ الخ.
 (المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۸۰۴)
 یہ حدیث بلحاظ سند حسن ہے حتیٰ کہ احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے۔
 (سنن ابن ماجہ بتحقیق الزبیر: ۱۲۸۴)

فائدہ:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث عہد نبوت کے آخری دور پر محمول ہے۔ یعنی سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے آخری دور میں کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ کو یہ رکعات پڑھتے نہیں دیکھا ہے کیونکہ صحابہؓ انہیں ترک کر چکے تھے۔
 وَعَنْ حَمَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبِرَاهِيمَ عَنِ الصَّلَاةِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ فَتَنَاهَانِي عَنْهَا وَقَالَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَآلِهَ الْبُكْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمْ يُصَلُّوْهَا . رَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي الْأَثَارِ وَاسْنَادُهُ مُنْقَطِعٌ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ. (آثار السنن: ۶۹۶)

☆ ☆ حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مغرب سے پہلے دور کعتوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھے اس سے منع کر دیا اور کہا کہ: ”نبی ﷺ، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ یہ نہیں پڑھتے تھے۔ اسے محمد بن حسن نے کتاب الآثار (۱۴۵) میں روایت کیا ہے اس کی سند منقطع ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام حمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد قال سألت ابراهیم.... الخ. (کتاب الآثار: ۱۳۵)

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تک اس حدیث کی سند بلا غبار صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَكَّاتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ قَطْرًا. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۶۹۷)

☆ ☆ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے ہاں عصر کے بعد دو زکاتیں بھی نہیں چھوڑیں۔ اسے شیخین (بخاری: ۵۹۱، مسلم: ۸۳۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۹۱، صحیح مسلم: ۸۳۵، سنن النسائی: ۵۷۴، مسند الحمیدی: ۱۹۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۲۳۵،

السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۵۶۵، حدیث السراج: ۲۳۲۸، مسند السراج: ۱۵۳۳، مستخرج ابی عوانہ: ۲۱۱۳، شرح السنۃ للبخاری:

۷۸۲، مشکاة المصابیح: ۱۱۷۸

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا زهير بن حرب حدثنا جرير ح وحدثنا ابن نمير حدثنا ابی جمیعا عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة.... الخ. (صحیح مسلم: ۸۳۵)

وَعَنْهَا قَالَتْ زَكَّاتَانِ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْعُهُمَا سِرًّا وَلَا عَلَانِيَةً زَكَّاتَانِ قَبْلَ الصُّبْحِ وَزَكَّاتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۶۹۸)

☆ ☆ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہی بیان کرتی ہیں کہ دو نمازیں جنہیں نبی کریم ﷺ نے کبھی نہیں چھوڑا کرتے تھے خفیہ، نہ اعلانیہ۔ فجر سے قبل دو زکاتیں اور عصر کے بعد دو زکاتیں۔ اسے شیخین (بخاری: ۵۹۲، مسلم: ۸۳۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۹۲، صحیح مسلم: ۸۳۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۲۶۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۷۷۲، المسند المستخرج

علی صحیح مسلم لابن نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق: ۱۸۸۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۷۹۵، مسند ابی یعلیٰ الموصلی:

۳۹۳۰، سنن النسائی: ۵۷۷

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا موسى بن اسماعيل قال حدثنا عبد الواحد قال حدثنا الشيباني قال حدثنا عبد الرحمن

بن الاسود عن ابيه عن عائشة.... الخ. (صحيح البخاری: ۵۱۲)

وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ السَّجْدَتَيْنِ اللَّتَيْنِ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّيهِمَا بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيهِمَا قَبْلَ الْعَصْرِ ثُمَّ أَنَّهُ شَغَلَ عَنْهُمَا أَوْ نَسِيَهُمَا فَصَلَّاهُمَا بَعْدَ الْعَصْرِ ثُمَّ أَثْبَتَهُمَا وَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَثْبَتَهَا. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السنن: ۶۹۹)

☆ ☆ ابو سلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان دو رکعات کے بارے میں پوچھا جو اللہ کے رسول ﷺ عصر کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ یہ دو رکعتیں عصر سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔ پھر ایک دن کسی مصروفیت میں آپ سے یہ دو رکعت رہ گئیں یا آپ بھول بھول گئے تو آپ نے عصر کے بعد انہیں پڑھا۔ اور آپ جب کوئی نماز ایک دفعہ پڑھ لیتے تو اس پر پابندی فرماتے تھے۔ اسے مسلم (۸۳۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۸۳۵، سنن النسائی: ۵۷۸، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۸۱۶، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۵۶۸، صحیح ابن خزیمہ: ۱۲۷۸، مسند السراج: ۱۵۵۱، مستخرج ابی عوانہ: ۱۱۳۹، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۱۸۸۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۳۹۶، شرح السنۃ للبغوی: ۷۸۳

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا يحيى بن ايوب وقتيبة وعلی بن حجر قال ابن ايوب حدثنا اسماعيل وهو ابن جعفر اخبرني محمد وهو ابن ابي حرملة قال اخبرني ابو سلمة انه سأل عائشة.... الخ. (صحيح مسلم: ۸۳۵)

فائدہ:

عصر کے بعد یہ دو رکعات آنحضرت ﷺ کی خصوصیت تھی اور صرف آنحضرت ﷺ کے لئے جائز تھی۔ دوسرے لوگوں کو عصر کے بعد نفل پڑھنا درست نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے اپنے امتیوں کو عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرما دیا تھا اس سلسلے کی چند احادیث ملاحظہ ہوں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَ أَحَبَّهُمْ إِلَيَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۷۰۰)

☆ ☆ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے کئی ایک صحابہ سے جن میں حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور وہ مجھے ان سب سے زیادہ محبوب تھے، یہ سنا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد سورج نکلنے تک اور عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔ اسے شیخین (مسلم: ۸۲۶، بخاری: ۵۸۱) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۸۲۶، صحیح البخاری: ۵۸۱، سنن ابن ماجہ: ۱۲۵۰، سنن الترمذی: ۱۸۳، سنن النسائی: ۵۶۲، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۱۳۷، صحیح ابن خزيمة: ۱۲۷۲، مختصر الاحکام للطوسی: ۱۶۷، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۲۷۸، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۸۱۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۳۷۰

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا داود بن رشيد واسماعيل بن سالم جميعا عن هشيم قال داود حدثنا هشيم اخبرنا منصور عن قتادة قال اخبرنا ابو العالية عن ابن عباس رضي الله عنهما... (صحیح مسلم: ۸۲۶) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَلَا صَلَاةَ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۷۰۱) ☆☆ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عصر کے بعد کوئی نماز نہیں حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور فجر کے بعد کوئی نماز نہیں حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے۔“ اسے شیخین (بخاری: ۵۸۶، مسلم: ۸۲۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۸۲۷، صحیح البخاری: ۵۸۶، سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۹، سنن النسائی: ۵۶۷، مصنف عبدالرزاق الصنعانی: ۳۹۵۸، مسند الحمیدی: ۷۴۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۱۳۳۸، المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۹۶۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۶۵، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۹۷۷

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثني حرملة بن يحيى اخبرنا ابن وهب اخبرني يونس ان ابن شهاب اخبرنا قال اخبرني عطاء بن يزيد الليثي انه سمع ابا سعيد الخدري.... الخ. (صحیح مسلم: ۸۲۷) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَعَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۷۰۲) ☆☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کے بعد سورج کے طلوع ہونے تک اور عصر کے بعد سورج کے غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اسے شیخین (بخاری: ۵۸۸، مسلم:

(۸۲۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۸۸، صحیح مسلم: ۸۲۵، سنن ابن ماجہ: ۱۲۳۸، سنن النسائی: ۵۶۱، مؤطا مالک: ۲۵۰، مؤطا محمد: ۹۲۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۳۲۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۹۵۳، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۹۷۷، مستخرج ابی عوانہ: ۱۱۲۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۸۲۳۔

اور لحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن سلام قال حدثنا عبدة عن عبيد الله عن خبيب عن حفص بن عاصم عن ابی هريرة.... الخ. (صحیح البخاری: ۵۸۸)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ السُّلَمِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَخْبِرْنِي عَمَّا عَلَّمَكَ اللَّهُ وَأَجْهَلُهُ أَخْبِرْنِي عَنِ الصَّلَاةِ قَالَ صَلَّى صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَتَّى تَرْتَفِعَ فَإِنَّهَا تَطْلُعُ حِينَ تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِينَئِذٍ يُسْجَدُ لَهَا الْكُفَّارُ ثُمَّ صَلَّى فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مُحْضُورَةٌ حَتَّى يَسْتَقِيلَ الظِّلُّ بِالرُّمُحِ ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلَاةِ فَإِنَّ حِينَئِذٍ تُسَجَّرُ جَهَنَّمُ فَإِذَا أَقْبَلَ الْفَيْئُ فَصَلِّ فَإِنَّ الصَّلَاةَ مَشْهُودَةٌ مُحْضُورَةٌ حَتَّى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ اقْصُرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَإِنَّهَا تَغْرُبُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِينَئِذٍ يُسْجَدُ لَهَا الْكُفَّارُ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَأَحْمَدُ.

(آثار السنن: ۷۰۲)

☆ ☆ سیدنا عمرو بن عبسہ سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! مجھے اس چیز کے بارے میں بتلائیے جو اللہ نے آپ کو سکھائی ہے اور میں اس سے بے خبر ہوں، مجھے نماز کے اوقات کے بارے میں بتلائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: صبح کی نماز پڑھ اور پھر نماز سے رک جابج تک کہ آفتاب طلوع ہو کر بلند نہ ہو جائے، اس لئے کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان نکلتا ہے اور اس وقت کافر (یعنی سورج کو پوجنے والے) اس کو سجدہ کرتے ہیں پھر (اشراق کی) نماز پڑھو کیونکہ اس وقت کی نماز مشہودہ ہے (یعنی فرشتے نماز کی گواہی دیتے ہیں) اور اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں یہاں تک کہ (جب) سایہ نیزہ پر چڑھ جائے اور زمین پر نہ پڑھے (یعنی ٹھیک دوپہر ہو جائے) تو نماز سے رک جا کیونکہ اس وقت جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے، پھر جب سایہ ڈھل جائے تو (ظہر کے فرض اور جو چاہے نفل) نماز پڑھ، کیونکہ یہ وقت فرشتوں کی شہادت دینے اور حاضری کا ہے یہاں تک کہ تو عصر کی نماز پڑھ لے، پھر نماز سے رک جا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو جائے کیونکہ آفتاب شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اس وقت کفار (یعنی آفتاب کو پوجنے

والے) اس کی طرف سجدہ کرتے ہیں۔ اسے مسلم (۸۳۲) اور احمد (۱۷۰۱۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۸۳۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۰۱۴، سنن ابی داود: ۱۲۷۷، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۵۵۶، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۳۹۷۱، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۹۶۹، المسند رک علی الصحیحین للحاکم: ۵۸۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۳۸۶، مشکاة المصابیح: ۱۰۴۲

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثني احمد بن جعفر المعقري حدثنا النضر بن محمد حدثنا عكرمة بن عمار حدثنا شداد بن عبد الله ابو عمار ويحيى بن ابي كثير عن ابي امامة قال عكرمة ولقي شداد ابا امامة وواثلة وصحب انسا الى الشام واثنى عليه فضلا وخيرا عن ابي امامة قال قال عمرو بن عبسة السلمي..... الخ. (صحیح مسلم: ۸۳۲)

فوائد و مسائل:

- (۱) حدیث کے الفاظ ”جب سایہ نیزہ پر چڑھ جائے اور زمین پر نہ پڑے“ کا تعلق مکہ و مدینہ اور ان کے گرد و نواح سے ہے، کیونکہ ان مقامات پر بڑے دنوں میں عین نصف النہار کے وقت سایہ زمین پر بالکل نہیں پڑتا۔
- (۲) ”سورج کے شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان نکلنے“ کا مطلب یہ ہے کہ طلوع آفتاب کے وقت شیطان آفتاب کے سامنے آ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنا سر آفتاب کے نزدیک کر لیتا ہے، اسی طرح غروب آفتاب کے وقت کرتا ہے، اس کے اس طرز عمل کا سبب یہ ہے کہ جو لوگ آفتاب کو پوجتے ہیں اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں ان کفار کے اس طرز عمل کے ذریعہ وہ اپنا گمان یہ رکھتا ہے کہ لوگ میری عبادت کر رہے ہیں، اسی طرح وہ اپنے تابعداروں کے ذہن میں یہ بات بٹھاتا ہے کہ یہ لوگ آفتاب کے سامنے سجدہ ریز نہیں ہیں بلکہ درحقیقت میری عبادت کر رہے ہیں اور میرے سامنے ماتھے ٹیکتے ہیں اس لئے آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ ان اوقات میں نماز نہ پڑھا کریں تاکہ مسلمانوں کی عبادت شیطان کو پوجنے والوں کی عبادت کے اوقات میں نہ ہو۔

وَعَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَالْيسُورَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنُ أَزْهَرَ أَرْسَلُوهُ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالُوا اقْرَأْ عَلَيْنَا السَّلَامَ مِنَّا جَمِيعًا وَسَلِّحْنَا عَنِ الرُّكْعَتَيْنِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُلْ لَهَا آكَأُخَيْرُتَا إِيَّاكَ تُصَلِّيْنِيهِمَا وَقَدْ بَلَّغْنَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْهُمَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَكُنْتُ أَطْرِبُ النَّاسَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْهُمَا قَالَ كُرَيْبٌ فَدَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَبَلَّغْتُهَا مَا أَرْسَلُونِي بِهِ فَقَالَتْ سَلْ أُمَّ سَلَمَةَ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِنَّ فَأَخْبَرْتُهُمْ بِقَوْلِهَا

فَرَدُّونِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِمِثْلِ مَا أَرْسَلُونِي بِهِ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْهَى عَنْهُمَا ثُمَّ رَأَيْتُهُ يُصَلِّيهِمَا حِينَ صَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ دَخَلَ عَلَيَّ وَعِنْدِي نِسْوَةٌ مِّنْ بَنِي حَرَامٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَأَرْسَلْتُ إِلَيْهِ الْجَارِيَةَ فَقُلْتُ قُومِي بِجَنِّبِهِ قُومِي لَهُ تَقُولُ لَكَ أُمُّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ سَمِعْتُكَ تَنْهَى عَنْ هَاتَيْنِ وَأَرَاكَ تُصَلِّيهِمَا فَإِنْ أَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخِرْنِي عَنْهُ فَقَعَلَتِ الْجَارِيَةُ فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَاسْتَأْخَرْتُ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا ابْنَتُ أَبِي أُمَيَّةَ سَأَلْتُ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَأَنَّهُ أَتَانِي نَاسٌ مِّنْ عَبْدِ الْقَيْسِ فَشَغَلُونِي عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ اللَّتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ فَهُمَا هَاتَانِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۷۰۴)

☆ ☆ کرب کریم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما، سور بن مخرمہ اور عبدالرحمن بن ازہر نے انہیں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور کہا، ہم سب کی طرف سے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو سلام کہنا اور نماز عصر کے بعد دو رکعتوں کے بارے میں اُن سے پوچھنا اور ان سے کہنا ہمیں خبر ملی ہے کہ آپ دو رکعتیں پڑھتی ہیں اور تحقیق ہم تک یہ بات بھی پہنچی ہے کہ نبی ﷺ نے ان دو رکعتوں سے منع فرمایا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا، میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ یہ دو رکعتیں پڑھنے والوں کی پٹائی کرتا تھا، کرب کریم نے کہا، میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو وہ پیغام پہنچا دیا جو انہوں نے مجھے دے کر بھیجا تھا۔ ام المؤمنین نے کہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھو، میں نے ان کے پاس جا کر انہیں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا قول بتا دیا، انہوں نے مجھے واپس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس اسی طرح کا پیغام دے کر بھیجا جو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تھا تو ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا، میں نے نبی ﷺ کو ان سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے، پھر میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ جب عصر پڑھتے تو یہ دو رکعتیں بھی پڑھتے، پھر آپ میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس انصار میں سے قبیلہ بنی حرام کی عورتیں تھیں، میں نے آپ کے پاس ایک بچی بھیجی، میں نے بچی سے کہا، آپ کے ایک جانب کھڑی ہو کر آپ سے کہنا، آپ سے ام سلمہ کہتی ہے کہ اے اللہ کے پیغمبر! میں نے آپ کو ان دو رکعتوں سے منع کرتے ہوئے سنا ہے اور میں آپ کو دیکھ رہی ہوں کہ آپ خود انہیں پڑھ رہے ہیں، اگر آپ اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمائیں تو آپ سے (تھوڑی دیر) پیچھے ہٹ کر (کھڑی ہو) جانا، اس بچی نے ایسا ہی کیا، آپ نے اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ کیا، وہ آپ سے پیچھے ہٹ گئی جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا، فرمایا: ”اے ابوامیہ کی بیٹی! تم نے مجھے عصر کے بعد دو رکعتوں کے بارے میں دریافت کیا ہے، میرے پاس عبدالقیس کے کچھ لوگ آئے، انہوں نے مجھے ظہر کے بعد کی دو رکعتوں سے مشغول رکھا تو یہ وہ دو رکعتیں تھیں۔ اسے شیخین (بخاری: ۱۲۳۳، مسلم: ۸۳۴) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۲۳۳، صحیح مسلم: ۸۳۴، سنن ابی داود: ۱۲۷۳، سنن الدارمی: ۱۴۷۶، مستخرج ابی عوانہ: ۱۱۴۰، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۸۰۸، صحیح ابن حبان: ۱۵۷۶، السند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۱۸۸۰، السنن الکبری للبیہقی: ۴۳۹۳، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵۱۸۳

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يحيى بن سليمان قال حدثني ابن وهب قال اخبرني عمرو عن بكير عن كريب ان ابن عباس..... الخ. (صحیح البخاری: ۱۲۴۲)

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّكُمْ لَتُصَلُّونَ صَلَاةً لَقَدْ صَوَّبْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَمَارَ أَيْتَاهُ يُصَلِّيَهَا وَلَقَدْ تَهَى عَنْهَا يَغْنَى الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ. (آثار السنن: ۷۰۵)

☆ ☆ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے (لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا کہ: ”تم لوگ نماز پڑھتے ہو اور ہم سرور کونین ﷺ کی صحبت میں رہے لیکن ہم نے آپ ﷺ کو (اپنے گھر کے باہر لوگوں کے سامنے) یہ دور کعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ آپ ﷺ نے تو ان کو یعنی عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اسے بخاری (۵۸۷) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۸۷، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۰۵۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۶۹۰۸، السنن الکبری للبیہقی: ۴۳۷۵، ۴۳۷۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۸۲۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۶۶، الجمع بین الصحیحین: ۲۹۰۳، نصب الراية: ۲۵۰/۱

اور بلحاظ سند بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن ابان قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبة عن ابی التیاح قال سمعت حمران بن ابان يحدث عن معاوية قال..... الخ. (صحیح البخاری: ۵۸۷)

فوائد و مسائل:

- (۱) اس حدیث کے الفاظ ”ہم نے آپ ﷺ کو یہ دور کعتیں پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا“ کا دیگر احادیث کے پیش نظر مطلب یہ ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو اپنے گھر سے باہر لوگوں کے سامنے یہ دو رکعتیں کبھی پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔
- (۲) اس باب کی مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ امتیوں کے لیے عصر کی فرض نماز پڑھ لینے کے بعد کوئی دوسری نماز پڑھنا جائز نہیں۔

{ نماز روزہ کسی دوسرے کی طرف سے ادا کرنا درست نہیں ہے }

۵۰۵۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ وَلَا يَصُومُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ.

حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”نہ تو کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ کسی دوسرے کی طرف سے روزے رکھے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

جمہور فقہاء کا مسلک یہی ہے کہ نماز روزہ کسی کی طرف سے ادا کرنا، تاکہ وہ بری الذمہ ہو جائے درست نہیں ہے، ہاں البتہ یہ جائز ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی بھی عمل کا ثواب خواہ وہ نماز ہو یا روزہ وغیرہ کسی دوسرے کو بخش سکتا ہے۔

{ روزے اور احرام کی حالت میں سینگی لگوانا جائز ہے }

۵۰۶۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي سَوَّارٍ عَنِ أَبِي حَاضِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اخْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ مُحْرِمٌ بِالْقَاحَةِ.

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قاحہ کے مقام پر روزے اور احرام کی حالت میں سینگی لگوائی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد بن الحسن: ۳۵۲، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۵۳۸ ح ۹۷۸، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ص ۱۷۶، صحیح البخاری: ۱۹۳۸، سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۱، سنن ابی داود: ۲۳۷۲، ۲۳۷۳، سنن الترمذی: ۷۷۵، ۷۷۶، مسند ابی داود الطیالسی: ۲۷۷۹، مسند ابن الجعد: ۳۱۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۱۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۳۹، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۳۷۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۳۳۵، ۳۳۳۷، صحیح ابن حبان: ۳۵۳۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۶۰۵، ۲۳۳۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۳۸۶، ۱۱۵۹۲، ۱۱۶۶۵، ۱۱۸۶۰، ۱۱۸۹۵۔

تحقیق:

- اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند البخاری والطبرانی وغیرہما)
- ۱۔ ابوالسوار سے امام ابوالسوار عبداللہ بن قدامہ (بن عزرہ) العنبری القاضی البصری رحمہ اللہ مراد ہیں (جیسا کہ مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم (ص ۱۷۶) میں ہے) جو کہ سنن نسائی کے ثقہ راوی ہیں۔
- (تہذیب الکمال: ۳۴۸۸، تقریب الجہدیب: ۳۵۳۹)
- ۲۔ امام ابو حاضر عثمان بن حاضر الحمیری رحمہ اللہ سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
- (تہذیب الکمال: ۳۸۰۰)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ احرام اور روزے کی حالت میں سینگی لکوانا جائز ہے۔
- ۲۔ احرام کی حالت میں سینگی کیلئے بال نہ کٹوائے جائیں۔
-
- ۵۰۶۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي الْعَطُوفِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُمَا كَانَا يَحْتَجِمَانِ وَهُمَا صَائِمَانِ وَيَعْزِلَانِ۔
-
- سیدنا سعد بن (ابی وقاص) مالک رضی اللہ عنہ اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ دونوں روزے کی حالت میں سینگی لکوا لیا کرتے تھے اور عزل کیا کرتے تھے۔

تخریج:

- یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
- جامع المسانید للنخوارزی: ج ۱ ص ۴۸۱ ح ۸۶۱، مؤطا مالک: ۱۰۴۸ باب الحجامة للصائم، مؤطا مالک روایۃ ابی مصعب الزہری: ۸۳۰، مؤطا محمد: ۳۵۶ باب الحجامة للصائم، مصنف عبدالرزاق: ۵۴۰ باب الحجامة للصائم، الاصل المعروف بالبسوط للشیبانی: ج ۲ ص ۱۹۵ کتاب الصوم۔

تحقیق:

- حسن ہے۔ (ولہ طرق اخری)
-
- ۵۰۸۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي سَوَّارٍ عَنِ أَبِي حَاضِرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اخْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ مُحْرَمٌ بِالْقَاحَةِ۔
-

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قاحہ کے مقام پر روزے اور احرام کی حالت میں سیٹگی لگوائی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد بن الحسن: ۳۵۲، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۵۳۸ ح ۹۷۸، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ص ۱۷۶، صحیح البخاری: ۱۹۳۸، سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۱، سنن ابی داود: ۲۳۷۲، ۲۳۷۳، سنن الترمذی: ۷۷۶، ۷۷۷، مسند ابی داود الطیالسی: ۲۷۷۹، مسند ابن الجعد: ۳۱۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۱۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۴۹، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۲۷۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۲۳۵، ۳۲۳۷، صحیح ابن حبان: ۳۵۳۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۶۰۵، ۲۳۳۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۳۸۶، ۱۱۵۹۲، ۱۱۶۶۵، ۱۱۸۶۰، ۱۱۸۹۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند البخاری والطبرانی وغیرہما)

۱۔ ابوالسوار سے امام ابوالسوار عبداللہ بن قدامہ (بن عمرہ) العنبری القاضی البصری رحمہ اللہ مراد ہیں (جیسا کہ مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم (ص ۱۷۶) میں ہے) جو کہ سنن نسائی کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۳۴۸۸، تقریب التہذیب: ۳۵۳۹)

۲۔ امام ابو حاضر عثمان بن حاضر الحمیری رحمہ اللہ سنن ابی داود اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۳۸۰۰)

۵۰۹۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ فُرَاتِ بْنِ أَبِي فُرَاتٍ عَنْ قَيْسِ مَوْلَى أُبَيٍّ سَلَمَةَ عَنْ أُبَيٍّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا اخْتَجَمَتْ وَهِيَ صَائِمَةٌ.

حضرت قیس مولى ام سلمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا رضی اللہ عنہا نے روزے کی حالت میں سیٹگی لگوائی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۸۰ ح ۸۵۸، مصنف عبدالرزاق: ۵۴۲ باب الحجامة للصائم، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۳۵ من رخص للصائم ان یختجم۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

- ۱۔ امام فرات بن ابی الفرات القرشی البصری رحمہ اللہ روایت حدیث میں ثقہ راوی ہیں۔
چنانچہ امام حافظ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ ۸۷۹ھ نے اسے ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔
(الثقات ممن لم يقع فی الکتب الستہ: ۸۸۲۲)
- حافظ ابن حبان رحمہ اللہ ۳۵۴ھ نے بھی ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (الثقات لابن حبان: ۱۰۲۷۲)
- امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ ۳۷۷ھ فرماتے ہیں:
صدوق لاب اس بہ۔ (الجرح والتعدیل للرازی: ۴۵۳)
- کہ فرات راست باز ہے اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔
- ۲۔ امام فرات رحمہ اللہ کے شیخ ”امام ابو قدامہ قیس مولی ام سلمہ رحمہ اللہ“ بھی ثقہ ہیں۔
(الثقات ممن لم يقع فی الکتب الستہ: ۹۰۸۶، الثقات لابن حبان: ۴۹۸۹)

{ سفر میں روزہ چھوڑنے کی اجازت کا بیان }

۵۱۰۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُسْلِمٍ الْأَعْوَرِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ خَرَجَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فِي رَمَضَانَ فَشَكَا إِلَيْهِ النَّاسُ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ الْجُهْدَ فَأَفْطَرَ حَتَّى أَتَى مَكَّةَ.

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ رمضان کے مہینے میں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، راستے میں کچھ لوگوں نے آپ سے مشقت کی شکایت تو آپ نے روزہ چھوڑ دیا اور مکہ مکرمہ پہنچنے تک مستقل چھوڑتے رہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

- مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۲۱۵، صحیح مسلم: ۱۱۱۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۶۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۶۰۴، سنن النسائی: ۲۲۸۳، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۲۰۳، صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۳۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۹۰۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۳۴۴

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند مسلم وغیرہ)

۵۱۱. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن الہیثم عن انس ابن مالک رضی اللہ عنہ اَنَّهُ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ لِلْيَلَتَيْنِ خَلَّتَا مِنْ رَمَضَانَ فَسَارَ حَتَّى انْتَهَى إِلَى قَدِيدٍ ثُمَّ شَكَ النَّاسُ إِلَيْهِ الْجُهْدَ فَأَفْطَرَ بِقَدِيدٍ ثُمَّ لَمْ يَزَلْ مُفْطِرًا حَتَّى أَتَى مَكَّةَ.

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ رمضان کی دو راتیں گزرنے کے بعد مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، جب مقام قدید پر پہنچے تو کچھ لوگوں نے مشقت کی شکایت کی نبی ﷺ نے روزہ چھوڑ دیا اور مکہ مکرمہ پہنچنے تک مستقل چھوڑتے رہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحسکفی: ۲۱۵، صحیح مسلم: ۱۱۱۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۹۶۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۶۰۳، سنن النسائی: ۲۲۸۳، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۲۰۳، صحیح ابن خزیمہ: ۲۰۳۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۹۰۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۳۲۳

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند مسلم وغیرہ)

{ جو مجھے کھلائے گا اللہ اس کو کھلائے گا }

۵۱۲. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن علی بن الأقرع أن النبی ﷺ كَانَ يَظِلُّ صَائِمًا فِي رَمَضَانَ ثُمَّ يَبْسُكُ طَاوِيًا قَائِمًا حَتَّى إِذَا كَانَ السَّحَرُ شَرِبَ شُرْبَةً لَبَنٍ فَكَانَتْ أَفْطَارُهُ وَسُحُورُهُ وَإِنَّ رَجُلًا بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَطَلَبُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ شَيْئًا فِي بُيُوتِ أَزْوَاجِهِ فَلَمْ يَجِدُوا شَيْئًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَطْعَمَ اللَّهُ مَنْ أَطْعَمَنِي ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ نَظَرُوا إِلَى الْعَزْرِ فَإِذَا هِيَ حَافِلٌ فَجَلَبَ مِنْهَا مِثْلَ مَا كَانَ يَشْرَبُ فَشَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ.

علی بن اقرع رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ رمضان میں دن کو روزے سے ہوتے اور رات کو خالی پیٹ کھڑے ہو کر عبادت کرتے تھے یہاں تک جب سحری کا وقت ہوتا تو دودھ پیتے، یہی آپ کی افطاری اور آپ کی

سحری ہوتی۔ ایک دفعہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے ہاں رات گزاری (دودھ اس شخص کو پلادیا گیا) اور آپ ﷺ کے لئے آپ کی بیویوں کے گھر میں کھانے پینے کی چیز تلاش کی گئی ان کے پاس بھی کوئی چیز نہ ملی۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا کہ جو مجھے کھلائے گا اللہ اس کو کھلائے گا۔ (مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کچھ نہ ملا جو آپ کو کھلاتے) پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بکری کو دیکھا کہ اس کے تھن (پہلے سے بھی زیادہ) دودھ سے بھرے ہوئے تھے چنانچہ انہوں نے اس سے اتنا ہی دودھ پھر نکال لیا جتنا رسول اللہ ﷺ کے لئے نکالا تھا۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتقد ہے۔ (واخرجه الحافظ طلحة بن محمد فی مسنده کہا فی جامع المسانید (ج ۱ ص ۴۵) من طریق مصعب بن مقداد عن ابی حنیفہ بہ. ویشہد لوصالہ حدیث انس وابن عمر عند البخاری (۱۹۶۲، ۱۹۶۱) ویشہد لقصة شرب اصحابہ شرابہ ما اخرجه احمد (۲۳۸۱۲، ۲۸۰۹) ومسلم (۲۰۵۵) عن المقداد مطولا)

{روزے توڑنے والے محتاج پر نبی اکرم ﷺ کی شفقت کا منظر}

۵۱۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاجٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ رَجُلًا آتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ إِنَّهُ قَدْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَتَقْدِرُ عَلَى تَحْرِيرِ رَقَبَةٍ؟ قَالَ لَا قَالَ أَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ؟ قَالَ لَا. قَالَ أَتَقْدِرُ أَنْ تُطْعِمَ سِتِّينَ مِسْكِينًا؟ قَالَ لَا، قَالَ فَأَعَانَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِمَكْتَلٍ فِيهِ خُمُسَةُ عَشَرَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، فَقَالَ لَهُ تَصَدَّقْ بِهَا، فَقَالَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا أَهْلُ بَيْتِ أَخَوَجٍ مِثْنِي وَمِنْ عِيَالِي! قَالَ فَكُلْ وَأَطْعِمْ عِيَالَكَ.

امام سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس سے رمضان کا ایک روزہ ٹوٹ گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس شخص سے کہا کہ تو اس بات پر قادر ہے کہ تو ایک غلام آزاد کرے؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اس بات پر قادر ہے کہ دو مہینے کے مسلسل روزے رکھے؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اس بات پر قادر ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ راوی حدیث کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے اس شخص کو ایک بڑا دیا جس میں پندرہ صاع کھجوریں تھیں اور فرمایا کہ جا کر انہیں (ساٹھ مسکینوں پر) صدقہ کر دے۔ اس شخص نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ مدینہ کے دونوں کناروں کے درمیان کوئی ایسا گھرانہ نہیں ہے جو مجھ سے اور میرے گھرانہ سے زیادہ محتاج ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جا کر یہ کھجوریں خود بھی کھا اور اپنے اہل و عیال کو بھی کھلا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۱۶۳، صحیح مسلم: ۱۱۱۱، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۴۹۹ ح ۸۸۷، مؤطا مالک: ۲۹، مصنف عبد الرزاق: ۷۴۵۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۰۶۸۷، سنن ابی داود: ۲۳۹۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۱۰۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۳۷۵، صحیح ابن حبان: ۳۵۲۳، مسند الشامیین للطبرانی: ۲۴۰۳، سنن الدارقطنی: ۲۴۰۲، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۲۵۱۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۸۰۵۲، ۸۰۶۲، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۸۶۷۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصلہ الطبرانی ونقلہ بسندہ عن سعید بن السیب عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔ ... الخ.)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ مدینہ کے دونوں کناروں سے مراد وہ دونوں پہاڑیاں ہیں جو مدینہ کے جانب مشرق اور جانب غرب واقع ہیں۔
- ۲۔ اگر کوئی شخص رمضان میں عمدہ روزہ توڑ دے خواہ کچھ کھاپی کر یا جماع میں مشغول ہو کر تو اس پر مندرجہ بالا تین کفارات میں سے ترتیب وار ایک کفارہ واجب ہوتا ہے۔ یعنی ایک غلام آزاد کرنا، یہ نہ ہو سکے تو دو ماہ کے پے در پے روزے رکھنا اور یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

۳۔ اپنے اہل و عیال کو کفارہ دینے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا خواہ اصول میں سے یعنی باپ دادا وغیرہ ہوں یا فروع میں سے یعنی بیٹا و پوتا وغیرہ ہوں۔ جہاں تک واقعہ بالا کا تعلق ہے اس کے متعلق بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ اس صحابی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی فقر کی بنا پر اسے کفارہ معاف کر دیا گیا تھا مگر اکثر علماء کا کہنا ہے کہ کفارہ کو وسعت پانے تک مؤخر کیا گیا تھا بالکل معاف نہیں کیا گیا تھا سنن ابی داود کی بعض روایات سے اسی موقف کی تائید ہوتی ہے۔

{ جس عورت پر دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا ہوں اور اسے حیض آجائے تو وہ کیا کرے؟ }

۵۱۴۔ یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم اَنَّهُ قَالَ فِي الْمَرْأَةِ يَكُونُ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ فَتَحِيضُ اَنْهَا تَسْتَقْبِلُ الصَّوْمَ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: وہ عورت جس کے اوپر دو مہینوں کے پے در پے روزے ہوں اور اسے حیض آجائے تو وہ نئے سرے سے روزے رکھے گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۵۱۵. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ وَالْهَيْثَمِ عَنْ عَامِرٍ أَنَّهُ قَالَ فِي ذَلِكَ تَبْنِي عَلَى ذَلِكَ وَتَقْضِي أَيَّامَ حَيْضِهَا.

امام عامر (شعبی رحمہ اللہ) سے روایت ہے، انہوں نے مذکور مسئلہ کے بارے میں فرمایا: کہ وہ عورت انہی پر بناء کرے اور اپنے حیض کے ایام کی قضاء کر لے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{ جس شخص پر رمضان کے روزے باقی ہوں اور اگلا رمضان آ پہنچے تو پہلے اس رمضان کے روزے رکھے جو آ پہنچا ہے }

۵۱۶. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الَّذِي يُدْرِكُهُ رَمَضَانُ وَعَلَيْهِ رَمَضَانُ آخِرُ يَوْمٍ الَّذِي دَخَلَ ثُمَّ يَقْضِي الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ وَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جس شخص پر رمضان کے روزے ہوں (اور اس نے کسی عذر کی وجہ سے روزے نہ رکھے ہوں) یہاں تک کہ اگلا رمضان آ پہنچے تو وہ شخص اس رمضان کے روزے رکھے گا جو اسے آ پہنچا ہو اور پھر ان روزوں کی قضاء کرے گا جو اس کے ذمے باقی تھے۔ اور اس پر کچھ بھی نہیں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ جس دن کے رمضان ہونے میں شک ہو اس دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے }

۵۱۷. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ صَوْمَ الَّذِي كَانَ يَشْكُ فِيهِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ اس دن کا روزہ رکھنا مکروہ سمجھتے تھے جس دن کے رمضان ہونے میں انہیں شک ہوتا تھا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

غبار یا بادل کی وجہ سے یہ تعین نہ ہو سکے کہ آج شعبان کی تیسویں ہے یا رمضان کی پہلی؟ تو اس دن روزہ نہیں رکھنا چاہیے چنانچہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے شک کے دن روزہ رکھا تو اس نے ابو القاسمؑ کی نافرمانی کی۔ (صحیح البخاری: ۱۹۰۶، المستدرک علیٰ المحسن للحاکم: ۱۵۳۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۷۹۵۲)

{عاشوراء کونسا دن ہے؟}

۵۱۸۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ (عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ) عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ عَاشُورَاءُ يَوْمُ النَّاسِجِ۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یوم عاشوراء نوحرم ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۸۰، ۹۳۸۱، المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۶۶۹، مصنف عبدالرزاق: ۷۸۳۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۰۴، سنن ابن ماجہ: ۱۷۳۶، سنن ابی داود: ۲۴۴۵، سنن الترمذی: ۷۵۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند ابن ابی شیبہ وغیرہ)

۵۱۹۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ يَوْمُ الْعَاشِرِ مِنَ الْمُحَرَّمِ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: یوم عاشوراء دس محرم ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{رسول اکرم ﷺ نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھنے کی ترغیب دلائی}

۵۲۰۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ الْمُثَنَّى عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجَنْدَرِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ لِرَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ مَرَقُومَكَ

فَلْيَصُومُوا هَذَا الْيَوْمَ قَالَ إِنَّهُمْ قَدْ طَعِمُوا قَالَ وَإِنْ كَانَ قَدْ طَعِمُوا۔

حمید بن عبد الرحمن حمیری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب میں سے ایک صحابیؓ کو عاشوراء کے دن فرمایا: اپنی قوم کو کہو کہ آج کے دن کا روزہ رکھیں۔ اس نے عرض کیا: انہوں نے کھاپی لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگرچہ انہوں نے کھاپی لیا ہے (تب بھی بقیہ دن روزہ داروں کی طرح گزاریں)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۷۲ ح ۸۴۲، مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ المحقق: ۲۰۳، مسند ابن ابی شیبہ: ۶۱۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۵۹۶۲، الاحاد والثنائی لابن ابی عاصم: ۲۳۹۱، ۲۸۵۵، صحیح ابن حبان: ۲۶۱۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۵۴۵، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۶۲۵۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند احمد وغیرہ)

- ۱۔ امام ابراہیم بن محمد بن منشر بن اجدع ہمدانی کو فی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تاریخ الثقات للعلی: ۳۶، تہذیب الکمال: ۲۳۵، الکاشف: ۱۹۶)
- ۲۔ امام محمد بن منشر بن اجدع بن مالک ہمدانی وداعی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۵۶۲۹، تاریخ الثقات للعلی: ۱۵۰۵، الکاشف: ۵۱۶۷)
- ۳۔ امام حمید بن عبد الرحمن الحمیری البصری رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے تابعی ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۱۵۳۳، تاریخ الثقات: ۳۴۰)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ اس روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے کہا، دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحابی سیدنا ہند بن اسماء رضی اللہ عنہ تھے جیسا کہ مسند الامام احمد اور صحیح ابن حبان وغیرہ کی روایات میں تصریح موجود ہے۔
- ۲۔ یوم عاشوراء (یعنی دس محرم) کے دن کا روزہ اختیاری ہے، چاہے رکھیں یا نہ رکھیں۔ چنانچہ حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں عاشورہ (یعنی دس محرم) کے دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اے مدینہ والو! کہاں ہیں تمہارے علماء؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس دن کے لئے فرماتے ہوئے سنا کہ یہ عاشورہ (دس محرم) کا دن ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم پر اس دن کا روزہ فرض نہیں کیا اور میں روزے سے ہوں تو جو تم میں سے پسند کرتا ہو کہ یہ روزہ رکھے تو اسے چاہیے کہ وہ روزہ رکھ لے اور جو تم میں سے پسند کرتا ہو کہ وہ افطار کر لے تو اسے چاہیے کہ وہ افطار کر لے (یعنی چھوڑ دے)۔ (صحیح مسلم: ۱۱۴۹)

۲۔ صحیح مسلم (ج ۱۱۳۴) میں ہے کہ جس وقت نبی کریم ﷺ نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کی ترغیب دی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس دن کی یہودی اور نصاریٰ بھی تعظیم کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آئندہ سال آئے گا تو ہم انشاء اللہ اس کے ساتھ نوویں تاریخ کا بھی روزہ رکھیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہود و نصاریٰ کی مشابہت سے بچنے کے لئے محرم الحرام میں دو روزے رکھنا مسنون عمل ہے۔ یعنی دسویں محرم کے ساتھ ایک روزہ نوویں محرم کا ملا لیا جائے تاکہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے جو کراہت ہوتی ہے وہ ختم ہو جائے۔

{عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کی فضیلت}

۵۲۱۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ (عَنْ حَمَّادٍ) عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ قَالَ صَوْمُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ يَغْدِلُ صَوْمَ سَنَةِ وَصَوْمُ يَوْمِ عَرَفَةَ يَغْدِلُ صَوْمَ سَنَتَيْنِ۔

حضرت امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: عاشوراء کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر اور نوویں ذی الحجہ کا روزہ دو سال کے روزوں کے برابر ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے}

۵۲۲۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُقَبِّلُ وَهُوَ صَائِمٌ۔

حضرت سیدہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۸۷، مسند الامام ابی حنیفہ: ۲۱۳، صحیح مسلم: ۱۱۰۶، سنن ابن ماجہ: ۱۶۸۴، سنن ابی داود: ۲۳۸۲، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۵۰۲، ۱۶۲۶، ۱۶۳۸، مصنف عبدالرزاق: ۷۴۳۱، مسند ابن

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۲۔ امام ابو عبد اللہ عمرو بن میمون الاودی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے تابعی ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۴۴۵۸، تاریخ الثقات للعلی: ۱۲۹۰)

۵۲۳. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصِيبُ مِنْ وَجْهَهَا وَهُوَ صَائِمٌ.

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں ان کے چہرے کا بوسہ لیا کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحسکلی: ۲۱۳، صحیح مسلم: ۱۱۰۶، سنن ابن ماجہ: ۱۶۸۴، سنن ابی داود: ۲۳۸۲، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۵۰۲، ۱۶۲۶، ۱۶۳۸، مصنف عبدالرزاق: ۷۴۳۱، مسند ابن الجعد: ۲۲۹۷، مسند اسحاق بن راہویہ: ۸۴۳، ۹۳۷، ۱۳۹۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۱۵۴، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۶۹۶، ۴۷۱۵، مستخرج ابی عوانہ: ۲۸۶۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۳۸۷، ۳۳۹۳، صحیح ابن حبان: ۳۵۴۳، المعجم الاوسط للطبرانی: ۹۳، مسند الشامیین للطبرانی: ۲۸۴۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائده:

روزے کی حالت میں جماع کرنا حرام ہے، اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن محض بوس و کنار سے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑتا تاہم جس شخص کو خطرہ محسوس ہو کہ بوس و کنار سے اس کے جذبات بے قابو ہو جائیں گے اور وہ جماع کر بیٹھے گا تو اس کو بوس

دکنار سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔

{جواتنا بوڑھا ہے کہ وہ روزہ نہیں رکھ سکتا تو اس کی جانب سے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا جائے}

۵۲۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ أَبِي الصَّبَّاحِ عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّهُ قَالَ فِي هَؤُلَاءِ أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: (وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ) (البقرة: ۱۸۴) قَالَ الشَّيْخُ الْكَبِيرُ يُطَعَّمُ وَلَا يَصُومُ.

امام مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: یہ آیت (وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ) ”اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا کر (روزے کا) فدیہ ادا کر دیں۔“ اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جواتنا بوڑھا ہو چکا (کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا) اس کی جانب سے کھانا کھلا دیا جائے اور وہ روزہ نہ رکھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابوالصباح موسیٰ بن ابی کثیر الانصاری الکوفی رحمہ اللہ سنن نسائی وغیرہ کے روایت حدیث میں ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۶۲۹۴، تاریخ اسماء الثقات: ۱۳۵۳)

۵۲۵. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الشَّيْخِ الْكَبِيرِ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَصُومَ يُطَعَّمُ كُلَّ يَوْمٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ حِنْطَةٍ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جو شخص اتنا بوڑھا ہو چکا ہو کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کی طرف سے ایک دن کے عوض میں گندم کا نصف صاع صدقہ کر دیا جائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{رمضان کے روزوں کی قضاء ترتیب سے مسلسل کرنا زیادہ پسندیدہ ہے}

۵۲۶. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ وَعَمَّنْ حَدَّثَ أَبَا يُوسُفَ عَنْ عَامِرٍ أَنَّهُمَا قَالَا جَمِيعًا قِضَاءُ رَمَضَانَ مُتَتَابِعًا أَحَبُّ إِلَيْنَا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور امام عامر (شعبی رحمہ اللہ) نے فرمایا کہ رمضان کے روزوں کی قضاء ترتیب سے مسلسل

کرنا ہمارے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۳۹، ۹۱۳۲ من کان یقول لا یفرقہ، مصنف عبدالرزاق: ۷۶۵۹ باب قضاء رمضان۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند ابن ابی شیبہ و عبدالرزاق)

۵۲۷. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفہ عن حماد عن سعید ابن جبیر اَنَّهُ قَالَ فِي قَضَاءِ رَمَضَانَ فَرَّقِي
اِنْ شِئْتُ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ مُتَّابِعًا اَحَبُّ اِلَيَّ.

امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: اگر تم چاہو تو رمضان کے روزوں کی قضاء متفرق کر کے
کرو۔ اور امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا: کہ میرے نزدیک قضاء ترتیب سے مسلسل کرنا زیادہ پسندیدہ ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طریق اخری عند ابن ابی شیبہ: ۹۱۴۲)

فائدہ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نصف شعبان کے بعد رمضان تک روزہ
نہ رکھو، اور جس کے ذمہ رمضان کے روزوں کی قضاء ہے اسے چاہئے کہ لگاتار قضاء کرے اور توڑ توڑ کر قضاء نہ کرے۔ (سنن
الدارقطنی: ۲۳۱۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے روزوں کی لگاتار قضاء کرنا مستحب ہے۔

{ روزے دار کے لئے مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں }

۵۲۸. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفہ عن حماد عن اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ فِي الصَّائِمِ يَسْتَاكَ لَا بَأْسَ
بِهِ رَطْبًا كَانَ اَوْ يَابِسًا وَلَا بَأْسَ اَنْ يَسْتَاكَ بِالْمَاءِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: روزے دار کے لئے مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے
خواہ مسواک تازہ ہو یا پرانی۔ اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ وہ پانی کے ساتھ مسواک کرے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ حاملہ اور دودھ پلانے والی کو اگر اپنی یا اپنے بچے کی جان کا خطرہ ہو تو روزہ چھوڑ دے

اور بعد میں قضاء کر لے }

۵۲۹. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْحَامِلِ وَالْمُرْضِعِ إِذَا خَافَا عَلَى أَنْفُسِهِمَا وَأَوْلَادِهِمَا أَفْطَرَا وَقَضَا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: حاملہ اور دودھ پلانے والی کو جب اپنی یا اپنے بچے کی جان کا خطرہ ہو تو وہ روزہ چھوڑ دے اور بعد میں قضاء کر لے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ جان بوجھ کر قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کی قضاء لازم ہوتی ہے }

۵۳۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الصَّائِمِ يُدْرِكُهُ الْقَيْئُ لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ يُتِمُّ صَوْمَهُ وَإِذَا اسْتَقَاءَ عَمْدًا صَامَ يَوْمَهُ ذَلِكَ وَقَضَى يَوْمًا مَكَانَهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: روزے دار کو قے آجائے تو اس پر کچھ بھی نہیں ہے وہ اپنا روزہ پورا کر لے (یعنی قے آنے سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹا) اور جب روزے دار جان بوجھ کر قے کر دے تو یہ روزہ بھی پورا کرے اور اس کی قضاء بھی کرے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۹۲ باب ما یغضض الصوم، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۱ ص ۳۹۹ ح ۸۸۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۱۹۳ باب ما ج آء فی الصائم یتمی اء بعد القی، مصنف عبدالرزاق: ۵۵۳ باب القی للصائم۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ بھول کر کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور نہ ہی اس سے کچھ لازم ہوتا ہے }

۵۳۱. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الَّذِي يَأْكُلُ نَاسِيًا وَهُوَ

صَائِمٌ قَالَ يُتِمُّ صَوْمَهُ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جو شخص روزے کی حالت میں بھول کر کچھ کھا لیتا ہے وہ اپنا روزہ پورا کرے اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{عرفہ (حج) کے دن روزہ رکھنے کا بیان}

۵۳۲۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ عَنْ مَسْرُوقٍ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا يَوْمَ عَرَفَةَ فَقَالَتْ أَصَائِمُ أَنْتَ؟ قُلْتُ لَا، قَالَتْ: يَا جَارِيَةُ خَوِّضِي لَهُ سَوِيْقًا وَأَحْلِيهِ ثُمَّ قَالَتْ لَوْ مَا آتَى صَائِمَةً لَذُقَّتْهُ قَالَ فَقُلْتُ مَا مَنَعَنِي مِنَ الصَّوْمِ إِلَّا أَنِّي ظَنَنْتُ أَنَّهُ يَوْمُ النَّحْرِ فَقَالَتْ إِنَّمَا يَوْمُ النَّحْرِ يَوْمٌ يَنْحَرُ النَّاسُ وَيَوْمُ الْفِطْرِ يَوْمٌ يُفْطِرُونَ.

امام مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: کہ میں عرفہ کے دن ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا تم روزے سے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے لڑکی! تم ان کے لیے ستو گھول دو اور انہیں میٹھا بنانا۔ پھر فرمایا: کہ اگر میں روزے سے نہ ہوتی تو میں بھی انہیں چکھ لیتی۔ امام مسروق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے روزہ رکھنے سے کسی نے منع نہیں کیا سوائے اس کے کہ میں نے خیال کیا کہ (شاید) آج نحر کا دن ہے۔ (یہ سن کر) عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ نحر کا دن وہ ہوتا ہے جس دن لوگ قربانی کرتے ہیں اور فطر کا دن وہ ہوتا ہے جس دن لوگ عید الفطر کرتے ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ج ۴ ص ۱۵۷ ح ۳۱۰ باب الصیام، مصنف ابن ابی ہبیرہ: ۱۵۷ باب ما قالوا فی صوم یوم عرفہ

بغیر عرۃ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

عرفہ (ج) کے دن کے روزے کے بہت سے فضائل احادیث میں وارد ہیں، حضور مکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ روزہ گزشتہ اور آئندہ سال کا کفارہ ہے لیکن حضور ﷺ نے باعث رحمت اور امت کی آسانی و تعلیم کی خاطر عرفہ کا روزہ افطار کر لیا تھا، پس غیر حاجیوں کے لئے تو روزہ ایک مستحب سنت کی حیثیت رکھتا ہے اور حاجیوں کے لئے اگر اس کے ضعف کے باعث اعمال حج میں نقص کا اندیشہ نہ ہو تو افضل ہے۔

{چاندنی راتوں کے دنوں کے روزے}

۵۳۳. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن موسیٰ بن طلحۃ عن ابن الحواریۃ ان رجلاً سأل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عن الأرنب فقال لولا انی أخاف أن أریذ فی الحدیث شیئاً أو أنقص تحدیثکم ولکنی مرسلاً إلى بعض من شهد الحدیث قال فأرسل إلى عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما فقال حدیثنا حدیث الأرنب یوم کنا بقاع کذا وکذا قال فقال انی رجل النبی ﷺ بأرنب فأمر بأکلها فقال انی رأیت دماً قال لیس بشیء وقال فکل قال انی صائم قال صوم ماذا قال من کل شهر ثلاثۃ ایام قال أفلا جعلتہن البیض.

ابن حواریہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے خرگوش کے گوشت کے بارے میں پوچھا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر مجھے اس بات کا خدشہ نہ ہوتا کہ میں حدیث کے اندر کمی یا زیادتی کر بیٹھوں گا تو میں ضرور بتاتا، البتہ میں تمہیں ایسے شخص کی جانب بھیج دیتا ہوں جو حدیث کے گواہ تھے؟ پس آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی جانب بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ خرگوش کے گوشت کے متعلق وہ حدیث بیان کریں کہ جس دن ہم بقاع پر موجود تھے۔ چنانچہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں (بھنا ہوا) خرگوش لے کر حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس کے کھانے کا حکم دیا، اس شخص نے بتایا کہ میں نے دیکھا کہ (اس کا گوشت) خون آلود تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو بھی کھا۔ اس شخص نے عرض کیا کہ میرا روزہ ہے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیسا روزہ؟ اس نے عرض کیا: مہینے کے تین روزے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو انہیں چاندنی راتوں (تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ) کے دنوں کے روزے کیوں نہیں بنا لیتا؟۔

تخریج:

جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۲۳۱ ح ۱۵۲۱، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ص ۲۳۰، سنن النسائی: ۲۳۲۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۷۸، المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۹۶۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۹۳۹۹، مسند الحمیدی: ۱۳۶، مصنف عبدالرزاق: ۷۸۷۴، صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۲، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۱۸۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ شواہد)

۱۔ امام ابو یوسفی موسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ القرشی التیمی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۶۲۶۹، معرفۃ الثقات للعلی: ۱۸۱۸)

۲۔ امام یزید بن الحوکیۃ التیمی الکوفی رحمہ اللہ سنن نسائی کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (ملخصاً: تہذیب التہذیب: ۶۱۹)

{ جب دن کے ابتدائی حصہ میں چاند کے نظر آنے کی خبر مل جائے تو لوگ روزہ چھوڑ کر نماز عید کے لیے نکلیں }

۵۳۴. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا رُئِيَ الْهَلَالُ فِي أَوَّلِ النَّهَارِ أَفْطَرَ الْقَوْمُ وَخَرَجُوا يَوْمَئِذٍ وَإِذَا رُئِيَ بِالْعِشِيِّ أَتَمُّوا صَوْمَ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَخَرَجُوا مِنَ الْغَدِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب دن کے ابتدائی حصہ میں پہلی کا چاند نظر آنے کا علم ہو جائے تو لوگ روزہ چھوڑ کر اسی دن (نماز عید کی ادائیگی کے لئے) نکلیں گے اور جب شام کو پہلی کا چاند نظر آنے کا علم ہو تو پھر لوگ اس دن کا روزہ مکمل کریں اور اگلے روز (نماز عید کی ادائیگی کے لئے) نکلیں گے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ مہینہ کبھی انتیس دن کا اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے }

۵۳۵. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي الْعَطُوفِ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ حَلَفَ لَا يَدْخُلُ عَلَى آزْوَاجِهِ شَهْرًا فَلَمَّا كَانَ تِسْعَةً وَعِشْرِينَ يَوْمًا أُرْسِلَ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَتْ إِنَّمَا مَطَى تِسْعَةً وَعِشْرُونَ يَوْمًا فَقَالَ إِنَّ الشَّهْرَ قَدْ يَكُونُ تِسْعَةً وَعِشْرِينَ يَوْمًا وَيَكُونُ ثَلَاثِينَ.

حضرت امام زہری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ نے قسم کھائی تھی کہ اپنی بیویوں کے پاس پورا مہینہ نہیں جائیں گے، جب انتیس دن گزر گئے تو آپ ﷺ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجا (کہ آجائے!) تو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں عرض کیا کہ انتیس دن گزرے ہیں (ابھی

تو ایک دن باقی ہے، آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ”کہ مہینہ بھی اسی دن کا ہوتا اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۳۶ باب الایلاء، جامع المسانید للنحوارزمی: ج ۲ ص ۲۵۴ ح ۱۵۷۵، صحیح البخاری: ۵۱۹۱، ۲۳۶۸، صحیح مسلم: ۱۰۸۳، سنن النسائی: ۲۱۳۲، مسند البزار: ۲۰۶، مستخرج ابی عوانہ: ۴۵۸۱، صحیح ابن حبان: ۴۱۸۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصلہ البخاری و رواہ بسندہ عن عقیل عن ابن شہاب قال اخبرنی عبید اللہ بن عبد اللہ بن ابی ثور عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قال لم ازل حریصاً علی ان اسأل عمر رضی اللہ عنہ عن البرأتین من ازواج النبی ﷺ..... الخ.)

{ ابراؤد موسم میں سیدنا عمرؓ اور آپ کے ساتھیوں نے غروب سے پہلے افطاری کر لی }

۵۳۱. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کان فی یوم غیم فی رمضان ظن ان الشمس قد غابت فأفطر هو وأصحابه فطلعت الشمس بعد ذلك فقال عمر ما تجانفنا لإثم نتم صوم هذا الیوم ونصوم یوماً مکنانہ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رمضان میں ایک بادلوں والے دن میں تھے، چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ سورج غروب ہو چکا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے روزہ افطار کر لیا پھر اس کے بعد سورج نکل آیا (یعنی غروب اس وقت تک نہیں ہوا تھا) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے گناہ کا قصد نہیں کیا تھا قصد روزہ نہیں توڑا، ہم آج کا روزہ مکمل کریں گے پھر اس کے بدلے ایک روزہ قضاء رکھیں گے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۲۸۶ باب الصوم فی السفر والفر، جامع المسانید للنحوارزمی: ج ۱ ص ۹۸ ح ۸۸۳، مؤطا مالک: ۴۴، مصنف عبدالرزاق: ۷۳۹۲، ۷۳۹۳، مؤطا محمد: ۳۶۵، مصنف ابن ابی حنیہ: ۹۰۳۵، ۹۰۳۷، ۹۰۵۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند عبدالرزاق وابن ابی شیبہ)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ہم اسی کو لیتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رمضان میں ابر کے دن روزہ افطار کر لے یعنی کچھ دن ابھی باقی ہو یا حائضہ روزہ کھولے پھر دن کے کچھ حصہ میں حیض سے پاک ہو جائے یا مسافر بعض دن میں اپنے شہر میں آئے تو باقی دن بغیر کھائے پیئے پورا کرے اور اس کی جگہ ایک دن قضاء روزہ رکھے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۸۶)

{جان بوجھ کر روزہ توڑنے والا قضاء کے ساتھ ساتھ استغفار بھی کرے}

۵۴۰. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الَّذِي يُفْطِرُ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مُتَعَبِّدًا: يَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَيَصُومُ يَوْمًا مَكَانَهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص رمضان کے دن کا روزہ جان بوجھ کر توڑ دے وہ اللہ رب العزت سے مغفرت طلب کرے گا اور اس کی جگہ ایک دن قضاء روزہ رکھے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۹۳ باب ما ينقض الصوم، جامع المسانید للبخوارزمی: ج ۱ ص ۵۰۰ ح ۸۸۸، مصنف

عبدالرزاق: ۷۱ ۷۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ (یعنی قضاء کے ساتھ ساتھ) یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اس پر کفارہ بھی آئے گا اور کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام کو آزاد کرے اگر غلام نہ پائے تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۹۳)

{اگر کلی کرتے ہوئے پانی روزے دار کے حلق میں چلا جائے تو قضاء کرے گا}

۵۲۸. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا تَمَضَّضَ الصَّائِمُ وَدَخَلَ حَلَقَهُ مِنْ ذَلِكَ الْمَاءِ وَهُوَ ذَا كِرْ صَوْمَهُ أَتَمَّ صَوْمَهُ وَعَلَيْهِ يَوْمٌ مَكَانَهُ وَإِنْ دَخَلَ الْمَاءُ حَلَقَهُ وَهُوَ نَاسٍ لَصَوْمِهِ أَتَمَّ صَوْمَهُ وَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاؤُهُ.

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب روزے دار کلی کرے اور اس سے پانی (خود بخود) حلق میں چلا جائے اور اس وقت اسے اپنا روزہ یاد ہو تو وہ اپنا روزہ مکمل کرے گا اور اس کی جگہ ایک دن قضاء روزہ رکھے گا۔ اور اگر پانی حلق میں چلا جائے اور اس وقت اسے اپنا روزہ یاد نہ ہو تو وہ اپنا روزہ مکمل کرے گا اور اس پر اس کی قضاء بھی نہیں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں بشرطیکہ اسے اپنا روزہ یاد ہو اور اگر روزہ یاد نہ ہو تو اس پر قضاء بھی نہیں ہے۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۲۹۱ باب ما ينقض الصوم)

{اگر روزے دار صبح کو ناپاکی کی حالت میں اٹھے تو کیا حکم ہے؟}

۵۲۹. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يُفَتِّي أَنَّ مَنْ أَذْرَكَهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ فَقَدْ أَفْطَرَ، فَبَلَغَ ذَلِكَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقَالَتْ: يَرْحَمُ اللَّهُ أَبَاهُ رِيَّةً لَمْ يَحْفَظْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَخْرُجُ إِلَى الْفَجْرِ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ مِنْ مَاءِ الْجَنَابَةِ ثُمَّ يَصُومُ فَبَلَغَ ذَلِكَ أَبَاهُ رِيَّةً رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ هِيَ أَعْلَمُ مِنِّي فَرَجَعَ عَنْ قَوْلِهِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ جس شخص کو فجر آ لے اور وہ جنابت کی حالت میں ہو تو اس نے روزہ افطار کر لیا، چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ ابو ہریرہ پر رحم فرمائے انہوں نے محفوظ نہیں کیا، رسول اللہ ﷺ نماز فجر کے لیے تشریف لے جاتے اور آپ ﷺ کے سر مبارک سے غسل جنابت کے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوتے تھے پھر آپ ﷺ (دن بھر) روزہ سے ہوتے۔ پس سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ وہ

مجھ سے زیادہ علم رکھنے والی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ: روایۃ الحسکلی: ۲۱۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۸۵۳، سنن ابن ماجہ: ۱۷۰۳، السنن الکبریٰ للنسائی: ۳۰۱۰، ۳۰۱۲، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۳۸، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۳۵۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصلہ ابو حنیفہ کما فی مسند الامام ابی حنیفہ: ۲۱۱)

مسند ابی حنیفہ میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

ابو حنیفہ عن حماد عن ابراهیم عن الاسود عن عائشة..... الخ۔

(مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحسکلی: ۲۱۱)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزے کی حالت میں کچھ وقت جنابت کی حالت میں گزر جانے میں کوئی حرج نہیں۔

۵۴۰. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ فَمَا لِلصَّوْمِ وَمَا لِلْجَنَابَةِ.

ابراہیم بن محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: روزے کا جنابت کی حالت سے کیا واسطہ!

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۴۰۱ باب من ادرکہ الصبح جنبا، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۵۷۱ باب فی الرجل یصبح وهو جنب ینتفل

ویجزیہ صوم۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طریق اخری متصل عند ابن ابی شیبہ وعبدالرزاق)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ روزے کے لیے طہارت شرط نہیں ہے لہذا اگر انسان حالت جنابت میں سحری کھا کر یا سحری کھائے بغیر

روزے کی نیت کر لے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا۔

{ رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں شب قدر کے عنوان پر صحابہ کرام کی گفت و شنید }

۵۴۱. قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ تَذَاكَرْنَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ أَتَذْكُرُونَ لَيْلَةَ كُنَّا بِقَاعٍ كَذَا وَكَذَا لَيْلَةَ، كَانَ الْقَمَرُ كَفَلَقَةِ الصَّخْفَةِ قَالَ فَتَذَاكَرْنَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَلَمْ نُثْبِتْهَا.

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ہماری آپس میں شب قدر کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے پاس گفت و شنید چل رہی تھی، فرمایا: کیا تمہیں وہ رات یاد ہے کہ ہم لوگ بقاع میں تھے اور وہ رات ایسی تھی کہ جس کا چاند اس طرح تھا جس طرح چاندی کا ایک ٹکڑا ہو۔ فرمایا پس ہم نے اس رات کے بارے میں کافی گفت و شنید کی (یعنی اسے کافی ڈھونڈا) لیکن ہمیں وہ یاد نہ آئی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للنحوارزمی: ج ۱ ص ۷۳ ح ۵۸۲ الفصل الاول فی فضل الصوم وشرائط صحۃ، جامع الآثار: ۹۱۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{ شب قدر ستائیسویں رات میں ہوتی ہے، اگلی صبح سورج بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے }

۵۴۲. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِي النَّجُودِ عَنْ زَيْدِ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَخْلِفُ أَنَّ لَيْلَةَ الْقَدْرِ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرَيْنَ وَيَقُولُ إِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ صَبِيحَتَهَا لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ كَأَنَّهَا طُسْتُ تُرْفَرُقُ.

زر بن حبیش رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اس بات پر قسم کھایا کرتے تھے کہ لیلۃ القدر ستائیسویں ہی کی رات ہے اور فرماتے تھے کہ اس کی صبح کو سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کی شعاع نہیں ہوتی گویا وہ طشت ہے گھومتا ہوا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۹۲۱ باب لیلۃ القدر، جامع السانید للخوازمی: ج ۱ ص ۳۶۹ ح ۸۳۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۶۶۸، ۹۵۳۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۲۱۰، ۲۱۲۱۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱، ۴۳۵۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۵۸۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابو بکر عاصم بن ابی النجود بہد لہ الکو فی المقری رحمہ اللہ اتی اعتبار سے کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تاریخ الثقات للعلی: ۷۶۳)

۲۔ امام ابو مریم زربن حبیش بن حباشہ بن اوس رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۱۹۷۶، تاریخ الثقات للعلی: ۴۵۸)

فائدہ:

سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ستائیسویں (رمضان) کی رات شب قدر ہے۔“ (سنن ابی داؤد: ۱۳۸۶، سندہ صحیح) اس صحیح السند حدیث سے معلوم ہوا کہ شب قدر عموماً رمضان کی ستائیسویں ہی ہوتی ہے۔

{اعتکاف بڑی مسجد میں کیا جائے}

۵۴۳۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا اُعْتِكَافَ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ الْأَعْظَمِ وَلَا يُخْرَجُ إِلَّا لِحَاجَةٍ لَا بُدَّ مِنْهَا يَغْنِي الْبَوْلَ وَالْغَائِطَ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: نہیں ہے اعتکاف مگر بڑی مسجد میں (یعنی جہاں باجماعت نماز ہوتی ہو) اور ضروری حاجت یعنی بول و پاخانہ کے علاوہ مسجد سے نہ نکلا جائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{آنحضرت ﷺ اعتکاف کی حالت میں اپنا سر مسجد سے نکال دیتے اور عائشہؓ اسے دھو دیا کرتی تھیں}

۵۴۴۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُخْرِجُ إِلَيْهَا رَأْسَهُ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ مِنَ الْمَسْجِدِ فَتَغْسِلُهُ وَهِيَ حَائِضٌ۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوتے اور اپنا سر مبارک ان کی طرف نکال دیا کرتے تھے اور وہ اسے دھو دیتیں حالانکہ وہ حیض کی حالت میں ہوتی تھیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۲۰۳۱، صحیح مسلم: ۲۹۷، سنن ابن ماجہ: ۱۷۷۸، سنن ابی داؤد: ۲۳۶۹، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۳۶۳۲، سنن النسائی: ۲۷۵، ۳۸۷، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۳۸۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۳۱، مسند الحمیدی: ۱۸۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۰۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصلہ البخاری وغیرہ ورواہ بسندہ عن ابراہیم عن الاسود عن عائشہ رضی اللہ عنہا..... الخ.)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ متکلف آدمی ضروری حاجت کے بغیر مسجد سے باہر نہیں نکل سکتا۔
- ۲۔ حیض و نفاس کی حالت میں عورت کے لیے مسجد میں داخل ہونا منع ہے۔
- ۳۔ مسجد سے سر باہر نکالنا مسجد سے نکلنے کے حکم میں نہیں، جس طرح مسجد میں ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز لینا دینا مسجد میں داخل ہونے کے حکم میں نہیں۔

{ صدقہ فطر ہر چھوٹے بڑے، آزاد اور غلام پر لازم ہے }

۵۴۵. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي صَدَقَةِ الْفَطْرِ نِصْفُ صَاعٍ مِّنْ بُزٍّ أَوْ صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ عَنْ كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: صدقہ فطر آدھا صاع گندم یا ایک صاع کھجور ہے جو ہر آزاد اور غلام پر چاہے چھوٹا ہو یا بڑا لازم ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۰۳ باب زکاة الفطر والمسلو کین، جامع المسانید للنخوارزی: ج ۱ ص ۳۶۸ ح ۸۳۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔
(کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۰۴)



۷۔ کِتَابُ الْحَجِّ

حج سے متعلق احکام و مسائل

جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے کہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے آخری اور تکمیلی رکن ”حج بیت اللہ“ ہے۔ حج کیا ہے؟۔۔۔۔۔ ایک معین اور مقررہ وقت پر اللہ کے دیوانوں کی طرح اس کے دربار میں حاضر ہونا، اور اس کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اداؤں، اور طور طریقوں کی نقل کر کے اس کے سلسلے اور مسلک سے اپنی وابستگی اور وفاداری کا ثبوت دینا اور اپنی استعداد کے بقدر ابراہیمی جذبات اور کیفیات سے حصہ لینا اور اپنے کو ان کے رنگ میں رنگنا۔

مزید وضاحت کے لئے کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک شان یہ ہے کہ وہ ذوالجلال والجبوت، احکم الحاکمین اور شہنشاہ کل ہے، اور ہم اس کے عاجز و محتاج بندے اور مملوک و محکوم ہیں۔

اور دوسری شان اس کی یہ ہے کہ ان تمام صفات جمال سے بدرجہ اتم متصف ہے جس کی وجہ سے انسان کو کسی سے محبت ہوتی ہے اور اس لحاظ سے وہ۔۔۔۔۔ بلکہ صرف وہی۔۔۔۔۔ محبوب حقیقی ہے۔ اس کی پہلی حاکمانہ اور شاہانہ شان کا تقاضا یہ ہے کہ بندے اس کے حضور میں ادب و نیاز کی تصویر بن کر حاضر ہوں۔۔۔۔۔ ارکان اسلام میں پہلا عملی رکن نماز اسی کا خاص مرقع ہے اور اس میں یہی رنگ غالب ہے۔

اور زکوٰۃ بھی اسی نسبت کے ایک دوسرے رخ کو ظاہر کرتی ہے۔۔۔۔۔ اور اس کی دوسری شان محبوبیت کا تقاضا یہ ہے کہ بندوں کا تعلق اس کے ساتھ محبت والہیت کا ہو۔ روزے میں بھی کسی قدر یہ رنگ ہے، کھانا پینا چھوڑ دینا اور نفسانی خواہشات سے منہ موڑ لینا عشق و محبت کی منزلوں میں سے ہے۔

مگر حج اس کا پورا پورا مرقع ہے۔ سلعے کپڑوں کی بجائے ایک کفن نما لباس پہن لینا، ننگے سر رہنا، حجامت نہ بنوانا، ناخن نہ ترشوانا، بالوں میں کٹکھانہ کرنا، تیل نہ لگانا، خوشبو کا استعمال نہ کرنا، میل کچیل سے جسم کی صفائی نہ کرنا، چیخ چیخ کے لبیک لبیک پکارنا، بیت اللہ کے گرد چکر لگانا۔

اس کے ایک گوشے میں لگے ہوئے سیاہ پتھر (حجر اسود) کو چومنا، اور اس کے درود یوار سے لپٹنا اور آہ وزاری کرنا، پھر صفا و مردہ کے پھیرے کرنا، پھر مکہ شہر سے بھی نکل جانا اور منیٰ اور کبھی عرفات اور کبھی مزدلفہ کے صحراؤں میں جا پڑنا، پھر جمرات پہ بار بار کنکریاں مارنا، یہ سارے اعمال وہی ہیں جو محبت کے دیوانوں سے سرزد ہوا کرتے ہیں۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس رسم عاشقی کے بانی ہیں۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادائیں اتنی پسند آئیں کہ اپنے دربار کی خاص الخاص حاضری حج و عمرہ کے ارکان و مناسک ان کو قرار دے دیا۔ انہی سب کے مجموعہ کا نام گویا حج ہے، اور یہ اسلام کا آخری اور تکمیلی رکن ہے۔

حضور مکرم ﷺ نے اپنی وفات سے چند ماہ قبل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بڑی تعداد کے ساتھ حج فرمایا، جو "حجۃ الوداع" کے نام سے مشہور ہے۔ اور اسی حجۃ الوداع میں خاص عرفات کے میدان میں آپ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي..... الآية.... (المائدة: ۲: ۵)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت کا اتمام کر دیا۔

اس میں اس طرف ایک لطیف اشارہ ہے کہ حج اسلام کا تکمیلی رکن ہے۔

اگر بندہ کو صحیح اور مخلصانہ حج نصیب ہو جائے جس کو دین و شریعت کی زبان میں "حج مبرور" کہتے ہیں اور اس ابراہیمی و محمدی نسبت کا کوئی ذرہ اس کو عطاء ہو جائے تو گویا اس کو سعادت کا اعلیٰ مقام حاصل ہو گیا اور وہ نعمت عظمیٰ اس کے ہاتھ آ گئی جس سے بڑی کسی نعمت کا اس دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، اس کو حق ہے کہ تحدیثِ نعمت کے طور پر کہے اور مست ہو ہو کر کہے۔

نارم پچشم خود کہ جمال تو دیدہ است ہر دم ہزار بوسہ زخم دست خویش را

افتم بہ پائے خود کہ مکویت رسیدہ است کہ دامت گرفتہ بسویم کشیدہ است

اس مختصر تمہید کے بعد حج سے متعلق احادیث و آثار پڑھئے۔

{ حاجی کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور حاجی جس کیلئے مغفرت کی دعا مانگے اس کی بھی مغفرت ہو جاتی ہے }

۵۳۶۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ شَيْخٍ مِّنْ بَنِي رَبِيعَةَ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ إِسْحَاقَ

الْقُرَشِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: الْحَاجُّ مَغْفُورٌ لَهُ وَلِمَنِ اسْتَغْفَرَهُ إِلَى الْإِسْلَاحِ الْمُحَرِّمِ.

معاویہ بن اسحاق قرشی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حاجی کے گناہ معاف کر دیے

جاتے ہیں اور اس شخص کے بھی جس کے لیے حاجی احرام ختم کرنے سے پہلے بخشش کی دعا کرے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للنحوارزی: ج ۱ ص ۵۰۷ ح ۹۰۳، مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحسکلی: ۲۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ:

۱۲۶۵۸، اخبار مکہ للقاہی: ۹۲۳، مسند البزار: ۹۷۲۶، صحیح ابن خزیمہ: ۲۵۱۶، المعجم الاوسط للطبرانی: ۸۵۹۳، المعجم الکبیر

للطبرانی: ۱۰۸۹، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۶۱۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰۳۸۱، شعب الایمان للبیہقی: ۳۸۱۷، الکامل

فی ضعفاء الرجال: ۸۸۸، تاریخ بغداد: ۷۲۲۳۔

تحقیق:

حسن لغیرہ ہے۔ (ولہ طرق اخری)

{ تین قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اللہ نے اپنے ذمے لے لیا ہے کہ جو اس سے

مانگیں گے وہ عطا کرے گا }

۵۴۷. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن ابن عائد عن مجاہد عن النبی ﷺ انہ قال: الحاج والمُعْتَمِرُ وَالْغَازِی فی سَبِیلِ اللّٰہِ وَفَدَا اللّٰہِ دَعَاہُمْ فَأَجَابُوہُ، وَحَقَّ عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُعْطِیْہُمْ مَا سَأَلُوْا.

امام مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حج کرنے والا، عمرہ کرنے والا اور اللہ رب العزت کے راستے میں جنگ کرنے والا یہ سب اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دعوت دی انہوں نے اس دعوت پر لبیک کہا، اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے لیا ہے کہ انہیں وہ سب کچھ عطا کرے گا جو وہ اس سے مانگیں گے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۲۸۹۳، صحیح ابن حبان: ۴۶۱۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۵۵۶، شعب الایمان للبیہقی: ۳۸۱۳، موارد النعمان الی زوائد ابن حبان: ۹۶۴، کتاب الآثار وایۃ الامام محمد: ۳۳۰ باب القرآن وفضل الاحرام۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجہ ابن ماجہ وغیرہ موصولا من طریق عطاء بن السائب عن مجاہد عن ابن عمر

عن النبی ﷺ..... فذاکرہ.)

امام ایوب بن عائد بن مدنی الطائی الکوفی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی اور سنن نسائی وغیرہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۱۷، تاریخ الثقات للعلی: ۱۳۰)

فائدہ:

یہ تین سفر بہت افضل ہیں کیونکہ ان افراد نے اللہ کی حکم کی تعمیل میں سفر کی مشقت برداشت کی ہے، اپنا ذاتی مقصد پیش نظر نہیں، اس لیے اللہ بھی ان کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔

{ حج کرنے والے کے گزشتہ تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں }

۵۴۸. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَرَجْنَا حُجَّاجًا حَتَّى أَتَيْنَا رَبَّنَا إِذْ رُفِعَ لَنَا خِيبَاءٌ، فَقُلْنَا: مَا هَذَا؟ قَالَ: خِيبَاءُ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَأَتَيْنَاهُ فَرَفَعَ أَبُو ذَرٍّ جَانِبَ الْحِيبَاءِ فَقَالَ: مِنْ أَيْنَ أَقْبَلَ الْقَوْمُ؟ قَالَ فَقُلْنَا مِنَ الْعِرَاقِ. قَالَ وَآيْنَ تُرِيدُونَ؟ قَالَ قُلْنَا نُرِيدُ الْبَيْتَ قَالَ فَوَاللَّهِ مَا أَخْرَجَكُمْ غَيْرُ ذَلِكَ؟ قَالَ فَخَلَفْنَاهُ، فَقَالَ إِذَا فَرَعْتُمْ فَاسْتَأْنِفُوا الْعَمَلَ.

امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ہم حج کے ارادے سے نکلے یہاں تک کہ ہم ربذہ نامی جگہ پر پہنچے تو ایک خیمہ ہمارے سامنے آیا، ہم نے کہا کہا کہ یہ کیا ہے؟ ایک شخص نے بتایا کہ یہ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کا خیمہ ہے، چنانچہ ہم سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے خیمہ کا ایک کنارہ ہٹایا اور فرمایا: آپ لوگ کہاں سے آرہے ہیں؟ ہم نے کہا: عراق سے۔ فرمایا: کہاں کا ارادہ ہے؟ ہم نے کہا بیت اللہ کا۔ فرمایا: اللہ کی قسم! تمہیں حج بیت اللہ کے علاوہ کسی اور مقصد نے نہیں نکالا؟ ہم نے ان کے سامنے قسم کھالی (کہ ہم صرف حج بیت اللہ کے لیے ہی نکلے ہیں)، انہوں نے فرمایا: جب تم فارغ ہو جاؤ تو از سر نو عمل کرنا (کیونکہ اللہ رب العزت گزشتہ تمام گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۳۱ باب القرآن وفضل الاحرام، جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۵۰۲ ح ۸۹۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۶۴۵، مصنف عبدالرزاق: ۸۸۰۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام محمد بن مالک بن زبید الہمدانی الکوفی رحمہ اللہ ثقہ راوی ہیں۔

(ملخصاً: الآثار بمعرفۃ روادۃ الآثار: ۲۲۵، الثقات لابن حبان: ۱۰۵۵۲)

۲۔ امام مالک بن زبید الہمدانی النخعی الکوفی رحمہ اللہ بھی ثقہ راوی ہیں۔

(ملخصاً: تہذیب التہذیب: ۱۸، تہذیب الکمال: ۵۷۴۰)

{ سب سے افضل حج وہ ہے جس میں آواز بلند کرنا اور خون بہانا ہو۔ }

۵۴۹. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن قیس بن مسلم عن طارق بن شہاب عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ اَنَّہ قال: اَفْضَلُ الْحَجِّ الْعَجُّ وَالشَّجُّ فَأَمَّا الْعَجُّ فَالْعَجِيجُ بِالتَّلْبِيَةِ وَأَمَّا الشَّجُّ فَتَنْجُرُ الْبُذُنِ.

طارق بن شہاب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: افضل حج وہ ہے جس میں آواز بلند کرنا اور خون بہانا ہو۔ بلند آواز سے مراد لبیک پکارنا ہے اور خون سے بہانے سے مراد اونٹ کی قربان کرنا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابن ابی شیبہ: ۳۳۰، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۰۸۶، المقصد العلیٰ فی روایات ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۵۴، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۳ کتاب الحج۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ورواہ ابن ابی شیبہ عن ابی اسامۃ عن ابی حنیفۃ عن قیس بن مسلم عن طارق بن شہاب عن عبداللہ عن النبی ﷺ..... الخ.)

۱۔ امام ابو عمرو قیس بن مسلم الجذلی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۴۹۲۱، تاریخ الثقات للعلی: ۱۴۰۰)

۲۔ سیدنا طارق بن شہاب بن عبد شمس الجذلی الاحمسی الکوفی کتب صحاح ستہ کے راوی ہیں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ (تقریب: ۳۰۰۰)

فائدہ:

ایام حج میں تلبیہ اور تکبیر و تہلیل کے پر کیف نعروں سے جس طرح منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کے میدان گونجتے ہیں، ان نعروں اور زمزموں کو صرف سن کر ہی انسان کی روح کو تازگی اور بالیدگی اور ایمان کو کیف و سرور مل جاتا ہے، ظاہر ہے کہ جب سننے والوں کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ وہ مرغ بگل کی طرف تڑپتے ہیں تو یہ نعرے بلند کرنے والے کن جذبات و احساسات سے دو چار ہوں گے، انہی جذبات و احساسات کو انسان کے تحت الشعور میں اچھی طرح راسخ کر کے اپنی عاجزی اور اللہ کی کبریائی، اپنے گناہوں اور اللہ کی مغفرت کے اقرار پر پوری کائنات کو گواہ بنانے کے لیے حج کی افضلیت کو ہی اس بات میں پوشیدہ کر دیا گیا کہ بارگاہ خداوندی میں اپنی حاضری اور ہر قسم کے شریک سے براءت کا اعلان بانگ دہل کیا جائے۔

اس کے ساتھ ساتھ اصول تو یہ بنتا ہے کہ دعویٰ عشق و محبت رکھنے والا اپنی جان تک اپنے محبوب پر نچھاور کر دے لیکن یہ محبوب حقیقی کی کرم نوازی ہے کہ وہ انسان کے بدلے میں بکری، گائے اور اونٹ کو قبول کر لیتا ہے اور انسان کو وہی ثواب عطا کرتا ہے جو اپنی جان نچھاور کرنے پر عطاء ہوتا۔ اسی لیے قربانی کے جانور کا خون بہانا حج کی افضلیت کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ جب حاجی اپنی زبان سے اپنے محبوب کی کبریائی کا اقرار اور اپنے عمل سے اپنی جان کا نذرانہ بارگاہ خداوندی میں پیش کر چکا تو اس کا صلہ دنیا میں اسے یہ عطا کیا گیا کہ نہ صرف یہ کہ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیا گیا بلکہ ان لوگوں کے حق میں بھی اس کی سفارش کو قبول کر لیا گیا جو اس سے اس سفارش کی درخواست کریں۔

{ اللہ کے ارشاد ”اشہر معلومات“ اور ”فلا رفث ولا فسوق“ کی تفسیر }

۵۰. یُوسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ} (البقرة: ۱۹۷) سُؤَالَ، وَذُو الْقُعْدَةِ، وَعَشْرٌ مِّنْ ذِي الْحِجَّةِ وَفِي قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {مَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ} (البقرة: ۱۹۷) قَالَ: الرَّفَثُ الْجَمَاعُ وَالْفُسُوقُ الْمَعَاصِي وَالْجِدَالُ قَوْلُكَ لَا وَاللَّهِ بَلَى وَاللَّهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد {الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ} ”حج کے چند متعین مہینے ہیں۔“ سے مراد سوال، ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن مراد ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد {مَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ} ”جو شخص ان مہینوں میں (احرام باندھ کر) اپنے اوپر حج لازم کر لے تو حج کے دوران نہ وہ کوئی فحش بات کرے، نہ کوئی گناہ، اور نہ کوئی جھگڑا۔“ میں الرفث سے مراد جماع کرنا، الفسوق سے مراد دوسرے گناہ اور جدال سے مراد تیرا لا واللہ اور بلی واللہ کہنا ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ ایام معدودات سے مراد ذوالحجہ کے دس دن اور ایام معلومات سے مراد ایام تشریق ہیں }

۵۱. یُوسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَيَّامٌ مَّعْلُومَاتٌ أَيَّامُ الْعَشْرِ وَأَيَّامُ مَعْدُودَاتٍ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: متعین دنوں سے مراد دس دن ہیں اور گنتی کے دنوں سے

مراد تشریق کے ایام ہیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے کہ اللہ رب العزت کے فرمان {واذکروا اللہ فی ایام معدودات۔ اور اللہ کو گنتی کے (ان چند) دنوں میں یاد کرتے رہو۔ البقرہ: ۲۰۳} میں جو ذکر کا حکم آیا ہے اس سے مراد ایام ایام تشریق میں ذکر اللہ ہے۔ (دیکھئے اعلاء السنن: ۲۱۴۲) اور ان ایام میں ذکر اللہ تکبیر ہے پس تکبیرات تشریق کا واجب ہونا ثابت ہوا کیونکہ اصل امر میں وجوب ہے اور جب تک کوئی صارف نہ ہو اصل پر محمول رکھنا ضروری ہے۔

درمنثور میں ایسی متعدد روایات موجود ہیں جن میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ ذکر اللہ سے مراد نمازوں کے بعد تکبیرات تشریق کہنا ہے۔ نیز ابن عربی رحمہ اللہ کے بقول تو اس بات پر فقہاء مشاہیر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے کہ واذکروا اللہ فی ایام معدودات میں ذکر سے مراد ایام تشریق کی تکبیرات ہی ہیں۔ (احکام القرآن: ۱-۶۰) پس اس سے ثابت ہوا کہ تکبیرات تشریق واجب ہیں۔

{ام المؤمنین عائشہ ہدی کے جانوروں کے قلاذے خود بٹا کرتی تھیں}

۵۵۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: بُكْتُ أَفْتِلَ قَلَائِدَ هَذِي رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَيَبْعُثُ بِهَا وَيُقِيمُ حَلَالًا فِي أَهْلِهِ وَلَا يَحْرُمُ مِنْهُ شَيْءٌ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ وَلَكِنْ لَا يَخْرُجُ الَّذِي يَبْعُثُ بِهَا مُقْلَدَةً يَوْمَ الْبَيْتِ إِلَّا مُحْرَمًا.

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ”میں رسول اللہ ﷺ کی ہدی (قربانی) کے جانوروں کے قلاذے بٹتی تھی، آپ ﷺ ان (جانوروں) کو قلاذے ڈال کر (مکہ شریف) بھیج دیتے اور خود حلال اپنے اہل و عیال میں (مدینہ شریف) قیام پذیر رہتے اور کسی چیز سے اپنے آپ کو نہیں روکتے تھے (جن سے محرم بچتے تھے)۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۷۰۳، صحیح مسلم: ۱۳۲۱، سنن ابن ماجہ: ۳۰۹۳، سنن ابی داود: ۱۷۵۸، سنن الترمذی: ۹۰۹، سنن

النسائی: ۲۷۷۹، ۲۷۷۵، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۳۷۳، مسند الحمیدی: ۲۱۰، مسند ابن الجعد: ۸۷۳، مسند اسحاق بن راہویہ: ۶۹۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۵۲۴، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۵۰۵، صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۰۸، ۲۵۷۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصلہ البخاری ورواہ بسندہ عن منصور عن ابراہیم عن الاسود عن عائشة رضی اللہ عنہا..... الخ.)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جو حرم کی حدود میں قربان کیا جاتا ہے۔
- ۲۔ جس طرح حاجی ہدی کی قربانی دیتا ہے اس طرح دوسرا آدمی بھی ہدی کا جانور مکہ میں بھیج سکتا ہے۔
- ۳۔ یہ جانور منیٰ میں قربان کیے جاتے ہیں، تاہم مکہ شریف کے اندر بھی قربان کیے جاسکتے ہیں۔
- ۴۔ قلا دے سے مراد وہ رسی ہے جو ہدی کے گلے میں ڈالی جاتی ہے، اور علامت کے طور پر جوتوں کا جوڑا اس رسی کے ذریعے سے جانور کے گلے میں لٹکا دیا جاتا ہے۔
- ۵۔ قربانی کا جانور (اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ وغیرہ) مکہ بھیجنے والے پر احرام کی پابندیاں عائد نہیں ہوتیں۔

{ جب کوئی آدمی اپنے جانور کو قلا دہ ڈال دے تو وہ محرم ہو گیا }

۵۵۳۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا قَلَّدَ الرَّجُلُ هَدْيَهُ وَهُوَ يُؤْمِدُ الْبَيْتَ فَقَدْ أَحْرَمَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جب کوئی آدمی اپنی ہدی (جانور) کو قلا دہ ڈال دے اور (حج) بیت اللہ کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ شخص محرم ہو گیا۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ سیدنا ابن مسعودؓ نے فرمایا: ”اے اللہ! مجھے تکلفات کرنے والے لوگوں میں سے نہ بنانا۔“ }

۵۵۴۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ، وَذَلِكَ أَنَّهُ ذَكَرَ عِنْدَهُ مَعْقِلُ بَنٍ مُقَرَّنٍ وَمَا حَرَّمَ عَلَى نَفْسِهِ وَذَكَرَ رَجُلًا بَعَثَ هَدْيًا وَأَحْرَمَ وَهُوَ مُقِيمٌ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے اللہ! مجھے تکلفات کرنے والے لوگوں میں سے نہ بنا۔“ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ اس لئے کہا کہ آپ کے پاس معتقل بن مقرن اور انہوں نے اپنے آپ پر جو کچھ حرام کر لیا تھا اس کا ذکر کیا گیا تھا اور آپ کے پاس ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا گیا تھا جس نے ہدی بھیجی اور احرام باندھ لیا حالانکہ وہ مقیم تھا۔

تحقیق:
صحیح ہے۔

{ جب تک جانور کو قلا دہ نہ ڈالا جائے آدمی محرم نہ بنے }

۵۵۵۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا يُحْرِمُ حَتَّى يُقْلَدَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: آدمی محرم نہ بنے یہاں تک کہ جانور کو قلا دے ڈال دے۔

تحقیق:
اس کی سند صحیح ہے۔



۲۵۔ بَابُ لُبْسِ الْمُحْرِمِ وَطِيبِهِ

محرم کے لباس اور خوشبو کے استعمال کا بیان

۵۵۶. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا أَرَادَ الرَّجُلُ أَنْ يُحْرِمَ بِالْحَجِّ تَوَضَّأَ أَوْ اغْتَسَلَ وَالْغُسْلُ أَفْضَلُ ثُمَّ يَلْبَسُ إِزَارًا وَرِدَاءً وَيَذْهَبُ بِمَا شَاءَ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ مُحْرِمٌ فِي ذُبُرِ صَلَاتِهِ تِلْكَ أَوْ بَعْدَ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ أَوْ بَعْدَ مَا يَسْتَوِي بِهِ بَعِيرُهُ وَلَيْسَ لَهُ إِزَارَةٌ وَرِدَاءُهُ جَدِيدَتَيْنِ أَوْ غَسِيلَتَيْنِ بَعْدَ أَنْ لَا يَكُونَا مُشْبَعَيْنِ بِالْعُصْفَرِ أَوْ الزَّعْفَرَانِ أَوْ الْوَرَسِ. وَالتَّلْبِيَةُ أَنْ يَقُولَ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ، فَإِذَا فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَحْرَمَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب آدمی حج کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو غسل کرے یا وضو کرے، اور غسل کرنا افضل ہے۔ پھر (دوپٹے) ازار اور ایک چادر پہنے اور جو چاہے بہترین خوشبو لگائے اور دو رکعت (نفل) نماز پڑھے اور پھر اس (نفل) نماز سے فارغ ہونے کے بعد یا فرض نماز کے بعد یا اونٹ کے سیدھا ہو جانے کے بعد احرام باندھے اور چاہے کہ اس کے اس کے دونوں کپڑے یعنی ازار اور چادر نئے ہوں یا دھلے ہوئے ہوں البتہ کسم یا زعفران یا ورس وغیرہ سے رنگے ہوئے نہ ہوں۔ اور بایں الفاظ تلبیہ پڑھے: (لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ) ”میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں، آپ کا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، ساری حمد و نعت آپ ہی کے لیے ہے اور بادشاہت بھی آپ ہی کے لیے ہے، آپ کا کوئی شریک نہیں ہے؟“ پس جب اس آدمی نے تلبیہ پڑھ لیا تو وہ محرم ہو گیا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد ومسائل:

- ۱۔ جب کوئی شخص حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اہتمام کے ساتھ غسل کرے اور اگر غسل نہ کرے تو احرام باندھنے سے پہلے کم از کم وضو ضرور کر لے، البتہ بہتر اور افضل یہی ہے کہ وہ غسل کرے۔
- ۲۔ محرم جب غسل کر لے تو اسے چاہیے کہ وہ دو کپڑے پہنے جن میں سے ایک ازار ہو جو ناف سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک ہو اور ایک چادر ہو جو پیٹھ پر ہو، دونوں کندھوں پر ہو، لیکن ان دونوں کپڑوں کا نیا ہونا ضروری نہیں ہے، اگر نئے ہوں تو بہت اچھا ہے ورنہ تودھلے دھلائے ہونا اور پاک صاف ہونا ہی کافی ہے مگر واضح رہے کہ یہ کپڑے زعفران وغیرہ سے رنگے ہوئے نہ ہوں۔
- ۳۔ محرم کے لیے دھلے ہوئے کپڑے پہننا بھی اگرچہ کافی ہے لیکن نئے کپڑے پہننا افضل اور بہتر ہے، کیوں کہ یہ طہارت کے زیادہ قریب ہے، اس لئے کہ نئے کپڑے میں کوئی ظاہری نجاست نہیں لگی ہوتی ہے اور وہ ہر طرح کی میل کچیل سے پاک صاف ہوتا ہے۔
- ۴۔ احرام باندھنے سے پہلے حج یا عمرہ کا ارادہ کرنے والے شخص کے لیے خوشبو لگانا درست اور جائز ہے اگرچہ احرام کے بعد بھی اس خوشبو کی مہک اور اس کا اثر باقی رہے۔
- ۵۔ جو شخص احرام باندھنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ نہادھو کر فریش ہونے کے بعد احرام باندھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے کیوں کہ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ سے اپنا سفر حج شروع فرمایا تھا اور مقام ذوالحلیفہ میں جو اہل مدینہ کا میقات ہے آکر آپ نے احرام سے پہلے دو رکعت نماز ادا فرمائی تھی، اس لیے امتیوں کو بھی چاہیے کہ وہ عمل رسول کی اقتداء کریں اور جب احرام باندھنے کا ارادہ کریں تو اس سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لیں۔
- ۵۔ حج یا عمرہ کے لیے احرام باندھنے والے کو چاہیے کہ دو رکعت نماز سے فارغ ہو کر فوراً تلبیہ پڑھے کیونکہ حضور مکرم ﷺ نے نماز کے معا بعد ہی تلبیہ پڑھا ہے، اس لیے کہ نماز کے فوراً بعد ہی تلبیہ پڑھنا افضل ہے، لیکن اگر کوئی شخص نماز کے بعد سواری پر بیٹھنے اور سواری کے سیدھے ہونے کے بعد بھی تلبیہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے، البتہ عمل رسول کی اقتداء میں نماز کے فوراً بعد ہی پڑھنا ہی افضل ہے۔

{ نبی مکرم ﷺ احرام سے پہلے خوشبو لگایا کرتے تھے }

۵۵۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُثَنَّى عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَيُّ طَيِّبٍ الرَّجُلُ قَبْلَ أَنْ يُحْرِمَ فَقَالَ لَا، لَأَنْ أَصْبَحَ أَتَضَيَّحُ قَطْرًا نَاحِبًا إِلَى مَنْ أَنْ أَصْبَحَ أَتَضَيَّحُ طَيِّبًا وَأَنَا مُحْرِمٌ. قَالَ فَأَتَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَذَكَرْتُ لَهَا قَوْلَ

ابن عمر رضی اللہ عنہما فقالت انا طيبت رسول الله ﷺ فطاف في أزواجه ثم أحرّم.

محمد بن منشر رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا آدمی احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگا سکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ”نہیں، میں اس حال میں صبح کروں کہ میرے جسم سے تارگول کے قطرے ٹپک رہے ہوں یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں خوشبو کی حالت میں صبح کروں جبکہ میں محرم ہوں۔“ (راوی حدیث نے) کہا کہ کہ پھر میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کا تذکرہ کیا انہوں نے فرمایا: ”میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو خوشبو لگائی، آپ ﷺ اپنی تمام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے اور پھر آپ نے احرام باندھا۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۲۷۰، صحیح مسلم: ۱۱۹۲، کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۶۸ باب ما یصلح للمحرم من اللباس والطیب، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۸، جامع المسانید للخوازمی: ۱۰۰۵، مسند الحمیدی: ۲۱۲، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۶۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۶۱۳، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۹۳۹۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ خوشبو کی چمک احرام کی حلت میں بھی نبی اکرم ﷺ کی مانگ میں دیکھی جاسکتی تھی }

۵۵۸. یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم عن عائشة رضي الله عنها أنها قالت:

كأني أنظر إلى وبيض الطيب في مفارق رسول الله ﷺ وهو محرم.

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ”گویا میں رسول اللہ ﷺ کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں، جب کہ آپ ﷺ حالت احرام میں تھے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۲۷۱، ۱۵۳۸، ۵۹۱۸، صحیح مسلم: ۱۱۹۰، سنن ابن ماجہ: ۲۰۹۲، ۲۹۲۸، سنن ابی داؤد: ۱۷۳۶، سنن النسائی: ۲۶۹۳، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۳۷۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۷، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۵۰۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۱۰، المستدرک ابن خزيمة: ۲۵۸۵، مستخرج ابی عوانہ: ۳۲۹۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۵۸۸۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصلہ البخاری ورواہ بسندہ عن ابراہیم عن الاسود عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت... الخ)

فائدہ:

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر خوشبو احرام سے پہلے لگائی جائے اور اس کا اثر احرام کے بعد بھی باقی رہے تو کوئی حرج نہیں۔
ہاں البتہ احرام باندھنے کے بعد خوشبو یا تیل وغیرہ استعمال کرنا منع ہے۔

{ برقعے اور رنگے ہوئے کپڑے کے سوا خواتین جو چاہیں کپڑا استعمال کر سکتی ہیں }

۵۵۰. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ رَمْلٌ بِالنِّبْتِ وَلَا بَذَنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فِي بَطْنِ الْوَادِي وَلِلنِّسَاءِ أَنْ يَلْبَسْنَ مَا يَشْتَنْنَ إِذَا أَحْرَمْنَ إِلَّا الْبُرْقُوعَ وَالْأَمَّاكَانَ مَصْبُوعًا بِالْوَرِّسِ وَالزَّعْفَرَانِ وَالْمُشَبَّعَ بِالْعُصْفَرِ.

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: خواتین پر طواف اور بطن وادی میں صفا و مروہ کی سعی کے دوران رمل نہیں ہے۔ اور خواتین جب احرام کا ارادہ کریں تو برقع کے سوا جو چاہیں پہن سکتی ہیں سوائے اس کپڑے کے جو کسم یا زعفران یا ورس وغیرہ سے رنگا ہوا ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ رنگا ہوا کپڑا اگر دھلا ہوا ہو تو اسے محرم پہن سکتا ہے }

۵۶۰. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ الثَّوْبُ الْمَصْبُوعُ بِالْوَرِّسِ وَالْعُصْفَرِ وَالزَّعْفَرَانِ إِذَا غُسِلَ فَلَا بَأْسَ أَنْ يَلْبَسَهُ الْمُحْرِمُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ورس، کسم اور زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے کو جب دھویا گیا ہو تو محرم کے لیے اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

محرم کے لیے زعفران، ورس اور کسم کے رنگ سے رنگے ہوئے کپڑے پہننے کی اہازت نہیں ہے کیوں کہ آنحضرت ﷺ

نے محرم کو ان چیزوں سے رنگے ہوئے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ البتہ اگر ان چیزوں سے رنگا ہوا کپڑا دھویا جائے اور اتنے اہتمام سے دھویا جائے کہ اس میں خوشبو نہ رہ جائے تو پھر ان چیزوں سے رنگے ہوئے کپڑوں کو پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ ان رنگوں سے رنگے ہوئے کپڑوں کے پہننے کی ممانعت خوشبو کی وجہ سے ہے، لہذا اگر دھلنے سے ان کی خوشبو ختم ہو جائے تو ان کپڑوں کو پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

{زرد رنگ کے کپڑے کو مٹی میں رنگ کر احرام کے لیے استعمال کرنا}

۵۱۱. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ كَثِيرِ بْنِ جُهَّانَ قَالَ بَيْنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي الْمَسْجِدِ اَلْمَسْجِدِ اَلْمَشْرِقِيِّ اِذْ عَرَضَ لَهُ رَجُلٌ فَقَالَ اَتَلْبَسُ هَذَيْنِ الثَّوْبَيْنِ الْمَصْبُوعَيْنِ وَاَنْتَ مُحْرِمٌ فَقَالَ اِنَّمَا صَبَغَا بِمِدْرٍ.

کثیر بن جہمان رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سعی کی جگہ میں تھے اور انہوں نے دو کپڑے زرد رنگ کے پہن رکھے تھے ایک صاحب ان کے سامنے آئے اور ان سے عرض کیا: آپ حالت احرام میں یہ رنگے ہوئے کپڑے پہنتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: انہیں مٹی سے رنگا گیا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔
 کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۶۷ باب ما یصلح للمحرم من اللباس والطیب، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۵۳۶ ح ۹۷۰، مسند ابن الجعد: ۲۶۸۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔
 امام ابو جعفر کثیر بن جہمان السلمی الکوفی رحمہ اللہ سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
 (تہذیب الکمال: ۴۹۳، الثقات لابن حبان: ۵۰۷۴)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کیونکہ وہ خوشبو اور زعفران نہیں ہے، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔
 (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۶۷)

{محرم کے لیے لال رنگ میں رنگا ہوا کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہیں}

۵۱۲. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا بَأْسَ أَنْ يَلْبَسَ الْمُحْرِمُ الْمَوَرَّدَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: محرم کے لیے لال رنگ میں رنگا ہوا کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{رنگا ہوا کپڑا ایسا دھلا ہوا ہو کہ خوشبو نہ دیتا ہو تو محرم کے لیے اس کے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں}

۵۱۳. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا بَأْسَ أَنْ يَأْكُلَ الْمُحْرِمُ خَبِيثًا أَصْفَرَ أَوْ خَشِكِنًا أَصْفَرَ، وَلَا بَأْسَ أَنْ يَلْبَسَ ثَوْبًا أَحْمَرَ بَعْضُفَرٍ أَوْ أَصْفَرَ بِزَعْفَرَانٍ إِذَا كَانَ قَدْ غُسِلَ وَلَا يَنْفُضَانِ أَوْ كُلَّ مَضْبُوعٍ وَلَا يَنْفُضُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں کہ محرم زرد حلوہ یا زعفران ملی ہوئی خشک روٹی کھائے اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ وہ کسم یا زعفران سے رنگے ہوئے سرخ رنگ کے کپڑے پہنے جب انہیں ایسے دھویا گیا ہو کہ وہ خوشبو نہ دیتے ہوں یا ہر رنگا ہوا کپڑا جو خوشبو نہ دیتا ہوں (تو اس کے بھی پہننے میں کوئی حرج نہیں)۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

محرم کے لیے زعفران، ورس اور کسم کے رنگ سے رنگے ہوئے کپڑے پہننے کی اجازت نہیں ہے کیوں کہ آنحضرت ﷺ نے محرم کو ان چیزوں سے رنگے ہوئے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ البتہ اگر ان چیزوں سے رنگا ہوا کپڑا دھویا جائے اور اتنے اہتمام سے دھویا جائے کہ اس میں خوشبو نہ رہ جائے تو پھر ان چیزوں سے رنگے ہوئے کپڑوں کو پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ ان رنگوں سے رنگے ہوئے کپڑوں کے پہننے کی ممانعت خوشبو کی وجہ سے ہے، لہذا اگر دھلنے سے ان کی خوشبو ختم ہو جائے تو ان کپڑوں کو پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

{محرم کے لیے تھیلی باندھنے میں کوئی مضائقہ نہیں}

۵۶۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا بَأْسَ بِلُبْسِ الْهَيْئَانِ لِلْمُحْرِمِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: محرم کے لیے (نقدی وغیرہ کے لیے) تھیلی باندھنے میں کوئی حرج نہیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۵۶۵. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ عَنِ الْهَيْئَانِ يَلْبَسُهُ الْمُحْرِمُ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِهِ.

خارجہ بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے امام سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے پوچھا کہ محرم تھیلی باندھ لے تو کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا: کوئی مضائقہ نہیں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۶۶ باب ما یصلح للمحرم من اللباس والطیب، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۱ ص ۵۵۴ ح ۱۰۱۲، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ص ۱۰۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۴۶۲۔

تحقیق:

اس کی سند حسن ہے۔

امام ابو زید خارجہ بن عبد اللہ بن سلیمان بن زید بن ثابت انصاری رحمہ اللہ سنن ترمذی اور سنن نسائی وغیرہ کے راست باز راوی ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۱۶۱۱)

{محرم مرد ہو یا عورت مسواک کر سکتے ہیں، زخم کو چیرا وغیرہ دے سکتے ہیں اور دوائی و سرمہ لگا سکتے ہیں}

۵۶۶. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا بَأْسَ لِلْمُحْرِمِ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ أَنْ يَتَسَوَّكَ وَيَعَصِرَ الْقُرْحَةَ وَيَبْطِئَ الْجُرْحَ وَيَجْبُرَ الْكَسْرَ وَيَرْبِطَ عَلَى الْجَبَائِرِ وَيَتَدَاوِيَ بِمَا أَحَبَّ وَيَكْتَحِلَ بِمَا أَحَبَّ بَعْدَ أَنْ لَا يَكُونَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَخْوَاتِهِ وَكَعَالِهِ طَيِّبٌ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: محرم مرد و عورت کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ مسواک کرے یا زخم کو چیرا دے اور اس کو نچوڑ کو اس میں سے مواد نکالے یا ٹوٹی ہوئے ہڈی کو جوڑے یا جو پسند ہو دوائی یا سرمہ لگائے بشرطیکہ اس کی ادویات اور سرمہ میں سے کسی چیز میں خوشبو نہ ہو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۵۷، باب من احتاج من علۃ وهو محرم، جامع المسانید للحواری: ج ۱ ص ۵۳۹ ج ۹۸۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۷۶ باب فی المحرم یقصر ظفره ویہط الجرح۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{محرم کے لیے بلا ضرورت اپنا منہ ڈھکنا مکروہ ہے}

۵۶۷. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ أَكْرَهُ لِلْمُحْرِمِ أَنْ يَغْطِيَ فَاكَّهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں محرم کے لیے ناپسند کرتا ہوں کہ وہ (بلا ضرورت) اپنا منہ ڈھانپے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

محرم کو اپنا چہرہ اور سر کھلا رکھنا چاہیے ڈھکنا نہیں چاہیے البتہ بوقت ضرورت منہ ڈھانپ سکتا ہے چنانچہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ (دوران حج و عمرہ) سوار ہمارے سامنے سے گزرتے اور ہم حضور ﷺ کے ساتھ احرام کی حالت میں تھیں، پس جب سوار ہمارے سامنے آ جاتے تو ہم اپنا منہ پر نقاب ڈال لیتے (اس طرح کی کپڑا منہ کو نہ لگے) اور جب وہ گزر جاتے تو ہم پھر اپنے منہ کو کھول لیتے۔ (اعلاء السنن: ۲۶۱۳) یہ حدیث دلیل ہے کہ بوقت ضرورت منہ ڈھانپا جاسکتا ہے۔

{محرم غسل کر سکتا ہے}

۵۶۸. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ (لَا بَأْسَ أَنْ يَتَغَتَّسَلَ الْمُحْرِمُ

وَيَصُبُّ الْمَاءَ عَلَى رَأْسِهِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: (اس میں کوئی حرج نہیں کہ) محرم غسل کرے اور اپنے سر پر پانی بہائے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۳۵۵ باب من احتاج من علته وهو محرم، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۱ ص ۵۳۹ ح ۹۸۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر کے نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ محرم غسل کرے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

(کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۳۵۵)

{محرم کی ایڑھیاں وغیرہ پھٹی ہوں تو گھی، چربی یا کوئی بھی چیز استعمال کر سکتا ہے جس میں خوشبو نہ ہو}

۵۶۹. يُوْسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ يَذْكُرُنَ الْمُحْرِمُ الشَّقَاقَ بِالسَّنَنِ وَالْوَدَكِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: محرم پھٹی ہوئی جگہ (جیسے ایڑھیاں وغیرہ) کو گھی اور چربی سے مالش کرے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۳۵۴ باب من احتاج من علته وهو محرم، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۱ ص ۵۳۸ ح ۹۸۰، مصنف ابن ابی حنیفہ: ۱۲۹۲ باب فی ما یجد اوی بہ المحرم وما ذکر فیہ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۵۰۰. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ قَالَ أَذْهَنُ الشَّقَاقِ بِمَا أَكَلَتْ.

سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: تم پھٹی ہوئی جگہ کو ہر اس چیز سے مالش کر سکتے ہو جو تم کھاتے ہو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۵۴ باب من احتاج من علۃ وهو محرم، جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۵۳۸
۹۸۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۹۲۸ باب فی ما یجوز ادوی بہ المحرم وما ذکر فیہ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے کہنے کی تشریح یہ ہے کہ جب اس میں خوشبو کی آمیزش نہ ہو اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۵۴)

{ محرم کے لیے اپنے کپڑے دھونا جائز ہے }

۵۰۱. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
أَيَغْسِلُ الْمُحْرِمُ ثِيَابَهُ؟ قَالَ نَعَمْ، إِنَّ اللَّهَ لَا يَصْنَعُ بِدَرَنِيهِ شَيْئًا.

امام مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا محرم اپنے کپڑے دھو سکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں: اللہ رب العزت کو اس کے میل کچیل سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۰ باب فی المحرم یغسل ثیابہ، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹۱۴۲ باب المحرم یغسل ثیابہ، معرفۃ السنن
والآثار للبیہقی: ۹۷۲۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم اپنے کپڑے دھو سکتا ہے۔

{ابن عمرؓ نے عمرہ کے احرام کی حالت میں مدینہ سے دو میل یا دو فرسخ پر حج کا احرام باندھا}

۵۴۱. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ خَرَجَ حَتَّى إِذَا كَانَ عَلَى مِيلَيْنِ أَوْ فَرَسَخَيْنِ مِنَ الْمَدِينَةِ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِعُمْرَةٍ أَحْرَمَ بِالْحَجِّ.

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عمرہ کے احرام کے حالت میں نکلے یہاں تک کہ جب مدینہ سے دو میل یا دو فرسخ پر تھے تو انہوں نے حج کا احرام باندھا۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{محرم فوت ہو جائے تو اس کے ساتھ وہی کیا جائے جو عام فوت شدگان کے ساتھ کیا جاتا ہے}

۵۴۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا سُئِلَتْ عَنْ مُحْرِمٍ مَاتَ كَيْفَ يُصْنَعُ بِهِ؟ قَالَتْ اصْنَعُوا بِهِ كَمَا تَصْنَعُونَ بِمَوْتَاكُمْ فَإِنَّهُ حِينَ مَاتَ ذَهَبَ إِحْرَامُهُ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا کہ محرم مر جائے تو اس کے ساتھ کیا جائے گا؟ انہوں نے فرمایا: اس کے ساتھ وہی کرو جو تم اپنے دیگر مردوں کے ساتھ کرتے ہو کیونکہ جب وہ مر گیا تو اس کا احرام ختم ہو گیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۳۳ باب فی المحرم یموت ایغلی راسہ؟ جامع المسانید للنحوارزی: ج ۱ ص ۵۰۵ ح ۹۰۰۔

تحقیق:

مرسل، صحیح ہے۔

{احرام اور روزے کی حالت میں سینگلی لگوانا جائز ہے}

۵۴۰. یُوسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي سَوَّارٍ عَنْ أَبِي حَاضِرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اخْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ مُحْرَمٌ بِالقَّاحَةِ.

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے قاحہ کے مقام پر روزے اور احرام کی حالت میں سینگلی لگوائی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد بن الحسن: ۳۵۲، جامع المسانید للنخوارزمی: ج ۱ ص ۵۳۸ ح ۹۷۸، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ص ۱۷۶، صحیح البخاری: ۱۹۳۸، سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۱، سنن ابی داود: ۲۳۷۲، ۲۳۷۳، سنن الترمذی: ۷۷۵، ۷۷۶، مسند ابی داود الطیالسی: ۲۷۷۹، مسند ابن الجعد: ۳۱۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۳۱۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۳۹، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۴۷۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۴۴۵، ۳۴۴۷، صحیح ابن حبان: ۱، ۳۵۳۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۶۰۵، ۲۴۳۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۳۸۶، ۱۱۵۹۲، ۱۱۶۶۵، ۱۱۸۶۰، ۱۱۸۹۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخرى عند البخاری والطبرانی وغیرہما)

- ۱۔ ابوالسوار سے امام ابوالسوار عبداللہ بن قدامہ (بن عترہ) العنبری القاضی البصری رحمہ اللہ مراد ہیں (جیسا کہ مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم (ص ۱۷۶) میں ہے) جو کہ سنن نسائی کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۴۸۸، تقریب المعجز: ۳۵۳۹)
- ۲۔ امام ابو حاضر عثمان بن حاضر الحمیری رحمہ اللہ سنن ابی داود اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۸۰۰)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ احرام اور روزے کی حالت میں سینگلی لگوانا جائز ہے۔
- ۲۔ احرام کی حالت میں سینگلی کیلئے بال نہ کٹوائے جائیں۔

{آنحضرت ﷺ نے میمونہؓ سے حالت احرام میں نکاح کیا تھا}

۵۵. یُوسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَهُوَ مُحْرَمٌ بِعُسْفَانَ.

بیشم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے عسفان (نای جگہ میں) حالت احرام میں نکاح کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱۷۳ باب تزوج المحرم، صحیح البخاری: ۱۸۳۷، صحیح مسلم: ۱۴۱۰، سنن ابی داود: ۱۸۴۴، سنن الترمذی: ۸۴۲، سنن النسائی: ۲۸۴۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۰۰، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۷۹۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۲۰۶، صحیح ابن حبان: ۴۱۲۹، المعجم الاوسط للطبرانی: ۴۶۳۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۰۱۸۔

تحقیق:

صحیح ہے، صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں اس کی متعدد صحیح متصل سندیں موجود ہیں۔

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر حالت احرام میں نکاح کر لیا جائے تو نکاح ہو جاتا ہے البتہ احرام سے نکلنے سے پہلے جماع اور اس کے مقدمات جیسے بوسہ وغیرہ جائز نہیں۔

{الفاظ تلبیہ کا بیان}

۵۶۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ لَبَّى قَالَ: لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِلَهَ الْحَقِّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ غَفَّارَ الذُّنُوبِ لَبَّيْكَ.

امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے تلبیہ پڑھا اور تلبیہ میں یہ الفاظ پڑھے: ”لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِلَهَ الْحَقِّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ غَفَّارَ الذُّنُوبِ لَبَّيْكَ“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۵۷۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَبَّى مَقْلَ حَدِيثِ الْإِبْرَاهِيمَ وَزَادَ فِيهِ: لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ.

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی حدیث میں منقول الفاظ کے ساتھ تلبیہ پڑھا اور اس میں اتنا اضافہ کیا: ”لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۱۱۸۴، سنن ابن ماجہ: ۲۹۱۸، سنن ابی داؤد: ۲۸۱۲، سنن الترمذی: ۸۲۵، سنن النسائی: ۲۷۵۰، مؤطا مالک: ۲۸، مؤطا الامام محمد: ۳۸۶، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۱۹۳۳، مسند الحمیدی: ۶۷۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۷۳، ۱۳۴۷۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۴۷۵، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۶۹۲، ۵۸۰۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۵۶۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹۰۲۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق کثیر)

فائدہ:

حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور مکرم ﷺ نے احرام باندھ کر تلبیہ پڑھا پھر سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما والا تلبیہ ذکر کیا اور پھر فرمایا کہ لوگ اپنی طرف سے چند الفاظ کا اضافہ کر لیا کرتے تھے اور نبی مکرم ﷺ (ان کے اضافہ شدہ تلبیہ کو) سنتے لیکن کچھ نہ کہتے۔ (اعلاء السنن: ۲۵۸۷) اس صریح حدیث سے معلوم ہوا کہ تلبیہ میں جائز اضافہ درست ہے۔

{محرم چار مواقع پر تلبیہ پڑھے گا}

۵۷۸. یُؤَسَّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ يُلَبِّي الْمُحْرِمُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ وَكُلَّمَا اسْتَوَى بِهِ بَعِيرُهُ وَكُلَّمَا عَلَا شَرْفًا وَبِالْأَسْحَارِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: محرم ان مواقع پر تلبیہ کہے گا۔ ۱۔ ہر نماز کے بعد۔ ۲۔ جب بھی اونٹ سیدھا ہو جائے۔ ۳۔ جب بھی کسی ٹیلے پر چڑھے۔ ۴۔ اور سحری کے وقت۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۵۷۹. یُؤَسَّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي التَّكْبِيرِ كَثَرَتِ النَّاسُ قِيَمًا

يَنْبَغِي لَهُمْ وَتَرَكَوْا ذَٰلِكَ قِيَمًا يَنْبَغِي لَهُمْ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے تکبیر کے بارے میں فرمایا: لوگ نے وہاں تکبیر کہنا شروع کر دیا ہے جہاں کہنا ان کیلئے مناسب نہیں اور اسے وہاں کہنا چھوڑ دیا ہے جہاں کہنا ان کے مناسب ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۲۶۔ بَابُ الْقِرَانِ

حج قرآن کا بیان

قرآن قرن یقرن سے باب یضرب کا مصدر ہے جس کے لغوی معنی ہیں ملانا، جمع کرنا، اور اصطلاح شرعی میں ایک ہی احرام سے حج اور عمرہ دونوں کو ادا کرنے کا نام قرآن ہے۔
یاد رکھئے کہ محرم کی چار قسمیں ہیں۔

- ۱۔ مفرد بالتحج جو دل سے صرے حج کی نیت کرے اور حج کے افعال ادا کرے۔
- ۲۔ مفرد بالعمرة جو دل سے عمرہ کی نیت کرے اور لبیک بعمرة کہے اور پھر عمرہ کے افعال ادا کرے۔
- ۳۔ قرآن، قارن وہ شخص ہے جو ایک ہی احرام سے حج اور عمرہ دونوں کو ادا کرے۔
- ۴۔ تمتع تمتع وہ شخص ہے جو پہلے افعال عمرہ ادا کرے پھر احرام کھول دے پھر اسی سال حج۔ زمانہ میں حج کا احرام باندھ کر حج کے افعال ادا کرے۔

{حج قرآن کی حیثیت اور طریقہ}

۵۸۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ خَرَجَ زَيْدُ بْنُ صُوحَانَ الْعَبْدِيُّ وَسَلْمَانُ بْنُ رَبِيعَةَ الْبَاهِلِيُّ وَالضُّبِيُّ بْنُ مَعْبِدٍ التَّغْلِبِيُّ يُرِيدُونَ الْحَجَّ فِي زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأَهْلَ زَيْدٌ وَسَلْمَانُ بِالْحَجِّ وَخَدَهُ أَهْلُ الضُّبِيِّ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجَّ فَقَالَا لَهُ وَيْحَكَ! تَمْتَعُ وَقَدْ نَهَى عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ الْمُتَعَةِ! وَاللَّهِ لَا أَتُ أَضِلُّ مِنْ بَعْدِكَ فَقَالَ الضُّبِيُّ نَقَدُمُ عَلَى

عمر وَتَقْدُمُونَ فَلَمَّا قَدِمَ الصُّبْحُ مَكَّةَ طَافَ بِالْبَيْتِ لِعُمْرَتِهِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ عَادَ وَهُوَ حَرَامٌ لَهُ يَحِلُّ مِنْهُ شَيْءٌ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ لِحَجَّتِهِ ثُمَّ أَقَامَ حَرَامًا لَهُ يَحِلُّ مِنْهُ شَيْءٌ حَتَّى آتَى عَرَافًا فَفَرَّغَ مِنْ حَجَّتِهِ فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ النَّحْرِ أَهْرَاقَ دَمًا لِيَتَمَتَّعَهُ فَلَمَّا صَدَرُوا مَرُّوا بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ زَيْدُ بْنُ صُوحَانَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّكَ قَدْ نَهَيْتَ عَنِ الْمُتَعَةِ وَأَنَّ الصُّبْحَ قَدْ تَمَتَّعَ فَقَالَ أَصْنَعْتَ يَا صُبْحِي مَاذَا؟ قَالَ أَهْلَلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ فَلَمَّا قَدِمْتُ مَكَّةَ طُفْتُ بِالْبَيْتِ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةَ لِعُمْرَتِي ثُمَّ عُدْتُ فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةَ لِحَجَّتِي ثُمَّ أَقَمْتُ حَرَامًا حَتَّى كَانَ يَوْمَ النَّحْرِ فَأَهْرَقْتُ دَمًا لِيَتَمَتَّعِي ثُمَّ أَهْلَلْتُ قَالَ فَضَرَبَ عُمَرُ عَلَى ظَهْرِهِ وَقَالَ هُدَيْتَ لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں زید بن صوحان عبدی رضی اللہ عنہ، سلمان بر ربیعہ باہلی رحمہ اللہ اور صبی بن معبد تغلبی رحمہ اللہ حج کے ارادے سے نکلے۔ پس (راستہ میں) زید رضی اللہ عنہ اور سلمان رحمہ اللہ نے صرف حج کا احرام باندھا اور صبی رحمہ اللہ نے حج و عمرہ دونوں کا باندھا، زید رضی اللہ عنہ اور سلمان رحمہ اللہ نے صبی رحمہ اللہ سے کہا کہ افسوس! تم حج تمتع کر رہے ہو جبکہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا ہے؟ بخدا! تم تو اپنے اونٹ سے بھی زیادہ گمراہ ہو۔ صبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچیں گے اور آپ بھی (وہاں فیصلہ کر دالیں گے)۔ پس جب صبی رحمہ اللہ مکہ مکرمہ پہنچے تو انہوں نے بیت اللہ کا طواف کیا، صفا و مروہ کے درمیان عمرہ کی سعی کی، پھر حالت احرام میں واپس لوٹے اور کسی چیز کو اپنے اوپر حلال نہیں کیا، پھر حج کی نیت سے طواف اور سعی کی اور محرم ہونے کی حالت ہی میں اقامت گزین ہو گئے، حلال نہیں ہوئے، یہاں تک کہ عرفات آئے اور حج سے فارغ ہو گئے، چنانچہ جب دس ذوالحجہ کو انہوں نے حلال ہونے کا ارادہ کیا تو دم تمتع کی نیت سے قربانی کی۔ جب یہ لوگ حج سے فارغ ہوئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، زید بن صوحان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ نے تمتع سے منع فرما رکھا تھا اور صبی بن معبد نے حج تمتع کیا ہے؟ انہوں نے صبی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ تم نے کیا طریقہ اختیار کیا؟ صبی رحمہ اللہ نے کہا کہ امیر المؤمنین! میں نے حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھا، جب میں مکہ مکرمہ پہنچا تو عمرہ کا طواف اور سعی کی، پھر حالت احرام میں واپس آیا اور کسی چیز کو اپنے اوپر حلال نہیں کیا اور دوبارہ حج کے لیے طواف اور سعی کی پھر دس ذی الحجہ تک احرام کی حالت میں رہا اور دم تمتع دے کر حلال ہو گیا، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ان کی کمر پر ہاتھ پھیرا (یعنی شاہشی دی) اور فرمایا کہ تمہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی رہنمائی نصیب ہو گئی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۲۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۱۲۸۹، ۱۳۲۹۰، ۱۳۲۹۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۶۹، ۸۳، سنن ابن ماجہ: ۲۹۷۰، سنن ابی داود: ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، سنن النسائی: ۲۷۱۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۶۸۳، ۳۶۸۴، صحیح ابن حبان: ۳۹۱۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۷۲۵، ۸۲۶۰، ۸۳۰۱، ۹۳۱۳، الاحادیث المختارة: ۱۳۵، مسند الشامیین للطبرانی: ۳۹۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۸۷۷۳، ۴۷۸۳، جامع بیان العلم وفضله: ۱۷۱۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح۔ (ولہ طرق اخری) مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحنفی (۲۵۵) میں اس حدیث کی سند یوں ذکر کی گئی ہے:

ابو حنیفہ عن حماد عن ابراهیم عن الصبی بن معبد قال اقبلت من الجزیرۃ حاجا فمررت بسلیمان بن ربیعۃ وزید بن صوحان..... الخ۔

۱۔ امام صبی بن معبد تغلبی الکوفی رحمہ اللہ سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۲۸۵۱، الکاشف: ۲۳۷۲)

۲۔ امام ابو عبد اللہ سلمان بن ربیعہ بن زید بن عمرو الباہلی رحمہ اللہ صحیح مسلم کے راوی ہیں، انہیں امام عجل رحمہ اللہ نے ثقہ کبار تابعین میں شمار کیا ہے جبکہ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے صحابہ میں ذکر کیا ہے۔

(تاریخ الثقات للعلی: ۵۹۴، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لابن عبد البر: ۱۰۱۱)

۳۔ سیدنا زید بن صوحان بن حجر بن الحارث العبیدی رضی اللہ عنہ کا شمار صحابہؓ میں ہوتا ہے۔

(ملخصا: اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ: ۱۸۴۸، الاصابہ فی تمیز الصحابہ: ۳۰۰۴)

واضح رہے کہ امام ابو داؤد شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ وغیرہ نے امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی متابعت کر رکھی ہے۔

(دیکھئے: سنن ابی داود: ۲۹۷۰ وغیرہ)

فائدہ:

اس صحیح واقعے سے نہ صرف یہ کہ حج قرآن کا ثبوت ملتا ہے بلکہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی تائید اور سنت نبوی کے عین مطابق ہونے کی سند بھی ملتی ہے، نیز اس سے حج قرآن کے طریقہ پر بھی روشنی پڑتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ حج اور عمرہ کو اکٹا کر کے اچھا نہیں سمجھتے تھے، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے ان لوگوں کے خیال کی تردید بھی ہو گئی۔ تفصیلی فوائد اگلی روایت میں آ رہے ہیں۔

۵۸۱. یُؤَسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ خَمَادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا أَرَادَ الرَّجُلُ أَنْ يُحْرِمَ بِالْحَجِّ وَيَقْرَنَ إِنْ شَاءَ اغْتَسَلَ وَإِنْ شَاءَ تَوَضَّأَ وَالْغُسْلُ أَفْضَلُ ثُمَّ يُحْرِمُ فِي ذُبُرِ صَلَاتِهِ أَوْ بَعْدَ مَا يَسْتَوِي بِهِ بَعِيرُهُ وَإِذَا قَدِمَ مَكَّةَ طَافَ بِالْبَيْتِ لِعُمْرَتِهِ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ يَزُمِلُ فِيهَا مِنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ وَأَرْبَعَةَ أَشْوَاطٍ عَلَى هَيْئَتِهِ يَسْتَلِمُ الْحَجَرَ كُلَّمَا مَرَّ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُؤْذَى بِهِ مُسْلِمًا لَمْ يَسْتَطِعْ اسْتَقْبَلَهُ فَكَثَّرَ ثُمَّ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْمَقَامِ أَوْ حَيْثُ تَيَسَّرَ عَلَيْهِ ثُمَّ يَأْتِي الْحَجَرَ فَيَسْتَلِمُهُ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَيُقِيمُ عَلَى الصَّفَا مُسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةِ حَيْثُ يَرَاهَا فَيُحَمِّدُ اللَّهَ وَيَدْعُو لِنَفْسِهِ ثُمَّ يَهْبِطُ إِلَى الْمَرْوَةِ عَلَى هَيْئَتِهِ وَيَسْعَى فِي بَطْنِ الْوَادِي سَعْيًا فَإِذَا جَاوَزَهُ مَشَى عَلَى هَيْئَتِهِ حَتَّى يَأْتِيَ الْمَرْوَةَ فَيَفْعَلُ كَمَا يَفْعَلُ عَلَى الصَّفَا وَيَطُوفُ بَيْنَهُمَا سَبْعَةَ أَشْوَاطٍ يَبْدَأُ بِالصَّفَا وَيُحْتِمُ بِالْمَرْوَةِ وَيَسْعَى فِي بَطْنِ الْوَادِي، ثُمَّ يَطُوفُ بِحَجَّتِهِ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ يُقِيمُ حَرَامًا لَا يَحِلُّ مِنْهُ شَيْءٌ وَيَطُوفُ بِالْبَيْتِ مَا بَدَأَهُ وَيُلْتَبِي ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى مَنَى بِالْهَاجِرَةِ فَيُصَلِّي بِهَا يَوْمَ التَّرْوِيَةِ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ مِنْ يَوْمٍ عَرَفَةَ ثُمَّ يَغْدُو فَيَنْزِلُ بِعَرَفَاتٍ فَيُصَلِّي بِهَا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ فَإِنْ صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ صَلَاتَهُمَا جَمِيعًا فَإِنْ صَلَّى فِي رَحْلِهِ صَلَّى كُلَّ وَاحِدَةٍ لَوْ قَتَلَهَا وَلَا يَزُحُلُ حَتَّى يُصَلِّيَ الْعَصْرَ ثُمَّ يَقِفُ وَرَاءَ الْإِمَامِ إِنْ اسْتَطَاعَ فَإِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ دَفَعَ.

ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب قارن حج کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے تو اگر چاہے تو غسل کرے اور اگر چاہے تو وضو کرے اور غسل کرنا افضل ہے، پھر نماز کے بعد یا اونٹ کے سیدھا ہو جانے کے بعد احرام باندھے اور جب مکہ پہنچے تو اپنے عمرہ کے لیے بیت اللہ کا طواف کرے اور پہلے تین چکروں میں رمل کرے حجر اسود سے حجر اسود تک، اور باقی چار چکروں میں اپنی ہیئت پر چلے۔ اور جب بھی حجر اسود کے پاس سے گزرے تو کسی مسلمان کو تکلیف پہنچائے بغیر چوڑے اور اگر چومت کی طاقت نہ ہو تو اس کا استقبال کرے اور تکبیر کہے۔ پھر مقام ابراہیم کے پاس یا (مسجد حرام میں) جہاں جگہ میسر ہو دو رکعت نماز پڑھے، پھر حجر اسود کے پاس آئے اس کو چوڑے پھر صفا اور مردہ کی طرف نکلے اور صفا پر چڑھ کر جہاں سے بیت اللہ کو دیکھ سکے وہاں کھڑے ہو کر استقبال قبلہ کر کے اللہ کی حمد بیان کرے اور اپنے لیے دعا کرے، پھر مردہ کی طرف اتر کر اپنی ہیئت پر چلے اور ر بطن وادی میں (میلین اخضرین کے درمیان) سعی کرے پھر اپنی ہیئت پر چلے یہاں تک کہ مردہ آ کر اس پر چڑھ جائے اور جیسا صفا پر کیا تھا اس پر بھی ویسے کرے اور صفا اور مردہ کے درمیان سات چکر لگائے، صفا سے شروع کرے

اور مردہ پر ختم کرے اور بطن وادی میں سعی کرے۔ پھر اپنی حج کا طواف اور صفا و مردہ کے درمیان سعی کرے پھر حالت احرام میں اقامت گزین ہو جائے اور اپنے اوپر کسی چیز کو حلال نہ کرے اور جب بھی اس کا جی چاہے بیت اللہ کا طواف کرے اور تلبیہ پڑھے۔ پھر لوگوں کے ساتھ منی کی طرف نکلے اور وہاں آٹھویں ذوالحجہ کی نماز ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور یوم عرفہ کی فجر پڑھے، پھر صبح کو عرفات میں اتر جائے اور وہاں ظہر اور عصر کی نماز پڑھے اگر امام کے پیچھے پڑھے تو دونوں کو (ظہر کے وقت میں) جمع کر لے اور اگر اپنی منزل میں تنہا پڑھے تو پھر ہر نماز کو اپنے اپنے وقت پر پڑھے اور روانہ نہ ہو یہاں تک کہ عصر کی نماز پڑھ لے، پھر اگر طاقت رکھتا ہو تو امام کے پیچھے کھڑا ہو، پس جب سورج غروب ہو جائے تو روانہ ہو جائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

- ۱۔ بیت اللہ میں داخل ہونے والے کے لیے سب سے پہلا کام یہ ہے کہ وہ طواف کرے اور طواف کی ابتداء حجر اسود سے کرے اور جیسے ہی طواف کرنے کا ارادہ کرے تو حجر اسود کا اسلام یا استقبال کر کے بکسر و ہلیل کرے اور دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائے کیونکہ آپ ﷺ بھی اسی طرح اپنے طواف کا آغاز فرمایا تھا اور وہ سات مقامات جہاں آپ ﷺ نے رفع یدین کا حکم دیا ہے ان میں اسلام حجر کے موقع پر بھی رفع یدین کا تذکرہ ہے لہذا اسلام حجر کے وقت بھی رفع یدین ہوگا۔
- ۲۔ اگر لوگوں کی بھیڑ نہ ہو اور کسی کو تکلیف دیے بغیر حجر اسود کو منہ سے چومنا ممکن ہو تو محرم کو چاہیے کہ وہ منہ سے اس پتھر کو چومے اور اس کا بوسہ لے، لیکن اگر بھیڑ بھاڑ ہو یا دوسرے کو تکلیف دیے بغیر چومنا ممکن نہ ہو تو پھر اس صوت میں اسلام کر لے، اسلام کے معنی ہیں ہاتھ یا ہتھیلی سے پتھر کو چھونا اور مس کرنا۔
- ۳۔ جانباز لڑاکو کی طرح دونوں بازو کھول کر اکڑ کر اور سینہ تان کر چلنے کا نام رمل ہے، طواف کے پہلے تین چکروں اور پھیروں میں رمل مسنون ہے اور اس کی مشروعیت کا سبب یہ ہوا کہ جب صلح حدیبیہ کے بعد والے سال میں مسلمان مکہ میں داخل ہوئے اور کفار و مشرکین تین دن کے لیے مکہ خالی کر کے پہاڑوں پر چلے گئے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کیا، طواف کے درمیان مشرکین نے بعض مسلمانوں کا استہزاء کیا اور یہ کہنے لگے کہ مدینے کے بخار نے انہیں نحیف و ناتواں بنا دیا ہے، جب یا بات آپ ﷺ کے کانوں تک پہنچی تو آپ ﷺ مؤمنانہ قوت کے اظہار کی غرض سے رمل کرنے لگے اور آپ کو دیکھ کر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی رمل کرنا شروع کر دیا اور اس کا فائدہ یہ ہوا کہ کفار مکہ کے دلوں سے مسلمانوں کی کمزوری اور ان کی ضعیفی کا احساس ختم ہو گیا۔ فتح مکہ کے بعد اگرچہ رمل کا سبب ختم ہو گیا، لیکن پھر بھی

آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر رمل کیا تھا اور آپ کے بعد علیہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی یہ حکم اور یہ عمل جاری و ساری رہا اور رہتی دنیا تک طواف کرنے والوں کے حق میں مسنون قرار دیا گیا۔

۴۔ رمل صرف پہلے تین چکروں میں ہوگا اور بقیہ چار چکروں میں طواف کرنے والا اپنی ہیئت کے مطابق سکون و وقار کے ساتھ چلے گا کیونکہ آنحضرت ﷺ سے جتنے صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے افعال حج کو بیان کیا ہے سب نے یہی کہا ہے کہ رمل صرف پہلے تین پھیروں میں ہی ہوگا، اور یہ رمل حجر اسود سے شروع ہو کر حجر اسود پر ہی ختم ہوگا کیونکہ آنحضرت ﷺ سے بھی من الحجر الی الحجر رمل کرنا منقول ہے، لہذا امت کے لیے بھی وہی معمول ہوگا۔

۵۔ طواف کرنے والا جب ایک طواف مکمل کر لے تو اسے چاہیے کہ مقام ابراہیم پر آ کر دو رکعت نماز پڑھے اور اگر مقام ابراہیم کے پاس جگہ نہ ملے تو مسجد حرام میں جہاں کہیں بھی جگہ ملے نماز پڑھ لے، اور یہ دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے۔

۶۔ محرم جب طواف قدوم سے فارغ ہو جائے تو تو اسے چاہیے کہ اب صفا و مروہ کا رخ کرے اور صفا پہاڑ پر چڑھ جائے، اوپر جا کر قبلہ رو ہو اور تکبیر و تہلیل کرتا ہو انبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے اور پھر اللہ سے اپنی ضرورت کی دعا اور درخواست کرے۔

۶۔ محرم کوہ صفا پر اتنے اونچائی تک چڑھے جہاں سے بیت اللہ بالکل صاف نظر آئے تاکہ وہ بیت اللہ کا استقبال کر کے دعاء وغیرہ کر سکے، کیوں کہ استقبال بیت ہی صفا پر چڑھنے کا مقصد ہے۔

۷۔ جب محرم صفا پر دعاء وغیرہ سے فارغ ہو جائے تو اس سے اتر جائے اور اتر کر سکون و وقار کے ساتھ چلے اور جب بطن وادی میں پہنچے تو میلین اخضرین کی شکل میں بنائی ہوئی علامتوں کے درمیان سعی کرے اور ہلکی سے دوڑ لگائے پھر جب علامت سعی ختم ہو جائے تو سکون کے ساتھ چلنے لگے اور مروہ کے پاس پہنچ کر اس پر چڑھ جائے، وہاں استقبال قبلہ کرے، اللہ کی حمد بیان کرے اور نبی مکرم ﷺ پر درود بھیجے اور دعاء وغیرہ کرے۔

۸۔ حج قرآن کا احرام باندھنے والا جب مکہ مکرمہ داخل ہو تو سب سے پہلے عمرہ کے افعال شروع کرے اور طواف کرے جس کے ساتوں پھیروں میں سے تین میں رمل کرے اس کے بعد طواف مکمل کرے صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے، پھر حج کے افعال شروع کرے اور طواف قدوم سعی کرے اور یہ شخص افعال حج پر افعال عمرہ کو مقدم کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں فن تمتع بالعمرة الی الحج کے اندر عمرہ کو حج پر مقدم کیا ہے، لہذا قرآن کی اتباع میں قارن بھی افعال عمرہ کو افعال حج پر مقدم کرے اور چونکہ قرآن تمتع کے معنی میں ہے، لہذا جو ترتیب قرآن میں ہے وہی ترتیب قارن کے حق میں بھی ثابت ہوگی۔

۹۔ قارن حج اور عمرہ کے درمیان طلق یا قصر نہ کرائے (یعنی نہ تو سر منڈائے اور نہ ہی بال کتروائے) کیونکہ افعال عمرہ اداء کرنے کے بعد بھی قارن محرم رہتا ہے، اس لیے اگر وہ شخص اس دوران طلق کرائے گا تو احرام کی حالت میں جرم کرنے والا ہوگا کیونکہ بحالت احرام قبل از وقت طلق کرنا جرم ہے، اس لیے وہ اس وقت تو طلق نہیں کرے گا، ہاں قربانی کے دن میں جس طرح مفرد

حلق کراتا ہے اسی طرح یہ شخص بھی اس دن طلق کرائے گا۔

۱۰۔ قارن حلق سے حلال ہوگا نہ کہ ذبح سے جیسا کہ مفرد حلال ہوتا ہے کیونکہ سابقہ حدیث میں کزر چکا ہے کہ جب صبی بن معبد رحمہ اللہ نے دو طواف اور دو سعی کر لی تھیں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا یا تھا کہ تم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت والی راہ پالی۔

{ حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھا جائے تو دو طواف اور دو مرتبہ سعی کرنا ہوگی }

۵۸۲۔ یُوسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ الْمُعْتَمِرِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي نَصْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ إِذَا أَهَلَلْتَ بِهِمَا جَمِيعًا بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ فَطُفْ لَهُمَا بِالْبَيْتِ طَوَافَيْنِ وَاسْعَ لَهُمَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَعْيَيْنِ. قَالَ مَنْصُورٌ فَلَقِيتُ مُجَاهِدًا هُوَ يُفْتِي بِالنَّاسِ بِطَوَافٍ وَاحِدٍ إِذَا قَرَنَ فَلَمَّا حَدَّثْتُهُ الْحَدِيثَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَوْ كُنْتُ سَمِعْتُ بِهِذَا الْحَدِيثَ لَمْ أُفِتْ إِلَّا بِطَوَافَيْنِ فَأَمَّا بَعْدَ الْيَوْمِ فَإِنِّي لَا أُفِتُّ إِلَّا بِهِمَا.

ابونصر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”تم جب حج اور عمرہ کا احرام باندھو تو دو طواف اور دو سعی کرو۔“ (راوی حدیث) امام منصور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میری ملاقات امام مجاہد رحمہ اللہ سے اس حالت میں ہوئی کہ وہ قارن کو ایک طواف کا فتویٰ دے رہے تھے، پس جب میں ان سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی تو انہوں نے فرمایا: ”اگر میں نے یہ حدیث سنی ہوتی تو دو طواف کا ہی فتویٰ دیتا لیکن آج کے بعد میں دو کا ہی فتویٰ دوں گا۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۲۶ باب القرآن وفضل الاحرام، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۵۲۲ ح ۷۹۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۳۱۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۹۴۱، سنن الدارقطنی: ج ۲ ص ۲۶۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹۴۲۷، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۰۰۴۵، کتاب الحج: ج ۲ ص ۲۵۷ ع ۳۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ شواہد)

۱۔ امام ابو عتاب منصور بن معتمر بن عبد اللہ الکوفی السلمی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۶۲۰۱، تاریخ الثقات للعلی: ۱۶۳۹)

- ۲۔ امام ابو عمران ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود النخعی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ بالا جماع راوی ہیں۔
- ۳۔ حضرت امام ابو نصر بن عمرو السلمی رحمہ اللہ سے ان کے بیٹے اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور مالک بن حارث رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ (اعلاء السنن: ج ۱۰ ص ۲۷۶) امام ابو نصر رحمہ اللہ کو ابن خلفون رحمہ اللہ نے ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ (تعییل المسئلة: ۱۳۱۲)

فائدہ:

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار: ۳۲۶)

{ طاؤسؓ تو اس شخص کو پورا کام کرنے والا نہیں سمجھتے جس نے حج اور عمرہ ملا کر نہ کئے }

۵۸۴۔ یُوسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ طَاوُسٍ أَنَّهُ قَالَ لَوْ حَجَّجْتُ أَلْفَ حَجَّةٍ لَمْ أَكُنْ لِأَدْعَ الْقِرَانَ حَتَّىٰ إِن كُنَّا لَنَدْعُوهُ الْحَجَّ الْأَكْبَرَ، وَالْحَجَّ الْأَصْغَرَ، وَنَرَىٰ أَنَّ حَجَّ مَنْ لَمْ يَقْرُنْ لَيْسَ بِكَامِلٍ۔

امام طاؤس رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں اگر ایک ہزار حج بھی کر لوں تب بھی قرآن کو نہ چھوڑ دوں گا۔ ہم تو اسے حج اکبر اور حج اصغر کہتے ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جس نے حج اور عمرہ کو ملا کر نہ کیا وہ پورا کام کرنے والا نہیں ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۳۲۷ باب القرآن و فضل الاحرام، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۱ ص ۵۱۷ ح ۹۲۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ سیدنا عمرؓ نے افراد متعہ سے منع کیا قرآن سے نہیں }

۵۸۴۔ یُوسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِيْمَانَهُی عَمْرُ عَنْ الْإِفْرَادِ يَعْنِي إِفْرَادَ الْمُتَعَةِ فَأَمَّا الْقِرَانُ فَلَا۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے افراد یعنی افراد متعہ سے منع کیا

قرآن سے نہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۵۳۰ ح ۹۸۶، صحیح مسلم: ۱۲۲۲، سنن ابن ماجہ: ۲۹۷۹، سنن النسائی: ۲۷۳۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۵۱، مسند البزار: ۲۲۶، مستخرج ابی عوانہ: ۲۲۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۸۸۷۲۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔ (ولہ شاهد عند مسلم وابن ماجہ وغیرہما)

فائدہ:

یہ حدیث آگے تفصیلاً آرہی ہے۔ (دیکھئے حدیث نمبر: ۵۹۶)

{ حج کو عمرہ کے ساتھ ملا کر کیا تو دونوں کوئی ہوئے، الگ الگ کیا تو حج کی ہوگا عمرہ کوئی }

۵۸۵. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِذَا حَجَّجْتَ فَلَا تَدَعَنَّ الْقِرَانَ بَيْنَ الْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ فَإِنَّكَ إِذَا أَفْرَدْتَ الْعُمْرَةَ كَانَتْ عُمْرَتُكَ كُوفِيَّةً وَحَجَّتُكَ مَكِّيَّةً وَإِذَا أَهْلَلْتَ لَهَا بِجَمِيعَةٍ كَانَتْ عُمْرَتُكَ كُوفِيَّةً وَحَجَّتُكَ كُوفِيَّةً وَكَانَتْ تَلْبِيَّتُكَ لَهَا بِجَمِيعَةٍ، فَطَفَّ لَهَا بِالْبَيْتِ طَوَافَيْنِ وَاسَّعَ لَهَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَعْيَيْنِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب تم حج کا ارادہ کرو تو حج اور عمرہ کو اکٹھا ملا کر کرنا نہ چھوڑو کیونکہ اگر تم اکیلا عمرہ کرو گے تو تمہارا عمرہ کوئی ہوگا اور تمہارا حج کی ہوگا اور اگر تم نے دونوں کو اکٹھا کر لیا تو تمہارا عمرہ بھی کوئی ہوگا، حج بھی کوئی ہوگا اور تمہارا تلبیہ ان دونوں کے لیے ہوگا اور ان دونوں کے لیے دو طواف اور صفا و مروہ کے درمیان دو سعییں کرو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ سیدنا علیؑ نے حج اور عمرہ کو ملا یا تو دو طواف اور دو سعی کیے }

۵۸۶. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدٍ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُلَبِّي بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ جَمِيعًا وَأَنَّهُ طَافَ لَهَاطَوًا فَيْنَ وَسَعَى لَهُمَا سَعْيَيْنِ.

حضرت سعد رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حج اور عمرہ کو ملا کر تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے لیے دو طواف اور دو ہی سعییں کیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام حسن بن سعد بن معبد القرشی البہاشی الکوفی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۱۲۳۲، تاریخ الثقات للعلی: ۲۷۹)

۲۔ امام سعد بن معبد القرشی البہاشی الکوفی رحمہ اللہ سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۲۲۲۶، الثقات لابن حبان: ۲۹۹۹، الکاشف: ۱۸۴۳)

{ تکمیل حج و عمرہ یہ ہے کہ اپنے گھر کے صحن سے حج اور عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھ کر نکلیں }

۵۸۷۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عِنِّي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ مِنْ تَمَامِ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ أَنْ تُحْرِمَ بِهَاتَيْنِ دَوَائِرَ أَهْلِكَ.

عبداللہ بن سلمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تکمیل حج و عمرہ یہ ہے کہ تم ان دونوں کا احرام اپنے گھر کے صحن سے باندھو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۲۹ باب القرآن وفضل الاحرام، جامع السانید للنحوارزی: ج ۱ ص ۵۲ ح ۹۵۵، مسند ابن الجعد: ۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۶۸۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۷۳۳، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۳۰۹۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۸۷۰۶، ۸۹۲۸، معرۃ السنن والآثار للبیہقی: ۷۹۲۴، الاحادیث المختارة: ۶۰۴۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ شاهد عند ابی عہد القاسم بن سلام الهوری فانظر الناسخ والمنسوخ: ۲۵۱)

فائدہ:

امام محمد بن حسن فیہانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ہم اسی عمل کرتے ہیں احرام جتنا جلدی باندھا

جائے بہتر ہے بشرطیکہ اپنے اوپر کنزول ہو۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار: ۳۲۹)

{ حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھا ہوا اور سر میں تکلیف ہو یا شکار کر لے تو ہر ایک میں کفارہ ہے }

۵۸۸. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا أَحْرَمَ الرَّجُلُ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ جَمِيعًا فَأَصَابَهُ أَدَى فِي رَأْسِهِ أَوْ أَصَابَ صَيْدًا فَعَلَيْهِ فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا كَفَّارَةٌ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب آدمی نے حج اور عمرہ کا اکٹھا احرام باندھا ہو اور اس کے سر میں تکلیف ہو یا شکار کر لے تو ان دونوں میں سے ہر ایک میں اس پر کفارہ ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ حج و عمرہ کا اکٹھا احرام باندھا جائے تو دو طواف اور دو سعی کی جائیں }

۵۸۹. یُسُفُّ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ: أَنَّهُ قَالَ فِي الْقَارِنِ يَطُوفُ طَوَافَيْنِ وَيَسْعَى سَعَتَيْنِ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، يَبْدُءُ بِطَوَافِ الْعُمْرَةِ فِي ذَلِكَ، وَقَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ أَهَلَ بِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا عَلَى وَجْهِهَا، أَلَمْ يَكُنْ يَطُوفُ لَهُمَا طَوَافَيْنِ، وَيَسْعَى سَعَتَيْنِ؛ فَمَا شَأْنُهُ إِذَا جَمَعَهُمَا أَلْفَى طَوَافًا وَسَعْيًا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: کہ قرآن دو طواف اور صفا و مروہ کے درمیان دو سعی کرے اور بتداء عمرہ کے طواف سے کرے۔ اور فرمایا: تمہاری کیا رائے ہو گی کہ اگر وہ ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے علی وجہ احرام باندھتا تو کیا وہ ان دونوں کے لیے دو طواف اور دو سعی نہ کرتا؟ پھر آخر کیا وجہ ہے کہ جب وہ ان دونوں کا اکٹھا احرام باندھے تو ایک طواف اور ایک سعی کو ساقط کر دے؟

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۷-۲ باب التمتع

حج تمتع کا بیان

تمتع باب تفعّل کا مصدر ہے جو متاع اور تمتع سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی ہیں مطلق فائدہ اٹھانا، خواہ وہ کسی بھی قسم کا فائدہ ہو، اسی سے نکاح تمتع بھی ہے۔ اور اصطلاح شرع میں تمتع کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص حج کے مہینوں (یعنی شوال، ذوالقعدہ یا ذوالحجہ) میں حج سے پہلے (میںات سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہو اور افعال عمرہ کی تکمیل کے بعد وہ احرام کھول دے، اس کے بعد ایام حج میں حج کے لیے دوسرا احرام باندھے، چونکہ یہ شخص بھی ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ دونوں کا فائدہ حاصل کرتا ہے اسی لیے اس کے اس فعل کو تمتع کہتے ہیں اور اسے تمتع کہا جاتا ہے۔

{ حج تمتع کیلئے ضروری ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھے، پھر حج کر کے واپس آئے }

۵۰۰. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا أَحْرَمْتَ بِالْعُمْرَةِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَأَنْتَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ ثُمَّ أَقَمْتَ حَتَّى تَحْجَّ فَأَنْتَ مُتَمَتِّعٌ وَعَلَيْكَ مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ وَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ آخِرُهَا يَوْمُ عَرَفَةَ وَإِنْ هُوَ أَهْلٌ بِالْعُمْرَةِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ ثُمَّ أَهْلٌ مِنْ عَامِهِ ذَلِكَ لِحَجِّ لَمْ يَكُنْ مُتَمَتِّعًا وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ هَدْيٌ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب تو حج کے مہینوں میں (حج سے پہلے) عمرہ کا احرام باندھے اور تو اہل مکہ میں سے نہ ہو اور پھر تو وہیں ٹھہرا رہے یہاں تک کہ حج کر لے تو تمتع (حج تمتع کرنے والا) ہے اور تجھ پر ہدی واجب ہے جو بآسانی دے سکے، پس جو کوئی ہدی نہ پائے تو وہ حج کے ایام میں تین دن کے روزے رکھے اور سات اس وقت جب حج سے فارغ ہو کر گھر لوٹ آئے۔ اور اگر آدمی نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا ہو اور پھر گھر واپس آ گیا پھر اسی سال اس نے حج کا احرام باندھا تو وہ شخص تمتع نہ ہوگا اور نہ ہی اس پر ہدی واجب ہوگی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۳۹، باب العمرۃ فی اشہار الحج وغیرہا، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۱ ص ۵۱۳ ح ۹۱۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔“ (کتاب الآثار: ۳۳۹)

{ عمرہ کا احرام غیر اشہر حج میں باندھا مگر طواف حج کے مہینوں میں کیا اور پھر ٹھہرا رہا اور حج کیا تو متمتع ہے }

۵۹۱۔ یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم اَنَّهُ قَالَ إِذَا أَهَلَ الرَّجُلُ بِالْعُمْرَةِ فِي غَيْرِ أَشْهَرِ الْحَجِّ وَطَافَ لَهَا فِي أَشْهَرِ الْحَجِّ ثُمَّ أَقَامَ حَتَّى يَحْجَّ مِنْ عَامِهِ فَهُوَ مُتَمَتِّعٌ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب آدمی نے غیر اشہر حج میں عمرہ کا احرام باندھا ہو مگر عمرہ کا طواف حج کے مہینوں میں کیا ہو اور پھر وہی ٹھہرا رہا ہو یہاں تک کہ حج کر لے تو وہ شخص متمتع ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۴۱، باب العمرۃ فی اشہار الحج وغیرہا، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۱ ص ۵۳۷ ح ۹۷۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

ہم اسے ہی اختیار کرتے ہیں، اس کا عمرہ اس مہینے میں شمار کیا جائے جس میں وہ طواف کرے اس مہینے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جس میں وہ احرام باندھے، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۴۱)

{ حج تمتع کرنے والے نے قربانی کے دن قربانی کر دی تو اس کا احرام مکمل ہو گیا }

۵۹۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمُتَمَتِّعِ إِذَا أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ سَأَى الْهَدْيِ لِمُتَعَتِهِ فَقَدِمَ مَكَّةَ فَقَضَى عُمْرَتَهُ كُلَّهَا إِلَّا التَّقْصِيرَ فَلْيَقُمْ حَرَامًا لَا يَحِلُّ حَتَّى يَهْلَ بِالْحَجِّ مِنْ مَكَّةَ وَيَفْرُغَ مِنْ حَجِّهِ وَيَنْحَرَ الْهَدْيَ فَإِذَا نَحَرَ الْهَدْيَ يَوْمَ النَّحْرِ حَلَّ.

ابراہیم رحمہ اللہ نے تمتع (حج تمتع کرنے والے) کے بارے فرمایا کہ جب اس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا اور اپنے متعہ کے لیے ہدی کا جانور ہانک لے گیا پس مکہ آیا اور بال کتروانے کے سوا اس نے اپنا تمام عمرہ ادا کر لیا تو اسے چاہیے کہ احرام کی حالت میں ٹھہر جائے اور حلال نہ ہو یہاں تک کہ مکہ سے حج کا احرام باندھ لے اور اپنے حج سے فارغ ہو جائے اور ہدی کے جانور کی قربانی پیش کر دے، پس جب اس نے قربانی کے دن ہدی کا جانور قربان کر دیا تو یہ حلال ہو گیا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۱۳ باب من خرف قد حل، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۵۱۳، ۵۱۵، ۵۱۵ ح ۹۱۵

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ جو حج کے ایام میں تین روزے نہ رکھ سکا وہ ہدی دے چاہے کپڑے بیچنے پڑ جائیں }

۵۹۳. یُسُفُّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمُتَمَتِّعِ لَا يَحْدُ هَدْيًا قَالَ يَسْتَقْرِضُ فَيَشْتَرِي هَدْيًا فَإِنْ لَمْ يَحْدُ بَاعَ إِذَا رَأَاهُ فَاشْتَرَى بِهِ هَدْيًا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: حج تمتع کرنے والا ہدی کی طاقت نہ رکھتا ہو (اور ایام حج میں تین روزے بھی نہ رکھ سکا ہو) تو قرض لے کر ہدی کا جانور خرید لے گا اور اگر قرض نہ ملے تو اپنا ازاد فروخت کر کے اس کی قیمت سے ہدی خرید لے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۹۳۲ باب العمرۃ فی اشہار الحج وغیرہا، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۵۳ ح ۹۷۴،

مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۹۸۹، کتاب الحج: ج ۱ ص ۳۹۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

اگر حج قرآن کرنے والے یا تمتع کرنے والے کے پاس دم تمتع یا قرآن نہ ہو تو اسے دس روزے رکھنا ہوں گے چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعْتَ . (البقرة: ۱۹۹)

جس کسی کے پاس ہدی کے جانور کی طاقت نہ ہو تو وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے، اور سات (روزے) اس وقت جب تم (گھروں کو) لوٹ جاؤ۔

تین روزے حج سے پہلے رکھے گا، ان روزوں کو بالکل اخیر میں رکھے گا اور اگر حج سے پہلے تین روزے نہ رکھ سکے اور قربانی کا دن آجائے تو اب دم تمتع یا قرآن ہی دینا ہوگا اگرچہ اسے اپنے کپڑے ہی کیوں نہ بیچنے پڑیں۔

{اگر تیسرے دن ہدی پانے پر قادر ہو جائے تو روزے کافی نہیں ہوں گے}

۵۹۳. یُوسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَجَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الذِّبْيِ: يَصُومُ لِمُتَعَتِهِ ثُمَّ يَحْدُ هَدْيًا فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ أَوْ يَصُومُ فِي طَهَارِهِ أَوْ فِي كَفَّارَةِ يَمِينٍ ثُمَّ يَحْدُ مَا يُعْتَقُ فِي آخِرِ صَوْمِهِ أَنَّهُ لَا يُجْزئُهُ الصَّوْمُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے اس شخص کے بارے میں جو حج تمتع میں (قربانی نہ کرنے کے سبب) روزے رکھ رہا ہو اور پھر تیسرے دن ہدی پالے یا ظہار کے یا قسم کے کفارے کے روزے رکھ رہا ہو اور پھر آخری روزے کو آزاد کرنے کے لیے غلام پالے تو فرمایا: اس شخص کی طرف سے روزے کفایت نہیں کریں گے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{حج تمتع کرنے والے پر ہدی واجب ہے}

۵۹۵. یُوسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَجَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَهْلُ بِعَنْزَةٍ فِي أَشْهُرِ

الْحَجَّ قَالَ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ قَطَرَ ثُمَّ حَلَ وَأَقَامَ حَلَالًا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ مَا بَدَّالَهُ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ أَهَلَ بِالْحَجِّ ثُمَّ طَافَ بِالْبَيْتِ لِلْحَجِّ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى عَرَاقَاتٍ وَعَلَيْهِ مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے اس شخص کے بارے میں حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھتا ہے فرمایا: کہ جب وہ مکہ مکرمہ پہنچے تو بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے پھر (سر کے) بال کترا کر حلال ہو جائے اور بحالت احرام اقامت گزریں ہو جائے اور جب بھی اس کا جی چاہے بیت اللہ کا طواف کرتا رہے یہاں تک کہ جب آٹھویں ذوالحجہ آجائے تو حج کا احرام باندھ لے پھر حج کے لیے بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرے پھر عرفات کی طرف روانہ ہو جائے گا اور اس پر ہدی واجب ہے جو بآسانی دے سکے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{سیدنا عمر بن خطابؓ کے تمتع سے منع کرنے کا واقعہ}

۵۹۶. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ بَيْنَاهُمَا وَقَفَ بِعَرَاقَاتٍ إِذْ أَبْصَرَ رَجُلًا يَقْطُرُ رَأْسَهُ طَيْبًا فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أَلَسْتَ مُحْرِمًا؟ وَيُحَكُّ! فَقَالَ بَلَى يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ: مَا لِي أَرَاكَ يَقْطُرُ رَأْسَكَ طَيْبًا؟ وَالْمُحْرِمُ أَشْعَثُ أَغْبَرُ! قَالَ أَهْلَلْتُ بِالْعُمْرَةِ مُفْرَدَةً وَقَدِمْتُ مَكَّةَ وَمَعِيَ أَهْلِي فَفَرَعْتُ مِنْ عُمْرَتِي حَتَّى إِذَا كَانَ عَشِيَّةَ التَّرْوِيَةِ أَهْلَلْتُ بِالْحَجِّ قَالَ فَرَأَى عُمَرُ أَنَّ الرَّجُلَ قَدْ صَدَقَهُ إِثْمَاعُهُدُ بِالنِّسَاءِ وَالطَّيِّبِ بِالْأُمِّسِ فَتَنَى عُمَرُ عِنْدَ ذَلِكَ عَنِ الْمُنْعَةِ وَقَالَ إِذَا وَاللَّهِ لَا وَشَكُّكُمْ لَوْ خَلَيْتُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الْمُنْعَةِ أَنْ تُضَاجِعُوهُنَّ تَحْتَ أَرَاكِ عُرْنَةٍ ثُمَّ تَرَوْهُنَّ حُجَّاجًا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عرفات میں وقوف کئے ہوئے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے سر سے خوشبو کے قطرے ٹپک ٹپک رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا کہ اے محرم! کیا تو محرم نہیں ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! میں محرم ہی ہوں اے امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں آپ کے سر سے خوشبو کے قطرے ٹپکتے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟ محرم تو غبار

آلود ہوتا ہے! اس نے کہا کہ میں نے صرف عمرہ کر کے احرام ختم کر دیا تھا، پھر میں مکہ میں آ گیا تھا، میرے ساتھ میرے گھردالے تھے، میں نے اپنے عمرہ کا احرام ختم کیا (پھر میں نے خوشبو لگائی اپنی بیوی کے پاس گیا) جب آٹھویں ذوالحجہ کی شام آئی تو میں نے حج کا احرام باندھا۔ (راوی حدیث نے) فرمایا: پس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ اس آدمی نے آپ سے سچ کہا ہے (اس لئے اس سے ہاتھ روک لیا اور کچھ نہ کہا) اصل بات یہ ہے کہ یہ شخص شام کو عورت اور خوشبو سے دکھی ہو گیا تھا۔ پس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تمتع سے منع کر دیا اور فرمایا: بخدا! اگر میں تمہیں تمتع کے لیے چھوڑ دوں گا تو قریب ہے کہ تم عرفات میں اپنی بیویوں کو پیلوں کے درختوں کے مچے لٹاؤ گے اور پھر تم حج کے لیے روانہ ہو جاؤ گے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۵۳۰ ح ۹۸۶، صحیح مسلم: ۱۲۲۲، سنن ابن ماجہ: ۲۹۷۹، سنن النسائی: ۲۷۳۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۵۱، مسند البزار: ۲۲۶، مستخرج ابی عوانہ: ۲۲۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۸۸۷۲۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتقد ہے۔ (ولہ شاهد عند مسلم وابن ماجہ وغیرہما)

فائدہ:

سنن ابن ماجہ اور صحیح مسلم وغیرہ کی روایت کا مضمون یہ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”مجھے معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ (تمتع) کیا ہے لیکن مجھے یہ بات اچھی نہ لگی کہ لوگ رات کو درختوں تلے عورتوں سے خلوت کریں، پھر صبح کو حج کے لیے روانہ ہو جائیں جب کے ان کے سروں سے (نہانے کی وجہ سے پانی کے) قطرے ٹپک رہے ہوں۔“

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حج تمتع شرعاً جائز ہے اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی اسے شرعاً جائز سمجھتے تھے مگر مذکورہ علت کی وجہ سے حج تمتع کو بہتر نہ سمجھا۔ یہ بھی واضح رہے کہ جمہور اہل علم کے نزدیک حج کی اقسام ثلاثہ (یعنی افراد، قرآن، تمتع) میں سے حج قرآن سب سے افضل ہے چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”اے آل محمد (ﷺ) حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھو۔ (اعلاء السنن: ۲۸۳۷)

{ حضور ﷺ نے طواف اپنی سواری پر کیا اور حجر اسود کا استلام چھڑی سے کرتے رہے }

۵۹۷. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَدَّثَهُ عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ طَافَ بِالْبَيْتِ وَهُوَ وَجِعٌ عَلَى رَاحِلَتِهِ يَسْتَلِمُ الْأَرْكَانَ بِمِخْبَنِهِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَعَا (عَبْدَ اللَّهِ بْنُ) عَبَّاسٍ فَسَأَلَهُ شَرَابًا فَقَالَ أَمِنْ شَرَابِ الْخَاصَّةِ أَوْ مِنْ شَرَابِ الْعَامَّةِ قَالَ لَا بَلْ مِنْ شَرَابِ الْعَامَّةِ.

حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے تکلیف میں بیت اللہ کا طواف اپنی سواری پر کیا اور ارکان کا استلام اپنی چھڑی کے ساتھ کرتے رہے پھر آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھ کر سیدنا (ابن) عباس رضی اللہ عنہما کو بلایا اور ان سے پانی طلب کیا، انہوں نے عرض کیا کہ خاص پانی سے یا عام پانی سے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ عام پانی سے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۶۰۷، صحیح مسلم: ۱۲۷۲، سنن ابن ماجہ: ۲۹۳۸، سنن ابی داود: ۱۸۷۷، ۱۸۸۱، سنن النسائی: ۲۹۵۳، المعجم الاوسط للطبرانی: ۴۳۵۳، ۹۱۵۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۰۶۰، ۱۲۰۸۰، مصنف عبدالرزاق: ۸۹۳۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹۳۷۲، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۹۹۴۱۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے اور سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے، بمعجم اوسط (۷۳۵۳) وغیرہ میں اس کی متصل سندیں موجود ہیں۔

فائدہ:

اگر بھیڑ یا عذر کی وجہ سے کوئی شخص حجر اسود کو چوم نہ سکے اور اس کا استلام نہ کر سکے تو اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ میں کوئی چھڑی یا لکڑی وغیرہ لے کر اس سے حجر اسود کو چھوئے پھر اس لکڑی کو چوم لے دیگر بعض احادیث میں صراحتاً تقبیل کا ذکر بھی موجود ہے۔

{ ابن عمرؓ نے فجر کے بعد طواف کیا اور سورج کے بلند اور سفید ہونے سے پہلے نوافل نہ پڑھے }

۵۹۸. یُوسُفُ بْنُ أَبِي يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي هَكْرٍ بْنِ أَبِي جَهْمٍ قَالَ رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا طَافَ بَعْدَ الْغَدَاةِ أَسْبُوعًا ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ يَزُكَّ حَتَّى ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْيَضَّتْ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ.

ابوبکر بن ابی جہم رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ انہوں نے فجر کی نماز کے بعد بیت اللہ کے سات چکر لگائے، پھر تشریف لے گئے اور کوئی (نفل) نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ سورج بلند اور سفید ہو گیا تو دو رکعت نماز پڑھی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ شواہد عند مالک (ج ۱ ص ۲، ۵، ح ۸۲۶) والطحاوی (۳۸۶۵)
اس کے راوی امام ابوبکر بن عبداللہ بن ابی الجہم قرشی عدوی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۷۲۳، الکاشف: ۶۵۲۳)

فائدہ:

مناسب یہی ہے کہ طواف کی دو رکعتیں اس وقت تک ادا نہ کی جائیں جب تک کہ سورج طلوع ہو کر سفید نہ ہو جائے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور اکثر فقہاء کرام رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے۔

{ دوران طواف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین پھیروں میں رمل کیا اور چار پھیرے حسب معمول لگائے }

۵۱۱۔ یُؤَسَّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ رَمَلَ فِي الطَّوَافِ الْأَوَّلِ ثَلَاثَةَ أَشْوَاطٍ مِنَ الْحَجَرِ إِلَى الْحَجَرِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے طواف میں حجر اسود سے حجر اسود تک تین پھیروں میں رمل کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۵۲۱ ح ۹۳۸، صحیح البخاری: ۱۶۴۴، صحیح مسلم: ۱۲۱۸، سنن ابن ماجہ: ۲۹۵۱، سنن الترمذی: ۸۵۶، سنن النسائی: ۲۹۳۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۸۹۵، ۱۳۹۹۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۲۳۸۔

فائدہ:

جامع المسانید (۹۳۸) کی روایت میں اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین چکروں میں رمل کیا اور (باقی) چار چکروں میں اپنی ہیئت پر چلے۔“

تحقیق:

مرسل، معتضد صحیح ہے۔ (رواہ البخاری بسند متصل)

۶۰۰۔ یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ النَّبِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمِثْلِ ذَلِكَ.

ایک دوسری سند کے ساتھ بھی یہ حدیث نبی ﷺ سے اسی طرح مروی ہے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ سے مراد امام عطاء رحمہ اللہ ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے یہ حدیث امام عطاء رحمہ اللہ سے اور انہوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً نقل کی ہے۔ چنانچہ مسند ابی حنیفہ میں اس کی سند یوں ہے:

ابو حنیفہ عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ ﷺ رمل..... الخ.

(مسند ابی حنیفہ روایۃ الحاکمی: ۲۲۵)

فوائد و مسائل:

۱۔ جانباز لڑاکو کی طرح دونوں بازو کھول کر اکڑ کر اور سینہ تان کر چلنے کا نام رمل ہے، طواف کے پہلے تین چکروں اور پھیروں میں رمل مسنون ہے اور اس کی مشروعیت کا سبب یہ ہوا کہ جب صلح حدیبیہ کے بعد والے سال میں مسلمان مکہ میں داخل ہوئے اور کفار و مشرکین تین دن کے لیے مکہ خالی کر کے پہاڑوں پر چلے گئے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کیا، طواف کے درمیان مشرکین نے بعض مسلمانوں کا استہزاء کیا اور یہ کہنے لگے کہ مدینے کے بخار نے انہیں نحیف و ناتواں بنا دیا ہے۔

جب یا بات آپ ﷺ کے کانوں تک پہنچی تو آپ ﷺ نے مؤمنانہ قوت کے اظہار کی غرض سے رمل کرنے لگے اور آپ کو دیکھ کر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی رمل کرنا شروع کر دیا اور اس کا فائدہ یہ ہوا کہ کفار مکہ کے دلوں سے مسلمانوں کی کمزوری اور ان کی ضعفی کا احساس ختم ہو گیا۔

فتح مکہ کے بعد اگرچہ رمل کا سبب ختم ہو گیا، لیکن پھر بھی آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر رمل کیا تھا اور آپ کے بعد علیہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی یہ حکم اور یہ عمل جاری و ساری رہا اور رہتی دنیا تک طواف کرنے والوں کے حق میں مسنون قرار دیا گیا۔

۲۔ رمل صرف پہلے تین چکروں میں ہوگا اور بقیہ چار چکروں میں طواف کرنے والا اپنی ہیئت کے مطابق سکون و وقار کے ساتھ چلے گا کیونکہ آنحضرت ﷺ سے جتنے صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے افعال حج کو بیان کیا ہے سب نے یہی کہا ہے کہ رمل

صرف پہلے تین پھیروں میں ہی ہوگا، اور یہ رمل حجر اسود سے شروع ہو کر حجر اسود پر ہی ختم ہوگا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی من الحجر الی الحجر رمل کرنا منقول ہے، لہذا امت کے لیے بھی وہی معمول ہوگا۔

{خواتین پر طواف اور صفا و مروہ کی سعی کے دوران رمل نہیں ہے}

۶۰۱. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ رَمْلٌ بِالْبَيْتِ وَلَا بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فِي بَطْنِ الْوَادِي وَلِلنِّسَاءِ أَنْ يَلْبَسْنَ مَا شِئْنَ إِذَا أَحْرَمْنَ إِلَّا الْبُرْقُوعَ وَالْأَمَّاكَانَ مَصْبُوغًا بِالْوَرَسِ وَالزَّعْفَرَانِ وَالْمُشَبَّعَ بِالْعُصْفَرِ.

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: خواتین پر طواف اور بطن وادی میں صفا و مروہ کی سعی کے دوران رمل نہیں ہے۔ اور خواتین جب احرام کا ارادہ کریں تو برقع کے سوا جو چاہیں پہن سکتی ہیں سوائے اس کپڑے کے جو کسم یا زعفران یا ورس وغیرہ سے رنگا ہوا ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{مسافروں کے لیے نفل نماز سے زیادہ افضل طواف کرنا ہے}

۶۰۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ أَنَّهُ قَالَ الطَّوَافُ لِلْغُرَبَاءِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ.

امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میرے نزدیک مسافروں کے لیے (نفل) نماز سے زیادہ طواف کرنا افضل ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طریق اخری عند ابن ابی شیبہ: ۱۵۰۴۳)

{حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت رفع یدین کیا جائے}

۶۰۳. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: تُرْفَعُ الْأَيْدِي فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، وَافْتِتَاحِ الْقُنُوتِ فِي الْوُتْرِ، وَفِي الْعِيدَيْنِ، وَعِنْدَ اسْتِلامِ الْحَجَرِ، وَعَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَعَرَفَاتٍ وَجَمْعٍ وَعِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: سات موقعوں پر رفع الیدین کیا جائے، نماز کے شروع میں (یعنی تکبیر تحریرہ کے وقت)، وتروں میں قنوت کے شروع میں، عیدین کی نماز میں، حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت، صفا و مروہ پر، عرفات میں (بعد زوال وقوف کے وقت) اور جمر تین پر کنکری مارنے کے وقت۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۳۵۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۸۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۱۷۵۱، کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ: ج ۱ ص ۳۰۰ باب العیدین۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام طلحہ بن مصرف بن عمرو بن کعب الیامی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات للعلی: ۷۲۶)

{دوران طواف رکن یمانی کے پاس نبی ﷺ کی جبریل امین سے ملاقت ہوتی تھی}

۶۰۴۔ یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم عن النبی ﷺ انه قال ما أتیت الرکن الیمانی قط الا وجدت عنده جبریل۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب بھی میں رکن یمانی کے پاس گیا تو میں نے وہاں جبریل علیہ السلام کو پایا۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحاکمی: ۲۴۲ باب ما جاء فی الاسلام، جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۵۲۶ ح ۹۵۲۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصلہ ابو حنیفۃ ورواہ عن حماد عن ابراہیم عن علقمۃ عن ابن مسعود ان رسول

اللہ ﷺ قال..... الخ فانظر مسند الامام ابی حنیفۃ روایۃ الحاکمی: ۲۴۲)

{سیدنا عمرؓ نے فرمایا اگر میں نے نبی ﷺ کو حجر اسود چومتے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی اسے نہ چومتا}

۶۰۵۔ یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
لِلْعَجْرِ إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ مِثْلُكَ لَا يَنْفَعُ وَلَا يَضُرُّ وَلَا يَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَبْلَكَ لَمَّا
قَبَّلْتُكَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تو محض ایک پتھر ہے، نہ کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے، نہ نفع دے سکتا ہے اور اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے نہ چومتا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۵۹۷، ۱۶۱۰، صحیح مسلم: ۱۲۷۰، سنن ابن ماجہ: ۲۹۳۳، سنن ابی داؤد: ۱۸۷۳، سنن النسائی: ۲۹۳۷، مؤطا مالک: ۱۱۵، مصنف عبدالرزاق: ۹۰۳۴، مسند الحمیدی: ۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۷۵۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۹، المنہل لابن الجارود: ۴۵۲، صحیح ابن خزیمہ: ۲۷۱۱، مستخرج ابی عوانہ: ۳۴۴۰، صحیح ابن حبان: ۳۸۲۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۷۱۹، المعجم الصغیر للطبرانی: ۱۷۱، مسند الشامیین للطبرانی: ۱۵۶۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصلہ البخاری ورواہ بسندہ عن الاعمش عن ابراهيم عن عابس بن ربيعة عن عمر رضی اللہ عنہ..... الخ۔)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حجر اسود کو بوسہ سے نفع و نقصان دینے والا سمجھ کر نہیں دیا جاتا بلکہ یہ عمل تو صرف رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کی پیروی میں کیا جاتا ہے۔
- ۲۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات بالا اعلان اور علی رؤس الاشهاد اس لئے کہی کہ کوئی تارتبیت یافتہ نیا مسلمان حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے اکابر مسلمین کا حجر اسود کو چومنا دیکھ کر یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ اس پتھر میں کوئی خدائی کرشمہ اور خدائی صفت اور بناؤ بگاڑ کی کوئی طاقت ہے، اور اس لئے اس کو چوما جا رہا ہے۔
- ۳۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے ایک اصولی اور بنیادی بات یہ معلوم ہوئی کہ کسی چیز کی جو تعظیم و تکریم اس نظریہ سے کی

جائے کہ اللہ و رسول کا حکم ہے۔ وہ تعظیم برحق ہے، لیکن اگر کسی مخلوق کو نافع اور ضار اور بناؤ بگاڑ کا مختار یقین کر کے اس کی تعظیم کی جائے تو وہ شرک کا ایک شعبہ ہے، اور اسلام میں اس کی گنجائش نہیں۔

{ مکہ کے گھروں کو بیچنے اور کرایہ پر دینے کا بیان }

۶۰۶. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مَكَّةَ فَحَرَامٌ بَيْعُ رِبَاعِهَا وَآخُذُ أَجُورِ بُيُوتِهَا.

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ رب العزت نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا ہے لہذا اس کے گھروں کو بیچنا اور ان پر کرایہ لینا حرام ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۷۲ باب بیع بیوت مکہ واجرہا، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۱ ص ۵۰۳، ۵۰۸ ح ۸۹۸، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۲۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۶۸۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱، ۵۶۶۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۳۱۶، سنن الدارقطنی: ۳۰۱۴، ۳۰۱۵، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۸۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۱۱۸۳، معروضۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۱۶۸۹، الکامل لابن عدی: ۱۲۴، تاریخ بغداد: ج ۳ ص ۶۱، تاریخ جرجان: ۲۵۴۲، سنن الدارقطنی: ۳۰۱۴، ۳۰۱۵، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۸۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۱۱۸۳، معروضۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۱۶۸۹، الکامل لابن عدی: ۱۲۴، تاریخ بغداد: ج ۳ ص ۶۱، تاریخ جرجان: ۲۵۴۲۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ طرقی اخری عند الطبرانی وغیرہ وللحدیث شواہد)
اس حدیث کو مرفوع نقل کرنے میں بعض حضرات کا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف وہم کی نسبت کرنا درست نہیں کیونکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اسے مرفوعاً نقل کرنے میں تنہا نہیں ہیں بلکہ امام ایمن بن ثابت رحمہ اللہ نے ان کی متابعت کر رکھی ہے۔
(دیکھئے: نصب الراية: ج ۴ ص ۲۶۵، والدرایۃ: ج ۲ ص ۲۳۵)

{ کعبہ کے ارد گرد تین سو نبیوں کی قبریں ہیں }

۶۰۷. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ سَالِمٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ حَوْلَ الْكَعْبَةِ قُبُورٌ ثَلَاثُمِائَةٍ نَبِيٍّ وَأَنَّهُ لَمْ يَهْرُبْ نَبِيٌّ مِنْ قَوْمِهِ إِلَّا لَأَذَى بِهَا مَحَاوِرًا حَتَّى يَمُوتَ بِهَا.

سالم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہیں یہ روایت پہنچی ہے کہ کعبہ کے ارد گرد تین سونبیوں کی قبریں ہیں اور جو بھی نبی اپنی قوم سے بھاگا تو وہ کعبہ کی جانب بھاگا اور مجاور بن کر رہا یہاں تک کہ فوت ہو گیا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۶۶ باب غسل الشہید، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۵۰۱ ح ۸۹۱۔

تحقیق:

سالم تک اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو محمد سالم بن عجلان الفطس القرشی رحمہ اللہ صحیح بخاری، سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۲۱۵۶، الکاشف: ۱۷۸۰)

{خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کا بیان}

۶۰۸. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِي الْكُعْبَةِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَقَالَ قُلْتُ لَهُ أَرَأَيْتَ الْمَكَانَ الَّذِي صَلَّى فِيهِ؟ قَالَ فَبَعَثَ مَعِيَ ابْنَهُ قَالَ فَكَأَنِّي غَمَضْتُهُ فَقَالَ لَا تَزِدْ بِهِ فَإِنَّهُ مِنْ صَالِحِ الْمَتَاعِ ثُمَّ ذَهَبَ بِي فَأَرَانِي عِنْدَ الْأُسْطُوَانَةِ الْوُسْطَى تَحْتَ الْجُدْعَةِ.

حضرت امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے خانہ کعبہ میں چار رکعت نماز پڑھی تھی، (راوی حدیث سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا کہ مجھے وہ جگہ دیکھا دیجیے جہاں نبی ﷺ نے نماز پڑھی تھی تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے میرے ساتھ اپنے بیٹے کو بھیج دیا، میں نے اسے کم مرتبہ خیال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے حقیر مت سمجھو یہ تو نیک متاع میں سے ہے پس پھر وہ میرے ساتھ گئے اور انہوں نے مجھے کھجور کے درخت کی جڑ کے سامنے والے ستون کے نیچے والی جگہ دکھائی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۱۰۴ باب الصلاة فی الکعبۃ، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۹۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وللحدیث شواہد عند البخاری وغیرہ)

{ابن عمرؓ کو دوران طواف پیاس لگی تو انہوں نے زمزم کے کنوئیں سے پانی پیا}

۱۰۹. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ عَطِشَ وَهُوَ يَطُوفُ فَمَالَ إِلَى زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَصَبَّ عَلَى وَجْهِهِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو پیاس لگی تو وہ زمزم کے کنوئیں پر گئے اس کا پانی پیا اور اپنے چہرے پر ڈالا۔

تحقیق:

صحیح، مرسل ہے۔

{حضور ﷺ نے طواف اپنی سواری پر کیا اور حجر اسود کا استلام چھڑی سے کرتے رہے}

۱۱۰. یُوسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ أَطُوفُ أَنَا وَعِكَرْمَةُ بَنُ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ قَالَ وَكُنْتُ أَصْعُدُ عَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ وَلَا يَصْعَدُ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ مَا لَكَ لَا تَصْعَدُ؟ قَالَ هَكَذَا طَافَ النَّبِيُّ ﷺ فَلَقِيتُ سَعِيدَ ابْنَ جُبَيْرٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ كَذَبَ الْخَبِيثُ طَافَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ شَاكٍ بِالْبَيْتِ عَلَى رَاحِلَتِهِ يَسْتَلِمُ الْأُرْكَانَ بِمِخْجَنِهِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں اور عکرمہ نے صفا و مروہ کے درمیان طواف کیا تو میں صفا و مروہ پر چڑھتا لیکن عکرمہ نہ چڑھتے، تو میں نے ان سے کہا کہ آپ کو کیا ہوا آپ صفا و مروہ پر کیوں نہیں چڑھتے؟ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے بھی اسی طرح طواف کیا تھا۔ پس میں سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے ملا تو میں نے ان سے اس کے متعلقہ پوچھا، انہوں نے فرمایا کہ خبیث نے غلط بیانی کی ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے کسی مرض کی شکایت میں بیت اللہ کا طواف اپنی سواری پر کیا اور ارکان کا استلام اپنی چھڑی سے کرتے رہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۵ باب الطواف والقراءۃ فی الکعبۃ، جامع السانید للنواری: ج ۱ ص ۵۲۲ ح ۹۴۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصلہ ابو حنیفہ ورواہ (عن حماد) عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال طاف النبی ﷺ بالبیت وهو شاک علی راحلته۔ فانظر مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۲۴۴)

فائدہ:

اگر بھیڑ یا عذر کی وجہ سے کوئی شخص حجر اسود کو چوم نہ سکے اور اس کا اسلام نہ کر سکے تو اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ میں کوئی چھڑی یا لکڑی وغیرہ لے کر اس سے حجر اسود کو چھوئے پھر اس لکڑی کو چوم لے دیگر بعض احادیث میں صراحتاً تقبیل کا ذکر بھی موجود ہے۔

{خواتین پر طواف اور صفا و مروہ کی سعی نہیں ہے}

۶۱۱. یُسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ رَمْلٌ بِالْبَيْتِ وَلَا سَعْيٌ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: خواتین پر طواف اور صفا و مروہ کی درمیان سعی نہیں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{امام عرفہ کے دن نماز سے پہلے خطبہ سے شروع کرے}

۶۱۱. یُسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ يَبْدَأُ الْإِمَامُ بِالْخُطْبَةِ يَوْمَ عَرَفَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: امام عرفہ کے دن نماز سے پہلے خطبہ سے شروع کرے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{عرفات سے واپسی کے وقت سکون و اطمینان اختیار کرنے کا حکم}

۶۱۲. یُسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ أَنَّهُمَا أَفَاضَا مَعَ عَمْرِ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَمِيعًا فَسَبَّحْنَاهُ وَهُوَ يَقُولُ حِينَ أَفَاضَ إِلَيْهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ فَإِنَّ
الْبَزْلَيْسَ فِي إِيْضَاعِ الْإِبِلِ وَإِنَّ بَعِيرَهُ لَمْ يَزَلْ يَقْصَعُ بِجَرَّتِهِ حَتَّى نَزَلْنَا جَمْعًا.

حضرت علقمہ رحمہ اللہ اور حضرت اسود رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ دونوں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ (عرفات سے) واپس لوٹے، انہوں نے سنا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب واپس ہوئے تو فرما رہے تھے: ”اے لوگو! اطمینان اختیار کرو کیونکہ اونٹوں کو تیز بھگانے سے نیکی نہیں ملتی۔“ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اونٹ مسلسل جگالی کرتا رہا یہاں تک کہ ہم جمع (مزدلفہ) میں اترے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

٦١٣. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ وَعَلْقَمَةَ أَنَّ هُمَا دَفَعَا مَعَ عُمَرَ
بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ فَإِنَّ الْبَزْلَيْسَ بِإِيْضَاعِ الْإِبِلِ
وَلَا إِيجَافِ الْخَيْلِ قَالَا فَمَا زَادَ رَاحِلَتُهُ عَلَى هَيْئَتِهَا وَاتَّهَا لَتَقْصَعُ بِجَرَّتِهَا.

علقمہ رحمہ اللہ اور اسود رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ دونوں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ (عرفات سے) روانہ ہوئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے لوگو! آرام سے چلو، نیکی اونٹ اور گھوڑے تیز بھگانے میں نہیں ہے۔“ اسود رحمہ اللہ اور علقمہ رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری کو اس کی چال سے زیادہ نہیں بھگایا حالانکہ سواری جگالی کرتے ہوئے جارہی تھی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

جمع میں جانور بھگانا سنجیدگی اور وقار کے خلاف ہے، البتہ کھلی جگہ ہو اور مزاحمت نہ ہو تو سواری کو تیز چلایا جاسکتا ہے۔

{ عرفہ میں عصر اور ظہر کو ایک اذان و دو اقامت کے ساتھ پڑھا جائے }

٦١٥. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الصَّلَاةِ بِعَرَفَاتٍ إِنْ تَطَوَّعَ
بَيْنَهُمَا صَلَّيْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بِأَذَانٍ وَاقَامَةٍ وَإِنْ لَمْ يَتَطَوَّعْ بَيْنَهُمَا صَلَّاهُمَا بِأَذَانٍ وَاقَامَتَيْنِ.

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے عرفات میں نماز کے بارے میں فرمایا: کہ اگر حاجی

دونوں نمازوں کے درمیان میں نفل پڑھ لے تو پھر دونوں میں سے ہر ایک نماز کو ایک اذان و اقامت کے ساتھ پڑھے اور اگر ان دونوں کے درمیان نفل نہ پڑھے ہوں تو ان دونوں نمازوں کو ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ پڑھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو ایک اذان و اقامت کے ساتھ پڑھا جائے }

۶۱۱۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الصَّلَاتَيْنِ بِمَجْمَعِ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ إِذَا تَطَوَّعْتَ بَيْنَهُمَا فَصَلِّ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بِأَذَانٍ وَاقَامَتَيْنِ وَإِذَا لَمْ يَتَطَوَّعْ بَيْنَهُمَا صَلَّاهُمَا بِأَذَانٍ وَاقَامَةٍ وَاحِدَةٍ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز کے بارے میں فرمایا: اگر تم نے ان دونوں نمازوں کے درمیان نفل پڑھ لیے ہوں تو تو پھر ان دونوں نمازوں میں سے ہر ایک نماز کو ایک اذان و دو اقامت کے ساتھ پڑھو اور اگر حاجی نے دونوں نمازوں کے درمیان نفل نہ پڑھے ہوں تو تو پھر ان دونوں نمازوں کو ایک اذان و ایک اقامت کے ساتھ پڑھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ اگر حاجی نے وقوف مزدلفہ کو نہیں پایا تو اس کا حج فوت ہو گیا }

۶۱۲۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا لَمْ يُدْرِكْ جَمْعًا فَقَدْ فَاتَهُ الْحَجُّ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: اگر حاجی نے (وقوف) مزدلفہ کو نہیں پایا تو اس کا حج فوت ہو گیا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

وقوف مزدلفہ کو نہ پانے سے امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی مراد غالباً یہ ہے کہ وقوف مزدلفہ کے پانے سے قبل عرفات کو نہ پانے کی وجہ سے وقوف مزدلفہ کو نہیں پایا ورنہ وقوف مزدلفہ حج کا رکن نہیں ہے کہ اس کے فوت ہونے سے حج فوت ہو جائے بلکہ اس کے فوت ہونے سے قربانی لازم آئے گی۔

چنانچہ سیدنا عبدالرحمن بن عمر دہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ سے حج کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: حج عرفات ہے یا آپ ﷺ نے فرمایا: حج عرفہ ہے اور جس نے صبح کی نماز سے پہلے مزدلفہ کی رات پالی تو اس نے حج کو پایا۔“ (سنن الدارمی: ۱۹۲۹، مسند الحمیدی: ۹۲۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹۳۶۷)

نیز مصنف ابن ابی شیبہ میں بسند صحیح مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ بھی اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جو مزدلفہ سے چلا جائے اور اس کا خیال ہو کہ یہاں نہیں ٹھہرنا اور وہ منیٰ آ جائے تو اس پر قربانی لازم ہے۔ (دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۲۳۳ باب من قال اذا رجع فلم یزلبھا اھرق دما)

{ جو شخص قربانی کے دن احرام کی حالت میں آئے اسے چاہیے کہ وہ عمرے کا احرام باندھے اور اس پر

آئندہ سال حج لازم ہوگا }

۶۱۸۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَجُلًا قَدِمَ يَوْمَ النَّحْرِ وَهُوَ مُهْلٌ بِالْحَجِّ فَأَمَرَهُ أَنْ يُهْلَ بِالْعُمْرَةِ وَجَعَلَ عَلَيْهِ الْحَجَّ مِنْ قَابِلٍ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی قربانی کے دن آیا اور اس نے حج کو احرام باندھا ہوا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے اس آدمی کو حکم دیا کہ عمرہ کا احرام باندھے اور آپ ﷺ نے اس پر آئندہ سال حج کرنا لازم قرار دیا۔

تحقیق:

حج، مرسل معتقد ہے۔

فائدہ:

اس حدیث کی معنوی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جسے عرفات کا وقوف مل گیا اس کا حج مکمل ہو گیا اور جس سے عرفات رہ گیا اس کا حج رہ گیا، اسے چاہیے کہ وہ عمرے کا احرام باندھے اور اس پر آئندہ سال حج کرنا لازم ہوگا۔“ (سنن الدارقطنی: ۲۵۱۸، ۲۵۱۹)

{ ایک شخص کے حج کی خاطر سیدنا عمرؓ نے پورے قافلے کو روک کر رکھا }

۶۱۹. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا عُمَرُ يَجْمَعُ إِذَا تَأْتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنِّي قَدِمْتُ السَّاعَةَ وَأَنَا مُهْلٌ بِالْحَجِّ فَقَالَ لَهُ أَتَمَّهَدِي إِلَى عَرَفَاتٍ؟ قَالَ لَا فَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا فَقَالَ انْطَلِقِي بِهِ إِلَى عَرَفَاتٍ وَلْيَقِفْ بِهَا ثُمَّ أَجْلِ عَلَى فَاتِي حَابِسِ النَّاسِ عَلَيْكَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَقَفَ بِالنَّاسِ ثُمَّ جَعَلَ يَقُولُ هَلْ جَاءَ الرَّجُلُ؟ فَقَالُوا لَا قَلَمُ يَزُلْ حَابِسًا النَّاسَ حَتَّى جَاءَ فَأَفَاضَ وَأَفَاضَ النَّاسُ مَعَهُ.

امام ابراہیم غفرلہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس دوران جبکہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مزدلفہ میں ٹھہرے ہوئے تھے، ایک شخص ان کے پاس آیا، اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! میں ابھی ابھی آیا ہوں اور میں تلبیہ پڑھ رہا ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: کیا تم عرفات میں گئے ہو؟ اس نے کہا: جی نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو اس کے ہمراہ بھیجا اور فرمایا: اس کو عرفات میں لے جاؤ تا کہ یہ وہاں وقوف کرے۔ پھر اسے جلدی میرے پاس لے آؤ اور بہت جلدی کرنا کیونکہ میں تمہاری وجہ سے لوگوں کو روک کر رکھوں گا، جب صبح ہوئی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو روک کر رکھا اور پوچھا: فلاں شخص آ گیا ہے؟ حاضرین نے بتایا کہ نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو لے کر وہاں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ وہ شخص آ گیا، پھر آپ نے روانگی اختیار کی اور سب لوگ آپ کے ساتھ روانہ ہوئے۔

تحقیق:

صحیح، مرسل ہے۔

{ جو لوگ رات کو ہی مزدلفہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہو جائیں وہ طلوع آفتاب سے پہلے کنکریاں نہ ماریں }

۶۲۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ عَجَّلَ النَّبِيُّ ﷺ ضَعْفَةَ أَهْلِهِ مِنَ الْمَزْدَلِفَةِ بَلِيلٍ وَأَوْغَرَ إِلَى كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ أَنْ لَا يَزِمِي جَمْرَةَ الْعَقَمَةِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ.

حضرت امام ابراہیم غفرلہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت ہی اپنے اہل خانہ میں سے کمزور افراد کو مزدلفہ سے (منیٰ کی طرف) جلدی روانہ کر دیا اور ان میں سے ہر ایک انسان کو ہدایت کر دی کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے جمرہ عقبہ کو کنکریاں نہ مارتا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحاکمی: ۲۴۹، جامع المسانید للحوارزمی: ج ۱ ص ۵۱۹ ح ۹۳۲۱، صحیح البخاری: ۱۶۷۸، صحیح مسلم: ۱۲۹۳، سنن ابن ماجہ: ۳۰۲۶، سنن ابی داؤد: ۱۹۳۹، سنن الترمذی: ۸۹۳، سنن النسائی: ۳۰۳۹، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۸۲۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۷۵۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۲۰، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۳۸۶، صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۷۰، مستخرج ابی عوانہ: ۳۵۲۵، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۳۴۹۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۹۷۸، صحیح ابن حبان: ۳۸۶۵۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق کثیر ورواہ ابو حنیفہ عن سلمۃ عن الحسن عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ وعن حماد عن سعید ابن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ نحوه۔ فانظر مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحاکمی: ۲۴۹، ۲۵۰)

فائدہ:

حجاج کرام منی سے عرفات اور عرفات سے مزدلفہ کا چکر لگانے کے بعد دس ذی الحجہ کو دوبارہ منی کی طرف روانہ ہوتے ہیں، وہاں پہنچ کر انہیں سب سے پہلے اپنے ازلی دشمن سے انتقام لینا ہوتا ہے، پھر اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا ہوتا ہے، پھر اپنے بالوں کی قربانی دینا ہوتی ہے اور احرام کی پابندیوں سے آزاد ہو کر طواف زیارت کے لیے جانا ہوتا ہے۔ ان تمام چکروں میں بعض اوقات خواتین اور بچوں کو چکر آ جاتے ہیں اس لیے شریعت نے ان سے وقوف مزدلفہ کو ساقط کر کے اس بات کی اجازت دے دی کہ رش اور تنگی سے بچنے کے لیے اگر وہ رات ہی کو مزدلفہ سے منی جانا چاہیں تو انہیں اس بات کی اجازت ہے۔

لیکن اس بات کی قطعاً اجازت نہیں کہ طلوع آفتاب سے پہلے اگلے دن کے افعال سرانجام دینا شروع کر دیں، شریعت کی طرف سے دی گئی یہ آسانی اس صورت میں ہے، جبکہ خواتین اور بچوں کے ساتھ کوئی محرم موجود ہو جو ان کی حفاظت بھی کر سکے اور کسی ناگہانی واقعے کی صورت میں معاملات کو سنبھال بھی سکے۔

اور یہ آسانی آج بھی موجود ہے، یہ الگ بات ہے کہ دور حاضر میں حجاج کرام کی تعداد بڑھ جانے کی وجہ سے رش بھی بڑھ گیا ہے اور صورت حال یہاں تک بڑھ چکی ہے کہ بہت سے حاجی: ساری رات سفر کرنے کے بعد بمشکل صبح صادق سے پہلے وہاں پہنچ پاتے ہیں، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں نماز فجر پڑھ کر ہی وہاں سے دوبارہ روانہ ہوا جاسکتا ہے، جب نماز فجر پڑھ لیا تو

وقوف کرنے میں کیا رکاوٹ ہے اس لیے وقوف کر کے ہی منی کی طرف روانہ ہونا چاہیے۔

{ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ قربانی کے دن حج کا تلبیہ پڑھا تھا }

۶۲۱۔ یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ خَرَجَ صَبِيحَةَ يَوْمِ النَّحْرِ مِنْ مَسْجِدِ الْخَيْفِ يُلَبِّي وَهُوَ يُرِيدُ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ يَوْمَئِذٍ فَانْشَأَ النَّاسُ عَلَيْهِ فَقَالُوا رَجُلٌ يُلَبِّي بِالنَّحْرِ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ مَا بَالُ النَّاسِ؟ أَلَسِيَ النَّاسُ أَمْ جَاهِلُوا أَمْ ظَالَمُوا عَلَيْهِمُ الْعَهْدُ ثُمَّ رَفَعَ صَوْتَهُ يُلَبِّي لَبَّيْكَ عَدَدَ الثَّرَابِ لَبَّيْكَ، فَلَمَّا عَلِمُوا أَنَّهُ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَفَرَّقُوا عَنْهُ وَعَلِمُوا أَنَّهُ أَعْلَمُ بِالْأَمْرِ مِنْهُمْ۔

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ قربانی کے دن کی صبح کو مسجد خیف سے تلبیہ پڑھتے ہوئے نکلے اور جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنا چاہتے تھے تو لوگ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارد گرد جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ آدمی قربانی کے دن حج کا تلبیہ پڑھ رہا ہے؟ پس سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ یا ناواقف ہیں یا ان پر عہد طویل ہو گیا ہے؟ پھر آپ رضی اللہ عنہ بآواز بلند بایں الفاظ تلبیہ پڑھنے لگے: ”لَبَّيْكَ عَدَدَ الثَّرَابِ لَبَّيْكَ“ جب لوگوں کو معلوم پڑا کہ یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں تو لوگ آپ کے ارد گرد سے ہٹ گئے (کیونکہ) لوگ سمجھتے تھے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ شرعی مسائل کا ان سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔

تحقیق:
صحیح ہے۔

{ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ عقبہ کی رمی تک تلبیہ پڑھا }

۶۲۲۔ یُسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ (عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ) عَنْ الْفَضْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ لَبَّى حَتَّى رَمَى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ۔

حضرت سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لبیک پکارتے رہے حتیٰ کہ جمرہ عقبہ کو رمی کی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۶۸۵، صحیح مسلم: ۱۲۸۱، سنن ابن ماجہ: ۳۰۴۰، سنن ابی داؤد: ۱۸۱۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۳، سنن

الترمذی: ۹۱۸، سنن النسائی: ۳۰۲۰، ۳۰۵۵، مسند الامام ابی حنیفہ: روایۃ الحنفی: ۲۵۱، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۰۲۲، مسند الحمیدی: ۴۶۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۹۸۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۹۱، سنن الدارمی: ۱۹۳۳، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۶۷۱۶، صحیح ابن خزیمہ: ۲۸۲۵، مستخرج ابی عوانہ: ۳۱۳۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۰۰۷، صحیح ابن حبان: ۳۸۰۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

جیسے ہی حاجی پہلی کنکری مارے فوراً تلبیہ پڑھنا بند کر دے کیونکہ احادیث میں یہی مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے پہلی کنکری مارتے ہی تلبیہ بند فرما دیا تھا۔

{ حج تمتع کرنے والے نے قربانی کے دن قربانی کر دی تو اس کا احرام مکمل ہو گیا }

۶۲۲. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمُسْتَتَبِعِ إِذَا أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ سَأَى الْهَدْيِ لِمُسْتَعْتَبِهِ فَقَدِمَ مَكَّةَ فَقَضَى عُمْرَتَهُ كُلَّهَا إِلَّا التَّقْصِيرَ فَلْيُقِمْ حَرَامًا لَا يَحِلُّ حَتَّى يَهْلَ بِالْحَجِّ مِنْ مَكَّةَ وَيَفْرُغَ مِنْ حَجِّهِ وَيَنْحَرَّ الْهَدْيَ فَإِذَا نَحَرَ الْهَدْيَ يَوْمَ النَّحْرِ حَلَّ.

ابراہیم رحمہ اللہ نے تمتع (حج تمتع کرنے والے) کے بارے فرمایا کہ جب اس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا اور اپنے متعہ کے لیے ہدی کا جانور ہانک لے گیا پس مکہ آیا اور بال کتروانے کے سوا اس نے اپنا تمام عمرہ ادا کر لیا تو اسے چاہیے کہ احرام کی حالت میں ٹھہر جائے اور حلال نہ ہو یہاں تک کہ مکہ سے حج کا احرام باندھ لے اور اپنے حج سے فارغ ہو جائے اور ہدی کے جانور کی قربانی پیش کر دے، پس جب اس نے قربانی کے دن ہدی کا جانور قربان کر دیا تو یہ حلال ہو گیا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۳۵۱ باب من غرق قتل، جامع المسانید للنواری: ج ۱ ص ۵۱۳، ۵۱۵، ۵۱۵ ح ۹۱۵

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ سرمندان، بال کتروانے سے بہتر ہے }

۶۲۴۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: الْحَلْقُ أَفْضَلُ لِلرِّجَالِ مِنَ التَّقْصِيرِ، وَالتَّقْصِيرُ أَفْضَلُ لِلنِّسَاءِ مِنَ الْحَلْقِ، وَمَا أَقْلَبَ الْمَرْأَةَ مِنَ الْأَخْذِ فَهُوَ أَفْضَلُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: مردوں کے لیے سرمندان، بال کتروانے سے بہتر ہے اور عورتوں کے لیے بال کترنا، سرمندانے سے بہتر ہے اور عورت جس قدر تھوڑے بال کتروائے افضل ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

- ۱۔ حاجی کے لیے سرمندان اور بال کتروانا دونوں جائز ہیں، البتہ سرمندان افضل اور اولیٰ ہے اور اس کی دودھیں ہیں:
- ۱۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حدیث مبارکہ میں حلق کرانے اور سرمندانے والوں کے لیے تین مرتبہ رحمت خداوندی کی دعاء فرمائی ہے جب کہ کتروانے والوں کے لیے صرف ایک مرتبہ دعاء فرمائی ہے۔
- ۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حلق یا قصر کا مقصد صفائی حاصل کرنا ہے اور یہ مقصد سرمندانے میں علی وجہ الکمال حاصل ہوتا ہے، اس لیے اس حوالے سے بھی حلق ہی افضل ہوگا، اس کے برخلاف بال کتروانے میں صفائی اور ستھرائی میں کمی و نقص ہے، لہذا یہ وضو اور غسل کے مشابہ ہو گیا اور جس طرح وضو اور غسل میں سے غسل کرنا افضل ہے اسی طرح حلق اور قصر میں سے حلق کرنا افضل ہوگا۔

البتہ عورتوں پر قصر نہیں ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”عورتوں کے لیے سرمندان نہیں ہے۔ ان کے لیے صرف بال کتروانا ہے۔“ (سنن ابی داؤد: ۱۹۸۵، ۱۹۸۴)

نیز مذکورہ بالا امام نخعی رحمہ اللہ کا قول نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے میں عورتوں کے لیے یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنے سر کے بالوں کے کناروں سے پورے سے کم کاٹیں۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۳ کتاب من احتجم وهو محرم والحلق)

{ تین افراد عہدہ امارت پر نہ ہونے کے باوجود امیر ہی سمجھے جاتے ہیں }

۶۲۵۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْفَعِ عَنْ عَمْرِاءِ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَوْ ابْنِ مَسْعُودٍ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ ثَلَاثَةُ أُمَرَاءُ الْمَرْأَةِ تَكُونُ مَعَ الْقَوْمِ فَتَحِيضُ قَبْلَ أَنْ تَطُوفَ فَيُقِيمُونَ عَلَيْهَا إِلَّا أَنْ تَأْذَنَ لَهُمْ وَالْقَوْمُ يَشْهَدُونَ الْجَنَازَةَ لَا يَزْجَعُونَ حَتَّى يَأْذَنَ لَهُمْ أَهْلُهَا أَوْ تُدْفَنَ وَالرَّجُلُ يُدْخِلُ عَلَيْهِ فِي بَيْتِهِ وَلَا تَخْرُجُ إِلَّا بِإِذْنِهِ هُوَ عَلَيْكَ أَمِيرٌ مَا دُمْتَ فِي بَيْتِهِ.

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: تین آدمی (عہدہ امارت پر نہ ہونے کے باوجود بھی) امیر ہی سمجھے جاتے ہیں وہ عورت جو کسی جماعت کے ساتھ (حج یا عمرہ) کے لیے جائے اور طواف کرنے سے پہلے ہی حائضہ ہو جائے اب وہ جماعت اس عورت کی اجازت کے بغیر کوچ نہیں کر سکتی۔ وہ لوگ جو کسی کے نماز جنازہ میں شریک ہوں تو اب وہ اس وقت تک واپس نہیں جاسکتے جب تک کہ میت کا دلی اجازت نہ دے یا جب تک میت کو دفن نہ کر دیا جائے۔ اور وہ آدمی جو کسی کے گھر جائے تو اب وہ اس وقت تک گھر سے باہر نہیں نکل سکتا جب تک گھر والا اجازت نہ دے دے کیونکہ جب تک تو اس کے گھر میں ہے وہ تجھ پر امیر ہے۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ طرق اخری عند ابن ابی شیبہ: ۱۱۵۳۲، ۱۱۵۳۳، و عبد الرزاق: ۶۵۲۲)

{عذر کی بناء پر طواف و دایع واجب نہیں رہتا}

۶۲۶. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُجَيْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنْ تَصْدُرَ فَقَالَتْ إِنِّي حَائِضٌ فَقَالَ عَقْرَى حَلَقَى إِنَّكَ الْآنَ لَحَابِسُ تُنَائِمٌ ذَكَرَ فَقَالَ أَمَا كُنْتَ طُفْتُ بِالْبَيْتِ طَوَافٍ يَوْمَ النَّحْرِ؟ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ فَاصْدُرِي.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صفیہ رضی اللہ عنہا کو کوروانگی کا حکم دیا، انہوں نے عرض کیا کہ میں حائضہ ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بانجھ ہو! سر مونڈا جائے! تو ہمیں (کوچ کرنے سے) روک لے گی۔ پھر فرمایا: کیا تو نے (نحر کے دن) بیت اللہ کا طواف (زیارت) کر نہیں لیا؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! حضور ﷺ نے فرمایا: (تب کوئی رکاوٹ نہیں) کوچ کرو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۵۶۱، ۱۷۷۱، صحیح مسلم: ۱۲۱۱، سنن ابن ماجہ: ۳۰۷۳، مصنف ابن ابی حنیہ: ۵۷۵، مسند الامام احمد

بن حنبل: ۲۵۸۷۵، مستخرج ابی عوانہ: ۳۳۰۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹۷۵۵، شرح السنۃ للبخاری: ۱۹۷۴، المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابن نعیم: ۲۸۰۹، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۵۲۰ ح ۹۳۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وصلہ البخاری ورواہ بسندہ عن ابراہیم عن الاسود عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت حاضت صفیہ..... الخ.)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا نے یہ کمان کیا کہ جس طرح طواف زیارت عذر کی وجہ سے ترک نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح عذر کے سبب طواف وداغ کا ترک بھی جائز نہیں، اس لیے انہوں نے کہا کہ میں ایام سے ہوں اور آنحضرت ﷺ یہ سمجھے کہ انہوں نے طواف زیارت نہیں کیا ہے جس کی وجہ سے اب ٹھہرنا پڑے گا، اس لیے آپ ﷺ نے مذکورہ بالا جملہ فرمایا۔ مگر جب آپ ﷺ کو تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات طواف زیارت کے لیے نہیں کہی ہے بلکہ طواف وداغ کے لیے کہی ہے، تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ طواف وداغ کے بغیر ہی مدینہ روانہ ہو جاؤ کیونکہ عذر کی بناء پر طواف کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے، ہاں اگر طواف زیارت ابھی نہ ہوا ہوتا تو پھر اس کی وجہ سے رکنا پڑتا۔
- ۲۔ ”باجھ ہو! سرمونڈا جائے!“۔ یہ جملہ اگرچہ بددعا ہے، مگر یہ بددعا کے ارادے سے استعمال نہیں کیا گیا ہے بلکہ اہل عرب کی عادت ہے کہ وہ ایسے جملے ازراہ پیارا استعمال کرتے ہیں۔

{ اگر عورت حج تمتع کی نیت سے آئے اور وہ ایام میں ہو تو کیا حکم ہے؟ }

۶۲۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ (عَنِ الْأَسْوَدِ) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَدِمَتْ مُتَمَتِّعَةً وَهِيَ حَائِضٌ فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ ﷺ فَرَفَضَتْ عُمَرُهَا وَاسْتَأْنَفَتْ الْحَجَّ حَتَّى إِذَا فَرَغَتْ مِنْ حَجِّهَا أَمَرَهَا أَنْ تَصُدُقَ النَّاسَ بِحَجِّ وَاعْمَرَةَ وَأَصْدُرَ آكَاءَ بِحَجَّةٍ فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ انْطَلِقِي بِهَا إِلَى الثَّعْبِيِّ فَلْتَهْلُ بِعُمَرَةٍ ثُمَّ لَتَفْرُغْ مِنْهَا ثُمَّ أَجْعَلْ عَلَى فَايِي أَنْتَظِرُكَ بِبَطْنِ الْعَقَبَةِ

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ حج تمتع کی نیت سے مکہ مکرمہ پہنچیں اور ایام سے تھیں، پس نبی اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا تو انہوں نے عمرہ چھوڑ دیا اور ازسرنو حج کا احرام باندھ لیا جب حج سے فراغت ہو گئی تو نبی ﷺ نے واپس کوچ کرنے کا حکم دیا، انہوں نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ! لوگ حج اور عمرہ کے ساتھ واپس جائیں گے

اور میں صرف حج کے ساتھ؟ اس پر نبی ﷺ نے (ان کے بھائی) عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ تنصیم چلے جائیں تاکہ وہ وہاں سے احرام باندھ لیں پھر جب عمرہ سے فارغ ہو جائیں تو توجلدی سے لوٹ آئیں کیونکہ میں بطن عقبہ میں تمہارا انتظار کروں گا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۲۳۱، ۲۳۲، صحیح مسلم: ۱۲۱۱، سنن ابی داؤد: ۱۷۷۸، ۱۷۸۲، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۳۸۳۹، صحیح ابن حبان: ۳۷۹۲، صحیح ابن خزیمہ: ۲۶۰۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ عرفات سے واپسی کے وقت سکون و اطمینان اختیار کرنے کا حکم }

۶۲۸. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ وَعَلْقَمَةَ أَنَّهَا دَفَعَامَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ فَإِنَّ الْبِرَّ لَيْسَ بِإِضْطَاعِ الْإِبِلِ وَلَا إِيْجَافِ الْخَيْلِ قَالَا فَمَا زَادَ رَاحِلَتُهُ عَلَى هَيْئَتِهَا وَانْتَهَا لَتَقْصَعُ بِحَرَّتِهَا.

علقمہ رحمہ اللہ اور اسود رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ دونوں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ (عرفات سے) روانہ ہوئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے لوگو! آرام سے چلو، نیکی اونٹ اور گھوڑے تیز بھگانے میں نہیں ہے۔“ اسود رحمہ اللہ اور علقمہ رحمہ اللہ نے کہا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری کو اس کی چال سے زیادہ نہیں بھگایا حالانکہ سواری جگالی کرتے ہوئے جارہی تھی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

جمع میں جانور بھگانا سنجیدگی اور وقار کے خلاف ہے، البتہ کھلی جگہ ہو اور مزاحمت نہ ہو تو سواری کو تیز چلایا جاسکتا ہے۔

{ کلمہ تقویٰ سے مراد تلبیہ اور تکبیر ہے }

۶۲۹. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ حَدَّثَهُ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

أَنَّهُ أَبْصَرَ هُمْ عِنْدَ الْجُمُرَةِ يُهْلُونَ وَيُكْتَبُونَ قَالَ هِيَ هِيَ هِيَ وَرَبِّ الْكُتُبَةِ قَالَ فَلَمَّا انْصَرَفَ سُئِلَ عَنْ ذَلِكَ قَالَ كَلِمَةُ التَّقْوَى (كَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا).

موسی بن ابی کثیر رحمہ اللہ سے (اس شخص کے واسطے سے جس نے ان سے بیان کیا ہے) مروی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کو دیکھا کہ جمرہ کے قریب تلبیہ اور تکبیر پڑھ رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم یہی ہے، یہی ہے، یہی ہے، یہی ہے۔ جب آپ واپس ہوئے تو آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کا ارادہ کیا تھا؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اور ان کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا اور وہ اسی کے زیادہ حق دار اور اس کے اہل تھے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۹۷۹۸، اخبار مکتہ لفاکھی: ۲۶۸۱، کتاب الدعاء للطبرانی: ۱۶۱۲، جامع المسانید للنحوارزی:

-۹۴۸

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ طریق اخری عند الفاکھی)

{اللہ کے ارشاد {فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ} کی تفسیر}

۱۳۰. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى {فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ} (البقرة: ۲۰۲) {بَرٍّ مِنَ الْإِثْمِ، وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ} {بَرٍّ مِنَ الْإِثْمِ}۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے اللہ رب العزت کے ارشاد {فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ} ”پھر جو شخص دو ہی دن میں جلدی چلا جائے اس پر کوئی گناہ نہیں۔“ کے متعلق فرمایا کہ وہ گناہ سے لا تعلق ہو گیا (یعنی وہ بخشش شدہ ہے)، اور {وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ} ”اور جو شخص (ایک دن) بعد جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔“ بھی گناہ سے لا تعلق ہو گیا (یعنی بخشش شدہ ہے)۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طریق اخری عند ابن ابی شیبہ: ۵۵۰۴)

فائدہ:

منی میں تین دن گزارنا سنت ہے، اور اس دوران جمرات پر کنکریاں مارنا واجب ہے۔ البتہ ۱۲ تاریخ کے بعد منی سے چلا جانا جائز ہے، ۱۳ تاریخ تک رکنا ضروری نہیں۔ اور اگر کوئی رکنا چاہے تو ۱۳ تاریخ کو بھی رمی کر کے واپس جاسکتا ہے۔

{ طواف وداع چھوڑنے کی صرت میں مردوں پر قربانی ہے اور خواتین پر کچھ بھی نہیں }

۶۳۱۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ تَرَكَ طَوَافَ الصُّدْرِ مِنَ الرِّجَالِ فَعَلَيْهِ دَمٌ وَمَنْ تَرَكَهُ مِنَ النِّسَاءِ فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ شَيْءٌ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: مردوں میں سے جس نے طواف وداع چھوڑ دیا اس پر قربانی ہے اور اگر عورتوں میں سے کسی نے طواف وداع چھوڑ دیا، تو ان پر کچھ بھی نہیں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۶۳۲۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ بَعَثَ مَعَ عَلْقَمَةَ يَهْدِي فَقَالَ: اخْرُؤْ كُلَّ ثَلَاثٍ وَتَصَدَّقْ بِثَلَاثٍ وَابْعَثْ إِلَى آلِ عُبَيْدِ بْنِ مَسْعُودٍ بِثَلَاثٍ۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے علقمہ رحمہ اللہ کے ساتھ قربانی کا جانور بھیجا اور ان سے فرمایا: ”کہ اس کو ذبح کرنا اور ایک تہائی تم کھا لینا، ایک تہائی صدقہ کر دینا اور ایک تہائی (ان کے بھائی) عتبہ بن مسعود کے اہل و عیال کو بھیج دینا۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۰/۱۳ باب فی حدی الطلوع وکل منہ ام لا؟، المحلی بالآثار لابن حزم: ج ۷ ص ۷۰ بحوالہ تعلیق

کتاب الآثار۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ تمہارا عمرہ اسی سال کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے }

۶۳۳. یُسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ سَرَّاقَةَ بْنَ مَالِكِ بْنِ جُعْشَمٍ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَرَأَيْتَ عُمَرَتَنَا هَذِهِ لِعَامِنَا لِمَلَأَ قَالَ لِلْأَبَدِ.

حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا سرّاقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ فرمائیں، کیا ہمارا یہ عمرہ (یعنی ایام حج کے دوران میں) صرف اسی سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیشہ کے لیے ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۷۸۵، ۲۵۰۵، سنن ابی داؤد: ۱۷۸۷، ۱۹۰۵، سنن النسائی: ۲۸۰۵، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۷۷۳، مسند ابن الجعد: ۴۶۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۷۵۸۹، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۰۲۷، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۲۴۳۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۸۷۷، ۳۸۸۱، ۳۸۸۳، صحیح ابن حبان: ۳۷۹۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۵۶۲، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ص ۳۰، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحاکمی: ۲۳۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

ابوزبیر سے امام ابوزبیر محمد بن مسلم بن تدرس الاسدی الہکی رحمہ اللہ مراد ہیں جو کہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۵۰۲)

{ چار یا پانچ دنوں کو چھوڑ کر باقی پورا سال عمرہ کیا جاسکتا ہے }

۶۳۴. یُسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ عَجْوزٍ مِنَ الْعَتَبِيِّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ لَا بَأْسَ بِالْعُمْرَةِ فِي أَيِّ أَشْهُرِ السَّنَةِ شِئْتَ مَا خَلَا خَمْسَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَرْبَعَةً مِنَ السَّنَةِ يَوْمَ عَرَفَةَ وَيَوْمَ النَّحْرِ وَأَيَّامَ التَّشْرِيقِ.

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: پانچ یا چار دنوں یعنی عرفہ کے دن، نحر کے دن اور ایام تشریق کے سوا سال کے جس دن میں بھی چاہو عمرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۳۹ باب العمرۃ فی اھجر الحج وغیرھا، جامع المسانید للخوازمی: ۸۹۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۷۲۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۸۷۴۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

- ۱۔ امام ابو خالد یزید بن عبد الرحمن بن ابی سلامہ دالانی کو فی رحمہ اللہ سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۷۳۳۶)
- ۲۔ مجوز سے ام صہباء معاذہ بنت عبد اللہ عدویہ بصریہ رحمہا اللہ مراد ہیں جو کہ کتب صحاح ستہ کی ثقہ راویہ ہیں۔ (تقریب: ۸۶۸۳)

{ چار یا پانچ دنوں کو چھوڑ کر باقی پورا سال عمرہ کیا جاسکتا ہے }

۶۳۵. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ عَجُوزٍ مِنَ الْعَتِيكِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ لَا بَأْسَ بِالْعُمْرَةِ فِي أَيِّ أَشْهُرِ السَّنَةِ شِئْتَ مَا خَلَا خَمْسَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَرْبَعَةَ مِنَ السَّنَةِ يَوْمَ عَرَفَةَ وَيَوْمَ النَّحْرِ وَأَيَّامَ التَّشْرِيقِ.

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: پانچ یا چار دنوں یعنی عرفہ کے دن، نحر کے دن اور ایام تشریق کے سو سال کے جس دن میں بھی چاہو عمرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۳۹ باب العمرۃ فی اھجر الحج وغیرھا، جامع المسانید للخوازمی: ۸۹۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۷۲۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۸۷۴۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

- ۱۔ امام ابو خالد یزید بن عبد الرحمن بن ابی سلامہ دالانی کو فی رحمہ اللہ سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۷۳۳۶)
- ۲۔ مجوز سے ام صہباء معاذہ بنت عبد اللہ عدویہ بصریہ رحمہا اللہ مراد ہیں جو کہ کتب صحاح ستہ کی ثقہ راویہ ہیں۔ (تقریب: ۸۶۸۳)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے البتہ ہم نویں ذی الحجہ کی شب کو عمرہ سے منع کرتے ہیں نویں ذی الحجہ کی صبح کو عمرہ کر سکتا ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۳۹)

{ نبی ﷺ نے چار عمرے اور ایک حج کیا، ایک عمرہ حج کے ساتھ ملا کر کیا }

۶۳۶. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ وَحَجَّ وَاحِدَةً قَرَنَ مَعَهَا إِحْدَى عُمَرِهِ الْأَرْبَعِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے چار عمرے کئے، ایک حج کیا اور اپنے چار عمروں میں سے ایک عمرہ اپنے حج کے ساتھ ملا کر کیا۔

تحقیق:

مرسل ہے۔

{ حجر اسود کے استلام کے لیے تکبیر کہنے تک عمرہ کا تلبیہ بند نہ کیا جائے }

۶۳۷. یُوسُفُ بْنُ أَبِي يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا يَقْطَعُ تَلْبِيَةَ الْعُمْرَةِ حَتَّى يُكَبِّرَ لِاسْتِئْذَانِ الْحَجْرِ الْأَسْوَدِ لِأَوَّلِ طَوَافِهِ بِالْبَيْتِ وَيَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ فِي الْحُجِّ عِنْدَ أَوَّلِ حَصَاةٍ يَزُمِيهَا بِحَجَرَةِ الْعَقَبَةِ يَوْمَ النَّحْرِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: بیت اللہ کے پہلے طواف کے لیے محرم حجر اسود کے استلام کے لیے تکبیر کہنے تک عمرہ کا تلبیہ بند نہ کر دے اور حج کا تلبیہ جمرہ عقبہ کو پہلی کنکری مارتے ہی بند کر دے۔

مخرج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۳۶ باب متى يقطع التلبية؟ والشرط في الحج، جامع السانيد للخوازمي: ج ۱ ص ۵۱۲ ح ۹۰۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۳۶)

{ میت کی طرف سے حج کرنے کا بیان }

۶۳۸. یُؤَسَّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ أَنَّ رَجُلًا آتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ ابْنِي كَانَ شَيْخًا كَبِيرًا فَلَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَخُجَّ حَتَّى مَاتَ أَفَأُحْجُّ عَنْهُ؟ قَالَ لَوْ كَانَ عَلَى ابْنِكَ دَيْنٌ فَقَضَيْتَهُ أَمَا كَانَ يُخْزِي عَنْهُ.

ہیثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرے والد محترم بوڑھے عمرہ رسیدہ تھے، حج کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے یہاں تک کہ فوت ہو گئے تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر لوں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر تمہارے والد محترم کے ذمے قرض ہوتا اور تم ان کی طرف سے اس کو ادا کر دیتے تو کیا وہ ادا نہ ہو جاتا؟ (اس نے جواب دیا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم اپنے والد کی طرف سے حج کر لو۔)

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مؤطا مالک: ۹۷، صحیح ابن حبان: ۳۹۹۰، ۳۹۹۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۰۰۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۱۲، سنن الدارمی: ۱۸۷۳، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۳۵۱، ۶۷۱۷۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے، یہاں اگرچہ مرسل منقول ہے مگر دیگر کتب حدیث جیسے مسند احمد بن حنبل اور صحیح ابن حبان وغیرہ میں سیدنا فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح و متصل سند کے ساتھ مروی ہے۔

فائدہ:

حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ میت، عورت اور مرد کی طرف سے حج کرنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ وہ بڑھاپے کے باعث خود حج پر قادر نہ ہوں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ہمارے عام فقہاء کرام رحمہم اللہ کا موقف ہے۔ (مؤطا محمد: ۴۸۳، باب الحج عن الميت او عن الشيخ الکبیر)

{ ابن عمرؓ نے عمرہ کے احرام کی حالت میں مدینہ سے دو میل یا دو فرسخ پر حج کا احرام باندھا }

۱۳۹. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ خَرَجَ حَتَّى إِذَا كَانَ عَلَى مِيلَيْنِ أَوْ فَرَسَخَيْنِ مِنَ الْمَدِينَةِ وَهُوَ مُحَرَّمٌ بِعَنْتَةِ أَحْرَمَ بِالْحَجِّ.

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عمرہ کے احرام کے حالت میں نکلے یہاں تک کہ جب مدینہ سے دو میل یا دو فرسخ پر تھے تو انہوں نے حج کا احرام باندھا۔

تحقیق:
صحیح ہے۔



۲۸۔ بَابُ الصَّيْدِ

۲۸۔ شکار کا بیان

{حالت احرام میں دوبارہ شکار کرنے والے کا حکم}

۶۴۰. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ: {وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ (المائدة: ۹۵)} هَذَا قِيَمَابَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ وَعَلَيْهِ الْجَزَاءُ.

امام ابراہیم غفرلہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: {وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ} ”اور جو شخص دوبارہ ایسا کرے گا (یعنی احرام کی حالت میں شکار کر لے گا) تو اللہ اس سے بدلہ لے گا۔“ یہ تو اس کے اور اللہ کے درمیان ہے اور اس کے ذمے جزاء لازم ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

وجوب جزاء کے سلسلے میں پہل کرنے والا اور حملہ کرنے کے بعد دوبارہ حملہ کرنے والا دونوں برابر ہیں لہذا جس طرح پہل کرنے والے پر جزاء واجب ہے، اسی طرح عود کرنے والے پر بھی جزاء واجب ہے کیونکہ وجوب جزاء کا مدار اطلاق پر ہے اور اطلاق میں دونوں برابر ہیں۔ (احسن الہدایہ: ج ۳ ص ۴۵۲)

{چکور کے سلسلے میں سیدنا علیؑ اور سیدنا عثمانؓ کے اختلاف کا ذکر}

۶۴۱. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ أَنَّهُ قَالَ أَوَّلُ مَا اخْتَلَفَ عَلِيٌّ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي يَعَاقِيْبِ أَيْ يَهَاوُهُمَا مَخْرِمَانِ فَأَكَلَ عُثْمَانُ وَلَمْ يَأْكُلْ عَلِيٌّ فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ مَا أَرَدْتَ إِلَّا جَلَاءِي لَوْلَمْ أَكُلْ لَأَكَلْتَ

عبدالکریم رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا اولیں

اختلاف چکور کے گوشت کے بارے میں ہوا، ان کی خدمت میں چکور کا گوشت پیش کیا گیا جبکہ یہ دونوں حضرات احرام کی حالت میں تھے، پس سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کھایا جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نہ کھایا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ (شاید) اس سے آپ کا مقصد صرف مجھ سے اختلاف کرنا ہے اگر میں نہ کھاتا تو تم کھا لیتے۔

فائدہ:

یہ حدیث یہاں مختصر مروی ہے سنن ابی داود وغیرہ کی روایت میں یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ کھانے کا اہتمام کرنے والے نے چکوروں، جنگلی چڑیوں اور نیل گائے کا گوشت تیار کروایا تھا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ کھانا نہ کھایا اور فرمایا کہ یہ کھانا ایسے لوگوں کو پیش کریں جو احرام کی حالت میں نہ ہوں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کو حالت احرام میں نیل گائے (حمار وحشی) کا گوشت ہدیہ کیا تھا مگر آپ ﷺ نے اس کے کھانے سے انکار کر دیا تھا۔ (ملخصاً: سنن ابی داود: ۱۸۴۹)

{سیدنا ابن عمرؓ نے احرام کی حالت میں زندہ ہرن کا تحفہ قبول نہ کیا}

۶۴۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ الصَّلْتِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ ابْنَ عَامِرٍ أَهْدَى لِابْنِ عُمَرَ وَهُوَ بِمَكَّةَ بَيْضَ نَعَامٍ وَظَبْيَيْنِ حَيَّيْنِ فَلَمْ يَقْبَلْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ وَقَالَ هَلَّا ذَبَحْتَهُمَا قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَهُمَا الْحَرَمَ ۚ

ابن عامر رحمہ اللہ نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جبکہ وہ (حرم) مکہ میں تھے دو زندہ ہرن اور شتر مرغ کے انڈے ہدیہ کیے تو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان میں سے کسی چیز کو بھی قبول نہ کیا اور فرمایا کہ: تم نے انہیں حرم (کی حدود) میں لانے سے پہلے ذبح کیوں نہیں کیا؟

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۶۴ باب الصيد فی الحرام، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۵۴۱ ح ۹۹۳، مصنف عبد الرزاق: ۸۳۱۰، ۸۳۱۱، ۸۳۱۲، ۸۳۱۳ باب الصيد یدخل الحرم۔

تحقیق:

حسن ہے۔

- ۱۔ راقم الحروف کے پاس اسماء الرجال کی جو کتابیں موجود ہیں ان میں صلت بن جبیر رحمہ اللہ کا ترجمہ نہیں ملا مگر صلت کی کتب صحاح ستہ کے ثقہ و صدوق راوی امام نافع رحمہ اللہ نے متابعت کر رکھی ہے۔ (دیکھئے: مصنف عبدالرزاق: ۸۳۱۰، ۸۳۱۱)
- ۲۔ ابن عامر سے مراد عبداللہ بن عامر ہیں۔ (دیکھئے: مصنف عبدالرزاق: ۸۳۱۰)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: کہ ہم اسے ہی اختیار کرتے ہیں اگر کوئی شکار حرم میں زندہ داخل کیا جاتا ہے تو اس کو ذبح کرنا اور بیچنا جائز نہیں، اسے چھوڑ دینا چاہیے یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۶۴)

{احرام کی حالت میں شتر مرغ کے انڈے توڑنے کی سزا}

۶۴۳۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ (عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ) عَنْ خُصَيْفِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ فِي بَيْضِ النَّعَامِ يُصَيِّبُهُ الْمَحْرَمُ ثَمْنُهُ.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: محرم شتر مرغ کے انڈے کو نقصان پہنچا دے تو اس پر اس کی قیمت واجب ہوگی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۸۳۰۳ باب بیض النعام، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۵۲۰۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: باب بیض النعام یصیبها المحرم، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ج ۲ ص ۵۸ باب المحرم یصیب بعض النعام۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (وللحدیث شواہد)

- ۱۔ امام ابو یوسف بن عبدالرحمن الجزری رحمہ اللہ سنن اربعہ کے (فی نفسہ) ثقہ راوی ہیں۔ تاریخ الثقات للعلی: ۳۸۱)
- ۲۔ امام ابو عبیدہ عامر بن عبداللہ بن مسعود الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۸۲۳۱)

فائدہ:

اگر کوئی محرم شتر مرغ کا انڈا توڑ دے تو اس پر اس کی قیمت واجب ہو جائے گی کیونکہ انڈا دراصل صید کی اصل اور جڑ ہے انڈے ہی سے بچہ اور پھر بچہ سے صید بنتا ہے، اس لیے انڈے کو صید کے مرتبے میں اتار لیا جائے گا اور صید کو مارنا موجب ضمان ہے

لہذا انڈے کو توڑنا بھی موجب ضمان شمار ہوگا بشرطیکہ انڈا خراب نہ ہو، کیوں کہ خراب انڈے میں صید بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔

{ محرم کے لیے غیر محرم کے شکار کردہ جانور کو کھانے کا حکم }

۶۳۹. یُوسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْتُ فِي رَهْطٍ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ لَيْسَ فِي الْقَوْمِ إِلَّا مُحَرَّمٌ غَيْرِي فَبَطَرْتُ بِعَانَةٍ فَتَرْتُ إِلَى فَرَسِي وَتَجَلْتُ عَنْ سَوَاطِي فَقُلْتُ تَأْوِلُونِيهِ فَأَبْوَافَنَزَلْتُ عَنْهُ فَأَخَذْتُ سَوَاطِي ثُمَّ رَكِبْتُ وَطَلَبْتُ الْعَانَةَ فَأَصَبْتُ مِنْهَا جِارًا فَأَكَلُوا وَأَكَلْتُ مَعَهُمْ.

محمد بن منکدر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ نکلا میرے سوا سب لوگ حالت احرام میں تھے میں نے گور خر کا ایک ریوڑ دیکھا تو میں جلدی سے اپنے گھوڑے کی طرف لپکا اس پر سوار ہوا اور جلدی میں کوڑا اٹھانا بھول گیا، میں نے حضرات سے کہا مجھے کوڑا دے دو انہوں نے اس سے انکار کیا، میں گھوڑے سے اترا اپنا کوڑا لیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر گور خروں کی جماعت کو تلاش کیا اور میں نے ان میں سے ایک گور خر کو شکار کر لیا، ان لوگوں نے اس کا گوشت کھایا اور میں نے بھی ان کے ساتھ کھایا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۵۹، باب الصيد فی الحرم، جامع السانید للنخوارزمی: ج ۱ ص ۵۳۵ ح ۹۹۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۲ ص ۱۷۳، مصنف عبدالرزاق: ۸۳۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن منکدر بن عبد اللہ بن ہریر القرشی التیمی المدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۶۳۲، تاریخ الثقات للعلی: ۱۵۰۶) اور سیدنا ابو قتادہ سلمی انصاری مدنی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی محرم نے کسی حلال شخص کا شکار کردہ جانور کھالیا اور صورت حال یہ تھی کہ اس شکار

اور اس کے ذبح سے یا کسی بھی حوالے سے محرم کا شکار سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی اس نے شکار کرنے کا حکم دیا تھا اور نہ تو اس کی طرف رہنمائی کی تھی تو محرم پر کوئی جزاء وغیرہ لازم نہیں ہوگی، ہر چند کہ حلال شخص نے اس نیت سے شکار کیا تھا کہ اس کا گوشت محرم کو کھلاؤں گا۔

{ محرم شکار کا گوشت زادراہ کے طور پر رکھ سکتا ہے }

۶۴۷. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ الزُّبَيْرُ يَتَزَوَّدُ صَفِيْفَ الْوَحْشِ وَهُوَ مُحْرَمٌ۔

عروہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ (حمار) وحشی کے خشک گوشت کا زادراہ (توشہ) اختیار کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۶۱ باب الصيد فی الاحرام، مؤطا محمد: ۴۴۶، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۵۵۴
۱۰۱۳، مؤطا مالک: ۱۲۷۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴۶۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹۹۱۵، شرح السنۃ للبخاری: ۱۹۸۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابو منذر ہشام بن عروہ بن زبیر بن عوام قرشی اسدی مدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۶۵۸۵، تاریخ الثقات للعلی: ۱۷۴۰)

۲۔ امام ابو عبد اللہ عروہ بن زبیر بن عوام بن خویلد قرشی اسدی مدنی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۹۰۵، تاریخ الثقات للعلی: ۱۱۲۱)

{ محرم شکار کا گوشت زادراہ کے طور پر رکھ سکتا ہے }

۶۴۸. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَحْمِلُ لَحْمَ الصَّيْدِ صَفِيْفًا نَتَزَوَّدُ مِنْهُ وَنَأْكُلُهُ وَنَحْنُ مُحْرَمُونَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ۔

سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم شکار کا خشک کیا ہوا گوشت ساتھ لے جاتے اور زادراہ کے طور پر رکھتے اور اسے کھاتے تھے حالانکہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احرام کی حالت میں ہوتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۶۱ باب الصيد فی الاحرام، مؤطا محمد: ۴۴۶، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۱ ص ۵۵۴ ح ۱۰۱۳، مؤطا مالک: ۱۲۷۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۴۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹۹۱۵، شرح السنن للبخاری: ۱۹۸۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

- ۱۔ امام ابو منذر ہشام بن عروہ بن زبیر بن عوام قرشی اسدی مدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۶۵۸۵، تاریخ الثقات للعلی: ۱۷۴۰)
- ۲۔ امام ابو عبد اللہ عروہ بن زبیر بن عوام بن خویلد قرشی اسدی مدنی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۳۹۰۵، تاریخ الثقات للعلی: ۱۱۲۱)

{ محرم کے لیے غیر محرم کے شکار کردہ جانور کو کھانے کا حکم }

۶۴۹. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ طَلْعَةَ بِنِ عُبَيْدِ اللَّهِ أَنَّهُ قَالَ سَافَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ فَتَدَاكَرْنَا الصَّيْدَ فَاخْتَلَفْنَا فِيهِ وَالنَّبِيُّ ﷺ نَائِمٌ حَتَّى ارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُنَا فَاسْتَيْقَظَ فَقَالَ مَا لَكُمْ؟ قَالَ فَقُلْنَا اخْتَلَفْنَا فِي لَحْمِ الصَّيْدِ يَصِيدُهُ الْحَلَالُ فَيَأْكُلُهُ الْمُحَرَّمُ فِينَا مَنْ قَالَ نَعَمْ وَمِنَّا مَنْ قَالَ لَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا بَأْسَ بِهِ.

حضرت سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کیا تو ہم نے محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے پر آپس میں مذاکرہ کیا، نبی ﷺ اس وقت آرام فرما رہے تھے یہاں تک کہ ہماری آوازیں بلند ہو گئیں اور رسول اکرم ﷺ کی آنکھ کھل گئی، آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم کس چیز کے بارے میں جھگڑ رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا: غیر محرم کا کیا ہوا شکار کا گوشت محرم آیا کھا سکتا ہے یا نہیں؟ ہاں سلسلے میں ہمارے درمیان اختلاف ہوا ہم میں سے بعض نے کہا کہ جی ہاں! (کھا سکتا ہے) اور بعض نے کہا کہ نہیں۔ پس نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

۔۔۔۔۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۶۲ باب الصيد فی الاحرام، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۵۴۲، ۵۴۵ ح ۹۹۳، مصنف عبدالرزاق: ۸۳۳۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۳۸۳، ۱۳۹۲، سنن الدارمی: ۱۸۷۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۸۰۵، صحیح مسلم: ۱۱۹۷، صحیح ابن حبان: ۳۹۷۳، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ص ۷۷-۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن منکدر بن عبد اللہ بن ہدیہ القرشی التیمی المدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۵۶۳۲، تاریخ الثقات للعلی: ۱۵۰۶)

۲۔ امام محمد بن عثمان بن عبد اللہ بن مویہ القرشی التیمی (مولی آل طلحہ بن عبید اللہ) رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن نسائی کے

ثقہ راوی ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۶۱۳۲)

قائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی محرم نے کسی حلال شخص کا شکار کردہ جانور کھالیا اور صورت حال یہ تھی کہ اس شکار اور اس کے ذبح سے یا کسی بھی حوالے سے محرم کا شکار سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی اس نے شکار کرنے کا حکم دیا تھا اور نہ تو اس کی طرف رہنمائی کی تھی تو محرم پر کوئی جزاء وغیرہ لازم نہیں ہوگی، ہر چند کہ حلال شخص نے اس نیت سے شکار کیا تھا کہ اس کا گوشت محرم کو کھلاؤں گا۔ چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر کوئی غیر محرم شکار کو ذبح کر لے تو محرم کیلئے اس کا کھانا جائز ہے خواہ اس نے اس کے لیے کیوں نہ ذبح کیا ہو۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۶۲)

{ محرم کے لیے غیر محرم کے شکار کردہ جانور کو کھانے کا حکم }

۱۵۰۔ یُؤَسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ آلِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ مَرَرْتُ بِأَهْلِ الْبَحْرَيْنِ فَسَأَلُونِي عَنْ لَحْمِ الصَّيْدِ يَصِيدُهُ الْخَلَالُ هَلْ يَصْلَحُ لِلْمُحْرِمِ أَنْ يَأْكُلَهُ؟ قَالَ فَأُفْتِيَهُمْ بِأَكْلِهِ وَفِي نَفْسِي مِنْهُ شَيْءٌ فَقَدِمْتُ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَسَأَلَنِي عَنْ ذَلِكَ فَأُخْبِرْتُهُ بِأَلَّذِي قُلْتُ فَقَالَ لَوْ قُلْتَ غَيْرَ هَذَا مَا أَفْتَيْتُ بِذَيْنِ الْفَنَيْنِ مَا بَقِيَتْ.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں بحرین سے گزرا تو ان لوگوں نے مجھ سے اس شکار کے گوشت کے بارے میں دریافت کیا جسے حلال (غیر محرم) آدمی نے شکار کیا ہو کیا محرم اسے کھا سکتا ہے! میں

نے انہیں کھانے کے جواز کا فتویٰ دیا، لیکن میرے دل میں کچھ کھٹک موجود رہی۔ پھر میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں اپنا جواب بتلایا تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اگر تم اس کے علاوہ کوئی بات کہتے تو جب تک زندہ ہو دو آدمیوں کے درمیان بھی فتویٰ نہیں دے سکتے تھے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۶۰ باب الصيد فی الاحرام، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۵۴ ح ۹۹، کتاب الحجۃ علی اهل المدینہ: ج ۲ ص ۱۵۶-۱۵۸، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۸۱۵، مصنف عبدالرزاق: ۸۳۴۲، مؤطا مالک: ۱۲۸۳۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (وللحدیث شواہد کثیر)

- ۱۔ امام ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف الزہری المدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تقریب: ۸۱۴۲)
- ۲۔ آل عمر میں سے روایت کرنے والے شخص کا نام نہیں بتلایا گیا مگر کتاب الحجۃ (ج ۱ ص ۴۳۹) اور مصنف ابن ابی شیبہ (۱۳۶۶) کی ایک روایت کے پیش نظر بظاہر یہ شخص سالم بن عبداللہ بن عمر ہیں جو کہ ثقہ بالا جماع راوی ہیں، مزید برآں اس حدیث کے متعدد شواہد بھی موجود ہیں۔

{ محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اسے حلال آدمی نے شکار کیا ہو }

۶۵۱۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا بَأْسَ بِلَحْمِ الصَّيْدِ إِذَا صَادَهُ الْحَلَالُ أَنْ يَأْكُلَهُ الْمُحْرِمُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: محرم کے لیے شکار کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اسے حلال (غیر محرم) آدمی نے شکار کیا ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ محرم چوہے، سانپ، کاٹ کھانے والے کتے، چیل اور بچھو کو مار سکتا ہے }

۶۵۲۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ الْفَأْرَةَ وَالْعُقْرَبَ وَالْجَدَاةَ وَالْكَلْبَ الْعُقُورَ وَالْحَيَّاتِ إِلَّا الْحَيَّانَ.

امام نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”محرم چو ہے، کاٹ کھانے والے کتے، چیل، کوئے، بچھو اور سانپوں کو مار سکتا ہے سوائے اڑدھے کے۔ (جو چاندی کی مانند ہو)۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۳۶۹، صحیح البخاری: ۱۸۲۶، صحیح مسلم: ۱۲۰۰، سنن ابن ماجہ: ۳۰۸۸، سنن ابی داؤد: ۱۸۴۶، سنن النسائی: ۲۸۲۸، مؤطا مالک: ۱۳۰۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۸۲۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۴۶۱، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۳۹۷، ۵۸۱۰، مستخرج ابی عوانہ: ۳۶۱۷، صحیح ابن حبان: ۳۹۶۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۹۵۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو عبد اللہ نافع مدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ ثبت راوی ہیں۔ (دیکھئے: تقریب التہذیب: ۷۰۸۶)۔
نیز یہ حدیث سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفہ و مرفوعہ دونوں طرح مروی ہے لیکن موقوف بھی مرفوع کے حکم میں ہی شمار ہوگی کیونکہ اس میں رائے اور قیاس کو کوئی دخل نہیں اور صحابی کا ہر ایسا قول جس کا تعلق رائے اور قیاس سے نہ ہو وہ حکماً مرفوع ہوتا ہے کہ صحابی نے نے یقیناً یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوگی۔

فائدہ:

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے اور جو درندہ تم پر حملہ کرے اور تم اسے مار دو تو تم پر کچھ بھی تاوان لازم نہیں آئے گا۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۳۶۹)

{ جس نے سانپ کو قتل کیا گویا اس نے کافر کو قتل کیا }

۶۵۲. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مَنْ قَتَلَ حَيَّةً قَتَلَ كَافِرًا.

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جس نے سانپ کو قتل کیا گویا اس نے کافر کو قتل کیا۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی داود الطیالسی: ۳۱۳، مسند ابن ابی شیبہ: ۳۶۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۹۶، ۱۹۹۵، ۱۹۹۶، مسند البزار: ۱۹۸۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۷۴۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند ابن ابی شیبہ وغیرہ)

{ابن عمرؓ نے اونٹ کی بچھلی جانب چیل بیٹھی تو اس کو مارا}

۶۵۴. یُسُفٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ سَالِمِ الْأَفْطَسِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ كُنَّا قُعُودًا مَعَهُ وَنَحْنُ مُحْرَمُونَ فَأَبْصَرَ حِدَاةً عَلَى دَبْرَةٍ بَعِيرِهِ فَأَخَذَ الْقَوْسَ وَالسَّهْلَ فَرَمَاهَا وَرَأَيْتُهُ يَشْرَبُ مِنْ فِي الْقَرْبَةِ وَهُمْ قَائِمٌ.

سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ہم احرام کی حالت میں تھے پس سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے اونٹ کے بچھلی جانب چیل بیٹھی دیکھی تو انہوں نے کمان اور تیر پکڑا اور اس کو مارا، اور میں نے دیکھا کہ انہوں نے کھڑے کھڑے مشکیزے سے منہ لگا کر پانی پیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۷۰، کتاب ما یقتل المحرم من الدواب، جامع السانید للخوازمی: ج ۱ ص ۵۳۸ ح ۹۷۹

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو محمد سالم بن عجلان الافطس القرشی رحمہ اللہ صحیح بخاری، سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۲۱۵۶، الکاشف: ۱۷۸۰)

{شکار کی جزاء ادا کرنے کے طریقہ کا بیان}

۶۵۵. یُسُفٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي جَزَاءِ الصَّيْدِ إِذَا أَصَابَهُ الْمُحْرِمُ يَنْبَغِي لِلْعَاكِمِ أَنْ يَقُومَ عَلَيْهِ الصَّيْدَ كَمَا يَبْلُغُ ثَمَنُهُ دَرَاهِمَ فِي الْأَرْضِ الَّتِي أَصَابَهُ فِيهَا، ثُمَّ يَنْظُرُ فَإِنْ بَلَغَ الثِّدَاهِمَ ثَمَنَ هَذِي أَمْرَةٍ فَاشْتَرَى بِهَا هَذِيًّا فَإِذَا لَمْ يَبْلُغْ ثَمَنَ هَذِي

اَشْتَرَى بِهَا طَعَامًا فَتَصَدَّقَ بِهِ عَلَى كُلِّ مُسْكِينٍ نِصْفُ صَاعٍ مِمَّنْ بَرَّ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ طَعَامٌ
حُكِمَ عَلَيْهِ لِكُلِّ طَعَامٍ مُسْكِينٍ يَوْمًا يَصُومُهُ وَذَلِكَ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى (يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ
مِنْكُمْ) (المائدة: ۹۵) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے شکار کی جزاء کے بارے میں فرمایا: جب محرم نے شکار کو قتل
کر دیا تو حاکم کو چاہیے کہ اس جگہ شکار کی قیمت لگوائے جہاں شکار قتل ہوا تھا کہ اس کی قیمت کتنے درہم بنتی ہے؟ پھر
دیکھے اگر درہم ہدی کے جانور کی قیمت کو پہنچ جائیں تو محرم کو حکم دے کہ درہم کے بدلے ہدی کا جانور خرید
لے (اور اسے ذبح کر دے) اور اگر درہم ہدی کے جانور کی قیمت کو نہ پہنچیں تو درہم کے عوض غلہ خرید کر اسے ہر
مسکین پر نصف صاع گندم کے حساب سے صدقہ کر دے، اور اگر اس کے پاس غلہ نہ ہو تو پھر اسے حکم دیا جائے کہ
ہر مسکین کے غلہ کے عوض ایک دن کا روزہ رکھے، اللہ رب العزت کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے: ”جس کا فیصلہ تم
میں سے دودیانہ دار تجربہ کار آدمی کریں گے۔۔۔۔۔ الخ۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اللہ رب العزت قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ
النَّعْمِ بِحُكْمٍ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامٍ مُسْكِينٍ أَوْ عَدْلٌ ذَلِكَ
صِيَامًا لِيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ.. (المائدة: ۹۵)

اے ایمان والو! جب تم احرام کی حالت میں ہو تو کسی شکار کو قتل نہ کرو۔ اور اگر تم میں سے کوئی اسے جان بوجھ کر قتل
کر دے تو اس کا بدلہ دینا واجب ہوگا (جس کا طریقہ یہ ہوگا کہ) جو جانور اس نے قتل کیا ہے، اس جانور کے برابر
چوپایوں میں سے کسی جانور کو جس کا فیصلہ تم میں سے دودیانہ دار تجربہ کار آدمی کریں گے، کعبہ پہنچا کر قربان کیا
جائے، یا (اس کی قیمت کا) کفارہ مسکینوں کو کھانا کھلا کر ادا کیا جائے، یا اس کے برابر روزے رکھے جائیں، تاکہ وہ
فحش اپنے کئے کا بدلہ چکھے۔

اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں شکار کرنے کا گناہ کر لے تو اس کا کفارہ اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے، جس کا خلاصہ
یہ ہے کہ جس جانور کا شکار کیا ہے، اگر وہ جانور حلال ہو تو اسی علاقے کے دو تجربہ کار، دیانت دار آدمیوں سے اس جانور کی قیمت

نگائی لگائی جائے، پھر چوپایوں یعنی گائے، بیل، بکری وغیرہ میں سے اس قیمت کے کسی جانور کی قربانی حرم میں کر دی جائے، یا اس کی قیمت فقراء میں تقسیم کر دی جائے۔

اور اگر کسی شخص کو مالی اعتبار سے قربانی دینے یا قیمت فقراء میں تقسیم کرنے کی گنجائش نہ ہو تو وہ روزے رکھے۔ روزوں کا حساب اس طرح سے ہوگا کہ اس جانور کی جو قیمت بنی تھی، اس میں سے پونے دو سیر گندم کی قیمت کے برابر ایک روزہ سمجھا جائے گا۔

{احرام کی حالت میں ہرن کا شکار کرنے پر ابن عباسؓ نے بکری قربان کرنے کا فتویٰ دیا}

۶۵۱. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسَى قَالَ بَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنِّي أَصَبْتُ ظَبْيًا وَأَنَا مُحْرِمٌ؛ فَقَالَ فَإِنِّي أَحْكُمُ عَلَيْكَ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ بِشَاةٍ ثُمَّ أَتَاهُ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ إِنِّي قَضَيْتُ نُسُكِي إِلَّا الطَّوَافَ؛ قَالَ فَأَنْظِلْنِي فَطَفُّ ثُمَّ ارْجِعْ إِلَيَّ فَرَجَعَ فَقَالَ إِنِّي قَدْ طَفُفْتُ بِالْبَيْتِ قَالَ فَأَنْظِلْنِي فَاسْتَقْبِلَ الْعَمَلَ.

ابو بکر بن ابی موسیٰ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ایک مرتبہ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ایک اُس کے پاس آیا اور بولا: میں نے احرام کی حالت میں ہرن کا شکار کر لیا ہے، تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں اور ابو بکر تمہارے بارے میں یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ تم ایک بکری کی قربانی کرو۔ پھر ایک اور شخص آیا اُن کے پاس کے پاس آیا اور بولا: میں نے تمام مناسک ادا کر لیے ہیں صرف طواف نہیں کیا؟ تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم بیت اللہ کا طواف کر کے میرے پاس واپس آؤ! جب وہ شخص اُن کے پاس واپس آیا تو اُس نے عرض کیا: میں نے طواف کر لیا ہے! تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اُس سے فرمایا: تم جاؤ اور نئے سرے سے عمل شروع کرو (یعنی تمہارے گزشتہ گناہ معاف ہو چکے ہیں)

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (واخرجه عبدالرزاق (۸۴۲۱) عن ابی حنیفہ عن قیس عن ابی بکر بن ابی موسیٰ... الخ) ۱۔ امام ابو عمرو قیس بن مسلم البجدلی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۴۹۲۱، تاریخ الثقات للعلی: ۱۳۰۰)

۲۔ امام ابو بکر بن ابی موسیٰ الاشعری الکوفی رحمہ اللہ صحیحین اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۷۲۵۶، تاریخ الثقات للعلی: ۱۹۱۳)

{ حج مکمل کرنے سے پہلے جماع کر لینے والے میاں بیوی کا حکم }

۶۵۷. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الَّذِي يَقْعُ عَلَى امْرَأَتِهِ وَهُمَا مُحْرَمَانِ يَمْضِيَانِ فِي حَجَّتِهِمَا وَيُهْدِي كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا هَذِيحًا حَتَّى يَفْرُغَا وَعَلَيْهِمَا الْحُجُّ مِنْ قَابِلٍ وَيَتَفَرَّقَا إِذَا أَحْرَمَا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے ایسے شخص کے بارے میں جوابی بیوی سے جماع کر بیٹھے اور وہ دونوں احرام کی حالت میں ہوں فرمایا: کہ وہ دونوں اپنے حج میں گزر جائیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک قربانی پیش کرے یہاں تک کہ فارغ ہو جائیں اور ان دونوں پر آئندہ سال حج واجب ہو گیا، اور (آئندہ سال) جب احرام باندھیں تو ایک دوسرے سے جدا رہیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اگر میاں بیوی ساتھ میں حج کر رہے تھے اور وقوف عرفہ سے پہلے دونوں ہم صحبت ہو گئے اور مجامعت کر لی خواہ یہ مجامعت قبل میں ہو یا دبر میں تو ان دونوں کا حج فاسد ہو جائے گا ان پر ایک ایک بکری کی قربانی واجب ہوگی اور آئندہ سال حج کی قضاء لازم ہوگی، اور ان سب کے باوجود ان کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ لوگ دیگر حاجیوں کی طرح احرام باندھ رہے ہیں اور افعال حج ادا کرتے رہیں، اس مسئلے کی اصل اور بنیاد وہ حدیث ہے جس میں یہ مضمون وارد ہے:

کہ دو میاں بیوی نے حج کا احرام باندھا تھا اور وقوف عرفہ سے پہلے انہوں نے جماع کر لیا، اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے شرعی مسئلہ دریافت کیا، چنانچہ آپ نے انہیں دم دینے، افعال حج ادا کرتے رہنے اور آئندہ سال حج کی قضاء کرنے کا حکم دیا۔ (ملاحظہ ہو: السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹۷۷۸)

اسی طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے بھی مروی ہے۔

{ حالت احرام میں بیوی کو چھونے یا بوسہ لینے کا حکم }

۶۵۸. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا قَبَّلَ الْمُحْرِمُ مِنْ شَهْوَةٍ أَوْ لَامَسَ فَعَلَيْهِ دَمٌ.

حضرت امام ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب محرم شہوت کے ساتھ بوسہ لے لے یا چھو لے

تو اس پردم (قربانی) واجب ہوگی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اگر محرم نے شہوت کے ساتھ عورت کا بوسہ لیا یا اسے چھوا تو اس پر قربانی واجب ہو جائے گی خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔

{ صفا و مردہ کے درمیان طواف کیا مگر رمل نہیں کیا تو کچھ بھی واجب نہیں }

۶۵۹. یُسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ وَمَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ فِيمَنْ طَافَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَلَمْ يَزْمِلْ قَالَ فَأُجْمَعَانُ لَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَقَرَأَ عَلَى مَيْمُونِ فِي قِرَاءَةِ أَبِي: رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ {إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ} إِلَى قَوْلِهِ: {أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا}.

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ اور امام میمون بن مہران رحمہ اللہ کے واسطے سے کہتے ہیں کہ جس نے صفا و مردہ کے درمیان طواف کیا مگر رمل نہیں کیا تو ان دونوں بزرگوں کا اتفاق ہے کہ اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہے اور انہوں نے میمون پر سیدنا ابی رضی اللہ عنہ کی قراءت میں قرآن کی آیت: {إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ} کو {أَنْ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا} تک تلاوت فرمایا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (واخرجه ابن ابی شیبہ (۱۴۱۴) فی الحج من رخص فی ترک الرمل۔ وکان عطاء یراہ واسعا ان شاء رمل وان شاء لم یرمل وکان الرمل احب الیہ.)

{ پھوڑوں پر خوشبو ملی ہوئی دواء لگائی تو کفارہ دینا پڑے گا }

۶۶۰. یُسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمَحْرَمِ تَكُونُ بِهِ الْقُرُوحُ فَيَتَدَاوِي بِالتَّيْبِ ثُمَّ تَخْرُجُ بِهِ قُرُوحٌ أُخْرَى قَبْلَ أَنْ تَبْرَأَ فَيَتَدَاوِي إِنَّ عَلَيْهِ آتَى الْكَفَّارَاتِ شَاءَ كَفَّارَةً وَاحِدَةً.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے محرم کے بارے میں فرمایا: کہ اسے پھوڑے لکھے ہوئے ہوں اور وہ خوشبو ملی ہوئی دوا نہیں لگائے مگر اچھا ہونے سے پہلے ہی اور پھوڑا نکل اور دوا لگائے تو اس پر ایک کفارہ ہے (تینوں کفاروں میں سے) جو چاہے دے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{اگر کوئی آدمی میقات سے احرام باندھے بغیر آگے چلا جائے تو اس پر دم لازم آئے گا}

۶۱۱. یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم نخلی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی نے میقات کو چھوڑ دیا (یعنی میقات سے بغیر احرام باندھے آگے چلا گیا) تو اس پر قربانی واجب ہے الا یہ کہ اس کی طرف واپس لوٹ آئے۔

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخلی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی نے میقات کو چھوڑ دیا (یعنی میقات سے بغیر احرام باندھے آگے چلا گیا) تو اس پر قربانی واجب ہے الا یہ کہ اس کی طرف واپس لوٹ آئے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{امام عطاء رحمہ اللہ حالت احرام میں ٹوپی پہنتے تھے اور بکری ذبح کر دیا کرتے تھے}

۶۱۲. یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن عطاء أنه كان يلبس قلنسوة وهو مُحْرِمٌ وَكَانَ يَقُولُ إِنِّي أَشْتِكِي رَأْسِي فَأَلْبَسُهَا وَأَذْبَحُ شَاةً.

حضرت امام عطاء رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ احرام کی حالت میں ٹوپی پہنا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرا سر درد کرتا ہے جس کی وجہ سے میں اسے پہن لیتا ہوں اور ایک بکری ذبح کر دیتا ہوں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{امام عطاء رحمہ اللہ حج کے مسائل کا علم امام ابو جعفر باقر رحمہ اللہ سے زیادہ رکھتے تھے}

۶۱۳. یوسف بن أبي يوسف عن أبيه عن أبي حنيفة قال سمعت أبا جعفر يقول عطاء أعلم بالحج مني.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے امام ابو جعفر (محمد بن علی باقر مدنی) رحمہ اللہ سے سنا، انہوں نے فرمایا: عطاء رحمہ اللہ مسائل حج کا علم مجھ سے زیادہ رکھتے ہیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ حج مکمل کرنے سے پہلے جماع کر لینے والے شخص کا حکم }

۶۶۴. یُسُفُّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنِّي قَضَيْتُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ الظَّوَافِ بِالْبَيْتِ ثُمَّ وَقَعْتُ أَهْلِي قَالَ فَاقْضِ مَا بَقِيَ عَلَيْكَ وَأَهْرِقْ دَمًا وَعَلَيْكَ الْحُجُّ مِنْ قَابِلٍ قَالَ فَعَادَهُ عَلَيْهِ فَقَالَ إِنِّي جِئْتُ مِنْ شُقَّةٍ بَعِيدَةٍ قَالَ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ قَوْلِهِ.

سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور بولا: میں نے تمام مناسک ادا کیے صرف بیت اللہ کا طواف نہیں کیا تھا اور پھر میں اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا ہوں (تو میرے لیے کیا حکم ہے؟) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تیرا جو حج باقی رہتا ہے وہ ادا کر اور قربانی کر اور تجھ پر آئندہ سال حج لازم ہوگا۔ اس شخص نے کہا کہ میں دور دراز کے علاقے سے بڑی مشقت کے بعد آیا ہوں تو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے پہلے والا ہی جواب دیا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو عبد اللہ جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب القرشی الہاشمی المدنی الصادق رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ وغیرہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۹۵۰، تاریخ الثقات للعلی: ۲۱۶)

فائدہ:

اگر میاں بیوی ساتھ میں حج کر رہے تھے اور وقوف عرفہ سے پہلے دونوں ہم صحبت ہو گئے اور جماعت کر لی خواہ یہ جماعت قبل میں ہو یا دبر میں تو ان دونوں کا حج فاسد ہو جائے گا ان پر ایک ایک بکری کی قربانی واجب ہوگی اور آئندہ سال حج کی قضاء لازم ہوگی، اور ان سب کے باوجود ان کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ لوگ دیگر حاجیوں کی طرح احرام باندھے رہیں اور افعال حج ادا کرتے رہیں، اس مسئلے کی اصل اور بنیاد وہ حدیث ہے جس میں یہ مضمون وارد ہے:

کہ دو میاں بیوی نے حج کا احرام باندھا تھا اور وقوف عرفہ سے پہلے انہوں نے جماع کر لیا، اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے شرعی مسئلہ دریافت کیا، چنانچہ آپ نے انہیں دم دینے، افعال حج ادا کرتے رہنے

اور آئندہ سال حج کی قضاء کرنے کا حکم دیا۔ (ملاحظہ ہو: السنن الکبریٰ للبیہقی: ۹۷۷۸)
اسی طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے بھی مروی ہے۔

{ عرفات میں وقوف کرنے کے بعد ہبستری کرنے والے شخص کے بارے میں ابن عباسؓ کا موقف }

۶۱۵۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُجَامِعُ بَعْدَ مَا يَقِفُ بِعَرَفَاتٍ قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ إِنَّ عَلَيْهِ بُدْنَةً وَيُتِمُّ مَا بَقِيَ مِنْ حَجِّهِ وَحَجَّهُ تَامًا۔

امام عطاء رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آدمی وقوف عرفات کے بعد بیت اللہ کا طواف کرنے سے پہلے ہبستری کر بیٹھے تو اس پر ایک اونٹ لازم آئے گا اور اپنے حج کے باقی ماندہ افعال پورے کرے گا اور اس کا حج تام ہے (یعنی اس کا حج ہو گیا)۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۳۴۴)

{ عرفہ میں وقوف کرنے کے بعد یا پہلے جماع کرنے والے شخص کے بارے میں امام ابراہیمؒ کا موقف }

۶۱۶۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَكَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي مُحْرِمٍ جَامِعٍ قَبْلَ عَرَفَةَ أَوْ بَعْدَهَا قَبْلَ أَنْ يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عَلَيْهِ فِي الْوُجْهَيْنِ جَمِيعًا شَاءَ شَاءَ وَيَقْضِي مَا بَقِيَ مِنْ حَجِّهِ وَعَلَيْهِ الْحُجُّ مِنْ قَابِلٍ۔

۶۱۷۔ يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَكَّادٍ عَنْ سَعِيدِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مِثْلَ قَوْلِ إِبْرَاهِيمَ سِوَاءً۔

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیمؒ نے فرمایا: محرم نے عرفہ میں وقوف سے پہلے یا عرفہ میں وقوف کے بعد بیت اللہ کے طواف سے پہلے جماع کیا تو دونوں صورتوں میں اس پر ایک ایک بکری لازم آئے گی اور اپنے حج کے باقی ماندہ افعال پورے کرے گا اور اس پر آئندہ سال حج لازم ہوگا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{جسم یا سر میں کوئی تکلیف ہونے کی وجہ سے خوشبو ملی ہوئی دواء استعمال کی تو کفارہ دینا پڑے گا}

۱۶۸. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ الْمُحْرِمَ إِذَا أَصَابَهُ أَدَى فِي جَسَدِهِ أَوْ فِي رَأْسِهِ فَيَتَدَاوَى بِدَوَاءٍ فِيهِ طِيبٌ كَقَرَأَتِي الْكُفَّارَاتِ شَاءَ إِنْ شَاءَ صَامَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَإِنْ شَاءَ أَطْعَمَ سِتَّةَ مَسَاكِينٍ لِكُلِّ مَسْكِينٍ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُزٍّ وَإِنْ شَاءَ ذَبَحَ شَاةً فَتَصَدَّقَ بِلَحْيِهَا فَنِيْلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: {فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ} فَهُوَ هَذَا الصِّيَامُ {أَوْ صَدَقَةٌ} هِيَ هَذِهِ الصَّدَقَةُ، {أَوْ نُسُكٌ} (البقرة: ۱۸۶) فَهُوَ شَاةٌ يَذْبُحُهَا فَيَتَصَدَّقُ بِلَحْيِهَا فَمِنْ هَذَا النُّسُكِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب محرم کے جسم یا سر میں کوئی تکلیف ہو اور وہ ایسی دواء استعمال کرے جس میں خوشبو ملی ہوئی ہو تو کفارات میں سے جو چاہے ایک کفارہ ادا کر دے، اگر چاہے تو تین دن کے روزے رکھے اور اگر چاہے تو چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے ہر مسکین کو نصف صاع گندم، اور اگر چاہے تو ایک بکری ذبح کر کے اس کا گوشت صدقہ کر دے۔ اللہ رب العزت کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے: {فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ} ”تو روزوں کا فدیہ دے۔“ پس وہ یہی روزے ہیں۔ {أَوْ صَدَقَةٌ} ”یا صدقے کا فدیہ دے۔“ پس وہ یہی صدقہ مراد ہے۔ {أَوْ نُسُكٌ} ”یا قربانی کا فدیہ دے۔“ پس وہ بکری ہے کہ جسے ذبح کر کے اس کا گوشت صدقہ کر دے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{حالت احرام میں بیوی کا بوسہ لینے کا حکم}

۱۶۹. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ رُفَيْعٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنِّي قَبَلْتُ امْرَأَتِي وَأَنَا مُحْرِمٌ فَخَذْتُ بِشَهْوَتِي قَالَ إِنَّكَ لَشَيْقُ أَهْرَقِ دَمًا، وَتَمَّ حُجُّكَ.

امام مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور عرض کیا: ”میں نے حالت احرام میں اپنی بیوی کا بوسہ لیا اور میں نے اپنی شہوت کو دبا لیا۔“ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”تم کثیر الشہوت ہو، قربانی کرو اور تمہارا حج پورا ہو گیا۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو عبد اللہ عبد العزیز بن رفیع الاسدی الہی الطائی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۳۴۴۶، تاریخ الثقات للعلی: ۱۰۰۹)

فائدہ:

اگر محرم نے شہوت کے ساتھ عورت کا بوسہ لیا یا اسے چھوا تو اس پر قربانی واجب ہو جائے گی خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ
امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں حج اس وقت تک
فاسد نہ ہوگا جب تک شرمگاہیں آپس میں مل نہ جائیں۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار و ابواب الامام محمد: ۳۴۷ باب من واقع اہلہ و هو محرم)



۲۹۔ بَابُ الْمُحْصَرِّ

۲۹۔ جس حاجی کو راستے میں رکاوٹ پیش آ جائے

۱۶۰۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمُحْصَرِّ الَّذِي يُهْلُ بِالْعُمْرَةِ أَوْ بِالْحَجِّ أَوْ بِهِمَا جَمِيعًا ثُمَّ يُصِيبُهُ مَرَضٌ أَوْ أَمْرٌ يَحْبِسُهُ مِمَّا لَا يَمْلِكُهُ عَنِ الْبَيْتِ فَلْيُقِمْ مَكَانَهُ ذَلِكَ حَرَامًا أَوْلِيَّزَجْعَ إِلَى أَهْلِهِ إِنْ شَاءَ وَلَكِنْ لَا يَحِلُّ مِنْهُ شَيْءٌ ثُمَّ يَبْعَثُ بِهَدْيٍ أَوْ بِشَتَّى هَدْيٍ إِنْ كَانَ أَهْلٌ بِالْحَجِّ وَحَدَهُ أَوِ الْعُمْرَةِ وَحَدَهَا وَإِنْ كَانَ أَهْلٌ بِهِمَا جَمِيعًا بَعَثَ بِهَدْيَيْنِ أَوْ بِشَتَّى هَدْيَيْنِ ثُمَّ وَاعَدَ أَصْحَابَهُ الْيَوْمَ الَّذِي يَنْخَرُ فِيهِ الْهَدْيَ فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ الْيَوْمَ حَلٌّ وَإِنْ كَانَ أَهْلٌ بِالْعُمْرَةِ وَحَدَهُ فَعَلَيْهِ عُمْرَةٌ مَكَانَ عُمْرَتِهِ وَإِنْ كَانَ أَهْلٌ بِالْحَجِّ وَحَدَهُ فَعَلَيْهِ عُمْرَةٌ وَحَجَّةٌ وَإِنْ كَانَ أَهْلٌ بِهِمَا جَمِيعًا فَعَلَيْهِ عُمَرَتَانِ وَحَجَّةٌ. قَالَ حَمَّادٌ وَسَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ فَلَمْ يُخَالِفْ إِبْرَاهِيمَ فِي شَيْءٍ مِنَ الْحَجِّ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے ایسے محصر کے بارے میں فرمایا: جو صرف عمرہ یا صرف حج یا حج و عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھتا ہے اور پھر اسے مرض یا اور کوئی چیز حج بیت اللہ سے روک دے اور وہ اس کی وجہ سے (خانہ کعبہ) آنے کے قابل نہ رہے تو اسے چاہیے کہ وہ احرام کی حالت میں اس جگہ ٹھہر جائے یا اگر چاہے تو اپنے گھر واپس لوٹ جائے مگر اپنے اوپر کسی چیز کو حلال نہ کرے، اور اگر اس نے صرف حج یا صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا تو پھر ایک ہدی کا جانور یا ہدی کے جانور کے قیمت بھیج دے اور اگر حج و عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا تھا تو دو ہدیوں کے دو جانور یا دو جانوروں کی قیمت بھیجے اور اپنے ساتھیوں سے ایک مقررہ دن کا وعدہ کرالے جس میں وہ ہدی کا جانور ذبح کر دیں اور جب وہ دن آئے تو حلال ہو جائے۔ اور اگر اس نے صرف اکیلے عمرہ کا احرام باندھا تھا تو اس پر اس عمرہ کے بدلہ میں عمرہ لازم گا، اور اگر صرف اکیلے حج کا احرام باندھا تھا تو اس پر عمرہ اور حج لازم آئے گا اور اگر حج و عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھا تھا تو اس پر دو عمرے اور ایک حج لازم آئے گا۔ امام حماد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے پوچھا تو انہوں نے حج سے متعلق کسی مسئلہ میں بھی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی مخالفت نہیں کی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۶۶۱. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ عَطَاءَ بْنَ أَبِي رَبَاحٍ عَنِ الرَّجُلِ يُحْصِرُ بِعُمْرَةٍ كَيْفَ يَصْنَعُ وَأَنَا رِيدَانُ أَقُولُ فَإِنْ أُحْصِرَ وَهُوَ مُهْلٌ بِالْحَجِّ ثُمَّ أَسْأَلُهُ فَإِنْ أُحْصِرَ وَهُوَ قَارِنٌ قَالَ فَقَالَ فِي الْمُحْصِرِ بِالْعُمْرَةِ إِنْ شَاءَ أَهْدَى هَدْيًا وَإِنْ شَاءَ أَحَلَّ بِغَيْرِ هَدْيٍ قَالَ فَلَمَّا أَخْطَأَ تَرَ كُتَّهُ قَالَ وَسَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيِّ فَقَالَ مِثْلَ قَوْلِ إِبْرَاهِيمَ.

امام حماد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آدمی کو عمرہ سے روک دیا گیا ہو تو وہ کیا کرے؟ اور میں نے ارادہ کیا کہ ان سے کہوں کہ اگر آدمی محصور ہو جائے اور اس نے حج کا احرام باندھا ہو اور پھر میں ان سے پوچھوں کہ اگر محصور ہو جائے اور وہ قارن ہو۔ فرماتے ہیں کہ عطاء رحمہ اللہ نے عمرہ سے روک دیئے گئے کے بارے میں فرمایا کہ اگر وہ چاہے تو ہدی بھیج دے اور اگر چاہے تو ہدی بھیجے بغیر ہی حلال ہو جائے، فرماتے ہیں کہ جب امام عطاء رحمہ اللہ نے غلطی کی تو میں نے انہیں چھوڑ دیا (اور اگلا سوال نہیں کیا) اور فرماتے ہیں کہ میں نے امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے پوچھا تو انہوں نے امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے قول کی مثل فرمایا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ حج میں شرط لگانا کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا }

۶۶۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ اشْتَرَطَ وَمَنْ لَمْ يَشْتَرِ ظَسْوًا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جس نے کوئی شرط لگائی اور جس نے نہیں لگائی برابر ہیں۔ (یعنی حج میں شرط لگانا کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا۔)

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۳۸ باب معنی یقطع التلبیۃ والشرط فی الحج، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱

ص ۵۱۲ ج ۹۰۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ حج میں شرط لگانا کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۳۸)

{ عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک گائے ذبح کی }

۶۴. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ زُجَلٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا ذَبَحَتْ بَقَرَةً.

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے (عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے) ایک گائے ذبح کی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۲۳۳، صحیح البخاری: ۲۹۴، صحیح مسلم: ۱۲۱۱، مسند الحمیدی: ۲۰۸، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۷۱۹، مستخرج ابی دعوانہ: ۳۱۸۱، صحیح ابن حبان: ۳۸۳۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۳۷۶، شرح النہی للبخاری: ۱۹۱۳۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ طرق اُخری فانظر مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۲۴۱)



۳۰۔ بابُ الْهَدْيِ

۳۰۔ ہدی کا بیان

چونکہ کتاب الحج میں کئی مقامات پر ہدی کا تذکرہ آیا ہے، اس لیے حج، اقسام حج اور متعلقات حج کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد اب ہدی کی تفصیلات و شریحات کو بیان کیا جا رہا ہے۔

{ ہدی کا جانور راستے میں مرنے کے قریب ہو گیا، اس کو ذبح کیا تو درندوں کے لیے
چھوڑنے سے بہتر ہے کھالیں }

۶۵۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ زَوْجَهَا أَهْدَى هَدِيًّا تَطَوُّعًا، فَعَطِبَ وَتَحَرَّاهُ وَغَسَّ نَعْلَهُ فِي دَمِهِ ثُمَّ ضَرَبَ بِهَا عَلَى جَنْبِهِ ثُمَّ تَرَكَهُ وَسَأَلَتْ خَالَتُهُ عَنْ ذَلِكَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَتْ أَكَلَهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ تَرْكِهِ لِلِسَبَاحِ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی خالہ سے مروی ہے کہ ان کے شوہر نے ایک نفلی ہدی ہانکی، وہ مرنے کے قریب ہو گئی تو انہوں نے اسے ذبح کر کے اس کا نعل اس کے خون میں ڈبو کر اس کے پہلو میں مارا اور پھر اسے چھوڑ دیا۔ ان کی خالہ نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس سلسلے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: اس کو کھانا مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ اس کو درندوں کے لیے چھوڑ دیا جائے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۳۶۵ باب من عطب حدیہ فی الطريق، جامع المسانید للنواری: ج ۱ ص ۵۴۸ ح ۹۹۹

{ لنگڑی اگر قربان گاہ پہنچ جائے تو کفایت کر جائے گی }

۶۶۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ زُجَلٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ تُهْجَرُ عَنْكَ إِذَا هَلَعْتَ الْمَنَسَكَ بِغَيْرِ الْعَرَجَاءِ.

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: جب لکڑی قربان گاہ پہنچ جائے تو تمہاری طرف سے کفایت کر جائے گی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۱۳۴۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۴، ۸۲۶، ۱۰۲۱، ۱۳۰۹، ۱۳۱۲، سنن الدارمی: ۱۹۹۳، سنن الترمذی: ۱۵۰۳، مسند البزار: ۵۳، ۵۴، الاحادیث المختارة: ۴۱۲، ۴۱۳، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۳۳۳، ۶۱۵، صحیح ابن خزيمة: ۲۹۱۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۱۹۸، المسند رک علی الصحیحین للحاکم: ۵۳۳، ۵۳۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۹۱۰۶، ۱۹۱۰۷، معرۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۸۹۹۱۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ طریق اخری عند الطحاوی واحمد بن حنبل وغیرہما)

{ہدی اونٹ یا گائے یا بکری میں سے ہو}

۶۸. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ الْبُذْنُ مِنَ الْبَقَرِ وَالْإِبِلِ وَالْهَدْيُ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: بدنہ اونٹ یا گائے میں سے ہو اور ہدی اونٹ یا گائے یا بکری میں سے ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{قربانی کا جانور روانہ کیا، دوسرا خرید لیا، پھر پہلا بھی مل گیا تو عائشہؓ نے دونوں کو نحر کیا}

۶۸. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ أَهْدَيْتُ بَذْنَةً فَهَلَكَتْ فَاشْتَرَيْتُ هَذِيًّا آخَرًا مَكَانَهَا، وَوَجَدْتُ الْأُولَى فَنَحَرْتُهُمَا جَمِيعًا وَقَالَتِ الْأُولَى كَانَتْ تُجْزُ عَنِّي۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے ہدی کا جانور روانہ کیا، وہ راستے میں گم ہو گیا تو میں نے اس کی جگہ دوسرا جانور خریدا، پھر مجھے پہلا بھی مل گیا اور میں نے ان دونوں کو نحر کیا اور ام المؤمنین

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ میری طرف سے تو پہلا بھی کفایت کر جاتا۔

تحقیق:

صحیح، مرسل ہے۔

{ حج تمتع کرنے والے پر ہدی واجب ہے }

٦٤٩. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا أَحْرَمْتَ بِالْعُمْرَةِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ وَأَنْتَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ ثُمَّ أَقَمْتَ حَتَّى تَحْجَّ فَأَنْتَ مُتَمَتِّعٌ وَعَلَيْكَ مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ وَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ آخِرُهَا يَوْمُ عَرَفَةَ وَإِنْ هُوَ أَهْلٌ بِالْعُمْرَةِ فِي أَشْهُرِ الْحَجِّ ثُمَّ رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ ثُمَّ أَهْلٌ مِنْ عَامِهِ ذَلِكَ لِحَجِّ لَمْ يَكُنْ مُتَمَتِّعًا وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ هَدْيٌ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب توج کے مہینوں میں (حج سے پہلے) عمرہ کا احرام باندھے اور تو اہل مکہ میں سے نہ ہو اور پھر تو وہیں ٹھہرا رہے یہاں تک کہ حج کر لے تو تمتع (حج تمتع کرنے والا) ہے اور تجھ پر ہدی واجب ہے جو بآسانی دے سکے، پس جو کوئی ہدی نہ پائے تو وہ حج کے ایام میں تین دن کے روزے رکھے اور سات اس وقت جب حج سے فارغ ہو کر گھر لوٹ آئے۔ اور اگر آدمی نے حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھا ہو اور پھر گھر واپس آ گیا پھر اسی سال اس نے حج کا احرام باندھا تو وہ شخص تمتع نہ ہوگا اور نہ ہی اس پر ہدی واجب ہوگی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۳۹، باب العمرۃ فی اشهر الحج وغیرہا، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۱ ص ۵۱۳ ح ۹۱۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔“ (کتاب الآثار: ۳۳۹)

{ جو حج کے ایام میں تین روزے نہ رکھ سکا وہ ہدی دے چاہے کپڑے بیچنے پڑ جائیں }

۶۸۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمُسْتَتِجِ لَا يَحْدُ هَدْيًا قَالَ
يَسْتَقْرِضُ فَيَشْتَرِي هَدْيًا فَإِنْ لَمْ يَحْدُ بَاعَ إِذَا رَأَاهُ فَاشْتَرَى بِهِ هَدْيًا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: حج تمتع کرنے والا ہدی کی طاقت نہ رکھتا ہو (اور ایام حج میں تین روزے بھی نہ رکھ سکا ہو) تو قرض لے کر ہدی کا جانور خرید لے گا اور اگر قرض نہ ملے تو اپنا ازار فروخت کر کے اس کی قیمت سے ہدی خرید لے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۹۴۲ باب العمرۃ فی اشہار الحج وغیرہا، جامع المسانید للخوازمی: ج ۱ ص ۵۳ ح ۹۷۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۹۸۹، کتاب الحج: ج ۱ ص ۳۹۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

اگر حج قرآن کرنے والے یا تمتع کرنے والے کے پاس دم تمتع یا قرآن نہ ہو تو اسے دس روزے رکھنا ہوں گے چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

فَمَنْ لَمْ يَحْدُ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٌ إِذَا رَجَعْتَ إِلَى الْبَيْتِ (البقرة: ۱۹۹)

جس کسی کے پاس ہدی کے جانور کی طاقت نہ ہو تو وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے، اور سات (روزے) اس وقت جب تم (گھروں کو) لوٹ جاؤ۔

تین روزے حج سے پہلے رکھے گا، ان روزوں کو بالکل اخیر میں رکھے گا اور اگر حج سے پہلے تین روزے نہ رکھ سکے اور قربانی کا دن آجائے تو اب دم تمتع یا قرآن ہی دینا ہوگا اگرچہ اسے اپنے کپڑے ہی کیوں نہ بیچنے پڑیں۔

{ اگر تیسرے دن ہدی پانے پر قادر ہو جائے تو روزے کافی نہیں ہوں گے }

۶۸۱. یُوسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الَّذِي: يَصُومُ

لِمُتَعَتِهِ ثُمَّ يَجِدُ هَذِيئًا فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ أَوْ يَصُومُ فِي ظَهَارِهِ أَوْ فِي كَفَّارَةٍ يَمِيزُ ثُمَّ يَجِدُ مَا يُعْتَقُ
فِي آخِرِ صَوْمِهِ أَنَّهُ لَا يُجْزُئُهُ الصَّوْمُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے اس شخص کے بارے میں جو جمع ممتع میں (قربانی نہ کرنے کے سبب) روزے رکھ رہا ہو اور پھر تیسرے دن ہدی پالے یا ظہار کے یا قسم کے کفارے کے روزے رکھ رہا ہو اور پھر آخری روزے کو آزاد کرنے کے لیے غلام پالے تو فرمایا: اس شخص کی طرف سے روزے کفایت نہیں کریں گے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۸۔ کِتَابُ النِّكَاحِ

نکاح سے متعلق احکام و مسائل

نکاح محض ایک جنسی خواہش پورا کرنے کا نام نہیں ہے، بلکہ تکمیل فرد کا ایک فطری شرعی اور لازمی حصہ ہے۔ جس شخص میں برغبت نہ ہو وہ ناقص اور عیب دار ہوتا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ بشری صفات کا کامل ترین نمونہ تھے اور اسی مہموم میں آپ کا یہ فرمان ہے کہ:

حبب الی من الدنیا النساء والطیب وجعل لرفاعی فی الصلاۃ. (سنن النسائی: ۴۲۹۱)

”دنیا میں سے مجھے عورتیں اور خوشبو محبوب ہیں، اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔“

قرآن حکیم کا صریح حکم ہے:

وانکحوا لایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم. (النور: ۴۲)

”کہ اپنے بے نکاح لوگوں کے نکاح کر دو اور اپنے صالح غلاموں اور لونڈیوں کے بھی۔“

فحاشی اور منکرات کا در بند کرنے کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ ہے ہی نہیں۔ علاوہ ازیں افراد امت کی تعداد بڑھانے کے لیے اس کی رغبت دی گئی ہے: {وان خفتم الا تقسطوا فی الیمنی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدة. (النساء: ۳)} ”اور اگر تمہیں یہ الدیشہ ہو کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف سے کام نہیں لے سکو گے تو (ان سے نکاح کرنے کے بجائے) دوسری عورتوں میں سے کسی سے نکاح کر لو جو تمہیں پسند آئیں، دو دو سے، تین تین سے، اور چار چار سے۔ ہاں! اگر تمہیں یہ خطرہ ہو کہ تم (ان بیویوں) کے درمیان انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو۔“

نکاح انسان میں شرم و حیاء پیدا کرتا ہے اور آدمی کو بدکاری سے بچاتا ہے۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ہم سے فرمایا: ”اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں جو استطاعت رکھے وہ شادی کرے اس لیے کہ شادی سے آنکھیں نیچی ہو جاتی ہیں اور شرمگاہ (بدکاری سے) محفوظ ہو جاتی ہے اور جو شخص خرچ کی طاقت نہ رکھے، تو وہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ خواہش نفس کو ختم کر دے گا۔“ (صحیح مسلم: ۱۴۰۰)

اسی طرح نکاح جنسی آلودگی، جنسی ہیجان اور شیطانی خیالات و افعال سے محفوظ رکھتا ہے۔ نکاح باہمی محبت اور مودت

کامؤثر ترین ذریعہ ہے، نکاح انسان کے لیے باعث راحت و سکون ہے۔

نکاح کی فضیلت ہی کی بابت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”جب کوئی شخص نکاح کر لیتا ہے تو اپنا آدھا دین مکمل کر لیتا ہے، لہذا اسے چاہیے کہ باقی آدھے دین کے معاملے

میں اللہ سے ذرتار ہے۔“ (المعجم الاوسط للطبرانی: ۱/ ۱۶۲ و شعب الایمان ۲/ ۳۸۲، ۳۸۳)

جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ نبی اکرم ﷺ کے چند صحابہ نے ازواج مطہرات سے نبی اکرم ﷺ کی خفیہ عبادت کا حال دریافت کیا، تو پوچھنے کے بعد ان میں سے ایک نے کہا: میں عورتوں سے نکاح نہیں کروں گا۔ کسی نے کہا میں گوشت نہیں کھاؤں گا، کسی نے کہا کہ میں بستر پر نہیں سوؤں گا۔ نبی اکرم ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا: ”ان لوگوں کو کیا ہوا جنہوں نے ایسی اور ایسی باتیں کہیں جب کہ میں رات کو نوافل پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، نقلی روزہ رکھتا ہوں، ترک بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ پس جو شخص میرے طریقے سے منہ موڑے گا وہ مجھ سے نہیں۔“ (صحیح مسلم: ۱۴۰۱)

اس مختصری تمہید کے بعد اب نکاح سے متعلق احکام و مسائل پڑھیں۔

{ ایسی عورت سے شادی کی جائے جو رنگت میں خواہ کالی ہو لیکن اولاد کا ذریعہ بن سکے }

۶۸۲. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ أَهْلِ الشَّامِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ أَتَزَوِّجُ فُلَانَةً؛ فَتَنَاهَا عَنْهَا ثُمَّ أَتَاهُ أَيْضًا فَقَالَ أَتَزَوِّجُ فُلَانَةً؛ فَتَنَاهَا عَنْهَا ثُمَّ قَالَ سَوْدَاءُ وَلَوْ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حَسَنَاءَ عَاقِرٍ! أَمَا عَلِمْتَ أَنِّي مُكَاثِرُكُمْ الْأُمَمَ حَتَّىٰ إِنَّكَ لَتَرَى السَّقَطَ مُحَبَّنًا يُقَالُ لَهُ ادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَقُولُ لَا حَتَّىٰ يَدْخُلَهَا أَبَوَايَ!۔

ایک شامی صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور کہنے لگے اے اللہ کے رسول! میں فلاں عورت سے شادی کرنا چاہتا ہوں، نبی ﷺ نے اسے منع کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ دوبارہ آیا، نبی ﷺ نے اسے پھر منع کر دیا اور فرمایا: ”میرے نزدیک ایک بانجھ عورت سے خواہ وہ خوبصورت ہی ہو، شادی کرنے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ انسان ایسی عورت سے شادی کر لے جو اگرچہ رنگت میں کالی ہو لیکن اولاد کا ذریعہ بن سکے۔ کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ میں تمہاری کثرت کی بناء پر دوسری امتوں پر فخر کروں گا، یہاں تک کہ تم قبل از وقت پیدا ہو کر مر جانے والے بچے کو ہکا بکا کسی کو تلاش کرتے ہوئے دیکھو گے۔ اس سے کہا جائے گا کہ جاؤ، جنت میں چلے جاؤ، وہ کہے گا کہ میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک میرے والدین جنت میں نہ چلے جائیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ النحسفی: ۱۰۶، ۲۶۳، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۳، ۴۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۰۴، المستدرک علی الصحیح للحاکم: ۲۶۸۵، فوائد تمام: ۱۴۶۳، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء: ج ۳ ص ۶۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۳۴، ۷۵، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۰۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ اہل و عیال والی زندگی گزارنا اسلام کا ایک اہم اصول ہے۔ یہود و نصاریٰ اور ہندوؤں وغیرہ کا طریقہ یہ ہے کہ ان کے ہاں غیر شادی شدہ زندگی گزارنا اور بزم خویش عبادت و ریاضت میں مشغول رہنا افضل اور قابل تعریف سمجھا جاتا ہے۔
- ۲۔ نکاح کا ایک اہم روحانی فائدہ یہ بھی ہے کہ اولاد کی صحیح تربیت کر کے انہیں اسلامی معاشرے کے مفید ارکان بنانا بھی ایک اہم دینی خدمت ہے۔ اور دوسروں کو اچھے کاموں کی ترغیب دلانے خود سیدھی راہ پر گامزن رہنا آسان ہو جاتا ہے۔
- ۳۔ مسلمانوں کے لیے اولاد کی کثرت شرعاً مطلوب ہے، لہذا اس کے لیے کوشش کرنا، یعنی نکاح کرنا اور ازدواجی تعلقات قائم رکھنا بھی شرعاً مستحسن ہے۔
- ۴۔ نکاح روحانی ترقی میں رکاوٹ نہیں۔

- ۵۔ جس عورت کے متعلق معلوم ہو جائے کہ وہ ولادت کی صلاحیت سے محروم ہے اس سے نکاح نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ نکاح سے اصل مقصود اولاد کا حصول ہوتا ہے اور ہونا چاہیے، جو عورت اس وصف ہی سے محروم ہو، تو اس سے نکاح کرنے کا کیا فائدہ؟ تاہم اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ بانجھ عورت سے مطلقاً ہی نکاح کرنا ممنوع ہے، بلکہ بعض دفعہ نکاح کے کچھ اور مقاصد بھی ہوتے ہیں، تو وہاں ان سے نکاح کرنا جائز ہوگا، بلکہ بعض دفعہ پسندیدہ بھی ہو سکتا ہے۔
- ۶۔ بیوہ عورت کے متعلق تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ بانجھ ہے، مگر کنواری میں حیض نہ آنا ایک امکانی سبب ہو سکتا ہے، یقینی نہیں۔

{عورت نے گواہوں کے ہمراہ اپنا آپ ہبہ کر دیا، مرد نے قبول کر لیا تو اسے نکاح سمجھا جائے گا}

۶۸۲۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِذَا وَهَبَتِ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا لِلرَّجُلِ بِشُهُودٍ فَقَبِلَهَا الرَّجُلُ فَهُوَ نِكَاحٌ وَلَهَا مَهْرٌ مِثْلُهَا إِلَّا أَنْ تَرْضَى بِأَقَلِّ مِنْ ذَلِكَ وَإِنْ لَمْ يَقْبَلَهَا فَلَا

شَيْءٍ وَإِنْ قَبِلَهَا وَلَمْ تَكُنْ شُهُودُ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَالْعِدَّةُ عَلَيْهَا وَلَا صَدَاقَ لَهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ دَخَلَ بِهَا فَإِنْ كَانَ دَخَلَ بِهَا فَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ وَلَهَا الصَّدَاقُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب کوئی عورت گواہوں کے ہمراہ اپنا آپ کسی مرد کے لیے ہبہ کرتی ہے اور مرد اسے قبول کر لیتا ہے تو اسے نکاح سمجھا جائے گا اور عورت کو مہر مثل دیا جائے گا مگر یہ کہ عورت اس سے کم مہر پر رضامند ہو جائے۔ اور اگر مرد نے عورت کو قبول نہیں کیا تو کوئی دائیگی لازم نہ ہوگا۔ اور اگر مرد نے گواہوں کی غیر موجودگی میں عورت کو قبول کیا ہو تو ان کو جدا کر دیا جائے گا اور عورت پر عدت لازم ہوگی اور حق مہر نہیں دیا جائے گا بشرطیکہ مرد نے اس سے دخول نہ کیا ہو اور اگر دخول کیا ہو تو عورت پر عدت لازم ہوگی اور اسے حق مہر بھی دیا جائے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ آدمی کا اپنی بیوی کی ماں کے ساتھ جماع کر لینا }

۶۸۴۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَامِرٍ أَنَّهُ قَالَ فِيمَنْ يُجَامِعُ امْرَأَتَهُ لَا يُحَرِّمُ عَلَيْهِ امْرَأَتَهُ لَا يُحَرِّمُ عَلَيْهِ الْحَرَامُ الْحَلَالُ.

عامر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جو شخص اپنی بیوی کی ماں کے ساتھ جماع کر لیتا ہے تو اس کی بیوی اس کے لیے حرام نہیں ہوگی کیونکہ حرام کسی حلال چیز کو حرام نہیں کرتا ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو چیز حلال میں حرام ہوگی وہ حرام میں زیادہ شدید ہوگی، امام طحاوی رحمہ اللہ، امام مجاہد رحمہ اللہ، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما، سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے بھی اسی کی مانند مروی ہے ان حضرات کے اقوال امام ابن ابی شیبہ، امام عبدالرزاق رحمہ اللہ اور امام ابن حزم رحمہ اللہ نے نقل کیے ہیں۔ (ملخصاً: الجوہر النقی: ج ۷، ۱۶۹۲) نیز امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے کتاب الحجہ میں بھی اس باب سے متعلق سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن رحمہ اللہ، سعید بن مسیب رحمہ اللہ، ابوسلمہ اور خثیمہ بن عبدالرحمن وغیرہ کے آثار نقل کیے ہیں اور بعض اہل مدینہ کے مؤقف کے خلاف اپنے دلائل ذکر کیے ہیں۔

{کاح کا خطبہ}

۱۸۵. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفہ عن القاسم بن عبد الرحمن عن ابیہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہ قال فی خطبۃ النکاح ان الحمد لله محمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا من یتہد اللہ فلا مضل لہ ومن یضل لہ ولا ہادی لہ واشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا عبده ورسوله واتقوا اللہ الذی لیساء لؤن بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا، اتقوا اللہ حتی تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون، یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سديدا الى قوله فاز فوزا عظيما ثم قال اما بعد ذلك ثم يذکر حاجتہ۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کاح کے خطبہ میں فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں، اسی سے مدد مانگتے ہیں، اسی سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور اسی سے ہدایت طلب کرتے ہیں، جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور اس بات کی گواہی بھی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ ”اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق مانگتے ہو، اور رشتہ داریوں (کی حق تلفی سے ڈرو۔ یقین رکھو کہ اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے (النساء: ۱)۔“ اے ایمان والو! دل میں اللہ کا ویسا ہی خوف رکھو جیسا خوف رکھنا اس کا حق ہے، اور خبردار! تمہیں کسی اور حالت میں موت نہ آئے بلکہ اسی حالت میں آئے کہ تم مسلمان ہو (آل عمران: ۱۰۲)۔“ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سیدھی سچی بات کہا کرو۔ اور اللہ تمہارے کام سنوار دے گا، اور تمہارے گناہوں کی مغفرت کر دے گا۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اُس نے وہ کامیابی حاصل کر لی جو زبردست کامیابی ہے (الاحزاب: ۷۰، ۷۱)۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحسکی: ۲۵۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۵۰۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۷۲۰، سنن الداری: ۲۲۳۸، سنن الترمذی: ۱۱۰۵، سنن النسائی: ۱۳۰۴، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۲۷۴۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری)

۱۔ امام ابو عبد الرحمن قاسم بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود ہذلی مسعودی کو فی رحمہ اللہ صحیح بخاری و سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۹۹، تاریخ الثقات للعلی: ۱۳۶۷)

۲۔ امام عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود ہذلی کو فی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۸۷، تاریخ الثقات للعلی: ۹۶۳)

واضح رہے کہ یہ حدیث موقوفہ و مدفوعہ دونوں طرح سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

{مباشرت کے لیے کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے جبکہ دخول صرف اگلے مقام میں کیا جائے}

۶۸۶. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ ابْنِ خُثَيْمٍ النَّبِيِّ عَنْ يُونُسَ بْنِ مَاهَكٍ عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ. حَفْصَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْهَا فَقَالَتْ إِنَّ زَوْجِي يَأْتِينِي مُجَنَّبَةً وَمُسْتَقْبِلَةً فَكَرِهْتُهُ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لَا بَأْسَ إِذَا كَانَ فِي صِمَامٍ وَاحِدٍ.

حفصہ سے مروی ہے کہ ایک عورت ان کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرا شوہر میرے پاس پہلو کی طرف سے اور سامنے کی طرف سے آتا ہے لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں ہے، یہ بات نبی ﷺ تک بھی پہنچ گئی، آپ ﷺ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں جبکہ ایک ہی سوراخ میں ہو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و ابواب الامام محمد: ۵۴ باب العزل و ما نہی عنہ من اتیان النساء، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۸۶ ح ۱۱۸۹، مسند الامام ابی حنیفہ روایت الحسکی: ۲۷۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۹۸، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۴۰۰، مسند ابی حنیفہ روایت ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۷۸۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ طریق آخر)

۱۔ امام ابو عثمان عبد اللہ بن عثمان بن غنیم القاری المکی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۳۴۱، تاریخ الثقات للعلی: ۸۵۱)

۲۔ امام یوسف بن ماہک بن بہزاد الفارسی المکی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۱۵۰، الکاشف: ۶۴۴۵)

۳۔ ثقہ و صدوق محقق حافظ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق یہ ام المؤمنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا نہیں ہیں بلکہ

حفصہ بنت عبد الرحمن (بن ابی بکر الصدیق) ہیں جو کہ صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کی ثقہ تابعیہ راویہ ہیں۔
اور حفصہ بنت عبد الرحمن نے یہ حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔

(ملاحظہ ہو: مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۶۹۸، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۴۰۰)

فائدہ:

مباشرت کے لیے کوئی بھی طریقہ اختیار کرنا جائز ہے، خواہ عورت چٹ لیٹی ہوئی ہو یا پیٹ کے بل یا کروٹ پر، تاہم یہ ضروری ہے کہ دخول صرف عورت کی قبل (اگلی شرمگاہ) میں ہی کیا جائے۔

{ عورتوں کی دبر میں مجامعت کرنا حرام ہے }

۶۸۶۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ إِيْتَانِ النِّسَاءِ فِي مَخَاشِيهِنَّ حَرَامٌ.

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورتوں کی دبر (پچھلے سوراخ) میں مجامعت کرنا حرام ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۲۸۰، جامع المسانید للنواری: ج ۲ ص ۱۰۰ ح ۱۳۱۶، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۹۲،

تحقیق:

حسن ہے۔ (للحدیث شواہد وَاخْرَجَ الْحَدِيثَ طَلْحَةُ وَابْنُ خُسْرٍ وَ مِنْ طَرِيقِ مُحَمَّدٍ عَنْهُ عَنْ حَمِيدِ بْنِ قَيْسٍ الْأَعْرَجِ عَنْ رَجُلٍ يُقَالُ لَهُ عِبَادُ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ، الْحَدِيثُ) امام ابو صفوان حمید بن قیس الاعرج الکی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۱۵۳۵، تاریخ الثقات: ۳۴۲)

{ عورتوں کی دبر میں مجامعت کرنا حرام ہے }

۶۸۸۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْإِمْلَاءِ بْنِ خَلِيفَةَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عَمَامٍ عَنْ أَبِي الْقَعْقَاعِ الْجَرَمِيِّ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ إِيْتَانِ النِّسَاءِ فِي مَخَاشِيهِنَّ حَرَامٌ.

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: عورتوں کی دبر (پچھلے سوراخ) میں مجامعت کرنا حرام ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۲۸۰، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۹۹ ح ۱۲۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۸۰۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۳۱۲۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۴۲۴۔

تحقیق:

حسن ہے۔

۱۔ امام ابو قدامہ منہال بن خلیفہ الخلی الکوفی رحمہ اللہ سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے مختلف فیہ راوی ہیں۔ (ملخصاً: تہذیب الکمال: ۶۲۰۹) مگر ان کی اسماعیل بن ابراہیم نے متابعت تمامہ کر رکھی ہے۔

(ملاحظہ ہو: مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۹۰۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۳۱۲۹)

۲۔ امام ابو عبد اللہ سلمہ بن تمام الشقری الکوفی رحمہ اللہ سنن نسائی کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۲۴۴۷، تاریخ الثقات للعلی: ۵۸۵)

۳۔ امام ابو القعقاع الجری رحمہ اللہ ثقہ راوی ہیں۔

(الثقات من لم یقع فی الکتب الستہ: ۵۸۳۱، تعجیل المنفعة: ۱۳۷۷، الثقات لابن حبان: ۸۸۵۸)

{عورتوں کی دبر میں مجامعت کرنا حرام ہے}

۶۸۹. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ وَجَدْنَا كِتَابًا بِحِطِّ أَبِي أَعْرَفَةَ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ إِيْتَانِ النِّسَاءِ فِي مَحَاشِيهِنَّ حَرَامٌ.

حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: عورتوں کی دبر (پچھلے سوراخ) میں مجامعت کرنا حرام ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۲۸۰، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۹۹ ح ۱۲۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۸۰۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۳۱۲۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۴۲۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابو عبد الرحمن قاسم بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود ہذلی مسعودی کو فی رحمہ اللہ صحیح بخاری و سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۷۹۹، تاریخ الثقات للعلی: ۱۳۶۷)

۲۔ امام عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود ہذلی کو فی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۷۸۷، تاریخ الثقات للعلی: ۹۶۳)

{ اللہ نے بالوں میں دوسرے بال ملانے والی اور ملوانے والی وغیرہا پر لعنت کی ہے }

۶۰. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ لَعَنَ اللَّهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُوتَصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُوتَشِمَةَ وَالْوَاشِرَةَ وَالْمُوتَشِرَةَ وَالْمُوتَصِصَةَ وَآكِلَ الرِّبَا وَمُطْعِمَهُ وَشَاهِدَهُ وَكَاتِبَهُ وَالْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ رب العزت نے بالوں میں دوسرے بال ملانے والی اور بال ملوانے والی پر، جسم گودنے والی اور گودانے والی پر، دانت باریک کرنے والی اور باریک کردانے والی پر، سود کھانے والے پر، سود دینے والے پر، اس کے گواہوں پر، اس کی تحریر لکھنے والوں پر، حلالہ کرنے والے پر اور حلالہ کردانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔“

تحقیق:

صحیح، مرسل معتقد ہے۔ (ولہ طرقی اھری)

فوائد و مسائل:

۱۔ عورت کے لیے مستحسن ہے کہ اپنے خاوند کی خوشی کے لیے زیب و زینت کرے لیکن جائز اور ناجائز کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۲۔ عورت کے بال کم ہوں تو یا جائز نہیں کہ بال زیادہ ظاہر کرنے کے لیے اپنے بالوں میں دوسرے بال ملائے۔

۳۔ جس طرح عورت کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بالوں میں دوسرے بال ملائے، اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ کسی دوسری عورت کا عیب چھپانے کے لیے اس کے بالوں میں دوسرے بال ملائے۔

۴۔ آرائش کا پیشہ اختیار کرنے والے مردوں اور عورتوں کو چاہیے کہ ایسے کاموں سے پرہیز کریں جو شرعاً ممنوع ہیں، مثلاً مرد کسی

کی ڈاڑھی نہ مونڈے۔ عورت دوسری عورت کا میک اپ کرنے میں ممنوع کاموں سے اجتناب کرتے ہوئے صرف جائز کاموں پر اکتفا کرے۔

۵۔ گودنے کا مطلب سوئی سے جسم پر کوئی نشان بنا کر اس میں کوئی رنگ دار چیز بھرنا ہے۔ جس کی وجہ سے جسم پر وہ نشان پختہ ہو جاتا ہے اور مٹتا نہیں۔ عرب میں عورتوں میں یہ رواج تھا۔ یہ کام کرنا اور کروانا بھی شرعاً ممنوع ہے۔

۶۔ سود کی تمام صورتیں حرام اور اللہ کی لعنت کا باعث ہیں۔

۷۔ جس طرح سود لینا کبیرہ گناہ ہے اسی طرح سود دینا بھی کبیرہ گناہ ہے، لہذا سود کی بنیاد پر قرض لینا بھی حرام ہے، خواہ یہ سود بینکوں سے لیا جائے یا کاروباری افراد سے۔

۸۔ حرام کاموں میں کسی بھی طرح تعاون نہیں کرنا چاہیے۔

۹۔ حلالہ غیر شرعی حرام، معصیت اور گناہ ہے۔ حلالہ غیر شرعی کی صورت یہ ہے کہ بوقت نکاح شرط طے کر لی جائے کہ دوسرا خاوند صحبت کرنے کے بعد لازماً اس عورت کو طلاق دیدے گا یا شرط تو طے نہ کی جائے لیکن دوسرے خاوند کی نیت مستقل ازدواجی زندگی گزارنے کی نہ ہو اور نہ ہی عورت اور اس کے سابقہ شوہر کے گھر کو آباد کرنے کی نیت ہو بلکہ محض جنسی لذت اور قضاء شہوت کی نیت ہو تو یہ حلالہ غیر شرعی ہے جو کہ حرام، معصیت اور گناہ ہے۔

{ غلام کے لیے کسی کو اپنی لونڈی بنانا جائز نہیں }

۶۹۱۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَبِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ لَا يَتَسَرَّعُ الْعَبْدُ إِلَّا تَرَى إِلَى قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى {الَّذِينَ هُمْ لِأَعْلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَمْلُوكَاتٍ أُمَّتَانَهُمْ إِلَىٰ آخِرِ الْآيَةِ} قَالَ الْعَبْدُ لَا يَمْلِكُ شَيْئًا.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: غلام لونڈی نہیں رکھ سکتا، کیا تم اللہ کے اس ارشاد میں نظر نہیں ڈالتے: ”اور جو اپنی شرمگاہوں کی (اور سب سے) حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں اور اُن کنیزوں کے جو اُن کی ملکیت میں آچکی ہوں، کیونکہ ایسے لوگ قابل ملامت نہیں ہیں (المؤمنون: ۶)۔“ لہذا غلام کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۹۵ باب ما محل للعبد من التزویج، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۸۴ ح ۱۱۸۳،

مصنف ابن ابی ہبہ: ۱۶۲۹۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۹۵)

{آزاد مرد ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ چار باندیوں سے نکاح کر سکتا ہے}

۶۹۲۔ یُؤَسَفُ بْنُ أَبِي يُونُسَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الْحَرِّ يَتَزَوَّجُ أَرْبَعَ مَمْلُوكَاتٍ إِنْ شَاءَ وَثَلَاثًا وَثْنَتَيْنِ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: آزاد مرد چار (۴)، تین (۳) اور دو (۲) باندی سے شادی کر سکتا ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۹۳ باب ما یحل للرجل الحر من التزویج، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۸۲ ح ۱۱۷۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ یہ اثر نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، آزاد مرد کو یہ حق ہے کہ وہ جتنی آزاد عورتوں سے شادی کر سکتا ہے اتنی ہی تعداد میں بانیوں سے بھی نکاح کر سکتا ہے، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۳۹۳)

{غلام نے اپنے آقا کی اجازت سے شادی کی تو طلاق غلام کے ہاتھوں میں ہوگی}

۶۹۳۔ یُؤَسَفُ بْنُ أَبِي يُونُسَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ بِغَيْرِ أَدْنٍ

مَوْلَاهُ فَلِلْمَوْلَى أَنْ يَفْرِقَ بَيْنَهُمَا وَيَأْخُذَ مِنَ الْمَرْأَةِ مَا أَخَذَتْ مِنَ الْعَبْدِ وَإِنْ تَزَوَّجَ بِأُذْنِ مَوْلَاهُ
فَالْطَّلَاقُ بَيْنَ الْعَبْدِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب غلام اپنے آقا کی اجازت ک بغیر شادی کر لے تو آقا کو حق حاصل ہے کہ ان دونوں کو جدا کر دے اور عورت سے وہ لے لے جو عورت نے (اس کے) غلام سے لیا ہے اور اگر غلام نے اپنے آقا کی اجازت سے شادی کی ہے تو پھر (اس عورت کی) طلاق غلام کے ہاتھوں میں ہوگی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۹۹ باب ما یحل للرجل الحر من التزویج، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۲ ص ۸۲ ح ۸۲

۱۱۷۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس اثر کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۹۹)

{ غلام صرف دو عورتوں سے ہی شادی کر سکتا ہے }

۶۹۳۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا يَتَزَوَّجُ الْعَبْدُ إِلَّا اثْنَتَيْنِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: غلام صرف دو عورتوں سے ہی شادی کر سکتا ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: باب ما یحل للعبد من التزویج، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۲ ص ۸۲ ح ۸۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔“ (کتاب الآثار وایۃ الامام محمد: ۳۴۹)

نیز سیدنا علی رضی اللہ عنہ، امام عطاء رحمہ اللہ، امام شعبی رحمہ اللہ اور امام حسن بصری رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

(ملاحظہ ہو: مصنف ابن ابی شیبہ: ۵/۱۶۰ تا ۱۶۰۴ باب فی المملوک کم یتزوج من النساء؟)

{ آدمی کا کسی عورت کے ساتھ زنا کر لینے کے بعد اس کے ساتھ شادی کرنا }

۱۹۵. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ سَأَلَ عَلْقَمَةَ عَنْ رَجُلٍ فَجَرَ بِامْرَأَةٍ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا فَقَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ: (وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ)

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے امام علقمہ رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو عورت کے ساتھ زنا کر لیتا ہے اور پھر اس سے شادی کر لیتا ہے (تو کیا یہ شادی درست ہوگی؟) تو انہوں نے جواب میں یہ آیت پڑھی: (وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ) ”اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے، اور گناہوں کو معاف کرتا ہے (الشوری: ۲۵)۔“

خریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۱۲۷۹۹ باب الرجل یزنی بامراة ثم یتزوجها، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵/۱۶۷۸ باب فی الرجل یتفجر بالمرأة ثم یتزوجها ومن رخص فیہ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۹۶. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ فِي ذَلِكَ أَوَّلُهُ سَفَاحٌ وَآخِرُهُ نِكَاحٌ.

سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس مسئلے کے بارے میں فرمایا: ان کا پہلا

عمل زنا ہے اور دوسرا عمل نکاح ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۱۲۷۸۷، سنن سعید بن منصور: ۸۸۹، مسند ابن الجعد: ۳۶۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۷۷۹،
۱۶۷۹۶، سنن الدارقطنی: ۶۳۸۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۳۸۷۸، ۱۳۸۷۹، معرۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۳۷۷۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

**{اگر عورت اپنی عدت میں شادی کر لے اور پھر دونوں کے درمیان جدائی کرادی جائے تو وہ
کس عدت کو پہلے گزارے گی؟}**

۶۹۷۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا تَزَوَّجَتِ الْمَرْأَةُ فِي عِدَّتِهَا
فَدَخَلَ بِهَا زَوْجُهَا فَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَتَمَّتْ عِدَّةُ الْأُولَى وَاعْتَدَتْ مِنَ الْآخِرِ عِدَّةً مُسْتَقْبَلَةً.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب کسی عورت نے اپنی عدت میں شادی
کر لی اور اس کے شوہر نے دخول بھی کر لیا اور پھر دونوں کے درمیان جدائی کرادی جائے تو عورت پہلی عدت کو پورا
کرے گی اور پھر دوسرے کی عدت نئے سرے سے شمار کرے گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۳۱۔ باب المهر

حق مہر کا بیان

{عورت نے گواہوں کے ہمراہ اپنا آپ بہہ کر دیا، مرد نے قبول کر لیا تو عورت کو مہر مثل دیا جائے گا}

۶۹۸۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ خُثَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِذَا وَهَبَتِ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا لِلرَّجُلِ بِشُهُودٍ فَقَبِلَهَا الرَّجُلُ فَهُوَ نِكَاحٌ وَلَهَا مَهْرٌ مِثْلُهَا إِلَّا أَنْ تَرْضَى بِأَقَلِّ مِنْ ذَلِكَ وَإِنْ لَمْ يَقْبَلْهَا فَلَا شَيْءَ وَإِنْ قَبِلَهَا وَلَمْ تَكُنْ شُهُودٌ فَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَالْعِدَّةُ عَلَيْهَا وَلَا صَدَاقَ لَهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ دَخَلَ بِهَا فَإِنْ كَانَ دَخَلَ بِهَا فَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ وَلَهَا الصَّدَاقُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب کوئی عورت گواہوں کے ہمراہ اپنا آپ کسی مرد کے لیے بہہ کرتی ہے اور مرد اسے قبول کر لیتا ہے تو اسے نکاح سمجھا جائے گا اور عورت کو مہر مثل دیا جائے گا مگر یہ کہ عورت اس سے کم مہر پر رضا مند ہو جائے۔ اور اگر مرد نے عورت کو قبول نہیں کیا تو کوئی داغی لازم نہ ہوگا۔ اور اگر مرد نے گواہوں کی غیر موجودگی میں عورت کو قبول کیا ہو تو ان کو جدا کر دیا جائے گا اور عورت پر عدت لازم ہوگی اور حق مہر نہیں دیا جائے گا بشرطیکہ مرد نے اس سے دخول نہ کیا ہو اور اگر دخول کیا ہو تو عورت پر عدت لازم ہوگی اور اسے حق مہر بھی دیا جائے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ہر وہ جماع جس میں حد نہ ہو اس میں مہر ہے}

۶۹۹۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ خُثَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ كُلُّ جِمَاعٍ يُنْذَرُ فِيهِ الْحَدُّ فَهُوَ الصَّدَاقُ فَقَالَ هَذِهِ امْرَأَةٌ حَبَسَ اللَّهُ عَلَيْكَ مِيزَانَهَا فَكُلُّهُ.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ہر وہ جماع جس میں حد نہ ہو اس میں مہر ہے۔“ اور فرمایا: ”اس عورت کے ذریعے اس کا ترکہ اللہ نے تیرے واسطے روک رکھا ہے تو گواہ سے کھا۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۶۲۱ باب من غصب امرأة نفسها، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۱۹۸ ح ۱۳۶۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ مہر طے نہیں کیا، قبل از دخول انتقال ہو گیا تو پورا مہر طے گا }

... یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم أن رجلاً سأل ابن مسعود رضي الله عنه عن الرجل يملك له امرأة لم يدخل بها ولم يسم لها مهرًا قال ما سمعت فيها من النبي ﷺ شيئًا قال فليل له قل فيها برأيك قال أرى لها صداقًا نسائها كاملاً والبيزات كاملاً وعليها العدة قال فقال رجل من أشجع قضيت فيها والذي يخلّف به بقضاء النبي ﷺ في بزوج بنت واشق الأشجعية.

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک صاحب نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جس نے عورت سے شادی کی لیکن عورت کے لیے مہر مقرر نہ کیا اور ابھی دخول بھی نہ ہوا تھا کہ اس شخص کا انتقال ہو گیا۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس بارے میں میں نے نبی اکرم ﷺ نے کچھ بھی نہیں سنا، آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ اس کے بارے میں آپ اپنی رائے ظاہر کر دیجئے، انہوں نے فرمایا: ”میرے خیال میں اسے اس جیسی خواتین کے مہر جتنا پورا حق مہر طے گا، پوری میراث طے گی اور عدت بھی آئے گی۔“ (یہ سن کر) اشجعی قبیلے کے ایک شخص (سیدنا معقل بن سنان اشجعی رضی اللہ عنہ) نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کے نام کی قسم اٹھائی جاتی ہے آپ نے وہی فیصلہ کیا ہے جو نبی ﷺ نے بروح بنت واشق اشجعیہ کے بارے میں کیا تھا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مؤطا محمد: ۵۴۳، کتاب ہا آثار و روایۃ الامام محمد: ۳۰۹ باب من تزوج ولم يعرض صداقاً حتى مات، جامع المسانید للخوازمی:

ج ۲ ص ۱۱۴ ح ۱۲۳۶، مصنف عبد الرزاق: ۱۰۸۹۹، ۱۱۷۴۳، ۱۱۷۴۵، مصنف ابن ابی عیینہ: ۱۱۰۷۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۳۶۲، سنن ابن ماجہ: ۱۸۹۱، سنن ابی داود: ۲۱۱۳، سنن الترمذی: ۱۱۳۵، سنن النسائی: ۳۳۵۵، المعجم الکبیر للطبرانی:

۵۴۲، سند ابی حنیفہ روایت ابی نعیم: ج ۱ ص ۸۰، السنن الکبریٰ سیہقی: ۱۳۴۱۱، ۱۳۴۱۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۸۹۹، ۱۱۷۳۳، ۱۱۷۳۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۱۱۰، سند الامام احمد بن حنبل: ۱۸۴۶۲۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (رواہ ابو نعیم بسندہ عن ابی حنیفہ عن حماد عن ابراہیم عن علقمہ عن عبد اللہ..... الخ)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں میراث اور عدت اس وقت تک لازم نہیں ہوتے جب تک حق مہر لازم نہ ہو۔ (کتاب الآثار وایۃ الامام محمد: ۴۰۹)

{ عورت کو رجوع کا علم نہ ہو، دوسری شادی کر لے تو جدائی کرادی جائے، مہر دوسرے خاوند

پر لازم ہوگا}

۴۰۱. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَاحِدَةً تَمْلِكُ الرَّجْعَةَ ثُمَّ أَشْهَدَ عَلَى رَجْعَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَنْقَضِيَ الْعِدَّةُ وَهِيَ لَا تَعْلَمُ حَتَّى تَزَوَّجَتْ وَدَخَلَ بِهَا زَوْجُهَا أَنَّهُ يُفَرِّقُ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ زَوْجِهَا الْآخِرِ وَتُرَدُّ عَلَى زَوْجِهَا الْأَوَّلِ وَيَكُونُ لَهَا الْمَهْرُ عَلَى الْآخِرِ مِمَّا اسْتَعْلَى مِنْ فَرْجِهَا.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب کسی آدمی نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دے دی پھر عدت گزرنے سے پہلے ہی رجوع کر کے اس پر گواہ بنا لیے جبکہ عورت کو رجوع کا علم نہ ہو یہاں تک کہ وہ شادی کر لے اور اس کے خاوند نے دخول بھی کر لیا تو عورت اور اس کے دوسرے خاوند کے درمیان جدائی کرادی جائے گا اور عورت کو اس کے پہلے خاوند کی طرف لوٹا دیا جائے گا اور عورت کا حق مہر دوسرے خاوند پر ہوگا اس سبب سے جو اس نے عورت کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا کیا ہے۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتقد ہے۔ (ولہ طریق آخر عند ابن ابی شیبہ: ۱۸۹۰۵)

{ لونڈی کو آزاد کر دیا گیا اور اس نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا تو اسے مہر نہیں ملے گا }

۴۰۲. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لِي الرَّجُلُ يُعْتَقُ امْرَأَتَهُ وَهِيَ أَمَةٌ وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا فَيُتَخَارُ نَفْسَهَا أَنَّهُ قَالَ لَأَمْهَرُ لَهَا لِأَنَّ الْفُرْقَةَ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِهَا.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ”ایسے شخص کے بارے میں جس کی بیوی کو آزاد کر دیا گیا جبکہ وہ باندی ہو اور ابھی اس نے دخول بھی نہ کیا اور باندی اپنے آپ کو اختیار کر لے۔“ تو فرمایا: اس باندی کو مہر نہیں ملے گا کیونکہ فرقت باندی کی طرف سے پیش آئی ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۴۲۹ باب الزوج یدزوج الامة ثم یشتریکها و یعتق، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۷۱۴ ح ۱۳۲۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ابن عمرؓ اپنی بیٹیوں کی شادی ایک ہزار دینار کے عوض کرتے}

۴۰۳۔ یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن عمرو بن دینار عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انہ کان یدزوج بناتہ علی ألف دینار یختلین من ذلک بأربعین دینار و کان یحلی بناتہ الذہب۔

عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی بیٹیوں کی شادی ایک ہزار دینار کے عوض کرتے اور چار سو درہم کا زیور بنا کر دیتے اور اپنے بیٹیوں کو سونے کے زیورات بنا کر دیتے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: باب اللباس من الحریر و الشعر و الخمر، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۳۲۸ ح ۱۷۳۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴۳۴۲ باب لا وقت فی الصداق کثر او قل، مصنف عبدالرزاق: ۱۹۹۳۲، مؤطا مالک: ۱۱، مؤطا محمد: ۳۳۰، الاموال لابن زنجویہ: ۱۷۸۱، سنن الدارقطنی: ۱۹۶۸، معرۃ السنن و الآثار للبیہقی: ۸۲۷۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو محمد عمرو بن دینار الکی الاثر مالحی کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۴۳۶۰، تاریخ الثقات للعلی: ۱۲۵۷)

۳۲۔ باب الْمُتْعَةِ

نکاح متعہ کا بیان

{ متعہ کی اجازت صرف تین دن کے لیے دی گئی تھی پھر اسے آیت نکاح نے منسوخ کر دیا }

۶۰۴۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ شَكَوْنَا الْعَزُوبَةَ فَأَجَلَّتْ لَنَا الْمُتْعَةُ فَلَا تَأْكُطُ ثُمَّ نَسَخَهَا آيَةُ النِّكَاحِ وَالْعِدَّةِ وَالْمِيرَاثِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ ہم نے (ایک غزوہ میں) مجرد رہنے اور غلبہ شہوت کی شکایت کی تھی جس کی وجہ سے ہمارے لیے تین دن متعہ حلال قرار دے دیا گیا اور پھر اس متعہ کو آیت نکاح، عدت اور میراث نے منسوخ کر دیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۴۳۵ باب من تزوج للمتعہ، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳/۲۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۷/۷۹، صحیح ابن حبان: ۴۱۴۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری)

{ نبی ﷺ نے عورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرادیا تھا }

۶۰۵۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ ثَالِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ أَوِ الْأُنْثَى وَعَنِ الْمُتْعَةِ مُتْعَةِ النِّسَاءِ وَمَا كُنَّا مُسَافِحِينَ.

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: کہ نبی اکرم ﷺ نے پالتو گدھوں کے گوشت

اور گورتوں سے متعہ کرنے سے منع فرمادیا تھا اور ہم حد سے بڑھنے والے نہیں ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۲۷۳، سنن سعید بن منصور: ۸۵۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۵۸۰۸، ۵۶۹۳، مسند ابی یعلیٰ الوصلی: ۵۷۰۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۰۴۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۶۰۶۔ یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ رَبِيعٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ.

ربیع رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن متعہ سے منع فرمادیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۲۷۵، صحیح مسلم: ۱۳۰۶، سنن ابی داود: ۲۰۷۲، صحیح ابن حبان: ۴۱۳۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۰۴۱، المعجم الکبیر للطبرانی: ۶۵۱۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۵۳۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (وہذا الحدیث عند الکلاعی عن یونس عن ربیع بن سیرۃ عن ابیہ، فعلم ان فی السند واسطۃ ابیہ وحدیث سیرۃ فی مسلم وغیرہ من کتب الصحاح.)

۱۔ امام یونس بن عبد اللہ بن ابی فروہ رحمہ اللہ ثقہ راوی ہیں۔ (الثقات لابن حبان: ۱۱۸۸۸) امام نسائی رحمہ اللہ نے تمیز میں کہا ہے کہ ان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ (بحوالہ تعلیق کتاب الآثار: ج ۲ ص ۵۳۸)

۲۔ امام ربیع بن سبرہ بن معبد جہنی مدنی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۱۸۶۲، تاریخ الثقات للعلی: ۴۲۱)

۶۰۷۔ یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ رَبِيعٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ.

زہری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن متعہ سے منع فرمادیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۲/۷۷، صحیح ابن حبان: ۴۰۱۳۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۵۳۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۳۱۴ باب نکاح المتعہ۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (وقال الطحاوی حدثنا ابن ابی داود قال ثنا مسدد قال ثنا حماد بن زید عن ایوب عن الزہری ان رسول اللہ ﷺ نہی عن متعۃ النساء یوم الفتح فقلت من سمعته فقال حدثنی رجل عن ابیہ عن عمر بن عبدالعزیز وزعم معمر انه الربیع بن سبرۃ۔ وللحدیث طرق اخری عند احمد بن حنبل وغیرہ)

فائدہ:

متعہ النساء کا مفہوم یہ تھا کہ قلیل مدت کے لیے ایک عورت سے عقد کر لیا جاتا جس کو نکاح موقت یعنی وقتی نکاح کہا جاتا اور اس میں حق مہر اور کواہوں کی شہادت ہوتی تھی لیکن عقد میں دوام نہیں ہوتا تھا۔ اسلام میں بعض اوقات اس نوع کے نکاح کی اجازت تھی لیکن بعد میں کتاب و سنت کے مطابق عہد نبوی میں ہی یہ فعل ممنوع ہو گیا اور حرام قرار دیا گیا، جس طرح کہ بعض دیگر اشیاء بھی پہلے مباح تھیں لیکن انہیں بعد میں ممنوع اور ناجائز قرار دیا گیا مثلاً۔۔۔۔۔

- ۱۔ شرب خمر (شراب پینا)۔
- ۲۔ مسلم و کافر کا باہمی نکاح کرنا،
- ۳۔ نماز ادا کرنے کی حالت میں کلام کرنا۔
- ۴۔ ربا یعنی سود کا لین دین۔۔۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ چیزیں پہلے مباح اور جائز تھیں لیکن بعد میں اپنے اپنے مواقع میں انہیں ناجائز اور ممنوع قرار دیا گیا۔ بالکل اسی طرح متعہ النساء بھی پہلے مباح تھا لیکن بعد میں اس کے عدم جواز کا حکم صادر فرمایا گیا۔

اب اسلام میں صرف نکاح دائمی ہے۔ وقتی نکاح یا (جسے متعہ کہا جاتا ہے) وہ ختم ہو گیا۔ اہل اسلام کے تمام طبقات حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور اہل ظواہر متعہ (وقتی نکاح) کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور دوائی عقد نکاح کے قائل ہیں۔ تفصیل کے لیے فوائد نافعہ (ج ۱ ص ۲۸۱ تا ۳۷۷) کا مطالعہ فرمائیں۔

۳۳۔ باب فی العزل عزل کا بیان

عزل کا مفہوم:

عزل کے لغوی معنی ہیں: الگ کرنا، علیحدہ کرنا۔ اور اصطلاح میں عزل یہ ہے کہ مرد عورت سے جماع کرے جب انزال کے قریب ہو جائے یا ہونے لگے تو عضو مخصوص کو عورت کی شرمگاہ سے نکال کر باہر انزال کرے تاکہ عورت کے رحم میں مٹی نہ پہنچے اور استقرار حمل نہ ہو سکے۔

عزل کا حکم:

عزل کا حکم یہ ہے کہ بیشتر صحابہؓ، اکثر فقہاء اور عام علماء اسے جائز قرار دیتے ہیں جبکہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت اسے ناپسندیدہ خیال کرتی ہے۔ ناپسندیدہ قرار دینے والوں کی دلیل جد امہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جس میں یہ مضمون آیا ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عزل کے متعلق دریافت کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: (ذَٰلِكَ وَاَدِ الْخَفَىٰ) ”یہ خفیہ طور پر درگور کرنا ہے۔“ (صحیح مسلم: ۱۴۴۲) یعنی عزل حقیقتاً زندہ درگور کرنا نہیں لیکن اس کے مشابہ ہے کیونکہ اس میں بھی حمل کو روکنے اور ضائع کرنے کی کوشش ہوتی ہے اور اس نطفے کو تلف کرنے کی سعی ہوتی ہے جس کے جاندار نفس بننے کا امکان موجود ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ عزل میں حقیقی زندگی کو ختم کرنا نہیں، اس لیے یہ حقیقی درگور کرنا نہیں ہے، مختصر یہ کہ جد امہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث عزل کی تحریم پر اگرچہ دلالت نہیں کرتی مگر اس میں کراہت و ناپسندیدگی کا اظہار ہے۔

نیز سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں عزل کرتے تھے جبکہ قرآن اس وقت نازل ہو رہا تھا۔ اگر کوئی چیز قابل ممانعت ہوتی تو قرآن ہمیں اس سے لازماً منع کر دیتا۔ (اور مسلم کی روایت میں ہے) یہ بات نبی ﷺ تک پہنچی تو آپ نے ہمیں اس سے منع فرمایا۔ (صحیح البخاری: ۵۲۰۷، صحیح مسلم: ۱۴۴۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عزل جائز اور مباح ہے۔ صاحب فتح القدیر نے بھی لکھا ہے کہ صحیح قول جواز عزل کا ہے اور محققین و بیشتر اہل علم کی رائے یہی ہے۔ (فتح القدیر: ج ۳ ص ۸۷، بحوالہ احسن الہدایہ: ج ۴ ص ۲۲۲)

{ اللہ جس جان کو پیدا کرنا چاہیں وہ پیدا ہو کر ہی رہتی ہے }

۴۰۸۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَبِيفَةَ عَنْ حَكَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ

قَالَ: لَوْ أَنَّ اللَّهَ أَخَذَ مِيثَاقَ نَسَمَةٍ فِي صَلْبِ رَجُلٍ ثُمَّ صَبَّهَ عَلَى صَفَاةٍ، لَأَخْرَجَ اللَّهُ مِنْهَا تِلْكَ النَّسَمَةَ الَّتِي أَخَذَ مِنْهَا مِيثَاقَهَا.

(امام) ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ”اگر اللہ رب العزت کسی جان کا کسی شخص کی پشت میں عہد لے لیں، پھر وہ اسے (مادیہ منویہ کو) کسی چٹان پر بھی ٹپکا دے تو بالیقین اللہ تعالیٰ اسی چٹان سے بھی اس جان کو پیدا کر دیں گے، (اس وجہ سے کہ) جو اللہ نے اس سے عہد لے رکھا ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۱۲۵۶۸، الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور للسیوطی: ج ۳ ص ۶۰۴، جزء عوالی الامام ابی حنیفہ للحافظ
شمس الدین یوسف بن خلیل الدمشقی ثم الحلبي الحسني: ۱۸، الاربعون من حدیث ابی حنیفہ لابن ابن البرد الحسني: ۲۹۔

تحقیق:

یہ حدیث بلا غبار صحیح و ثابت ہے۔

{ ابن عمرؓ نے سورہ بقرہ کی آیت (۲۲۳) کے بارے میں کہا کہ اگر چاہو تو عزل کر سکتے ہو }

۴۰۰۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ كَثِيرِ الْأَصَمِ عَنْ أَبِي ذَرَّاجٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى (فَأْتُوا حَزَنُكُمْ أُنَّى شِئْتُمْ إِنْ شِئْتُمْ فَأَعْزَلْ وَإِنْ شِئْتُمْ فَلَا عَزْلَ).

ابو ذر راع رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اللہ کے اس ارشاد: ”تمہاری عورتیں تمہاری کمیتیاں ہیں تم جہاں سے چاہو ان کے پاس جاؤ (البقرہ: ۲۲۳)۔“ کے بارے میں کہا: ”اگر تم چاہو تو عزل کرو اور اگر چاہو تو نہ کرو۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۵ باب العزل، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۷۱۳ ح ۱۲۹۳، مصنف ابن ابی

حبیبہ: ۱۶۶۷۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام کثیر بن عبد اللہ بن اسلم الکوفی الاصبہ الرماح رحمہ اللہ ثقہ راوی ہیں۔

(تعییل المنفعة: ۹۰۵، الشقات ممن لم یقع فی الکتب الستة: ۹۱۲۲، الشقات لابن حبان: ۱۰۴۰۵)

۲۔ امام ابو ذراع سہیل بن ذراع رحمہ اللہ بھی ثقہ راوی ہیں۔ (الشقات: ۸۳۷۲)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۴۵۵)

{ آزاد عورت سے اس کی اجازت سے اور لونڈی سے بلا اجازت عزل کر سکتے ہیں }

۱۰۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ لَا بَأْسَ بِالْعَزْلِ عَنِ الْأَمَةِ قَائِمًا الْحُرَّةُ فَإِنْ أَذِنَتْ لَكَ فَاْعَزِلْ وَإِنْ لَمْ تَأْذِنْ لَكَ فَلَا تَعَزِلْ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا: لونڈی کے ساتھ (بلا اجازت) عزل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں مگر آزاد عورت اگر تمہیں اجازت دے تو اس کے ساتھ عزل کر لو اور اگر اجازت نہ دے تو نہ کرو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۵۲ باب العزل، جامع المسانید للنخوارزی: ج ۲ ص ۱۱۸ ح ۱۲۶۱، مصنف ابن ابی

ہشیم: ۱۶۶۰۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۵۶۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ سیدنا سعد بن ابی وقاص اور سیدنا زیدؓ عزل کیا کرتے تھے }

۱۱۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي الْعَطَاوِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُمَا كَانَا يَتَحَجَّجَانِ وَهُمَا صَائِمَتَانِ وَيَعَزِلَانِ.

سیدنا سعد بن (ابی وقاص) مالک رضی اللہ عنہ اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ دونوں روزے کی حالت میں بیٹلی لکوا لیا کرتے تھے اور عزل کیا کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للنحوارزی: ج ۱ ص ۴۸۱ ح ۸۶۱، مؤطا مالک: ۱۰۴۸ باب الحجامة للصائم، مؤطا مالک روایۃ ابی مصعب الزہری: ۸۳۰، مؤطا ترمذی: ۳۵۶ باب الحجامة للصائم، مصنف عبدالرزاق: ۵۴۰ باب الحجامة للصائم، الاصل المعروف بالبسوط للشیخانی: ج ۲ ص ۱۹۵ کتاب الصوم۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ طرق اخری)



۹۔ کِتَابُ الرِّضَاع

رضاعت سے متعلق احکام و مسائل

رضاعت کا لغوی و اصطلاحی معنی:

رضاع (راء کے فتح کے ساتھ) کے لغوی معنی ہیں ہیں چھاتی سے دودھ چوسنا۔ رضاع کے اصطلاحی معنی ہیں شخص مخصوص کا مخصوص مدت یعنی مدت رضاعت میں کسی عورت کی چھاتی سے دودھ پینا۔ چونکہ نکاح کا مقصد تولید و تناسل ہے اور دودھ اور افزائش غذا کے بغیر یہ چیزیں مستحکم نہیں ہو سکتیں، اس لیے کتاب النکاح سے فراغت کے بعد کتاب الرضاع کو بیان کیا جا رہا ہے۔

{ دودھ سے حرمت ثابت ہوتی ہے، جب دودھ دودھ پینے کی عمر میں پیا جائے }

۴۱۲۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ أَعْرَابِيًّا وَلَدَتْ امْرَأَتَهُ فَمَاتَتْ وَلَدُهَا فَكَثُرَ اللَّبَنُ فِي ثَدْيِهَا فَقَالَتْ لَهُ امْصُصْهُ ثُمَّ افْجُجْهُ فَفَعَلَ ذَلِكَ فَدَخَلَ بَعْضُهُ فِي حَلْقِهِ فَأَتَى أَبَا مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَسَأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ حَرُمَتْ عَلَيْكَ امْرَأَتُكَ ثُمَّ أَتَى ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَسَأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ وَأَخْبَرَهُ بِقَوْلِ أَبِي مُوسَى فَقَالَ إِنَّمَا كُنْتَ مُدَاوِيًّا وَأَنَّهُ لَا رِضَاعَ بَعْدَ فِطَامٍ وَإِنَّمَا يَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعِ مَا أَنْبَتَ اللَّحْمَ وَالْعَظْمَ فَأَمْسِكْ عَلَيْكَ امْرَأَتَكَ فَأَتَى أَبَا مُوسَى فَأَخْبَرَهُ بِقَوْلِ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ لَا تَسْأَلُونِي مَا دَامَ هَذَا الْحَبْرُ فِينَكُمْ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی کی بیوی نے بچہ پیدا کیا، وہ بچہ فوت ہو گیا، عورت کے پستانوں میں بہت دودھ اتر آیا، اس نے اپنے شوہر سے کہا: اس کو چوس کر کلی کر دے۔ اس نے اسی طرح کیا، اس طرح کرنے میں تھوڑا سا دودھ اس کے حلق میں اتر گیا۔ وہ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے اس سلسلے میں دریافت کیا۔ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیری بیوی تجھ پر حرام ہو گئی ہے۔ پھر وہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے یہی مسئلہ پوچھا اور انہیں سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا موقف بھی بتلایا۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو ایک علاج کر رہا تھا، دودھ پینے سے حرمت تب ثابت ہوتی ہے جب وہ دودھ گوشت اور ہڈیاں پیدا کرے (اور یہ تب ہی ہوتا ہے جب دو سالوں کے اندر اندر دودھ پیا جائے) دودھ چھڑانے

کے بعد جب بچہ کھانا کھانے لگ جائے اس زمانے میں دودھ پینے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ تو اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ۔ وہ شخص دوبارہ لوٹ کر سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا موقف ان کو بتایا (سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا اور) فرمایا: جب تک یہ قحط عالم تمہارے اندر موجود ہے مجھ سے کوئی مسئلہ مت پوچھنا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للبخاری ج ۲ ص ۱۰۳ ح ۱۲۲۴، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۸۹۵، ۱۳۸۹۶، مخطا مالک: ۱۴ باب ماجاء فی الرضاۃ بعد الکبیر، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۵۶۵۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرقی اخری)

{ دودھ اترنے کا سبب بننا مرد کو رضاعی باپ نہیں بناتا }

۱۳۔ یُؤَسَّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا كِبَاسٌ يَلْبَنُ الْفَخْلَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”لبن فحل میں کوئی مضائقہ نہیں (یعنی دودھ اترنے کا سبب بننا مرد کو رضاعی باپ نہیں بناتا)۔“

تحقیق:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۱۳۹۴۴، سنن سعید بن منصور: ۹۵۹، مسند ابن الجعد: ۱۹۸، مصنف ابن ابی عیینہ: ۱۷۳۶۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۴۔ یُؤَسَّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا يُحْزَمُ مِنَ الرِّضَاعِ مَنْ قَبِلَ الْفَخْلَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”مرد کی طرف سے آنے والی رضاعت کسی چیز کو حرام نہیں کرتی۔“

تحقیق:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۱۳۹۴۴، سنن سعید بن منصور: ۹۵۹، مسند ابن الجعد: ۱۹۸، مصنف ابن ابی حمیہ: ۱۷۳۶۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا نَأْخُذُ بِقَوْلِ إِبْرَاهِيمَ فِي الرِّضَاعِ وَلَكِنْ نَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم رضاعت سے متعلق ابراہیم غلی رحمہ اللہ کا قول اختیار نہیں کرتے لیکن رضاعت کے ذریعے وہی حرمت ثابت ہوتی ہے، جو نسب کے ذریعے ثابت ہوتی ہے۔



۱۰۔ کِتَابُ الطَّلَاقِ

طلاق سے متعلق احکام و مسائل

☆ طلاق کی لغوی تعریف:

طلاق (طَلَّقَ يُطَلِّقُ) سے اسم مصدر ہی جس کے لغوی معنی (حَلَّ الْعَقْدِ) ”گرہ کھولنا“ ہیں۔ طلاق کے لغوی معنوں میں سے ایک معنی ”چھوڑ دینا اور فارغ کر دینا“ بھی ہیں۔
عرب جب اونٹنی کو بغیر چرواہے کے چھوڑ دیتے ہیں تو کہتے ہیں: (نَاقَةُ طَالِقٍ).

☆ طلاق کی اصطلاحی تعریف:

طلاق کی اصطلاحی تعریف اس طرح کی گئی ہے:
(هُوَ حَلُّ عَقْدِ النِّكَاحِ بِلَفْظِ الطَّلَاقِ وَغَيْرِهِ)
”نکاح کی گرہ کو لفظ ”طلاق“ وغیرہ کہہ کر کھول دینا طلاق ہے۔“

☆ مشروعیت طلاق کی حکمت:

اسلام ایک معتدل اور متوازن مذہب ہے جو اپنے پیروکاروں کو مضبوط، قابل عمل اور منضبط نظام حیات عطا کرتا ہے۔ اسلام انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بد نظمی، انتشار، تفریق اور ترک تعلق کو قابل مذمت جبکہ اتفاق و اتحاد، محبت و مودت اور نظم و ضبط کو انتہائی مستحسن گردانتا ہے۔ نکاح ایک عظیم نعمت ہے جس کی وجہ سے دو افراد اور ان کے خاندانوں میں باہمی الفت، قربت اور اتفاق و اتحاد جیسے خوبصورت جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ صالح اولاد کا حصول اور نسل انسانی کی بقا کے ساتھ ساتھ ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔

اس رشتے کو مضبوط بنانے، قائم رکھنے اور اس میں محبت و مودت کو رواج دینے کے لیے اسلام نے میاں بیوی کے حقوق کی تعیین فرمائی ہے اور دونوں پر پابندی عائد کی ہے کہ وہ نہ تو اپنے حقوق سے تجاوز کریں، نہ دوسرے کے حقوق سلب کریں۔ میاں بیوی کے حقوق کو واضح کرتے ہوئے شوہر کو فوقیت دی کیونکہ اس رشتے میں اس کا کردار زیادہ مضبوط اور جاندار ہے۔ بیوی بچوں کی کفالت اور ان کے معاشی و معاشرتی مسائل کا حل اسی کے ذمے ہے۔ ان ذمہ داریوں کے باعث

پیغمبر اسلام ﷺ نے عورتوں کو تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

”شوہر بیوی کے لیے جنت یہ جہنم کی حیثیت رکھتا ہے۔“ (مسند احمد ۴/۳۲۱)

جبکہ خاوند کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

”جب خود کھاؤ تو اس (بیوی) کو بھی کھلاؤ اور جب خود کپڑے پہنو تو اسے بھی پہناؤ۔ چہرے پر نہ مارو اور نہ گالی دو۔ اور (اگر کبھی الگ کرنے کی ضرورت پیش آئے تو) گھر کے علاوہ کسی دوسری جگہ الگ نہ کرو۔“

(سنن ابی داؤد: ۲۱۴۲)

نیز فرمایا:

”بیوی سے نفرت نہ کرو۔ اگر اس کی ایک عادت ناپسند ہے تو بعض دوسری پسندیدہ بھی ہوں گی۔“ (صحیح مسلم: ۱۴۶۷)

یہ اور ایسی ہی بہت سی مبارک تعلیمات اس مقدس رشتے کو مستحکم بنانے، مضبوط کرنے اور قائم و دائم رکھنے کے لیے دی گئی ہیں، تاہم انسانی مزاج، طبیعت کا اختلاف، عادات و اطوار کا فرق اور بعض اوقات غلط انتخاب از دو اجبی زندگی کی رواں دواں گاڑی کو جاری رکھنے میں رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں۔

ان سب سے بڑھ کر ابلیس اور اس کا لشکر ہر منکوحہ رشتے کو توڑنے پر کمر بستہ رہتا ہے جیسے کہ رسول مقبول ﷺ نے خبر دی ہے کہ شیطان کے چیلے اپنی رپوٹ پیش کرتے ہیں تو شیطان اس شاگرد کو گلے لگاتا ہے جو میاں بیوی کی لڑائی کروا کے طلاق دلو کر آتا ہے۔ شیطان اسے خوب شاباش دیتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۱۳)

ایسے حالات میں جب انسانی عقل مسائل کو سلجھانے سے عاجز آ جائے، اعتماد بد اعتمادی میں، خلوص بے وفائی میں اور محبت و مودت نفرت میں بدل جائے تو بھی اللہ تعالیٰ نے مردوں کو صبر برداشت اور بہتر رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَمَعٰی اِنْ تَكَرَّهْتُمُوْهُنَّ فَاِنْ تَكْرَهُوْنَ شَيْئًا وَیَجْعَلُ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا}

(النساء: ۱۹)

”تم ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بود و باش رکھو گو تم انہیں ناپسند کرو لیکن بہت ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو برا جانو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت زیادہ بھلائی ڈال دے۔“

لیکن اگر معاملہ اس سے زیادہ بگڑ جائے تو پھر دوسرا حل بتایا:

{وَالَّذِیْ تَخَافُوْنَ زُشُوْرَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اطَعْنَكُمْ فَلَا

تَبْغُوا عَلَیْھِمْ سَبِیْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا} (النساء: ۳۴)

”اور جن عورتوں کی سرکشی کا تمہیں خوف ہوا انہیں نصیحت کرو اور انہیں الگ بستروں پر چھوڑ دو اور انہیں مار کی سزا دی

پھر اگر وہ تابعداری کریں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ بڑی بلندی اور بڑائی والا ہے۔“
کسی بھی نیک فطرت خاتون کے لیے مندرجہ بالا علاج انتہائی کارگر ہے جو اس کی وقت سرکشی کے لیے کافی ہے لیکن اگر معاملہ اس پر بھی نہ سدھرے تو رب العالمین نے ایک اور حل بیان فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وان خفتم شقاق بینہما فابعثوا حکما من اہلہ وحکما من اہلہا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینہما}

”اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان آپس کی اُن بن کا خوف ہو تو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک عورت کے گھر والوں میں سے مقرر کرو، اگر یہ دونوں صلح کرنا چاہیں گے تو اللہ دونوں (میاں بیوی) میں الفت پیدا کر دے گا۔“ (النساء ۳: ۳۵)

یہ ہے اسلام کے بابرکت ازدواجی نظام حیات کا پہلو۔ اسلام اس رشتے کو تاحیات نبھانے اور اسے مضبوطی سے قائم رکھنے کی تعلیمات دیتا ہے لیکن اگر تمام طریق علاج ناکافی ہو جائیں اور مرض حد سے بڑھ جائے تو پھر دونوں خاندانوں پر یہ رحمت الہی ہے کہ وہ انہیں اچھے طریقے سے جدا ہونے کی اجازت دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان} (البقرة ۲: ۲۲۹)

”طلاق (زیادہ سے زیادہ) دوبار ہونی چاہئے۔ اس کے بعد (شوہر کے لئے دو ہی راستے ہیں) یا تو قاعدے کے مطابق (بیوی کو) روک رکھے (یعنی طلاق سے رجوع کر لے) یا خوش اسلوبی سے چھوڑ دے (یعنی رجوع کے بغیر عدت گزر جانے دے)۔“

نیز فرمایا:

{وان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم} (البقرة ۲: ۲۲۴)

”اور اگر انہوں نے طلاق ہی کی ٹھان لی ہو تو (بھی) اللہ سننے والے والا ہے۔“

☆ شرعی حکم کے اعتبار سے طلاق کی قسمیں:

میاں بیوی کے حالات کے اعتبار سے طلاق کے پانچ مراتب اور درجات ہیں:

۱۔ حرام:

جب غیر شرعی طریقہ سے طلاق دی جائے تو وہ طلاق حرام ہے اگرچہ طلاق دینے کی شرعی وجہ موجود ہو۔

۲۔ مکروہ:

طلاق سنی طریقے کے مطابق دی جائے لیکن طلاق دینے کی ضرورت اور طلاق کا داعیہ موجود نہ ہو تو ایسی طلاق مکروہ ہے۔

۳۔ واجب:

جب میاں بیوی کے درمیان بہت زیادہ نفرت پیدا ہو جائے اور اتفاق اور حقوق کی ادائیگی ممکن نہ ہو اور میاں بیوی طلاق پر متفق ہو جائیں تو ایسی صورت میں طلاق دینا مستحب ہے۔

۴۔ مستحب:

جب عورت پاکدامن نہ ہو تو اس کو طلاق دینا مستحب ہے۔

۵۔ جائز:

جب طلاق شرعی طریقہ کے مطابق دی جائے اور طلاق کا داعیہ اور ضرورت پائی جائے تو طلاق دینا جائز ہے۔
(القول الجامع فی الطلاق البدعی والمتتابع: ص ۱۴۵)

☆ حق رجوع کے اعتبار سے طلاق کی قسمیں:

حق رجوع کے اعتبار سے طلاق کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ طلاق رجعی:

جس کے بعد عدت کے اندر قولاً رجوع کرنا (مثلاً یہ کہے میں نے طلاق سے رجوع کیا) یا فعلاً (مثلاً بیوی کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانا یا بیوی کا بوسہ لینا) کافی ہے اور عدت کے بعد رجوع بصورت نکاح ہوگا یعنی بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے اور یہ رجوع قولی یا رجوع فعلی یا رجوع بالنکاح فقط دو طلاقوں تک ہو سکتا ہے تیسری طلاق کے بعد نہیں ہو سکتا۔

۲۔ طلاق بائنہ:

جس کے بعد عدت کے اندر اور عدت کے بعد شوہر بیوی بغیر حلالہ کے رجوع بالنکاح (یعنی دوبارہ نکاح) کر سکتے ہیں لیکن اس میں قولاً یا فعلاً رجوع کرنا کافی نہیں ہوتا اور رجوع بالنکاح بغیر حلالہ کے دو طلاقوں تک ہو سکتا ہے تین طلاقوں کے بعد نہیں ہو سکتا اس لئے طلاق بائنہ بھی دو ہیں۔

۳۔ طلاق مغلطہ:

تین طلاقوں کو طلاق مغلطہ کہا جاتا ہے طلاق مغلطہ یعنی تین طلاقوں کے بعد شوہر بیوی کے درمیان دوبارہ نکاح کے لیے قرآن کریم میں ایک شرط مذکور ہے کہ پہلے اس عورت کا بعد از عدت کسی دوسرے آدمی کے ساتھ نکاح ہو، وہ صحبت کرے پھر وہ طلاق دے اور عورت کی عدت پوری ہو جائے تو اس کے بعد پہلے شوہر بیوی کا دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے ملاحظہ ہو سورۃ بقرہ آیت ۲۳۰۔

فائدہ:

دائم رہے کہ مدخولہ بیوی (جس عورت کے ساتھ صحبت ہو چکی ہو) کیلئے تینوں قسم کی طلاق ثابت ہو سکتی ہے لیکن غیر مدخولہ بیوی (جس کے ساتھ صحبت نہ ہوئی ہو) کیلئے فقط دو قسم کی طلاق ہے طلاق بائنہ اور طلاق مغلطہ اس کیلئے طلاق رجعی نہیں ہے۔ پھر اس غیر مدخولہ بیوی کے لیے طلاق بائنہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ صرف ایک طلاق دی جائے دوسری یہ کہ اس کو یوں کہا جائے تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے۔

چونکہ پہلے لفظ کے ساتھ طلاق بائنہ کے ساتھ نکاح ختم ہو گیا تو وہ محل طلاق نہ رہی اس لیے دوسری اور تیسری طلاق لغو ہے البتہ اگر اس نے ایک کلمہ کے ساتھ تین طلاقیں دیں مثلاً یوں کہا تجھے تین طلاقیں ہیں تو اس صورت میں طلاق مغلطہ واقع ہو جائے گی۔

☆ طریقہ طلاق کے اعتبار سے طلاق کی قسمیں:

طریقہ طلاق کے اعتبار سے طلاق کی دو قسمیں ہیں شرعی اور غیر شرعی۔

☆ شرعی طلاق:

وہ ہے جو شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق دی جائے۔

☆ غیر شرعی طلاق:

وہ ہے جو شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نہ دی جائے اس کو طلاق بدعی بھی کہا جاتا ہے۔

{ اللہ کو حلال چیزوں میں طلاق سے زیادہ اور کوئی چیز مبغوض و ناپسند نہیں ہے }

۱۵۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ شَيْءٌ مِمَّا أَحَلَّ اللَّهُ أَبْغَضُ إِلَيَّ مِنَ الطَّلَاقِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”اللہ رب العزت نے جو چیزیں حلال کی ہیں ان میں اللہ رب العزت کو طلاق سے زیادہ اور کوئی چیز مبغوض و ناپسند نہیں ہے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

۱۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حلال چیزوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ بری چیز طلاق ہے۔“ (سنن ابی داود: ۲۱۷۸) اس سے معلوم ہوا کہ بعض چیزیں باوجود

حلال ہونے کے بھی ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ انہی میں سے ایک طلاق ہے۔ طلاق حلال ہے مگر اس لیے کہ بسا اوقات انسان مجبور ہوتا ہے اور مصلحت اسی کا تقاضا کرتی ہے کہ طلاق واقع ہو جائے۔

۲۔ بری اور ناپسندیدہ اسی وجہ سے ہے کہ اس کی وجہ سے بسا اوقات دیرینہ عداوت پیدا ہو جاتی ہے جو شیطان کی خوشی اور مسرت کا باعث ہوتی ہے۔ چونکہ عموماً اس سے نہ ثواب ملتا ہے اور نہ قرب الہی ہی حاصل ہوتا ہے، اس لیے حتی الوسع اس سے اجتناب کرنا ہی بہتر ہے۔

{ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو ناپاکی کی حالت میں طلاق دی تو انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا گیا}

۱۶۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ فِي حَيْضَتِهَا فَعَيَّبَ ذَلِكَ عَلَيْهِ فَرَاغَهَا وَطَلَّقَهَا فِي طَهْرٍ هَا۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ اپنی بیوی کو ناپاکی کی حالت میں طلاق دی تو اس پر عیب زنی ہوئی، اس پر انہوں نے رجوع کر لیا اور اسے اس کے طہر میں طلاق دی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۲۹۰، صحیح البخاری: ۴۹۰۸، سنن ابن ماجہ: ۲۰۲۳، سنن ابی داؤد: ۲۱۷۹، صحیح مسلم: ۱۳۷۱، موطا مالک: ۲۱۳۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۹۵۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۷۳۲، مسند احمد: ۴۵۰۰، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۲۲۵، المعجم الاوسط للطبرانی: ۸۰۱۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۱۳۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۳۲۹۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۴۶۴۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔ (ولہ طرق کثیر)

فائدہ:

صحیح بخاری (۵۲۵۱) اور موطا مالک (۲۱۳۹) وغیرہ کی روایت میں یہ وضاحت موجود ہے: ”کہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو بحالت حیض طلاق دے دی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے حکم دو کہ وہ اپنی طلاق سے رجوع کرے، پھر اس کے پاک ہونے تک اسے روک رکھے پھر اسے حیض آئے اور وہ پاک ہو تو اگر چاہے تو اس کے بعد اسے روک رکھے اور چاہے تو مقاربت سے پہلے اسے طلاق دے دے۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طلاق خلاف سنت تھی مگر واقع ہو گئی تھی ورنہ اسے رجوع کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ کیونکہ اگر طلاق سرے سے نہ ہوتی تو رجوع خارج از بحث تھی، حضور ﷺ کا یہ رجوع کے لیے حکم استحبالی تھا نہ کہ وجوبی۔

{ طلاق صرف اسی فرقت کو ہی سمجھا جائے گا جو مرد کی طرف سے ہو }

۱۸. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ كُلُّ فُرْقَةٍ كَانَتْ مِنْ قِبَلِ الْمَرْأَةِ فَلَيْسَ بِطَلَاقٍ وَكُلُّ فُرْقَةٍ كَانَتْ مِنْ قِبَلِ الرَّجُلِ فَهُوَ طَلَاقٌ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ہر وہ فرقت جو عورت کی جانب سے ہو اسے طلاق نہیں سمجھا جائے گا اور ہر وہ فرقت جو شوہر کی جانب سے ہو اسے طلاق سمجھا جائے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ فرقت مرد کی طرف سے پیش آنے کی صورت میں عورت کو نصف مہر ملے گا }

۱۸. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ كُلُّ فُرْقَةٍ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الرَّجُلِ فَهُوَ طَلَاقٌ وَلَهَا نِصْفُ الصَّدَاقِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ دَخَلَ بِهَا، وَكُلُّ فُرْقَةٍ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ النِّسَاءِ فَلَيْسَ لَهَا شَيْءٌ إِذَا لَمْ يَدْخُلْ بِهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ہر وہ فرقت جو مرد کی طرف سے پیش آئے اسے طلاق سمجھا جائے گا اور عورت کو نصف مہر ملے گا بشرطیکہ مرد نے دخول نہ کیا ہو۔ اور ہر وہ فرقت جو عورتوں کی طرف سے پیش آئے اس میں عورت کو کچھ بھی نہیں ملے گا بشرطیکہ مرد نے دخول نہ کیا ہو۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ طلاق مسنون کا بیان }

۱۹. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ طَلَاقُ السُّنَّةِ أَنْ يُطَلِّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَاحِدَةً حِينَ تَطْهَرُ مِنْ حَيْضَتِهَا مِنْ غَيْرِ أَنْ يُجَامِعَهَا وَهُوَ يَمْلِكُ الرَّجْعَةَ حَتَّى تَنْقَضِيَ الْعِدَّةُ فَإِذَا انْقَضَتْ فَهُوَ خَاطِبٌ مِنَ الْخُطَابِ فَإِنْ أَرَادَ أَنْ يُطَلِّقَهَا

ثَلَاثًا طَلَّقَهَا حِينَ تَطْهَرُ مِنْ حَيْضَتِهَا الثَّانِيَةِ ثُمَّ يُطَلِّقُهَا حِينَ تَطْهَرُ مِنْ حَيْضَتِهَا الثَّالِثَةِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: طلاق سنت یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی اُس وقت دے جب وہ حیض سے پاک ہو جائے اور اس طہر کے دوران اس نے اس عورت کے ساتھ صحبت نہ کی ہو اور پھر عورت کو ایسے ہی رہنے دے یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے اور جب عدت گزر جائے تو وہ بمنزلہ پیغام بھیجنے والے کے ہوگا۔ اور اگر مرد یہ ارادہ کرے کہ عورت کو تین طلاقیں دے گا تو پھر اسے (دوسری) طلاق اس وقت دے جب وہ اپنے دوسرے حیض سے پاک ہو جائے اور پھر (تیسری) طلاق اس وقت دے جب وہ تیسرے حیض سے پاک ہو جائے۔ (یعنی اگر تین طلاقیں دینا چاہے تو پھر اُسے ہر حیض کے ختم ہونے پر جب وہ حیض سے پاک ہوتی ہے تو صحبت کیے بغیر ایک طلاق دے)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۴۶۶ باب الطلاق والعدة، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۱۴۲ ح ۱۳۰۹، مصنف

عبدالرزاق: ۱۰۹۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۷۳۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طریق آخر عند ابن ابی شیبہ)

فائدہ:

عنوان سے متعلقہ تمام احادیث و آثار سامنے رکھنے سے طلاق شرعی کیلئے تین شرطیں معلوم ہوتی ہیں:

- ۱۔ طہر (عورت کے ایام پاکیزگی) میں طلاق دی جائے اور بہتر یہ ہے کہ طہر کے اخیر میں طلاق دی جائے۔
- ۲۔ اس طہر میں صحبت نہ کی جائے۔
- ۳۔ طلاق ایک دے۔

شرعی طلاق میں طہر اور اس میں صحبت نہ کرنے کی شرط لگانے میں ایک حکمت یہ ہے کہ اس حالت میں میاں بیوی کی ایک دوسرے کی طرف کشش اور رغبت کامل ہوتی ہے ممکن ہے یہ کمال رغبت طلاق جیسے مبغوض ترین فعل میں مانع بن جائے اور طلاق کی نوبت ہی نہ آئے جبکہ تین حیض چھوڑے رکھنے کی صورت میں رغبت اور بھی بڑھ جاتی ہے تو ممکن ہے خاوند رجوع کر لے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق مبغوض ترین فعل ہے اس لیے شریعت نے طلاق کی اجازت اس صورت میں دی ہے جب خاوند قلبی طور پر طلاق کی شدت محسوس کرے اور قلبی طور پر سخت مجبور ہو جائے اس ضرورت

شدیدہ کی قلبی کیفیت کو معلوم کرنے کے لیے یہ شرط رکھی گئی ہے۔

کیونکہ جب کمال رغبت کی اس حالت میں بھی طلاق کی نوبت آ جاتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ خاوند بیوی کے درمیان الفت و محبت کی بجائے نفرت و عداوت انتہاء تک پہنچ چکی ہے اور خاوند قلبی طور پر طلاق کی شدید ضرورت محسوس کرتا ہے پس ایسی بدتر اور ابتر صورت میں طلاق یا خلع کے ذریعے جدا ہو جانا ہی بہتر ہے۔

کیونکہ میاں بیوی کے درمیان نفرت و عداوت کے مستحکم ہو جانے کے بعد قلب و نظر، دین و ایمان، عفت و پاکدامنی کی حفاظت، صالح اولاد اور ان کی صحیح تربیت نیز ذہنی سکون اور ظاہری و باطنی پاکیزگی جیسے مقاصد نکاح کا حصول تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔

تیسری حکمت یہ ہے کہ اگر عورت کو طہر میں طلاق دے گا تو طلاق والے طہر کے بعد تین حیض مدت ہوگی جس کی ترتیب یوں بنتی ہے: طہر، حیض۔ طہر، حیض۔

اور اگر حیض میں طلاق دے گا تو طلاق والے حیض اور اس کے بعد متصل والے طہر کے بعد تین حیض عدت شمار ہوگی۔ پس اس میں عدت کی مدت زیادہ بن جاتی ہے کیونکہ شروع والے حیض کے دنوں کا اضافہ ہو جاتا ہے جس کی ترتیب یوں ہوگی: حیض۔ طہر، حیض۔ طہر، حیض۔ طہر، حیض۔

پس حیض میں طلاق دینے کی صورت میں عدت لمبی ہو جاتی ہے اور محبت نہ کرنے کی شرط بھی اس لیے ہے کہ اگر صحبت کرنے کے بعد طلاق دے تو ہو سکتا ہے کہ حمل ہو جائے اور عورت کی عدت (یعنی وضع حمل) لمبی ہو جائے گی پس عورت کو لمبی عدت سے بچانے کیلئے شریعت نے ان دو شرطوں کو ملحوظ رکھا ہے۔

اور ایک طہر میں ایک طلاق کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ بعض مرتبہ طلاق دینے کے بعد میاں بیوی دوبارہ ازدواجی زندگی گزارنے کا فیصلہ کر لیتے ہیں پس اگر ایک طلاق ہوگی تو عدت کے اندر فقط رجوع کر کے اور عدت کے بعد دوبارہ نکاح کر کے اپنی غلطی کا ازالہ کر سکتے ہیں لیکن ازالہ دو طلاق تک ہو سکتا ہے تین طلاق کے بعد قرآن نے حلالہ کی شرط رکھی ہے۔

{ جس عورت کے حیض نہ آتا ہو اسے طلاق دینے کا طریقہ }

۴۰. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُرِيدُ أَنْ يُطَلِّقَ امْرَأَتَهُ لِلْعِدَّةِ وَهِيَ لَا تَحِيضُ وَقَدْ يَيْسَتْ قَالَ يُطَلِّقُهَا عِنْدَ رَأْسِ كُلِّ هِلَالٍ أَوْ مَتَى مَا بَدَأَهُ وَإِنْ كَانَتْ تَحِيضُ تَرَكَهَا حَتَّى إِذَا حَاضَتْ ثُمَّ طَهَّرَتْ طَلَّقَهَا وَاحِدَةً مِنْ غَيْرِ جَوَاعٍ يَفْعَلُ ذَلِكَ عِنْدَ كُلِّ طَهْرٍ إِنْ كَانَ يُرِيدُ ثَلَاثًا وَإِنْ كَانَتْ لَا تَحِيضُ فَعِنْدَ كُلِّ هِلَالٍ وَعِدَّتُهَا مِنَ التَّطْلِيقَةِ الْأُولَى.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ”ایسے شخص کے بارے میں جو یہ ارادہ کرے کہ اپنی بیوی کو عدت کے موقع پر طلاق دے گا جبکہ اس کی بیوی کو حیض نہ آتا ہو، وہ حیض سے مایوس ہو چکی ہو۔“ فرمایا کہ یہ شخص اسے ہر چاند کے شروع میں طلاق دے یا جب اس کا جی چاہے۔ اور اگر عورت کو حیض آتا ہے تو پھر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ اسے حیض آئے اور پھر پاک ہوئے تو جماع کیے بغیر ایک طلاق دے اور اگر تین طلاقیں دینے کا ارادہ رکھتا ہے تو پھر ہر طہر کے موقع پر ایسا ہی ایسا ہی کرے، اور اگر عورت کو حیض نہیں آتا تو ہر (نئے) چاند کے موقع پر دے اور عورت کی عدت پہلی طلاق سے ہوگی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ عورت کو رجوع کا علم نہ ہو، دوسری شادی کر لے تو جدائی کرادی جائے، مہر دوسرے خاوند پر لازم ہوگا }

۴۱۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَاحِدَةً تَمْلِكُ الرَّجْعَةَ ثُمَّ أَشْهَدَ عَلَى رَجْعَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَنْقَضِيَ الْعِدَّةُ وَهِيَ لَا تَعْلَمُ حَتَّى تَزَوَّجَتْ وَدَخَلَ بِهَا زَوْجَهَا أَنَّهُ يُفَرِّقُ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ زَوْجِهَا الْآخِرِ وَتُرَدُّ عَلَى زَوْجِهَا الْأَوَّلِ وَيَكُونُ لَهَا النَّهْرُ عَلَى الْآخِرِ مَا اسْتَعْلَى مِنْ فَرْجِهَا.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب کسی آدمی نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دے دی پھر عدت گزرنے سے پہلے ہی رجوع کر کے اس پر گواہ بنا لیے جبکہ عورت کو رجوع کا علم نہ ہو یہاں تک کہ وہ شادی کر لے اور اس کے خاوند نے دخول بھی کر لیا تو عورت اور اس کے دوسرے خاوند کے درمیان جدائی کرادی جائے گا اور عورت کو اس کے پہلے خاوند کی طرف لوٹا دیا جائے گا اور عورت کا حق مہر دوسرے خاوند پر ہوگا اس سبب سے جو اس نے عورت کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا کیا ہے۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتقد ہے۔ (ولہ طریق آخر عند ابن ابی شیبہ: ۱۸۹۰۵)

{ غیر دخول بہا کو تین طلاقیں دیں تو وہ مغلط ہوگئی، الگ الگ الفاظ سے دی تو ایک بائہ ہوگی }

۴۲۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِامْرَأَتِهِ وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا أَنْتِ طَالِقٌ أَنْتِ طَالِقٌ طَالِقٌ بَانَتْ بِالْأُولَى وَكَانَتْ الْخُلْعَانِ قِيَمًا لِمَمْلِكِكَ وَإِذَا

طَلَّقَهَا ثَلَاثًا جَمَاعَةً فَهِيَ عَلَيْهِ حَرَامٌ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ.

حماد سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی اپنی بیوی سے یہ کہہ دے کہ ”تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے۔“ جبکہ ابھی اس سے دخول بھی نہ کیا ہو تو عورت پہلی طلاق کے ذریعہ بائنے ہو جائے گی اور باقی دو طلاقیں کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی اور جب آدمی تین طلاقیں دے دے (یعنی یوں کہہ دے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں) تو عورت اس پر حرام ہے جب تک کہ وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۷۵ باب من طلق ثلاثا قبل ان يدخل بها، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۱۵۵ ح ۱۳۴۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۰۶۸، سنن سعید بن منصور: ۱۰۷۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ تیسرے حیض کا خون بند ہو گیا، ابھی غسل نہیں کیا، شوہر نے رجوع کر لیا تو رجوع ہو گیا }

۷۲۳. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ رَجُلًا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَاحِدَةً فَحَاضَتْ حَيْضَتَيْنِ حَتَّى إِذَا دَخَلَتْ فِي الثَّالِثَةِ وَانْقَطَعَ الدَّمُ وَدَخَلَتْ فِي مُغْتَسِلِهَا وَأَذْنَتْ مَاءً هَاوً وَضَعَتْ ثَوْبَهَا أَتَاهَا فَرَجَعَهَا قَبْلَ أَنْ تُفَيْضَ عَلَيْهَا الْمَاءَ فَأَتَتْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ وَعِنْدَهُ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهُ قُلْ فِيهَا قَالَ أَرَاهَا امْرَأَتَهُ لِأَنَّهَا لَمْ تَحِلْ لَهَا الصَّلَاةُ وَهِيَ حَائِضٌ حَتَّى تَحِلَّ لَهَا الصَّلَاةُ قَالَ وَأَنَا أَرَى ذَلِكَ فَرَدَّهَا عَلَى زَوْجِهَا وَقَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ كَنَيْفٌ فَمَلُّوْهُ عَلَيَّ.

۷۲۴. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ الْمَرْأَةَ الَّتِي سَأَلْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ الَّتِي رَاجَعَهَا زَوْجُهَا قَبْلَ أَنْ تَغْتَسِلَ كَانَ دَسْهًا الْبُغْيَرَةُ بِنُ شُعْبَةَ لِعُمَرَ وَابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمُ لِيَنْظُرَ مَا يَقُولَانِ فِيهَا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی، اس کی بیوی کو دو حیض آئے یہاں تک کہ جب وہ تیسرے حیض میں داخل ہوئی اور حیض کا خون آمارک گیا تو وہ غسل خانے میں گئی، پانی کے

قریب ہوئی اور اپنے کپڑے ہٹانا ہی چاہتی تھی کہ اس آدمی نے اس کے پاس آ کر رجوع کر لیا ابھی اس نے پانی اپنے اوپر ڈالا نہیں تھا۔ یہ عورت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور ان سے واقعہ ذکر کیا جبکہ ان کے پاس سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ اس کے بارے میں بتلایئے؟ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ یہ عورت اس شخص کی بیوی شمار ہوگی کیونکہ یہ عورت ابھی حائضہ ہے ابھی اس کے لیے نماز حلال نہیں ہوئی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری بھی یہی رائے ہے۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو اس کے شوہر کو واپس لوٹا دیا اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم ایک جھونپڑی ہو جو علم سے معمور ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۴۸۸ باب من طلق ثم راجع فی العدة، جامع المسانید للنحوارزمی: ج ۲ ص ۱۵۷ ح ۱۳۵۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۵۰۰، مؤطا محمد: ۶۰۷، سنن سعید بن منصور: ۱۲۱۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۹۸۸، ۱۰۹۸۹، ۱۰۹۹۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۶۱۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۵۳۹۴، السنن الصغیر للبیہقی: ۲۷۷۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۸۹۸، ۱۸۸۹۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه سعید بن منصور وابن ابی شیبہ والطحاوی والطبرانی والبیہقی من طریق منصور عن ابراهیم عن علقمة عن عمرو عبد اللہ بہ۔)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ عورت جب تک تیسرے حیض سے فارغ ہو کر غسل نہ کر لے مرد اس سے رجوع کرنے کا حقدار رہتا ہے لیکن اگر عورت نے اتنی دیر غسل مؤخر کیا کہ ایک نماز کا اتنا وقت نکل جائے جس میں وقت نکلنے سے پہلے وہ غسل کر سکتی ہو تو اس سے رجوع کا حق ختم ہو جائے گا اور وہ دوسرے مرد سے شادی کر سکے گی اور اس پر نماز لازم ہو جائے گی۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۴۸۸)

{مرض الموت میں تین طلاقیں دیں تو عورت اس وقت تک وارث بنے گا جب تک عدت میں ہو}

۲۵۔ یُؤسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَكَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا

مَرَضِهِ أَتَتْهَا تَرْتُهُ مَا كَانَتْ فِي عِدَّتِهَا فَإِذَا انْقَضَتِ الْعِدَّةُ لَمْ تَرِثْ وَإِنْ طَلَّقَهَا فِي مَرَضِهِ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا فَلَهَا نِصْفُ النِّهْرِ وَلَا عِدَّةٌ عَلَيْهَا وَلَا مِيرَاثَ لَهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: آدمی مرض الموت میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو عورت مرد کی اس وقت تک وارث بنے گی جب تک عدت میں ہو، پس جب عدت کزر جائے تو وارث نہیں بنے گی۔ اور اگر آدمی نے مرض الموت میں عورت سے دخول کرنے سے پہلے ہی اسے طلاق دے دی ہو تو پھر عورت کو نصف مہر ملے گا، نہ عدت گزارے گی اور نہ ہی اسے میراث ملے گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶/۳ باب من طلق فی مرضہ قبل ان یدخل بها و بعد ما دخل بها، جامع المسانید للنحو ارز می: ج ۲ ص ۱۵۵ ح ۱۳۴۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۲۰۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ ”تجھے ان شاء اللہ طلاق ہے“ کہنے سے عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی }

۴۶۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ غَالِبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ أَنَّهُ قَالَ إِذَا قَالَ أَنْتِ طَالِقٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَلَا يَقَعُ الطَّلَاقُ وَلَيْسَ بِشَيْءٍ.

غالب بن عبید اللہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی اپنی بیوی سے کہے: ”کہ تجھے ان شاء اللہ طلاق ہے۔“ تو اس سے کچھ نہیں ہوگا اور اس عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ طرق اخری عند عبدالرزاق (۱۱۴۴۲) وابن ابی شیبہ (۱۸۰۲۳) وغیرہما)

۴۷۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ فِي الْعَتَاقِ مِثْلَ ذَلِكَ.

ایک دوسری سند سے عتاق میں بھی امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے اسی کی مثل مروی ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو محمد عبد الملک بن ابی سلیمان میسرہ العزری رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ وغیرہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۵۳۲، تاریخ الثقات للعلی: ۱۰۳۲)

۴۸۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِامْرَأَتِهِ أَنْتِ طَالِقٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ وَلَا يَقَعُ الطَّلَاقُ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی اپنی بیوی سے کہے: ”کہ تجھے ان شاء اللہ طلاق ہے۔“ تو اس سے کچھ نہیں ہوگا اور اس عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۱۹ باب الاستثناء فی الطلاق، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۱۳۰ ح ۱۳۰۳، مصنف عبد الرزاق: ۱۱۳۷۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۱۹)

{لفظ ”ان شاء اللہ“ کے ساتھ طلاق دینے کے بارے میں امام حسنؒ اور امام ابن سیرینؒ کا موقف}

۴۹۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ عَنِ الْحَسَنِ وَابْنِ سِيرِينَ أَنَّهَا قَالَا يَقَعُ الطَّلَاقُ وَاسْتِثْنَاءُ مَا بَاطِلٌ۔

ابو بکر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام حسن بصری رحمہ اللہ اور امام ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا: اس سے عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی اور اس کا استثناء باطل ہے (یعنی اس کا ان شاء اللہ کہنا کچھ حیثیت نہیں رکھتا)۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبد الرزاق: ۱۱۳۲۹ باب طلاق ان شاء اللہ تعالیٰ، مصنف ابن ابی عیینہ: ۱۸۰۲۶ باب ما قالوا فی الاستثناء فی الطلاق۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ طریق آخر عند عبدالرزاق وابن ابی شیبہ وغیرہما)

{اگر میں نے فلائی عورت سے شادی کی تو اسے طلاق کہنے والے کا بیان}

۴۰. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ وَعَامِرٍ عَنِ الْأَسْوَدِ أَنَّهُ ذَكَرَتْ لَهُ امْرَأَةٌ فَقَالَ إِنَّ تَزَوُّجَهَا فِيهِ طَالِقٌ فَسَأَلَ أَهْلَ الْحِجَازِ وَالنَّاسَ فَقَالُوا لَيْسَ بِشَيْءٍ فَلَقِيَ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْبَرَهَا أَنَّهَا أَمْلَكَ بِنَفْسِهَا.

امام اسود رحمہ اللہ نے ایک عورت کے بارے میں جس کا ان سے تذکرہ کیا گیا تھا یہ کہہ دیا کہ: ”اگر میں نے اس سے شادی کی تو اسے طلاق ہے۔“ پس انہوں نے اہل حجاز وغیرہ سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر ان کی سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ: ”اس عورت کو بتلا دیں کہ وہ اپنے نفس کی زیادہ مالک ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۱۳ باب من قال ان تزوجت فلانة لفي طالق، جامع المسانيد للخوارزمي: ج ۲ ص ۱۵۱ ح ۱۳۳۲، سنن سعيد بن منصور: ۱۰۴۲، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۴۶، مصنف عبدالرزاق: ۷۰، ۱۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۸۴۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ ”امام محمد بن قیس الہمدانی ثم المرہبی الکوفی رحمہ اللہ“ ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۵۶۵، الثقات لابن حبان: ۵۲۶۱)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کو اختیار کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ عورت کو مہر ملے گا آدھا تو اس کا جس پر اس سے شادی کی تھی اور اس جیسی عورتوں والا مہر جو اسے دخول کے عوض ملے گا۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۱۳)

{ اس شخص کا بیان جس نے بیوی کو طلاق دی اس نے کسی اور سے شادی کر لی پھر اس کے پاس لوٹ آئی }

۴۱. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ وَاجِدَةً أَوْ اثْنَتَيْنِ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا رَجُلٌ آخَرُ وَدَخَلَ بِهَا وَفَارَقَهَا الْآخَرُ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا الْأَوَّلُ فَهِيَ عِنْدَهُ عَلَى طَلَاقٍ مُسْتَقْبَلٍ ثَلَاثٍ وَيَهْدِمُ الزَّوْجُ الْوَاحِدَةَ وَالْثَنَتَيْنِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ دَخَلَ بِهَا الزَّوْجُ الْآخَرُ فَهِيَ عِنْدَ الزَّوْجِ الْأَوَّلِ عَلَى مَا بَقِيَ مِنَ الطَّلَاقِ.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دے دے اور پھر (عدت گزرنے کے بعد) اس عورت سے کوئی دوسرا آدمی شادی کر کے اس سے دخول بھی کر لے اور دوسرا آدمی اس سے علیحدگی اختیار کر لے اور پھر پہلا آدمی اس سے شادی کر لے تو وہ اس کے پاس (نئے نکاح کی وجہ سے) تین جدیدہ طلاقوں کے ہمراہ رہے گی اور شوہر کا ہمبستری کرنا ایک اور دو طلاقوں کو ختم کر دے گا۔ اور اگر دوسرے شوہر نے اس سے دخول نہ کیا تو وہ عورت اس آدمی کے ساتھ اتنی طلاقوں کے ہمراہ رہے گی جتنی باقی رہ گئی تھیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ عورتوں کو ایلاء، ظہار اور طلاق کا اختیار نہیں ہوتا }

۴۲. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ إِلَى النِّسَاءِ مِنَ الْإِيلَاءِ وَلَا الظَّهَارِ وَلَا الطَّلَاقِ شَيْءٌ.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: عورتوں کو ایلاء، ظہار اور طلاق کا اختیار نہیں ہوتا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ عیسائی یا یہودی یا مجوسی کا اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور پھر اسلام قبول کر لے }

۴۳. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي النَّصْرَانِيِّ وَالْيَهُودِيِّ وَالْمَجُوسِيِّ يُظَاهِرُ مِنْ أَمْرَاتِهِ أَوْ يُطَلِّقُ ثُمَّ يُسْلِمُ إِنَّ الْإِسْلَامَ لَا يَزِيدُهُ إِلَّا شِدَّةً.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے عیسائی، یہودی اور مجوسی کے بارے فرمایا کہ وہ اپنی بیوی سے ظہار کر لیں یا اپنی بیوی کو طلاق دے دیں اور پھر اسلام قبول کر لیں تو (یہ اپنے ظہار اور طلاق پر برقرار رہیں گے) اسلام اس کی سختی کو اور بڑھا دے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:
کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔
(کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۱۴ باب اليهود والنصارى والمجوس يطلقون نسائهم)



۳۴۔ بَابُ فِي الْخِيَارِ

۳۴۔ اختیار دینے کا بیان

{اختیار دینے کے بارے میں سیدنا علیؑ کا موقف}

۴۳۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ فِي اخْتَارِي إِنْ اخْتَارْتُ زَوْجَهَا فَوَاحِدَةٌ يَمْلِكُ الرَّجْعَةُ وَإِنْ اخْتَارْتُ نَفْسَهَا فَوَاحِدَةٌ بَائِنَةٌ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کلمہ {اختاری} (یعنی اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ تو اختیار کر لے) کے بارے میں فرمایا: کہ اگر عورت اپنے شوہر کو اختیار کر لیتی ہے تو یہ ایک طلاق ہوگی جس میں مرد کو رجوع کا حق حاصل ہوگا اور اگر وہ اپنی ذات کو اختیار کر لیتی ہے تو یہ ایک بائنہ طلاق ہوگی۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طریق آخر عند عبدالرزاق: ۱۱۹۷۷)

{اختیار دینے کے بارے میں سیدنا عمرؓ، سیدنا ابن مسعودؓ اور سیدنا زیدؓ کا موقف}

۴۵۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُمَا قَالَا فِي اخْتَارِي إِنْ اخْتَارْتُ زَوْجَهَا فَهِيَ امْرَأَتُهُ وَإِنْ اخْتَارْتُ نَفْسَهَا فَوَاحِدَةٌ وَهُوَ أَمْلَكَ بِهَا وَإِنْ زَيْدٌ بَنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ فِيهَا إِنْ اخْتَارْتُ زَوْجَهَا فَهِيَ امْرَأَتُهُ وَإِنْ اخْتَارْتُ نَفْسَهَا فَهِيَ ثَلَاثٌ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کلمہ {اختاری} (یعنی اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ تو اختیار کر لے) کے بارے میں فرمایا: کہ اگر عورت اپنے شوہر کو اختیار کر لیتی ہے تو یہ اس کی بیوی رہے گی اور اگر وہ اپنی ذات کو اختیار کر لیتی ہے تو یہ ایک طلاق شمار ہوگی البتہ اس کا شوہر اس کا زیادہ مالک ہوگا (یعنی طلاق رجعی شمار ہوگی)۔ اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر وہ اپنے شوہر کو اختیار کر لیتی ہے تو یہ اس کی بیوی رہے گی اور اگر اپنے آپ کو اختیار کر لیتی ہے تو یہ تین طلاقیں شمار

ہوں گی۔

خریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۳۹ باب الخیار و امرک بیدک، مصنف عبدالرزاق: ۱۹۶۳ باب الخیار، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۰۹۲ باب ما قالوا فی الرجل یخیر امراته فتختار او تختار نفسها۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند ابن ابی شیبہ و عبدالرزاق وغیرہما)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کو اختیار کرتے ہیں جو انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے (جس کا مضمون یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اختیار دیا ہم نے رسول اللہ ﷺ کو پسند کر لیا، آپ ﷺ نے اسے ہم پر طلاق شمار نہ کی) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کو کہ اگر اس نے اپنے شوہر کو اختیار کیا تو کچھ واقع نہ ہوگا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کو اس صورت میں اختیار کرتے ہیں جب وہ اپنے آپ کو پسند کر لے تو ایک طلاق واقع ہوگی اور وہ عورت خود اپنی زیادہ حقدار ہوگی، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۳۹ باب الخیار)

{کلمہ اختاری اور امرک بیدک برابر ہیں}

۳۹۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي اخْتَارِي وَأَمْرِكِ بَيْدِكِ

سَوَاءٌ.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کلمہ {اختاری} (تو اختیار کر لے) اور کلمہ {وامرک بیدک} (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے) کے بارے میں فرمایا کہ یہ دونوں برابر ہیں۔

خریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۳۶ باب الخیار، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۱۰۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۹۶۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ دونوں برابر ہیں اور یہ اختیار اسے اس وقت تک رہے گا جب تک مجلس میں رہے گی اور کسی دوسرے اور کام میں مشغول نہ ہو لیکن اگر کسی اور کام میں لگ گئی یا مجلس سے کھڑی ہو گئی تو اس کا اختیار باطل ہو جائے گا، اگر اس نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو دونوں جملوں میں فرق ہو جائے گا اس کا اختاری (تو اختیار کر لے) کہنا اگر اس سے طلاق مراد لی ہو تو اس سے ہر صورت میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی چاہے تین مراد ہوں یا اس کے علاوہ اور کوئی، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۳۶)

{اس شخص کا بیان جو اپنی بیوی سے کہے کہ تم عدت گزار لو}

۴۷. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ فِي قَوْلِ الرَّجُلِ لِامْرَأَتِهِ اْعْتَدِي قَالَ وَاحِدَةٌ يَمْلِكُ الرَّجْعَةَ.

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آدمی کے اپنی بیوی کو یہ کہنے کہ: ”تم اپنی عدت گزار لو۔“ کے بارے میں فرمایا کہ اس سے طلاق رجعی شمار ہوگی۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جبکہ آدمی کی طلاق کی نیت ہو تو اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: باب الرجل يقول لامرأته اعتدي)

{اگر عورت اختیار کرنے سے پہلے ہی مجلس سے کھڑی ہو جائے تو اس کا اختیار باقی نہیں رہے گا}

۴۸. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ قَالَ إِذَا خَيَّرَتِ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا فَقَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا قَبْلَ أَنْ تَخْتَارَ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ.

عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت جابر بن زید نے فرمایا: جب عورت اپنے آپ کو اختیار کرنے کا ارادہ رکھتی ہو مگر وہ اختیار کرنے سے پہلے ہی مجلس سے کھڑی ہو جائے تو پھر اس کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہے گی (یعنی اس کا اختیار باقی نہیں رہے گا)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۳۸ باب الخیار، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۹۳۱، سنن سعید بن منصور: ۱۶۲۳، مصنف ابن

ابی شیبہ: ۴/۳۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۳۸)

{ اس شخص کا بیان جو اپنی بیوی سے کہے تم عدت گزار لو }

۲۹۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ الثَّيْبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لِسُودَةَ ابْنَةِ زَمْعَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا اعْتَدِي فَقَعَدْتُ لَهُ فِي الطَّرِيقِ فَسَأَلْتُهُ بِوَجْهِ اللَّهِ أَنْ يُرَاجِعَهَا فَقَالَتْ وَاللَّهِ مَا بِي حِرْصٌ عَلَى الزَّجَالِ وَلَكِنِّي أُحِبُّ أَنْ أُحْشَرَ مَعَ أَرْوَاجِكَ وَأَجْعَلَ يَوْمِي لِعَائِشَةَ فَفَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَلِكَ.

حضرت ہيثم رحمہ اللہ نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم عدت گزار لو۔ پس وہ آپ ﷺ کی گزرگاہ میں آ بیٹھیں اور آپ ﷺ کی خدمت میں بوجہ اللہ عرض کیا کہ رجوع کر لیجئے بخدا مجھے مردوں کی حرص نہیں ہے بلکہ میں یہ پسند کرتی ہوں کہ (قیامت کے روز) آپ کی بیویوں کے ساتھ اٹھائی جاؤں، آپ میری باری کا دن عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے لئے طے کر دیجئے، چنانچہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۲۱، جامع السانید للنحوارزی: ۱۳۰۶، مسند ابی حنیفہ وروایۃ ابی نعیم: ص ۶۴، مصنف عبد الرزاق: ۱۰۶۵۶، ۱۰۶۵۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۳۴۳۳، ۱۳۴۳۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۷، الطبقات لابن سعد: ۵۳/۸، سنن ابی داود: ۲۱۳۵۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ورواہ سالم بن سالم وعصبة بن ورقاء عنه عن حماد عن ابراهيم عن الاسود عن

عائشة ان رسول الله ﷺ.... فذكره. واخرجه موصولا ابو داود والبيهقي من طريق هشام بن عروة عن
ابيه عن عائشة.... فذكره. واخرجه ابن سعد كما في فتح الباري (٩/٣١٣) بسند رجاله ثقات من
رواية القاسم بن ابى بزة مرسل ان النبي ﷺ طلقها فقعدت له على طريقه... فذكره.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر عورت
خوشی سے یہ پسند کرے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ بغیر باری حاصل کئے رہے تو ایسا جائز ہے البتہ اگر وہ اس بات
سے رجوع کرنا چاہے تو رجوع کر سکتی ہے۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۲۱)



۳۵۔ بَابُ الْإِيلَاءِ

۳۵۔ ایلاء کا بیان

ایلاء کا لغوی معنی:

ایلاء، اِلْيَّة سے مشتق ہے۔ اِلْيَّة میں "یا" پر تشدید ہے اور یہ فِعِيلَةٌ کے وزن پر ہے۔ اس کے معنی قسم کھانے کے ہیں۔

ایلاء کا شرعی معنی:

ایلاء کے شرعی معنی ہیں: منع النفس عن قربان المنکوحۃ اربعۃ اشهر فصاعدا من عامؤ کذا بالیمین یعنی چار ماہ یا اس سے زیادہ دونوں تک بیوی کے پاس نہ جانے کی تاکید قسم کھانے کا نام اطلاع شریعت میں "ایلاء" ہے۔ صاحب بنایہ نے لکھا ہے کہ ایلاء کے لیے چار چیزیں ہونی چاہئیں۔

۱۔ قسم اور یمین کا انعقاد اپنی منکوحہ پر ہو۔

۲۔ شوہر طلاق دینے کا اہل ہو۔

۳۔ ایلاء کا حکم یہ ہے کہ حائض ہونے کی صورت میں شوہر پر کفارہ واجب ہوتا ہے۔

۴۔ اس کی ایک مدت متعین ہے یعنی چار ماہ یا اس سے زائد چنانچہ اگر شوہر نے اپنی قسم پوری کر دی اور اس مدت میں وہ اپنی بیوی کے پاس نہیں گیا تو اس کی بیوی مطلقہ بائنہ ہو جائے گی۔

{ چار ماہ گزر جائیں تو بیوی ایلاء کی وجہ سے مطلقہ بائنہ ہو جائے گی }

۴۰۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ شَرِيحٍ أَنَّهُ قَالَ إِذَا مَضَتْ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ بَآئِنًا

بِالْإِيلَاءِ.

امام ابو اسحاق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام شریح رحمہ اللہ نے فرمایا: جب چار ماہ گزر جائیں تو بیوی ایلاء کی وجہ سے (مطلقہ) بائنہ ہوگئی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو حنیفہ بن عبد اللہ بن عبید السبعی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے تقہ تابعی راوی ہیں۔
(تاریخ الثقات للعلی: ۱۴۷۲)

{ حضرت عبد اللہ بن انس کے اپنی بیوی سے ایلاء کرنے کا واقعہ }

۴۱. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَنَسٍ آتَى مِنْ امْرَأَتِهِ فَغَابَ ثُمَّ قَدِمَ بَعْدَ خَمْسَةِ أَشْهُرٍ فَوَقَعَ عَلَيْهَا ثُمَّ خَرَجَ إِلَى أَصْحَابِهِ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فَقَالُوا أَصَبْتَ مِنْ فُلَانَةٍ قَالِ نَعَمْ قَالُوا أَلَمْ تَكُنِ الْيَتَمَ مِنْهَا قَالَ بَلَى قَالُوا نَرَاهَا قَدْ بَانَتْ مِنْكَ فَانْطَلَقُوا إِلَى عُلُقَمَةَ فَلَمْ يَجِدُوا عِنْدَهُ عِيْنَهَا سَيِّئًا وَانْطَلَقَ بِهِمْ عُلُقَمَةُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَذَكَرُوا لَهُ أَمْرَهُ وَأَمْرًا فَقَالَ أَحَبُّهَا أَتَهَا قَدْ بَانَتْ مِنْكَ وَاخْطَبَهَا فَفَعَلَ وَأَصْدَقَهَا مَشَاقِيلَ فِضَّةٍ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن انس نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا پھر پانچ ماہ تک اس سے غائب رہے پھر آئے اور اس سے صحبت کر لی۔ (صبح) جب اپنے ساتھیوں کے پاس آئے تو (غسل جنابت کی وجہ سے) ان کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا، لوگوں نے کہا کہ آپ نے فلانی سے صحبت کی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں، لوگوں نے کہا کہ آپ نے تو اس سے ایلاء نہیں کیا تھا؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ہمارے خیال میں وہ آپ سے جدا ہو گئی ہے۔ چنانچہ وہ انہیں حضرت علقمہ رحمہ اللہ کے پاس لے گئے ان کے پاس اس مسئلہ کے بارے کچھ نہیں ملا، چنانچہ علقمہ رحمہ اللہ انہیں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اور انہیں عبد اللہ بن انس اور ان کی بیوی کا معاملہ بتلایا، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن انس سے فرمایا: ”کہ اپنی بیوی کو اطلاع دے دو کہ وہ آپ سے جدا ہو گئی ہے اور آپ اسے نکاح کا پیغام دے دیں۔“ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اسے چاندی کے چند مثقال مہر دیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۵۳ باب الایلاء، مصنف عبد الرزاق: ۱۱۶۶۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۵۵۷، سنن سعید بن منصور: ۱۰۱۹۳۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۶۳۰، مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ۷۸۳۵۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه ابن ابی شیبہ من طریق منصور عن ابراهیم عن علقمة قال ابی انس

من امراته... فذکرہ.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ شہر نکاح ثانی سے قبل اس کے ساتھ صحبت کر چکا ہے اس لئے اس پر مہر لازم ہوگا، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ، امام ابراہیم نجفی رحمہ اللہ اور امام حماد رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار و ابواب الامام محمد: ۵۵۳)

چار ماہ گزرنے پر طلاق بائنہ ہوگئی، صرف عورت کا شوہر ہی اس کی عدت میں نکاح کا

پیغام دے سکتا ہے}

۴۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَلِي بْنِ بَدِيْمَةَ عَنْ ابْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ مَسْرُوقٍ أَنَّهُ قَالَ فِي الْإِلْيَاءِ إِذَا مِمَّتِ الْأَرْبَعَةُ الْأَسْهُرُ بَانَ طَلْقُهَا وَتَحْطُبُهَا زَوْجُهَا فِي عِدَّتِهَا وَلَا يَحْطُبُهَا غَيْرُهَا.

امام ابو عبیدہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام مسروق رحمہ اللہ نے ایلاء کے بارے میں فرمایا کہ جب چار مہینے گزر جائیں تو عورت کو ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی اور اس کا شوہر اس کی عدت میں اسے نکاح کا پیغام دے سکتا ہے کوئی اور نہیں دے سکتا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (واخرجه ابن ابی شیبہ (۱۸۶۴۵) من طریق شعبۃ عن مغیرۃ انه سمع الشعبي يحدث انه سمع مسروقاً... فذكره)

۱۔ امام ابو عبد اللہ علی بن بذیر الحزری الحرانی السوائی رحمہ اللہ سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تمہذیب الکمال: ۴۰۲۸، تاریخ الثقات للعلی: ۱۱۷۷)

۲۔ امام ابو عبیدہ عامر بن عبد اللہ بن مسعود الہذلی الکوفی رحمہ اللہ (کتب صحاح ستہ کے) ثقہ (تابعی) راوی ہیں۔

(تاریخ الثقات للعلی: ۱۹۹۳)

{رجوع جماع ہے اور طلاق کی عزیمت چار مہینوں کا گزر جانا ہے}

۴۳. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ الْفَيْئُ الْجَمَاعُ وَعَزِيمَةُ الطَّلَاقِ انْقِضَاءُ الْأَرْبَعَةِ.

مقسم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”رجوع مباشرت کرنا ہے اور طلاق کی عزیمت چار مہینوں کا گزر جانا ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مؤطا محمد: ۵۸۰، سنن سعید بن منصور: ۱۸۹۳، ۱۸۹۴، ۱۸۹۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۵۴، ۱۸۶۰۲، ۱۸۶۰۳، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۱۴۲ ح ۱۳۲۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۵۲۳۵، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۶۴۰، ۱۱۶۴۳، مسند ابن الجعد: ۱۵۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۵۲۳۰، ۱۵۲۳۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری)

۱۔ امام ابو محمد حکم بن عتیبة الکندی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۱۳۳۸، تاریخ الثقات للعلی: ۳۱۵)

۲۔ امام ابوالقاسم مقسم بن بجرہ رحمہ اللہ صحیح بخاری اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(ملخصاً: تاریخ الثقات للعلی: ۱۶۲، تہذیب الکمال: ۶۱۶۶)

فائدہ:

مقصود یہ ہے کہ جو شخص ایلاء کرے، وہ یا تو چار مہینے کے اندر اندر اپنی قسم توڑ کر کفارہ ادا کرے اور اپنی بیوی سے ازدواجی تعلق بحال کر لے، ورنہ چار مہینے تک اگر اس نے قسم نہ توڑی تو بیوی اس کے نکاح سے نکاح جائے گی یعنی اگر چار مہینے قسم توڑے بغیر گزار دے تو نکاح خود بخود ختم ہو جائے گا۔

{ کوئی عذر ہو تو ایلاء سے رجوع زبان سے بھی ہو جائے گا }

۴۴. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّ قَالَ فِي الْمَوْلَى مِنْ أَمْرَاتِهِ فَيُتُّهُ الرِّضَا إِذَا كَانَ لَهُ عُدْرٌ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام علقمہ رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس نے اپنی بیوی سے ایلاء کر لیا ہو کہ اس کا رجوع خوش ہونا ہے جب کوئی عذر ہو تو (یعنی اگر کوئی عذر ہو تو اس کا رجوع زبان سے بھی ہو جائے گا)۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحکلی: ۳۰۰، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۶۷۶، سنن سعید بن منصور: ۱۱۹۰۱، مصنف ابن ابی

شمیہ: ۱۸۵۸۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ایلاء کرنے والے کو چار ماہ بعد قاضی کے سامنے کھڑا کیا جائے یا تورجوع کر لے یا طلاق دے دے}

۴۵. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَدَّثَهُ عَنْ ابْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ قَالَ إِذَا مَضَتْ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ قِيلَ لَهُ أَتَفِيئُ أَوْ تَعْزُمُ الطَّلَاقَ؟

ابن زبیر نے فرمایا کہ جب چار ماہ گزر جائیں تو اس سے کہا جائے کہ تم رجوع کرنا چاہتے ہو یا تم نے طلاق ہی کی ٹھان رکھی ہے؟ (یعنی یا تو اپنی بیوی سے رجوع کرو یا طلاق دو)۔

۴۶. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ ابْنِ هِنْدٍ أَنَّ أَبَا الزُّبَيْرِ أَلَى مِنْ امْرَأَتِهِ فَوَقَفَ بَعْدَ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَقِيلَ لَهُ أَتَفِيئُ أَوْ تَعْزُمُ الطَّلَاقَ قَالَ أَفِيئُ.

حضرت ابو ہند رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو زبیر رحمہ اللہ نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا، چار ماہ بعد کھڑے ہوئے اور ان سے کہا گیا کہ تم رجوع کرنا چاہتے ہو یا تم نے طلاق ہی کی ٹھان رکھی ہے؟ (یعنی یا تو رجوع کرو یا طلاق دو) انہوں نے کہا کہ میں رجوع کرتا ہوں۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{باندی کے ایلاء کی مدت دو مہینے ہے}

۴۷. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِيلَاءُ الْأَمَةِ شَهْرَانِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: باندی کے ایلاء کی مدت دو مہینے ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ایلاء کیا، پھر چار ماہ کے اندر محبت کر لی تو کفارہ آئے گا}

۴۸. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي رَجُلٍ أَلَى مِنْ امْرَأَتِهِ ثُمَّ وَاقَعَهَا فِي

أَرْبَعَةٌ أَشْهُرٌ قَالَ عَلَيْهِ الْكَفَّارَةُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں "جو اپنی بیوی سے ایلاء کرے اور پھر چار ماہ کے اندر اس سے صحبت کر بیٹھے۔" فرمایا: اس پر کفارہ آئے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۴۲ باب الایلاء، سنن سعید بن منصور: ۱۹۱۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۷۰۷۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، اور ایلاء باطل ہو گیا۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۴۲)

{ مرد ایلاء کرے پھر طلاق دے یا طلاق دے پھر ایلاء کرے تو دونوں واقع ہو جاتے ہیں }

۴۹۰. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَامِرٍ أَنَّهُ قَالَ إِذَا آلَى الرَّجُلُ مِنْ امْرَأَتِهِ ثُمَّ طَلَّقَهَا أَوْ طَلَّقَهَا ثُمَّ آلَى مِنْهَا، فَأَيُّهُمَا سَبَقَ وَقَعَ فِي الْوَجْهَيْنِ جَمِيعًا.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی اپنی بیوی سے ایلاء کرے پھر اسے طلاق دے دے یا طلاق دے پھر ایلاء کرے تو دونوں میں سے جو بھی سبقت لے جائے دونوں صورتوں میں دونوں واقع ہو جاتے ہیں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۴۹ باب من آلی ثم طلق، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۶۹۳، سنن سعید بن منصور: ۱۹۲۴،

مصنف ابن ابی حنیفہ: ۵/۱۲۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ چار ماہ گزرنے پر طلاق بائنہ ہوگئی، صرف عورت کا شوہر ہی اس کی عدت میں نکاح کا

پیغام دے سکتا ہے }

۵۰۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي رَجُلٍ إِلَى مِنْ امْرَأَتِهِ فَتَرَكَهَا حَتَّى انْقَضَتِ الْأَرْبَعَةُ قَالَ بَانَثٌ مِنْهُ بِتَطْلِيْقِهِ وَاسْتَأْنَقَتِ الْعِدَّةُ بَعْدَ الْأَرْبَعَةِ وَيَخْطُبُهَا فِي الْعِدَّةِ وَلَا يَخْطُبُهَا غَيْرُهَا.

حضرت ابو عبیدہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایسے آدمی کے بارے میں ”جس نے اپنی بیوی سے ایلاء کر کے اسے چھوڑ دیا یہاں تک کہ چار ماہ گزر گئے“ فرمایا: اس کی بیوی کو ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی اور وہ چار ماہ بعد عدت کا استیناف کرے گی اور اس کا شوہر اس کی عدت میں اسے نکاح کا پیغام دے سکتا ہے کوئی اور نہیں دے سکتا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۳۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۷ ص ۷۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۶۳۱، ۱۱۶۳۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۵۳، سنن سعید بن منصور: ۱۸۸۹، مؤطا محمد: ۵۷۹، جامع المسانید: ج ۲ ص ۱۵۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه سعید بن منصور والبیہقی من طریق علی بن بذیمۃ عن ابی عبیدۃ عن مسروق عن عبداللہ موصولاً.)

تخریج:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں چار مہینے پورے ہونے پر طلاق واقع ہو جائے گی اور لوٹنا (رجوع کرنا) یہ ہے کہ چار مہینے کے اندر اندر جماع کر لے اس کے بعد توقف نہیں کیا جائے گا یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۳۹)

{ امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے تھے کہ طلاق ایلاء کو ختم کر دیتی ہے }

۵۱۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ يَهْدِمُ الطَّلَاقُ الْإِيلَاءَ وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ قَوْلُ غَايِرٍ أَحَبُّ إِلَيَّ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ طلاق ایلاء کو ختم کر دیتی ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام عامر (شعبی رحمہ اللہ) کا قول میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۳۸ باب من آلی ثم طلق، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۶۹۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۵ ص ۱۴۰، سنن سعید بن منصور: ۱۹۲۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ چار مہینوں سے کم کا ایلاء (شرعی) ایلاء نہیں ہے }

۵۲۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ ثَنَّا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عُرْوَبَةَ عَنْ عَامِرِ الْأَحْوَلِ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ مَنْ آلَى مِنْ أَمْرَاتِهِ شَهْرًا أَوْ شَهْرَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا مَادُونِ الْأَرْبَعَةِ فَلَيْسَ عَلَيْهِ إِيلَاءٌ ذَكَرَ أَبُو حَنِيفَةَ عَنْهُ نَحْوَ هَذَا.

امام عطاء رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس آدمی نے اپنی بیوی سے چار مہینوں سے کم ایک مہینے، دو مہینے یا تین مہینے کا ایلاء کیا تو یہ (شرعی) ایلاء نہیں ہے۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ شواہد)

فائدہ:

متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ اربعہ اور دیگر محدثین و فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ اگر خاوند نے قسم کھائی کہ وہ اپنی اہلیہ سے چار ماہ سے کم مدت تک تعلق زن و شوق قائم نہیں کرے گا تو اسے شرعی ایلاء کرنے والا قرار نہیں دیا جاسکتا۔



۳۶۔ بَابُ الظَّهَارِ

۳۶۔ ظہار کا بیان

ظہار کے لغوی و شرعی معنی:

ظہار ”ظا“ کے نیچے کسرہ ہے۔ ظہار کا لغوی معنی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: (أَنْتِ عَلَيَّ كَظْهَرِ أُمِّي) ”تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہو۔“ اس میں پیٹھ کا بطور خاص ذکر ہے کیونکہ عموماً پیٹھ ہی پر سواری کی جاتی ہے۔ اور بیوی کو اس سے تشبیہ اس لئے دی جاتی ہے کہ وہ مرد کی سواری ہوتی ہے۔

ظہار کے شرعی معنی ہیں: تشبیہ المحللة بالمحرمة علی التأیید یعنی منکوحہ عورت کو محرمہ ابدیہ عورت کے مشابہ قرار دینا۔

{ظہار اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک بیوی کو کسی محرم کے ساتھ تشبیہ نہ دی جائے}

۵۴۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لَامْرَأَتِهِ أَنْتِ عَلَيَّ كَظْهَرِ أُمِّي مُحَرَّمٌ فَهُوَ ظَهَارٌ وَإِنْ قَالَ أَنْتِ عَلَيَّ كَظْهَرِ أُمِّي وَلَيْسَتْ بِذَاتِ مُحَرَّمٍ فَلَيْسَ بِظَهَارٍ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی اپنی بیوی سے کہے: ”تم مجھ پر محرم عورت کی پیٹھ کی مانند ہو۔“ تو یہ ظہار ہے۔ اور اگر کہے کہ: ”تم مجھ پر (فلانی) عورت کی پیٹھ کی مانند ہو۔“ اور وہ عورت محرم نہ ہو تو یہ ظہار نہیں ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ج ۲ ص ۴۸۱ ح ۵۵۵ کتاب الطلاق باب الظہار سنن سعید بن منصور: ج ۲ ص ۲۱ ح ۱۸۵۸

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر کوئی اپنی بیوی سے ظہار کرے تو ظہار اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک اسے کسی محرم کے ساتھ تشبیہ نہ دے۔ (ملخصاً: کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۵۵)

{ ظہار کیا پھر طلاق دے دی پھر نکاح کر لیا تو بھی ظہار اپنی جگہ برقرار رہے گا }

۵۴. قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي رَجُلٍ ظَاهَرَ مِنْ امْرَأَتِهِ ثُمَّ طَلَّقَهَا ثُمَّ تَزَوَّجَهَا بَعْدَ مَا انْقَضَتْ الْعِدَّةُ قَالَ الظَّهَارُ كِنَاهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں ”جس نے اپنی بیوی سے ظہار کیا پھر اسے طلاق دے دی پھر عدت گزرنے کے بعد نکاح کر لیا“ فرمایا کہ ظہار اپنی جگہ برقرار رہے گا (اور یہ شخص کفارہ سے قبل اس سے جماع نہیں کرے گا)۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ج ۲ ص ۸۰ ح ۵۵۲ کتاب الطلاق باب الظہار، مصنف عبدالرزاق: ج ۶ ص ۴۳۳ ح ۱۱۵۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۵۲)

{ تین مرتبہ یا تین سے زائد مرتبہ ظہار کے الفاظ کہنے کا حکم }

۵۵. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُظَاهِرُ مِنْ امْرَأَتِهِ ثُمَّ يُظَاهِرُ أَيْضًا مَرَّتَيْنِ إِنْ أَرَادَ التَّغْلِيظَ فَعَلَيْهِ لِكُلِّ ظَهَارٍ كَفَّارَةٌ وَإِنْ كَانَ أَرَادَ ظَهَارَهُ الْأَوَّلَ فَعَلَيْهِ وَاحِدَةٌ وَكَذَلِكَ الْيَمِينُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: آدمی اپنی بیوی سے ظہار کرے پھر اسی طرح دوسرے ظہار کرے تو اگر اس سے اس کا مقصد ظہار کو مغلط اور مزید سخت کرنا ہو تو اس پر ہر ظہار کے بدلے کفارہ آئے گا اور اگر پہلی ہی کی تاکید مقصود ہو تو پھر اس پر ایک ہی کفارہ آئے گا، یہی حکم قسم کا بھی ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۵۱)

{اگر میں تمہارے قریب آیا تو تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہو کہہ دینے سے ظہار واقع ہو گا یا ایلا؟}

۵۹. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الرَّجُلِ يَقُولُ لَامْرَأَتِهِ إِنَّ قَرْبُكَ فَأَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي؛ قَالَ إِنَّ قَرْبَهَا وَقَعَ الظَّهْرُ وَإِنْ تَرَكَهَا وَقَعَ الْإِيْلَاءُ

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں ”جو اپنی بیوی سے یہ کہے کہ اگر میں تمہارے قریب آیا تو تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہو“ فرمایا کہ اگر یہ شخص اپنی بیوی کے قریب آیا تو ظہار واقع ہو جائے گا اور اگر اس نے اپنی بیوی کو چھوڑے رکھا تو ایلا واقع ہو جائے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۵۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۵۷۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۳۳۳، سنن سعید بن

منصور: ۱۸۲۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

اس صورت میں ظہار اور ایلا دونوں ہو سکتے ہیں اگر چار ماہ کے اندر اندر اپنی بیوی کے قریب چلا گیا تو کفارہ ظہار۔

لازم آئے گا اور اگر چار ماہ تک اپنی بیوی کے پاس نہ گیا تو ایلاء ہو جائے گا اور چار ماہ گزرنے پر اسے ایک طلاق بائندہ واقع ہو جائے گی۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار: ۵۵۷)

{ظہار کے کفارے سے قبل ہم بستری کر لی تو کیا کرے؟}

۵۵۷. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الرَّجُلِ يُظَاهِرُ مِنْ امْرَأَتِهِ ثُمَّ يَطَّأُهَا قَبْلَ أَنْ يُكْفِّرَ أَنَّهُ يَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَلَا يَعُودُ حَتَّى يُكْفِرَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے آدمی کے بارے میں ”اپنی بیوی سے ظہار کرے اور پھر کفارے سے قبل اس سے ہم بستری کر لے“ فرمایا کہ یہ آدمی اللہ سے مغفرت طلب کرے اور کفارہ سے پہلے دوبارہ ہم بستری نہ کرے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ج ۲ ص ۸۱ ح ۵۵۴ کتاب الطلاق باب الظہار، سنن سعید بن منصور: ج ۲ ص ۱۶، ۱۹ ح ۱۸۲۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اسے اس وقت تک دوبارہ ہم بستری نہیں کرنی چاہیے جب تک کفارہ نہ دے دے اور اس پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۵۴)

{چار بیویوں سے ظہار کرنے پر چار کفارے لازم آئیں گے}

۵۵۸. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي رَجُلٍ لَهُ أَرْبَعُ نِسْوَةٍ قَالَ أَتَيْنِي عَلَى كَظْهِرِ أَقْبَى قَالَ فَعَلَيْهِ أَرْبَعُ كَفَّارَاتٍ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے شخص کے بارے میں ”جس کی چار بیویاں ہوں

اور وہ ان سے کہہ کہیکہ تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہو۔“ فرمایا: کہ اس شخص پر چار کفارے آئیں گے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ج ۲ ص ۷۹ ح ۵۴۵، سنن سعید بن منصور: ج ۲ ص ۴۰ ح ۱۸۳۳، مصنف
عبدالرزاق: ج ۱۱۵۶۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۴۵)

۵۹. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُظَاهِرُ مَعَ أَرْبَعِ نِسَوَةٍ
قَالَ عَلَيْهِ أَرْبَعُ كَفَّارَاتٍ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں ”جو چار بیویوں سے ظہار
کرے۔“ فرمایا کہ اس شخص پر چار کفارے لازم آئیں گے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ج ۲ ص ۷۹ ح ۵۴۵، سنن سعید بن منصور: ج ۲ ص ۴۰ ح ۱۸۳۳، مصنف
عبدالرزاق: ج ۱۱۵۶۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۴۵)

{ تین مرتبہ یا تین سے زائد مرتبہ ظہار کے الفاظ کہنے کا حکم }

۶۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا ظَاهَرَ الرَّجُلُ مِنْ امْرَأَتِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَإِنْ عَنَى الظَّهَارَ وَحْدَهُ فَعَلَيْهِ كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ وَإِنْ عَنَى بِكُلِّ قَوْلٍ ظَهَارًا فَعَلَيْهِ ثَلَاثُ كَفَّارَاتٍ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی اپنی بیوی سے تین مرتبہ ظہار کرے تو پس اگر ان سے پہلے ہی کی تاکید مقصود تھی تو ایک کفارہ لازم آئے گا اور اگر ہر ایک قول سے اس کا مقصد ظہار (کو مزید سخت کرنا) تھا تو پھر تین کفارے لازم آئیں گے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۵۱)

{ غلام ظہار کرے تو اس پر دو ماہ کے روزے لازم آئیں گے }

۶۱. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْعَبْدِ يُظَاهِرُ امْرَأَتَهُ فَعَلَيْهِ صَوْمُ شَهْرَيْنِ لَا يُجْزئُهُ تَحْرِيرُهُ وَلَا طَعَامٌ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: غلام اپنی بیوی سے ظہار کرے تو اس پر دو ماہ کے روزے لازم آئیں گے اس کے لئے غلام آزاد کرنا اور کھانا کھلانا کفایت نہیں کرے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ اپنی لونڈی سے ظہار کرنے والے پر کفارہ نہیں ہے }

۶۲. یُوسُفُ قَالَ لَنَا أَبُو يُوسُفَ عَنْ أَبِي جَزَاءٍ نَصْرٍ بْنِ طَرِيفٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ مَنْ شَاءَ بَاهِلَتُهُ أَنَّهُ لَا كَفَّارَةَ عَلَى الذَّيِّ يُظَاهِرُ مِنْ أَمَتِهِ وَذَكَرَ

أَبُو حَنِيفَةَ عَنْهُ نَحْوُ ذَلِكَ.

ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو چاہے میں اس کے ساتھ اس بات پر مبالغہ کرنے کیلئے تیار ہوں کہ جس نے اپنی لونڈی سے ظہار کیا اس پر کفارہ نہیں ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۱۵۲ ح ۱۳۳۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۷ ص ۳۸۳ ح ۱۵۲۵۰، سنن الدارقطنی:

ج ۳ ص ۱۹۱ ح ۳۸۶۱۔

{عیسائی، یہودی یا مجوسی کا اپنی بیوی سے ظہار کرے اور پھر اسلام قبول کر لے؟}

۶۴۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي النَّصْرَانِيِّ وَالْيَهُودِيِّ وَالْمَجُوسِيِّ يُظَاهِرُ مِنْ أَمْرَاتِهِ أَوْ يُطَلِّقُ ثُمَّ يُسْلِمُ إِنَّ الْإِسْلَامَ لَا يَزِيدُهُ إِلَّا شِدَّةً.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے عیسائی، یہودی اور مجوسی کے بارے فرمایا کہ وہ اپنی بیوی سے ظہار کر لیں یا اپنی بیوی کو طلاق دے دیں اور پھر اسلام قبول کر لیں تو (یہ اپنے ظہار اور طلاق پر برقرار رہیں گے) اسلام اس کی سختی کو اور بڑھادے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار و ابواب الامام محمد: ۵۱۳ باب اليهود والنصارى والمجوس يطلقون نساءهم)

{کفارہ ظہار میں ام ولد کو آزاد کرنا کافی نہیں ہوگا}

۶۴۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا تُجْزِئُ أَمُّ الْوَلَدِ فِي الظَّهَارِ وَالَّذِي يُظَاهِرُ مِنْ أَمْتِهِ لَا يُجْزِئُ عَنْهَا إِلَّا التَّخْرِيرُ.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: کفارہ ظہار میں ام ولد کو آزاد کرنا کافی نہیں ہوگا اور جو شخص اپنی لونڈی سے ظہار کرتا ہے اس کی طرف سے کافی نہیں ہوگا مگر غلام آزاد کرنا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ ظہار کے روزے رکھ رہا ہو اور آخری روزے کو آزاد کرنے کیلئے غلام پالے تو روزے

کافی نہیں ہونگے }

۶۵۔ یُوسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الذَّيِّ: يَصُومُ لِمُتَعَّتِهِ ثُمَّ يَجِدُ هَدِيًّا فِي الْيَوْمِ الثَّالِثِ أَوْ يَصُومُ فِي ظَهَارِهِ أَوْ فِي كَفَّارَةٍ يَمِيزُ ثُمَّ يَجِدُ مَا يُعْتَقُ فِي آخِرِ صَوْمِهِ أَنَّهُ لَا يُجْزِئُهُ الصَّوْمُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے اس شخص کے بارے میں جو حج تمتع میں (قربانی نہ کرنے کے سبب) روزے رکھ رہا ہو اور پھر تیسرے دن ہدی پالے یا ظہار کے یا قسم کے کفارے کے روزے رکھ رہا ہو اور پھر آخری روزے کو آزاد کرنے کے لیے غلام پالے تو فرمایا: اس شخص کی طرف سے روزے کفایت نہیں کریں گے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۳۷. بَابُ اللَّعَانِ

۳۷۔ لعان کا بیان

لعان کے لغوی معنی:

لعان: باب مفاعلت کا مصدر ہے جس کے لغوی معنی ہیں: الطرد الابعاد یعنی بھگانا اور رحمت سے دور کرنا۔

لعان کے شرعی معنی:

لعان کے شرعی معنی ہیں: شہادات تجری بین الزوجین مقرونة باللعن والغضب یعنی لعن اور غضب سے ملی ہوئی ان چار شہادتوں کا نام لعان ہے جو میاں بیوی میں جاری ہوتی ہیں۔

لعان کی صورت اس طرح ہوتی ہے کہ شوہر بیوی پر زنا کا الزام لگاتا ہے اور بیوی اس سے انکار کرتی ہے۔ شوہر کے پاس نہ تو گواہ ہوتے ہیں اور نہ کوئی اور ثبوت، چنانچہ اس صورت حال میں شوہر چار مرتبہ اپنی بیوی کے خلاف اللہ کی قسم کھا کر شہادت دیتا ہے کہ اس نے بیوی کے زنا کے بارے میں جو بات کی ہے اس میں وہ بالکل سچا ہے، اور پانچویں مرتبہ کہتا ہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔

ورعورت مرد کی شہادتوں کی تردید کرتے ہوئے چار مرتبہ اللہ کے نام کی قسم کھا کر اپنے بارے میں شہادت دیتی ہے کہ وہ یقیناً جھوٹا آدمی ہے، اور پانچویں مرتبہ یہ کہتی ہے کہ اگر وہ مجھ پر الزام لگانے میں سچا ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب ٹوٹے۔ ملاحظہ ہو (النور ۲۳: ۶۹)۔

لعان کو ظہار کے بعد بیان کرنے کی وجہ:

لعان کو ظہار کے بعد بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ لعان کی بہ نسبت ظہار اباحت کے زیادہ قریب ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اگر غیر منکوحہ عورت کی طرف لعان کی نسبت کی جائے گی تو حد قذف واجب ہوگی اور حد کا واجب ہونا خالص معصیت ہے جس میں اباحت کا کوئی شائبہ نہیں رہتا جبکہ ظہار میں اباحت کا شائبہ رہتا ہے، اسی لیے لعان کو ظہار سے مؤخر کر دیا گیا ہے۔ (عنایہ و بنایہ)

{ تہمت لگائی پھر تین طلاقیں دیدیں تو ان کے درمیان لعان نہیں ہوگا اور نہ مرد پر حد قذف آئے گی }

۶۶۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي رَجُلٍ قَذَفَ امْرَأَتَهُ ثُمَّ طَلَّقَهَا ثَلَاثًا

قَالَ لَيْسَ بَيْنَهُمَا لِعَانٌ وَلَا حَدٌّ عَلَيْهِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں جس نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی پھر اسے تین طلاقیں دیدیں فرمایا: کہ اب ان کے درمیان لعان نہیں ہوگا اور نہ ہی مرد پر حد قذف آئے گی۔ (کیونکہ اس نے اس پر تہمت اس وقت لگائی تھی جب وہ اس کے نکاح میں تھی لہذا لعان ہو گیا لیکن اس نے اس سے لعان کرنے سے پہلے اسے طلاقیں دے دیں لہذا لعان باطل ہو گیا اور مرد پر حد قذف نہیں آئے گی)

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۳۲ باب اللعان، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۳۸۷، سنن سعید بن منصور: ۱۵۷۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ لکھتے فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۳۲)

{لعان ایک طلاق بائنہ ہے}

۶۷۔ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا قَذَفَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فَهُمَا عَلَى نِكَاحِهِمَا مَالَهُ يَتَرَفَعَانِ إِذَا تَرَفَعَا لَعَنَاهَا وَالزَّوْجُ بِالْأَمْرِ وَاللِّعَانُ تَطْلِيقٌ بَائِنَةٌ وَلَهَا الشُّكْنَى وَالنَّفَقَةُ مَا دَامَتْ فِي عِدَّتِهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنی بیوی پر تہمت لگا دے تو یہ دونوں اپنے نکاح پر برقرار رہیں گے جب تک دونوں اپنا مقدمہ پیش نہ کر دیں اور جب دونوں اپنا مقدمہ پیش کر دیں، مرد اس سے لعان کر لے تو بچے کو اس کی ماں کے ساتھ لاحق کر دیا جائے گا، لعان ایک طلاق بائنہ ہے اور عورت جب تک عدت میں ہے اسے مکان و نفقہ ملے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۳۱ باب اللعان، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۴۲۳، سنن سعید بن منصور: ۱۵۸۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۴۵۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ جس کا عصبہ نہیں اس کی عصبہ ماں ہے }

۶۸۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا قَذَفَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ بَعْدَ تَطْلِيقِهَا يَمْلِكُ الرَّجُلُ أَنْ يُلْزِمَ الْوَلَدَ أُمَّهُ وَالْأُمُّ عَصَبَةٌ مَنْ لَا عَصَبَةَ لَهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی طلاق رجعی کے بعد اپنی بیوی پر تہمت لگا دے تو وہ اس سے لعان کرے اور بچے کو اس کی ماں کے سپرد کر دے اور جس کا عصبہ نہیں اس کی عصبہ ماں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ لعان صرف دو آزاد مسلمان میاں بیوی کے درمیان ہوگا }

۶۹۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا لِعَانَ إِلَّا بَيْنَ الْحُرَّيْنِ الْمُسْلِمَيْنِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: نہیں ہے لعان مگر دو آزاد مسلمان (میاں بیوی) کے درمیان۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ اگر مرد اپنے آپ کو جھٹلا دے تو اسے حد لگے گی اور نکاح کا پیغام دے سکے گا }

۷۰۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الَّذِي يُلَاعِنُ امْرَأَتَهُ إِنْ أَكْذَبَ نَفْسَهُ جُلِدَ الْحَدُّ وَكَانَ خَاطِبًا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اپنی بیوی سے لعان کرنے والا اگر اپنے آپ کو جھٹلا دے تو اسے حد لگے گی اور نکاح کا پیغام دے سکے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وایۃ الامام محمد: ۵۳۱ باب اللعان، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۴۲۳، سنن سعید بن منصور: ۱۵۸۶، مصنف

ابن ابی شیبہ: ۲۸۳۵۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار وایۃ الامام محمد: ۵۳۱)

{ بچے سے انکار کرنے کا بیان }

۱۱۔ یُوسُفُ بْنُ أَبِي يُوْسُفَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الرَّجُلِ يَقْرُبُ بَيْنَهُ وَأُمُّهُ حُرَّةً ثُمَّ يَنْفِيهِ قَالَ يُلَاعِنُهَا وَيَنْفِيهِ وَإِنْ كَانَ قَدْ طَلَّقَهَا يُضْرَبُ الْحَدَّ وَكَانَ ابْنُهُ وَإِنْ كَانَتْ أُمُّهُ قَدْ مَلَأَتْ كَانَ ابْنُهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے میں مروی ہے جو اپنے بیٹے کا اقرار کرے پھر انکار کر دے فرمایا: اس سے لعان کرے گا اور اپنے بیٹے کا انکار کرے گا (اور بچہ ماں کے ساتھ ملحق ہوگا) اور اگر اسے طلاق دے دی ہو تو اسے حد لگے گی اور بیٹا اسی کا شمار ہوگا اگرچہ اس کی ماں کا انتقال ہو گیا ہو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وایۃ الامام محمد: ۶۱۲ باب اللعان والافتاء من الولد، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۳۷۲، ۳۳۷۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور ہمارا بھی یہی قول ہے سوائے ایک صورت کے کہ اگر وہ اگر وہ اقرار کرے کہ یہ بچہ میرا ہے پھر اس کی نفی کر دے اور وہ عورت اسی کے ساتھ ہو تو اس سے لعان کرے گا اور بچہ اس کا شمار ہوگا اگر ایک مرتبہ بھی اقرار کرے تو پھر اس کا انکار نہیں کر سکتا جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۶۱۲)

{ شادی کی دخول نہیں کیا اور تہمت لگادی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ اس کی رضاعی بہن ہے تو اس پر

حد و لعان نہیں }

۴۷. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَقْدِفُ امْرَأَتَهُ وَنَحْدُ يَدْخُلُ بِهَا فَتَنْظَرُ فَإِذَا هِيَ أُخْتُهُ فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ وَلَا لِعَانَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے میں مروی ہے جو اپنی بیوی پر تہمت لگاتا ہے اور ابھی اس نے اس سے دخول نہیں کیا تو بعد میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ اس کی (رضاعی) بہن ہے فرمایا: اس شخص پر نہ تو حد ہے اور نہ ہی لعان ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ عورت پر تہمت لگائی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ اس سے اس کی عدت میں شادی کی تھی تو

لعان باطل ہو جائے }

۴۸. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْمَرْأَةَ فِي عِدَّتِهَا وَدَخَلَ بِهَا ثُمَّ قَدْ فَهَأَفَلَا عَنْهَا ثُمَّ عَلِمَ بِذَلِكَ فَالْعَانَ بَاطِلٌ وَلَا حَدَّ عَلَيْهِ وَبِحُطْبِهَا إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا مِنَ الْأَوَّلِ وَإِنْ عَلِمَ قَبْلَ الْعَانَ أَنَّهَا فِي عِدَّةٍ فَلَا حَدَّ عَلَيْهِ وَلَا لِعَانَ وَيُفَرَّقُ بَيْنَهُمَا وَهُوَ خَاطِبٌ إِذَا انْقَضَتِ الْعِدَّةُ مِنَ الْأَوَّلِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی کسی عورت سے اس کی عدت میں

شادی کر کے اس سے دخول کر لے اور پھر اس پر تہمت لگا کر اس سے لعان کر لے اور پھر اسے معلوم ہو کہ وہ عدت میں تھیں تو لعان باطل ہے اور اس آدمی کو حد نہیں لگے گی اور اگر لعان کرنے سے پہلے ہی اسے معلوم ہو جائے کہ وہ عدت میں تھیں تو بھی اس پر حد اور لعان نہیں ہے اور ان دونوں (میاں بیوی) کے درمیان جدائی کرادی جائے گی اور جب پہلی عدت گزر جائے تو وہ بمنزلہ پیغام بھیجنے والے کے ہوگا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۳۸۔ بَابُ الْعِنِّينِ

نامرد کا بیان

”یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْعِنِّينِ يُؤَجَّلُ سَنَةً فَإِنْ خَلَصَ إِلَيْهَا وَالْأُخَيْرِ امْرَأَتُهُ فَإِنْ شَاءَتْ أَقَامَتْ مَعَ زَوْجِهَا وَإِنْ شَاءَتْ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَإِنْ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَهِيَ وَاحِدَةٌ بَائِنَةٌ“

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے نامرد کے بارے میں فرمایا: کہ اسے ایک سال کی مہلت دی جائے گی اگر وہ اس دوران صحبت کر لے (تو بہت اچھا) وگرنہ اس کی بیوی کو اختیار دے دیا جائے کہ وہ چاہے تو اپنے شوہر کے ساتھ رہے اور اگر چاہے تو اپنے آپ کو اختیار کر لے اور اگر وہ اپنے آپ کو اختیار کر لیتی ہے تو یہ ایک طلاق بائنہ ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

”قَالَ يُوسُفُ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ فِي الْعِنِّينِ يُؤَجَّلُ سَنَةً فَإِنْ وَصَلَ إِلَيْهَا وَالْأُخَيْرِ فُتِرَقَ بَيْنَهُمَا وَلَهَا الْمَهْرُ كَامِلًا وَهِيَ تَطْلِيْقُهُ بَائِنَةٌ وَذَكَرَ أَبُو حَنِيفَةَ نَحْوًا مِنْهُ عَنْهُ“

حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نامرد کے بارے میں فرمایا: کہ اسے ایک سال کی مہلت دی جائے گی اس دوران اگر وہ صحبت کر لے (تو بہت اچھا) وگرنہ دونوں کے درمیان جدائی کرادی جائے گی اور عورت کو کامل مہر ملے گا اور یہ ایک طلاق بائنہ ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۹۸ باب العنین، جامع السانید للخوازمی: ج ۲ ص ۱۳۴ ح ۱۳۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ:

مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۳۹۲، ۱۶۵۰۲، ۱۶۵۰۳، ۱۶۵۰۷، سنن سعید بن منصور: ۲۰۰۹، ۲۰۱۱، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۷۲۰، سنن الدارقطنی: ج ۳ ص ۳۰۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۷ ص ۲۲۶۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔ (رواہ عبداللہ بن الزبیر والحسن بن زیاد کما فی جامع المسانید عن ابی حنیفہ عن اسماعیل عن الحسن عن عمران عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ واخرجه ابن ابی شیبہ من طریق اشعث وقتادة عن الحسن عن عمر۔... فذكره۔ واخرجه عبدالرزاق وابن ابی شیبہ والدارقطنی والبیہقی من طریق سعید بن المسیب عن عمر۔... فذكره۔ واخرجه سعید بن منصور وابن ابی شیبہ من طریق الشعبی عن عمر۔... فذكره۔ واخرجه ابن ابی شیبہ من طریق شریح قال کتب الی عمر ان اجله سنة فان استطاعها والا خیرها فان شاءت اقامت وان شاءت فارقتہ۔)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۳۹۸)



۳۹. بَابُ الْعِدَّةِ

عدت کا بیان

{عورت کا اپنی عدت کے دوران اپنے گھر سے نکلنا کھلی بے حیائی ہے}

۶۱۔ یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: (لَا تَخْرُجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيَّنَةٍ) قَالَ خُرُوجُهُمَا مِنْ بَيْتِهَائِي عِدَّتِهَائِي الْفَاحِشَةُ الْمُبَيَّنَةُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اللہ رب العزت کے ارشاد ”اُن عورتوں کو اُن کے گھروں سے نہ نکالو، اور نہ وہ خود نکلیں۔ مگر یہ کہ وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں (الطلاق: ۱)۔“ کے بارے میں کہا کہ اُس کا اپنی عدت میں اپنے گھر سے نکلنا کھلی بے حیائی ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

- ۱۔ جب میاں بیوی میں طلاق کے ذریعے علیحدگی ہو جائے تو عورت کو دوسرا نکاح کرنے کے لئے کچھ مدت انتظار کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس مدت کو ”عدت“ کہا جاتا ہے۔
- ۲۔ عدت کے دوران شوہر کے ذمے واجب ہے کہ جس بیوی کو طلاق دی ہے، اُس کو اپنے گھر میں رہائش فراہم کرے، اور عورت کے ذمے بھی یہ واجب ہے کہ وہ شوہر ہی کے گھر میں عدت گزارے، اور کہیں نہ جائے۔ البتہ اللہ رب العزت نے وہ صورت اس سے مستثنیٰ فرمادی ہے جب عورت کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرے۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھے، اور یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ وہ لڑائی جھگڑے میں بدزبانی کرنے لگے، اس صورت میں بھی اُس کا شوہر کے گھر میں رہنا ضروری نہیں ہے۔

{عدت کے دوران حج کے لیے نکلنے والی بیوہ عورتوں کو سیدنا ابن مسعودؓ نے واپس کر دیا تھا}

،،، حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَدَّ الْمُتَوَاتِي عَنْهُمْ أَزْوَاجَهُنَّ مِنْ ظَهْرِ النَّجَفِ كُنَّ خَرَجْنَ مُجْتَاجَاتٍ عِدَّتِهِنَّ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیوہ عورتوں کو نجف سے واپس کر دیا تھا وہ عدت کے دوران حج کے لیے نکلی تھیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۱۷ باب عدة المطلقة والمتوفى عنها زوجها، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۰۷۲، مصنف ابن

ابی شیبہ: ج ۵ ص ۱۸۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۱۷)

{عدت کے دوران مطلقہ اور بیوہ کے اپنے گھر سے نکلنے کا مسئلہ}

،،، يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ الْمُطَلَّقةَ لَا تَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهَا فِي حَقِّ وَلَا فِي غَيْرِهِ حَتَّى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا وَالْمُتَوَاتِي عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَخْرُجُ إِلَّا فِي حَقِّ لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَا تَبِيْئُ عَنْ بَيْتِهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: مطلقہ اپنے گھر سے نہ ضرورت سے نکلے گی اور نہ بلا ضرورت جب تک اس کی عدت نہ گزر جائے اور جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو وہ لازمی طور پر ضروری حاجات کے لیے نکلے گی لیکن رات اپنے گھر ہی میں گزارے گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کیونکہ مطلقہ کا نان نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہے، لہذا اسے گھر سے نکلنے کی ضرورت ہی نہیں لیکن جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو اس کو نان نفقہ نہیں ملتا اس لیے اسے نکلنے کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ روزی کماے لیکن وہ رات اپنے گھر کے علاوہ کہیں اور نہیں نہیں گزارے گی یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار و ابواب الامام محمد: ۵۱۸)

{بیوہ شوہر کے انتقال والے دن سے اور مطلقہ طلاق والے دن سے عدت گزارے گی}

۷۹. حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمُطَلَّغَةِ وَالْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا تَعْتَدُ مِنْ يَوْمِ مَاتَ وَمِنْ يَوْمِ طَلَّقَهَا زَوْجُهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو وہ شوہر کے انتقال کے دن سے عدت گزارے گی اور مطلقہ اُس دن سے جس دن اس کے شوہر نے اسے طلاق دی ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار و ابواب الامام محمد: ۵۱۶)

{طلاق دی پھر رجوع کر لیا پھر طلاق دے دی تو اس کی عدت از سر نو شروع ہوگی}

۸۰. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ ثُمَّ يَرَاجِعُهَا ثُمَّ يُطَلِّقُهَا فِي الْعِدَّةِ أَنَّ عَلَيْهَا الْعِدَّةَ مُسْتَقْبِلَةً.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جو آدمی اپنی بیوی کو طلاق دے پھر اس سے رجوع کر لے پھر اسے عدت میں طلاق دے دے تو اس عورت پر از سر نو عدت ہوگی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و ابواب الامام محمد: ۴۷۳ باب من طلق ثم راجع من این تعد؟، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۱۵۵ ج ۳ ص ۳۴۰

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار وایۃ الامام محمد: ۴۷۳)

{سیدنا عمرؓ کی شہادت کے بعد سیدنا علیؓ نے ام کلثوم کو ان کے گھر سے منتقل کر دیا تھا}

۸۱۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّمَا نَقَلَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أُمَّ كَلْثُومٍ حِينَ قُتِلَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِأَنَّهَا كَانَتْ مَعَ عُمَرَ فِي دَارِ الْإِمَارَةِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شہید کر دیا گیا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے (اپنی بیٹی) ام کلثوم کو منتقل کر دیا کیونکہ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دارالامارت میں تھیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وایۃ الامام محمد: ۵۱۵، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۰۵۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۸۷۸، سنن سعید بن منصور: ۱۳۵۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۵۵۰۸، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۵۳۱۶۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔ (اخرجہ ابن ابی شیبہ والبیہقی من طریق الشیبی عن علی رضی اللہ عنہ بنحوہ۔ واخرجہ عبدالرزاق عن معمر عن ایوب او غیرہ ان علیا انتقل ابننتہ ام کلثوم فی عدتها وقتل عنها عمر۔ واخرجہ سعید بن منصور من طریق الحسن عن علی رضی اللہ عنہ انہ انتقل ام کلثوم ابننتہ حیث اصیب عمر فانتقلها فی عدتها۔ واخرجہ ابن ابی شیبہ من طریق الحکم قال نقل علی ام کلثوم حیث قتل عمر ونقلت عائشة اختہا حین قتل طلحة.)

{طلاق دی، پھر رجوع کیا پھر طلاق دے دی تو عورت از سر نو عدت لازم ہوگی}

۸۲۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ

تَطْلِيقَةً بَائِنَةً ثُمَّ يُرَاجِعُهَا فِي الْعِدَّةِ ثُمَّ يُطَلِّقُ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا إِنَّ الْعِدَّةَ مُسْتَقْبَلَةٌ وَلَهَا النِّهَارُ كَامِلًا.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: آدمی اپنی بیوی کو طلاق بائنہ دے دے پھر اس سے عدت کے دوران رجوع کر لے پھر اس سے دخول کرنے سے پہلے اسے طلاق دے دے تو اس پر از سر نو عدت ہوگی اور اسے کامل مہر ملے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ آزاد مطلقہ اور کنیز مطلقہ کی عدت کی میعاد }

۸۴. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي عِدَّةِ الْحُرَّةِ الْمُطْلَقَةِ ثَلَاثُ حَيْضٍ فَإِنْ كَانَتْ لَا تَحِيضُ فَثَلَاثُ أَشْهُرٍ، وَإِنْ كَانَتْ أَمَةً مُطْلَقَةً فَعِدَّتُهَا حَيْضَتَانِ وَإِنْ كَانَتْ لَا تَحِيضُ فَشَهْرٌ وَنِصْفٌ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آزاد مطلقہ عورت کی عدت کی میعاد تین حیض ہے اور اگر اسے حیض نہ آتا ہو تو پھر اس کی عدت کی میعاد تین مہینے ہے۔ اور اگر کنیز مطلقہ ہو تو اس کی عدت کی میعاد دو حیض ہے اور اگر کنیز کو حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت ڈیڑھ ماہ ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ سورہ طلاق کی آیت نمبر ۴ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۴ کے بعد نازل ہوئی ہے }

۸۴. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ نَزَلَتْ: {وَأُولَئِكَ الْأَحْمَالُ أَجْلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ} (الطلاق: ۴) بَعْدَ {أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا} (البقرة: ۲۳۴)

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ (سورہ طلاق کی آیت) {وَأُولَئِكَ الْأَحْمَالُ أَجْلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ} اور جو عورتیں حاملہ ہوں، اُن کی عدت کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنے پیٹ کا بچہ جن لیں۔ (سورہ بقرہ کی آیت) {أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا} (یہ عورتیں اپنے آپ کو) چار مہینے

اور دس دن (انتظار میں رکھیں گی)۔“ کے بعد نازل ہوئی ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۳۸۳ باب عدة المطلقة الحائل، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۱۳ ح ۱۲۹۵، صحیح البخاری: ۴۹۱۰، سنن ابی داود: ۲۳۰۷، سنن ابن ماجہ: ۲۰۳۰، سنن النسائی: ۳۵۲۲، مصنف عبد الرزاق: ۱۱۷۱۳، مصنف عبد الرزاق: ۱۱۷۱۶، سنن سعید بن منصور: ۱۵۱۲، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۶۴۱، مسند البزار: ۱۵۳۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۵۳۷۳، مسند ابی حنیفہ روایۃ النحسکی: ۱۲ کتاب الطلاق۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه ابو محمد البخاری کما فی جامع المسانید (۱۱۷/۲/۱۱۶) من طریق اسماعیل بن عیاش و عبید اللہ بن موسیٰ عن ابی حنیفہ عن حماد عن ابراہیم عن علقمة عن عبد اللہ بن مسعود بہ۔ و اخرجه البزار والنسائی والبیہقی من طریق ابن شبرمة عن ابراہیم عن علقمة عن ابن مسعود بہ۔ و اخرجه عبد الرزاق و ابو داود والنسائی وابن ماجہ والبیہقی من طرق عن ابن مسعود بہ۔)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر عورت کو طلاق دی گئی یا اس کے شوہر کا انتقال ہو اور اس کے بعد ایک دن یا اس سے کم یا زیادہ میں اس کا بچہ پیدا ہو گیا تو اس کی عدت پوری ہو گئی اور وہ اسی وقت مردوں کے لئے حلال ہو گئی چاہے نفاس میں کیوں نہ ہو یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۳۸۳)

{سورہ طلاق نے عدت کے تمام احکام کو منسوخ کر دیا ہے}

۸۵۔ یُؤَسَّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ نَسَخَتْ سُورَةُ النِّسَاءِ الْقُضْرَى كُلَّ عِدَّةٍ (وَأُولَئِكَ الْأَحْمَالُ أَجْلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ) ۱۔

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چھوٹی سورہ نساء (سورہ طلاق) نے عدت کے تمام احکام کو منسوخ کر دیا ہے اب (حکم یہ ہے کہ) جو عورتیں حاملہ ہوں، ان کی عدت کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنے بچہ کا بچہ جن لیں۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۸۴، جامع السانید للبخاری: ج ۲ ص ۷۱۳ ح ۱۲۹۵، صحیح البخاری: ۴۹۱۰، سنن ابی داود: ۲۳۰۷، سنن ابن ماجہ: ۲۰۳۰، سنن النسائی: ۳۵۲۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۷۱۶، سنن سعید بن منصور: ۱۵۱۲، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۶۳۱، مسند البزار: ۱۵۳۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۵۳۷۳، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۱۲ کتاب الطلاق۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه ابو محمد البخاری کما فی جامع السانید (۱۱۷/۲/۱۱۶) من طریق اسماعیل بن عیاش و عبید اللہ بن موسیٰ عن ابی حنیفہ عن حماد عن ابراہیم عن علقمہ عن عبد اللہ بن مسعود بہ۔ و اخرجه البزار و النسائی و البیہقی من طریق ابن شہر مہ عن ابراہیم عن علقمہ عن ابن مسعود بہ۔ و اخرجه عبدالرزاق و ابوداود و النسائی و ابن ماجہ و البیہقی من طرق عن ابن مسعود بہ.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر عورت کو طلاق دی گئی یا اس کے شوہر کا انتقال ہو اور اس کے بعد ایک دن یا اس سے کم یا زیادہ میں اس کا بچہ پیدا ہو گیا تو اس کی عدت پوری ہو گئی اور وہ اسی وقت مردوں کے لئے حلال ہو گئی چاہے نفاس میں کیوں نہ ہو۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۴۸۴)

۸۶۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ
أَخِرُ الْآيَتَيْنِ نَزُولُ الْيَتَى فِي سُورَةِ النِّسَاءِ الْقُضْرَى.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دونوں آیتوں میں نزول کے اعتبار سے آخری وہ ہے جو چھوٹی سورہ نساء (یعنی سورہ طلاق) میں ہے۔

تحقیق:

صحیح، مرسل ہے۔ (وللحدیث شواہد عند عبدالرزاق (۱۱۷/۱۶) و البیہقی (۱۵۴/۶) و سعید بن منصور (۱۵۱۶) و ابن ابی شیبہ (۱۶۰/۸) و غیرہم)

۸۷۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
إِذَا وَضَعَتْ ذَاتُهَا فَقَدْ حَلَّتْ لِلرِّجَالِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حاملہ مطلقہ جب بچہ جنے تو (اسی وقت) مردوں کے لیے حلال ہو گئی۔

تحقیق:

صحیح، مرسل ہے۔ (واخرجه ابن ابی شیبہ (۱۶۰۹۸) من طریق محمد بن اسحاق عن الزہری عن سعید بن المسیب عن عمر..... فذكره. وللحديث شواهد عند عبدالرزاق (۱۱،۱۷) والبيهقي (۱۵۳،۶) وسعيد بن منصور (۱۵۱۶) وابن ابی شیبہ (۱۶۰۹۸) وغيرهم)

۸۸. یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم أنه قال إذا طلق الرجل امرأته وهي حامل فعِدَّتُهَا أَنْ تَضَعَ مَا فِي بَطْنِهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی اپنی بیوی کو طلاق دے دے جبکہ وہ (یعنی اس کی بیوی) حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۸۹. یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم عن الأسود أن سبيعة بنت الحارث الأسلمية رضي الله تعالى عنها زوجها في حبل فمكثت خمسًا وعشرين ليلة أو نحوها ثم وضعت فمر بها أبو السنايل رضي الله عنه وقد تشوَّفت للأزواج فقال كلاً ورب الكعبة إنه لا بعد الأجلين فأنت النبي ﷺ فأخبرته بذلك فقال كذب أبو السنايل إذا حضر ذلك فأذنيني يقول إذا خطبت.

حضرت امام اسود رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سبیحہ بنت حارث اسلمیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کا انتقال ہو گیا جبکہ وہ حاملہ تھیں، ابھی پچیس دن ہی گزر پائے تھے کہ ان کے یہاں بچہ پیدا ہو گیا، اتفاقاً وہاں سے ابوسنایل کا گزر ہوا تو وہ کہنے لگے تم زیب و زینت اختیار کر کے دوبارہ نکاح کرنا چاہتی ہو؟ رب کعبہ کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ تمہاری عدت ”ابعد الاجلین“ ہے، وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور سارا واقعہ عرض کیا، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوسنایل سے غلطی ہوئی، جب وہ آئیں تو مجھے بتانا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۳۱۸، ۵۳۱۹، صحیح مسلم: ۱۳۸۳، سنن ابن ماجہ: ۲۰۲۸، سنن ابی داود: ۲۳۰۶، سنن النسائی: ۳۵۱۶، ۳۵۱۸، مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ المعسکی: ۲۹۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۷۲۲، ۱۱۷۲۳، مصنف ابن ابی حنیفہ: ۱۷۰۹۳،

تحقیق:

{ حاملہ کو طلاق ہوئی جیسے ہی اس کا بچہ پیدا ہوا، اس کی عدت مکمل ہو گئی }

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے سقط (نامکمل پیدا ہونے والے بچے) کے بارے میں فرمایا کہ جب اس میں کچھ خلقت شکل و صورت کے نشانات ظاہر ہو چکے ہوں تو باندی آزاد ہو جائے گی اور اس کی عدت مکمل ہو جائے گی۔

خروج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

كتاب الآثار رواية الامام محمد: ٨٥ باب عدة الملقطة الحائل، جامع المسانيد للخوازمي: ج ٢ ص ١٣٨ ح ١٢٩٦ - ابن أبي شيبة: ٤٣ ١٩٣ -

محققین:

اس کی سند صحیح ہے۔

قائمة:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور تمام بچہ اس وقت تک سقط نہیں کہلائے گا جب تک اس میں کچھ شکل و صورت وغیرہ نہ بنے بال ناخن وغیرہ نہیں اگر اس نے ایسا نا تمام بچہ جنا جس میں خلقت شکل و صورت کے نشانات ظاہر نہ ہوئے ہوں تو اس کی وجہ سے عدت نہیں گزارے گی یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۸۵)

{عدت کے دوران شادی کی جدائی کرادی جائے اور عورت پہلی عدت مکمل کر کے دوسری

{ازسرنو شمار کرے}

۹۱، یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم عن إبراہیم أنه قال إذا تزوجت المرأة في عِدَّتِهَا فدخل بها زوجها فزق بينهما وتمت عِدَّةُ الْأَوَّلِ واعتدت من الآخر عِدَّةً مُسْتَقْبَلَةً

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب عورت اپنی عدت کے دوران شادی کرنے اور اس کا خاوند اس سے دخول بھی کر لے تو ان دونوں کے درمیان جدائی کرادی جائے گی اور وہ پہلے شوہر کی عدت مکمل کر کے دوسرے کی ازسرنو شمار کرے گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{بیوہ باندی کی عدت کی میعاد دو ماہ پانچ دن ہے}

۹۲، قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْأَمَةِ يَمُوتُ عَنْهَا زَوْجُهَا عَبْدًا أَوْ حُرًّا عِدَّتُهَا شَهْرَانِ وَخَمْسَةُ أَيَّامٍ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے باندی کے بارے میں فرمایا کہ اس کا شوہر غلامی یا آزادی کی حالت میں فوت ہو جائے تو اس کی عدت کی میعاد دو ماہ پانچ دن ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{مستحاضہ کی عدت کا بیان}

۹۳، یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم عن إبراہیم أنه قال تعتد المستحاضة بأيام حَيْضِهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: مستحاضہ اپنے ایام حیض کے ذریعہ عدت گزارے گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۸۶ باب عدۃ المستحاضۃ، جامع المسانید للنخوارزمی: ج ۲ ص ۱۵۷ ح ۱۳۴۹، مصنف

ابن ابی شیبہ: ۱۸۷۲۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۹۴، یوسف عن أبیه عن ابی حنیفۃ عن حماد عن إبراهیم أنه قال فی المستحاضۃ یطلق المَراةَ وَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ قَالَ تَعْتَدُ بِقُرْءِ وَالْحَيْضِ قَبْلَ ذَلِكَ وَكَذَلِكَ إِنْ اسْتَحِیْضَتْ بَعْدَ مَا يُطْلَقُهَا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے اس آدمی کے بارے میں مروی ہے جو عورت کو استحاضہ کی حالت میں طلاق دے دے، فرمایا: وہ اپنے ایام حیض کے ذریعہ عدت گزارے گی اور یہی حکم اس وقت ہے جب طلاق کے بعد اسے استحاضہ شروع ہو جائے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۸۶ باب عدۃ المستحاضۃ، جامع المسانید للنخوارزمی: ج ۲ ص ۱۵۷ ح ۱۳۴۹، مصنف

ابن ابی شیبہ: ۱۸۷۲۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۸۶)

{باندی کو طلاق رجعی ہوئی پھر آزاد کر دی گئی تو عدت آزاد والی ہوگی، ورنہ باندیوں والی}

۹۵، یوسف عن أبیه عن ابی حنیفۃ عن حماد عن إبراهیم أنه قال فی الامة إذا توفی عنها زوجها فاعتدت ثم أعتقت فی عدتها اعتدت الامة کما هی فإذا طلقت تطلیقتین ثم أعتقت اعتدت الامة وإن طلقت واحدة ثم أعتقت فی حیضها اعتدت عدۃ الحرّة.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے باندی کے بارے میں فرمایا کہ جب اس کا شوہر فوت

ہو جائے اور اس باندی کو عدت کے دوران آزاد کر دیا جائے تو وہ باندیوں والی عدت گزارے گی۔ اور اگر اسے دو طلاقیں دے دی گئی ہوں پھر آزاد کر دیا جائے تو بھی باندیوں والی عدت گزارے گی اور اگر ایک طلاق دی گئی ہو پھر آزاد کر دیا جائے تو پھر آزاد عورت والی عدت گزارے گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۳۲ باب الزوج یتزوج الامۃ ثم یشتر یھا و یتفق، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۱۳۵ ح ۱۲۸۷، سنن سعید بن منصور: ۱۲۶۷۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ ایک دو حیض گزار کر حیض آنا بند ہو جائے تو مہینوں کے مطابق عدت گزارے }

۶۱. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ فَتَعْتَدُ بِشَهْرٍ أَوْ شَهْرَيْنِ ثُمَّ تَحِيضُ قَالَ يَهْدِمُ الْحَيْضُ الشَّهْرَ وَتَسْتَقْبِلُ عِدَّةَ الْحَيْضِ فَإِنْ حَاضَتْ وَاحِدَةً ثُمَّ يَنْسَتُ اسْتَقْبَلَتِ الشُّهُورَ فَإِنْ حَاضَتْ بَعْدَ اعْتَدَّتْ بِمَامَضَى مِنَ الْحَيْضِ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی کو طلاق دے اور وہ ایک مہینہ یا دو مہینہ عدت کے گزارے پھر اسے حیض آجائے فرمایا: اور پھر سے حیض کی عدت شروع کرے گی، اور اگر ایک حیض آجائے پھر مایوس ہو جائے تو پھر سے مہینوں والی عدت شروع کرے اور اگر اس کے بعد پھر حیض آجائے تو گھرے ہوئے حیض کو بھی عدت میں شمار کرے گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۸۱، ۳۸۲ باب عدة المطلقة التي قد نسيت من الحيض، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲

ص ۱۵۶ ح ۱۳۳۸

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

{ام ولد کی عدت کی میعاد تین حیض ہیں}

۹۸۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي أُمِّ الْوَلَدِ يَغْتَفُهَا مَوْلَا كَأَوْ يَمُوتُ عَنْهَا. عِدَّتُهَا ثَلَاثُ حِيضٍ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ام ولد کے بارے میں فرمایا کہ اس کا مولیٰ اسے آزاد کر دے یا اس کا مولیٰ وفات پا جائے (اور اسے حیض آتا ہو) تو اس کی عدت کی میعاد تین حیض ہیں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۲۲ باب عدۃ ام الولد، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۹۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۷۴۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۲۲)

{باندی نے شوہر کو اختیار کیا پھر اس کا شوہر فوت ہو گیا تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہوگی}

۹۹۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْحُرِّ إِذَا كَانَتْ تَحْتَهُ أَمَةٌ وَيُطْلَقُهَا تَطْلِيقَةً بَائِنَةً فَخِيَرَتْ فَاخْتَارَتْ زَوْجَهَا ثُمَّ مَاتَ عَنْهَا قَالَ عِدَّتُهَا أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ وَلَهَا الْبَيْرَاتُ وَإِنْ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا فَعِدَّتُهَا عِدَّةُ الْحُرَّةِ الْمُطْلَقَةِ ثَلَاثُ حِيضٍ وَلَا مِيرَاتُ لَهَا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آزاد مرد کے بارے میں جبکہ اس کی بیوی باندی ہو اور وہ اسے

طلاق باندہ دے دے پھر اسے اختیار دیا جائے اور وہ اپنے خاوند کو اختیار کر لے اور پھر اس کا خاوند فوت ہو جائے

فرمایا: اس کی عدت کی میعاد چار ماہ دس دن ہے اور اسے میراث بھی ملے گی اور اگر وہ اپنے آپ کو اختیار کر لے تو پھر

اس کی آزاد مطلقہ والی عدت تین حیض ہوگی اور اسے میراث نہیں ملے گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۴۲۸ باب الزوج یتزوج الامۃ ثم یشتر یسبھا، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۲ ص ۷۷ ح ۱۳۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۷۸۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۴۲۸)

{ بیوی کو اعلانیہ طلاق دے پھر رجوع کر لے لیکن عورت کو رجوع کا علم نہ اور وہ شادی

کر لے تو کیا حکم ہے؟ }

۹۹۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ فَيُعْلِمُهَا وَيُرَاجِعُهَا فَيُشْهَدُ وَلَا يُعْلِمُهَا أَنَّهَا امْرَأَتُهُ: أَنَّهَا امْرَأَتُهُ أَعْلَمَهَا أَوْلَمَ يُعْلِمُهَا. قَالَ إِبْرَاهِيمُ قَوْلُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ قَوْلِ عُمَرَ يَغْنِي فِي امْرَأَةٍ أَبِي كَنْفٍ.

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایسے آدمی کے بارے میں جو اپنی بیوی کو اعلانیہ طلاق دے دے اور پھر اسے اطلاع دیے بغیر رجوع کر لے اور رجوع پر کسی کو گواہ بنالے فرمایا: وہ اس کی بیوی ہے (یعنی وہ اس کا زیادہ حقدار ہے) اسے اطلاع دے یا نہ دے۔ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ میرے نزدیک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ابو کنف کے بیوی کے بارے میں منقول سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔ (والخرجه ابن ابی شیبہ (۱۸۹۰۵) من طریق وکیع عن شعبۃ عن الحكم قال قال

علی اذا طلقها ثم اشهد علی رجعتہ فی امرأتہ اعلمها اولم یعلمها)

۸۰۰. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم ان ابا کنف طلق امرأتہ فأعلمها وراجعها قبل ان تنقض عہدہا ولم یعلمہا فجاء وقد تزوجت المرأة فأتی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فقص علیہ الخبر فقال عمر ان وجدته لم یدخل بہا فانت احق بہا وان کان قد دخل بہا فلیس لك علیہا سبیل فقیمہ وقد وضعت القصة علی رأسہا فقال ان لی حاجۃ فأخلونی ففعلوا فوق علیہا وبات عندها ثم غدا إلى الامیر بکتاب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فعرّفوا انہ قد جاء بأمر مستقیم.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابو کنف رحمہ اللہ نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دی اور اسے اس کی اطلاع بھی دے دی پھر اس کی عدت گزرنے سے پہلے رجوع کر لیا لیکن اس کی بیوی کو رجوع کرنیکی اطلاع نہیں ملی اور اس نے دوسری شادی کر لی (اسی دوران وہ آگئے ان کی بیوی شوہر کے پاس جانے و رخصتی کی تیاری میں تھیں)، وہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انہیں سارا واقعہ بتلایا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تمہیں وہ دوسرے شوہر کے دخول سے پہلے مل جائے تو تم اس کے زیادہ حقدار ہو اور اگر دوسرے شوہر نے اس سے دخول کر لیا ہو تو پھر اس پر تیرا بس نہیں چلے گا (یعنی پھر وہ دوسرے خاوند کی بیوی ہے) پس ابو کنف رحمہ اللہ آئے تو انہوں نے اسے رخصتی کی رات پالیا اور انہوں نے (اس کے پاس موجود لوگوں سے) کہا کہ تم لوگ اس کے پاس سے اٹھ جاؤ کیونکہ مجھے اس سے اپنی حاجت پوری کرنی ہے چنانچہ لوگ وہاں سے اٹھ گئے اور انہوں نے اس جگہ پر اس کے ساتھ رات گزار لی اور اس سے صحبت کی اور پھر صبح (یعنی اگلے دن) (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے) گورنر کو جا کر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا خط دیا اس سے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ وہ مضبوط دلیل لایا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب ال آثار وروایۃ الامام محمد: ۳۸۹ باب من طلق وراجع ولم تعلم حتی تزوجت، جامع المسانید للنواری: ج ۲ ص ۱۵۸ ح ۱۳۵۲ مصنف عبدالرزاق: ۱۰۹۷۹، ۱۰۹۸۰، ۱۰۹۷۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۹۰۴، ۱۸۹۰۹، سنن سعید بن منصور: ۱۳۱۳۔

تحقیق:

یہ ہے۔ اخرجہ عبدالرزاق من طریق الحکم ان ابا کنف طلق۔ فذكرہ. وخرجہ عبدالرزاق

من طریق حسن بن مسلم ان رجلا طلق امرأته وهو غائب ثم راجعها.... فذكره. واخرجه ابن ابی شیبہ من طریق وکیع عن اسماعیل بن ابی خالد عن الحكم ان ابا کنف.... فذكره.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قول کو اختیار کرتے ہیں وہ ہمیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے زیادہ پسند ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۳۹۰)

{ جب آدمی ام ولد کو آزاد کر دے تو پھر اس کی عدت کے دوران اس کی بہن سے شادی نہیں کر سکتا }

۸۰۱. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا أَعْتَقَ الرَّجُلُ أُمَّ وَلَدِهِ فَلَا يَتَزَوَّجُ أُخْتَهَا يَغْنِي فِي عِدَّتِهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی ام ولد کو آزاد کر دے تو پھر اس کی عدت کے دوران اس کی بہن سے شادی نہیں کر سکتا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (واخرجه ابن ابی شیبہ (۱۶۵۶) من طریق مغیرہ عن ابراہیم قال لا يتزوج المرأة في عدة اختها منه. واخرجه ابن ابی شیبہ (۱۶۴۱) وغیرہ من طریق مغیرہ عن حماد عن ابراہیم قال اذا نکح الرجل المرأة ثم طلقها ثم تزوج اختها في عدتها قال نکاحها حرام ويفرق بينهما ولا صداق لها ولا عدة عليها)

{ چار بیویوں میں سے کسی ایک کو طلاق دے دی تو اس کی عدت مکمل ہونے تک شادی نہیں کر سکتا }

۸۰۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ تَكُونُ لَهُ أَرْبَعُ نِسْوَةٍ فَيُطَلِّقُ إِحْدَاهُنَّ لَا يَتَزَوَّجُ حَتَّى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهَا.

قَالَ أَبُو يُسُفُّ فِي عِدَّةِ أُمِّ الْوَلَدِ لَهُ أَنْ يَتَزَوَّجَ أُخْتَهَا فِي عِدَّتِهَا لِأَنَّ عِدَّتَهَا لَيْسَتْ بِعِدَّةِ نِكَاحٍ وَلَا يَطْأُهَا مَا دَامَتْ أُخْتَهَا فِي عِدَّتِهَا مِنْهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے آدمی کے بارے میں جس کی چار بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے کسی ایک کو طلاق دے دے فرمایا: اس (یعنی طلاق یافتہ) کی عدت مکمل ہونے تک وہ (پانچویں سے) شادی نہیں کر سکتا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ ام ولد کی عدت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آدمی اس کی بہن سے شادی کر سکتا ہے کیونکہ اس کی عدت نکاح نہیں ہے البتہ جب تک اس کی بہن عدت میں ہے اس وقت تک اس (یعنی اس کی بہن) سے صحبت نہ کرے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

سنن سعید بن منصور: ۷۴۲ باب الرجل لا یربع نسوة فیطلق احداھن، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۲۷۷ باب فی الرجل یکون تحتہ اربع نسوة فیطلق احداھن من کرہ ان یتزوج خامسة حتی تنقضی عداۃ التی طلق۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ جسے طلاق رجعی دی گئی ہو وہ اپنے شوہر کے لیے زیب و زینت اختیار کر سکتی ہے }

۸۰۴. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم انہ قال فی المطلقۃ واحدۃ تشوف لزوجہا وتزین لہ لعلہ ان یراجعہا ولا یدخل علیہا الا بإذن۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے، انہوں نے ایسی عورت کے بارے میں جسے ایک طلاق رجعی دی گئی ہو فرمایا: کہ وہ اپنے شوہر کے لیے آراستہ ہوگی اور زیب و زینت اختیار کرے گی تاکہ شوہر اس سے رجوع کر لے البتہ اس کا خاوند اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر نہیں آ سکتا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۴۹۳ باب الرجعة فی الطلاق، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۰۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۷۸۹۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۴۹۳)

{عورت کو تین طلاقیں دی جا چکی ہوں ہو تو وہ زیب و زینب اختیار نہیں کر سکتی نہ ہی سرمہ لگا سکتی ہے}

۸۰۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمُطَلَّاقَةِ ثَلَاثًا وَالْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَكْتَبُ إِلَّا لِوَجَعٍ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے، انہوں نے ایسی عورت کے بارے میں جسے تین طلاقیں دی جا چکی ہوں یہ اس کا خاوند فوت ہو گیا ہو فرمایا: کہ وہ سرمہ نہیں لگا سکتی الا یہ کہ بیماری کی وجہ سے ضرورت پڑ جائے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۳۹۳ باب الرجعة فی الطلاق، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۹۶۳، سنن سعید بن منصور:

۲۱۳۹ باب ما تجتنب المتوفی عنہا زوجہا فی عدتہا.

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۳۹۳)

{گم شدہ آدمی واپس آئے اور اس کی بیوی شادی کر چکی ہو تو کیا حکم ہے؟}

۸۰۵. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمَرْأَةِ يُنْعَى إِلَيْهَا زَوْجُهَا فَتَتَزَوَّجُ ثُمَّ يَقْدُمُ أَثْنَا ثُرْدُ إِلَى زَوْجِهَا الْأَوَّلِ وَلَا يَقْرُبُهَا حَتَّى تَنْقُضِيَ عِدَّتَهَا مِنَ الْآخِرِ وَيُفَرِّقَ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ الْآخِرِ وَلَهَا الْمَهْرُ مِنْهُ بِمَا اسْتَعْلَ مِنْ فَرْجِهَا فَلَا يَقْرُبُهَا الْأَوَّلُ حَتَّى تَنْقُضِيَ عِدَّتَهَا مِنَ الْآخِرِ. وَأَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ فِيهَا زَوْجُهَا الْأَوَّلُ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ أَخَذَ مَهْرَهَا وَتَرَكَهَا عِنْدَ هَذَا وَإِنْ شَاءَ أَخَذَ مَرَأَتَهُ. وَقَالَ حَمَّادٌ قَالَ إِبْرَاهِيمُ قَوْلُ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ قَوْلِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے بارے میں جسے اس کے خاوند کے انتقال کر جانے کی خبر ملے اور وہ شادی کر لے بعد میں اس کا پہلا خاوند آ جائے تو فرمایا کہ اسے اس کے پہلے

خاوند کی طرف لوٹا دیا جائے گا اور پہلا خاوند اس کے قریب نہ جائے یہاں تک کہ وہ دوسرے خاوند کی عدت مکمل کر لے اور اس کے اور اس کے دوسرے خاوند کے درمیان جدائی کرادی جائے گی اور اسے دوسرے خاوند سے مہر ملے گا اس سبب سے جو اس نے اس کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا کیا ہے اور جب تک دوسرے خاوند کی عدت مکمل نہ کر لے پہلا خاوند اس کے قریب نہیں جاسکتا۔

اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ کے بارے میں فرمایا: کہ اس کے پہلے خاوند کو اختیار دیا جائے گا اگر وہ چاہے تو مہر لے لے اور اسے دوسرے خاوند کے پاس ہی رہنے دے اور اگر چاہے تو اپنی بیوی کو اختیار کر لے۔
امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔ (واخرجه ابن ابی شیبہ (۱۶۴) من طریق خالد عن ابی نصرۃ عن عبدالرحمن بن ابی لیلی قال شهدت عمر رضی اللہ عنہ... فذکرہ. وخرجه ابن ابی شیبہ (۱۶۴) من طریق معمر عن الزہری عن سعید بن المسیب ان عمر و عثمان قالا.... فذکرہ. وخرجه ابن ابی شیبہ (۱۶۴) وغیرہ من طریق الشیبانی عن الشعبي عن عمر و علی رضی اللہ عنہما... فذکرہ.)

{ عدت کے دوران شادی کی اور شوہر نے دخول بھی کر لیا ہو تو دونوں میں جدائی کرادی جائے گی }

۸۰۶. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمَرْأَةِ تَزَوُّجٌ فِي عِدَّتِهَا فَيَدْخُلُ بِهَا زَوْجُهَا أَنَّهُ يُفَرِّقُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ زَوْجِهَا الْآخِرِ وَتَعْتَدُ بَقِيَّةِ عِدَّتِهَا مِنَ الْأَوَّلِ وَعِدَّةٌ مُسْتَقْبَلَةٌ مِنَ الْآخِرِ وَيَتَزَوَّجُهَا الْآخِرُ بَعْدَ مَا تَنْقَضِي عِدَّتُهَا مِنَ الْأَوَّلِ إِنْ شَاءَ وَشَاءَتْ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے بارے میں جو عدت کے دوران شادی کر لے اور اس کا شوہر اس سے دخول بھی کر لے فرمایا: اس کے اور اس کے دوسرے شوہر کے درمیان جدائی اور تفریق کر دی جائے گی اور یہ پہلے شوہر کی باقی ماندہ عدت مکمل کرے گی اور پھر دوسرے شوہر کی عدت از سر نو گزارے گی اور پھر اگر دوسرا شوہر چاہے تو اس کی رضامندی سے اس سے نکاح کر سکتا ہے۔

۸۰۷. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِثْلَ قَوْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كُلُّهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ لَا يَتَزَوَّجُهَا الْآخِرُ أَبَدًا.

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قول کی مثل مروی ہے البتہ انہوں نے یہ فرمایا کہ دوسرا خاوند اس سے کبھی بھی نکاح نہیں کر سکتا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۴۱۲ باب من تزوج امرأة في عدتها ثم طلقها، کتاب الحج: ج ۳ ص ۱۸۹، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۱۰۵ ح ۱۲۲، سنن سعید بن منصور: ۶۹۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۷ ص ۴۴۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۰۵۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۴ ص ۱۲۲۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔ (واخرجه عبدالرزاق وابن ابی شیبہ والبیہقی من طرق عن علی بہ۔)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مکمل حدیث پر عمل کرتے ہیں البتہ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ پہلے والے کی عدت پوری کرے گی اور جو دن اس سے باقی بچیں گے وہ دوسرے کی عدت میں بھی شمار ہوں گے یہاں تک کہ پہلے کی عدت پوری کرے اور جو دن دوسرے والے کی پہلے کی عدت میں بھی گزرے ہیں وہ بھی شمار کرے گی یعنی دوسرے اور پہلے کی عدت کے کچھ دن مشترک دونوں کے شمار ہوں گے اور شروع کے صرف پہلے والے کے اور اخیر کے صرف دوسرے والے کے شمار ہوں گے۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۴۱۲)



۴۰۔ بَابُ الْحِضَانَةِ

اولاد کی پرورش کا بیان

۸۰۸۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ الْأُمُّ أَحَقُّ بِالْوَلَدِ مَا كَانَ إِلَيْهَا مُحْتَاجًا فَإِذَا تَزَوَّجَتْ فَجَدَّتُهُ أَوْ خَالَتُهُ أَحَقُّ بِهِ.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ماں بچہ کی زیادہ حق دار ہے جب تک بچہ (کھانے پینے اور پہننے وغیرہ میں) اس کا محتاج ہے اور جب وہ (دوسری) شادی کر لے تو پھر تانی یا خالہ بچہ کی زیادہ حقدار ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۸۰۹۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الصَّبِيِّ إِذَا اسْتَغْنَى عَنْ أُمِّهِ فِي الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَاللَّبْسِ فَلَا بُدَّ أَحَقُّ بِهِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: بچہ کھانے پینے اور پہننے میں جب اپنی ماں سے مستغنی ہو جائے تو باپ اس کا زیادہ حقدار ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۱۶ باب من احق بالولد، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۱۰۱ ح ۱۲۱۸، مصنف

عبدالرزاق: ۱۲۱۸۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، لڑکے کی ماں اس وقت تک اس کی زیادہ حقدار ہے جب تک وہ اپنے طور پر اکیلے کھانے پینے اور پہننے نہ لگے، پھر اس کا باپ اس کا زیادہ حق دار بن جائے گا، لیکن لڑکی کو جب تک حیض نہ آئے اس وقت تک اس کی ماں اس کی زیادہ حقدار ہے پھر اس کا باپ زیادہ حقدار ہو جائے گا اس میں ان دونوں میں سے کسی کو اختیار نہ ہوگا، اگر ماں شادی کر لے تو لڑکے پر اس کا حق ختم ہو جائے گا اور ان دونوں کے قائم مقام نانی بن جائے گی اگر نانی کا شوہر موجود ہو اور وہ اس بچے کا نانا ہو تو نانی شوہر کی وجہ سے بچے کی حضانت کے حق سے محروم نہ ہوگی لیکن اگر نانی کا شوہر اس لڑکے کا نانا نہ ہو تو نانی کو بچے کی حضانت کا حق حاصل نہیں ہوگا اور دادی اس نانی سے زیادہ حقدار بن جائے گی اگر اس کا شوہر موجود نہ ہو، اگر اس کا شوہر موجود ہو جو اس بچے کا دادا ہو تو دادی بھی اپنے شوہر کی وجہ سے بچے کی حضانت کے حق سے محروم نہ ہوگی لیکن اگر اس کا شوہر اس بچے کا حقیقی دادا نہ ہو تو دادی کو بچے کی حضانت کا حق نہیں رہے گا، یہ سب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار وایۃ الامام محمد: ۷۱۶)



۴۱. بَابُ النَّفَقَةِ

خرچ کا بیان

{ جس عورت کو تین طلاقیں ہوئی ہوں اسے رہائش اور خرچہ ملے گا }

۸۱۰. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَجْعَلُ لِلْمُطَلَّقَةِ ثَلَاثًا سُكْنَى وَالنَّفَقَةَ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ ابْنَةُ قَيْسٍ طَلَّقَنِي زَوْجِي ثَلَاثًا فَلَمْ يَجْعَلْ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ سُكْنَى وَلَا نَفَقَةً فَقَالَ عُمَرُ لَا نَأْخُذُ بِقَوْلِ امْرَأَةٍ لَا نَذِيرِي صَدَقْتُ أَمْ كَذَبْتُ وَنَدَّعَ كِتَابَ اللَّهِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایسی عورت کے لیے جسے تین طلاقیں ہوئی ہوں، رہائش اور خرچہ مقرر فرمایا کرتے تھے۔ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دیں مگر رسول اللہ ﷺ نے مجھے نہ تو رہائش دلوائی اور نہ ہی خرچہ دلوایا۔ (یہ سن کر) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم صرف ایک عورت کی بات کو نہیں لیتے، کیونکہ ہمیں معلوم نہیں کہ اس نے بات کو یاد بھی رکھا یا بھول گئی، ہم رب کی کتاب (اور اپنے نبی ﷺ کی سنت) کو صرف ایک عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑ سکتے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحاکمی: ۲۹۶، صحیح مسلم: ۱۴۸۰، سنن ابی داود: ۲۲۹۱، سنن ابی داود: سنن الترمذی: ۱۱۸۰، معرۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۵۵۳۸، سنن سعید بن منصور: ۱۳۶۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۸۶۵۳، سنن الدارمی: ۲۳۲۰، ۲۳۲۲، ۲۳۲۳، سنن الدارقطنی: ۳۹۵۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۵۷۳۲، عشر حوائج معانی الآثار للطحاوی: ۴۵۲۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه الحاکمی من طریق ابی حنیفہ عن حماد عن ابراہیم عن الاسود قال قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ.... فلذکرہ۔ واخرجه ابن ابی شیبہ وغیرہ من طرق عن عمر بہ ۱)

فوائد ومسائل:

۱۔ شرح معانی الآثار للطحاوی (۳۵۲۳) کی روایت میں یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں نے خود حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس عورت کو تین طلاقیں ہوئی ہوں اس کے لیے رہائش بھی ہے اور خرچہ بھی۔“

۲۔ مطلقہ بائنہ حاملہ اور مطلقہ رجعیہ کے لیے بالاتفاق خرچہ و رہائش واجب ہے البتہ مطلقہ بائنہ غیر حاملہ کے بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے مگر جمہور اہل علم اس کے لیے بھی رہائش اور خرچہ دونوں کو واجب قرار دیتے ہیں مذکورہ بالا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کے ساتھ ساتھ درج ذیل دلائل سے بھی جمہور کا مؤقف ثابت ہوتا ہے۔

وللمطلقات متاع بالمعروف، حقاً علی المتقین۔ (البقرة: ۲۴۱)

”اور مطلقہ عورتوں کو قاعدے کے مطابق فائدہ پہنچانا متقیوں پر ان کا حق ہے۔“

لا تخرجوهن من بیوتہن۔ (الطلاق: ۱)

”ان عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو۔“

اسکنوهن من حیث سکنتم من وجد کم۔ (الطلاق: ۱)

”ان عورتوں کو اپنی حیثیت کے مطابق اسی جگہ رہائش مہیا کرو جہاں تم رہتے ہو۔“

یہ تینوں آیات تمام قسم کی مطلقات کو شامل ہیں خواہ وہ مطلقہ رجعیہ ہو یا غیر رجعیہ، بائنہ حاملہ ہو یا بائنہ غیر حاملہ۔

نیز حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جس عورت کو تین طلاقیں

ہوئی ہوں اس کے لیے رہائش بھی ہے اور خرچہ بھی۔“ (سنن الدارقطنی: ۳۹۴۹)

الغرض ان آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ عدت کے اندر خاوند کے لیے ضروری ہے کہ مطلقہ بائنہ کو رہائش بھی دے

اور نان و نفقہ بھی۔

۳۔ باقی فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا حدیث کے کتب میں کئی جوابات دیئے گئے ہیں مثلاً۔۔۔

۱۵۶ مام سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فاطمہ طائل اللسان تھیں۔ (سنن ابی داود: ۲۲۹۶) اور طویل لسان ایک قسم کا نشوز

ہے اور ناشزہ نفقہ کی حقدار نہیں ہوتی۔

۱۵۷ م المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”کہ فاطمہ بنت قیس ایک خالی مکان میں رہائش پذیر تھیں اور اس طرف سے کوئی

خطرہ سا بھی تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کو (خاوند والے گھر سے منتقل ہونے کی) رخصت عنایت فرمائی

تھی۔“ (سنن ابی داود: ۲۲۹۲)

☆ بعض روایات میں ہے کہ فاطمہ کے خاوند کے وکیل نے کچھ نفقہ پیش کیا لیکن فاطمہ نے قلت کی وجہ سے نفقہ رد کر دیا اور زائد کا

مطالبہ کیا تو آپ سنیٰ علیہ السلام نے زائد کی نفی کی (نہ کہ اصل نفقہ کی)۔ (العرف الشذی: ج ۱ ص ۲۲۱)

{ جس حاملہ عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہو اس پر اس کے حصے سے خرچہ کیا جائے }

۸۱۱۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ الْحَامِلُ الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجَهَا يُنْفَقُ عَلَيْهَا مِنْ نَصِيبِهَا.

حبیب بن ثابت رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حاملہ عورت جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو اس پر اس کے حصے میں سے خرچہ کیا جائے گا۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرج عبد الرزاق (۱۲۰۸۲، ۱۲۰۸۳، ۱۲۰۸۴) وسعيد بن منصور (۱۴۷۶) وابن حزم (۱۰/۲۸۹) عن عطاء عن ابن عباس رضي الله عنهما قال لا نفقة للمتوفي عنها زوجها الحامل وجبت المواريث) امام ابو یحییٰ حبیب بن ابی ثابت قیس بن دینار الاسدی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۱۰۷۹، تاریخ الثقات للعلی: ۲۳۳)

{ ہر ذی رحم محرم کو نفقہ پر مجبور کیا جاسکتا ہے }

۸۱۲۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ (أُجِبَر) عَلَى النِّفَقَةِ كُلُّ ذِي رَحْمٍ مُحَرَّمٍ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ہر ذی رحم محرم رشتہ دار کو نفقہ پر مجبور کیا جائے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۷۱ باب من احق بالولد ومن یجبر علی النفقة)



۱۱۔ کِتَابُ الْعِتْقِ غلام آزاد کرنے سے متعلق احکام و مسائل

☆ لغوی معنی:

(العِتْق) سے مراد (زوال الملك و بیوت الحرية) ”ملکیت کا خاتمہ اور آزادی کا حاصل ہونا ہے۔“ عِتْق، عِتْقِ الْفَرَسِ سے مشتق ہے۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب گھوڑا سبقت لے جائے۔ یا (عتق الفرخ اذا طار) جب چوڑہ اڑ جائے تو اسے (عتق) سے تعبیر کرتے ہیں۔ آزادی کو بھی (عتق) اسی لیے کہتے ہیں کہ غلام آزادی حاصل کرنے کے بعد جہاں چاہے جاسکتا ہے۔

☆ اصطلاحی تعریف:

مملوک غلام کو آزاد کرنا، کرانا اور اسے غلامی کی ذلت سے نکالنا (عتق) ”آزادی“ کہلاتا ہے۔

☆ آزاد کرنے کی مشروعیت:

اللہ رب العزت نے غلاموں کو آزادی دلانے کے لیے مختلف کفارات میں ان کی قید لگائی ہے، علاوہ ازیں غلاموں کو آزاد کرانے کی فضیلت بیان کر کے ان کی آزاد کرنے کی ترغیب دی ہے، لہذا فرمایا: (فك رقبة) (البلدہ ۹۰: ۱۳) ”گردن آزاد کرنا ہے۔“ جبکہ نبی ﷺ فرماتے ہیں:

من اعتق رقبة مؤمنة اعتق الله بكل ارب منها اربا منه من النار حتى انه ليعتق باليد

وبالرجل الرجل وبالفرج الفرج. (مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۴۱)

”جو شخص کسی مومن غلام کو آزاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک عضو کے عوض آزاد کرنے والے کے ایک ایک عضو کو جہنم کی آگ سے آزاد کر دیتا ہے یہاں تک کہ ہاتھ کے بدلے میں ہاتھ، پاؤں کے بدلے میں پاؤں اور شرم گاہ کے بدلے میں شرم گاہ آزاد کر دیتا ہے۔“

☆ آزاد کرنے کی حکمت:

انسان کو غلامی کی ذلت و رسوائی سے نجات دلانا تاکہ وہ اپنی جان اور منافع کا مالک بن جائے، نیز اپنے ارادے کے

ساتھ اپنی جان اور منافع کا فیصلہ کر سکے۔

☆ آزادی کی اقسام:

غلام کی آزادی تین طرح سے ہو سکتی ہے:

۱۔ تدبیر:

مالک کا غلام کو یہ کہنا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے۔ یہ تدبیر کہلاتا ہے۔

۲۔ مکاتبہ:

اگر مالک غلام کو آزاد کرنے کے لیے کچھ مال لینا طے کر لے اور غلام کما کر وہ مال قسطوں میں ادا کر دے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اس عمل کو مکاتبہ کہتے ہیں۔

۳۔ ام ولد:

وہ لونڈی جس کا مالک اس سے ہم بستری کرے اور اس سے اولاد ہو جائے تو وہ آزاد ہو جاتی ہے جیسے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت کے بعد آزاد ہو گئی تھیں۔

{ اپنے غلام کا آدھا حصہ یا مشترک غلام میں اپنا حصہ آزاد کر دینے کا بیان }

۸۱۴۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا أَعْتَقَ الرَّجُلُ نِصْفَ عَبْدِهِ اسْتَسْعَاهُ قِيَامُهُ يُعْتَقُ وَإِذَا كَانَ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَأَعْتَقَ أَحَدُهُمَا وَهُوَ مُعْسِرٌ سَعَى الْعَبْدُ لِأَخْرَافٍ كَانَ مُوسِرًا فَإِلَّا خَرِبَ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ ظَمِنَ وَإِنْ شَاءَ اسْتَسْعَى.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب آدمی اپنا آدھا غلام آزاد کر دے تو (اس غلام کا اتنا حصہ ہی آزاد ہوگا جو اس نے آزاد کیا ہے) جو آزاد نہیں کیا اس کے سلسلہ میں غلام سے کام لے گا۔ اور جب غلام دو آدمیوں کی ملکیت میں ہو اور ان میں سے ایک اپنا حصہ آزاد کر دے تو اگر آزاد کرنے والا تنگ دست ہو تو غلام خود دوسرے آدمی کے لیے کوشش کرے گا اور اگر آزاد کرنے والا آدمی مالدار ہو تو دوسرے کو اختیار ہے چاہے تو ضمان لے لے یا پھر کام لے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۶۸۳، ۶۸۴ باب من اعتق نصف عبده وباب العبد یكون بمن ۱۱ ج ۱

فیعتق احدهما نصیبہ، جامع السانید للنحوارزی: ج ۲ ص ۱۶۸ ح ۱۳۸۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۷۲۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۷۳۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔

ک (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۸۳، ۶۸۴)

{ آزاد کئے گئے مشترکہ غلام میں نابالغوں کا حصہ تھا، ان کی بلوغت تک آزادی ملتوی ہوگی }

۸۱۵۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ زِيَادٍ أَوْ يَزِيدَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ أَنَّهُ أَعْتَقَ عَبْدًا وَلَا خَوْفَ لَهُ صِغَارٍ فِيهِ نَصِيبٌ فَذَكَرَ ذَلِكَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأَمَرَهُ أَنْ يُقَوِّمَهُ ثُمَّ يَسْتَأْنِي بِهِمْ أَنْ يُدْرِكُوا فَإِنْ شَاءُوا أَعْتَقُوا وَإِنْ شَاءُوا أَخَذُوا الْقِيَمَةَ.

امام اسود رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک ایسے غلام کو آزاد کر دیا جو ان کے چھوٹے بھائیوں کے درمیان مشترک تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اس بات کا تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے انہیں حکم دیا کہ غلام کی قیمت کا تخمینہ لگوائیں اور اسے اس وقت تک چھوڑے رہیں جب تک بچے بالغ نہ ہو جائیں پھر اگر وہ چاہیں تو آزاد کر دیں اور اگر چاہیں تو قیمت لے لیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۸۲ باب العبد یكون بین الرجلین فیعتق احدهما نصیبہ، جامع السانید للنحوارزی: ج ۲ ص ۱۶۸ ح ۱۳۸۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۷۲۹، ۲۱۷۳۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۷۳۲، السنن الکبریٰ للشیخ: ۲۱۳۵۰، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳۶۹۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۳۸۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام زیاد بن ابی زیاد میسرہ مخزومی مدنی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ عابد راوی ہیں۔

(تقریب: ۲۰۷۶)

۲۔ امام ابو داؤد یزید بن عبد الرحمن بن اسود اودی ز عافری کو فی رحمہ اللہ سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۷۰۲، تاریخ الثقات للعلی: ۱۸۶۲، الثقات لابن حبان: ۶۱۴۰)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام: ۶۸۲)

{ آزاد کئے کئے مشترک غلام میں ولاء کسے ملے گا؟ }

۸۱۶۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْعَبْدِ يَكُونُ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَيُعْتَقُ أَحَدُهُمَا: قَالَ يُقَالُ لِأَخِي أَعْتَقْتُ أَوْ تَضَمَّنَ فَإِنْ أَعْتَقَ فَالْوَلَاءُ بَيْنَهُمَا. وَإِنْ ضَمَّنَ فَالْوَلَاءُ لِلَّذِي أَعْتَقَ وَإِنْ اسْتَسْعَى الْعَبْدُ فَالْوَلَاءُ بَيْنَهُمَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے غلام کے بارے میں جو دو آدمیوں میں مشترک ہو، ان میں سے ایک اپنا حصہ آزاد کر دے فرمایا: دوسرے آدمی سے کہا جائے گا کہ تو آزاد کر دے یا ضمان لے لے؟ اگر وہ آزاد کر دے تو ولاء دونوں کو ملے گا اور اگر ضمان لے لے تو ولاء اس کو ملے گا جس نے آزاد کیا اور اگر غلام خود باقی ماندہ قیمت کے لیے کوشش کرے تو ولاء دونوں کے لیے ہوگا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ اپنے غلام کا کچھ حصہ آزاد کر دینے کا بیان }

۸۱۶۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ مِنْ غُلَامِهِ شَيْئًا عَتَقَ مَا أَعْتَقَ وَسَعَى قِيَمَاتِي.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جو اپنے غلام کا کچھ حصہ آزاد کر دے تو اس غلام کا اتنا حصہ ہی آزاد ہوگا جو اس نے آزاد کیا ہے اور جو آزاد نہیں کیا اس کے سلسلہ میں غلام خود کوشش کرے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۸۳ باب من اعتق نصف عبده، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۱۶۸ ح

۱۳۸۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۷۲۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۷۳۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہی موقف ہے۔

(کتاب الآثار وایۃ الامام محمد: ۶۸۳)

{ولاء اسی کا ہوتا ہے جو آزاد کرے}

۸۱۸۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي يُونُسَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهَا اشْتَرِي بَرِيرَةً فَأَعْتَقْتُهَا فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ فَاشْتَرَيْتُهَا فَأَعْتَقْتُهَا فَخَبَرْتُ وَكَانَ زَوْجُهَا مَوْلَى لَالِ أَبِي أَحْمَدَ.

حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: ”کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو خرید کر آزاد کر دیں کیونکہ ولاء اسی کا ہوتا ہے جو آزاد کرے (یعنی نسبت ولاء اسی سے متعلق ہوگی جو آزاد کرے)۔“ چنانچہ انہوں نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو خرید کر آزاد کر دیا اور پھر انہیں اختیار دے دیا گیا اور ان کے شوہر آل ابواحمد کے (آزاد کردہ) غلام تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۳۹۳، صحیح مسلم: ۱۵۰۴، سنن ابن ماجہ: ۱۵۲۱، سنن ابی داود: ۲۹۱۵، سنن النسائی: ۲۶۱۴، موطا الامام محمد: ۷۹۸، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۳۷۸، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۵۲۰، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۱۶۱، مسند الحمیدی: ۲۳۳، سنن سعید بن منصور: ۲۷۹، ۱۲۶۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۶۰۹، ۳۶۲۸۷، سنن الدارمی: ۲۳۳۵، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۴۳۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۵۶۵۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه البخاری (۱۳۹۳) من طریق الحكم عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة رضي

الله عنها..... فذكره.)

فوائد ومسائل:

۱۔ آقا اور اس کی زیر ملکیت غلام کے مابین تعلق ”ولاء“ کہلاتا ہے۔ غلام کو آزاد کر دینے کے بعد بھی یہ تعلق قائم رہتا ہے۔ آزاد کرنے والے کو مولیٰ (معنی) (یعنی آزاد کرنے والا) اور آزاد شدہ کو مولیٰ (معنی) (یعنی آزاد کیا ہوا) کہتے ہیں اور ان کے مابین نسبت و قرابت کو ولاء کہتے ہیں۔ اور اس تعلق کو کسی طور تبدیل یا ہبہ نہیں کیا جاسکتا چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ مذکورہ بالا حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ ولاء اسی کا حق ہے جو آزاد کرے یہ حق کسی اور کی طرف منتقل نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ نسب کی طرح ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ہمارے دیگر فقہاء کا بھی یہی موقف ہے۔ (مؤطا محمد: ۷۹۸)

۲۔ جو لونڈی کسی کے نکاح میں ہو تو آزاد ہونے کے بعد اسے اختیار ہے کہ چاہے تو خاوند کے نکاح میں رہے، چاہے تو اس سے جدائی کر لے اس کا خاوند خواہ غلام ہو خواہ آزاد ہو وہ دونوں صورتوں میں مختار ہوگی۔ بریرہ رضی اللہ عنہا کا خاوند مغیث غلام تھا، جب بریرہ رضی اللہ عنہا نے آزاد ہونے کے بعد اس سے جدائی اختیار کر لی گویا اسے قبول نہیں کیا تو مغیث بڑا پریشان ہوا، یہاں تک کہ وہ بریرہ کے عشق و فراق میں روتا اور فریاد کرتا پھر تاربا، مگر بریرہ نے اس کا کوئی اثر نہیں لیا اور اس سے علیحدہ ہی رہی۔

{ محرم رشتہ رکھنے والا غلام ملکیت میں آتے ہی آزاد ہو جاتا ہے }

۸۱۹۔ یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مِنْ نَسَبٍ فَهُوَ حُرٌّ.

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ”جو کسی محرم رشتے دار کا مالک بن گیا تو (اس کا) وہ (رشتے دار) آزاد ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۷۰۴، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۸۵۷، ۱۶۸۵۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۰۷۹، سنن ابی داؤد: ۳۹۵۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۴۸۸۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۱۳۲۲، ۲۱۳۱۷، معریۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲۰۳۷۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه الطحاوی (۴۷۰۴) من طریق الحکم عن ابراهیم عن الاسود عن عمر رضی اللہ

عنہ... فذکرہ۔

فوائد و مسائل:

- ۱۔ محرم رشتے دار کا مالک بننے کی مثال یہ ہے کہ دو بھائی غلام تھے، ان میں سے ایک آزاد ہو گیا۔ اس نے دوسرے کو خرید لیا تو دوسرا بھائی محض اس کے خریدنے کی وجہ سے آزاد ہو جائے گا کیونکہ بھائی بھائی محرم رشتے دار ہیں۔ ماں بیٹے، باپ بیٹی، بہن بھائی، ماموں بھانجا، پھوپھی بھتیجا، اور چچا بھتیجی وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے۔
 - ۲۔ مالک اور مملوک خواہ دونوں مرد ہوں (جیسے باپ بیٹا) یا دونوں عورتیں (مثلاً: ماں بیٹی) یا ایک مرد اور ایک عورت ہو (جیسے خالہ بھانجا، ماموں بھانجی) تمام صورتوں میں مسئلہ یہی ہے۔
 - ۳۔ ملکیت خواہ خریدنے کی وجہ سے حاصل ہو یا ہبہ کے ذریعے سے یا وراثت کے ذریعے سے ہر حال میں اس غلام یا لونڈی کو آزادی حاصل ہو جائے گی۔
 - ۴۔ شریعت اسلامی میں غلاموں کو آزاد کرنے کی ہر طرح حوصلہ افزائی کی گئی ہے اور متعدد ایسے قوانین بنائے گئے ہیں جن سے غلامی ختم کرنے میں مدد ملے، مثلاً:
- ☆ کسی ازاد کو اغواء کر کے غلام بنالینا حرام اور بہت بڑا جرم قرار دیا گیا۔ (دیکھیے: سنن ابن ماجہ: ۲۴۴۲)
 - ☆ غلام آزاد کرنا بہت بڑی نیکی اور بڑے اجر و ثواب کا باعث قرار دیا گیا۔ (دیکھیے: سنن ابن ماجہ: ۲۵۲۲)
 - ☆ غلاموں کو آزاد کرنے کی متعدد صورتیں مشروع کی گئیں، مثلاً مدبر، ام ولد اور مکاتب وغیرہ۔
 - ☆ محرم کی ملکیت کو آزادی کا باعث قرار دیا گیا۔
 - ☆ آزاد مرد کی وہ اولاد جو لونڈی سے پیدا ہو، اسے پیدائشی ازاد قرار دیا گیا۔
 - ☆ بعض گناہوں کا کفارہ غلام یا لونڈی کی آزادی کو قرار دیا گیا۔

۸۲۰۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَتَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ اشْتَرَى ذَارِجًا مُحَرَّرًا فَهُوَ حُرٌّ.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جو کسی محرم رشتے دار کو خرید لے تو (اس کا) وہ (رشتے دار) آزاد ہے۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ لونڈی کو آزاد کر دیا گیا اور اس نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا تو اسے مہر نہیں ملے گا }

۸۲۱. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْأَمَةِ إِذَا أُعْتِقَتْ خَيْرٌ فَإِنْ اخْتَارَتْ نَفْسَهَا وَلَمْ يَكُنْ زَوْجُهَا دَخَلَ بِهَا فَلَا مَهْرَ لَهَا وَإِنْ اخْتَارَتْ زَوْجَهَا وَقَدْ دَخَلَ بِهَا فَالْمَهْرُ لِسَيِّدِهَا.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب لونڈی کو آزاد کر دیا جائے تو اسے اختیار دیا جائے گا، اگر وہ اپنے آپ کو اختیار کر لیتی ہے اور اس کے شوہر نے ابھی اس سے دخول بھی نہیں کیا تو اسے مہر نہیں ملے گا اور اگر اپنے شوہر کو اختیار کر لیتی ہے اور اس کا شوہر اس سے دخول بھی کر چکا ہو تو مہر اس کے آقا کو ملے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۲۹ باب الزوج یمزوج الأمة ثم یشتریکها او یعتق، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۷۷ ح ۱۳۲۲، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۲۹ باب الزوج یمزوج الأمة ثم یشتریکها او یعتق، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۷۷ ح ۱۳۲۲، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۲۹ باب الزوج یمزوج الأمة ثم یشتریکها او یعتق، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۷۷ ح ۱۳۲۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ اگر عورت اختیار کرنے سے پہلے ہی مجلس سے کھڑی ہو جائے تو اس کا اختیار باقی نہیں رہے گا }

۸۲۲. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ قَالَ إِذَا اخْتَارَتِ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا فَقَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا قَبْلَ أَنْ تَخْتَارَ فَلَيْسَ بِشَيْءٍ.

عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت جابر بن زید نے فرمایا: جب عورت اپنے آپ کو اختیار کرنے کا ارادہ رکھتی ہو مگر وہ اختیار کرنے سے پہلے ہی مجلس سے کھڑی ہو جائے تو پھر اس کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہے گی (یعنی اس کا اختیار باقی نہیں رہے گا)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۳۸ باب الخیار، مصنف عبدالرزاق: ۱۱۹۳۱، سنن سعید بن منصور: ۱۶۲۴، مصنف ابن

ابی شیبہ: ۴/۴۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۳۸)

{ لونڈی کو آزاد کر دیا گیا اور اس نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا تو اسے مہر نہیں ملے گا }

۸۲۳. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ تُعْتَقُ امْرَأَتُهُ وَهِيَ أَمَةٌ وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا فَتُخْتَارُ نَفْسُهَا أَنَّهُ قَالَ لَأَمْهَرَلَهَا لِأَنَّ الْفُرْقَةَ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِهَا.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ”ایسے شخص کے بارے میں جس کی بیوی کو آزاد کر دیا گیا جبکہ وہ باندی ہو اور ابھی اس نے دخول بھی نہ کیا اور باندی اپنے آپ کو اختیار کر لے۔“ تو فرمایا: اس باندی کو مہر نہیں ملے گا کیونکہ فرقت باندی کی طرف سے پیش آئی ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۴۲۹ باب الزوج ہزوج الامة ثم بشرهما او يعق، جامع المسانید للخوازمی:

ج ۲ ص ۷۱۳ ح ۱۳۲۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ ماں اور بچے کو الگ الگ نہ بیچیں }

۸۲۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَدِمَ بِرَقِيقٍ مِنَ الْيَمَنِ فَأَحْتَاَجَ إِلَى نَفَقَةٍ فَبَاعَ وَصِيفًا مِنْهُمْ فَلَمَّا قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ نَظَرَ إِلَى أُمِّ الْوَصِيفِ وَإِلَيْهَا فَقَالَ مَا لِي أَرَاهَا وَالْهَاءُ قَالَ كُنَّا احْتَجْنَا إِلَى نَفَقَةٍ فَبِعْنَا ابْنَهَا قَالَ

فَارْجِعْ فَرْدَهُ فَرَجَعُ فَرْدَهُ قَالَ فَتَحْنُ وَالْ عَبَّاسُ نَحْتَصِمُ فِي وَلَائِهِ يَقُولُونَ أَعْتَقَهُ النَّبِيُّ ﷺ
فَوَلَاؤُهُ لَنَا وَنَقُولُ نَحْنُ وَهَبَهُ لِعَلِيٍّ فَأَعْتَقَهُ فَوَلَاؤُهُ لَنَا.

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ یمن سے غلام لے کر آئے ان پر اخراجات کے لیے پیسوں کی ضرورت پڑی تو انہوں نے غلاموں میں سے ایک ایک ایسے غلام کو بیچ دیا جس کی ماں اس کے ساتھ تھی، جب نبی اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے تو آپ نے اس کی ماں کو دیکھ کر فرمایا کیا بات ہے اسے پریشان دیکھ رہا ہوں؟ عرض کیا ہمیں خرچہ کی ضرورت پڑی تھی ہم نے اس کے بیٹے کو بیچ دیا، آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ واپس جا کر اسے لے آئیں، چنانچہ وہ واپس جا کر اسے لے آئے۔ (راوی حدیث نے) کہا کہ ہم اور آل عباس اس کے دلاء کے سلسلے میں جھگڑتے تھے وہ کہتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے آزاد کیا تھا لہذا اس کا دلاء ہمارے لیے ہے اور ہم کہتے تھے کہ آپ نے اسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دیا تھا لہذا اس کا دلاء ہمارے لیے ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۷۴۷ باب الفرقة بین الامة وزوجها وولدھا، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۵ ح ۱۰۳۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۱۶۹، المحسن ابن ابی شیبہ: ۲۲۸۰۶، معجم الکبیر للطبرانی: ۹۶۸۲، مسند ابی حنیفہ: روایۃ ابی نعیم: ص ۱۷۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۳۱۶، سنن سعید بن منصور: ۲۶۶۱۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (واخرجه عبدالرزاق عن الثوری عن عبدالله بن حسن عن امه فاطمة بن حسین ان النبی ﷺ بعد زید بن حارثہ.... فذکرہ. وخرجه سعید بن منصور من طریق محمد بن اسحاق عن عبدالله بن الحسن عن امه فاطمة بنت حسین قالت... فذکرہ. وخرجه الترمذی (۱۲۸۴) عن علی قال وهب لی رسول اللہ ﷺ غلامین اخوین فبعتهما فقال لی رسول اللہ ﷺ یا علی ما فعل غلامک فاخبرته فقال ردھردہ.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہ مکروہ سمجھتے ہیں کہ والدہ یا ولدہ اور اس کے بیٹے میں تفریق کی جائے اگر وہ لڑکا چھوٹا ہو، اس طرح اس طرح دو بھائیوں اور ہر ذی رحم محرم میں اگر وہ دونوں چھوٹے ہوں یا ان میں سے ایک چھوٹا ہو، بیچنے میں بھی انہیں الگ الگ نہیں بیچنا چاہیے ہاں اگر وہ سب بڑے ہوں تو ان کو جدا کرنے میں کوئی

خرج نہیں ہے، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار رواية الامام محمد: ۷۴۷)

{ چچانے اپنی لونڈی سے بھتیجے کا نکاح کر دیا، اولاد ہو گئی تو اب چچا اس اولاد کو بیچنے کا حق نہیں رکھتا }

۸۲۵۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ عَمِّي زَوَّجَنِي أُمَّتَهُ فَوَلَدْتُ مِثْلِي وَهُوَ يُرِيدُ أَنْ يَبِيعَ وَلَدَهَا قَالَ لَيْسَ لَهُ ذَلِكَ.

مستور در رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میرے چچانے اپنی لونڈی سے میرا نکاح کر دیا اب اس سے میری بیٹا ہے اور میرا چچا اس بیٹے کو بیچنا چاہتا ہے تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو بیچنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۰۸۱، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۴۰۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۷۰۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۱۳۲۳، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲۰۳۹۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۰۸۱، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۴۰۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۷۰۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۱۳۲۳، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲۰۳۹۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابو یحییٰ سلمہ بن کہیل بن حصین حضری کو فی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۲۳۶۷، تاریخ الثقات: ۵۹۱)

۲۔ امام مستورد بن احنف کو فی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۵۸۹۶، تاریخ الثقات للعلی: ۱۵۵۹)

{ بھگوڑے غلام کو پکڑنے والے کی اجرت کا بیان }

۸۲۶۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يَسْتَحَبُّ لِلَّذِي يَرُدُّ الْإِيقِي أَنْ يَرُطَّ لَهُ كَيْ يَرُدَّ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ. وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ بَلَّغْنِي عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدِيثًا غَيْرَ حَدِيثِ سَعِيدٍ أَنَّهُ قَالَ فِي الْإِيقِي يُصَابُ خَارِجًا مِّنَ الْبُصْرِ جُعْلُهُ أَرْبَعُونَ دِرْهَمًا.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اس بات کو مستحب قرار دیتے تھے کہ بھگوڑے غلام کو پکڑ کر واپس لانے والے کو کچھ دے جائے تاکہ ایک دوسرے کے غلام پکڑ کر واپس لوٹانے میں لوگوں کی ہمت افزائی ہو۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے سعید کے طریق کے علاوہ ایک دوسرے طریق سے بھی یہ حدیث پہنچی ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھگوڑے غلام کو پکڑنے والے کی اجرت اگر وہ شہر سے باہر ملا ہے چالیس درہم مقرر کی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۸۲۴. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمَرْزَبَانِ عَنْ أَبِي عَمْرِو الشَّيْبَانِي قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ رَجُلٌ قَدِيمٌ بِأَبِي مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَ الْقَوْمُ لَقَدْ أَصَابَ أَجْرًا فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَجَعَلًا إِنْ أَحَبَّ مِنْ كُلِّ رَأْسٍ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا.

امام ابو عمرو شیبانی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہنے لگے کہ وہ بحرین سے چند بھگوڑے غلام پکڑ کر لایا ہے (یہ سن کر) لوگ کہنے لگے کہ اس نے نیکی کو پالیا اس پر سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”کہہ اور اگر پسند کرے تو ہر ایک کی طرف سے چالیس درہم اجرت بھی ہے۔“

تحقیق:

اس کی سند حسن ہے۔

یہ اثر کم از کم حسن درجہ کا ہے، بعض لوگوں کا ابوسعید بن مرزبان العنسی البقال کی وجہ سے اس اثر کو ضعیف کہنا درست نہیں۔ کیونکہ اگرچہ بعض حضرات نے (کسی قوی دلیل کے بغیر ہی) امام ابوسعید بن مرزبان العنسی البقال کی تضعیف بھی کی ہے لیکن وہ جمہور ائمہ رجال کے ہاں ثقہ ہیں۔ چنانچہ

(۱) امام ابو ہشام رفاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ کان ثقہ۔

(۲) امام ابوزرعمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صدوق کان لا یکنذب۔

(۳) ابواسامہ فرماتے ہیں: حدثنا ابو سعد وکان ثقہ کہ ابوسعید نے ہم سے حدیث بیان کی اور وہ ثقہ تھے۔

(۴) امام ساجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صدوق۔

(۵) امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کی حدیث سے لکھی جاسکتی ہے۔

- (۶) امام ابو داود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اقرء الناس کہ لوگوں میں سب سے بڑے قاری ہیں۔
 (۷) امام عقیلی رحمہ اللہ اور امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: وثقہ وکعبہ امام وکعبہ نے ابوسعید کو ثقہ قرار دیا ہے۔
 (۸) حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شریک نخعی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ ابوسعید البقال کو پہچانتے ہیں؟
 تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

اعرفہ عالی الاسناد میں ابوسعید کو پہچانتا ہوں۔ وہ اونچی سند والے ہیں۔

(۹) علامہ بیہقی فرماتے ہیں: ہو ثقہ مدلس

(دیکھئے: تہذیب الکمال: ۷/ ۲۹۰، تہذیب التہذیب: ۴/ ۷۱، مجمع الزوائد: ۲/ ۱۰۸، ۳۳۸)

(۱۰) علامہ منذری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ابو سعد قد وثق یعنی ابوسعید کی توثیق کی گئی ہے۔ (الترغیب والترہیب: ۴/ ۸۰)

(۱۱) امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں متعدد مقامات پر ابوسعید البقال کی مختلف روایات کو صحیح قرار دیا ہے۔

(مثلاً تاریخ طبری: ۱/ ۲۵، ۲۸، ۲۹)

(۱۲) امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اپنی جامع میں مختلف مقامات پر ان کی احادیث کو حسن کہا ہے۔

(مثلاً دیکھئے جامع الترمذی: ۲/ ۱۷۵)

(۱۳) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے بھی فتح الباری میں ابوسعید کی ایک حدیث کو حسن کہا ہے۔ (فتح الباری: ۶/ ۱۸۶)

(۱۴) ابوسعید البقال امام بخاری رحمہ اللہ کے ہاں بھی ثقہ ہیں۔ چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب العلل الکبیر میں اپنے استاذ

امام بخاری سے ابوسعید کے بارے میں مقارب الحدیث ہونا نقل کیا ہے۔ (نصب الراية: ۴/ ۳۶۶)

ابوسعید کو ضعیف کہنے والوں کے متحقق عبدالرحمن مبارکپوری صاحب نے لکھا ہے کہ:

لفظ مقارب الحدیث ہر حال میں الفاظ تعدیل اور توثیق میں سے ہے۔ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی: ص ۱۹۵)

خود امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ادب المفرد میں ان سے روایت بھی لی ہے۔ چنانچہ حافظ ابوالحجاج مزی رحمہ اللہ

ابوسعید البقال کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: روی لہ البخاری فی الادب والترغیب وابن ماجہ۔ (تہذیب الکمال: ۷/ ۲۹۱) معلوم

ہوا کہ ادب سعد بقال امام بخاری کے نزدیک بھی ثقہ ہیں اور ان سے ابوسعید کے بارے میں جو منکر الحدیث ہونا نقل کیا جاتا

ہے۔ وہ غلط ہے۔ کیونکہ جس راوی کو امام بخاری مقارب الحدیث کہہ کر اس کی توثیق کر رہے ہیں اور ان سے روایت بھی بیان

کرتے ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ امام بخاری اس کو منکر الحدیث کہہ دیں۔ حالانکہ ابوسعید کو ضعیف کہنے والوں کے متحقق عبداللہ

روپڑی صاحب کے بقول امام بخاری کہتے ہیں کہ جس کے حق میں منکر الحدیث کہہ دوں اس سے روایت یعنی حلال نہیں

ہے۔ (رفع یدین اور آمین: ص ۳۲)

لہذا امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف اس جرح کی نسبت غلط ہے اور اگر اس جرح کی نسبت ان کی طرف صحیح بھی ہو تو مخالفین

کے محقق ارشاد الحق اثری صاحب کے بقول ایک ہی امام کے قول میں اختلاف ہو تو ترجیح تو ثیق کو ہوتی ہے۔ (توضیح الکلام ۱: ۵۳۴) لہذا اثری صاحب کے اصول کی روشنی میں بھی ابوسعید بقال کے بارہ میں امام بخاری کی تو ثیق ہی رائج ہے۔ (۱۵) ابوسعید کو ضعیف کہنے والوں کے ضابطہ کی روشنی میں تو ابوسعید بقال امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہ کے نزدیک بھی ثقہ ہیں کیونکہ انہوں نے اس سے روایت لی ہے (تہذیب الکمال: ۷/ ۲۸۹) اور مخالفین کے نزدیک امام شعبہ صرف ثقہ راوی سے ہی روایت لیتے ہیں۔

(۱۶) امام حاکم رحمہ اللہ نے ابوسعید بقال کو کوفہ کے اُن ثقہ اور مشہور ائمہ حدیث میں شمار کیا ہے جن کی احادیث مشرق سے لیکر مغرب تک بطور تبرک جمع کی جاتی ہیں۔ (معرفت علوم الحدیث: ص ۳۲۷)

ان ٹھوس حوالہ جات سے ثابت ہو گیا کہ ابوسعید بقال جمہور کے ہاں ثقہ اور صدوق ہیں۔ نیز ان کی امام عبداللہ بن ابی رباح رحمہ اللہ نے متابعت بھی کر رکھی ہے۔ (دیکھیے: کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۹۰۳ باب جعل ال آبق) مزید برآں ابو عمرو شیبانی سے امام ابو عمرو سعد بن ایاس شیبانی کو فی رحمہ اللہ مراد ہیں جو کہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۲۲۰۵، تاریخ الثقات: ۵۱۸)

۸۲۸. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ سَعِيدٍ بَنِي خَوْقِنَ هَذَا.

ایک دوسرے طریق سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

تحقیق:

اس کی سند حسن ہے۔

{ولاء لہی رشتہ داری کی ہے اسے نہ تو بچا سکتا ہے، نہ وراثت بنایا جاسکتا ہے اور نہ ہی ہبہ کیا جاسکتا ہے}

۸۲۹. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا يُبَاعُ الْوَلَاءُ وَلَا يُورَثُ هُوَ بِمَنْزِلَةِ النَّسَبِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ولاء بمنزلہ نسب کے ہے نہ تو اسے بچا سکتا ہے اور نہ وراثت بنایا جاسکتا ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ آدھا غلام آزاد کر دینے کا بیان }

۸۳۰. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُعْتَقِي نِصْفَ عَبْدِهِ
يَسْعَى فِي النِّصْفِ الْبَاقِي وَإِنْ قَتَلَ قَتِيلًا خَطَأً عَقَلَتِ الْعَاقِلَةُ عَنْهُ نِصْفَ الدِّيَةِ وَيَسْعَى الْعَبْدُ فِي
نِصْفِ الْقِيَمَةِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے ایسے آدمی کے بارے میں جو اپنا آدھا غلام آزاد کر دیتا ہے فرمایا
کہ باقی نصف کی قیمت کے لیے غلام از خود کوشش کرے گا اور اگر خطا قتل کر بیٹھے تو اس کی طرف سے نصف دیت
خاندان والے ادا کریں گے اور نصف قیمت کے سلسلہ میں غلام کوشش کرے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۴۲۔ بَابُ الْمَكَاتِبِ وَالْمُدَبِّرِ وَأُمِّ الْوَلَدِ

باب: مکاتب، مدبر اور ام ولد کا بیان

۱۔ مکاتب:

مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جو اپنے آقا و مالک سے ایک طے شدہ رقم پر معاہدہ کر لے کہ جب وہ اسے ادا کر دے گا تو آزاد ہو جائے گا۔ اس عقد کو مکاتبت کہتے ہیں۔

۲۔ مدبر:

مدبر اس غلام کو کہتے ہیں جسے اس کا مالک یوں کہہ دے کہ میری وفات کے بعد تو آزاد ہے۔

۳۔ ام ولد:

ام ولد اس لونڈی کو کہتے ہیں جس کی اس کے مالک سے اولاد پیدا ہوئی ہو۔

{ مکاتب نے جتنا بدل کتابت ادا کر دیا، اتنا آزاد ہو گیا، باقی غلام ہے }

۸۴۱۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمَكَاتِبِ يُعْتَقُ مِنْهُ بِقَدْرِ مَا أَدَّى وَيُرْقَى مِنْهُ بِقَدْرِ مَا لَمْ يُؤَدِّ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مکاتب کے بارے میں فرمایا: جتنا بدل کتابت وہ ادا کر دے گا اتنا آزاد ہو جائے گا اور جتنا ادا نہ کر سکے گا اس کی بمقدار غلام رہے گا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۸۷ باب مکاتبة الکاتب، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۷۰ ح ۸۸، مصنف عبد الرزاق: ۱۵۷۳۱، ۱۵۷۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۵۸۴، مسند ابی حنيفة: روایۃ ابی نعیم: ص ۹۱، السنن الکبریٰ للبیہقی:

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه ابو نعیم الاصبہانی فی مسند ابی حنیفہ من طریق الحسن بن زیاد عن ابی حنیفہ عن حماد عن عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن علی رضی اللہ عنہ۔۔۔ فذکرہ۔ واکخرجه عبدالرزاق وابن ابی شیبہ والبیہقی من طریق الشعبي عن علی رضی اللہ عنہ۔۔۔ فذکرہ۔ واکخرجه عبدالرزاق عن معمر عن ایوب عن عکرمہ ان علیا قال۔۔۔ فذکرہ۔)

{مکاتب جب کچھ بدل کتابت ادا کر دے تو وہ باقی کے بارے میں مقروض شمار ہوتا ہے}

۸۴۲۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِذَا أَدَى قِيَمَةَ رَقَبَتِهِ فَهُوَ غَرِيمٌ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مکاتب کے بارے میں فرمایا: ”کہ جب وہ اپنی رقبہ (گردن) کی قیمت (یعنی کچھ بدل کتابت) ادا کر دے تو وہ (باقی کے بارے میں) مقروض شمار ہوتا ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۸۸ باب مکاتبہ الکاتب، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۲ ص ۱۷۰ ج ۱ ص ۱۳۸۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۷۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۵۷۴، ۲۰۵۷۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۹۷۱۳، السنن الکبری للبیہقی: ۲۱۶۶۰، ۲۱۶۵۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه عبدالرزاق وابن ابی شیبہ من طریق الشعبي عن عبدالله قال اذا ادى المكاتب من رقبته فلا رد عليه في الرق۔ واکخرجه عبدالرزاق من طریق الشعبي قال قال عبدالله بن مسعود رضی اللہ عنہ اذا ادى الثالث فهو غريم)

{جب تک مکاتب پر ایک درہم بھی باقی رہے وہ غلام ہی ہے}

۸۴۳۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ هُوَ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ مِنْهُمْ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ أَخَذَ مَوْلَاهُ مَالَهُ كُلَّهُ۔

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جب تک مکاتب پر ایک درہم بھی باقی رہے وہ غلام ہی ہے۔“ اور سیدنا زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اگر وہ مرجائے تو اس کا مولیٰ اس کا تمام مال لے لے گا۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۸۹ باب مکاتیب الکاتب، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۱۶۹ ج ۱۳۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۵۶۶، شرح السنۃ للبخاری: ۲۳۲۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۷۲۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۱۶۳۱، ۲۱۶۳۳، ۲۱۶۵۸، معرۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲۰۶۹۲۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه عبدالرزاق وابن ابی شیبہ والطحاوی والبیہقی من طریق مجاہد عن زید بن ثابت قال المکاتب عبد ما بقى عليه درهم۔ وخرجه عبدالرزاق من طریق قتادة عن زید به۔ وخرجه البيهقي من طریق اسماعيل بن ابی خالد عن الشعبي عن زید بن ثابت۔ ... فذكره۔)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مکاتب کے بارے میں ہمیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قول سے زیادہ پسند ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول بھی ہمیں اسی طرح پہنچا ہے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۸۹)

{ مکاتب پورا بدل ادا کئے بغیر مرگیا، بقیہ بدل اس کے مال سے ادا کریں جو بچے وارثوں کو دیں }

۸۴۴. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلِيٍّ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَشَرِيحٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَنَّهُمْ قَالُوا فِي الْمَكَاتِبِ يَمُوتُ وَيَتْرُكُ وَفَاءً وَ يُؤَدِّي بَقِيَّةَ مَكَاتِبِهِ وَمَا بَقِيَ فَهُوَ مِيرَاثٌ لَوَرَثَتِهِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام شریح رحمہ اللہ نے مکاتب کے بارے میں فرمایا: وہ مرجائے اور اتنا مال چھوڑے جس سے بدل کتابت کو ادا کیا جاسکے تو اس کے چھوڑے ہوئے مال میں سے اتنا لے لیا جائے گا جو بدل کتابت اس کے ذمے باقی ہے (اور وہ اس کے مولیٰ کو

دے دیا جائے گا) اور جو مال اس سے زائد بچے گا وہ مکاتب کے وارثوں کو دیا جائے گا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۹۰ باب مکاتیب الکاتب، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۱۷۰ ح ۱۳۸۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۶۵۴، ۱۵۶۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵/۱۷۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰/۳۳۱، کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۹۰ باب مکاتیب الکاتب، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۱۷۰ ح ۱۳۸۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۶۵۴، ۱۵۶۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵/۱۷۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰/۳۳۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه عبدالرزاق وابن ابی شیبہ من طریق الشعبي عن عبدالله وشریح به۔ وخرجه عبدالرزاق والبیہقی من طریق عطاء عن علی به۔)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔

(کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۹۰)

۸۳۵. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ كَثَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ قَوْلُ عَلِيٍّ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَشَرَّحَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فِي الْمَكَاتِبِ إِذَا مَاتَ أَحَبُّ إِلَىَّ مِنْ قَوْلِ زَيْدٍ وَقَوْلُ زَيْدٍ فِي الْحَيَاةِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ قَوْلِهِمْ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: مکاتب کے بارے میں جب وہ مر جائے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام شریح رحمہ اللہ کا قول مجھے سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے قول سے زیادہ پسند ہے مگر حیات میں ان حضرات کے قول سے سیدنا زید رضی اللہ عنہ کا قول مجھے زیادہ پسند ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{مکاتب کے ذمے کچھ بدل کتابت باقی ہو تو اس سے پردہ نہیں ہے}

۸۳۶. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ زُجَلٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهُ كَانَ

لَهَا مَكَاتِبٌ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ مَّكَاتِبَتِهِ يَدْخُلُ عَلَيْهَا، فَبَلَغَهُ قَوْلُ زَيْدٍ فَقَالَ يُرِيدُ أَنْ يَسْتَرْقِيَنِي فَأَذْنِي إِلَيْهَا فَاحْتَجَبَتْ مِنْهُ.

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک مکاتب تھا جو ان کے پاس آ جایا کرتا تھا (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس سے پردہ نہیں کرتی تھیں) اسے سیدنا زید رضی اللہ عنہ کو قول پہنچا تو کہنے لگا کہ وہ مجھے غلام بنانا چاہتے ہیں پس اس نے باقی بدل کتابت بھی ادا کر دیا اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اس سے پردہ کرنی لگیں۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (اخرج ابن ابی شیبۃ (۲۰۵۶۹) من طریق وکیع عن جعفر بن برقان عن میمون ان عائشة قالت لمکاتب لها یکنی ابا مریم ادخل وان لم یبق علیک الا اربعة دراهم. واخرج (۲۰۵۶۷) من طریق حفص بن غیاث عن عمرو بن میمون عن سلیمان بن یسار قال استأذنت علی عائشة رضی اللہ عنہا فقالت سلیمان؛ فقلت سلیمان فقال أدیت ما بقی علیک من کتابتک الی قاطعت أهلك علیها قلت نعم الا شیئا سیرا قالت ادخل انک عبد ما بقی علیک شیء.)

{ مکاتب اس حال میں فوت ہو جائے کہ اس کے ذمہ بدل کتابت بھی ہو اور قرض بھی }

۸۴۷. یوسف عن أبیه عن أبی حنیفۃ عن حماد عن إبراهیم عن شریح أنهم قالوا یضرب مولى المکاتب مع الغرماء بما بقی علیہ من مکاتبتہ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور امام شریح رحمہ اللہ نے فرمایا: مکاتب کے آقا کو قرض خواہوں کے ساتھ ملائیں گے بسبب اس بدل کتابت کے جو مکاتب کے ذمے باقی تھی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۱۵۷۳۸، ۱۵۷۳۹ باب افلاس المکاتب، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۴۳۰، ۲۱۴۳۱ باب فی

المکاتب بموت ویترک دینا وبقیۃ من مکاتبتہ.

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرج عبدالرزاق وغیرہ من طریق منصور عن ابراہیم فی المکاتب اذا مات وعلیہ دین قال یضرب مولاه مما حل من لجمومہ مع الغرماء. واخرج من طریق الشعیب عن شریح مثله.)

{ مشترک غلام کو ایک مالک مکاتب بنانا چاہے تو اپنے شریک سے اجازت لے }

۸۴۸. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي عَبْدٍ بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَاتِبٍ أَخَذَهُمَا نَصِيبَهُ أَنَّ ذَلِكَ لَا يَجُوزُ إِلَّا بِإِذْنِ شَرِيكِهِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے غلام کے بارے میں جو دو آدمیوں میں مشترک ہو یہ فرمایا: ”کہ ان میں سے کسی ایک کا دوسرے ساتھی کے اجازت کے بغیر اس کو مکاتب بنانا جائز نہیں۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۶۸۵ باب مملو کین بین رجلین کاتب احدھما نصیبہ، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۱۷۰

ج ۱۳۹۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔

(کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۶۸۵)

{ غلاموں کو ایک ہزار درہم پر مکاتب بنایا، ایک فوت ہو گیا، اس میں تفصیل ہے }

۸۴۹. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا كَاتَبَ الرَّجُلُ عَبْدَهُ مَكَاتِبَهُ وَاحِدَةً فَجَعَلَ نُجُومَهُمْ وَاحِدَةً وَقَالَ إِنْ أَذْنَبْتُمْ فَأَنْتُمْ أَحْرَارُ وَإِنْ عَجَزْتُمْ فَأَنْتُمْ رَقِيقٌ فَمَاتَ وَاحِدٌ لَمْ يَرْفَعْ عَنْهُمْ بِهِ شَيْئًا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جب کوئی شخص اپنے غلاموں کو ایک ساتھ مکاتب بنائے اور ان کی قسطیں ایک مقرر کر دے (مثلاً ایک ہزار درہم پر سب کو مکاتب بنالے) اور کہہ دے (یعنی یہ شرط لگا دے) کہ اگر تم بدل کتابت ادا کرو تو تم آزاد ہو ورنہ تم غلام ہی رہو گے پھر ان میں سے ایک کا انتقال ہو جائے تو وہ بدل کتابت میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا (یعنی آقا زندوں سے پورا پورا بدل کتابت لے لے گا)۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۹۳ باب مکاتیبہ الکاتب، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۱۷۱ ح ۱۳۹۳، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۶۳۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم تمام حدیث میں اس کو لیتے ہیں اگر کوئی شرط نہ لگائی اور ایک کا انتقال ہو گیا تو بدل کتابت سب کی قیمت پر تقسیم کر دیا جائے گا اور اس میں سے میت کی قیمت کا حصہ ساقط ہو جائے گا اور زندوں کو اپنی قیمت دینا ہوگی یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (ملخصاً: کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۹۳)

{مکاتبت میں ضمانت غیر معتبر ہے}

۸۴۰. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ رَجُلًا تَكْفَّلَ لِرَجُلٍ يَمَالٍ عَنْ مُكَاتِبِهِ إِنَّ ذَلِكَ بَاطِلٌ وَكَيْفَ يَجُوزُ وَإِنَّمَا كُفِّلَ يَمَالُهُ عَنْ عَبْدِهِ.

حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: کوئی شخص کسی شخص کے مکاتب پر مال (بدل کتابت) کا ذمہ دار بن جائے تو یہ کفالت (ضمانت) باطل ہے اور یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے جبکہ وہ اسی کے مال کا اس کے غلام کی طرف سے ضامن بنا ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۹۳ باب الکاتب و غنمه الکفیل، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۱۷۱ ح ۱۳۹۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۸۴۱. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ الْكِفَالَةُ عَنِ الْمُكَاتِبِ لَيْسَتْ بِشَيْءٍ لِأَنَّهُ كُفِّلَ لَهُ يَمَالُهُ.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: مکاتبت میں کفالت (ضمانت) کچھ بھی نہیں ہے (یعنی غیر معتبر ہے) کیونکہ اسی کے مال کے لیے اس کی کفالت کی گئی ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۶۹۴ باب الکاتب و خدمۃ الکفیل، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۲ ص ۱۷۱ ح ۱۳۹۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر کوئی شخص کسی شخص کے لیے اس کے مکاتبت کی طرف سے بدل کتابت کا ذمہ دار بن جائے تو یہ کفالت باطل ہے یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔“ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۶۹۴)

{کیا مدبر کو فروخت کرنا جائز ہے؟}

۸۴۲۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ أَنَّ عَبْدًا كَانَ لِإِبْرَاهِيمَ الْقِبْطِيِّ فَذَبَّرَهُ ثُمَّ اخْتَالَجَ فَبَاعَهُ النَّبِيُّ ﷺ بِمِائَةِ دِرْهَمٍ.

امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابراہیم (بن نعیم الخوام العدوی) رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا، انہوں نے اسے مدبر بنادیا، بعد میں انہیں اس کی قیمت کی ضرورت محسوس ہوئی تو انہوں نے نبی ﷺ کے ہاتھ اسے (یعنی اس کی خدمت کو) آٹھ سو درہم میں بیچ دیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحاکمی: ۳۰۳، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۲ ص ۱۶۶ ح ۱۳۷۳، صحیح البخاری: ۲۵۳۴، صحیح مسلم: ۹۹۷، سنن ابی داؤد: ۳۹۵۵، سنن ابن ماجہ: ۲۵۱۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۴۹۷۲، سنن الدارمی: ۲۶۱۵، مستخرج ابی عوانہ: ۵۷۹۹، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۹۲۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۷۷۵۵، شعب الایمان للبیہقی: ۳۱۴۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه الحسکفی والخوارزمی من طریق ابی حنیفۃ عن عطاء بن ابی رباح عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ان عبدا کان لابراہیم بن نعیم النحام فدبرہ ثم احتاج الی ثمنہ فباعہ النبی ﷺ بثمان مائۃ درہم۔)

فائدہ:

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”مدبر کو نہ بیچا جائے اور نہ کسی کو ہبہ کیا جائے، وہ ایک تہائی مال میں سے آزاد ہوتا ہے۔“ (سنن الدارقطنی: ۴۲۶۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۱۵۷۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدبر کو بیچنا یا ہبہ کرنا جائز نہیں۔ باقی مذکورہ بالا سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیع سے بیع خدمت مراد ہے بیع رقبہ مراد نہیں، چنانچہ ابو جعفر بھی یہی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مدبر کی خدمت کو بیچا تھا۔ (سنن الدارقطنی: ۴۲۵۹) نیز سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بہ وقت ضرورت مدبر کی خدمت کو بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔“ (سنن الدارقطنی: ۴۲۶۱)

{مدبرہ باندی کی اولاد اور ام ولد باندی کی اولاد حکم بھی ان کی ماں والا ہے}

۸۳۳۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ وَلَدُ الْمُدَبِّرَةِ وَوَلَدُ أُمِّ الْوَلَدِ يَمْنُزِلَتَهَا. وَقَالَ أَبُو يُؤْسَفَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ عَنْ عَامِرٍ أَنَّهُ قَالَ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوهَبُ وَإِنْ كَانَتْ جَارِيَةً فَوَطَّئَهَا مَوْلَاهَا فَوَلَدُهَا يَمْنُزِلَتَهَا يُعْتَقُ مِنَ الثَّلَاثِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”مدبرہ باندی کی اولاد اور ام ولد باندی کی اولاد کا حکم بھی ان کی ماں والا ہے۔“

حضرت امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: اگر کنیز کو مکاتبہ بنایا اور اس کے آقا نے اس سے صحبت کر لی تو اس کی اولاد کا حکم بھی ان کی ماں والا ہے ایک تہائی مال میں سے آزاد ہو جائے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۷۶، ۶۷۸ باب عتق المدبر و ام الولد، مصنف ابن ابی حنیفہ: ۲۰۶۱۲، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۱۶۶ ح ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، مصنف ابن ابی حنیفہ: ۲۰۶۱۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار وایۃ الامام محمد: ۶۷۶، ۶۷۸)

{ام ولد کو بیچنا حرام ہے، وہ بچہ پیدا کرنے کے بعد آزاد ہو جاتی ہے}

۸۴۴۔ یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفہ عن حماد عن ابراہیم عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اَنَّهُ كَانَ يُنَادِي عَلَى مَنْبَرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ اَنَّ بَيْعَ امَّهَاتِ الْاَوْلَادِ حَرَامٌ اِذَا وَلَدَتْ اَلْاُمَةُ لِسَيِّدِهَا فَلَيْسَ عَلَيْهَا رِقٌّ بَعْدَهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے منبر پر یہ اعلان کیا کرتے تھے کہ بچوں کی ماؤں کو بیچنا حرام ہے، جب باندی سے آقا کا بچہ ہو جائے تو وہ آزاد ہو جاتی ہے اب اس کے بعد وہ باندی نہیں بنے گی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وایۃ الامام محمد: ۶۷۹ باب عتق المدبر و ام الولد، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۲ ص ۱۶۲ ح ۱۳۷۶، مؤطا محمد: ۷۹۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۲۲۵، ۱۳۲۲۹، ۱۳۲۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۵۹۰، سنن الدارقطنی: ۴۲۳۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۱۷۹۵، ۲۱۷۶۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه الامام محمد في الموطا عن مالك عن نافع عن ابن عمر رضي الله عنه قال قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه ايما وليدة ولدت من سيدها فانه لا يبيعهان ولا يهدان ولا يورقان وهو يستمتع منها فاذا مات فهي حرة. واخرجه عبدالرزاق والدارقطني والبيهقي من طريق نافع عن ابن عمر قال قصي عمر في امهات الاولاد ان لا يبعن ولا يوهبن ولا يرثن يستمع بها صاحبهما كان حيا فاذا مات

عتقت. واخرجه عبدالرزاق وابن ابی شیبۃ والبیہقی من طریق عبیدۃ السلمانی قال استشارنی عمر فی امہات الاولاد فرأیت انا وهو اذا ولدت اعتقت فقصی بہ عمر حیاتہ وعثمان من بعدہ.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں البتہ یہ کہ وہ آقا کے لیے دل لگی کا سامان ہے اس سے اپنی زندگی میں وطنی کر سکتا ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۷۹)

{ام ولد زنا کا ارتکاب کرے تو اسے کسی صورت میں بھی نہ بیچا جائے}

۸۴۵. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم قال اذا زنت أم الولد فلا تباع علی حال.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”جب ام ولد زنا کا ارتکاب کرے تو اسے کسی صورت میں بھی نہ بیچا جائے گا۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۸۰ باب عتق المدبر و ام الولد، جامع المسانید للنخوارزمی: ج ۲ ص ۱۶۷ ح ۱۳۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۶۰۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۸۰)

{آدی کے لیے صرف اسی باندی کے ساتھ صحبت کرنا جائز ہے جسے اپنی مرضی سے بیچ سکے}

۸۴۶. یوسف عن ابیہ (عن ابی حنیفۃ) عن اسماعیل بن أمیۃ عن سعید بن ابی سعید عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انہ قال لا یوظف زوج شیئی من المملوکات الا فرج ان باعہ جاز وان تصدق بہ جاز وان اعتقہا جاز وان وهبہا جاز۔

سعید بن ابی سعید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آدمی کے لیے باندیوں میں سے کسی باندی کے ساتھ بھی صحبت کرنا جائز نہیں ہے سوائے اس باندی کے جسے اپنی مرضی سے بیچ سکے اور اپنی مرضی سے صدقہ کر سکے، اگر چاہے تو اسے ہبہ کر سکے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۲۹۵، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۸۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰۸۳۱، ۱۳۸۵۵۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه عبدالرزاق وابن ابی شیبہ من طرق عن ابن عمر رضی اللہ عنہما بہ۔)

{سیدنا ابن عمرؓ نے اپنی دو کنیزوں کو مدبر بنایا تھا}

۸۴، حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَتْ لَهُ جَارِيتَانِ فَأَعْتَقَهُمَا عَنْ دُبُرٍ فَكَانَ يَطْأُهُمَا۔

عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس دو کنیزیں تھیں، وہ دونوں سے صحبت کیا کرتے تھے، ان دونوں کے بارے میں فرمادیا کہ میری وفات کے بعد آزاد ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للنخوارزمی: ج ۲ ص ۱۶۳ ح ۱۳۶۹، مؤطا مالک: ۳۰۱۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۶۹۷، ۱۶۶۹۸، تلخیص الحیبر: ۵۱۵/۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۱۵۸۱، معرقۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲۰۶۳۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه الامام مالک فی المؤطا عن نافع ان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مدبر جاریتین فکان یطؤہما و ہما مدبران)



۱۲۔ کتابُ الاُیمانِ

قسموں سے متعلق احکام و مسائل

{قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا، لباس دینا یا غلام آزاد کرنا ہے ورنہ تین دن روزے رکھے}

۸۴۸۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي كَفَّارَةِ الْيَمِينِ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسَاكِينٍ أَوْ الْكِسْوَةُ لِكُلِّ مَسْكِينٍ ثَوْبٌ ثَوْبٌ أَوْ الطَّعَامُ لِكُلِّ مَسْكِينٍ نِصْفُ صَاعٍ مِّنْ بُزٍّ أَوْ دَقِيقٍ أَوْ صَاعٍ مِّنْ تَمْرٍ أَوْ يُغْدِيهِمْ وَيُعَشِّيهِمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مَُّتَابِعَاتٍ وَهُوَ فِيهِ بِالْخِيَارِ لِأَنَّ اللَّهَ يَقُولُ أَوْ أَوْ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، ہر مسکین کو آدھا صاع گندم یا آٹا یا ایک صاع کھجور دے یا انہیں صبح و شام کا کھانا کھلا دے۔ یا ان کو کپڑا پہنانا اور وہ ایک ایک لباس ہوگا۔ یا غلام آزاد کرنا ہے جو یہ نہ پائے وہ تین دن کے مسلسل روزے رکھے۔ اسے اختیار حاصل ہے (ان میں جو چاہے ادا کر دے) کیونکہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ یا یہ دے یا یہ دے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۲۰ باب ال ایمان و الکفارۃ فیہا، جامع المسانید للنخوارزی: ج ۲ ص ۲۶۳ ح ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۲۱۹۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{تین مرتبہ یا تین سے زائد مرتبہ قسم کے الفاظ کہنے کا حکم}

۸۴۹۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُظَاهِرُ مِنْ أَمْرَاتِهِ

ثُمَّ يُظَاهِرُ أَيْضًا مَرَّتَيْنِ إِنْ أَرَادَ التَّغْلِيظَ فَعَلَيْهِ لِكُلِّ ظَهَارٍ كَفَّارَةٌ وَإِنْ كَانَ أَرَادَ ظَهَارَهُ
الْأَوَّلَ فَعَلَيْهِ وَاحِدَةٌ وَكَذَلِكَ الْيَمِينُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: آدمی اپنی بیوی سے ظہار کرے پھر اسی طرح
دو مرتبہ ظہار کرے تو اگر اس سے اس کا مقصد ظہار کو مغلظ اور مزید سخت کرنا ہو تو اس پر ہر ظہار کے بدلے کفارہ آئے
گا اور اگر پہلی ہی کی تاکید مقصود ہو تو پھر اس پر ایک ہی کفارہ آئے گا، یہی حکم قسم کا بھی ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس اثر کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو
حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۵۱)

تنبیہ:

یہاں سے آگے قلمی نسخہ سے ورقہ گرا ہوا ہے جس کے ساتھ کتاب الایمان کی اکثر احادیث بھی ساقط ہو گئی ہیں لہذا کتاب
الایمان کی باقی احادیث کے لیے کتاب الآثار بروایت امام محمد، جامع المسانید للبخاری ورمی اور مسند ابی حنیفہ بروایت حاکمی وغیرہ
ملاحظہ فرمائیں۔



۱۳۔ کتاب الحدود

شرعی سزاؤں سے متعلق احکام و مسائل

شرعی سزاؤں کی اہمیت:

اللہ رب العزت نے باقی جاندار چیزوں کی طرح انسان کو بھی قوت شہوانیہ اور قوت غضبیہ عطاء فرمائی ہے، قوت شہوانیہ سے انسان سے اپنی خواہشات پوری کرنے کی کوشش کرتا ہے، ان خواہشات کو پورا کرنے میں بعطش اوقات دوسرے انسانوں کے حقوق کو پامال کر دیتا ہے مثلاً مالی خواہش پوری کرنے کے لیے دوسرے کا مال غصب کرتا ہے، چوری ڈاکے، رشوت جیسے فبیح افعال کا مرتکب ہوتا ہے۔

اسی طرح جنسی خواہش پوری کرنے کے لیے زنا وغیرہ ناجائز طریق کار اپناتا ہے اور قوت غضبیہ کے ذریعے کسی پر جھوٹا الزام لگاتا ہے۔ لوگوں کا جانی اور مالی نقصان کرتا ہے۔ اس لیے ہر مذہب میں قانون تعزیرات بنائے جاتے ہیں کیونکہ حسن اخلاق ہر جگہ کام نہیں آتا، مقولہ مشہور ہے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

نکوئی بابتوں کردن چنانست
کہ بدکردن بجائے نیک مرداں
بروں کے ساتھ نیکی کرنا ایسے ہی ہے
جیسے نیکوں کے ساتھ برائی کرنا

تو شریعت محمدیہ میں بھی حسن اخلاق کے ساتھ ساتھ زواج کا بھی ایک مفصل باب ہے جس سے مقصود معاشرے کی طہارت ہے گناہ روحانی گندگی ہے جس طرح راستوں پر ظاہری گندگی پھیلانے والا سزا کے قابل ہے کیونکہ اس کے اس فعل سے معاشرہ میں تعفن پھیلے گا اسی طرح روحانی گندگی کو معاشرے میں پھیلانے والا بدرجہ اولیٰ سزا کا مستحق ہے۔

کیونکہ اصل انسان روح ہی کا نام ہے، جسم دوسرے درجہ کا جزء ہے تو روحانی منافع اور مضرات بھی جسمانی منافع اور مضرات کی نسبت زیادہ اہمیت کے حامل ہوں گے یا یوں سمجھیں کہ گناہ روحانی بیماریاں ہیں جس طرح جسمانی بیماری کے لیے بسا اوقات آپریشن کی ضرورت ہوتی ہے اور آپریشن مریض پر ظلم نہیں بلکہ شفقت ہے ہزاروں لاکھوں روپے خرچ کر کے بھی آپریشن کرنے والے کے ہم شکر گزار ہوتے ہیں۔

تو یہ حدود و تعزیرات کا نظام بھی روحانی آپریشن ہے یا یوں سمجھیں کہ ہر بادشاہ اپنی فرماں بردار رعایا پر احسان اور نافرمان کو سزا دیتا ہے تو احکم الحاکمین اگر اپنے نافرمانوں کو سزا دیں تو زیادہ مناسب ہے کیونکہ وہ صرف احکم الحاکمین ہی نہیں

بلکہ ایسے محسن ہیں کہ ہمیں عدم سے وجود کی طرف لائے اور کان ناک آنکھ زبان وغیرہ ہزاروں ایسی نعمتیں عطاء فرمائیں کہ انسان ان کا شکر نہیں ادا کر سکتا تو ایسے محسن کی احسان فراموشی ایک گھناؤنا جرم ہے۔

البتہ یہ بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہے کہ ہر فن کے اصول اس فن کے ماہرین سے لیے جاتے ہیں نہ غیر ماہر سے۔ گھڑوں اور تالیوں کی صفائی کے اصول دھوبیوں سے پوچھنا اگر بیوقوفی ہے تو روحانی گندگی اور روحانی تعفن کو ختم کرنے کے اصول غیر روحانی لوگوں سے پوچھنا بھی بڑی نادانی کی بات ہے بلکہ اس فن کو تباہ و برباد کرنے کی سازش ہے۔

اسی طرح جسمانی بیماریوں کے علاج کے لیے ماہر ڈاکٹروں اور حکیموں کو چھوڑ کر جولاہوں یا کمہاروں سے مشورہ لینا فن طب اور ڈاکٹری کی تباہی ہے تو روحانی آپریشن کے مشورے غیر شرعی لوگوں سے لینا شریعت کی تباہی و بربادی ہے۔ لہذا عقل کا تقاضا یہی ہے کہ شرعی حدود میں اہل شرع پر اعتماد کیا جائے کیونکہ اہل شرع کے بیان کردہ اصول ان کے اپنے نہیں بلکہ خداوند عالم کے وضع کردہ ہیں۔

اور خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون میں اپنی خواہش کے مطابق ترمیم کرنا ایسا ہے جیسے موچی کا بنایا ہوا جوتا تنگ ہو تو بجائے جوتے کو کھلا کرنے کے پاؤں کو تراش کر جوتے کے برابر کرنا شروع کر دیا جائے۔ یا درزی کی ٹوپی سر پر فٹ نہ آتی ہو تو سر کو تراش کر ٹوپی کے برابر کریں تو ہر آدمی کہے گا کہ یہ فعل درست نہیں۔

خدا تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزیں کانٹ چھانٹ کی بجائے انسان کی بنائی ہوئی چیز جوتے یا ٹوپی کی اصلاح ہونی چاہیے اسی طرح خدا تعالیٰ کے وضع کردہ حدود اگر انسانی خواہش کے کہیں خلاف ہوں تو انسان کو اپنی خواہش کی اصلاح کر کے خدائی قانون کے موافق بنانا چاہیے نہ کہ خدائی قانون کو اپنی خواہش کے مطابق بنانے کی کوشش کی جائے اسی سے برکات کا نزول ہوگا جیسا کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے کسی ایک حد کو قائم کرنا اللہ رب العزت کی زمین میں چالیس راتوں کی بارش سے زیادہ

بہتر ہے۔“ (مشکوٰۃ مع المرقاۃ: ج ۷ ص ۱۵۲)

دوسری حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جس قوم میں زنا عام ہو اس پر قحط سالی آتی ہے۔“ (مشکوٰۃ المصابیح مع المرقاۃ: ج ۷ ص ۱۵۲)

نیز یہ حدود جس طرح انسان کی جان و مال و آبرو کی حفاظت کا ذریعہ ہیں اسی طرح انسان اور دوسرے جانوروں میں امتیاز کرنے والی عقل کی حفاظت کا ذریعہ شراب پی کر انسان کی عقل مغلوب ہوتی ہے اس کو بیوی، بیٹی، ماں اور بہن میں امتیاز نہیں رہتا، نشہ کی حالت میں کسی کا جانی مالی نقصان کرتا ہے، شریعت نے اس کی سزا مقرر کر کے ان تمام چیزوں کی حفاظت کی، انسان اور حیوان میں فرق باقی رکھا۔

زنا کی صورت میں انسان کا نسب مشتبہ ہوتا ہے اللہ رب العزت نے اس کی حفاظت فرمائی، کسی پاکدامن پر تہمت لگانے

سے اس کی عزت پامال ہوتی ہے اللہ رب العزت نے حد قذف سے انسان کی حوصلہ افزائی فرمائی، حد سرقہ سے انسان کے مال کی حفاظت کی اور اس حفاظت کا پورا پورا حق ادا کر دیا، اگر زمانہ ماضی کی طرف پلٹ کر دیکھا جائے تو اسلام کی ان حدود کے روشن اثرات نظر آئیں گے کہ خلافت راشدہ میں پورا پورا مہینہ عدالت میں کسی جرم کا مقدمہ درج نہیں ہوتا آج بھی جن خطوں میں کچھ اسلامی حدود ہیں ان میں امن دوسرے ملکوں سے کہیں بہتر ہے۔

دور جانے کی ضرورت نہیں ہمارے قریبی ملک افغانستان میں چند سال حدود کے نفاذ سے جو امن ہوا ساری دنیا اس سے واقف ہے کوئی بڑے سے بڑا دشمن یہ نہیں کہہ سکتا کہ انہوں نے رعایا کو امن نہیں دیا بہر حال یہ حدود شرعیہ اللہ رب العزت کی عظیم رحمت ہیں، ان کو وحشی سزائیں کہنے والے خود وحشی ہیں اور انسان کی عزت آبرو جان مال اور عقل جیسی نعمت کے دشمن ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرمائیں اور ہمارے ملک بلکہ تمام ممالک کو حدود شرعیہ کی بہار اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

حد و تعزیر میں فرق:

واضح رہے کہ شرعی سزا کی دو قسمیں ہیں:

(۱)۔ حد (۲)۔ تعزیر

۱۔ حد:

شرعاً اس سزا کو کہا ہے کہ جو دلیل قطعی سے مقرر ہے اس میں کمی و بیشی کا کسی کو اختیار نہیں ہوتا، اور مجرم شخص پر اس کو جاری کرنے کے لیے عدالتی ثبوت بھی قطعی ضروری ہے، اگر اس کے عدالتی ثبوت میں ذرا سا بھی شبہ پیدا ہو جائے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق ساقط ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ادراء و الحدود بالشبهات۔“ حدود کی کوشبہات کی وجہ سے ساقط کر دو۔ (مسند ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۳۱۵) حضرت امام الحنفی عاشرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ادراء و الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان له مخرج فخلوا سبیلہ فان الامام یخطی فی العفو خیر من ان یخطی فی العقوبة۔ (سنن الترمذی: ۱۳۲۴)

تم جس قدر طاقت رکھتے ہو مسلمانوں سے حدود کو دفع کرو، پس اگر اس شخص کے لیے کوئی بچنے کی صورت پیدا ہو جائے تو اس کا راستہ چھوڑ دو کیونکہ حاکم معاف کرنے میں غلطی کرے تو یہ بہتر ہے نسبت اس کے کہ وہ عقوبت میں غلطی کرے۔

۲۔ تعزیر:

سزا کی دوسری قسم تعزیر ہے جو اس گناہ پر لگائی جاتی ہے جس میں شرعی حد ثابت نہ ہو یا ثابت ہو لیکن شبہ کی وجہ سے

ساقط ہو جائے چنانچہ کتب فقہ میں لکھا ہے: ”کل معصیۃ لا حد فیہا التعزیر“ (در مختار: ج ۳ ص ۱۹۹) ہر وہ گناہ جس میں حد نہ ہو اس میں تعزیر ہے۔ اور تعزیر حاکم کی صوابدید پر ہوتی ہے، در مختار (ج ۳ ص ۱۹۶) میں ہے: ”ویکون التعزیر بالقتل“ اور تعزیر میں قتل کرنا بھی جائز ہے۔
حد اور تعزیر کے درمیان چند اور فرق ملاحظہ فرمائیں:

تعزیر

۱۔ تعزیر میں سزا کی نوعیت اور مقدار مقرر نہیں بلکہ قاضی کی صوابدید پر موقوف ہوتی ہے۔

۲۔ جرم کے ثبوت میں ادنیٰ شبہ بھی پیدا ہو جائے تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔

۳۔ تعزیر بچوں پر بھی جائز ہے۔

۳۔ حد بچوں پر جائز نہیں۔

۴۔ تعزیر، شوہر، سردار اور برائی دیکھنے والے لوگ بھی جاری کر سکتے ہیں۔

۴۔ حد فقط حاکم یا حاکم کا نائب جاری کر سکتا ہے کسی دوسرے کو اختیار نہیں۔

۵۔ تعزیر مجرم کے رجوع کرنے سے ساقط نہیں ہوتی۔

۵۔ مجرم اقرار جرم کے بعد رجوع کر لے تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔

۶۔ تعزیر پرانی ہو جائے تو ساقط نہیں ہوتی۔

۶۔ حد پرانی ہو جائے تو ساقط ہو جاتی ہے۔

۷۔ تعزیر میں کوڑے زور زور سے لگائے جاتے ہیں۔

۷۔ حد میں کوڑے درمیانہ درجے کے لگائے جاتے ہیں۔

۸۔ تعزیر میں ایک جگہ پر کوڑے مارنا جائز ہے۔

۸۔ حد میں کوڑے متفرق جگہ پر مارے جاتے ہیں۔

۹۔ تعزیر میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی معتبر ہے۔

۹۔ حد میں صرف مردوں کی گواہی معتبر ہے عورتوں کی گواہی معتبر نہیں۔

۱۰۔ تعزیر ایک معتبر آدمی کی خبر پر بلکہ قاضی اپنے ذاتی علم کی بناء پر جاری کر سکتا ہے۔

۱۰۔ ہر حد میں گواہوں کی مطلوبہ تعداد کا پورا ہونا شرط ہے۔

۱۱۔ تعزیر میں تین کوڑوں سے قتل تک دائرہ وسیع ہے۔

۱۱۔ حد میں صرف وہی سزا جاری ہوگی جو شرعی طور پر مقرر ہے۔

۱۲۔ تعزیر ہر گناہ میں جاری ہو سکتی ہے حتیٰ کہ ان گناہوں میں بھی جن میں حد مقرر ہے، یعنی حد والی مقرر سزا اتنی ہی رہے لیکن اس کے ساتھ مزید کوئی اور سزا بھی شامل کر دی جائے جیسے حد

۱۲۔ حد صرف پانچ گناہوں پر ہے زنا، شراب خوری، تہمت زنا، چوری، ڈکیتی پھر جو ان کی شرعی تعریفات ہیں ان کے اعتبار سے حدود کا دائرہ اور بھی محدود ہو جاتی ہے۔

زنا میں سو کوڑے لگا کر قید کرنا۔

۱۳۔ حد میں داخل ہوتا ہے مثلاً دس چوریوں میں ایک ہاتھ کٹے ۱۳۔ تعزیر جب حق العبد ہو تو داخل نہیں ہوتا مثلاً دس آدمیوں کو گالی دی تو ہر ایک کی وجہ سے جدا تعزیر لاگو ہوگی۔

۱۴۔ حد بغیر معصیت کے جاری نہیں ہو سکتی۔ ۱۴۔ تعزیر بغیر معصیت کے بھی جاری ہو سکتی ہے مثلاً متہم شخص پر تعزیر لگانا یا ترک ادب پر تعزیر لگانا۔

۱۵۔ بعض افراد پر حد جاری نہیں ہو سکتی، مثلاً آقا پر غلام کی وجہ ۱۵۔ تعزیر سب پر جاری ہو سکتی ہے مثلاً باپ نے اپنے بیٹے کو گالی سے یا باپ پر اولاد کی وجہ سے حد جاری نہیں ہوتی۔ دی تو قاضی باپ پر تعزیر لگا سکتا ہے۔ (ملخصاً: در مختار مع رد المحتار: ج ۳ ص ۱۹۴ تا ۲۰۵)

الغرض جب حد اور تعزیر کے درمیان اتنا فرق ہے تو حد کی نفی سے تعزیر کی نفی نہیں ہوتی، اس لیے اگر کوئی ”لَا حُدَّ عَلَیْهِ“ کا معنی کرے کہ اس پر کوئی سزا نہیں تو وہ جاہل یا خائن ہے حد کی نفی کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس گناہ کے بارے میں شریعت نے کوئی سزا مقرر نہیں کی لیکن اس پر تعزیر لاگو ہو سکتی ہے۔

کسی جرم پر حد جاری کرنے کے بجائے تعزیر لگائی جائے تو اس سے جرم کے جواز کا تصور تو دور کی بات ہے اس جرم کے بارے میں تسامح و چشم پوشی اور تسامح و نرم روی کا گمان بھی غلط ہے، کیونکہ حدود میں تفتیش اور ثبوت جرم کا معیار ہے اور اجرائے حدود کی جو شرائط ہیں ان کے اعتبار سے مجرم کے اسی (۸۰) فیصد بچنے کا امکان ہوتا ہے، جب کہ تعزیر کا دائرہ اتنا وسیع ہے اور اس میں اتنی توسع ہے کہ تعزیری ضوابط کے مطابق اسی (۸۰) فیصد اس مجرم کے سزا پانے کا امکان ہوتا ہے۔

اس بات کو سمجھنے کے لیے حد و تعزیر کے درمیان فرق پر ایک نظر دوبارہ ڈال لیں، مثلاً تین آدمی مرد و عورت کو زنا کاری کی حالت میں دیکھتے ہیں لیکن چوتھے گواہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ان پر حد زنا جاری نہیں ہو سکتی، بلکہ اگر وہ تین گواہ زنا پر گواہی دیں گے تو ان کو اہوں پر حد قذف (تہمت) جاری ہوگی، اور اگر چار آدمیوں نے دیکھا تو وہ بھی تب گواہی دے سکتے ہیں کہ وہ ان کو اس حالت میں دیکھیں ”کالہیل فی البکحلة“ (یعنی سرچو سرمہ دانی میں) ورنہ ممکن ہے وہ مرد اس عورت پر ویسے ہی لیٹا ہوا ہو، اس شبہ کی بناء پر حد ساقط ہو جائے گی۔

جب کہ تعزیر ایک عادل کی گواہی پر قاضی اپنے ذاتی علم کی بناء پر بھی لگا سکتا ہے، مثلاً ایک عادل آدمی قاضی کو خبر دیتا ہے کہ میں نے فلاں مرد و زن کو قابل اعتراض حالت میں دیکھا ہے (زنا کا لفظ استعمال نہ کرے) تو قاضی اس خبر کی بنیاد پر تعزیر جاری کر سکتا ہے۔

{سپاری کا عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونا حد کو واجب کر دیتا ہے}

۸۵۲۔ عَنْ أَبِيهِ قَالَ وَحَدَّثَنِي أَبُو حَنِيفَةَ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ

يَهْدِيهِمُ الطَّلَاقَ وَيُوجِبُ الصَّدَاقَ وَالْعِدَّةَ وَيُوجِبُ الْحَدَّ وَلَا يُوجِبُ صَاعاً مِنْ مَاءٍ.

ام عامر (شعبی) رحمہ اللہ سے روایت ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جب (سپاری کا عورت کی شرمگاہ میں داخل ہونا) مہر کو واجب کرتا ہے، طلاق کو ختم کر دیتا ہے، عدت کو واجب کرتا ہے، حد کو واجب کرتا ہے تو ایک صاع پانی (یعنی غسل جنابت) کو کیوں نہ واجب کرے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ج ۱ ص ۸۳ رقم الحدیث: ۴۷، جامع المسانید للنخوازی: ج ۱ ص ۲۵۷، مصنف عبد الرزاق: ۹۴۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۳، الاستذکار لابن عبد البر: ج ۱ ص ۲۷۳، التمهید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید: ج ۲ ص ۱۱۴، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ج ۱ ص ۸۳ رقم الحدیث: ۴۷، جامع المسانید للنخوازی: ج ۱ ص ۲۵۷، مصنف عبد الرزاق: ۹۴۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۴۳، الاستذکار لابن عبد البر: ج ۱ ص ۲۷۳، التمهید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید: ج ۲ ص ۱۱۴۔

تحقیق:

اس کی سند بلا غبار صحیح ہے۔

۱۔ امام ابو عبد اللہ عون بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کو فی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال للزمی: ۳۵۵۳)

۲۔ امام ابو عمرو عامر بن شراحیل شعبی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۰۴۲)

{جو آدمی باندی سے شادی کرے پھر بدکاری کرے تو اس پر کیا سزا جاری ہوگی؟}

۸۵۴۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا كَانَتْ تَحْتَ الْحُرِّ أَمَةٌ فَأُعْتِقَتْ ثُمَّ لَجَرَ قَبْلَ أَنْ يُجَامِعَهَا بَعْدَ الْعِتْقِ فَإِنَّمَا عَلَيْهِ الْحَدُّ وَإِنْ كَانَ جَامِعَهَا بَعْدَ الْعِتْقِ ثُمَّ لَجَرَ فَإِنَّ عَلَيْهِ الرَّجْمَ وَكَذَلِكَ الْعَبْدُ تَحْتَهُ الْحُرَّةُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب کسی آزاد شخص کے ماتحت باندی ہو اور اسے آزاد کر دیا گیا ہو اور پھر آزادی کے بعد اس باندی سے صحبت کرنے سے پہلے یہ شخص بدکاری کا ارتکاب کر لے تو اس پر حد جاری ہوگی اور اگر آزادی کے بعد اس باندی سے صحبت کی اور پھر بدکاری کا ارتکاب کر لے تو اس شخص کو سنگسار کیا جائے گا۔ غلام کے ماتحت آزاد عورت ہونے کی صورت میں بھی یہی حکم ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسنف ابن ابی شیبہ: ج ۱۰ ص ۱۵ رقم الحدیث: ۲۸۴۴۲، ۲۸۴۴۹ باب فی الرجل یتزوج الامۃ ثم یفجر ما علیہ؛

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{سیدنا معز بن مالک کو رجم کیا گیا، ان کو کفن دیا گیا، جنازہ بھی پڑھا گیا}

۸۵۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ أَتَاهُ مَا عِزُّ بْنُ مَالِكٍ فَقَالَ إِنَّ الْآخَرَ قَدْ زَنَى فَرَدَّهٗ ثُمَّ أَتَاهُ فَرَدَّهٗ ثُمَّ أَتَاهُ فَرَدَّهٗ ثُمَّ أَتَاهُ الرَّابِعَةَ فَسَأَلَ عَنْهُ قَوْمَهُ هَلْ تُنْكِرُونَ مِنْ عَقْلِهِ شَيْئًا؟ قَالُوا لَا قَالَ فَأَمَرَهُ فَرَجَمَ فَأُتِيَ بِهِ أَرْضًا قَلِيلَةً الْحِجَارَةِ فَلَمَّا أَبْطَأَ عَلَيْهِ الْمَوْتُ انْطَلَقَ يَسْعَى إِلَى أَرْضِ كَثِيرَةِ الْحِجَارَةِ وَتَبِعَهُ النَّاسُ حَتَّى قَتَلُوهُ فَلَمَّا أَخْبَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِذَلِكَ قَالَ فَهَلَّا خَلَيْتُمْ سَبِيلَهُ قَالَ وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ هَلَكَ مَا عِزُّ وَأَهْلَكَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ إِنَّا لَنَرَجُو أَنَّ يَكُونَ تَوْبَتُهُ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا فِتْنَامُ النَّاسِ لَقُبِلَ مِنْهُمْ فَطُيْعَ قَوْمُهُ فِي جَسَدِهِ. فَكَلَّمُوا النَّبِيَّ ﷺ فِيهِ فَقَالَ افْعَلُوا بِهِ كَمَا تَفْعَلُونَ بِمَوْتَاكُمْ مِنَ الْكَفَنِ وَالصَّلَاةِ عَلَيْهِ.

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا معز بن مالک رضی اللہ عنہ نبی مکرم ﷺ کی خدمت حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ بھلائی سے پیچھے رہ جانے والے سے بدکاری کا گناہ سرزد ہوا ہے (اس لیے اس پر حد جاری کر دیجئے، نبی مکرم ﷺ نے انہیں واپس بھیج دیا، وہ دوسری مرتبہ آئے اور آ کر پھر اسی عرض کیا نبی مکرم ﷺ نے انہیں پھر واپس بھیج دیا، وہ تیسری مرتبہ پھر آئے اور اسی طرح عرض کیا نبی مکرم ﷺ نے انہیں پھر واپس بھیج دیا، وہ چوتھی مرتبہ آئے تو نبی مکرم ﷺ نے ان کی قوم کے لوگوں سے پوچھا کہ تم اس کی عقل میں کچھ کمی محسوس کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا نہیں! راوی کا بیان ہے کہ پھر آپ ﷺ کے حکم دینے پر انہیں کم پتھروں والی جگہ پر لے جا کر پتھروں کے ساتھ رجم کر دیا گیا۔ رجم کرنے کے دوران جب ان کی روح نکلنے میں تاخیر ہونے لگی تو وہ ایسی جگہ بھاگ گئے جہاں پتھر بہت زیادہ تھے اور وہاں جا کر کھڑے ہو گئے اور لوگوں نے آ کر انہیں اتنے پتھر

مارے کہ وہ شہید ہو گئے، نبی مکرم ﷺ تک یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اس کا راستہ کیوں نہ چھوڑ دیا؟ اس پر مدینہ کے بعض لوگوں کہنے لگے کہ ماعز نے اپنے آپ کو خود ہلاک کر لیا اور بعض کہنے لگے کہ ہمیں امید ہے یہ اس کی توبہ ہی ہوگی۔ جب نبی مکرم ﷺ تک یہ باتیں پہنچیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر لوگوں کی بہت بڑی جماعتوں پر یہ توبہ تقسیم کر دی جائے تو ان کی طرف سے قبول کر لی جائے۔ پس (نبی مکرم ﷺ کے اس فرمان کی اطلاع جب ان کی قوم کو پہنچی تو) ان کی قوم نے ان کے لاش مبارک کے بارے میں بہت طمع کیا اور اس سلسلے میں انہوں نے نبی مکرم ﷺ سے بات چیت کی (کہ ہم ان کی لاش کا کیا کریں؟) تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو تم اپنے فوت شدگان کے ساتھ کرتے ہو یعنی انہیں کفن بھی دو اور ان کی نماز جنازہ بھی پڑھو۔

مخرج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۳۱۸، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۱۹۴ ح ۱۳۶۳، صحیح مسلم: ۱۶۹۵، مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۳۱۸، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۱۹۴ ح ۱۳۶۳، صحیح مسلم: ۱۶۹۵، سنن ابی داؤد: ۴۴۳۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۹۴۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۱۲۵، مستخرج ابی عوانہ: ۶۲۹۲، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۳۷، سنن ابی داؤد: ۴۴۳۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۹۴۲، السنن الکبریٰ للنسائی: ۷۱۲۵، مستخرج ابی عوانہ: ۶۲۹۲، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۳۷

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

- ۱۔ کنوارے مرد و عورت کے لیے بدکاری کی سزا سو کوڑے مقرر کی گئی ہے اور شادی شدہ کے لیے رجم (یعنی سنگسار کرنا)۔
- ۲۔ ابتداء اسلام میں جبکہ ان سزاؤں کا نفاذ شروع ہوا تو معاشرے سے ان گناہوں کی گندگی خود بخود دور ہونے لگی حتیٰ کہ شہادتوں اور گواہیوں کے ذریعے اس قسم کے الزامات کا سلسلہ تقریباً بند ہو گیا، اور خود اپنے اقرار و اعتراف کے ذریعے بھی جن لوگوں نے اپنی طرف اس گناہ کی نسبت کی، ان کی تعداد اٹکیوں پر گنی جاسکتی ہے، ان ہی میں سے ایک واقعہ سیدنا ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کا بھی ہے، لیکن جوں جوں عہد نبوت سے بعد ہوتا ہو گیا اور ان سزاؤں کا نفاذ پس پشت ڈالا جاتا رہا تو ان معاشرے میں بے راہ روی کے واقعات روز افزوں ہونے لگے۔

- ۳۔ ان سزاؤں میں بھی اس قدر ہمدردی کا پہلو برقرار رکھا گیا ہے کہ اگر کسی شخص پر حد جاری کی جارہی ہو اور وہ پتھروں کی بوچھاڑ سے تنگ آ کر وہاں سے بھاگ جائے تو شریعت اس بات کی ترغیب دیتی ہے کہ اس کا پیچھا چھوڑ دیا جائے، ہمدردی کے اس نوع کے بہت سے پہلو اور بھی گنوائے جاسکتے ہیں جن سے دوسرے آئین اور قانون کی کتابیں خالی ہیں۔
- ۴۔ ثبوت زنا کے لیے چار عینی گواہوں کا ہونا ضروری ہے، اقرار جرم کی صورت میں ایک مرتبہ کا اقرار ایک گواہ کے مترادف قرار دے کر اس سے چار مرتبہ اعتراف کروایا جائے گا، اگر وہ چاروں مرتبہ اعتراف کر لے تو اس پر سزا جاری کر دی جائے گی بصورت دیگر اس کا پیچھا نہیں کیا جائے گا۔
- ۵۔ ”ما عز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر لوگوں کی بہت بڑی جماعتوں پر یہ توبہ تقسیم کر دی جائے تو ان کی طرف سے قبول کر لی جائے۔“ اس ارشاد کے ذریعے آنحضرت ﷺ نے سیدنا معز رضی اللہ عنہ کی سعادت اور اس کی توبہ کی فضیلت کو ظاہر فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ جو اس مغفرت اور رحمت کو لازم کرتی ہے جس کا دامن مخلوق خدا کی ایک بہت بڑی جماعت پر سایہ فگن ہو سکتا ہے۔
- ۶۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کو پتھروں سے رجم کر کے مار دیا گیا ہو اس شخص کو کفن بھی دیا جائے گا، نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گا اور دفن بھی کیا جائے گا۔

{ مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دے تو اس کو بھی قصاصاً قتل کیا جائے گا }

۸۵۵۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَضَىٰ فِي رَجُلٍ مِنْ بَنِي ذُبْيَانَ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْحَيْرَةِ أَنْ يُدْفَعَ إِلَىٰ وَلِيِّهِ قَالَ فَقِيلَ لَهُ أَقْتُلْ حَنِيفًا قَالَ حَتَّىٰ يَجِيئَ الْغَضَبُ ثُمَّ قَتَلَهُ فَكَتَبَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعْدَ ذَلِكَ حِذْنَ بَلْعِهِ أَنَّهُ مِنْ فُرْسَانَ النَّاسِ فَأَحَبَّ أَنْ يَفْدِيَهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بنی ذبیان کے ایک (مسلمان) آدمی کے بارے میں جس نے مقام حیرہ کے ایک عیسائی باشندے کو قتل کر دیا تھا یہ فیصلہ دیا کہ اس قاتل کو مقتول کے وارث کے سپرد کر دیا جائے (وہ جاہے تو چاہے تو اسے قصاص میں قتل کر دے اور چاہے تو معاف کر دے، چنانچہ وہ قاتل مقتول کے بھائی حنین کے حوالے کر دیا جائے گیا) اور حنین سے کہا گیا کہ اس کو قتل کر دو، راوی کہتے ہیں یہاں تک کہ اس کو غصہ آ گیا تو اس نے قتل کر دیا۔ پھر جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ قاتل (مسلمانوں کے) شہسواروں میں سے ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر اپنے گورنر کی طرف خط لکھا اور یہ پسند کیا کہ اس کی دیت ادا کر دی جائے (مگر آپ رضی اللہ عنہ کا خط ان کے پاس آیا اس حال میں کہ اس کو قتل کر دیا گیا تھا)۔

كتاب الآثار روايه الامام محمد: ٥٩٨ باب ديه المعاهد، جامع المسانيد للخوازمي: ج ٢ ص ٨٤٨ ح ١٠١٠، كتاب الحجج: ٣/ ٣٥٥-٣٥٦، مصنف عبد الرزاق: ١٨٥١٥، مصنف ابن أبي شيبة: ٢٤٣٦٤، ٢٤٣٦٦، ٢٤٣٦٣، ٢٤٣٤٠، شرح معاني الآثار للطحاوي: ٣/ ١٩٦.

صحیح ہے۔ (واخرجه ابن ابی شیبۃ مختصراً عن وکیع عن ابی الاشہب عن ابی نصرۃ حدثنا ان
عمر.... فذکرہ۔ واکخرجه ابن ابی شیبۃ والطحاوی من طریق عبد الملک بن میسرۃ عن النزال بن
سبرۃ قال قتل رجل من فرسان اهل الکوفۃ عبادیا من اهل الحیرۃ فکتب عمر ان اقیدوا...
(فذکرہ)

امام محمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر مسلمان شخص کسی ذمی کو عہد امارہ دے تو اسے (قصاص میں) اس کے بدلے قتل کر دیا جائے گا، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

{عورت پر زنا کے گواہوں کا بیان جن میں ایک شوہر بھی ہو}

٨٥٦. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِذَا شَهِدْتَ الشُّهُودَ عَلَى امْرَأَةٍ بِالزَّانَا أَغْدُهُمْ زَوْجَهَا رَجْمًا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب عورت پر زنا کے گواہ کو اسی دے دیں جن میں ایک گواہ اس کا شوہر بھی ہو تو عورت کو سنگسار کر دیا جائے گا۔

اس کی سند صحیح ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ہمارا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اگر اس کے شوہر نے اس

سے صحبت کر لی ہو تو اسے سنگسار کیا جائے گا اور اگر اس نے دخول نہ کیا ہو تو اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے۔

(کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۲۲)

{ قاضی شریح رحمہ اللہ نے اس آدمی کی گواہی قبول کر لی جس کا چوری کے جرم میں ہاتھ کاٹا گیا تھا }

۸۵۷. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَامِرٍ عَنْ شُرَيْحٍ أَنَّ رَجُلًا مِّنْ بَنِي أَسَدٍ قُطِعَ فِي سَرَقَةٍ ثُمَّ تَابَ فَحُسِّنَتْ تَوْبَتُهُ ثُمَّ شَهِدَ عِنْدَ شُرَيْحٍ بِشَهَادَةٍ فَقَالَ أَتَجِيزُ شَهَادَتِي قَالَ نَعَمْ وَأَرَاكَ لِذَلِكَ أَهْلًا.

امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ امام شریح رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں فرمایا بنو اسد کے ایک شخص نے جس کا چوری کرنے کے جرم میں ہاتھ کاٹا گیا تھا پھر اُس نے بہت اچھی توبہ کر لی تھی (کسی معاملے میں) شریح رحمہ اللہ کے پاس گواہی دینی چاہی تو اُس نے شریح رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا آپ میری گواہی قبول کریں گے؟ شریح رحمہ اللہ نے فرمایا: جی ہاں! میں آپ کو اس کا اہل سمجھتا ہوں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۵۳ باب فہادۃ الحدود، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۲ ص ۷۵، مصنف عبدالرزاق:

۱۳۵۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۸۹۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں ہر وہ شخص جسے چوری یا زنا وغیرہ کی حد لگی ہو وہ اگر توبہ کر لے تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی سوائے اس کے جسے حد قذف (تہمت) لگی ہو اس لئے کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں {وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا} (النور: ۴) ”اور اُن کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔“

{ نبیذ سے نشہ ختم کر دیا جائے تو پینا جائز ہے }

۸۵۸. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخَذَ رَجُلًا سَكْرَانًا فَأَرَادَ أَنْ يَجْعَلَ لَهُ مَخْرَجًا فَأَبَى إِلَّا ذَهَابَ عَقْلٍ فَقَالَ اخْبِسُوهُ فَإِذَا صَحَا فَاضْرِبُوهُ

ثُمَّ أَخَذَ فَضْلٌ إِذَا وَتِيهِ فَذَاقَهُ فَقَالَ أَوْهَ هَذَا عَمِلَ بِالرِّجَالِ الْعَمَلُ فَكَسَرَهُ فَشَرِبَ وَسَقَى أَصْحَابَهُ
وَقَالَ هَكَذَا اصْنَعُوا بِشَرَابِكُمْ إِذَا غَلَبَكُمْ شَيْطَانُهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اس حال میں پکڑا کہ وہ نشہ میں تھا، عمر رضی اللہ عنہ اس کیلئے بچنے کی کوئی صورت نکالنے چاہتے تھے لیکن جب یہ نہ ہو سکا اور وہ نشہ میں مست ہی رہا تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو قید کر دو جب ہوش میں آجائے تو اس کو کوڑے مارنا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے برتن میں میں موجود باقی ماندہ مشروب کو لے کر اسے چکھا (وہ نشہ آور نبیذ تھی)، آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے اوپر پانی بہا کر اس کے نشہ کے اثر کو توڑ دیا پھر خود پی اور اور اپنے ساتھیوں کو بھی پلائی اور پھر فرمایا جب اس کا شیطان تم پر غالب آئے تو اپنے مشروب کے ساتھ اسی طرح کرو (یعنی پانی سے اس کے نشہ کے اثر کو توڑ دیا کرو)

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ج ۲ ص ۷۰۶ ح ۸۴۵ باب النبذ الشدید، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۱۹۲ ح

۱۳۵۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۰۱۵۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه عبدالرزاق (۱۵۰۱۵) عن ابن جریج قال اخبرني اسماعيل ان رجلا عب في شراب نبذ لعمر بن الخطاب رضي الله عنه بطريق المدينة فسكر فتركه عمر حتى أفاق فحده ثم لأوجه عمر بالهاء فشرب منه قال ونبذ نافع بن عبد الحارث لعمر بن الخطاب رضي الله عنه في المزاد وهو عامل مكة فاستأخر عمر حتى عدا الشراب طوره ثم عدا فدعا به عمر فوجده شديدا فصنعه في الجفان فأوجه بالهاء ثم شرب وسقى الناس. وخرجه عبدالرزاق (۱۵۰۱۶) عن ابن جریج قال سمعت عبد الله بن أبي مليكة يحدث قال حدثني وهب بن الاسود قال أخذنا زبيبا من زبيب البطاهر فأكثرنا منه في اداوانا وأقللنا الماء فلم يلق عمر حتى عدا طوره فلما لقوا عمر قال هل من شراب؟ قال قلنا نعم يا امير المؤمنين فأخبروه هذه القصة وان قد عدا طوره قال أرونيہ فذاقه فوجده سديدا فكسره بالهاء ثم شرب.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۴۵)

{سیدنا علیؑ کو سیدنا ابوبکرؓ و سیدنا عمرؓ سے افضل کہنے والے کو دردناک سزا دی جائے}

۸۵۹. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ رَجُلًا أَتَى عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا خَيْرًا مِنْكَ فَقَالَ لَهُ هَلْ رَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ رَأَيْتَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ لَا قَالَ لَوْ أَخْبَرْتَنِي أَنَّكَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ ضَرَبْتُ عُقُوبَةَ وَلَوْ أَخْبَرْتَنِي أَنَّكَ رَأَيْتَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَا وَجَعْتُكَ عُقُوبَةً.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ: ”میں نے آپ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔“ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا کہ کیا تو نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا تو سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ (یہ سن کر) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”کہ اگر تو مجھے یہ خبر دیتا کہ تو نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ اور اگر تو مجھے یہ خبر دیتا کہ تو نے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے تو میں تجھے دردناک سزا دیتا۔“

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔

فائدہ:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ”لا اجد احداً فضلی علی ابی بکر وعمر الا جلدته حد المفتوی“ میں جسے پاؤں گا کہ مجھے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہتا ہے اسے الزام تراشی کی سزا کے طور پر کوڑے ماروں گا۔ (الاعتقاد والهدایۃ الی سبیل الرشاد للشیخ: ص ۵۸، المؤتلف والمختلف للدارقطنی: ج ۳ ص ۹۲) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان اس کثرت سے کیا ہے کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”وهذا متواتر عن علی رضی اللہ عنہ“ کہ تفصیل شیخین حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے۔ (تاریخ الاسلام للذہبی: ج ۳ ص ۱۱۵) نیز سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اس امت میں اس کے نبی ﷺ کے بعد افضل ابوبکر ہیں پھر عمر ہیں پھر عثمان ہیں پھر میں ہوں۔“ (تاریخ دمشق: ج ۵۹ ص ۷۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۹۹۲)



۱۳۔ کتاب السیر سیر سے متعلق احکام و مسائل

{ تین قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اللہ نے اپنے ذمے لے لیا ہے کہ جو اس سے مانگیں گے وہ عطا کرے گا }

۸۶۰۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ ابْنِ عَائِدٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: الْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ وَالْغَازِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَفَدَّ اللَّهُ دَعَاهُمْ فَأَجَابُوهُ، وَحَقُّ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُعْطِيَهُمْ مَا سَأَلُوا.

امام مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حج کرنے والا، عمرہ کرنے والا اور اللہ رب العزت کے راستے میں جنگ کرنے والا یہ سب اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دعوت دی انہوں نے اس دعوت پر لبیک کہا، اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے لیا ہے کہ انہیں وہ سب کچھ عطا کرے گا جو وہ اس سے مانگیں گے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۲۸۹۳، صحیح ابن حبان: ۴۶۱۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۵۵۶، شعب الایمان للبیہقی: ۳۸۱۳، موارد النظم الی زوائد ابن حبان: ۹۶۴، معجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۵۵۶، شعب الایمان للبیہقی: ۳۸۱۳، کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۱۰۳۱۰، باب القرآن وفضل الاحرام، معجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۵۵۶، شعب الایمان للبیہقی: ۳۸۱۳، سنن ابن ماجہ: ۲۸۹۳، صحیح ابن حبان: ۴۶۱۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۵۵۶، شعب الایمان للبیہقی: ۳۸۱۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه ابن ماجة وغيره موصولا من طريق عطاء بن السائب عن مجاهد عن ابن عمر

عن النبي ﷺ..... فذكره.)

امام ایوب بن عائذ بن مدج الطائی الکوفی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی اور سنن نسائی وغیرہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۱۷، تاریخ الثقات للعلی: ۱۳۰)

فائدہ:

یہ تین سفر بہت افضل ہیں کیونکہ ان افراد نے اللہ کی حکم کی تعمیل میں سفر کی مشقت برداشت کی ہے، اپنا ذاتی مقصد پیش نظر نہیں، اس لیے اللہ بھی ان کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔

{ جہاد پر روانہ ہونے والے مجاہدین کے لیے نبی ﷺ کی خصوصی ہدایات }

۸۶۱. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا بَعَثَ جَيْشًا أَوْ سَرِيَّةً يُوصِي صَاحِبَهُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ فِي خَاصَّةِ نَفْسِهِ وَأَوْصَاهُ بِمَنْ مَعَهُ خَيْرًا ثُمَّ قَالَ اغْزُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَبِسْمِ اللَّهِ قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ وَلَا تَغْلُوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلَيْدًا وَلَا تُمَثِّلُوا. وَإِذَا لَقَيْتُمْ عَدُوَّكُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُوهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَاقْبَلُوا مِنْهُمْ وَكُفُّوا عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُوهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْهَا إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ فَإِنْ أَبَوْا فَأَخْبِرُوهُمْ أَنَّكُمْ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ يَجْرِي عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللَّهِ الَّذِي يَجْرِي عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَلَيْسَ لَهُمْ مِنَ الْفَيْءِ وَالْغَنِيمَةِ نَصِيبٌ وَإِنْ أَبَوْا فَادْعُوهُمْ إِلَى إِعْطَاءِ الْجُزْيَةِ فَإِنْ قَبِلُوا ذَلِكَ فَاقْبَلُوا مِنْهُمْ وَكُفُّوا عَنْهُمْ وَإِنْ لَمْ يَقْبَلُوا ذَلِكَ فَقَاتِلُوهُمْ وَإِذَا حَصَرْتُمْ أَهْلَ حِصْنٍ فَلَا تُعْطُوهُمْ ذِمَّةَ اللَّهِ وَلَا ذِمَّةَ رَسُولِهِ وَلَكِنْ أَعْطُوهُمْ ذِمَّتَكُمْ وَذِمَّةَ آبَائِكُمْ فَإِنَّكُمْ إِنْ تَخْفِرُوا ذِمَّتَكُمْ أَهْوَنُ وَإِنْ أَرَادُوكُمْ عَلَى أَنْ يَنْزِلُوا عَلَى حُكْمِ اللَّهِ فَلَا تَفْعَلُوا وَلَكِنْ انْزِلُوهُمْ عَلَى حُكْمِكُمْ ثُمَّ احْكُمُوا فِيهِمْ مَا بَدَأَ لَكُمْ.

حضرت سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب کسی لشکر یا سریہ کو روانہ فرماتے تو اس کے امیر کو خاص طور پر اس کی اپنی ذات کے متعلق تقویٰ کی وصیت فرماتے اور اس کی معیت میں جو مسلمان ہوتے، اس کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی تاکید کرتے اور فرماتے اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستے میں جنگ کرو، جو آدمی اللہ کا انکار کرے اس سے جنگ کرو اور خیانت نہ کرو، عہد شکنی نہ کرو، لاشوں کا مثلہ نہ کرو، کسی بچے کو قتل نہ کرو، جب تمہارا اپنے دشمن مشرکوں سے مقابلہ ہو جائے تو پہلے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دو، اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو تم بھی ان سے قبول کرو اور ان سے جنگ نہ کرو اور ان کو دعوت دو کہ اپنا شہر چھوڑ کر مہاجرین کے گھروں میں چلے جائیں اگر وہ اپنا شہر چھوڑنے سے انکار کر دیں انہیں بتلا دو کہ پھر ان پر دیہاتی مسلمانوں کا حکم ہوگا، ان پر اللہ کے وہ احکام جاری ہوں گے جو کہ مومنوں پر جاری ہوتے ہیں اور انہیں مال غنیمت اور مال فتنے میں سے کوئی حصہ نہیں ملے

گا، اور اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیں تو انہیں جزیہ دینے کی دعوت دو، اگر وہ جزیہ دینے پر رضامند ہو جائیں تو ان کا جزیہ قبول کرو اور جنگ نہ کرو، اور اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کر دیں تو پھر ان سے لڑو۔ اور جب تم کسی قلعے کا محاصرہ کرو (قلعے والے تم سے اللہ کا ذمہ دینے کا مطالبہ کریں) تو تم انہیں اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری نہ دینا البتہ اپنی اور اپنے آباؤ اجداد کی ذمہ داری دے دینا، کیونکہ تم اپنی ذمہ داری کو توڑ دو، یہ اس سے زیادہ آسان ہے کہ تم اللہ کی ذمہ داری کو توڑ دو۔ اور اگر قلعہ والے تم سے یہ چاہیں کہ تم انہیں اللہ کے فیصلہ کی شرط پر ہتھیار ڈالنے دو تو تم ایسا نہ کرنا (کیونکہ تم نہیں جانتے کہ ان کے بارے میں اللہ کا فیصلہ ٹھیک ٹھیک معلوم کر سکو گے کہ نہیں) البتہ تم ان کو اپنے فیصلہ کی بنیاد پر ہتھیار ڈالنے کو کہو اور اس کے بعد ان کے بارے میں جو فیصلہ چاہو کرو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۶۹ باب الجہاد فی سبیل اللہ وان یدعون لم یبلغ الدعوة، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحسکی: ۳۱۹، جامع المسانید للنواری: ج ۲ ص ۲۹۱ ح ۱۶۵۳، صحیح مسلم: ۱۷۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۰۵۳، مستخرج ابی عوانہ: ۶۳۹۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۰۳۰، مسند البزار: ۴۳۵۵، مصنف عبدالرزاق: ۹۳۲۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

- ۱۔ امام ابو الحارث علقمہ بن مرثد حضرمی کو فی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۱۶۲)
- ۲۔ امام سلیمان بن بریدہ بن حصیب اسلمی مروزی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۲۳۹۵)
- ۳۔ سیدنا بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

۸۶۲. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ.

یہ حدیث ایک دوسرے طریق سے بھی سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۶۹ باب الجہاد فی سبیل اللہ وان یدعون لم یبلغ الدعوة، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحسکی:

۳۱۹، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۲۹۱ ح ۱۶۵۳، صحیح مسلم: ۱۷۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۰۵۴، مستخرج ابی عوانہ: ۶۳۹۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۰۳۰، مسند البزار: ۴۳۵۵، مصنف عبدالرزاق: ۹۳۲۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۸۶۳. قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَوْحِ بْنِ مُسَافِرٍ عَنْ مُقَاتِلِ بْنِ حَبَّانٍ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ هَيْصَمٍ عَنِ الثُّعْمَانِ بْنِ الْمُقَرَّرِ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا بَعَثَ أَمِيرًا عَلَى جَيْشٍ أَوْ سَرِيَّةٍ أَوْ صَاهُ فِي خَاصَّةٍ نَفْسِهِ بِتَقْوَى اللَّهِ وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا ثُمَّ قَالَ لَهُمْ اغْزُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَبِسْمِ اللَّهِ قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ وَلَا تَغْلُوا وَلَا تَغْدِرُوا وَلَا تُمَثِّلُوا وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيَدًا. وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ أَوْ ثَلَاثِ خِلَالٍ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ قَبِلُوا فَكُفُّوا عَنْهُمْ وَاقْبَلْ مِنْهُمْ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ. وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا لَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ وَأَنَّ عَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ. وَإِنْ دَخَلُوا فِي الْإِسْلَامِ وَاخْتَارُوا دَارَهُمْ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ يَجْرِي عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللَّهِ مَا يَجْرِي عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَلَا يَكُونُ لَهُمْ مِنَ الْفَيْءِ وَالْغَنِيمَةِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَهُمْ وَإِنْ أَبَوْا فَادْعُهُمْ إِلَى إِعْطَاءِ الْجُزْيَةِ فَإِنْ قَبِلُوا فَكُفَّ عَنْهُمْ وَاقْبَلْ مِنْهُمْ ذَلِكَ، وَإِنْ أَبَوْا فَاسْتَعِنَ بِاللَّهِ عَلَيْهِمْ وَقَاتِلْهُمْ وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوا أَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللَّهِ وَذِمَّةَ رَسُولِهِ فَلَا تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللَّهِ وَلَا ذِمَّةَ رَسُولِهِ وَلَكِنْ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَّةَ أَصْحَابِكَ خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَخْفِرَ ذِمَّةَ اللَّهِ وَذِمَّةَ رَسُولِهِ. وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوا أَنْ يَنْزِلُوا عَلَى حُكْمِ اللَّهِ فَلَا تَجْعَلَ لَهُمْ حُكْمَ اللَّهِ وَلَكِنْ اجْعَلْ لَهُمْ حُكْمَكَ وَحُكْمَ أَصْحَابِكَ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي هَلْ تُصِيبُ فِيهِمْ حُكْمَ اللَّهِ أَمْ لَا، قَالَ مُقَاتِلٌ فَنَظَرْتُ قِيَمَاتِيحَ مِنْ أَرْضِ خَرَّاسَانَ فِي عَهْدِ عُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَلَمْ أَجِدْ فِي شَيْءٍ مِنْهَا ذِمَّةَ اللَّهِ وَلَا ذِمَّةَ رَسُولِهِ إِلَّا ذِمَّةَ الْإِمَامِ وَأَصْحَابِهِ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ.

حضرت سیدنا ثعمان بن مقرن مزی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ جب کسی لشکر یا سریہ پر کسی کو امیر بنا کر بھیجتے تو اس کے امیر کو خاص طور پر اس کی اپنی ذات کے متعلق تقویٰ کی وصیت فرماتے اور اس کی معیت میں جو

مسلمان ہوتے، اس کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی تاکید کرتے اور فرماتے اللہ کا نام لے کر اللہ کے راستے میں جنگ کرو، جو آدمی اللہ کا انکار کرے اس سے جنگ کرو اور خیانت نہ کرو، عہد شکنی نہ کرو، لاشوں کا مثلہ نہ کرو، کسی بچے کو قتل نہ کرو، جب تمہارا اپنے دشمن مشرکوں سے مقابلہ ہو جائے تو ان کو تین باتوں کی دعوت دینا، پہلے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا، اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو تم بھی ان سے قبول کرو اور ان سے جنگ نہ کرو اور ان کو دعوت دو کہ اپنا شہر چھوڑ کر مہاجرین کے گھروں میں چلے جائیں اور ان کو خبر دے دو کہ اگر وہ اس طرح کر لیں تو جو مہاجرین کو مل رہا ہے وہ انہیں بھی ملے گا اور ان کی وہ ذمہ داریاں ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں اگر وہ اسلام میں تو داخل ہو جائیں مگر اپنے گھروں کو اختیار کر لیں (یعنی ہجرت کرنے کے لیے تیار نہ ہوں) تو انہیں جلا دو کہ پھر ان پر دیہاتی مسلمانوں کا حکم ہوگا اور ان پر اللہ کے وہ احکام جاری ہوں گے جو کہ مومنوں پر جاری ہوتے ہیں اور انہیں جہاد کے بغیر مال غنیمت اور مال فتنے میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا، اور اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیں تو انہیں جزیہ دینے کی دعوت دو، اگر وہ جزیہ دینے پر رضامند ہو جائیں تو ان کا جزیہ قبول کرو اور جنگ نہ کرو، اور اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کر دیں تو پھر اللہ سے مدد طلب کرو اور ان سے لڑو۔ اور جب تم کسی قلعے کا محاصرہ کرو اور قلعے والے تم سے اللہ کا ذمہ دینے کا مطالبہ کریں تو تم انہیں اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری نہ دینا البتہ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی ذمہ داری دے دینا، کیونکہ تم اپنی اور اپنے ساتھیوں کی ذمہ داری کو توڑ دو، یہ اس سے زیادہ آسان ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری کو توڑ دو۔ اور جب تم کسی قلعے کا محاصرہ کرو اور قلعے والے تم سے یہ چاہیں کہ تم انہیں اللہ کے فیصلہ کی شرط پر ہتھیار ڈالنے دو تو تم ایسا نہ کرنا البتہ تم ان کو اپنے اور اپنے ساتھیوں کے فیصلہ کی بنیاد پر ہتھیار ڈالنے کو کہو، کیونکہ تم نہیں جانتے کہ ان کے بارے میں اللہ کا فیصلہ ٹھیک ٹھیک معلوم کر سکو گے کہ نہیں؟ (راوی حدیث) مقاتل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں سرزمین خراسان سے ہونے والی فتوحات کو دیکھا تو مجھے ان میں بھی کوئی ایسی فتح نہیں ملی جس میں اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری دی گئی ہو البتہ امام اور اس کی معیت میں جو مسلمان ہوتے ان کی ذمہ داری دی گئی ہے۔

تحقیق:

حسن ہے۔

- ۱۔ ابو بشر روح بن مسافر بصری رحمہ اللہ روایت حدیث میں منکلم فیہ راوی ہیں (دیکھئے: لسان المیزان (۱۸۸۵) وغیرہ) مگر ان کی امام بنی بن آدم رحمہ اللہ نے متابعت کر رکھی ہے۔ (دیکھئے: صحیح مسلم: ۱۷۳۱)
- ۲۔ امام ابو بسطام مقاتل بن حیان بھٹی بنی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۱۶۰)

۳۔ امام مسلم بن ہشیم عبدی رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن ابی داؤد سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۵۹۴، الثقات: ۵۳۹۴)

۴۔ سیدنا نعمان بن مقرن مزی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔ (تقریب: ۷۱۶۲)

فوائد و مسائل:

۱۔ اس حدیث میں اس ضابطے کا اظہار کیا گیا ہے جو اسلام کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرنے کے سلسلے میں شریعت نے نافذ کیا ہے اور وہ ضابطہ یہ ہے کہ جب دشمنان اسلام سامنے آئیں تو سب سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو، اگر وہ اس دعوت کو قبول نہ کریں تو ان سے یہ مطالبہ کرو کہ جزیہ ادا کر کے اسلامی مملکت کے وفادار شہری بن جاؤ۔ اور اگر اس پر بھی تیار نہ ہوں تو پھر آخری صورت یہ ہے کہ ان کے خلاف جہاد کرو۔

۲۔ آنحضرت ﷺ نے جو یہ حکم فرمایا کہ اگر وہ لوگ اسلام کی دعوت قبول کر لیں تو ان کو ہجرت کرنے کی دعوت دو، تو بعض حضرات کے نزدیک اس حکم کی بنیاد یہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے ہجرت کرنا اسلام کا ایک رکن تھا۔

۳۔ ”جو مہاجرین کو مل رہا ہے وہ انہیں بھی ملے گا اور ان کی وہ ذمہ داریاں۔۔۔ الخ“ یعنی مدینہ کے مہاجرین کو جو ثواب و فضیلت اور مال فے کا جو استحقاق حاصل ہے یہی سب کچھ انہیں بھی حاصل ہوگا اور جو شرعی ذمہ داریاں مہاجرین مدینہ پر عائد ہوتی ہیں وہ ان پر بھی عائد ہوں گی۔

۴۔ دیہاتی مسلمانوں سے مراد وہ مسلمان ہیں جو دارالاسلام کے دیہات و جنگلات میں رہتے ہوں نہ کہ دارالکفر میں بسنے والے دیہاتی مسلمان۔

۵۔ اپنے اور اپنے ساتھیوں کے دیئے ہوئے عہد امان کو توڑ دینے کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے عہد امان دو گے اور وہ (کفار) اس عہد امان کو کسی وقت توڑ دیں، بایں طور پر کہ وہ ان شرائط کو پورا کرنے سے انکار کر دیں جن کی بنیاد ان کو وہ عہد امان ملا ہے تو اس صورت میں تمہارے لئے ان کے تین کوئی فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے گا، تا آنکہ تمہیں وحی اور باررسانت کے ذریعے ان کے حق میں کوئی فیصلہ کرنے کی اجازت دی جائے جو اس وقت ممکن نہیں ہوگا، کیونکہ تم وحی نازل ہونے کی جگہ یعنی دربار رسالت سے دور ہو گے۔

اس کے برخلاف اگر تم ان کو اپنی اور اپنے رفقاء جہاد کی طرف سے عہد امان دو گے اور وہ شرائط و معاہدے کی خلاف ورزی کر کے اس عہد امان کو توڑ دیں گے تو اس صورت میں تمہارے لئے ان کے تین فیصلہ کرنا مشکل نہیں ہوگا کہ تم ان کا پھر محاصرہ کر کے چاہے تو ان کو قتل کر دو گے، چاہے جزیہ کا مطالبہ کر دو گے، چاہے ان کو قیدی بنالو گے اور یا ان کے علاوہ ان کے خلاف از روئے مصلحت جو بھی اقدام کرنا جاوے اس میں تمہیں مکمل اختیار حاصل ہوگا۔

{ غنیمت سے خمس سے اضافی مال مسلمانوں میں تقسیم کرنا مستحب ہے }

۸۶۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يُحِبُّ لِلْإِمَامِ أَنْ يُنْقَلَ لِغَيْرِي النَّاسِ وَأَمَّا النَّقْلُ وَالْقَوْمُ فِي الْقِتَالِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ حصہ سے زائد مال دینے کو مستحب سمجھتے تھے تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں کو دشمنوں کے خلاف ابھارا جاسکے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۷۲ باب الغنیمۃ والنفل، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۲ ص ۹۵ ح ۱۶۵۷ الباب السابع والثلاثون فی السیر۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار: ۸۷۲)

{ کھیتی کرنے کے قابل زمینوں، انگور اور کھجور کے باغات پر کتنا مالیہ عائد کیا جائے؟ }

۸۶۵. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الثَّقَفِيِّ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ فَرَضَ عَلَى كُلِّ أَرْضٍ تَصْلُحُ لِلزَّرْعِ دِرْهَمًا وَقَفِيزًا عَلَى الْجَرِيبِ وَعَلَى الْكَرْمِ عَشْرَةَ دَرَاهِمَ وَعَلَى الرُّطَبَةِ خَمْسَةَ دَرَاهِمَ وَأَهْدَرَ النَّخْلِ.

۸۶۶. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ نَحْوًا مِمَّنْ ذَلِكَ وَلَمْ يَذْكُرِ الْأَقْفِزَةَ لِأَنَّهَا لَا تَصْلُحُ لِلزَّرْعِ.

حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کھیتی کرنے کے قابل ہرزمین پر فی جریب ایک درہم اور قفیز (غلہ)، انگور کے باغات پر فی جریب دس درہم، اور کھجور کے باغات پر پانچ درہم کے حساب سے مالیہ (جزیہ) عائد کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الخراج لابن یوسف: ۸۶، الاموال لابن زنجویہ: ۲۶۳، الاموال للقاسم بن سلام: ۱۷۵، تاریخ بغداد: ج ۱ ص ۴۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه ابو یوسف فی کتاب الخراج من طرق عن عمر بہ۔)

{ کافروں نے مسلمان کا سامان چھین لیا، پھر مسلمانوں ان سے دوبارہ حاصل کر لیں تو

مالک زیادہ حق رکھتا ہے }

۸۶۷. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِذَا أَخْرَزَ الْعَدُوُّ الْعَبْدَ الْمَتَاعَ لِرَجُلٍ فَأَصَابَهُ الْمُسْلِمُونَ فَإِنْ أَصَابَهُ مَوْلَاةٌ قَبْلَ الْقِسْمَةِ أَخَذَهُ بِغَيْرِ شَيْءٍ وَإِنْ وَجَدَكَ بَعْدَ الْقِسْمَةِ أَخَذَهُ بِالْقِسْمَةِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب دشمن (کفار) کسی (مسلمان) آدمی کا غلام اور سامان چھین لیں پھر مسلمان اسے ان سے دوبارہ حاصل کر لیں اور اس کا آقا اسے مسلمانوں میں تقسیم ہونے سے پہلے پالے تو وہ اسے کچھ ادا کئے بغیر لے لے گا اور اگر تقسیم کے بعد پائے تو قیمت ادا کر کے لے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۷۴ باب الغنیمۃ والنفل، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۲۹۷ ح ۱۶۶۵، مصنف

عبدالرزاق: ۹۳۶۳، سنن سعید بن منصور: ۲۸۰۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۷۴)

۸۶۸۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بِمِثْلِ ذَلِكَ .

(ایک دوسرے طریق سے بھی) امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے اسی طرح مروی ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۸۷۳ باب الغنیمۃ والنفل، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۲ ص ۲۹۷ ح ۱۶۶۵، مصنف عبد الرزاق: ۹۳۶۳، سنن سعید بن منصور: ۲۸۰۱۔

تخریج:

اس کی سند صحیح ہے۔ (قلت لعل الحديث الاول من غير طريقه فذكر الامام فيه يكون من بعض النساخ وكذلك اسقاط شيخ ابی يوسف والا فلا وجه للتحويل، والله اعلم.)

{ کافروں نے مسلمان کا غلام چھین لیا، پھر مسلمانوں ان سے دوبارہ حاصل کر لیں تو مالک

{ زیادہ حق رکھتا ہے }

۸۶۹۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْعَبْدِ يُحْرِزُهُ الْعَدُوُّ فَظَهَرَ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ إِنَّ وَجَدَهُ صَاحِبُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْسَمَ فَهُوَ لَهُ يَأْخُذُهُ وَإِنْ وَجَدَهُ قَدْ اقْتَسَمَ أَخَذَهُ بِالثَّمَنِ وَكَذَلِكَ الْمَتَاعُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے غلام کے بارے میں فرمایا کہ اسے دشمن چھین لیں پھر اس کے بعد مسلمان اس پر غالب ہو جائیں اور اس کا مالک اسے مسلمانوں میں تقسیم ہونے سے پہلے پالے تو وہ اسی کا ہے وہ اسے لے گا اور اگر تقسیم کے بعد پالے تو قیمت ادا کر کے لے گا عیسیٰ حکم سامان کا ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۸۷۳ باب الغنیمۃ والنفل، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۲ ص ۲۹۷ ح ۱۶۶۵، مصنف عبد الرزاق: ۹۳۶۳، سنن سعید بن منصور: ۲۸۰۱۔

تخریج:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر جہاد پر جانا رسول اکرم ﷺ کو پسند نہیں ہے }

۸۶۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ إِنِّي أَتَيْتُكَ لِأَجَاهِدَ مَعَكَ وَتَرَكْتُ وَالِدَيَّ يَبْكِيَانِ قَالَ انْطَلِقْ فَأُضِغْهُمَا كَمَا أَبْكَيْتَهُمَا.

محمد بن سوقة رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے حاضر ہوا ہوں میں نے اپنے والدین کو روتا چھوڑ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”واپس جا کر انہیں اسی طرح ہنساؤ (خوش کرو) جس طرح انہیں رلایا ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۸۸۴ باب صلۃ الرحم و بر الوالدین، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۲۸۸ ح ۱۶۵۰۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (اخرجه الخوارزمی من طریق ابی حنیفۃ عن محمد بن شوکہ عن ابی قیس البجلی مولی جریر بن عبداللہ البجلی ان رجلاً... فذکرہ. وفي الباب عن عبداللہ بن عمرو عند احمد (۶۴۹۰) والبخاری (۴۰۰۴) ومسلم (۲۵۲۹).)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں نہیں جانا چاہیے الا یہ کہ مسلمان اس کے لئے مضطر ہوں تو اگر ایسے شدید اضطراری حالات ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۸۸۴)
- ۲۔ والدین کو پریشان اور غمگین کرنے سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔
- ۳۔ والدین کو پریشان کرنے کا کفارہ یہ ہے کہ ایسا کام کیا جائے جس سے وہ خوش ہو جائیں۔

{ سفر میں قصر کا بیان }

۸۶۱. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَلَّى يَمْنَى أَرْبَعًا فَبَلَغَ ذَلِكَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ نَهَى لِلصَّلَاةِ مَعَ عُثْمَانَ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ أَصْحَابِهِ أَتُصَلِّي مَعَهُ وَقَدْ اسْتَرْجَعْتَ؟ قَالَ الْخُلَافُ شَرٌّ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ کے میدان میں چار رکعات پڑھائیں، پس

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات پہنچی تو انہوں نے {انا للہ وانا الیہ راجعون} کہا پھر (اتفاقاً ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابن مسعود رضی اللہ عنہ منیٰ میں تھے اور نماز کا وقت ہو گیا تو) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو آپ کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ آپ ان کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتے ہیں جبکہ اس سے پہلے تو آپ نے اس پر {انا للہ وانا الیہ راجعون} کہا تھا؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا کہ اختلاف کرنا برا کام ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۰۸۴، صحیح مسلم: ۶۹۵، سنن ابی داؤد الطیالسی: ۳۱۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۹۵۳، سنن الدارمی: ۱۹۱۶، مسند السراج: ۱۳۹۶، مستخرج ابی عوانہ: ۲۳۴۷، ۳۵۰۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۳۹۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۴۳۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه ابو داؤد (۱۹۱۰) موصولاً من طریق الاعمش عن ابراهیم عن عبدالرحمن بن یزید قال صلی عثمان... فذکرہ۔)

سنن ابی داؤد وغیرہ کی روایت میں اس حدیث کی سند یوں ہے:

عن الاعمش عن ابراهیم عن عبدالرحمن بن یزید قال صلی عثمان... الخ۔ (سنن ابی داؤد: ۱۹۱۰)

فائدہ:

سفر کی حالت میں دو ہی رکعتیں پڑھنی جائیں گی۔ باقی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مذکورہ عمل کے بارے میں مختلف اسباب ذکر کئے گئے ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں گھر بنالیا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا کہ جس شہر میں انسان گھر بنا لے اس شہر میں پوری چار رکعات پڑھنی چاہیے۔ اور ایک سبب یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اس سال نئے لوگ زیادہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ کو خوف ہوا کہ کہیں یہ لوگ (حضر میں بھی) اسی کو سنت نہ بنالیں، لہذا آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی تعلیم کی غرض سے اقامت کی نیت کر کے اتمام کو مناسب سمجھا۔

سفر میں قصر نماز کے متعلقہ چند احادیث دیگر کتب احادیث سے مع التحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهَا قَالَتْ فَرَضَتِ الصَّلَاةَ رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَأَقْرَبُ صَلَاةِ السَّفَرِ وَزَيْدٌ فِي صَلَاةِ الْحَضَرِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۸۱۲)

☆ ☆ نبی ﷺ کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سفر اور حضر کی نماز دو دور کعتیں ہی فرض ہوئی تھیں، پھر سفر کی نماز کو برقرار رکھی گئی اور حضر کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا۔ اسے شیخین (مسلم: ۶۸۵، بخاری: ۳۹۳۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۸۵، صحیح البخاری: ۳۹۳۵، سنن ابی داود: ۱۱۹۸، سنن النسائی: ۴۵۳، ۴۵۵، مؤطا مالک: ۴۸۶، مؤطا امام محمد: ۱۸۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۶۶، مسند اسحاق بن راہویہ: ۵۷۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۹۶۷، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۶۳۸، مسند السراج: ۱۳۸۰۔

اور بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يحيى بن يحيى قال قرأت على مالك عن صالح بن كيسان عن عروة بن الزبير عن عائشة زوج النبي ﷺ..... الخ. (صحیح مسلم: ۶۸۵)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ ابتداء میں تو نماز کی دو دور کعتیں فرض کی گئی تھیں لیکن بعد میں ظہر، عصر و عشاء کی چار چار رکعت فرض قرار دے دی گئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں چار رکعت والی نماز کو دو رکعت پڑھنا چار رکعت مشروع ہونے کے بعد رخصت نہیں ہے بلکہ اصل میں مشروع ہی دو رکعتیں ہیں اس لئے قصر عزیمت یعنی لازم ہے نہ کہ رخصت۔ اس سے اہلسنت والجماعت احناف کے مسلک کی تائید ہوتی ہے لہذا اگر کوئی حالت سفر میں جب کہ اس پر قصر لازم ہو، پوری چار رکعت پڑھے گا اور پہلے قعدہ میں بیٹھے گا تو وہ برا کرے گا اور اس کی زائد دو رکعت نقل ہو جائیں گی، اور اگر کوئی شخص چار رکعت اس طرح پڑھے گا کہ پہلے قعدہ میں نہ بیٹھے گا کہ حکماً وہی قعدہ اخیرہ ہے تو اس کی فرض نماز باطل ہو جائے گی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَرَضَ اللَّهُ الصَّلَاةَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ ﷺ فِي الْحَضَرِ أَرْبَعًا وَفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (آثار السلف: ۸۱۴)

☆ ☆ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے تمہارے نبی ﷺ کی زبان پر نماز فرض کی ہے۔ حضر میں چار رکعتیں، سفر میں دو رکعتیں اور خوف میں ایک رکعت۔ اسے مسلم (۶۸۷) نے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۸۷، سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۸، سنن ابی داود: ۱۲۴۷، سنن النسائی: ۴۵۶، سنن سعید بن منصور: ۴۵۰۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۷۷، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۳۴۶، صحیح ابن خزيمة: ۳۰۴، مسند السراج: ۱۳۸۶، مستخرج ابی عوانہ: ۲۳۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۳۵۱

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا يحيى بن يحيى وسعيد بن منصور وابو الربيع وقتيبة بن سعيد قال يحيى اخبرنا وقال الآخرون حدثنا ابو عوانة عن بكير بن الاخنس عن مجاهد عن ابن عباس..... الخ.

(صحیح مسلم: ۶۸۶)

فوائد و مسائل:

(۱)۔ یہ حدیث بھی سرتج دلیل ہے کہ سفر کی حالت میں دو ہی رکعتیں پڑھی جائیں پوری نماز نہ پڑھی جائے۔

(۲)۔ ”اور خوف میں ایک رکعت“ اس کا مطلب یہ ہے کہ دو گانہ یا حکمی امام کے ساتھ پڑھنے کے سلسلے میں یہ طریقہ اختیار کیا جائے

کہ ایک رکعت تو امام کے ساتھ پڑھی جائے اور ایک رکعت تنہا پڑھی جائے جیسا کہ خوف کی حالت میں آنحضرت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے نماز پڑھنے کا طریقہ احادیث صحیحہ میں ثابت ہے، اور شہر میں مطلقاً خوف کی حالت میں چار رکعتیں اور تین رکعتیں اس طرح پڑھی جائیں کہ امام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھی جائیں اور بقیہ تنہا پڑھی جائیں۔

وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَاةُ السَّفَرِ رَكْعَتَانِ وَصَلَاةُ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَانِ وَالْفِطْرِ رَكْعَتَانِ وَالْأَضْحَى رَكْعَتَانِ تَمَامٌ غَيْرُ قَصْرِ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ . رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۸۱۵)

☆☆ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ”سفر کی نماز دو رکعت ہے، جمعے کی نماز دو رکعت ہے، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز دو رکعت ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے ارشاد کے مطابق یہ مکمل ہیں، قصر نہیں۔“ اسے ابن ماجہ (۱۰۶۳) نسائی (۱۳۲۰) اور ابن حبان (ج ۱ ص ۱۷۹) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۳، سنن النسائی: ۱۳۲۰، صحیح ابن خزيمة: ۱۳۲۵، مسند ابی داود الطیالسی: ۳۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۸۱۵۶، ۵۸۵۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۷، المستدرک من مسند عبد بن حمید: ۲۹، مسند البزار: ۳۳۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۷۳۵، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۴۱۔

اور اسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبد الله بن نمير قال حدثنا محمد بن بشر قال انما نأخذ يزيد بن ابی الجعد عن زبيد عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن كعب بن عجرة عن عمر..... الخ. (سنن ابن ماجہ: ۱۰۶۳)

یہ حدیث بلا غبار بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ یزید بن ابی الجعد کی امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے متابعت کر رکھی ہے۔

(دیکھئے: مسند ابی داود الطیالسی: ۴۸) نیز احناف کے مخالفین میں سے بھی بہت سارے حضرات جیسے ناصر الدین البانی، زبیر علی زئی اور شعیب ارناؤط وغیرہ نے بھی اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن ابن ماجہ بتحقیق البانی: ۱۰۶۳، سنن ابن ماجہ بتحقیق الزبیر: ج ۲ ص ۱۷۵، مسند الامام احمد بتحقیق الشعیب: ۲۵۷)

فائدہ:

یہ حدیث بھی صریح دلیل ہے کہ جمعہ، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی طرح حالت سفر میں ظہر، عصر اور عشاء کی دو ہی رکعتیں پڑھی جائیں پوری نماز نہ پڑھی جائے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ صَحِبْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي الشَّفَرِ فَلَمْ يَزِدْ عَلَيَّ رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ وَصَحِبْتُ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَمْ يَزِدْ عَلَيَّ رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ وَصَحِبْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَمْ يَزِدْ عَلَيَّ رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ ثُمَّ صَحِبْتُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَمْ يَزِدْ عَلَيَّ رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَابْنُ خَرَّازٍ مُخْتَصَرًا ۱. (آثار السنن: ۸۱۶)

☆ ☆ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا ہوں، آپ نے دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھیں حتیٰ کہ اللہ نے ان کو قبض کر لیا۔ اور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا ہوں، انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قبض کر لیا۔ اور میں عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا ہوں، انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں، حتیٰ کہ اللہ نے ان کو قبض کر لیا۔ اور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا ہوں، انہوں نے بھی دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں، حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے ان کو قبض کر لیا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے۔“ اے مسلم (۶۸۹) نے روایت کیا اور بخاری (ج ۱ ص ۲۴۷) نے بھی مختصراً۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۶۸۹، سنن ابی داود: ۱۲۲۳، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۷۷۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۵۰۷، التہذیب لما فی المؤطا من المعانی والاسانید: ج ۲ ص ۳۰۶، الجمع بین الصحیحین: ۱۲۹۹، جامع الاصول: ۳۰۳۷، خلاصۃ الاحکام للنووی: ۲۶۰۲، نصب الراية فی تخریج الہدایہ: ج ۲ ص ۱۹۲

در بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

وحدثنا عبد الله بن مسلمة بن قعنب حدثنا عيسى بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن ابيه قال صحبت ابن عمر..... الخ. (صحیح مسلم: ۶۸۹)

فوائد و مسائل:

- (۱)۔ سفر میں چار رکعتی نماز دو رکعت پڑھنا ”قصر“ اور پوری چار رکعت پڑھنا ”اتمام“ کہلاتا ہے۔
- (۲)۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اسفار میں ہمیشہ ظہر، عصر اور عشاء کی دو رکعتیں ہی پڑھی ہیں لہذا قصر واجب اور اتمام جائز نہیں ہے اگر اتمام جائز ہوتا تو آنحضرت ﷺ کبھی تو ایک دفعہ بیان جواز کیلئے ایسا کرتے۔
- (۳)۔ بعض لوگوں نے قرآن کریم کی آیت (فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلاة.... الآية النساء: ۱۰۱) سے استدلال کرتے ہوئے قصر کو رخصت اور اتمام کو افضل قرار دیا ہے مگر یہ استدلال درست نہیں ہے کیونکہ نفی جناح کی تعبیر بسا اوقات واجب پر بھی صادق آتی ہے۔ جیسے {ان الصفا والہروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما۔ البقرة: ۱۵۸} میں نفی جناح کی تعبیر لازم پر صادق آتی ہے کیونکہ صفا، مروہ کا طواف بالاتفاق لازم ہے بعض کے ہاں فرض اور بعض کے ہاں واجب ہے۔ مزید برآں {فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلاة ان خفتن ان یفتنکم الذین کفروا} میں اکثر محققین کے نزدیک ایک خاص قسم کے قصر کا ذکر مقصود ہے جسے ”صلاة الخوف“ کہتے ہیں لہذا اس خاص قسم کے قصر کو عام سفروں کے قصر پر چسپاں کرنا مناسب نہیں ہے۔
- وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ صَلَّى بِنَا عُمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمَعْنَى أَرْبَعِ رُكْعَاتٍ فَقِيلَ ذَلِكَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَاسْتَرْجَعَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمَعْنَى رُكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمَعْنَى رُكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رُكْعَتَيْنِ فَلَيْتَ حَقِّي مِنْ أَرْبَعِ رُكْعَاتٍ رُكْعَتَانِ مُتَقَلَّبَتَانِ. رَوَاهُ الشَّيْخَانِ. (آثار السنن: ۸۱۷)
- ☆ ☆ عبد الرحمن بن یزید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ہمیں منیٰ میں چار رکعات پڑھائیں، جب یہ بات سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ذکر کی گئی تو انہوں نے {انا لله وانا الیہ راجعون} کہا اور فرمایا: ”میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ منیٰ میں دو رکعتیں ادا کیں، میں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ منیٰ میں دو رکعتیں ادا کیں اور میں نے حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ دو رکعتیں پڑھیں، پس کاش! میرا حصہ بھی چادر میں سے دو مقبول رکعتیں ہوتا۔“ اسے شیخین (بخاری: ۱۰۸۴، مسلم: ۶۹۵) نے روایت کیا ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۱۰۸۴، صحیح مسلم: ۶۹۵، سنن ابی داؤد الطیالسی: ۳۱۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۹۵۳، سنن الدارمی: ۱۹۱۶، مسند السراج: ۱۳۹۶، مستخرج ابی عوانہ: ۷۲۳۴، ۳۵۰۹، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۲۳۹۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۵۳۳۳۔

اور لمحاظ سند صحیح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

حدثنا قتيبة بن سعيد قال حدثنا عبد الواحد بن زياد عن الاعشى قال حدثنا ابراهيم قال سمعت عبد الرحمن بن يزيد يقول..... الخ. (صحيح البخاری: ۱۰۸۴)

فائدہ:

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس عمل کے بارے میں ماقبل میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس کے مختلف اسباب ذکر کئے گئے ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں گھر بنالیا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد تھا کہ جس شہر میں انسان گھر بنا لے اس شہر میں پوری چار رکعات پڑھنی چاہیے۔ اور ایک سبب یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اس سال نئے لوگ زیادہ تھے، آپ رضی اللہ عنہ کو خوف ہوا کہ کہیں یہ لوگ (حضرت میں بھی) اسی کو سنت نہ بنالیں، لہذا آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی تعلیم کی غرض سے اقامت کی نیت کر کے اتمام کو مناسب سمجھا۔

وَعَنْ أَبِي لَيْلَى الْكِنْدِيِّ قَالَ خَرَجَ سَلْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي ثَلَاثَةِ عَشَرَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي غَزَاةٍ وَكَانَ سَلْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَسْنَهُمْ حَضَرَتِ الصَّلَاةَ فَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَقَالُوا تَقَدَّمُوا يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ مَا أَنَا بِالَّذِي اتَّقَدَّمُ أَنْتُمْ الْعَرَبُ وَمِنْكُمْ النَّبِيُّ ﷺ فَلْيَتَقَدَّمْ بَعْضُكُمْ فَتَقَدَّمَ بَعْضُ الْقَوْمِ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ سَلْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَا لَنَا وَلِلْمُرَبَّعَةِ إِنَّمَا يَكْفِينَا نِصْفُ الْمُرَبَّعَةِ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (آثار السنن: ۸۱۸)

☆ ☆ ابویلی کندی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے تیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک غزوہ کیلئے نکلے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ان میں سے عمر رسیدہ تھے۔ نماز کا وقت آیا تو اقامت کہی گئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا اے ابو عبد اللہ! آگے بڑھیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آگے بڑھنے والا نہیں ہوں تم اہل عرب ہو اور تم میں ہی اللہ کے نبی ﷺ تشریف لائے۔ تم میں سے کوئی آگے بڑھے پس ایک صاحب آگے بڑھے تو انہوں نے چار رکعات نماز پڑھا دی۔ جب وہ نماز پڑھا چکے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ہمیں چار رکعات سے کیا، ہمیں تو چار کا آدھا یعنی دو رکعتیں ہی کافی ہیں۔“ اسے طحاوی (۲۴۲۰) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام طحاوی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا روح بن الفرغ قال ثنا يوسف بن عدي رضي الله عنه قال ثنا ابو الاحوص عن ابي اسحاق عن ابي ليلى الكندي..... الخ. (شرح معالي الآثار للطحاوي: ۲۴۲۰)

اور بلحاظ سند صحیح ہے۔ اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَتَمَّ الصَّلَاةَ بِمَنْى ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ السَّنَةَ سُنَّةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَسُنَّةُ صَاحِبَيْهِ وَلَكِنَّهُ حَدَّثَ الْعَامَ مِنَ النَّاسِ فَخُفُّوا أَنْ يَسْتَنُّوا. رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْمَعْرِفَةِ تَعْلِيْقًا وَحَسَنَ إِسْنَادًا.

(آثار السنن: ۸۱۹)

☆ ☆ حمید رحمہ اللہ سے راوی ہیں کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں پوری نماز پڑھائی پھر لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ”اے لوگو! سنت تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صاحبین (سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کی سنت ہے لیکن اس سال نئے لوگ زیادہ ہیں پس مجھے خوف ہوا کہ کہیں یہ لوگ (حضر میں بھی) اسی کو سنت نہ بنالیں۔ (لہذا میں نے ان کی تعلیم کی غرض سے اقامت کی نیت کر کے اتمام کو مناسب سمجھا) اسے بیہقی نے معرفۃ السنن والآثار (۶۰۹۷) میں تعلیقاً روایت کیا ہے اور اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

یہ اثر شواہدات و مؤیدات کی بناء پر حسن ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

اخبرنا علي بن احمد بن عبدان انبا احمد بن عبيد الصفار ثنا موسى بن اسحاق القاضي ثنا يعقوب بن حميد بن كاسب ثنا سليمان بن سالم مولى عبد الرحمن بن حميد عن عبد الرحمن بن حميد عن ابيه عن عثمان بن عفان..... الخ. (السنن الكبرى للبيهقي: ۵۴۲۸)

وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ إِنَّمَا صَلَّى عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمَنْى أَرْبَعًا لِأَنَّ الْأَعْرَابَ كَانُوا أَكْثَرَ فِي ذَلِكَ الْعَامِ فَأَحَبَّ أَنْ يُخْبِرَهُمْ أَنَّ الصَّلَاةَ أَرْبَعٌ. رَوَاهُ الطَّعَاوِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَإِسْنَادُهُ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ.

(آثار السنن: ۸۲۰)

زہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں چار رکعات صرف اس لئے پڑھائی تھیں کہ اس سال دیہاتی لوگ زیادہ تھے تو انہوں نے چاہا کہ انہیں بتادیں کہ نماز چار رکعات ہے۔ اسے طحاوی (۲۳۸۰) اور ابوداؤد (۱۹۶۳) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل قوی ہے۔

سند:

امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

فحدثنا ابو بكر قال ثنا ابو عمر عن حماد بن سلمة قال انا ابو ب عن الزهري..... الخ.

(شرح معالی الآثار للطحاوی: ۲۳۸۰)

{ مجاہد اور اس کے گھوڑے کے حصے کا بیان }

۸۶۲. یُوسُفُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ زَكْرِيَّا بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْمُثَنِّدِ بْنِ أَبِي حُمَيْصَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ بَعَثَهُ عَلَى بَعْضِ الشَّامِ عَلَى جُمْصٍ أَوْ غَيْرِهَا فَقَسَمَ لِلْفَارِسِ سَهْمَيْنِ وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا، فَبَلَغَ ذَلِكَ عُمَرَ فَرَضِيَ بِهِ.

منذر بن ابی حمیصہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں شام کے کسی علاقے کی طرف بھیجا (وہاں سے انہیں مال غنیمت ملا تو) انہوں نے شہسوار کو دو حصے اور پیادہ کو ایک حصہ دیا، یہ بات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے اسے پسند کیا۔

فائدہ:

امام قاضی: ابو یوسف رحمہ اللہ کتاب الخراج میں فرماتے ہیں کہ:

اذا اصبحت من العدو و كيف يقسم ذلك فان الله تبارك وتعالى قد انزل بيان ذلك في كتابه فقال فيما انزل على رسوله ﷺ: "واعلموا انما غنمتم من شيء فان الله خمسه وللرسول ولذي القربى واليتامى والمساكين وابن السبيل ان كنتم آمنتم بالله وما انزلنا على عبدنا يوم الفرقان يوم التقى الجمعان والله على كل شيء قدير" (الانفال: ۴۱) فهذا. والله اعلم. فيما يصيب المسلمون من عساكر اهل الشرك، وما ا جلبوا به من المتاع والسلاح والكراع الخيل والسلاح فان في ذلك الخمس لمن سمى الله عز وجل في كتابه العزيز، واربعة اخماسه بين الجند الذين اصابوا ذلك: من اهل الديوان وغيرهم. يضرب للفارس منهم ثلاثة اسهم: سهمان لفرسه وسهم له، وللراجل سهم على ما جاء في الاحاديث والآثار، ولا يفضل الخيل بعضها على بعض لقوله تعالى في كتابه: "والخيل والبغال والحمير لتركبوها وزينة" (النحل: ۸) ولقوله تعالى: "واعبدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم" (الانفال: ۶۰) العرب تقول هذه الخيل، وفعلت الخيل، لا يعنون بذلك الفرس دون البردون ولعامة البراذن اقوى من كثير من الخيل ووافق للفرسان. ولم يخص منها شيء دون شيء، ولا يفضل الفرس القوى على الفرس الضعيف ولا يفضل الرجل الشجاع التام السلاح على الرجل الجبان الذي لا سلاح معه الا سيفه. قال ابو يوسف: حدثنا الحسن بن علي بن عمارة عن الحكم بن عتيبة (رحمہ اللہ) عن مقسم عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما ان رسول الله

قسم غنائم بدر: للفارس سہمان وللراجل سهم. قال: وحدثنا قيس بن الربيع عن محمد بن علي عن اسحاق بن عبد الله عن ابي حازم قال: حدثنا ابو ذر الغفاري رضي الله تعالى عنه قال شهدت انا و اخي مع رسول الله ﷺ حنيناً ومعنا فرسان لنا ف ضرب لنا رسول الله ﷺ ستة اسهم اربعة لفرسينا وسهين لنا فبعنا الستة الاسهم بمئتين بیکرين. قال ابو يوسف: وكان الفقيه المقدم ابو حنيفة رحمه الله تعالى يقول: للرجل سهم وللفرس سهم. وقال: لا افضل بهيمة على رجل مسلم. ويحتاج: بما حدثنا عن زكريا بن الحارث عن المنذر بن ابي خميصة الهمداني ان عاملاً لعمر بن الخطاب رضي الله عنه قسم في بعض الشام للفارس سهم وللرجل سهم، فرفع ذلك الى عمر رضي الله عنه فسلمه واجاز له. فكان ابو حنيفة يأخذ بهذا الحديث ويجعل للفارس سهماً وللرجل سهماً وما جاء من الاحاديث والآثار ان للفارس سهين وللرجل سهماً اكثر من ذلك واثق. والعامّة عليه ليس هذا على وجه التفضيل ما كان ينبغي ان يكون للفارس سهم وللرجل سهم، لانه قد سوى بهيمة برجل مسلم. انما هذا على ان يكون عدة الرجل اكثر من عدة الآخر، وليرغب الناس في ارتباط الخيل في سبيل الله، الا ترى ان سهم الفرس انما يرد على صاحب الفرس فلا يكون للفارس دونه. والمتطوع وصاحب الديوان في القسمة سواء. فخذ يا امير المؤمنين باي القولين رايت، واعمل بما ترى انه افضل والخير لمسلمين فان ذلك موسع عليك ان شاء الله تعالى، ولست اري ان تقسم للرجل اكثر من فرسي. قال: حدثنا يحيى بن سعيد عن الحسن في الرجل يكون في الغزو ومعه الافراس. قال لا يقسم له من الغنيمة لاكثر من فرسين. قال: وحدثنا محمد بن اسحاق عن يزيد بن جابر عن مكحول قال: "لا يقسم لاكثر من فرسين." (كتاب الخراج: ۵۱، ۵۶)

جب دشمن سے مال غنیمت حاصل ہو تو کس طرح تقسیم کیا جائے، اللہ تبارک تعالیٰ نے اس کا بیان اپنی کتاب میں نازل فرما دیا ہے، چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ (اپنے) رسول ﷺ کو مطلع کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اور (مسلمانو!) یہ بات اپنے علم میں لے آؤ کہ تم جو کچھ مال غنیمت حاصل کرو، اس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول اور ان کے قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ہے (جس کی ادائیگی تم پر واجب ہے) اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن نازل کی تھی، جس دن دو جماعتیں باہم ٹکرائی تھیں۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" (الانفال: ۴۱)

یہ حکم "اللہ بہتر جانتا ہے" ان اموال کے بارے میں ہے جو مسلمان مشرکین کی فوجوں سے حاصل کریں، جو ساز و سامان، اسلحے اور مویشی جانور مسلمان لے کر آئیں، اس میں پانچواں حصہ ان لوگوں کے لئے ہے جن کے نام اللہ رب العزت نے اپنی

کتاب عزیز میں بتلائے ہیں، اور اس کے باقی چار حصے (۵ / ۴) اس فوج کے درمیان تقسیم ہونگے جنہوں نے یہ مال پایا ہے، ان میں ان فوجیوں کے علاوہ جن کے نام باقاعدہ فوجیوں کے رجسٹر میں درج ہوں وہ دوسرے لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے (کسی نہ کسی درجہ میں) جنگ میں حصہ لیا ہو۔

ان لوگوں میں سے ہر گھڑسوار کو تین حصے دیے جائیں گے، دو حصے اس کے گھوڑے کیلئے اور ایک حصہ خود سوار کیلئے، اور پیادہ کو ایک حصہ جیسا کہ احادیث و آثار میں آیا ہے، ایک گھوڑے کو دوسرے گھوڑے پر ترجیح نہیں دی جائے گی، اللہ رب العزت کے اپنی کتاب میں اس فرمان کی وجہ سے کہ:

”اور گھوڑے، خچر اور گدھے اسی نے پیدا کئے ہیں تاکہ تم ان پر سواری کرو، اور وہ زینت کا سامان بنیں۔“

(النحل: ۸)

اور اللہ رب العزت کے اس فرمان کی وجہ سے کہ:

”اور (مسلمانو!) جس قدر طاقت اور گھوڑوں کی جتنی چھاؤنیاں تم سے بن پڑیں، ان سے مقابلے کے لئے تیار

کرو، جن کے ذریعے تم اللہ کے دشمن اور اپنے (موجودہ) دشمن پر بھی ہیبت طاری کر سکو۔“ (الانفال: ۶۰)

اور اہل عرب کا محاورہ ہے ”هذا الخيل“ اور ”فعلت الخيل“ اس سے وہ ٹٹوں کو مستثنیٰ کر کے صرف گھوڑے ہی مراد نہیں لیتے (بلکہ خیل میں ٹٹو بھی شامل ہوتے ہیں) عام ٹٹو تو بہت سے گھوڑوں سے بھی زیادہ قوی اور سواروں کے لئے زیادہ سازگار ہوتے ہیں، ان میں سے کسی کو کسی کے مقابل میں کوئی خصوصیت نہیں دی گئی ہے، نہ تو قوی گھوڑے کو کمزور گھوڑے پر ترجیح دی جائے گی اور نہ ہی تمام اسلحہ سے لیس بہادر شخص کو اس بزدل شخص پر ترجیح دی جائے گی جس کے پاس تلوار کے سوا اور کوئی ہتھیار نہ ہو۔

(سیدنا) عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے:

”کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے مال غنیمت کی تقسیم اس طرح فرمائی، گھڑسوار کو دو حصے اور اور پیادہ کو ایک حصہ۔“

(سیدنا) ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے کہ:

”میں نے اور میرے بھائی نے (غزوہ) حنین میں شرکت کی، ہمارے ساتھ ہمارے دو گھوڑے بھی تھے، رسول

اللہ ﷺ نے ہمیں چھ حصے دیے، چار ہمارے گھوڑوں کے لئے اور دو ہمارے لئے، ہم نے حنین میں ان چھ

حصوں کو دو نو جوان اونٹوں کے بدلے فروخت کر دیا۔“

فقیر اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ: ”آدی کے لئے ایک حصہ اور گھوڑے کیلئے ایک حصہ ہے، اور کہتے تھے کہ

میں ایک جانور کو ایک مسلمان آدی پر فضیلت نہیں دیتا، اور وہ اپنی دلیل اس حدیث کو بناتے تھے:

(جو) منذر بن ابوطمیسہ ہمدانی سے مروی ہے کہ:

” (سیدنا) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ایک عامل نے شام کے کسی علاقہ میں سوار کو ایک حصہ اور پیادہ کو ایک حصہ

دیا، یہ بات (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کے سامنے پیش کی گئی تو آپ نے اسے تسلیم کرتے ہوئے جائز قرار دیا۔“

(امام) ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) اسی حدیث کی بنیاد پر گھوڑے کے لئے ایک حصہ اور آدمی کے لئے ایک حصہ قرار دیتے تھے، لیکن جن احادیث و آثار میں گھوڑے کے لئے دو حصے اور آدمی کے لئے ایک حصہ آیا ہے، ان کی تعداد زیادہ ہے اور اس سے زیادہ قابل اعتماد ہیں، اور اسی مسلک کو عام طور پر اختیار کیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ نہیں کہ جانور کو آدمی پر فضیلت دی جائے، اگر فضیلت کا لحاظ ہوتا تو یہ بھی نامناسب ہوتا کہ گھوڑے کیلئے بھی ایک حصہ ہو اور آدمی کیلئے بھی ایک، کیونکہ یہ صورت بھی ایک جانور اور ایک مسلمان آدمی کو برابر درجہ دیتی ہے۔

دررصل اس مسلک کی بناء اس بات پر ہے کہ ایک آدمی کے پاس جنگی سامان دوسرے (پیدل) آدمی سے زیادہ ہوتا ہے، (اور تقسیم میں اس فرق کا) مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اللہ کے راستے کے لئے گھوڑے تیار رکھنے کی طرف رغبت ہو، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ گھوڑے کا حصہ بھی اس کے مالک ہی کو ملتا ہے نہ کہ گھوڑے کو۔

تقسیم غنائم میں رضا کارانہ طور پر شریک ہونے والے اور رجسٹر میں درج فوجی دونوں برابر ہیں، امیر المؤمنین آپ ان دونوں آراء میں سے جس رائے کو مناسب سمجھیں اختیار فرمائیں، جو پالیسی آپ کو مسلمانوں کے لیے بہتر اور مفید نظر آئے اسے اختیار کیجیے، کہ اس میں آپ کے لئے کافی گنجائش ہے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور میری رائے میں کسی آدمی کو دو سے زیادہ گھوڑوں کا حصہ نہیں دیا جانا چاہیے۔

یحییٰ بن سعید نے حسن سے اس شخص کے بارے میں جو جنگ میں کئی گھوڑے لے کر شریک ہوا اور روایت کیا ہے کہ، حسن (رحمہ اللہ) نے کہا کہ: ”اس شخص کو مال غنیمت میں سے دو گھوڑوں سے زیادہ کا حصہ نہیں دیا جائے گا۔“
مکحول نے کہا ہے کہ: ”تقسیم میں دو گھوڑوں سے زیادہ کا حصہ نہیں نکالا جائے گا۔“

{ سب کافروں کی ایک ہی ملت ہے، ہم نہ تو ان کے وارث بنیں گے، نہ وہ ہمارے وارث بنیں گے }

۸۴۳. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ الْكُفَرُ كُلُّهُمْ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ لَا تَرِثُهُمْ وَلَا يَرِثُونَهَا.

امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”سب کافروں کی ایک ہی ملت ہے، ہم نہ ان کے وارث بنیں گے نہ وہ ہمارے وارث بنیں گے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۹۶ باب من مات ولم ترک وارثا مسلما، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۳۴۲ ح ۱۷۷۱، مصنف عبدالرزاق: ۹۸۵۶، ۹۸۶۴، سنن الدارمی: ۳۰۳۳، ۳۰۳۵، ۳۰۳۹، سنن سعید بن منصور: ۱۴۱، ۱۴۲۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه الثوری فی الفرائض ص ۲۲ رقم ۷) ومن طریقہ الدارمی عن حماد عن ابراهیم ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال اهل الشرك لا نرثهم ولا يرثونا۔ واخرجه سعید بن منصور من طریق مغيرة عن ابراهیم قال قال عمر بن الخطاب لا نرث اهل الملل ولا يرثونا۔ واخرجه ابن ابی شیبۃ والدارمی من طریق عامر الشعبي عن عمر قال لا يتوارث اهل ملتين۔ لفظ الدارمی۔ واخرجه سعید بن منصور والدارمی من طریق عامر ایضاً ان المغيرة بنت الحارث توفيت باليمن وهي يهودية فركب الاشعث بن قيس وكانت عمته الى عمر في ميراثها فقال عمر ليس ذلك لك يرثها اقرب الناس منها من اهل دينها لا يتوارث ملتان)۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور سب کافروں کی ایک ہی ملت ہے وہ اس پر ایک دوسرے کے وارث بنیں گے چاہے ان کے مذہب جدا کیوں نہ ہوں، عیسائی یہودی کا وارث بنے گا یہودی مجوسی کا وارث بنے گا مگر مسلمان ان کا وارث نہیں بنے گا نہ وہ مسلمانوں کے وارث بنیں گے، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۹۶)

{ اہل کے علاقے میں ہتھیار، گھوڑے اور سامان جنگ نہیں بیچنا چاہیے، دیگر سامان بیچ سکتے ہیں }

۸۷۴۔ یُؤسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُحْمَلَ إِلَى أَهْلِ الْحَرْبِ السِّلَاحُ وَالْكُرَاعُ وَلَا يَزَى بِمَا سِوَى ذَلِكَ بِأَسَاقِمِ التِّجَارَةِ وَأَنْ لَا يُحْمَلَ إِلَيْهِمْ شَيْءٌ أَحَبُّ إِلَيْهِ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم غنی رحمہ اللہ اہل حرب کے پاس ہتھیار، گھوڑے اور سامان جنگ لے جانے کو مکروہ سمجھتے تھے اور ان کے علاوہ دیگر سامان تجارت لے جانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ مگر میرے (ابو یوسف رحمہ اللہ) کے نزدیک زیادہ پسندیدہ یہی ہے کہ ان کی طرف کسی بھی قسم کا سامان تجارت لے کر نہ جائے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۱ باب حمل التجارة الى ارض الحرب، جامع المسانيد للنحوارزمي: ج ۲ ص ۱۶ ح ۱۰۵۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۳۶۹ باب ما یکره ان یحمل الی العدو لیهتوی بہ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

دارالحرب سامان تجارت لے جاسکتے ہیں لیکن ایسی چیزیں نہیں لے جانا چاہیے جن سے دشمن فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکے مثلاً آلات جنگ، اسلحہ گولہ بارود وغیرہ۔

{ پانی کے لیے جنگ کے حق کا بیان }

۸۶۵. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ أَنَّ قَوْمًا مَرُّوا بِمَاءٍ فَسَأَلُوا أَهْلَهَا تَيْنَ الْبَيْتِ فَأَبَوْا أَنْ يَدُلُّوهُمْ وَأَبَوْا أَنْ يُعْطَوْهُمْ الدَّلُوفَ فَقَالُوا وَنَحْكُمُ إِنَّ أَعْنَاقَنَا وَأَعْنَاقَ رِكَابِنَا قَدْ كَادَتْ تُقْطَعُ عَطْشًا فَأَبَوْا أَنْ يُعْطَوْهُمْ أَوْ يَدُلُّوهُمْ فَذَكَرُوا ذَلِكَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ أَلَا وَضَعْتُمْ فِيهِمُ السِّلَاحَ.

امام ہشتم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مسافروں کی ایک جماعت ایک ایسی جگہ پہنچی جہاں پانی تھا، انہوں نے اس کے مالکوں سے درخواست کی کہ ان کو کنوئیں کا راستہ بتادیں مگر انہوں نے کنوئیں کا راستہ بتانے اور ڈول دینے سے انکار کر دیا، ان مسافروں نے ان سے کہا کہ تمہارا بھلا ہو! ہماری اور ہمارے جانوروں کی گردنیں پیاس کے مارے ٹوٹی جا رہی ہیں (مہربانی کر کے تم ہمیں کنوئیں تک پہنچاؤ اور ہمیں ایک ڈول دے دو جس سے ہم پانی نکال سکیں) لیکن ان لوگوں نے کنوئیں کا راستہ بتانے اور ڈول دینے سے انکار کر دیا، مسافروں نے واپس آ کر اس واقعہ کا ذکر (سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے کیا تو آپ نے فرمایا: ”تم نے ہتھیار لے کر ان لوگوں پر حملہ کیوں نہ کر دیا؟“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الخراج لابن یوسف: ۲۱۹، کتاب الخراج للحمی بن آدم: ۳۵۵، بدائع الصنائع فی ترتیب السرائع: ج ۶ ص ۱۸۹۔

فائدہ:

امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ولو ان صاحب النهر اولعين او البئر او القناة منع ابن السبيل من السرب منها، او ان يسقى دابته او بعيره او شاته حتى يخاف على نفسه فان اصحابنا كانوا يرون على الماء اذا خاف الرجل على نفسه بالسلاح اذا كان في الماء فضل عن هو معه، ولا يرون ذلك في الطعام، ويرون فيه الأخذ الغضب من غير قتال. فاما الماء خاصة فانهم كانوا يرون فيه اذا خيف على النفس قتال البائع منه وهو في الاوعية عند الاضطرار اذا كان فيه فضل عن هو في يده. ويحتجون في ذلك بحديث عمر. في القوم السفر الذين وردوا ماء فسألوا اهله ان يدلوهم على البئر فلم يدلوهم عليها، فقالوا: ان اعناقنا واعناق مطايانا قد كادت تنقطع من العطش فدلونا على البئر واعطونا دلوا نستقي به، فلم يفعلوا فذكروا ذلك لعمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه، فقال: هلا وضعتهم فيهم السلاح. (كتاب الخراج: ص ۲۰۰)

نہر، چشمہ، کنوئیں یا نالی کا مالک اگر مسافر کو خود پانی پینے یا اپنے اونٹ، بکری یا سواری کے جانور کو پانی پلانے سے روکے اور مسافر کو اپنی جان جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں ہمارے اصحاب کی رائے یہ ہے کہ جب آدمی کو اپنی جان چلے جانے کا اندیشہ ہو تو وہ پانی حاصل کرنے کیلئے ہتھیار لے کر جنگ کر سکتا ہے بشرطیکہ پانی خود مالک کی ضرورت سے زیادہ ہو۔ کھانے کے بارے میں ان کی یہ رائے نہیں، اس کے سلسلہ میں وہ صرف اس حد تک جائز سمجھتے ہیں کہ اسے قتال کے بغیر چھین لیا جائے یا غصب کر لیا جائے۔

قتال کی اجازت ان حضرات نے مخصوص طور پر اس صورت میں دی ہے جب کہ پانی برتنوں میں پر رکھا ہوا ہو اور اس کا مالک اسے دینے سے انکار کر دے، اگرچہ وہ اس کی ضرورت سے زیادہ ہو، مگر شرط یہ ہے کہ پانی کی ضرورت شدید ہو اور اس کے بغیر جان چلی جانے کا اندیشہ ہو۔

اس سلسلہ میں یہ حضرات (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) کی ایک حدیث سے احتجاج کرتے ہیں (جو یہ ہے): مسافروں کی ایک جماعت ایک ایسی جگہ پہنچی جہاں پانی تھا، انہوں نے اس کے مالکوں سے درخواست کی کہ ان کو کنوئیں کا راستہ بتادیں، ان مسافروں نے ان سے کہا کہ ہماری اور ہمارے جانوروں کی گردنیں پیاس کے مارے ٹوٹی جا رہی ہیں، مہربانی کر کے تم ہمیں کنوئیں تک پہنچاؤ اور ہمیں ایک ڈول دے دو جس سے ہم پانی نکال سکیں، لیکن ان لوگوں نے ایسا نہیں کیا، مسافروں نے واپس آ کر اس واقعہ کا ذکر (سیدنا) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے کیا تو آپ نے فرمایا: ”تم نے ہتھیار لے کر ان لوگوں پر حملہ کیوں نہ کر دیا؟“

۸۶۶. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ .

۸۶۷. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مَكْحُولٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ .

یوسف رحمہ اللہ نے اپنے والد محترم امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے انہوں نے امام یثیم رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ ☆

یہ حدیث ایک دوسرے طریق سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

☆ یثیم کے بعد قلمی نسخہ سے ورقہ گرا ہوا ہے مگر یہ حدیث مسند ابی حنیفہ (بروایت حارثی) وغیرہ میں ”ابو حنیفہ عن الہیثم عن الشعبي عن جابر بن عبد الله“ کی سند سے بایں الفاظ مروی ہے کہ ”بنی سلمہ کے ایک آدمی نے ایک خرگوش شکار کیا مگر اسے ذبح کرنے کے لیے اس کے پاس چھری موجود نہیں تھی تو اس نے تیز دھار پتھر سے اس کو ذبح کر لیا، پھر رسول اکرم ﷺ سے اس کے بارے میں مسئلہ پوچھا تو حضور ﷺ نے اس کو کھانے کا حکم دیا۔“ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

{سیدنا علیؑ کو سیدنا ابوبکرؓ و سیدنا عمرؓ سے افضل کہنے والے کو دردناک سزا دی جائے}

۸۶۸. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ رَجُلًا أَتَى عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا خَيْرًا مِنْكَ فَقَالَ لَهُ هَلْ رَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ رَأَيْتَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ لَا قَالَ لَوْ أَخْبَرْتَنِي أَنَّكَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ ﷺ ضَرَبْتُ عُنُقَكَ وَلَوْ أَخْبَرْتَنِي أَنَّكَ رَأَيْتَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَأَوْجَعْتُكَ عُقُوبَةً .

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ: ”میں نے آپ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔“ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا کہ کیا تو نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا تو سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ (یہ سن کر) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”کہ اگر تو مجھے یہ خبر دیتا کہ تو نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ اور اگر تو مجھے یہ خبر دیتا کہ تو نے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے تو میں تجھے دردناک سزا دیتا۔“

حقیق:

صحیح، مرسل معتقد ہے۔

فائدہ:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ”لا اجد احداً افضل لي علي ابي بكر وعمر الا جلدته حد المقتري“

میں جسے پاؤں گا کہ مجھے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل کہتا ہے اسے الزام تراشی کی سزا کے طور پر کوڑے ماروں گا۔ (الاعتقاد والہدایۃ الی سبیل الرشاد للبیہقی: ص ۳۵۸، المؤلف والمختلف للدارقطنی: ج ۳ ص ۹۲) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان اس کثرت سے کیا ہے کہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”وہذا متواتر عن علی رضی اللہ عنہ“ کہ تفصیل شیخین حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے۔ (تاریخ الاسلام للذہبی: ج ۳ ص ۱۱۵) نیز سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اس امت میں اس کے نبی ﷺ کے بعد افضل ابوبکر ہیں پھر عمر ہیں پھر عثمان ہیں پھر میں ہوں۔“ (تاریخ دمشق: ج ۵۹ ص ۷۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۹۹۲)



۱۵۔ کتاب اللُّقْطَةِ

گری پڑی گم شدہ چیزوں سے متعلق احکام و مسائل

۸۷۹۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ فِي اللَّقْطَةِ عَرَفَهَا حَوْلًا فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا وَإِلَّا فَتَصَدَّقْ بِهَا وَإِنْ شِئْتَ أَمْسَكْتَ فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَهُوَ بِالْخِيَارِ إِنْ شَاءَ ضَمَمَكَ وَإِنْ شَاءَ اخْتَارَ الْأَجَرَ.

عاصم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سید اعلیٰ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے گری پڑی گم شدہ ملنے والی چیز کے بارے میں فرمایا کہ تو ایک سال تک اس کی تشہیر کر پھر اگر اس کا مالک آجائے تو فیہا ورنہ اس کو صدقہ کر دے اور اگر چاہے تو خود اپنے پاس روک لے، البتہ اگر اس کا مالک آجائے تو اس کو اختیار ہے چاہے تو ضامن بنائے، چاہے تو اجر کو اختیار کر لے (اور اسے چھوڑ دے کچھ نہ لے)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۹۰۳ باب من اصاب لقطۃ یعرلھا، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۲ ص ۷۶ ح ۱۱۵۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۸۶۲۸، ۱۸۶۲۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۶۳۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۲۰۶۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابواسحاق عمرو بن عبد اللہ بن عبید اللکونی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۲۷۲)

۲۔ امام عاصم بن ہمرہ السلولی الکونی رحمہ اللہ سنن اربعہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۳۰۱۲، تاریخ الثقات للعلی: ۷۳۹)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ

رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۹۰۳) اور مؤطا میں حدیث نمبر آٹھ سو پچاس (۸۵۰) کے بعد لکھتے ہیں کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص گری ہوئی چیز پالے جس کی قیمت دس درہم یا اس سے زیادہ ہو تو اس کی ایک سال تک مشہر کرے، اگر اس کا مالک مل جائے تو خیر ورنہ اسے خیرات کر دے اور اگر وہ خود حاجت مند ہے تو اسے کھائے پھر اگر اس کا مالک آجائے اسے اختیار ہوگا چاہے وہ اس کی قیمت لے یا دہیسی ہی چیز لے اور اگر اس کی قیمت دس درہم سے کم ہو تو جتنے دن تک مناسب سمجھے مشہر کرے۔ پھر اس کے ساتھ دہی کرے جو پہلے کے ساتھ کیا ہے (یعنی صدقہ کرے یا اسے مصرف میں لائے) اور جب اس کا مالک آجائے تو اس کے ادا کرنے میں بھی اول ہی کی طرح حکم ہے۔ (مؤطا محمد: ۸۵۰)



۱۶۔ کتاب البیوع

خرید و فروخت سے متعلق مسائل

{ خرید و فروخت میں چار چیزوں سے منع کیا گیا ہے }

۸۸۰۔ یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن ابی یحییٰ عن عمن حدّثہ عن عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ أنّ رسول اللہ ﷺ بعثہ امیراً علی مکّۃ وقال إني أبعثک إلی أهل اللہ فائهم عن أربع خصال عن ربح مالم یضمن وبيع مالم یقبض وعن شرطین فی بیع و سلف.

سیدنا عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مکہ پر امیر بنا کر بھیجا تو ان سے فرمایا کہ میں آپ کو اہل اللہ (یعنی اہل مکہ) کی طرف بھیج رہا ہوں تم جا کر انہیں چار باتوں سے روک دو۔ ☆ اس چیز کے نفع اٹھانے سے جو انسان کے ضمان میں نہ آئے۔ ☆ اس چیز کے بیچنے سے جو قبضہ میں نہ ہو۔ ☆ بیع میں دو شرطیں لگانے سے، اور بیع میں قرض سے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۷۴۰ باب التجارة والشرط فی البیع، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۷۷ ح ۱۰۳۳، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ص ۲۶۶، مسند ربیع بن حبیب: ۸۹۴، سنن ابن ماجہ: ۲۱۸۹۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (واخرجه طلحة بن محمد كما في جامع المسانيد من طريق ابی حنیفہ عن یحیی بن عبد اللہ بن موهب التیمی الکوفی عن عامر الشعبي عن عتاب۔ و اخرجه الربیع بن حبیب فی مسنده عن یحیی بن عامر عن عتاب بن اسید به۔ و اخرجه ابن ماجه من طریق لیث عن عطاء عن عتاب بن اسید قال لما بعثه رسول اللہ ﷺ الى مكة نهاه عن شئ مالم یضمن. ويشهد له ما اخرجه احمد (۶۶۲۸) و (۶۶۴۱) و (۶۹۱۸) من حدیث عمرو بن شعيب عن ابیه عن جدہ مرفوعاً.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اس تمام حدیث پر عمل کرتے ہیں یہ جو فرمایا کہ بیع اور قرض سے منع فرمایا تو اس کی شکل یہ ہے کہ کوئی شخص کسی سے کہے میں تمہارے ہاتھ اپنا غلام اتنے میں بیچتا ہوں اس شرط پر کہ تم مجھے اتنے روپے قرض دو، یا یہ کہے کہ تم مجھے قرض دو اس شرط پر کہ میں تمہارے ہاتھ اس چیز کو بیچوں گا، یہ درست نہیں۔ یہ جو منع فرمایا بیع میں دو شرطیں لگانے سے اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کوئی چیز اس وقت ہزار درہم میں بیچے اور مہینے کے بعد دو ہزار درہم میں اس پر عقد بیع ہو یہ بھی جائز نہیں ہے۔

جو چیز ضمان میں نہ ہو تو اس کے نفع سے منع کیا اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کوئی چیز خریدے اور قبضہ کرنے سے قبل اسے نفع کے ساتھ بیچ دے، اس کے لئے ایسا کرنا درست نہیں، اسی طرح یہ بھی درست نہیں کہ کسی ایسی چیز کو قبضہ میں لینے سے پہلے بیچے جو اس نے کسی سے خریدی ہو، یہ سب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے سوائے اس مسئلہ کے مکانات و زمین وغیرہ کے بارے میں وہ فرماتے ہیں اسے خریدنے والا قبضہ کرنے سے پہلے بیچ سکتا ہے کیونکہ یہ چیزیں اپنی جگہ سے ادھر ادھر منتقل نہیں ہوتیں، امام محمد رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں دوسری چیزوں کی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۷۴۰)

{ کھجور کا بار آور درخت یا مال والا غلام بیچ دیا جائے تو درخت کا پھل اور غلام کا مال بیچنے والے کا ہوگا }

۸۸۱. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ مَنْ بَاعَ تَخْلًا مُؤَبَّرًا أَوْ عَبْدًا فَشَمَرَ التَّخْلَ وَمَالَ الْعَبْدِ لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ.

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص نے بار آور کھجور کا درخت بیچا یا ایسا غلام بیچا جس کے پاس مال ہو تو اس درخت کا پھل اور غلام کا مال بیچنے والے کا ہوگا الا یہ کہ خریدار شرط کر لے (کہ میں درخت پھل سمیت یا غلام مال سمیت خرید رہا ہوں)۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۷۴۳، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۲۶، مسند ابی حنیفہ: روایۃ ابی نعیم: ۳۱-۳۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰۷۶۹، مسند ابی حنیفہ: روایۃ الحاکمی: ۳۳۸، مصنف ابن ابی حنیفہ: ۲۲۵۲، ۳۶۳۲۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۴۲۱۳، سنن ابی داود: ۳۳۳۵، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۱۳۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (وللحدیث شواہد)

فوائد و مسائل:

۱۔ درختوں کا پھل اس وقت بننا شروع ہوتا ہے جب پھول کے زہے کا زردانہ مادہ حصے کی ڈنڈی کے سرے تک پہنچ جائے۔ عام درختوں میں ایک ہی پھول میں زہ اور مادہ حصے ہوتے ہیں، اس طرح مادہ پھول آسانی سے بار آور ہو جاتا ہے جو بعد میں پھل بن جاتا ہے۔ بعض پودوں میں زہ پھول الگ ہوتے ہیں اور مادہ پھول الگ۔ ان میں حشرات اور ہوا کے ذریعے سے زہ پھول کا زردانہ مادہ پھول تک پہنچ جاتا ہے اور پھل بننا شروع ہو جاتا ہے۔

کھجور کے درخت میں زہ پھول ایک درخت پر لگتے ہیں اور مادہ پھول دوسرے درخت پر۔ ان میں اگر ہوا اور حشرات کے ذریعے سے بار آوری پر اعتماد کیا جائے تو پھل بہت کم لگتا ہے اس لیے زہ درخت کے پھول لے کر مادہ درخت پر چڑھ کر اس کے پھولوں پر چھڑکے جاتے ہیں۔ اس طرح پھل زیادہ لگتا ہے۔ عربی میں اسے تأبیر کہتے ہیں۔

۲۔ تأبیر ایک مشقت طلب کام ہے اور اس پر پیداوار کی مقدار کا انحصار ہے، اس لیے اگر تأبیر کے بعد درخت بیچا جائے تو بیچنے والے کی محنت ضائع جاتی ہے، چنانچہ سودا کرتے وقت یہ وضاحت ہونی چاہیے کہ صرف درخت بیچا جا رہا ہے یا اس کا پھل بھی۔ اگر یہ وضاحت نہ کی گئی ہو تو صرف درخت فروخت ہوگا، اس کا پھل بدستور بیچنے والے کی ملکیت رہے گا، البتہ اسندہ سالوں میں جب خریدار تأبیر کرے گا تو پھل کا مستحق بھی وہی ہوگا۔

{ بیچنے والے اور خریدنے والے کا اختلاف ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ }

۸۸۲۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ بَاعَ مِنَ الْأَشْعَثِ رَقِيقًا مِنْ رَقِيقِ الْإِمَارَةِ فَقَالَ الْأَشْعَثُ أَخَذْتُهُمْ بِعَشْرَةِ آلَافٍ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بِعَشْرِينَ أَلْفًا. فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ اجْعَلْ بَيْنِي وَبَيْنَكَ رَجُلًا فَقَالَ الْأَشْعَثُ أَنْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَا قُضِيَ فِيهَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا اخْتَلَفَا الْمُتَبَايعَانِ فَالْقَوْلُ قَوْلُ الْبَائِعِ أَوْ يَتَرَاذَانِ الْبَيْعَ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اشعث کو کچھ سرکاری غلام فروخت کیے (تو دونوں کا قیمت میں اختلاف ہو گیا) وہ کہنے لگے کہ یہ میں نے دس ہزار کے بدلے میں خریدا ہے، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ میں نے آپ کو بیس ہزار میں فروخت کیا ہے، اور فرمایا کہ میرے اور اپنے درمیان جسے چاہو ثالث بنالو۔ اشعث کہنے لگے کہ آپ ہی میرے اور اپنے درمیان ثالث ہیں اس پر سیدنا ابن

مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کے مطابق اس کا فیصلہ کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب (قیمت کی مقدار میں) بیچنے والے اور خریدنے والے کا اختلاف ہو جائے (اور دونوں کے پاس کوئی گواہ بھی نہ ہو) تو بیچنے والے کا قول تسلیم کیا جائے گا (اور بیع قائم رہے گی) یا دونوں بیع کو فسخ کر دیں گے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی حنیفہ روایۃ الحاکمی: ۴۹۵، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۱۸۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۴۴۷، سنن الدارمی: ۲۵۹۱، سنن ابن ماجہ: ۲۱۸۶، مسند البزار: ۱۹۹۵، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۹۸۴، سنن الدارقطنی: ۲۸۶۰، ۲۸۶۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰۸۱۳، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحاکمی: ۴۹۵، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۱۸۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۴۴۷، سنن الدارمی: ۲۵۹۱، سنن ابن ماجہ: ۲۱۸۶، مسند البزار: ۱۹۹۵، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۹۸۴، سنن الدارقطنی: ۲۸۶۰، ۲۸۶۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰۸۱۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

- ۱۔ ادھار خرید و فروخت جائز ہے۔ اس قسم کا اختلاف اسی وقت ہوتا ہے جب چیز وصول کر لی گئی ہو اور قیمت ادا نہ کی گئی ہو۔
- ۲۔ اس قسم کی غلط فہمی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب قرض یا ادھار کا معاملہ زبانی طے کیا گیا ہو اور اسے لکھا نہ گیا ہو، اس لیے بہتر یہ ہے کہ ایسے موقع پر تحریر لکھ لی جائے۔
- ۳۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں حدیث کا مقام اس قدر بلند تھا کہ جب حدیث سامنے آ جاتی تو فریقین اسے تسلیم کر کے جھگڑا ختم کر دیتے تھے۔ مسلمان کا عمل اسی طرح ہونا چاہیے۔
- ۴۔ اختلاف کی صورت میں اگر گواہی موجود ہو تو گواہی پر فیصلہ کرنا چاہیے۔
- ۵۔ اگر گواہ موجود نہ ہو اور خریدی ہوئی چیز کو واپس کرنا ممکن ہو تو بیچنے والے کے دعویٰ کو تسلیم کر لیا جائے یا سودا ختم کر کے چیز واپس کر دی جائے۔

۶۔ اختلاف کی صورت میں باہمی احترام کو قائم رکھنا ضروری ہے، گالی گلوچ اور الزام تراشی سے پرہیز کرنا چاہیے۔

ادھار اسامان فروخت کیا، پھر اسے خریدنا چاہے تو اس سے کم قیمت پر نہیں خرید سکتا {

۸۸۴۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي السِّلَعَةِ يَبِيعُهَا الرَّجُلُ

بَنَسِيئَةٍ لَا يَشْتَرِيَنَّهَا أَقَلٌّ مِنْ ذَلِكَ حَتَّى يَتَغَيَّرَ الْمَبِيعُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے سامان کے بارے میں فرمایا کہ اسے کوئی آدمی ادھار فروخت کر دے تو پھر اسے اُس سے کم قیمت پر بالکل نہ خریدے یہاں تک کہ بیع متغیر ہو جائے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ خلاف شرع خرید و فروخت سے جہاد کا ثواب بھی رائیگاں جانے کا خدشہ ہے }

۸۸۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ امْرَأَةٍ ابْنِ السَّفَرِ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَقَالَتْ إِنَّ زَيْدَ بْنِ أَرْقَمَ بَاعَنِي جَارِيَةً بِمِائَةِ دِرْهَمٍ نَسِيئَةً وَاشْتَرَاهَا مِنِّي بِسِتِّ مِائَةٍ فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَبْلَغِي زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ أَبْطَلَ جِهَادَكَ إِنْ لَمْ يَنْتَبُ!

امام ابو سہر رحمہ اللہ کی بیوی سے مروی ہے کہ ایک عورت نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک لونڈی آٹھ سو درہم میں ادھار بیچی، پھر وہی لونڈی انہوں نے مجھ سے چھ سو درہم میں خریدی۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ”کہ انہیں یہ پیغام پہنچا دو کہ اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو اللہ رب العزت ان کے جہاد کو رائیگاں کر دیں گے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۹، کتاب الحجۃ علیٰ محل المدینۃ: ج ۲ ص ۷۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۸۱۲، سنن الدارقطنی: ۳۰۰۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، السنن الصغیر للبیہقی: ۱۹۴۲، معرۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۱۳۹۶، شرح السنۃ للبخاری: ۲۰۶۳۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ طریق آخر عند المبدی)

{ چاندی کا برتن درہموں کے بدلے بیچنا ہو تو زیادہ وزن لینا سود ہے }

۸۸۵. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ سَرِيحٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ

سَأَلْتُهُ فَقُلْتُ إِنِّي اشْتَرَيْتُ بِغَايَةِ الْعَشْرَةِ بِسَبْعَةٍ وَنِصْفٍ وَبِسَبْعَةٍ فَقَالَ إِنِّي عَمَّرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
بِإِنَاءٍ قَدْ أَحْكَمْتَ صِنَاعَتَهُ فَأَمَرَنِي أَنْ أَبِيعَهُ لَهُ فَأَعْطَيْتُ بِهِ وَزَنَّهُ وَزِيَادَةً فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ
فَقَالَ عَمَّرَ لَا إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلِ وَإِنَّ الْفَضْلَ رَبًّا.

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ☆ ☆ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ
کے پاس ایک (خسروانی) برتن لایا گیا جو نہایت عمدگی سے بڑا مضبوط بنایا گیا تھا، آپ نے مجھے حکم دیا کہ اسے بیچ
دوں، پس میں نے جا کر ان سے عرض کیا کہ مجھے اس کے وزن سے زیادہ پیسے بھی مل رہے ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ
نے فرمایا: ”نہیں مگر برابر برابر اور زیادتی سود ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۸ باب شراء الذهب والفضة تكون في السير والجوهر، جامع المسانيد للخوارزمي: ج ۲
ص ۳۶ ج ۱۰۸، المحلی بالآثار لابن حزم: ج ۸ ص ۴۹۶، اعلام السنن: ۳۷۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ولید بن سریع الکوفی مولیٰ آل عمر بن حرث الحزومی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن نسائی کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب
الکمال: ۶۷۰۵، الثقات لابن حبان: ۵۸۷۸، الکاشف: ۶۰۶۵)

{ سونے کو سونے کے بدلے، چاندی کو چاندی کے بدلے برابر برابر بیچو، زیادتی سود ہے }

۸۸۶. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَطِيَّةِ الْعَوْفِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ
النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَزَنًا يَوْزَنُ يَدَا بَيْدٍ وَالْفُضْلُ رَبًّا، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَزَنًا يَوْزَنُ
يَدَا بَيْدٍ وَالْفُضْلُ رَبًّا، وَالْحِنْطَةُ بِالْحِنْطَةِ كَيْلًا بِكَيْلٍ وَالْفُضْلُ رَبًّا، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ كَيْلًا بِكَيْلٍ
وَالْفُضْلُ رَبًّا، وَالْبَلَحُ بِالْبَلَحِ كَيْلًا بِكَيْلٍ وَالْفُضْلُ رَبًّا. قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ ذَكَرْنَا بَيْعَ الْهَرِ عِنْدَ
عَطَاءٍ فَلَمْ يَعْجَبْ.

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سونا سونے کے بدلے ہے وزن میں
برابر برابر ہاتھ در ہاتھ اور زیادتی سود ہے، چاندی چاندی کے بدلے ہے وزن میں برابر برابر ہاتھ در ہاتھ اور

زیادتی سود ہے۔ گندم گندم کے بدلے ہے ناپ میں برابر برابر اور زیادتی سود ہے، جو جو کے بدلے ہے ناپ میں برابر برابر اور زیادتی سود ہے۔ اور نمک نمک کے بدلے ہے ناپ میں برابر برابر اور زیادتی سود ہے۔
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے امام عطاء رحمہ اللہ کے پاس بلی کی بیع کا ذکر کیا تو انہوں نے اس پر کوئی عیب نہیں لگایا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۷۷۰ باب شراء الدرهم الثقال بالخفاف والربا، مسند الامام ابی حنیفہ وروایۃ الحنفی:
۳۳۲، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۳۳ ح ۱۰۸۸، مسند ابی حنیفہ وروایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۹۶، صحیح البخاری: ۲۱۷۷، ۲۱۷۸، صحیح مسلم: ۱۵۸۳۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (واخرجه البخاری ومسلم من طريق مالك عن نافع عن ابی سعيد الخدري رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ قال لا تبيعوا الذهب بالذهب الا مثلا بمثل ولا تشفوا بعضها على بعض، ولا تبيعوا الورق بالورق الا مثلا بمثل ولا تشفوا بعضها على بعض ولا تبيعوا منها غائباً بناجز۔ واخرجه البخاری ومسلم من طريق سالم عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما ان اباسعيد الخدري حدثها مثل ذلك حديثاً عن رسول الله ﷺ فلقية عبد الله بن عمر رضي الله عنهما فقال يا اباسعيد ما هذا الذي تحدث عن رسول الله ﷺ؟ فقال ابو سعيد في الصرف سمعت رسول الله ﷺ يقول الذهب بالذهب مثلا بمثل والورق بالورق مثلا بمثل.)

فوائد ومسائل:

- ۱۔ اس حدیث میں ربا کے مفہوم کو وسعت دے کر خرید و فروخت اور لین دین کے بعض معاملات کو ربا اور سود قرار دیا گیا ہے، چنانچہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ یہاں جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے، اگر ان کا باہمی تبادلہ یا ان کی باہمی خرید و فروخت کی جائے تو یہ ضروری ہے کہ لین دین برابر برابر بھی ہو اور دست بدست بھی ہو۔
- ۲۔ برابر برابر کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو اپنا گیسوں بطور تبادلہ بیع دے تو اس سے اتنا ہی گیسوں لے جتنا خود دے۔
- ۳۔ دست بدست کا مطلب یہ ہے کہ جس محلے میں معاملہ طے ہو اس مجلس میں دونوں فریق اپنا اپنا حق ایک دوسرے سے الگ ہونے سے پہلے ہی اپنے قبضے میں لے لیں، یہ نہ ہونا چاہیے کہ ایک فریق تو نقد دے اور دوسرا یہ وعدہ کرے کہ میں بعد میں

دے دوں گا، اگر اس حکم کے برخلاف ہوگا کہ یا لین دین برابر برابر نہ ہو یا دست بدست نہ ہو تو اس صورت میں وہ معاملہ ربا یعنی سود کے حکم میں داخل ہو جائے گا۔

۴۔ اس حدیث میں جن چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ محض مثال کے طور پر ہے فقہاء کرام رحمہم اللہ نے اپنے اجتہاد سے کچھ اور چیزوں مثلاً لوہے، چوڑے اور دیگر اجناس کو بھی ان چیزوں پر قیاس کیا ہے۔ اور اس سلسلے میں ایک ضابطہ بنانے کے لیے ہر ایک مجتہد نے اپنے اپنے اجتہاد سے ان چیزوں میں ربا (یعنی سود) کی علت الگ الگ متعین کی ہے۔

۵۔ اکثر فقہاء کرام رحمہم اللہ کے ہاں اصولی طور پر سود کی علت قدر مع الجنس ہے اس اعتبار سے سونے اور چاندی میں سود کی علت چونکہ وزن ہے اس لیے ہر اس چیز کے باہمی لین دین میں سود کا حکم جاری ہوگا جو موزون (یعنی وزن کے ذریعے لی دی جانے والی) ہو جیسے لوہا، تانبا وغیرہ۔

اور باقی چیزوں میں سود کی علت چونکہ کھل ہے اس لیے ہر اس چیز کے باہمی لین دین میں سود کا حکم جاری ہوگا جو مکمل (یعنی پیمانے کے ذریعے لی جانے والی) ہو جیسے چونا وغیرہ۔ اور شریعت نے جس چیز کے مکمل یا موزون ہونے کا حکم صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے اس میں تبدیلی روا نہیں ہے مثلاً سونے اور چاندی کو شریعت نے ان چیزوں میں شمار کیا ہے جو وزن کے ذریعے لی دی جاتی ہیں اس لیے یہ دونوں موزون کے حکم میں ہیں۔

اگرچہ عام رواج اس کے برخلاف ہو، اسی طرح گیلوں، جو، کھجور اور نمک کو شریعت نے اس چیزوں میں شمار کیا ہے جو مکمل یعنی پیمانے کے ذریعے لی دی جاتی ہیں، اس لیے یہ چیزیں مکمل کے حکم میں ہیں، اگرچہ عام رواج اس کے برخلاف ہو، لہذا سونے یا چاندی کے باہمی لین دین کے جائز ہونے میں وزن اور مکمل ہی کا اعتبار ہوگا کہ اگر سونے کو سونے کے بدلے یا چاندی کو چاندی کے بدلے لیا دیا جائے تو وزن کا برابر برابر ہونا ضروری ہے، وزن میں کمی بیشی قطعاً جائز نہیں ہوگی۔

اسی طرح باقی چیزوں کے باہمی لین دین کے جائز ہونے میں مکمل کا اعتبار ہوگا، کیونکہ اگرچہ عام رواج کے مطابق ان چیزوں کا لین دین وزن کے ذریعے ہوتا ہو، لیکن شرعی طور پر یہ چیزیں مکمل ہی کے حکم میں ہوں گی، اس لیے اگر کوئی شخص کسی کو ایک من گیلوں کے بدلے میں ایک من گیلوں دے تو یہ لین دین جائز نہ ہوگا تا وقتیکہ دونوں طرف کے گیلوں پیمانے کے اعتبار سے برابر برابر نہ ہوں۔

(لیکن یہ بات بھی صاف ہے کہ فقہاء میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مطلقاً ہر چیز کے مکمل یا موزون ہونے میں عام رواج کا اعتبار ہے اور اہلسنت والجماعت احناف کے ہاں اسی پر عمل ہے) جو کھجور اور نمک کا بھی یہی حکم ہے۔

ہاں جس چیز کا موزون یا مکمل ہونا شریعت نے صراحت کے ساتھ بیان نہیں کیا ہے، اس کے بارے میں عام رواج ہی کا اعتبار ہوگا کہ اگر وہ چیز عام رواج کے مطابق وزن کے ذریعے لی دی جاتی ہوگی تو وہ شرعی طور پر بھی موزون ہی کے حکم میں ہوگی کہ اس کے باہمی لین دین میں وزن کا برابر برابر ہونا ضروری ہوگا، اس لیے لوہا اور تانبا چونکہ عام رواج کے مطابق وزن کے

ذریعے لیا دیا جاتا ہے، اس لئے ان کے باہم لین دین میں وزن کا برابر برابر ہونا ضروری ہے اگر وزن میں کمی بیشی ہوگی تو یہ رباعی سود کے حکم میں داخل ہوگا۔

{نرخ کی گرائی اور ارزانی اللہ کے ہاتھ میں ہے}

۸۸۷. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قِيلَ لَهُ سَعَرَ فَقَالَ إِنَّ الرُّخْصَ وَالْغَلَاءَ مِنَ اللَّهِ وَإِنِّي أَحِبُّ أَنْ أَلْقَى اللَّهَ تَعَالَى وَلَا مَظْلَمَةَ لِأَحَدٍ عِنْدِي.

یہم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا: (نرخ گراں ہو گئے ہیں لہذا) آپ ایک نرخ مقرر فرمادیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نرخ کی گرائی اور ارزانی اللہ کے ہاتھ میں ہے، میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اللہ سے اس حال میں ملوں کہ مجھ سے کسی کو کوئی شکایت نہ ہو (جس کا وہ مجھ سے وہاں بدلہ چاہے)۔

فوائد و مسائل:

سنن ابی داود (۳۴۵۰) میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بسند متصل مروی ہے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! نرخ مقرر فرمادیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”(نہیں) بلکہ میں دعا کروں گا (کہ اللہ تعالیٰ ارزانی فرمادے)“ پھر ایک آدمی آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! نرخ مقرر فرمادیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”(نہیں) بلکہ اللہ ہی کھٹاتا اور بڑھاتا ہے، اور مجھے یقین ہے کہ میں اللہ سے اس حال میں ملوں گا کہ مجھ سے کسی کو کوئی شکایت نہ ہوگی (جس کا وہ مجھ سے وہاں بدلہ چاہے)۔“

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے قیمتوں کو مارکیٹ فورسز، خصوصاً رسد و طلب کے فطری توازن کے مطابق رکھنے پر زور دیا اور مہنگائی کے باوجود قیمتیں مقرر کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ کا یہ فرمان کہ اللہ ہی (چیزوں کی رسد) کھٹانے بڑھانے والا ہے۔ موجودہ اکنامکس کے تصورات سے صدیوں پہلے علم کی بات ہے۔

آپ نے اس کے ذریعے سے معیشت کا ایک بنیادی اصول بیان فرمایا ہے اور منڈی کے عوامل کے آزاد رہنے کو انصاف اور عدل قرار دیا۔ قیمتوں کے تقرر سے کسی نہ کسی کا حق ضرور مارا جاتا ہے، اس لیے اس سے اجتناب کا حکم دیا۔

۳۔ اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مہنگائی کا علاج یہ ہے کہ اشیاء کی رسد میں برکت میں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کا مفہوم یہی ہے کہ وہ چیزوں کی پیداوار میں برکت عطا کرے اور ضرورت پوری کرنے کا متبادل انتظام کر دے۔ حکومت کو یہی چاہیے کہ وہ مہنگائی توڑنے کے لیے رسد میں اضافے کی کوشش کرے اور متبادل طریقے تلاش کرے۔ یہ مہنگائی کا کامیاب علاج ہے، جبکہ قیمتیں مقرر کرنے کے باوجود منڈی میں ان پر عمل نہیں ہوتا اور چیزوں کی چور بازاری شروع ہو جاتی ہے جس سے لوگوں کی اذیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

{ جتنا قرض دیا، اس سے زیادہ لینا سود ہے }

۸۸۸. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَقْرَضَ رَجُلًا دَرَاهِمَ فَأَتَاهُ بِدَرَاهِمَ أَجْوَدَ مِنْهَا فَأَعْطَاهَا إِيَّاهُ فَأَبَى أَنْ يَقْبَلَهَا وَقَالَ ائْتِنَا بِمِثْلِ دَرَاهِمِنَا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو چند درہم بطور قرض دیے، ادا نیگی کے وقت اس شخص نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ان سے عمدہ قسم کے درہم دیے مگر سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: ”ہمارے پاس ہمارے درہموں جیسے لائیے۔“

تحقیق:

صحیح ہے۔

{ اس شرط پر درہم قرض دینا کہ وہ اسے دوسری زمین میں واپس کرے گا }

۸۸۹. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَأْخُذَ الرَّجُلُ مِنَ الرَّجُلِ الدَّرَاهِمَ قَرْضًا عَلَى أَنْ يُؤْفَ بِهَا إِيَّاهُ فِي أَرْضٍ أُخْرَى.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص کسی کو اس شرط پر درہم قرض دے کہ وہ اسے دوسری زمین (مثلاً رقی) میں واپس دے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۷۷۲ باب القرض، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۷۴-۷۵ ج ۱۱۵۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۷۷۲)

{بھاری کھوٹے درہموں کو ہلکے (زیر استعمال کھرے) درہموں کے بدلے خریدنے کا حکم}

۸۹۰. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مَرْزُوقِ بْنِ بُكَيْرٍ عَنْ أَبِي جَبَلَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ سَأَلَهُ فَقَالَ إِنَّا نَقْدُمُ الْأَرْضَ وَمَعَنَا الْوَرِقُ الْخِفَافُ النَّافِقَةُ وَبِهَا الْوَرِقُ الْثِقَالُ الْكَاسِدَةُ أَفَنَشْتَرِي وَرِقَهُمْ يَوْرِقَنَا فَقَالَ: لَا وَلَكِنْ بَعْ وَرِقَكَ بِالْثَنَائِيْرِ وَاشْتَرِ وَرِقَهُمْ بِالْثَنَائِيْرِ وَلَا تُفَارِقْهُ حَتَّى تَقْبِضَ وَإِنْ صَعِدَ فَوْقَ بَيْتٍ فَاصْعِدْ مَعَهُ وَإِنْ وَثَبَ فَثَبِّ مَعَهُ.

امام ابو جبلہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ہم ایسے علاقے میں آتے ہیں جہاں کھوٹے بھاری درہم ہوتے ہیں اور ہمارے پاس چلنے والے ہلکے درہم ہوتے ہیں کیا ہم ان کے درہموں کو اپنے درہموں کے بدلے خرید سکتے ہیں؟ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں بلکہ تم اپنے درہموں کو دنانیر کے بدلے بیچ دیا کرو اور دنانیر کے بدلے ان کے درہم خریدو، اور جب تک اپنے ساتھی سے مکمل مال وصول نہ کر لو تب تک اس سے جدا نہ ہونا (حتی کہ وصولی سے پہلے) اگر وہ گھر کے اوپر چڑھے تو تم بھی اس کے ساتھ چڑھ جاؤ اگر وہ چھلانگ لگائے تو تم بھی اس کے ساتھ چھلانگ لگا دو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۷۶۹ باب شراء الدراهم الثقال بالخفاف والربا، جامع المسانید للخوارزمی: ج ۲ ص ۳۷

۱۰۹۱ ح۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (واخرجه عبدالرزاق (۱۳۵۵۱) وابن ابی شیبہ (۵/۳۰۰) من طریق عمرو بن دینار قال سمعت ابن عمر يقول ان استنظرك حلب ناقة فلا تنظره۔ و اخرجه ابن ابی شیبہ (۵/۳۰۰) من طریق عبدالعزیز بن حکیم سمعت ابن عمر يقول اذا صرفت دينارا فلا تقم حتى تأخذ ثمنه.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۷۶۹)

{ درہموں کی جگہ دینار یا دیناروں کی جگہ درہم وصول کیے جاسکتے ہیں؟ }

۸۹۱. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الدَّرَاهِمِ تَكُونُ لِلرَّجُلِ عَلَى الرَّجُلِ فَيَأْخُذُ بِهَا كَتَانِيَةً أَوْ يَأْخُذُ بِذَلِكَ يَدًا بِيَدٍ فَقَالَ لَا بَأْسَ بِذَلِكَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے درہموں کے بارے میں جو ایک شخص کے کسی کے ذمے ہوں اور وہ درہموں کی جگہ دینار وصول کر لے یا دیناروں کی جگہ درہم وصول کر لے یا اس کی جگہ سامان ہاتھ درہم وصول کر لے تو فرمایا: کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ کوئی شخص جلدی ادائیگی کی شرط پر، اپنے حق سے کچھ معاف کر دے تو حکم ہے؟ }

۸۹۲. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَكُونُ لَهُ الدَّيْنُ عَلَى الرَّجُلِ إِلَى أَجَلٍ فَيُعْجِلُ لَهُ بَعْضَهَا قَبْلَ الْأَجَلِ وَيَحْطُ عَنْهُ قَالَ لَا بَأْسَ بِذَلِكَ إِنْ مَاتَ مَالُهُ وَتَرَكَهُ لَهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے شخص کے بارے میں جس کا دوسرے شخص کے ذمہ کوئی قرض ہو، جو متعین مدت تک ہو، اور پھر وہ جلدی ادائیگی کا مطالبہ کرے اور قرض کا کچھ حصہ معاف کر دے تو فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ اسی کا مال ہے جس سے اس نے کچھ چھوڑ دیا ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۸۹۳. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ لِرَجُلٍ عَلَى أَرْبَعَةِ آلَافٍ دِرْهَمٍ إِلَى أَجَلٍ وَأَنَّهُ قَالَ عَجِّلْ لِي الْفَدَيْنِ وَأَحْطِ عَنْكَ الْفَدَيْنِ قَالَ فَتَهَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَتَهَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَقَامَ ابْنُ عُمَرَ فَأَخَذَ بِيَدِي وَقَالَ إِنَّ هَذَا يُرِيدُ أَنْ أَطْعِمَهُ الرِّبَا.

امام میسرہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ مجھ پر ایک آدمی کے چار ہزار درہم (قرض) ہیں، جو متعین مدت تک ہیں، اس آدمی نے کہا ہے کہ تم مجھے جلدی دو ہزار درہم ادا کر دو تو میں تمہیں

باقی دو ہزار درہم معاف کر دوں گا، امام میسرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مجھے منع کر دیا، پھر میں نے ان سے یہی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے مجھے منع فرمادیا پھر میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے مجھے منع فرمادیا، پھر (چوتھی) مرتبہ پوچھا تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کھڑے ہو کر میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ یہ چاہتے ہیں کہ میں ان کو سود کھلاؤں؟۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (وللحدیث شاهد عند مالک (۲۴،۹) وغیرہ)
زیاد بن میسرہ سے امام زیاد بن ابی زیاد میسرہ مخزومی مدنی رحمہ اللہ مراد ہیں جو کہ صحیح مسلم، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۲۰۴۴)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں جس آدمی کا قرض ایک میعاد (مدت) تک کسی کے ذمے ہو، دوسرے نے کہا کہ رقم کچھ کم کر دو تو میں ادائیگی جلدی کرتا ہوں تو یہ جائز نہیں۔ کیونکہ وہ کثیر دین کے بدلے میں کم مغل لیتا ہے۔ گویا وہ کثیر دین کے عوض میں قلیل حاضر کی بیع کرتا ہے۔

یہی موقف سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (موطا امام محمد: رقم الحدیث ۶۷۹۹، عباب الرجل یبیع المتاع او غیرہ ثم یقول انقلنی واضع عنک)

{بیع میں شرط کرنے کا حکم}

۸۹۳. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَدَّثَهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اشْتَرَى مِنْ زَيْنَبِ الْعَقْفِيَّةِ جَارِيَةً وَاشْتَرَطَ عَلَيْهِ أَنْ هُوَ اسْتَفْتَى عَنْهَا فَهِيَ أَحَقُّ بِالشَّمَنِ فَأَتَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَسَّأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ مَا يُعْجِبُنِي أَنْ تَطَّاهَا وَلَا حِدٍ فِيهَا شَرَطَ قَالَ فَرَجَعَ فَرَدَّهَا.

امام زہری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (اپنی بیوی) زینب ثقفیہ سے ایک باندی خریدی، زینب نے یہ شرط لگائی کہ اگر انہیں اس کی ضرورت نہ رہی تو اس کی قیمت کی وہ زیادہ ہتھار ہوں گی، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے اس سلسلے میں پوچھا تو

انہوں نے فرمایا: مجھے یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ تم اس کے قریب جاؤ اور اس کی بیچ کے سلسلہ میں کوئی شرط لگائی گئی ہو، چنانچہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ واپس آئے اور اس باندی کو واپس کر دیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار ردایہ الامام محمد: ۳۶۵ باب الامة تباع او توهب ولها زوج، مؤطا محمد: ۷۹۰، جامع المسانید للنخوارزی: ج ۲ ص ۱۲، مؤطا مالک: ۲۲۸۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰۸۲۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۲۹۱، سنن سعید بن منصور: ۲۲۵۱، ۲۲۵۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۵۶۶۱، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۴۰۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۲۰۰، کتاب الآثار ردایہ الامام محمد: ۳۶۵ باب الامة تباع او توهب ولها زوج، مؤطا محمد: ۷۹۰، جامع المسانید للنخوارزی: ج ۲ ص ۱۲، مؤطا مالک: ۲۲۸۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰۸۲۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۲۹۱۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (واخرجه الامام محمد في الآثار عن ابي حنيفة عن ابي العتوف عن الزهري ان عبد الله بن مسعود... فذكره. واخرجه مالك في الموطأ ومن طريقه محمد في الموطأ والبيهقي عن الزهري عن عبيد الله بن عتبة بن مسعود ان عبد الله بن مسعود... فذكره. واخرجه عبد الرزاق عن معمر عن الزهري عن عبيد الله ان عبد الله بن مسعود اشترى... فذكره. واخرجه الطحاوي والبيهقي من طريق محمد بن عمرو بن الحارث عن زينب امرأته عبد الله بن مسعود... فذكره.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اگر بیچنے والا خریدار سے یا خریدار بیچنے والے سے کوئی ایسی شرط کر لے جو بیچ کے مقتضیات میں سے نہیں ہے اور اس میں بیچنے والے یا خریدار کا کوئی فائدہ مقصود ہو تو وہ بیچ فاسدہ ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (مؤطا محمد: ۷۹۰، کتاب الآثار: ۳۶۵)

{ کوئی شخص جلدی ادائیگی کی شرط پر، اپنے حق سے کچھ معاف کر دے تو حکم ہے؟ }

۸۹۵. یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن رجل من أهل مكة عن أبيه أنه كان لرجل عليه دين فقال رجل لي وأضع عنك فسأل ابن عمر رضي الله عنهما فنهاه. فقال إنما هو ماله

يَهَبُ لِي مِنْهُ فَتَهَاكَ فَأَعَادَ عَلَيْهِ فَأَخَذَ بِيَدِهِ وَقَالَ إِنَّ هَذَا يُرِيدُ أَنْ أُطِيعَهُ الزَّبَا.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اہل مکہ کے ایک شخص سے اور وہ اپنے والد محترم سے نقل کرتے ہیں کہ ان پر کسی دوسرے شخص کا قرض تھا اس شخص نے کہا کہ تم مجھے جلدی ادا کرو تو میں تمہیں قرض میں سے کچھ معاف کر دوں گا، انہوں نے اس سلسلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے منع کر دیا، انہوں نے اپنی بات دہراتے ہوئے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ اسی کا مال ہے جس میں سے کچھ وہ مجھے ہبہ کرنا چاہتا ہے اس پر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ یہ چاہتے ہیں کہ میں ان کو سود کھلاؤں؟۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (تقدم فی ۸۱۲ وللحدیث شاهد عند مالک (۲۴،۹) وغیرہ)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں جس آدمی کا قرض ایک میعاد (مدت) تک کسی کے ذمے ہو، دوسرے نے کہا کہ رقم کچھ کم کر دو تو میں ادائیگی جلدی کرتا ہوں تو یہ جائز نہیں۔ کیونکہ وہ کثیر دین کے بدلے میں کم معجل لیتا ہے۔ گویا وہ کثیر دین کے عوض میں قلیل حاضر کی بیع کرتا ہے۔

یہی موقف سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا

ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (موطا امام محمد: رقم الحدیث ۶۹، باب الرجل یبیع

المتاع او غیرہ ثم یقول انقلنی واضع عنک)

{بیع سلم کا کچھ سامان اور کچھ اصل مال لے لے تو درست ہے}

۸۹۹. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي عُمَرَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَأْخُذُ بَعْضُ سَلَمِهِ وَيَأْخُذُ بَعْضُ رَأْسِ مَالِهِ فَقَالَ لَا تَأْسَ بِهِ ذَلِكَ الْمَعْرُوفُ الْحَسَنُ الْجَبِيلُ.

امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایسے شخص کے بارے میں جو کچھ بیع

سلم کا سامان لے لے اور باقی کے بدلے کچھ اصل مال لے لے فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور یہ عمدہ اچھی

اور بہتر بات ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ محمد: ۷۴۷ باب السلم یأخذ بعضه وبعض راس مالہ، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۲۱، ۲۲
ج ۴ ص ۱۰۷، کتاب الحج: ج ۲ ص ۵۹۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۱۰۱، ۱۴۱۰۲، اعلام السنن: ج ۱۴ ص ۴۲۲، السنن الکبریٰ
للشیخ: ج ۶ ص ۲۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۹۸۸، ۱۹۹۸۹، ۱۹۹۹۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند ابن ابی شیبہ)

ابو عمر سے امام ابو عمر ذر بن عبد اللہ بن زرارہ ہمدانی مرہبی کوئی رحمہ اللہ مراد ہیں جو کہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی
ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۱۸۱۳، الثقات لابن حبان: ۷۷۹۰)

فوائد مسائل:

۱۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار: ۷۴۷)

۲۔ بیع سلم کا مطلب یہ ہے کہ قیمت ابھی لے اور بیع کچھ دنوں بعد دے (یعنی سونا، چاندی یا مروجہ سکہ پیشگی قیمت کی صورت میں
دے کر ایک معلوم و متعین مدت تک چیز لینے کا سودا طے کرنا)۔ اس کو بیع سلم کہتے ہیں۔ قیاس بیع سلم کے جواز سے انکاری
ہے کیونکہ یہ صورت بھی اس ضمن میں آ جاتی ہے کہ کوئی شخص وہ چیز فروخت کرے جو اس کے پاس نہیں، مگر اسے صحیح احادیث
کی وجہ سے جائز قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ جو قیمت پیشگی ادا کی جائے وہ راس المال کہلاتی ہے۔ اور اس کے عوض مقررہ مدت تک مؤخر کی گئی فروخت شدہ چیز کو مُسَلَّم
فینہ کہتے ہیں۔

۴۔ اور پیشگی قیمت ادا کرنے والے کو رَبُّ السِّلْمِ اور فروخت کرنے والے کو مُسَلَّمُ الْبَیْہ کہتے ہیں۔

{ حیوان میں بیع سلم درست نہیں ہے }

۸۹۷۔ یوسف عن أبیه عن أبی حنیفۃ عن حماد عن إبراهیم أن ابن مسعود رضی اللہ عنہ أعطی زید
بن خلیدۃ مالا مضاربۃ فأسلمہ إلی عثیریس بن عرقوب فی قلائص معلومۃ إلی أجل معلوم
فحللت فأخذ منه بعضا وبقي بعض فاشدأ علیہ فمات فأتی عبد اللہ وکلمہ فی أن ینظرہ

فَيَتَابَعِي فَأَرْسَلَ إِلَى زَيْدٍ فَسَأَلَهُ فِيمَا أَسْلَمْتُ قَالَ أَسْلَمْتُ إِلَيْهِ فِي قَلَائِصٍ مَعْلُومَةٍ بِأَسْنَانٍ مَعْلُومَةٍ إِلَى أَجْلِ مَعْلُومٍ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ ازْدَدْ مَا أَخَذْتَ مِنْهُ وَخُذْ رَأْسَ مَالِكَ وَلَا تُسَلِّمْ شَيْئًا مِنْ أَمْوَالِنَا فِي الْحَيَوَانِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے زید بن خویلدہ کو کچھ مال مضاربہ بت دیا، زید نے عتریس بن عرقوب کو کچھ مال اونٹوں میں بیع سلم کے لئے دے دیا، جب وقت مقررہ آ گیا تو بعض اونٹ لے لئے اور بعض باقی رہ گئے، اسی دوران عتریس تنگدست ہو گئے (اور انہیں یہ اطلاع ملی کہ یہ مال سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا تھا) چنانچہ وہ ان کے پاس آ سنا مطلب کرنے آئے، سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے زید رضی اللہ عنہ کے پاس آ دی بھیجا اور ان سے اس بارے میں دریافت کیا اور فرمایا تم نے جو کیا ہے وہ واپس کر دو اور اپنا اصل مال لے لو اور آئندہ کسی حیوان کے بارے میں بیع سلم نہ کرنا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۷۵۷ باب السلم یاخذ بعضه وبعض رأس مالہ، جامع المسانید للنخوارزمی: ج ۲ ص ۲۱، ۲۲ ج ۱۰، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۱۰۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلی: ص ۳۲، ۳۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۴ ص ۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۵ ص ۱۹۶، جامع المسانید للنخوارزمی: ج ۲ ص ۲۱، ۲۲ ج ۱۰، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۱۰۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلی: ص ۳۲، ۳۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۴ ص ۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۵ ص ۱۹۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں حیوان میں بیع سلم درست نہیں ہے۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۷۵۷)

{ کیلی (ماپنے) اور وزنی (تولی جانے والی) چیزوں میں بیع سلم کا بیان }

۸۹۸. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَمَّادٍ عَنِ إِسْرَافِيلَ أَنَّهُ قَالَ أَسْلِمَ مَا يَكُلُ فَيَتَابَعُونَ

وَأُسْلِمَ مَا يُوزَنُ قَيْمًا يُكَالُ وَلَا تُسْلِمَ مَا يُكَالُ قَيْمًا يُوزَنُ وَلَا مَا يُوزَنُ قَيْمًا يُوزَنُ وَإِذَا كَانَ تَوَعُّا وَاحِدًا مِمَّا لَا يُكَالُ وَلَا يُوزَنُ فَلَا بَأْسَ بِهِ اِثْنَيْنِ يَوَاحِدًا يَدًا بِيَدٍ وَلَا خَيْرَ فِيهِ نَسِيئَةً.

۸۹۹. یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم أنه قال لا تأخذ إلا رأس مالك أو ما أسلمت فيه بعينه وإذا كان توعان مختلفان مما لا يكال ولا يوزن فلا بأس بإثنين يواحد يدًا بيد ولا بأس به نسيئة.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: کیلی کا موزون سے بیع سلم کرو اور موزون کا کیلی سے، اور بیع سلم نہیں کی جائے گی کیلی کی کیلی سے اور موزون کی موزون سے۔ اور جب اس کا تعلق ایک جنس کے ساتھ ہو جس کا کیل نہیں کیا جاتا اور وزن بھی نہیں کیا جاتا تو اس میں دو کو ایک کے بدلے ہاتھوں ہاتھ بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر اس کو ادھار بیچنے میں خیر نہیں ہے۔ اور جب دونوں جنسیں الگ ہوں غیر مکملی اور غیر موزون میں تو دو کو ایک کے بدلے بیچ سکتے ہیں، ہاتھ در ہاتھ اور اس کے ادھار بیچنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اس سب کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام: ۳۹ باب السلم فیما یقال ویوزن)

۹۰۰. یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن عامر أنه قال إذا اختلف التوعان فلا بأس أن يُسْلِمَ مَا يُوزَنُ قَيْمًا يُوزَنُ وَمَا يُكَالُ قَيْمًا يُكَالُ.

امام عامر شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: جب دونوں جنسیں الگ ہوں تو پھر موزون کی موزون سے اور کیلی کی کیلی سے بیع سلم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{ کپڑوں میں بیع سلم کرنے میں کوئی حرج بشرطیکہ اس کا عرض و موٹائی معلوم ہو }

۹۰۱. یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم أنه قال لا بأس بالسلم في الغياب

إِذَا كَانَ ذَلِكَ مَعْلُومًا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: کپڑوں میں بیج سلم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ (اس کا عرض اور موثاتی) معلوم ہو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۸ باب السلم فی الثیاب، جامع المسانید للنخوارزمی: ج ۲ ص ۱۴ ح ۱۰۳۸، مصنف

ابن ابی شیبہ: ۲۱۴۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

کپڑے کا طول و عرض، جنس اور نوع معلوم و متعین ہوں تو اس میں بیج سلم جائز ہے اور اس طرح یہ مکلی و موزون کے ساتھ مل جائے گا، ضرورت کی وجہ سے اسے جائز قرار دیا گیا ہے، کپڑے سے بغیر سلا کپڑا مراد ہے عسلے کپڑے جیسے نوپیاں، موزے وغیرہ میں بیج سلم جائز نہیں۔ اگر کوئی کپڑا وزن کر کے بیجا جاتا ہو تو وزن کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر جہالت رہے گی۔

{ پیسوں میں بیج سلم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں }

۹۰۲. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم کہ قال لا بأس بالسلم فی الفلوس۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”پیسوں میں بیج سلم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۶ باب الکفیل والرحمن فی السلم، جامع المسانید للنخوارزمی: ج ۲ ص ۵ ح ۱۰۲۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار: ۷۵۶)

{ جب ثریا ستارہ بلند ہوتا ہے تو ہر شہر سے بیماری اٹھالی جاتی ہے }

۹۰۳. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن عطاء بن ابی رباح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال إذا طلع النجم رفعت العاہۃ عن اهل کل بلد.

امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جب (ثریا) ستارہ بلند ہوتا ہے تو ہر شہر سے بیماری اٹھالی جاتی ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۹۱۷ باب شرب الدواء والبان البقر والاكتواء، مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحنفی:
۳۳۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۸۳۹۵، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۲۲۸۲، فوائد تمام للرازی: ۱۷۱، مسند ابی حنیفہ روایۃ
ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۳۸، المعجم الصغير للطبرانی: ۱۰۳، اخبار اصہبان: ج ۱ ص ۱۲۱، کشف الاستار: ۱۲۹۲، المعجم الاوسط للطبرانی:
۱۳۲۷، کتاب العظیمة لابن الشیخ الاصبہانی: ج ۴ ص ۱۲۲۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ پھلوں میں بیج سلم اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ کھانے کے قابل نہ ہو جائیں }

۹۰۴. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم انہ قال لا تسلم فی الشمرۃ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”پھلوں میں بیج سلم نہ کرو (یہاں تک کہ وہ کھانے کے قابل ہو جائیں)۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و ابواب الامام محمد: ۷۵۳ باب السلم فی الفاکہ الی العطاء وغیرہ، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۷۴ ح ۱۰۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں ایسے پھل میں بیج سلم نہیں کر سکتے جو لوگوں کے ہاتھ میں نہ ہو مگر یہ کہ وہ زمانہ اس پھل کا ہو اور لوگوں کے پاس موجود ہو اور بیج سلم کی مدت اس پھل کے ختم ہونے سے قبل کی متعین کی جائے ایسا کرے گا تو جائز ہوگی ورنہ اس میں کوئی خیر نہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار و ابواب الامام محمد: ۷۵۳)

{ کسی کے ذمے قرض ہو، وہ واپس لئے بغیر اس کو اگلے سودے کا ایڈ والس قرار دے سکتے ہیں }

۹۰۵۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي رَجُلٍ يَكُونُ لَهُ عَلَى رَجُلٍ دَيْنٌ فَيَجْعَلُهُ فِي السَّلَمِ قَالَ لَا حَتَّى يَقْبِضَهُ.

حماد سے روایت ہے کہ ابراہیم رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس کا کسی پر قرض ہو وہ اسے سلم میں شامل کر دے فرمایا اس میں کوئی خیر نہیں ہے جب تک اس پر قبضہ نہ کر لے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و ابواب الامام محمد: ۷۵۰ باب السلم فیما یقال ویوزن، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۷۴ ح

۱۰۲۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۱۶۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اس لیے کہ یہ بیع الدین بالدين ہے، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار و ابواب الامام محمد: ۷۵۰)

{ میوؤں میں خیرات وغیرہ ملنے تک بیع سلم کا بیان }

۹۰۹. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الرَّجُلِ يُسَلِّمُ فِي الْفَاكِهَةِ إِلَى الْقَطَّاعِ فَيَأْخُذُهَا قَفِيزًا قَفِيزًا قَالَ لَا خَيْرَ فِيهِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے میں مروی ہے جو میوؤں میں خیرات و عطاء ملنے کی مدت پر بیع سلم کرے کہ اسے ایک ایک قفیز کر کے لے گا فرمایا اس میں کوئی خیر نہیں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۲ باب السلم فی الفاکہۃ الی العطاء وغیرہ، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔

(کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۲)

{ بیع سلم مقررہ ماپ اور مقررہ وزن کے ساتھ مقررہ مدت کے لیے ہونی چاہیے }

۹۰۰. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا بَأْسَ بِالسَّلَمِ إِذَا كَانَ كَيْلًا مَعْلُومًا أَوْ ذَرَّعًا مَعْلُومًا إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: بیع سلم میں کوئی حرج نہیں جب وہ معلوم ماپ یا معلوم تول کے ساتھ معلوم مدت کے لیے ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی بیع سلم کی جارہی ہو، اگر وہ چمانہ سے ماپ کر لی دی جاتی ہے تو اس کا پیمانہ متعین کرنا ضروری

ہے کہ یہ چیز دس پیمانے ہوگی یہ پندرہ پیمانے۔

اور اگر وہ چیز وزن کے ذریعے لی دی جاتی ہے تو اس کا وزن متعین کرنا ضروری ہے کہ یہ چیز دس کلو ہوگی یا پندرہ کلو، اسی طرح مسلم فیہ (بیع سلم میں خریدی جانے والی چیز) کی ادائیگی کی مدت کا تعین بھی ضروری ہے کہ یہ چیز مثلاً ایک ماہ بعد دی جائے گی یا ایک سال بعد۔

اس اثر کا ظاہری مفہوم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بیع سلم میں مدت کا تعین بیع کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے جیسا کہ جمہور فقہاء کرام رحمہم اللہ کا مسلک ہے۔

{ بیع سلم میں کفیل لینے اور رہن رکھنے میں کوئی حرج نہیں }

۹۰۸. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا بَأْسَ بِالرَّهْنِ وَالْكَفِيلِ فِي السَّلَمِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”بیع سلم میں کفیل لینے اور رہن رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۵ باب الکفیل والرهن فی السلم، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۵ ح ۱۰۲۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۰۸۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۰۱۸، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۵ باب الکفیل والرهن فی السلم، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۵ ح ۱۰۲۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۰۸۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۰۱۸، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۵ باب الکفیل والرهن فی السلم، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۵ ح ۱۰۲۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۰۸۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۰۱۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔
(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۵)

{ بیع محافلہ، و مزایہ ممنوع ہے }

۹۰۰۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ الْوَلِيدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنِ الْمُحَافَلَةِ وَالْمَزَايِنَةِ وَقَالَ لَا تَبِيعُوا النَّخْلَ سَنَتَيْنِ وَثَلَاثًا.

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: ”کہ نبی اکرم ﷺ نے بیع محافلہ اور بیع مزایہ سے منع کیا ہے۔“ اور ارشاد فرمایا: ”کہ کھجور کا درخت دو سالوں یا تین سالوں کے لیے فروخت نہ کرو۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۸۷ ح ۱۱۶۵، مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحسکلی: ۳۳۴، صحیح البخاری: ۲۳۸۱، صحیح مسلم: ۱۵۳۶، سنن ابن ماجہ: ۲۲۶۶، سنن ابی داود: ۳۴۰۴، سنن الترمذی: ۱۲۹۰، سنن النسائی: ۳۸۷۹، مسند ابی داود الطیالسی: ۱۸۹۱، مسند الحمیدی: ۱۳۲۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۵۸۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۴۳۵۸، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۵۶۱۵، ۵۶۰۰، صحیح ابن حبان: ۴۹۹۲، المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۳۸۶، ۸۷۳۸، ۹۰۲۲، ۹۰۵۶، سنن الدارقطنی: ۲۹۹۰، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء: ج ۷ ص ۳۳۴، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ص ۱۱۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰۶۰۱، ۱۰۶۰۲، ۱۰۶۱۸، ۱۰۶۲۱، ۱۰۶۳۹، ۱۰۶۵۳، السنن الصغیر للبیہقی: ۱۹۰۵، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۱۲۴۳، شرح السنۃ للبیہقی: ۲۰۷۱، مرقاة المفاتیح: ۲۸۳۵، مشکاة المصابیح: ۲۸۳۵، بلوغ المرام: ۸۰۸۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق کثیر)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ محافلہ کا مطلب ہے بالیوں میں کھڑی کھیتی کو اسی جنس کے غلے کے عوض فروخت کرنا، جیسے گندم کے کھیت کے بدلے میں گندم فروخت کرنا۔
- ۲۔ مزایہ کا مطلب ہے درختوں پر لگے ہوئے پھل کو اسی جنس کے اتارے ہوئے خشک پھل کے عوض فروخت کرنا، مثلاً: خشک کھجوروں کے بدلے درخت پر تازہ کھجوروں کی بیج، اور خشک انگور (کشمش) کے بدلے بیلوں پر لگے ہوئے انگور کی بیج۔
- ۳۔ ان دونوں میں وجہ تحریم یہ ہے کہ دونوں کی بیج مقدار کا علم نہیں ہو سکتا کہ ترمیوہ خشک ہو کر کتنا رہ جائے گا، زیادہ کا بھی امکان ہے اور کم کا بھی۔ دونوں صورتوں میں فریقین میں سے کسی کو نقصان ہو سکتا ہے۔ جب جنس ایک ہو تو پھر برابری ضروری ہے۔ اس صورت میں بڑھوتری اور زیادتی سود ہوگا۔ اور سود کسی بھی صورت میں حلال نہیں۔

{ اللہ نے سود کھانے والے، سود دینے والے وغیرہا پر لعنت کی ہے }

۱۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ لَعَنَ اللَّهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُوتَصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُوتَشِمَةَ وَالْوَاشِرَةَ وَالْمُوتَشِرَةَ وَالْمُوتَصِصَةَ وَآكِلَ الرِّبَا وَمُطْعِمَهُ وَشَاحِدَهُ وَكَاتِبَهُ وَالْمُحَلَّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ رب العزت نے بالوں میں دوسرے بال ملانے والی اور بال ملوانے والی پر، جسم گودنے والی اور گودانے والی پر، دانت باریک کرنے والی اور باریک کروانے والی پر، سود کھانے والے پر، سود دینے والے پر، اس کے گواہوں پر، اس کی تحریر لکھنے والوں پر، حلالہ کرنے والے پر اور حلالہ کروانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔“

تحقیق:

صحیح، مرسل معتقد ہے۔ (ولہ طرق اخری)

فوائد و مسائل:

۱۔ عورت کے لیے مستحسن ہے کہ اپنے خاوند کی خوشی کے لیے زیب و زینت کرے لیکن جائز اور ناجائز کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۲۔ عورت کے بال کم ہوں تو یا جائز نہیں کہ بال زیادہ ظاہر کرنے کے لیے اپنے بالوں میں دوسرے بال ملائے۔

۳۔ جس طرح عورت کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بالوں میں دوسرے بال ملائے، اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ کسی دوسری عورت کا عیب چھپانے کے لیے اس کے بالوں میں دوسرے بال ملائے۔

۴۔ آرائش کا پیشا اختیار کرنے والے مردوں اور عورتوں کو چاہیے کہ ایسے کاموں سے پرہیز کریں جو شرعاً ممنوع ہیں، مثلاً مرد کسی کی ڈاڑھی نہ مونڈے۔ عورت دوسری عورت کا میک اپ کرنے میں ممنوع کاموں سے اجتناب کرتے ہوئے صرف جائز کاموں پر اکتفا کرے۔

۵۔ گودنے کا مطلب سوئی سے جسم پر کوئی نشان بنا کر اس میں کوئی رنگ دار چیز بھرتا ہے۔ جس کی وجہ سے جسم پر وہ نشان پختہ ہو جاتا ہے اور نٹا نہیں۔ عرب میں عورتوں میں یہ رواج تھا۔ یہ کام کرنا اور کروانا بھی شرعاً ممنوع ہے۔

۶۔ سود کی تمام صورتیں حرام اور اللہ کی لعنت کا باعث ہیں۔

۷۔ جس طرح سود لینا کبیرہ گناہ ہے اسی طرح سود دینا بھی کبیرہ گناہ ہے، لہذا سود کی بنیاد پر قرض لینا بھی حرام ہے، خواہ یہ سود

بینکوں سے لیا جائے یا کاروباری افراد سے۔

۸۔ حرام کاموں میں کسی بھی طرح تعاون نہیں کرنا چاہیے۔

۹۔ حلالہ غیر شرعی حرام، معصیت اور گناہ ہے۔ حلالہ غیر شرعی کی صورت یہ ہے کہ بوقت نکاح شرط طے کر لی جائے کہ دوسرا خاوند صحبت کرنے کے بعد لازماً اس عورت کو طلاق دیدے گا یا شرط تو طے نہ کی جائے لیکن دوسرے خاوند کی نیت مستقل ازدواجی زندگی گزارنے کی نہ ہو اور نہ ہی عورت اور اس کے سابقہ شوہر کے گھر کو آباد کرنے کی نیت ہو بلکہ محض جنسی لذت اور قضاء شہوت کی نیت ہو تو یہ حلالہ غیر شرعی ہے جو کہ حرام، معصیت اور گناہ ہے۔



۱۴۔ کتاب القضاء

فیصلہ کرنے سے متعلق احکام و مسائل

{ حکومت ایک امانت ہے جس نے اس کا حق ادا نہ کیا، وہ قیامت کے روز ذلیل و رسوا ہوگا }

۹۱۱۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي غَسَّانٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ الْإِمْرَةُ أَمَانَةٌ وَهِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْمٌ وَنَدَامَةٌ إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا.

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابو ذر! امارت و حکومت ایک امانت ہے اور قیامت کے روز یہ ذلت و رسوائی اور ندامت کا ذریعہ ہے سوائے اس کے جو اس کو اس کے حق کے ساتھ سنبھالے پھر اس سلسلہ میں اس پر جو ذمہ داری آتی ہے اسے پورا کرے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۹۲۵ باب الامارة ومن استن سنة حسنة۔۔۔، جامع السانید للخوازمی: ج ۱ ص ۹۲ ح ۸۴، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ص ۲۵۹، ۲۷۳، الاربعین المختارة من حدیث الامام ابی حنیفہ: ۴۰، صحیح مسلم: ۱۸۲۵، کتاب الاموال لابی عبید: ۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۵۱۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۰۲۱۲، شعب الایمان للبیہقی: ۷۰۵۲، معرفة السنن والآثار للبیہقی: ۱۹۷۲۵۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه ابو عبید فی الاموال من طریق عبد اللہ بن ابی لہیعة ومسلم من طریق بکر بن عمرو المعافری واحمد من طریق عبد اللہ بن لہیعة والطحاوی والمیہقی من طریق بکر بن عمرو المعافری کلاهما عن الحارث بن یزید الحضرمی عن ابن حميرة عن ابی ذر به.)

ابو غسان سے امام یثیم بن ابی یثیم حبیب صیرفی رحمہ اللہ مراد ہیں چنانچہ مسند ابی حنیفہ روایۃ الحارثی اور مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم میں اس کی سند یوں ہے: عن ابی حنیفہ عن الہیثم عن الحسن عن ابی ذر۔

فائدہ:

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حکومت و سیادت سے پرہیز کرنے کے بارے میں یہ حدیث اصل عظیم اور سب سے بڑی رہنما ہے، بطور خاص اس شخص کے لئے جو اس منصب کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی قوت نہ رکھتا ہوں۔

{ رنگساز کا گھر جل گیا، اس میں رنگائی کے لیے آئے ہوئے کپڑے بھی جل گئے، تاوان نہیں ہے }

۱۱۲. یونسف عن ابیہ عن ابی حنیفہ عن علی بن الاقمر قال کنت جالساً عند شریح اذ جاء رجل بصباغ فقال دفعْتُ ثوبی الى هذا فاحترق بیتی فیمایز عم قال شریح کذبت قال نعم قال اغرم له ثوبه قال کیف اغرم له ثوبه وقد احترق بیتی قال ارايت لو احترق بیتی اکت تدع له من اجرک شیئاً؟

امام علی بن اقرم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں قاضی شریح رحمہ اللہ کے پاس موجود تھا کہ اسی دوران ایک شخص رنگساز کو لے کر آیا اور کہنے لگا کہ میں نے اپنا کپڑا اسے (رنگنے) کے لیے دیا تھا، اس کا گھر جل گیا (اور میرے کپڑے بھی ساتھ جل گیا)، قاضی شریح رحمہ اللہ نے رنگساز سے پوچھا کہ معاملہ اسی طرح ہے اس نے کہا جی ہاں! (یہ سننے کے بعد) قاضی شریح رحمہ اللہ نے اس سے کہا کہ اسے اس کے کپڑے کا جرمانہ دو، اس نے کہا کہ میں اسے کیسے اس کے کپڑے کا جرمانہ دوں جبکہ میرا تو گھر جل چکا ہے؟ شریح رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے اگر اس کا گھر جل گیا ہوتا تو کیا تم نے اپنا معاوضہ اسے چھوڑ دینا تھا؟

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۹۵، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۵۰ ح ۱۱۱۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۹۶ باب ضمان الاجیر الذی یعمل بیدہ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{سیدنا علیؑ سنار، دھولی اور جولائے کو ضامن قرار نہیں دیتے تھے}

۹۱۳. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ حَدَّثَنَا بِشِيرٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ لَا يُضَيِّنُ الْقَضَارَ وَلَا الصَّوَاغَ وَلَا الْجَائِكَ.

حضرت امام علی بن حسین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ دھولی، سنار اور جولائے کو ضامن نہیں قرار دیتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۹۱ باب ضمان الاجر والشریک، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۲ ص ۵۰ ح ۱۱۱۵، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۹۳۸۔

{مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دے تو اس کو بھی قصاصاً قتل کیا جائے گا}

۹۱۵. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَضَى فِي رَجُلٍ مِنْ بَنِي دُبْيَانَ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْحَيْرَةِ أَنْ يُدْفَعَ إِلَى وَلِيِّهِ قَالَ فَقِيلَ لَهُ اقْتُلْ حَنِئًا قَالَ حَتَّى يَمِجَّيَ الْغَضَبُ ثُمَّ قَتَلَهُ فَكَتَبَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعْدَ ذَلِكَ حِينَ بَلَغَهُ أَنَّهُ مِنْ فُرْسَانَ النَّاسِ فَأَحَبَّ أَنْ يَفْعِدِيَهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بنی دبیان کے ایک (مسلمان) آدمی کے بارے میں جس نے مقام حیرہ کے ایک عیسائی باشندے کو قتل کر دیا تھا یہ فیصلہ دیا کہ اس قاتل کو مقتول کے وارث کے سپرد کر دیا جائے (وہ جاہے تو چاہے تو اسے قصاص میں قتل کر دے اور چاہے تو معاف کر دے، چنانچہ وہ قاتل مقتول کے بھائی حنین کے حوالے کر دیا جائے گیا) اور حنین سے کہا گیا کہ اس کو قتل کر دو، راوی کہتے ہیں یہاں تک کہ اس کو غصہ آ گیا تو اس نے قتل کر دیا۔ پھر جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ قاتل (مسلمانوں کے) شہسواروں میں سے ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر اپنے گورنر کی طرف خط لکھا اور یہ پسند کیا کہ اس کی دیت ادا کر دی جائے (مگر آپ رضی اللہ عنہ کا خط ان کے پاس آیا اس حال میں کہ اس کو قتل کر دیا گیا تھا)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۹۸ باب دینہ المعاهد، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۱۷۸ ح ۱۴۱۰، کتاب الحجج: ۳۵۵-۳۵۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۸۵۱۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۴۶۷، ۲۷۴۶۶، ۲۷۴۶۳، ۲۷۴۶۰، ۲۷۴۵۷، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱۹۶/۳۔

تحقیق:

سچ ہے۔ (واخرجه ابن ابی شیبہ مختصراً عن وکیع عن ابی الاشهب عن ابی نصرۃ حدثنا ان عمر... فذکرہ۔ واخرجه ابن ابی شیبہ والطحاوی من طریق عبد الملك بن میسرۃ عن النزال بن سبرۃ قال قتل رجل من فرسان اهل الکوفة عبادیا من اهل الحیرۃ فکتب عمر ان اقیدوا... فذکرہ۔)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر مسلمان شخص کسی ذمی کو عمدتاً مار دے تو اسے (قصاص میں) اس کے بدلے قتل کر دیا جائے گا، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۹۸)

{ میت بیوی کو چھوڑے اس میں اور ورثہ میں اختلاف ہو؟ }

۹۱۶. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ إِذَا مَاتَ فَمَا كَانَ مِنْ مَتَاعِ الرِّجَالِ فَهُوَ لِلرِّجَالِ وَمَا كَانَ مِنْ مَتَاعِ النِّسَاءِ فَهُوَ لِلنِّسَاءِ وَمَا كَانَ مِنْ مَتَاعِ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فَهُوَ لِلْبَاقِي إِلَّا أَنْ يُقِيمَ الْآخَرُ بَيِّنَةً وَإِذَا طَلَّقَ فَهُوَ كَذَلِكَ غَيْرَ أَنَّ مَا كَانَ لِلنِّسَاءِ وَالرِّجَالِ فَهُوَ لِلرَّجُلِ لِأَنَّهُ صَاحِبُ الْبَيْتِ فَلَهُ كُلُّ مَا كَانَ فِي الْبَيْتِ إِلَّا مَا كَانَ مِنْ مَتَاعِ النِّسَاءِ وَإِذَا اخْتَلَفَا وَلَمْ يُطْلَقْ فَهُوَ كَذَلِكَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب کسی شخص کا انتقال ہو تو گھر میں جو مردوں کا سامان ہوگا وہ مردوں کے لئے ہوگا اور جو عورتوں کا سامان ہوگا وہ عورتوں کے لئے ہوگا۔ اور جو سامان مردوں عورتوں کا مشترک ہو وہ باقی رہنے والے کے لئے ہوگا الا یہ کہ دوسرا کسی چیز پر گواہ پیش کر دے۔ اور مرد طلاق دے دے تو بھی یہی حکم ہے البتہ وہ سامان جو مردوں عورتوں کا مشترک ہو وہ مرد کے لئے ہوگا کیونکہ وہ گھر والا ہے جو کچھ گھر میں ہے وہ اس کا ہے سوائے اس کے جو عورتوں کا سامان ہو، اور جب دونوں کا اختلاف ہو جائے اور ابھی طلاق بھی نہ دی ہو تو بھی یہی حکم ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{بچہ کافر اور مسلمان کے درمیان مشترک ہو تو بچہ مسلمان کو ملے گا}

١٤. يُّوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ يَكُونُ بَيْنَهُمَا
الْوَلَدُ أَحَدُهُمَا كَافِرٌ وَالْآخَرُ مُسْلِمٌ أَنَّ الْوَلَدَ لِلْمُسْلِمِ مِنْهُمَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے آدمی اور عورت کے بارے میں جن میں بچہ مشترک ہو جبکہ ان دونوں میں سے ایک کافر اور دوسرا مسلمان ہو تو فرمایا: ان دونوں میں سے بچہ مسلمان کو ملے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فان:

مطلب یہ ہے کہ مرد اور عورت میں سے ایک مسلمان ہو جائے اور دوسرا کفر پر اصرار کرے تو اس صورت میں امام غنی رحمہ اللہ کے نزدیک بچہ مسلمان کو ملے گا۔

{اگر عورت اسلام سے مرتد ہو جائے تو ابراہیم نخعیؒ کے نزدیک اسے قتل کر دیا جائے گا}

١٢٠- يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الْمَرْأَةِ إِذَا ارْتَدَّتْ عَنِ الْإِسْلَامِ يُعْرَضُ عَلَيْهَا الْإِسْلَامُ فَإِنْ أَسْلَمَتْ تُرِكَتْ وَإِنْ أَبَتْ قُتِلَتْ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب عورت اسلام سے مرتد ہو جائے تو اس پر اسلام کو پیش کیا جائے گا اگر اسلام قبول کر لے تو چھوڑ دی جائے گی اور اگر قبول نہ کرے تو قتل کر دی جائے گی۔

تخرج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۶۰ باب ارتداد المرأة عن الاسلام، جامع المسانید للنفخوارزمی: مصنف عبدالرزاق:

١٨٤٢٦، سنن الدار قطنی: ١١٦، ١١٧.

تحقیق:

اس کی سندج ہے۔

{ قاتل مقتول کا وارث نہیں بنتا }

۹۲۱. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ خَتَّابٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ الْقَاتِلَ لَا يَرِثُ الْمَقْتُولَ مِنْ دِيَّتِهِ وَلَا مِنْ غَيْرِهَا.

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ قاتل (مارنے والا) مقتول کا دیت یا اس کے علاوہ کسی اور مال میراث کا وارث نہیں بنتا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۹۵ باب میراث القاتل، جامع المسانید للنخوارزی: ج ۲ ص ۳۴۰ ج ۳ ص ۱۷۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۸۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۴۱۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جس نے جان بوجھ کر یا غلطی سے قتل کیا ہو وہ دیت یا اس کے علاوہ کسی اور مال میراث کا وارث نہیں بنتا، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۹۵)

{ ہر وارث کے لئے دم میں حصہ ہے }

۹۲۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ خَتَّابٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لِكُلِّ وَارِثٍ فِي الدِّمِ نَصِيبٌ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ہر وارث کے لیے دم میں حصہ ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۱۸۔ کِتَابُ الدَّعْوَى

دعویٰ سے متعلق احکام و مسائل

{دو مرد بچے کا دعویٰ کر دیں تو بچہ کس کا ہوگا؟}

۹۲۳۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ خَمَادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلَيْنِ يَدْعِيَانِ الْوَلَدَ: أَنَّهُ ابْنُهُمَا يَرْتَبِعُهُمَا وَتَرْتَابُهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: (اگر عورت عدت کے دوران شادی کرے اور اس کے یہاں بچہ ہو جائے) دونوں مرد (یعنی پہلا اور دوسرا شوہر) بچے کا دعویٰ کر دیں تو بچہ ان دونوں کا ہوگا وہ ان کا وارث بنے گا اور یہ اس بچے کے وارث نہیں گے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وایۃ الامام محمد: ۴۱۱ باب من تزوج امرأة في عدتها ثم طلقها، جامع المسانيد للخوارزمي: ج ۲ ص ۲۰۵ ح ۱۲۲۷، مصنف عبدالرزاق: ۴۳۷۱۳، کتاب الآثار وایۃ الامام محمد: ۴۱۱ باب من تزوج امرأة في عدتها ثم طلقها، جامع المسانيد للخوارزمي: ج ۲ ص ۲۰۵ ح ۱۲۲۷، مصنف عبدالرزاق: ۴۳۷۱۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ ہم اس کو اختیار نہیں کرتے ہماری رائے یہ ہے کہ اگر شوہر طلاق دے دے اور عدت کے دوران دوسرا اس سے شادی کر لے اور دخول کر لے پھر اگر بچہ دوسرے کے دخول کے بعد دو سال کے اندر اندر ہو تو وہ بچہ پہلے شوہر کا ہوگا اور اگر بچہ دو سال کے بعد ہو تو وہ دوسرے کا ہوگا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ طلاق بائن کی صورت میں بھی اس طرح

کی بات فرمایا کرتے تھے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۴۱۱)

{اگر فریقین میں سے ہر ایک گواہ پیش کر دے تو کیا حکم ہے؟}

۹۲۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ رَجُلٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا إِلَيْهِ فِي نَاقَةٍ ادَّعَاهَا كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا وَأَقَامَ الْبَيِّنَةُ أَنَّهَا نَاقَتُهُ أَنْتَجَهَا فَقَضَى بِهِمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِلَّذِي هِيَ فِي يَدَيْهِ.

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں دو آدمی آئے، وہ ایک اونٹنی کے بارے میں جھگڑا کر رہے تھے اور ہر ایک اونٹنی کا دعویٰ کر رہا تھا اور ہر ایک اپنی ملکیت ثابت کرنے کے لیے گواہ بھی قائم کیے ہوئے تھا کہ یہ اس کے ہاں پیدا ہوئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ اس شخص کے حق میں کر دیا جس کے قبضے میں وہ تھی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحسکفی: ۴۹۷، جامع المسانید للبخوارزمی: ج ۲ ص ۲۶۸ ح ۱۶۰۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۱۰ ص ۲۵۶ ح ۲۱۲۲۳، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲۰۲۶۶، السنن الصغیر للبیہقی: ۳۳۹۰، سنن الدارقطنی: ۴۴۷۷، مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحسکفی: ۴۹۷، جامع المسانید للبخوارزمی: ج ۲ ص ۲۶۸ ح ۱۶۰۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۱۰ ص ۲۵۶ ح ۲۱۲۲۳، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲۰۲۶۶، السنن الصغیر للبیہقی: ۳۳۹۰، سنن الدارقطنی: ۴۴۷۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

اس روایت میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مبہم شیخ سے امام عامر شعبی رحمہ اللہ مراد ہیں، چنانچہ امام ابن مظفر، امام ابن خسر و اور امام دارقطنی رحمہم اللہ نے اس کی سند یوں نقل کی ہے: "عن ابی حنیفۃ عن الہیثم عن الشعبی عن جابر"۔

فائدہ:

گو یا قبضہ کے باعث قابض ہی حقدار ٹھہرا۔

{گواہی پیش کرنا مدعی کا فرض ہے اور مدعا علیہ کے ذمے قسم کھانا ہے}

۹۲۵. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ الْبَيِّنَةُ عَوْرَةُ الْمُدَّعَى وَالْبَيِّنَةُ

عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ وَكَانَ لَا يَزِدُّ الْيَمِينُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: گواہی پیش کرنا مدعی کا فرض ہے اور مدعا علیہ کے ذمے قسم کھانا ہے۔ اور (امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ) قسم نہیں لوٹایا کرتے تھے۔

تخریج:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ اپنے دعویٰ کے اثبات میں گواہ پیش کرنا مدعی کا فرض ہے اور اگر مدعی علیہ مدعی کے دعویٰ کو صحیح ماننے سے انکار کر دے اور مدعی اس سے قسم کھانے کا مطالبہ کرے تو مدعا علیہ پر قسم کھانا لازم ہے۔



۱۹۔ کِتَابُ الشَّهَادَةِ

گواہی سے متعلق احکام و مسائل

{ان حضرات کا بیان جن کی قرابت وغیرہ کی وجہ سے گواہی قبول نہ ہوگی}

۹۲۶۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَامِرٍ عَنْ شُرَيْحٍ أَنَّهُ كَانَ لَا يُجِيزُ شَهَادَةَ الرَّجُلِ لِامْرَأَتِهِ وَلَا الْمَرْأَةِ لِزَوْجِهَا وَلَا الشَّرِيكَ لِشَرِيكِهِ وَلَا الشَّيْءَ دِلْعَبْدِهِ وَلَا رَجُلٍ لِأَبِيهِ وَلَا أَبٍ لِابْنِهِ وَلَا الْأَعْمَى وَلَا الْمَخْدُودَ فِي قَذْفٍ.

حضرت امام عامر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام قاضی شریح رحمہ اللہ درج ذیل حضرات کی ایک دوسرے کیلئے گواہی قبول نہیں کرتے تھے۔ ۱۔ شوہر کی اپنی بیوی کے لئے۔ ۲۔ بیوی کی اپنے شوہر کیلئے۔ ۳۔ شریک کے اپنے شریک کے لئے۔ ۴۔ آقا کی اپنے غلام کے لئے۔ ۵۔ بیٹے کی اپنے باپ کے لئے۔ ۶۔ باپ کی اپنے بیٹے کے لئے۔ ۷۔ نابینا کی۔ ۸۔ جسے حد قذف (تہمت) لگی ہوئی ہو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۵۸ باب من لا تقبل شہادۃ للقرابۃ وغیرہا، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۲ ص ۷۶ ح ۱۶۲۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۳۷۷، ۱۵۳۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۸۵۹، نصب الراية للزلیعی: ج ۴ ص ۸۲، کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۵۸ باب من لا تقبل شہادۃ للقرابۃ وغیرہا، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۲ ص ۷۶ ح ۱۶۲۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۳۷۷، ۱۵۳۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۸۵۹، نصب الراية للزلیعی: ج ۴ ص ۸۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے البتہ ہم

یہ کہتے ہیں کہ شریک کی گواہی شریک کے بارے میں شرکت کے علاوہ دوسرے امور میں معتبر ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۵۸)

{ حالت کفر میں حد قذف لگی پھر مسلمان ہو گیا تو قبول اسلام کے بعد گواہی معتبر ہے }

۹۲۷. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الْكَافِرِ إِذَا ضُرِبَ حَدًّا وَهُوَ كَافِرٌ ثُمَّ أَسْلَمَ قَالَ يَهْدِمُ الْإِسْلَامَ مَا كَانَ مِنْهُ فِي الْيُزْرِ وَتَجُوزُ شَهَادَتُهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے کافر کے بارے میں جسے حالت کفر میں حد (قذف) لگائی گئی ہو اور پھر وہ مسلمان ہو گیا ہو تو فرمایا: زمانہ شرک میں اس سے جو کچھ بھی ہوا اسلام اسے ختم کر دے گا اور اس کی گواہی معتبر ہوگی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد بن الحسن الشیبانی: ۶۵۰ باب شہادۃ المحدث، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۷۵ ح ۱۶۱۹ (الباب الخامس والثلاثون في الشهادات)

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اس لئے کہ اسے حالت اسلام میں حد نہیں لگی ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۵۰)

{ حالت اسلام میں حد قذف لگی، مرتد ہو گیا پھر مسلمان ہو گیا تو اس کی گواہی معتبر نہیں }

۹۲۸. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي مُسْلِمٍ ضُرِبَ حَدًّا فِي قَذْفٍ وَارْتَدَّ عَنِ الْإِسْلَامِ ثُمَّ أَسْلَمَ أَنَّ شَهَادَتَهُ لَا تَجُوزُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے مسلمان کے بارے میں جسے حد قذف (تہمت) لگائی گئی ہو اور وہ اسلام سے مرتد ہو جائے اور پھر مسلمان ہو جائے: اس کی گواہی معتبر نہیں ہے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ حد قذف لگا ہوا اگر توبہ کر لے تو فسق کا نام تو جاتا رہے گا مگر اس کی گواہی کبھی بھی قبول نہ ہوگی }

۹۲۹. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمَعْدُودِ فِي قَذْفٍ إِذَا تَابَ ذَهَبَ عَنْهُ اسْمُ الْفُسُوقِ وَلَا تَجُوزُ شَهَادَتُهُ أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ (وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَ أُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ). (النور: ۵) فَإِذَا تَابَ ذَهَبَ عَنْهُ اسْمُ الْفُسُوقِ وَلَا تَجُوزُ شَهَادَتُهُ أَبَدًا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے حد قذف (تہمت) لگے ہوئے کے بارے میں فرمایا کہ جب وہ توبہ کر لے تو اس سے فسق کا نام تو جاتا رہے گا لیکن اس کی گواہی کبھی بھی قبول نہ ہوگی، چنانچہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں: ”اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو، اور وہ خود فاسق ہیں۔ ہاں جو لوگ اس کے بعد توبہ کر لیں۔“ پس جب وہ توبہ کر لے تو اس سے فسق کا نام تو جاتا رہے گا مگر اس کی گواہی کبھی قبول نہ ہوگی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۵۱ باب فحادة الحدود، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۲۷۵ ح ۱۶۱۶، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۵۷۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۶ ص ۱۷۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار وروایۃ الامام: ۶۵۱)

{ حد قذف لگا ہوا اگر توبہ کر لے تو امام طبعی اس کی گواہی قبول کرتے ہیں }

۹۳۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَامِرٍ أَنَّهُ قَالَ أُجِزُّ شَهَادَةَ الْمَعْدُودِ فِي قَذْفٍ إِذَا تَابَ.

امام بیہم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام عامر شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حد قذف (تہمت) لگا ہوا جب توبہ کر لے تو میں اس کی گواہی قبول کرتا ہوں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایہ الامام محمد: ۶۵۲ باب شہادۃ الحدود، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۲۷۵ ح ۱۶۱۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۵۵۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسے اختیار نہیں کرتے ہیں۔ (کتاب الآثار و روایہ الامام محمد: ۶۵۲)

{مسلمانوں کے بارے میں اہل کتاب کی گواہی کا بیان}

۹۳۱. قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ نَسَخْتُ قَوْلَهُ تَعَالَى {وَأَشْهَدُوا ذَوَى عَدْلٍ مِّنْكُمْ} (الطلاق: ۲) {شَهَادَةُ أَهْلِ الْكِتَابِ فِي السَّفَرِ}.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ رب العزت کے فرمان: ”اور اپنے میں سے دو ایسے آدمیوں کو گواہ بنا لو جو عدل والے ہوں۔“ نے سفر میں اہل کتاب کی گواہی کو منسوخ کر دیا ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایہ الامام محمد: ۶۳۹ باب شہادۃ اهل الذمۃ علی المسلمین، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۲۷۳ ح ۱۶۱۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ اس

گواہی سے مراد یہ ہے کہ اگر سفر میں کسی کو موت آنے لگے اور وہاں کوئی مسلمان موجود نہ ہو اور وصیت پر گواہ بنانا ہو تو مسلمان کی وصیت پر اہل ذمہ (اہل کتاب) کی گواہی جائز ہے، اس کو منسوخ کر دیا گیا چنانچہ مسلمان کی وصیت وغیرہ امور میں صرف مسلمان کی گواہی ہی مقبول ہوگی اور کسی کی نہیں۔ (کتاب الآثار و ابواب الامام محمد: ۶۴۹)

{ مکاتب غلام کی گواہی معتبر نہیں }

۹۳۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ الْمَكَاتِبِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: مکاتب غلام کی گواہی معتبر نہیں ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و ابواب الامام محمد: ۵۹۴ باب جنایۃ المکاتب والمدبر، و ام الولد، مصنف عبدالرزاق: ۱۵۴۸۰، مصنف

ابن ابی شیبہ: ۲۰۵۷۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ تحمل شہادت کوئی بچہ، غلام یا کافر تھا پھر ادائے شہادت کے وقت وہ بڑا، آزاد یا مسلمان

ہو جائے تو اس کی گواہی معتبر ہے }

۹۳۳. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الصَّبِيِّ ثُمَّ يَكْبُرُ وَالْعَبْدِ ثُمَّ يُعْتَقُ وَالْيَهُودِيِّ وَالتَّصْرَاتِي يُسْلِمَانِ ثُمَّ يَشْهَدَانِ عَلَى شَهَادَةٍ أَتَاهَا تَجُوزُ. وَقَالَ كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا يَسْتَحْلِفُ مَعَ الْبَيِّنَةِ وَلَا يَرُدُّ الْيَمِينَ وَإِنْ حَمَّادًا كَانَ لَا يَفْعَلُ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: (تحمل شہادت) کوئی بچہ تھا پھر (ادائے شہادت کے وقت) بڑا ہو گیا یا غلام تھا آزاد کر دیا گیا، یا یہودی و نصرانی تھا مسلمان ہو گئے تو پھر گواہی پر گواہی دے تو اس کی گواہی معتبر ہوگی۔

اور (راوی اثر نے) کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ گواہ کے ساتھ قسم نہیں لیتے تھے اور قسم کو لوٹاتے نہیں تھے اور امام حماد رحمہ اللہ ان سے کچھ بھی نہیں کرتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ حدود میں گواہی پر گواہی معتبر نہیں }

۹۳۴. یُسُفُّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ عَلَى شَهَادَةٍ فِي الْحُدُودِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: حدود میں گواہی پر گواہی معتبر نہیں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ لوگ گواہی دیں کہ فلاں شخص فلاں کے مارنے سے صاحب فراش ہو کر مر گیا تو مارنے والے پر حد

جاری ہوگی }

۹۳۵. یُسُفُّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِي الرَّجُلِ يَضْرِبُ الرَّجُلَ فَيَمُوتُ فَشَهِدَ الشُّهُودُ أَنَّهُ ضَرَبَهُ وَهُوَ صَحِيحٌ قَالَ إِذَا شَهِدُوا أَنَّهُ لَمْ يَزَلْ صَاحِبَ فِرَاشٍ حَتَّى مَاتَ أُقِيمَ عَلَيْهِ الْحُدُودُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے شخص کے بارے میں جسے کوئی دوسرا شخص مارے اور وہ مر جائے اور لوگ گواہی دیں کہ یہ تندرست تھا فلاں نے اسے مارا فرمایا کہ جب لوگ یہ گواہی دے دیں کہ یہ صاحب فراش ہو کر مر گیا ہے تو مارنے والے پر حد جاری کی جائے گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۸۳ باب دية الخطاء وما تعقل العاقل، مصنف عبدالرزاق: ۱۸۳۰۱، مصنف ابن ابی

حبیبہ: ۷۶۷۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۲۰۔ کِتَابُ الْمُضَارَبَةِ

مضاربہ سے متعلق احکام و مسائل

مضاربہ کا لغوی معنی:

مضاربہ ضرب سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی زمین میں تجارت کی خاطر سفر کرنے کے ہیں۔

مضاربہ کا شرعی مفہوم:

اور شرعاً مضاربہ اس معاملہ کو کہا جاتا ہے جو آدمیوں کے درمیان ہو ایک کی طرف سے مال ہو اور دوسرے کی طرف سے تجارت اور محنت، نفع ان میں مشترک ہو۔

اس کا رکن ایجاب و قبول ہے، شرط یہ ہے کہ اس المال ثمن اور عین ہو دین نہ ہو اور اسے مضارب کو دے دیا جائے، نفع متعین نہ ہو یعنی یہ کہ ہزار میرے باقی تمہارے یا دو ہزار میرے باقی تمہارے بلکہ یوں ہو کہ آدھا نفع میرا آدھا تمہارا یا دو تہائی یا ایک تہائی میرا باقی تمہارا، دونوں کا حصہ متعین ہونا چاہیے۔

کاروبار کی یہ صورت جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں مضاربہ ہوتی تھی اور آپ نے اسے قائم رکھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں سے کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ نیز قیاس اور حکمت بھی مضاربہ کے جواز کی: متقاضی ہے کیونکہ لوگوں کو اس کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے، علاوہ ازیں روپیہ پیسہ تجارت اور کاروبار کرنے ہی سے تو بڑھتا ہے۔

مضاربہ کو ضرورت کی وجہ سے مشروع کیا گیا ہے کیونکہ بعض لوگ مال والے ہوتے ہیں کاروبار نہیں کر سکتے بعض کاروبار کر سکتے ہیں پیسہ نہیں ہوتا اس لیے اس معاملہ کی ضرورت پڑی تاکہ دونوں کا کام چلے۔

{ مضاربہ میں منافع کی تقسیم فیصدی طریقے سے ہوتی ہے }

۱۳۶. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمُضَارَبَةِ بِالنِّصْفِ وَالثُلُثِ وَفَضْلِ عَشْرَةٍ لَا خَيْرَ فِيهِ: أَرَأَيْتَ لَوْلَمْ يَزَجْ إِلَّا عَشْرَةً.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم غنی رحمہ اللہ نے فرمایا: تہائی یا آدھے اور اس پر دس درہم زائد پر مضاربہ پر مال دینے میں کوئی بھلائی نہیں ہے جلاؤ اگر صرف دس درہم ہی نفع ہو (تو اسے کیا ملے گا؟)۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۷۷۷ باب المضاربة بالثلث والمضاربة بمال التیم ومخالطه، جامع المسانید للنحوارزی:

ج ۲ ص ۵۷ ح ۱۱۲۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔

(کتاب الآثار و روایۃ الامام: ۷۷۷)

{سیدنا عمرؓ نے ایک یتیم کے لئے کچھ مال مضاربت کے طور پر دیا}

۹۲۷. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
أَعْطَاهُ مَالًا مُضَارَبَةً لِيَتِيمٍ۔

امام حمید بن عبید رحمہ اللہ اپنے والد محترم سے نقل کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک یتیم
کے لئے مضاربت کے طور پر مال دیا۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (عند طلحة بن محمد من طريق ابی يوسف عن الامام، عن عبد الله بن حميد بن عبید
الانصاري الكوفي عن ابيه عن جده ان عمر، الحديث. وكذلك عند ابن خسر و من طريق ابی عمرو بن
حبیب عنه.)

۱۔ امام عبد اللہ بن حمید بن عبید الانصاری الکوفی رحمہ اللہ ثقہ راوی ہیں۔

(الثقات ممن لم يقع في الكتب الستة: ۵۸۱۶، الثقات لابن حبان: ۸۷۹۷، تعجيل المنفعة: ۵۳۸)

۲۔ امام حمید بن عبید الانصاری الکوفی رحمہ اللہ ثقہ راوی ہیں۔

(الثقات ممن لم يقع في الكتب الستة: ۳۳۰۱، الثقات لابن حبان: ۷۳۰۸، تعجيل المنفعة: ۲۳۹)

۳۔ امام عبید انصاری رحمہ اللہ بھی ثقہ راوی ہیں۔ (الثقات ممن لم يقع في الكتب الستة: ۷۵۵۲، الثقات لابن حبان: ۴۴۱۸)

{ ترکہ میں مضاربہ، ودیعت اور قرض کا مال ہو، تفریق ممکن نہ ہو تو سب لوگ برابر کے

قرض خواہ ہونگے }

۹۳۸. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْمُضَارَبَةِ وَالْوَدِيعَةِ وَالذَّيْنِ سَوَاءٌ فِي مَالِ الْمَيِّتِ يَتَعَاصُونَ بَجْمَعًا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: میت کے مال میں مضاربہ، ودیعت (امانت) اور قرض (اگر الگ الگ متعین نہ ہوں ہو تو) یہ سب حکم میں یکساں ہیں وہ سب حصے بانٹ لیں گے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۷۸۳ باب من کان عندہ مال مضاربۃ او ودیعتہ، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۷۴ ح ۱۱۵۱، معرفۃ السنن والآثار للسیوطی: ۱۲۸۹۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس مال مضاربہ یا امانت ہو اور وہ انتقال کر جائے اس پر قرضہ بھی ہو تو اگر امانت و مضاربہ کے مال الگ الگ مشخص و متعین نہ ہوں ہوں تو سب قرض خواہوں کے ساتھ یہ بھی اس مال میں شریک ہوں گے۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۷۸۳)

ان میں سے کسی کی کوئی چیز بعینہ موجود ہو تو وہ اس کو دے دی جائے گی اگر بعینہ موجود نہ ہو تو اور قرض خواہوں کے ساتھ یہ بھی اسی مال میں حصہ دار ہوں شمار ہوں گے ان میں سے ہر ایک کو اس مال میں سے ان کے مال کے مطابق حصہ دیا جائے گا۔



۲۱. کِتَابُ الْهَبَةِ

ہبہ سے متعلق احکام و مسائل

ہبہ کے لغوی معنی:

ہبہ کے لغوی معنی ہیں: ایصال الشيء للغير بما ينفعه سواء كانت مالا او غير مال۔ کسی کو ایسی چیز دینا جو اس کے لیے نفع بخش ہو خواہ مال ہو یا نہ ہو۔

ہبہ کے شرعی معنی:

ہبہ کے شرعی معنی ہیں: تمليك العين او المال بلا عوض۔ عوض اور بدلے کے بغیر کسی کو عین یا مال کا مالک بنانا۔

{ کسی رشتہ دار کو کوئی چیز ہبہ کر دی تو پھر ہبہ سے رجوع کرنا جائز نہیں }

۹۳۹۔ یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا وَهَبَ الرَّجُلُ لِذِي رَحِمٍ هَبَةً فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَرْجِعَ فِيهَا۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب کوئی شخص کسی رشتہ دار کو صلہ رحم کے لئے کوئی چیز ہبہ کر دے تو پھر ہبہ کرنے والے کیلئے جائز نہیں کہ ہبہ سے رجوع کرے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ جو شخص کسی رشتہ دار کو صلہ رحم کے لئے یا صدقہ کے طور کے طور پر کوئی چیز ہبہ کرے اور جسے ہبہ کیا ہے وہ قابض بھی ہو جائے تو ہبہ کرنے والے کیلئے جائز نہیں کہ ہبہ سے رجوع کرے۔

اور اگر غیر رشتہ دار کو کوئی چیز ہبہ کرے اور وہ اس پر قابض بھی ہو جائے تو ہبہ کرنے والے کو ہبہ سے رجوع کرنے کا

حق ہے اگر اس سے اچھا بدلہ نہ ملے یا اس کے ہاتھ سے کسی دوسرے کی ملکیت میں وہ چیز چلی جائے (جس کو وہ ناپسند کرتا ہو) امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور اکثر فقہاء کا یہی موقف ہے۔ (موطا محمد: ۸۰۵)

{قبضے پہلے صدقہ معتبر نہیں}

۹۳۰. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ شَرِيحٍ أَنَّهُ كَانَ لَا يُجِزُّ الصَّدَقَةَ إِلَّا صَدَقَةً مَقْبُوضَةً.

امام ہشتم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام شریح رحمہ اللہ صدقہ صرف اسی صورت میں معتبر قرار دیتے تھے جب اس پر قبضہ ہو گیا ہو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۱۶۵۹۱، ۱۶۵۹۵ باب لا تجوز الصدقة الا بالقبض، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۱۲۹ باب من قال لا تجوز الصدقة حتى تقبض۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

۹۳۱. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا تُجِزُّ الصَّدَقَةَ إِلَّا صَدَقَةً مَقْبُوضَةً.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ہم صدقہ صرف اسی صورت میں معتبر قرار دیتے ہیں جب اس پر قبضہ ہو گیا ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۹۳۲. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْهَبَةِ وَالصَّدَقَةِ لَا تَجُوزُ إِلَّا مَقْبُوضَةً مَعْلُومَةً. وَقَالَ لَا أَذَرِي كَانَ إِبْرَاهِيمُ لَا يُجِزُّ حَتَّى يُعَايِنَ الشُّهُودَ الْقَبْضَ أَمْ لَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے صدقہ اور ہبہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ صرف اسی صورت میں معتبر ہیں جب ان پر قبضہ ہو گیا ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ اپنی بیوی یا بچے کو کوئی چیز کی اور اعلان کر کے گواہ قائم کر لے تو جائز ہے اگر قبضہ نہ ہوا ہو }

۹۴۳. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَهْبُ لِامْرَأَتِهِ أَوْ لِبَعْضٍ وَلَدِيهِ وَقَدْ أَدْرَكَ وَهُوَ فِي عِيَالِهِ أَنَّ ذَلِكَ جَائِزٌ إِذَا كَانَ قَدْ عَلِمَ بِهِ وَإِنْ لَمْ يَقْبِضْ ذَلِكَ الْمَوْهُوبُ لَهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: کوئی شخص اپنی بیوی کو یا اپنے بچے کو کوئی چیز ہبہ کرے اور اسے علم بھی ہو جائے تو یہ جائز ہے اگرچہ جسے ہبہ کیا گیا ہے وہ اس چیز پر قابض نہ ہوا ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مؤطا میں باسند مروی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ”اگر کوئی شخص اپنے نابالغ بچے کو کوئی چیز ہبہ کرے اور اس کا اعلان کرے اور گواہ قائم کر لے تو یہ جائز ہے اگرچہ وہ بچہ اس پر قابض نہ ہو اس کا باپ ولی ہوگا۔“

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں البتہ یہ لازمی ہے کہ آدمی اپنی اولاد کو عطیہ دیتے وقت مساوات کو برقرار رکھے کسی ایک کو دوسرے پر فوقیت نہ دے اگر کسی شخص کو کوئی عطیہ دیا ہو اور اس نے اس پر قبضہ نہ کیا ہو تو ان دونوں میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو یہ عطیہ دینے کو یا اس کے ورثاء کی طرف لوٹ جائے گا نیز جسے عطیہ دیا گیا ہے جب تک وہ قابض نہیں ہوگا اس کے لیے وہ جائز نہیں ہے البتہ نابالغ کے لیے اس کا والد قابض ہو سکتا ہے گویا کہ وہی قابض ہے جب کہ اس کا اعلان اور گواہ مقرر کر چکا ہو تو اس کے بیٹے کے لیے یہ عطیہ درست ہے پھر اس کے والد کو اس پر قبضہ کرنا یا واپس لینا جائز نہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور اکثر فقہاء کا یہی موقف ہے۔ (مؤطا محمد: ۸۰۵)

{ عمری کا بیان }

۹۴۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ بِلَالٍ عَنْ وَهَبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ فَشِبِ الْعُمَرَى عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَيُّهَا النَّاسُ احْبِسُوا عَلَيْنَاكُمْ

أَمْوَالَكُمْ وَلَا تُهْلِكُوا فَإِنَّ مَنْ أَعْمَرَ شَيْئًا فِي حَيَاتِهِ فَهُوَ لَهُ بَعْدَ مَوْتِهِ.

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں عمری بہت عام ہو گیا، پس نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اے لوگو! اپنے اموال اپنے لئے سنبھال کر رکھو انہیں برباد مت کرو کیونکہ جس کو کوئی چیز اس کی زندگی میں عمری کے طور پر ملی ہو وہ اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثہ کی ہوگی۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۱۲ باب العمری، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۶۲ ح ۱۱۳۳، صحیح مسلم: ۱۶۲۵، سنن ابن ماجہ: ۲۳۸۰، سنن ابی داود: ۳۵۵۱، سنن الترمذی: ۱۳۵۰، سنن النسائی: ۳۷۳۵، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۸۷۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۶۱۸، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۳۱۲۶، مستخرج ابی عوانہ: ۵۶۹۷، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۵۳۵۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۵۸۶۰، صحیح ابن حبان: ۵۱۳۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام بلال بن مرداس الفزاری النصبی رحمہ اللہ سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (الثقات: ۶۸۵۹)

۲۔ امام ابو نعیم وہب بن کیسان القرشی المدنی المعلم رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۷۶۵، تاریخ الثقات للعلی: ۱۷۸۵)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ عمری کی حقیقت کچھ یوں ہے کہ ایک آدمی اپنا مکان دوسرے کو دیتا اور کہتا کہ میں نے یہ مکان عمر بھر تجھے دیا، یعنی جب تک تمہاری زندگی ہے اس میں رہو۔ گویا تاحیات عطیہ کو عمری کہا جاتا ہے۔
- ۲۔ عمری لینے والا اسے اپنے قبضہ میں لے کر اس کا مکمل طور پر مالک ہوگا اور عمری پہلے کی طرف واپس نہیں جائے گا۔ جب تک زندہ رہے گا اس عمری پر اس کا قبضہ ہوگا اور مرنے کے بعد اس کی اولاد اس کی وارث ہوگی اور دینے والے کی جانب کسی بھی صورت میں واپس نہیں ہوگا۔

۴۵۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ قَالَ شَهِدْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَسَأَلَهُ أَغْرَابِيٌّ عَنِ الْعُمَرَى فَأَخْبَرَهُ أَنَّهَا مِيرَاثٌ لِلَّذِي يُعْطِيهَا وَهُوَ الَّذِي يَكُونُ فِي يَدَيْهِ.

امام حبیب بن ابی ثابت رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت موجود تھا کہ اسی دوران ایک دیہاتی نے ان سے عمری کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے اسے یہ بتلادیا کہ وہ اس کے لئے میراث ہوگا جس کے قبضے میں ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وایۃ الامام محمد: ۱۳ باب العمری، جامع المسانید للنخوازی: ج ۲ ص ۶۳ ح ۱۱۳۴، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۸۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۶۲۴، شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۴ ص ۹۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۱۹۸۲، معروضۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۲۳۴۸، شرح السنۃ للبخاری: ۲۱۹۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابویحییٰ حبیب بن ابی ثابت قیس بن دینار الاسدی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۱۰۷۹، تاریخ الثقات للعلی: ۲۴۴)



۲۲۔ کِتَابُ الشُّفْعَةِ

شفعہ سے متعلق احکام و مسائل

شفعہ کا لغوی معنی:

(الشفعة) ”شہین پر ضمہ اور ”قا“ ساکن ہے اور جس نے ”قا“ کو متحرک سمجھا ہے اس نے غلطی کی ہے۔ لغوی اعتبار سے یہ الشفع سے ماخوذ ہے جس کے معنی ملانے کے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ زیادت و اضافے کے معنی میں ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اعانت و امداد کے معنی میں ہے۔

شفعہ کا شرعی معنی:

شرعاً شفعہ یہ ہے کہ شرکت یا پڑوس کی بنیاد پر خریدار کی ادا کردہ قیمت دے کر، کسی منفعت کو اپنی ملکیت میں لینا۔

شفعہ کی وجہ تسمیہ:

چونکہ شفع میں ملانے کے معنی پائے جاتے ہیں اور شفع بھی بیع کو حق شفعہ کے طور پر لے کر اسے اپنی زمین کے ساتھ ملا دیتا ہے اس لیے شفعہ کو شفعہ کہتے ہیں۔

{شفعہ دروازوں کے حوالے سے ہوگا یا حد بندی کے حساب سے ہوگا؟}

۹۴۶۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ شُرَيْحٍ أَنَّهُ قَالَ الشُّفْعَةُ بِالْأَبْوَابِ أَقْرَبُ الْأَبْوَابِ إِلَيْهَا أَحَقُّ بِالشُّفْعَةِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام شریح رحمہ اللہ نے فرمایا: ”شفعہ دروازوں کے حوالے سے ہوتا ہے، جس کا دروازہ اس کے سب سے زیادہ قریب ہو وہ شفعہ کا زیادہ حقدار ہے۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۷۷۴ باب العقار و الشفعہ، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۵۱ ح ۱۱۱۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

تخریج:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسے اختیار نہیں کرتے، شفعہ کا حق ان پڑوسیوں کو ہے جو متصل ہوں۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۷۴)

{ پڑوسی اپنے قرب کی بناء پر زیادہ حقدار ہے }

۹۴۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنِ الْمُسَوِّرِ بْنِ مُحَمَّدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ أَبِي رَافِعٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَأَوَّمَهُ سَعْدٌ بَنِيْتُ فَقَالَ سَعْدٌ خُذْ هَذَا الْبَيْتَ بِأَرْبَعِيَّةٍ أَمَا إِنِّي قَدْ أُعْطِيتُ بِهِ ثَمَانِيَّةً وَلَكِنِّي أُعْطِيتُكَ لِحَدِيثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ الْجَارُ أَحَقُّ بِسَقْبِهِ.

سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے ایک گھر کا سودا کیا تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ یہ گھر چار سو کے عوض لے لیجئے اگرچہ مجھے اس کے آٹھ سو مل رہے ہیں لیکن میں آپ کو اس حدیث کی وجہ سے دے رہا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”پڑوسی اپنے قرب کی بناء پر زیادہ حقدار ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۷۶ باب العمار والشفعة، صحیح البخاری: ۲۲۵۸، ۶۹۷۷، سنن ابی داود: ۳۵۱۶، سنن ابن ماجہ: ۲۴۹۵، ۲۴۹۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۴۳۸۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۸۷۱، سنن الدارقطنی: ۴۵۲۶، ۴۵۲۷، ۴۵۲۸۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه عبدالرزاق واحمد والبخاری والدارقطنی من طریق ابراہیم بن میسرۃ عن عمرو بن الشرید ان سعدا ساءم ابا رافع او ابو رافع ساءم سعدا فقال ابورافع لولا انی سمعت رسول الله ﷺ يقول الجار أحق بسقبه ما اعطيتك.)

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ ہمسایہ شفعہ کا زیادہ حقدار ہے، شفعہ کا حق صرف اسی ہمسایہ کو ہوتا ہے کہ جو نزدیک اور متصل ہو۔ یہ حدیث بڑی وضاحت کے ساتھ اس بات کی دلیل ہے کہ حق صرف شریک ہی کو حاصل نہیں ہوتا بلکہ ہمسایہ کو بھی حاصل ہوتا ہے۔



۲۳. کتاب المزارعة

کھیت کو بٹائی پر دینے سے متعلق احکام و مسائل

”مزارعة“ زَرْع سے مشتق ہے، اور باب مفاعلت کا مصدر ہے، جس کے معنی ہیں: القاء الحب فی الارض (زمین میں دانہ ڈالنا) اور اصطلاح شرع میں پیداوار کے مخصوص حصے پر کھیتی کرنے کا نام مزارعت ہے۔

امام قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اصحابنا من اهل الحجاز واهل المدينة على كراهة ذلك وافساده، ويقولون الأرض البيضاء مخالفة للنخل والشجر ولا يرون بأساً بالمساقاة في النخل والشجر بلثلث والرابع واقل واكثر. ہمارے حجازی اور مدنی رفقاء (خالی زمینوں کو نصف یا تہائی پیداوار پر مزارعت کے طور پر کاشتکار کو دینے) کو مکروہ اور فاسد قرار دیتے ہیں، یہ حضرات عام درختوں اور کھجور کے پیڑوں کے سلسلہ میں تہائی یا چوتھائی یا اس سے کم یا زیادہ پر مساقاة کا معاملہ کر لینے کو درست قرار دیتے ہیں لیکن پرتی زمینوں کی نوعیت کو باغات اور نخلستانوں سے جداگانہ قرار دیتے ہیں۔

واما اصحابنا من اهل الكوفة فاختلفوا في ذلك، فمن اجاز المساقاة في النخل والشجر منهم اجاز المزارعة في الأرض البيضاء بالنصف والثلث، ومن كره المساقاة منهم في النخل والشجر كره المزارعة في الأرض البيضاء بالنصف والثلث. والفريقان جميعاً من اهل الكوفة يرونها سواء: من افسد المساقاة افسد الأرض، ومن اجاز المساقاة اجاز الأرض.

ہمارے کوئی رفقاء اس سلسلہ میں مختلف الرائے واقع ہوئے ہیں، ان میں سے جن حضرات نے کھجور اور عام درختوں کے ضمن میں مساقاة کی اجازت دی ہے وہ پرتی زمینوں میں بھی آدھی یا تہائی پیداوار پر مزارعت کے معاملہ کو جائز قرار دیتے ہیں اور جن حضرات نے درختوں اور کھجوروں میں مساقاة کے معاملہ کو ناجائز قرار دیا ہے انہوں نے آدھے یا تہائی پر مزارعت کی اجازت بھی نہیں دی ہے۔

اہل کوفہ کی یہ دونوں جماعتیں مزارعت اور مساقاة کو یکساں سمجھتی ہیں، جس نے مساقاة کو فاسد قرار دیا ہے اس نے زمین میں بھی اس طرح کے معاملہ کو فاسد قرار دیا ہے، اور جس نے اس کو جائز قرار دیا ہے اس نے مزارعت کو بھی جائز قرار دیا ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

احسن ما سمعنا فی ذلك، والله اعلم ان ذلك كله جائز مستقیم صحیح، وهو عندی بمنزلة مال المضاربة قد يدفع الرجل الى الرجل المال مضاربة بالنصف والثلث، فيجوز هذا مجهول لا يعلم ما مبلغ ربحه. ليس فيه اختلال بين العلماء فيما علمت، وكذلك الارض عندی هي بمنزلة المضاربة: الارض البيضاء منها والنخل والشجر سواء.

کہ اس سلسلہ میں ہم نے جو بہترین رائے سنی ہے وہ یہ ہے کہ یہ سارے معاملات درست اور جائز ہیں، واللہ اعلم بالصواب، میرے نزدیک اس معاملہ کی نوعیت وہی ہے جو مضاربت کی ہے کہ اس میں ایک آدمی دوسرے کو (منافع میں) آدھے یا تہائی کی نسبت سے شریک ہونے کی شرط پر اپنا مال بطور مضاربت دیتا ہے، اور ایسا کرنا جائز ہوتا ہے اور اس حالیکہ معاملہ مجهول ہے، معلوم نہیں نفع کس قدر ہوگا۔

جہاں تک میرا علم ہے، اس معاملہ کی نوعیت اور اس کے جواز کے بارے میں علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، میرے نزدیک زمین کا معاملہ بھی مضاربت ہی جیسا ہے، زمین خواہ پرتی ہو یا اس میں کھجور اور دوسرے درخت بھی ہوں سب کی نوعیت یکساں ہے۔

قال: وكان ابو حنیفة رحمه الله ممن يكره ذلك كله في الارض البيضاء، وفي النخل والشجر بالثلث والرابع واقل واكثر. وكان ابن ابی لیلی من لا يرى هذا لك بأساً.
(امام) ابو حنیفہ رحمہ اللہ ان لوگوں میں سے تھے جو پرتی زمینوں یا باغات اور نخلستانوں میں تہائی اور چوتھائی یا کم و بیش پیداوار پر اس طرح کا معاملہ کرنے کو ناجائز سمجھتے تھے۔ اور ابن ابی لیلیٰ (رحمہ اللہ) ان لوگوں میں سے تھے جو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

عدم جواز کے دلائل:

واحتج ابو حنیفة ومن كره ذلك بحديث ابی حصین عن ابن رافع بن خدیج، عن ابيه عن رسول الله ﷺ انه مر على حائط فسأل: لمن هو؟ فقال رافع بن خدیج لی: استأجرته. فقال: لا تستأجره بشيء منه.

(امام) ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) اور مزارعت و مساقاة کو ناجائز قرار دینے والے دوسرے حضرات نے اپنے موقف پر اس حدیث سے احتجاج کیا ہے جو ابو حصین نے ابن رافع بن خدیج سے اور انہوں نے اپنے والد سے اور ان کے والد نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ: ایک بار آپ ﷺ ایک احاطہ کے پاس سے گزرے تو فرمایا: یہ کس کا ہے؟ رافع بن خدیج (رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا کہ میرا ہے میں نے اسے کرایہ پر لیا ہے، (یہ سن کر) آپ نے فرمایا: اسے اسی کی کچھ پیداوار کے عوض کرایہ پر نہ لینا۔

فكان ابو حنيفة رضى الله تعالى عنه ومن كره المساقاة يحتج بهذا الحديث ويقول: هذه اجارة فاسدة مجهولة، وكانوا يحتجوا ايضا في المزارعة بالثلث والرابع بحديث جابر عن رسول الله ﷺ انه كره المزارعة بالثلث والرابع.

(امام) ابو حنيفة (رحمہ اللہ) اور مساقاة کو ناجائز قرار دینے والے دوسرے حضرات اس حدیث سے احتجاج کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک مجہول اور فاسد اجارہ ہے، یہ حضرات تہائی اور چوتھائی پیداوار کے عوض مزارعت کے (ناجائز ہونے کے) سلسلہ میں اس حدیث سے بھی احتجاج کرتے ہیں جس میں (سیدنا) جابر (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہوئے یہ بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے تہائی اور چوتھائی کے عوض مزارعت کو مکروہ قرار دیا ہے۔

جواز کے دلائل:

واما اصحابنا من اهل الحجاز فأجازوا ذلك على ما ذكر لك ويحتجون في ذلك بما عامل عليه رسول الله ﷺ اهل خيبر في التمر والزرع. ولا اعلم احدا من الفقهاء اختلف في ذلك خلا هؤلاء الرط من اهل الكوفة الذين وصفت لك.

ہمارے رفقاء حجاز نے اسے جائز قرار دیا ہے جیسا کہ میں آپ کو پہلے بتا چکا ہوں، وہ رسول اللہ ﷺ کے اس طرز عمل سے احتجاج کرتے ہیں جو آپ نے خیبر کے کھیتوں اور کھجور کے باغات کے سلسلہ میں اختیار کیا تھا، جہاں تک مجھے علم ہے فقہاء کوفہ کی مذکورہ بالا جماعت کے علاوہ دوسرے فقہاء کے درمیان اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فكان احسن ما سمعنا في ذلك، والله اعلم ان ذلك جائز مستقيم ابتعنا الاحاديث التي جاءت عن رسول الله ﷺ في مساقاة خيبر. لانها اوثق عندنا واكثر واعم مما جاء في خلافها من الاحاديث.

اس سلسلہ میں ہم نے جو بہترین رائے سنی ہے وہ یہ ہے کہ یہ طریقہ درست اور جائز ہے، واللہ اعلم۔ ہم نے ان احادیث کی پیروی کی ہے جو خیبر کی مساقاة کی بارے میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہیں، کیونکہ جو حدیثیں ان کے خلاف جاتی ہیں ان سے یہ احادیث ہمارے نزدیک زیادہ قابل اعتماد، زیادہ عموم کی حامل، اور تعداد میں بھی زیادہ ہیں۔

مزارعت کے نظائر:

حدثنا نافع عن عبد الله بن عمر عن عمر عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انه عامل اهل خيبر يشطر ما يخرج من زرع وتمر، وكان يعطى ازواجه لكل واحدة كل عام مائة وسق ثمانين تمرا وعشرين شعيرا فلما قام عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه قسم خيبر، وخير ازواجه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان يقطع لهن من الارض او يضمن لهن المائة وسق كل عام، فاختلفن عليه فمنهن من اختار ان يقطع لهن ومنهن من اختار الاوسق، وكانت عائشة وحفصة رضى الله تعالى عنهما ممن اختار الاوسق.

(سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ: ”آپ ﷺ نے اہل خیبر سے وہاں پیدا ہونے والے غلہ اور کھجوروں کا آدھا خود لینے کی شرط پر معاملہ کر لیا تھا، آپ اپنی ہر بیوی کو سالانہ ایک سو وسق دیا کرتے تھے، اسی وسق کھجور اور بیس وسق جو، جب (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ نے اختیار دے دیا کہ وہ چاہیں تو ان کے حصہ کی زمین انہیں دے دی جائے یا انہیں حسب دستور سابق ایک سو وسق سالانہ ضرور ملتے رہیں، ازواج مطہرات میں سے بعض نے یہ پسند کیا کہ (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) ان کا حصہ زمین الگ کر دیں اور بعض نے سو وسق لیتے رہنے کی صورت کو ترجیح دی، (سیدہ) عائشہ اور (سیدہ) حفصہ (رضی اللہ عنہما) نے یہی صورت پسند کی۔“

وحدثنا عمرو بن دينار قال: جلسنا الى ابي جعفر فسأله رجل من القوم عن قبالة الارض والنخل والشجر فقال: كان رسول الله ﷺ يقبل خيبر من اهلها بالنصف يقومون على النخل يحفظونه ويسقونه ويلقحونه، فاذا بلغ ادلى صرامه بعث عبد الله بن رواحة، فخرص عليهم ما في النخل فيتولونه ويردون على النبي ﷺ الثمن بحصة النصف من الثمرة، فأتوه في بعض تلك الاعوام فقالوا: ان عبد الله بن رواحة قد جاز علينا في الخرص، فقال رسول الله ﷺ: نحن نأخذ من خرص عبد الله ونرد عليكم الثمن بحصتكم من النصف. فقالوا بأيديهم هكذا وعقد بين دور ثلاثين: هذا الحق، بهذا قامت السماوات والارض، لا اهل نحن نأخذ، فتولوا النخل، وتولوا على رسول الله ﷺ الثمن بحصة النصف.

عمرو بن دينار کا بیان ہے کہ: ہم لوگ ابو جعفر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آپ سے زمین، کھجور کے درختوں اور دوسرے درختوں کو ٹھیکہ پر دینے کے معاملہ کے بارے میں پوچھا، انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ خیر کو نصف پیداوار کے عوض اس کے باشندوں کو ٹھیکہ پر دیتے تھے، اہل خیبر نخلستانوں کی حفاظت، ان کی سنبھالی اور ان

کو بارور کرنے کے سارے کام انجام دیتے تھے۔

جب کھجوریں پک کر توڑی جانے کے قابل ہو جاتی تھیں تو آپ ﷺ عبد اللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہ) کو بھیجتے تھے جو کھجوروں کی مقدار کا تخمینہ لگاتے اہل خیبر کھجوروں کو خود لے لیتے اور نبی کریم ﷺ کو نصف پیداوار کی قیمت بھیج دیتے، ایک سال ان لوگوں نے آپ کے پاس آ کر یہ شکایت کی کہ (سیدنا) عبد اللہ بن رواحہ (رضی اللہ عنہ) نے تخمینہ کرنے میں ہمارے ساتھ زیادتی سے کام لیا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ:

”ہم عبد اللہ کے تخمینہ کو تسلیم کرتے ہوئے ساری پیداوار خود لے لیں گے اور تمہیں تمہارے نصف حصہ کی قیمت ادا کر دیں گے۔“ اہل خیبر نے اپنی انگلیوں سے اس طرح اشارہ کیا (یہ کہہ کر راوی نے خواہی انگلیوں سے) دو تہائی کا نشان بنا کر بتایا، انہوں نے کہا: یہ حق ہے، اسی عدل کی بدولت آسمان وزمین قائم ہیں، نہیں پیداوار آپ نہ لیں بلکہ اسے ہم خود رکھ لیں گے۔

وحدثنا الحجاج عن ابی جعفر عن النبی ﷺ انه اعطی خیبر بالنصف۔ قال: فکان ابو بکر وعمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم یعطون ارضہم بالثلث۔

ابو جعفر نے نبی ﷺ سے روایت کہ:

”آپ ﷺ نے خیبر کو نصف پیداوار کے عوض دیا تھا، (ابو جعفر نے) کہا ہے کہ (سیدنا) ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اپنی زمینوں کو تہائی پیداوار کے عوض دیا کرتے تھے۔

قال: وحدثنا الاعمش عن ابراهیم بن المہاجر عن موسیٰ بن طلحة قال: رأیت سعد ابن ابی وقاص وعبد اللہ بن مسعود یعطیان ارضہما بالثلث والرہق۔

موسیٰ بن طلحہ کا بیان ہے کہ: ”میں نے (سیدنا) سعد بن ابی وقاص اور عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہما) کو اپنی زمینیں تہائی اور چوتھائی پیداوار کے عوض دیتے ہوئے دیکھا ہے۔“

وحدثنا الحجاج بن ارضاء عن ابی جعفر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه اعطی خیبر بالنصف فکان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابو بکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم یعطون ارضہم بالثلث۔ قال ابو یوسف: فہذا حسن ما سمعنا فی ذالک واللہ اعلم بہو المأخوذ بہ عندنا۔

ابو جعفر نے نبی ﷺ سے روایت کہ: ”آپ ﷺ نے خیبر کو نصف پیداوار کے عوض دیا تھا، نیز نبی ﷺ اور (سیدنا) ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اپنی زمینوں کو تہائی پیداوار کے عوض دیا کرتے تھے۔

(ابو یوسف نے کہا کہ) اس سلسلہ میں ہم نے جو کچھ سنا ہے اس میں بہترین رائے یہی ہے، واللہ اعلم۔ اور ہمارے

نزدیک یہی مختار ہے۔

مزارعت کی قسمیں:

والمزارعة عندنا على وجوه:

ہمارے نزدیک مزارعت کی کئی قسمیں ہیں:

پہلی قسم:

منها عارية ليس فيها اجارة، وهو الرجل يعير اخاه ارضا يزرعها، ولا يشترط عليه اجارة فيزرعها المستعير ببذرة وبقرة ونفقته فالزرع له والخراج على رب الارض فان كانت من ارض العشر فالعشر على الزارع، وبه يقول ابو حنيفة رضي الله عنه.

ایک قسم وہ ہے جس کی نوعیت عاریت کی ہے، جس میں اجارہ نہیں ہوتا، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی آدمی اپنے بھائی کو کوئی زمین برائے کاشت دے دے اور اس سے کرایہ کا معاملہ نہ کرے، عاریت پر لینے والا اپنے پاس سے بیج اور بیل کا انتظام کر کے اپنے خرچہ پر اسے زیر کاشت لاتا ہے۔

پیداوار اس کی ہوگی اور زمین کا خراج زمین کے مالک کے ذمہ ہوگا، البتہ اگر یہ زمین عشری ہے تو عشر کاشت کرنے والے کے ذمہ ہوگا، یہی رائے (حضرت امام) ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) کی ہے۔

دوسری قسم:

ووجه آخر: تكون الارض للرجل فيدعوا الرجل الى ان يزرعها جميعا والنفقة والبذر عليها نصفان، فهذا مثل الاول الزرع بينهما والعشر في الزرع ان كانت ارض عشر وان كانت ارض خراج فالخراج على رب الارض.

دوسری صورت یہ ہے کہ زمین ایک آدمی کی ہو اور وہ کسی دوسرے آدمی کو دعوت دے کہ وہ اس پوری زمین کی کاشت عمل میں لائے، البتہ بیج اور دوسرے تمام اخراجات دونوں برابر برابر برداشت کریں، یہ صورت بھی پہلی والے صورت کی طرح ہے، پیداوار دونوں کی مشترکہ ملکیت ہوگی، زمین اگر عشری ہے تو عشر پیداوار میں سے لکالا جائے گا اور اگر خراجی ہے تو خراج زمین کے مالک کے ذمہ ہوگا۔

تیسری قسم:

ووجه آخر: اجارة ارض بيضاء بدارهم مسباقة سنة او سنتين، فهذا جائز والخراج على رب الارض في قول ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه، وان كانت ارض عشر فالعشر على رب الارض.

و كذلك قال ابو يوسف في الاجارة الخراج واما العشر فعلى صاحب الطعام .
ایک اور صورت خالی زمین کو سال دو سال کی متعین مدت کیلئے کسی متعین رقم پر کرائے پر دینے کی ہے، یہ صورت بھی جائز ہے، (امام) ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) کے قول کے مطابق خراج صاحب زمین کے ذمہ ہوگا، اور اگر زمین عشری ہے تو عشر بھی صاحب زمین کے ذمہ ہوگا، کرایہ پردی جانی والی زمینوں کے بارے میں مصنف نے بھی یہی کہا ہے، البتہ عشر بہر حال اس فرد کے ذمہ ہوگا جو پیداوار کا مالک ہو۔

چوتھی قسم:

ووجه آخر: المزارعة بالثلث والرابع فقال ابو حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی هذا: انه فاسد وعلی المستأجر اجر مثلها، والخراج علی رب الارض، والعشر علی رب الارض. قلت: المزارعة جائزة علی شرطها والخراج علی رب الارض والعشر علیہما جمیعاً فی الزرع. فهذا الوجه الرابع.
اور ایک اور صورت تہائی یا چوتھائی پیداوار پر بٹائی کا معاملہ کرنے کی ہے، اس کے بارے میں (امام) ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ یہ معاملہ فاسد ہے، جس نے اس شطر پر زمین لی ہو اسے اس قسم کی زمینوں کے کرایہ کے برابر کرایا ادا کرنا ہوگا اور خراج یا عشر (دونوں میں سے جو بھی واجب ہو اس کی) ادائیگی مالک زمین کے سر ہوگی۔
جبکہ میں کہتا ہوں کہ مزارعت کا معاملہ اپنی مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ جائز ہوگا، زمین پر خراج راگو ہو تو وہ مالک زمین کے ذمہ ہوگا اور عشر واجب ہو تو وہ دونوں کے ذمہ، کھیت کی پیداوار میں لاگو ہوگا۔

پانچویں قسم:

ووجه آخر: ان یکون للرجل ارض وبقر وبئر، فیدعوا کارا فیدخلہ فیہا میعمل ذلک، ویکون له السدس او السبع، فهذا فاسد فی قول ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومن واقعة والزرع فی قولہم لرب الارض وللکار اجر مثله والخراج علی رب الارض والعشر فی الطعام. وقال ابو یوسف: وهو عندی جائز علی ما اشترطها، علیہ علی ما جاءت بہ الآثار.
ایک اور صورت یہ ہے کہ زمین، بیل اور بچ ایک آدمی کے ہوں اور وہ کسی کاشتکار کو بلا کر پیداوار کے چھٹے یا ساتویں حصہ کے عوض اس پر محنت کروائے، (امام) ابو حنیفہ اور ان کی تائید کرنے والے حضرات کے قول کے مطابق تو یہ معاملہ بھی فاسد ہے، محنت کرنے والے کو اجرت مثل دی جائے گی اور ساری پیداوار مالک زمین کی ہوگی، خراج کی ادائیگی مالک زمین کے ذمہ ہوگی، لیکن اگر عشر (واجب) ہو تو وہ پیداوار میں سے لیا جائے گا۔ (جبکہ) میرے نزدیک متعدد آثار کی روشنی میں یہ دو افراد (مذکورہ بالا) شرائط پر جو معاملہ کریں وہ جائز ہوگا۔

ولو ان رجلا دفع الى رجل رحي ماء يقوم عليه او يؤجرها ويطحن للناس فيها بالاجرة على النصف. فهذا فاسد لا يجوز و كذلك الرجل يدفع الى الرجل بيوت قرية او دار او دواب او سفينة يؤجرها ويكتسب عليها. فما اخرج الله من شيء فبينهما نصفان، فهذا لا يجوز في قول ابی حنیفة وقولی. وليس هذا بمنزلة ما ذكرنا من المعاملة والمزارعة. للأجير في هذا الوجه الفاسد اجر مثله على مالک ذلك، وما كان من غلة الرحي والسفينة فهي لصاحبها.

اگر نصف آمدنی کے عوض کوئی شخص کسی دوسرے کو ایک پن چکی دے تاکہ وہ اسے چلائے اور اجرت لے کر لوگوں کا غلہ پینے کا کام کرے تو یہ معاملہ فاسد اور ناجائز ہوگا۔

یہی نوعیت اس معاملہ کی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو کسی بستی کے جھونپڑے یا مکانات، جانور، یا کشتیاں کر لیں اٹھانے کا کاروبار کرنے کیلئے دے اور یہ طے پائے کہ ان سے جو آمدنی ہوگی اس میں دونوں برابر کے شریک ہوں گے۔

یہ صورت نہ (امام) ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) کے قول کے مطابق درست ہے اور نہ ہی میری رائے میں درست ہے، مزارعت اور معاملات کی جو صورتیں اوپر زیر بحث آئی ہیں ان میں اس صورت میں بڑا فرق ہے، معاملہ کی اس فاسد صورت میں اجیر کو اجرت مثل ملنی چاہئے جس کی ادائیگی (سامان یا جائیداد کے) مالک کے ذمہ ہوگی، پن چکی یا کشتی سے جو آمدنی ہو وہ اس کے مالک کی ہوگی۔ (کتاب الخراج: ۲۰۹-۲۱۳)

{ مزارعت اور ائمہ کے اقوال }

۹۳۸. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَظَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ وَعَنْ عَامِرٍ وَالْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ وَسَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَعَطَاءٍ وَمُجَاهِدٍ أَنَّهُمْ كَانُوا يَكْرَهُونَ الزَّرَاعَةَ بِالثَّلْثِ وَإِنَّ سَالِئًا وَطَاوُسًا كَانَا لَا يَرِيَانِ بِذَلِكَ بَأْسًا. وَذَلِكَ أَنَّهُ كَانَ لَطَاوُسٍ أَرْضٌ يُؤْجَرُهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ، امام حسن بصری رحمہ اللہ، امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ، امام عطاء رحمہ اللہ اور امام مجاہد رحمہ اللہ تہائی پر مزارعت کو ناپسند کرتے تھے جبکہ امام سالم رحمہ اللہ اور امام طاووس رحمہ اللہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور امام طاووس رحمہ اللہ کی زمین تھی جسے وہ مزارعت پر دیا کرتے تھے اسی لئے وہ اس میں حرج نہیں سمجھتے تھے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۸۳ باب المزارعة بالثلث والرابع، جامع المسانید للخوازنی: ج ۲ ص ۸۱ ج ۸ ص ۷۴ مصنف

ابن ابی شیبہ: ج ۶ ص ۳۴۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

۹۴۹۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دَاوُدَ عَنْ جَعْفَرٍ قَالَ قُلْتُ لِسَالِمٍ أَتُكْرَهُ الْمَزَارَعَةَ؟ قَالَ مَا كُنْتُ لِأَدْعَ مَعِيشَتِي لِقَوْلِ رَجُلٍ وَاحِدٍ.

امام جعفر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام سالم رحمہ اللہ سے کہا کہ کیا آپ مزارعت کو ناپسند کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: میں اپنی روزی کسی ایک شخص کے قول کی وجہ سے چھوڑنے والا نہیں ہوں۔

{اسے اسی کی کچھ پیداوار کے عوض کرایہ پر نہ دینا}

۹۵۰۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي حَصَيْنٍ عَنِ ابْنِ رَافِعٍ بْنِ خَدِجٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ مَرَّ عَلَى حَائِطٍ فَقَالَ لِمَنْ هَذَا؟ قُلْتُ لِي قَالَ مِنْ أَتَيْنَ هُوَ لَكَ قَالَ قُلْتُ اسْتَأْجَرْتُهُ قَالَ لَا تَسْتَأْجِرْهُ بِشَيْءٍ مِنْهُ. وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ أَنَّهُ كَانَ لِابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَرْضٌ خِرَاجٍ وَلِخَبَّابٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَرْضٌ خِرَاجٍ وَلِحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَرْضٌ خِرَاجٍ وَلِشَرِيحٍ أَرْضٌ خِرَاجٍ.

سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار نبی ﷺ ایک احاطہ کے پاس سے گزرے تو فرمایا: یہ کس کا ہے؟ رافع بن خدیج (رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا کہ میرا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تیرا کیسے ہوا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اسے کرایہ پر لیا ہے، (یہ سن کر) آپ ﷺ نے فرمایا: اسے اسی کی کچھ پیداوار کے عوض کرایہ پر نہ لینا۔

(راوی حدیث نے) کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ”سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس خراجی زمین تھی، خباب رضی اللہ عنہ کے پاس بھی ایک خراجی زمین تھی، اور سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس بھی خراجی زمینیں تھیں، شریح رحمہ اللہ کے پاس بھی ایک خراجی زمین تھی، (یہ سب لوگ ان زمینوں پر خراج ادا کیا کرتے تھے)۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحکمی: ۳۵۵، کتاب الخراج: ۲۰۹، صحیح مسلم: ۱۵۲۷، صحیح البخاری: ۲۳۳۳، مسند الامام

احمد: ج ۴ ص ۱۴۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

- ۱۔ امام ابو حصین عثمان بن عاصم بن حصین الاسدی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۳۸۲۸، تاریخ الثقات للعلی: ۱۱۰۷)
- ۲۔ امام ابورفاعہ عباہ بن رفاعہ بن رافع بن خدیج انصاری مدنی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔
(تہذیب الکمال: ۳۱۳۹)
- ۳۔ حضرت سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں۔



۲۴۔ کتاب الذبائح

ذبح سے متعلق احکام و مسائل

{ مجوسیوں کا کھانا کھا سکتے ہیں بشرطیکہ وہ ان کا ذبح نہ ہو }

۹۵۱۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ كُلُّ طَعَامِ الْمَجُوسِ كُلُّهُ مَا خَلَا الذَّبَائِحُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: مجوسیوں کا ہر کھانا کھا سکتے ہو بشرطیکہ وہ ان کا ذبح نہ ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ جانور ذبح کرتے ہوئے اہل کتاب اس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکار دیں اور تم سن لو

تو پھر اسے نہ کھاؤ }

۹۵۲۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا ذَبَحَ أَهْلُ الْكِتَابِ فَأَهْلُوا لِيُغَيِّرَ اللَّهُ تَعَالَى وَأَنْتَ تَسْمَعُ فَلَا تَأْكُلْ وَإِنْ لَمْ تَشْهَدْهُمْ فَكُلْ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب اہل کتاب جانور ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکار دیں اور تم سن رہے ہو تو پھر اسے مت کھاؤ اور اگر تم ان کے پاس موجود نہ ہو تو پھر کھاؤ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ رسول اللہ ﷺ نے پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا تھا }

۹۵۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ بِقُدُورٍ تَغْلِي مِنْ لُحُومِ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ فَقَالَ أَكْفُئُوهَا.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (جنگ خیبر کے موقع پر) رسول اللہ ﷺ کا دیگوں کے پاس سے گزر رہا جو پالتو گدھوں کے گوشت سے امل رہی تھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان دیگوں کو الٹ دو (چنانچہ صحابہ کرامؓ نے وہ دیگیں الٹا دیں)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع السانید للبخاری: ج ۲ ص ۲۲۸ ح ۱۵۱۹، صحیح البخاری: ۵۵۲۲، صحیح مسلم: ۱۹۳۷، سنن ابن ماجہ: ۳۱۹۲، سنن ابی داؤد: ۲۷۰۵، سنن سعید بن منصور: ۲۶۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۳۲۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۸۰۱۰، صحیح البخاری: ۵۵۲۲، صحیح مسلم: ۱۹۳۷، سنن ابن ماجہ: ۳۱۹۲، سنن ابی داؤد: ۲۷۰۵، سنن سعید بن منصور: ۲۶۳۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۳۲۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۸۰۱۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ہذا واقعة غزوة خیبر رواها البخاری وغيره من اصحاب الصحاح في كتبهم)



۲۵۔ کِتَابُ الْکَرَاهِيَةِ

کراہت کا بیان

{باندی کے لئے دوپٹا اوڑھنا مکروہ ہے}

۹۵۵۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْإِمَاءِ قِنَاعٌ فِي الصَّلَاةِ وَلَا فِي غَيْرِهَا. كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَتَّقَنَّ وَيَتَشَتَّنَ بِالْحَرَائِرِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: باندیوں کے لئے دوپٹا (اوڑھنا) نہ تو نماز میں ضروری ہے اور نہ ہی نماز سے باہر ضروری ہے، وہ ناپسند کرتے تھے کہ باندیاں اوڑھنی اوڑھیں اور آزاد عورتوں کی مشابہت اختیار کریں۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں لوٹڈی کے لئے دوپٹے کو نہ نماز میں ضروری سمجھتے ہیں نہ نماز سے باہر، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۲۲۱ باب صلاة الامة)

۹۵۶۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ أَنَّ أَبَا الْعُجَّاءَ كَانَ يَصْنَعُ الطَّعَامَ فَيَأْتِيهِ مَسْرُوقٌ وَكَانَ أَبُو الْعُجَّاءَ عَلَى الْعُشُورِ وَكَانَ يَشْتَكِي.

امام محمد بن قیس رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو العجاء رحمہ اللہ کھانا تیار کرتے تھے پس مسروق رحمہ اللہ ان کے پاس تشریف لاتے (اور ان کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے) اور ابو العجاء رحمہ اللہ عشر وصول کرنے کے نگران تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام محمد بن قیس البہدانی ثم المرہبی الکولی رحمہ اللہ تھراوی ہیں۔

{اگر کوئی شخص اپنے بھائی کی اجازت کے بغیر اس کی کوئی چیز لے لے تو کیا حکم ہے؟}

۹۵۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِي بُزْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ زَارَ قَوْمًا فَذَبَحُوا لَهُ شَاةً، فَأَدْخَلَ لُقْمَةً مِنَ اللَّحْمِ فِي فِيهِ فَجَعَلَ لَا يُسِنُّهُ. فَقَالَ مَا شَأْنُ هَذَا اللَّحْمِ؟ قَالُوا هَذِهِ شَاةٌ فَلَا نَ ذَبْحَنَا حَتَّى يَجِيئَ فَنَرْضِيهِ مِنْ شَاتِيهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَطْعِمُوَهَا الْأَسْرَى يَغْنِي الْبَسَاكِينَ.

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ (انصار کے علاقے میں ان کی) ایک جماعت کو ملنے کے لیے تشریف لے گئے، انہوں نے نبی ﷺ کی مہمان نوازی کے لیے بکری ذبح کی (اور اس کا کھانا تیار کیا)، نبی اکرم ﷺ نے اس کی ایک بوٹی اپنے منہ میں ڈالی (اور اسے منہ میں رکھا، کچھ دیر تک اسے چباتے رہے لیکن) وہ حلق سے نیچے نہ اتر سکی، آپ ﷺ نے پوچھا کہ بکری کے اس گوشت کا کیا قصہ ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ فلاں شخص کی بکری ہے، جو ہم نے ذبح کر لی ہے، وہ آئے گا تو اسے قیمت دے کر خوش کر دیں گے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ قیدیوں کو کھلا دو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۹۳ باب الدعوة، جامع السانید للخوازمی: ج ۱ ص ۱۹۸، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحسکی: ۳۶۹، مسند ابن ابی شیبہ: ۹۳۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۵۰۹، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۳۰۰۶، ۳۰۰۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۳۰۸، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۶۰۲، سنن الدارقطنی: ۷۶۳، سنن ابی داود: ۳۳۳۲، جامع السانید للخوازمی: ج ۱ ص ۱۹۸، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحسکی: ۳۶۹، مسند ابن ابی شیبہ: ۹۳۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۵۰۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام عاصم بن کلیب بن شہاب الجری رحمہ اللہ صحیح مسلم، سنن اربعہ، سنن طحاوی وغیرہ کے راوی ہونے کے علاوہ تعلیقاً صحیح بخاری کے بھی راوی ہیں اور ثقہ ہیں ان کی تعدیل و توثیق کے حوالے راقم الحروف نے اپنی دوسری کتاب ”تسکین العینین فی مسئلۃ ترک رفع الیدین“ (ص ۱۱۲ تا ۱۲۰) میں پیش کر دیے ہیں وہاں دیکھ لیے جائیں۔

۲۔ امام ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری الکونی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۷۲۲۰، تاریخ الثقات للعلی: ۱۹۰۳)

فوائد مسائل:

۱۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ گوشت اپنی اصلی حالت پر ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس کو قیدیوں کو کھلانے کا حکم نہ دیتے لیکن چونکہ آپ نے یہ سمجھ لیا کہ وہ پہلے مالک کی ملک سے نکل گیا ہے اور خود کھانا اس لئے پسند نہیں کیا کہ ان صاحب نے ابھی تک اس کی قیمت اس (بکری) کے مالک کو ادا نہیں کی تھی، جو شخص کسی چیز کی قیمت کا ضامن بنے اور وہ اس کے پاس غصب کے طریقے سے آئی ہو تو ہمارے یہاں بہتر یہ ہے کہ وہ اسے صدقہ کر دے خود نہ کھائے، یہی حکم اس سے حاصل ہونے والے نفع کا بھی ہے۔ قیدیو! سے مراد ہمارے یہاں محتاج قیدی ہیں یہ سب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے قیاس کے مطابق ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۹۳)

۲۔ اگر کسی کی کوئی چیز بلا اجازت لی گئی ہے تو ایسا کرنا اچھا نہیں اسے اس کے مالک کو اسی طرح واپس دینا چاہیے دوسرے کی چیز بلا اجازت نہیں لینی چاہیے، ان صاحب نے اپنے پڑوسی کے جانور کو اس بنیاد پر لیا تھا کہ اس کی قیمت انہیں ادا کر دیں گے لیکن بہر حال یہ نامناسب تھا اس لئے آپ ﷺ نے اسے تناول نہیں فرمایا اور محتاج قیدیوں پر صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

۳۔ اگر کوئی شخص کسی کی کوئی چیز غصب کرے اور اس میں ایسا تصرف کرے جس کی وجہ سے اس کا نام اور اصل فائدہ ختم ہو جائے تو اس چیز سے اس شخص کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے جس کی تھی اور وہ غاصب اس کا مالک بن جاتا ہے اور اسے اس کا ضمان دینا پڑتا ہے اور اس کے لئے اس سے انتفاع اس وقت تک جائز نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا بدلہ نہ دے دے جیسے کوئی کسی کی بکری یا دنبہ ذبح کر کے بھون لے یہ پکالے یا گندم پیش لے، اس شخص کے ار سے فائدہ اٹھانے کی اس لئے اجازت نہ دی تاکہ آئندہ کوئی ایسی حرکت نہ کرے اور غصب کا دروازہ بند ہو جائے، بدلہ ادا کرنے کے بعد یا مالک کو اسے معاف کرنے کے بعد وہ شخص اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

{ بچوں کو دوا یا غذا کے طور پر کسی بھی صورت میں شراب اور کوئی بھی حرام چیز نہیں دینی چاہیے }

۱۵۸۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لَا تَسْبِقُوا صَبِيَّانَكُمْ الْخَمْرَ وَلَا تُغْدُوهُمَا بِهَا، فَإِنَّ اللَّهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَ كُفْرٍ قِيَمًا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا إِثْمُهُمْ عَلَى مَرٍ سَقَاهُمْ.

امام ابراہیم غفرلہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے بچوں کو (علائ کے طور پر) شراب نہ پلاؤ، اور نہ انہیں وہ غذا کے طور پر دو کیونکہ اللہ رب العزت نے جو چیز تم پر حرام کی ہے اس سے تمہارے لیے شفاء نہیں رکھی ہے، اس کا گناہ ان پر ہوگا جو انہیں پلائے گا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۵۰ باب السکر والخمر، جامع المسانید للنخوارزمی: ج ۲ ص ۳۲۱ ح ۱۷۱۳، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۱۰۲، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۷۱۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۴۹۲، ۲۳۸۳۲، صحیح البخاری: ۵۶۱۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۵۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۹۶۸۰، کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۵۰ باب السکر والخمر، جامع المسانید للنخوارزمی: ج ۲ ص ۳۲۱ ح ۱۷۱۳، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۱۰۲، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۷۱۷، صحیح البخاری: ۵۶۱۳، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۵۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۹۶۸۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

{ کیا عورت اپنے چہرے کے بال دور کر سکتی ہے؟ }

۹۵۹. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا سَأَلَتْهَا امْرَأَةً عَنِ الْحَقِّ فَقَالَتْ أَمِيطِي الْأَذَى عَنْ وَجْهِكَ.

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت نے ان سے چہرے کے بال دور کرنے کے بارے میں پوچھا (کہ کیا میں انہیں دور کر سکتی ہوں)؟ فرمایا: تکلیف دہ چیز کو اپنے چہرے سے دور کر دو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۹۰۷ باب حف الشعر من الوجه، جامع المسانید للنخوارزمی: ج ۲ ص ۳۲۵ ح ۱۷۲۲۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔ (واخرج محمد فی الآثار (۹۰۸) عن ابی حنیفہ عن زیاد بن علاقہ عن عمرو بن میمون عن عائشہ رضی اللہ عنہا ان امرأة سألتها أحف وجهی فقالت أمیطی عنک الاذی.)

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی عورت کے چہرے پر مردوں کی بال نکل آئیں تو وہ انہیں دور کر دے گی تاکہ مردوں سے مشابہت نہ ہو، لیکن یہ حکم صرف داڑھی اور مونچھوں کا ہے انہیں اکھاڑ سکتی ہے اس کے علاوہ بھوؤں وغیرہ

کے بال نوچنا حرام ہے۔ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۹۰۸)

{ اللہ نے بالوں میں دوسرے بال ملانے والی اور ملوانے والی وغیرہا پر لعنت کی ہے }

۹۰. یُؤَسَّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ لَعَنَ اللَّهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُوتَصِلَةَ وَالْوَاشِمَةَ وَالْمُوتَشِمَةَ وَالْوَاشِرَةَ وَالْمُوتَشِرَةَ وَالْمُوتَصِمَةَ وَالْمُوتَصِمَةَ وَالْمُتَمِطِّعَةَ وَالْمُتَمِطِّعَةَ وَكَاتِبَهُ وَالْمُحَلَّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهُ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ رب العزت نے بالوں میں دوسرے بال ملانے والی اور بال ملوانے والی پر، جسم گودنے والی اور گودانے والی پر، دانت باریک کرنے والی اور باریک کردانے والی پر، سود کھانے والے پر، سود دینے والے پر، اس کے گواہوں پر، اس کی تحریر لکھنے والوں پر، حلالہ کرنے والے پر اور حلالہ کردانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔“

تحقیق:

صحیح، مرسل معتقد ہے۔ (ولہ طرقی اخری)

فوائد و مسائل:

۱۔ عورت کے لیے مستحسن ہے کہ اپنے خاوند کی خوشی کے لیے زیب و زینت کرے لیکن جائز اور ناجائز کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۲۔ عورت کے بال کم ہوں تو یا جائز نہیں کہ بال زیادہ ظاہر کرنے کے لیے اپنے بالوں میں دوسرے بال ملائے۔

۳۔ جس طرح عورت کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بالوں میں دوسرے بال ملائے، اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ کسی دوسری عورت کا عیب چھپانے کے لیے اس کے بالوں میں دوسرے بال ملائے۔

۴۔ آرائش کا پیشہ اختیار کرنے والے مردوں اور عورتوں کو چاہیے کہ ایسے کاموں سے پرہیز کریں جو شرعاً ممنوع ہیں، مثلاً مرد کسی کی ڈاڑھی نہ مونڈے۔ عورت دوسری عورت کا میک اپ کرنے میں ممنوع کاموں سے اجتناب کرتے ہوئے صرف جائز کاموں پر اکتفا کرے۔

۵۔ گودنے کا مطلب سوئی سے جسم پر کوئی نشان بنا کر اس میں کوئی رنگ دار چیز بھرنا ہے۔ جس کی وجہ سے جسم پر وہ نشان پختہ ہو جاتا ہے اور مٹتا نہیں۔ عرب میں عورتوں میں یہ رواج تھا۔ یہ کام کرنا اور کروانا بھی شرعاً ممنوع ہے۔

- ۶۔ سود کی تمام صورتیں حرام اور اللہ کی لعنت کا باعث ہیں۔
- ۷۔ جس طرح سود لینا کبیرہ گناہ ہے اسی طرح سود دینا بھی کبیرہ گناہ ہے، لہذا سود کی بنیاد پر قرض لینا بھی حرام ہے، خواہ یہ سود بینکوں سے لیا جائے یا کاروباری افراد سے۔
- ۸۔ حرام کاموں میں کسی بھی طرح تعاون نہیں کرنا چاہیے۔
- ۹۔ حلالہ غیر شرعی حرام، معصیت اور گناہ ہے۔ حلالہ غیر شرعی کی صورت یہ ہے کہ بوقت نکاح شرط طے کر لی جائے کہ دوسرا خاوند صحبت کرنے کے بعد لازماً اس عورت کو طلاق دیدے گا یا شرط تو طے نہ کی جائے لیکن دوسرے خاوند کی نیت مستقل ازدواجی زندگی گزارنے کی نہ ہو اور نہ ہی عورت اور اس کے سابقہ شوہر کے گھر کو آباد کرنے کی نیت ہو بلکہ محض جنسی لذت اور قضاء شہوت کی نیت ہو تو یہ حلالہ غیر شرعی ہے جو کہ حرام، معصیت اور گناہ ہے۔

{سر کے بالوں کے ساتھ اون ملانے میں کوئی حرج نہیں}

۹۱۱۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ أُمِّ ثَوْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ لَا بَأْسَ بِالْوَصْلِ إِذَا كَانَ صُوفًا، إِنَّمَا يُكْرَهُ الشَّعْرُ.

ام ثور رحمہا اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سر کے بالوں کے ساتھ اون ملانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مکروہ تو بالوں کے ساتھ بال ملانا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۹۰۶ باب الوشم والصلۃ فی الشعر بالشعر واخذ الشعر من الوجه والحلل، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۲ ص ۳۰۷ ح ۱۶۹۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۲۳۳۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (وذكره البيهقي في الكبرى (ج ۲ ص ۲۲) معلقاً من أوله قال رواه سفيان الثوري عن جابر وأخرجه الطحاوي في شرح مشكل الآثار بعد حديث (۱۱۴۴) من طريق شريك بن عبد الله النخعي عن جابر عن شعبة مولى ابن عباس عن ابن عباس قال لا بأس ان تصل المرأة شعرها بالصوف.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۹۰۶)

۹۶۲. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ .

امام یوسف رحمہ اللہ اپنے والد محترم سے اور وہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ ☆

فائدہ:

☆ ”عن ابی حنیفہ“ کے بعد قلمی نسخہ سے ورقہ گرا ہوا ہے جس کی وجہ سے اس حدیث کی باقی عبارت معلوم نہیں ہو سکی۔

{ ابن عباسؓ گھوڑے کا گوشت کھانے کو ناپسند کرتے تھے }

۹۶۲. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ لُحُومَ الْخَيْلِ وَيَقْرَأُ هَذِهِ الْآيَةَ: وَالْخَيْلُ وَالْبِغَالُ وَالْجَمِيزُ لَتَرَكِبُوهَا. (النحل: ۸)

عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما گھوڑے کا گوشت کھانے کو ناپسند کرتے تھے اور یہ آیت کریمہ پڑھتے تھے: ”اور گھوڑے، خیر اور گدھے اسی نے پیدا کئے ہیں تاکہ تم ان پر سواری کرو۔“

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه ابن ابی شیبہ (۲۴۲۲۰) عن ابن علیہ عن هشام الدستوائی عن یحیی بن ابی کثیر عن مولی نافع بن علقمہ عن ابن عباس۔)

{ چاندنی راتوں کے دنوں کے روزے }

۹۶۳. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنِ ابْنِ الْحَوَاتِكِيِّ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ الْأَرْزَبِ فَقَالَ لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ أَزِيدَ فِي الْحَدِيثِ شَيْئًا أَوْ أَنْقُصَ لَحَدَّثُكُمْ وَلَكِنِّي مُرْسِلٌ إِلَى بَعْضِ مَنْ شَهِدَ الْحَدِيثَ قَالَ فَأَرْسَلَ إِلَى عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ حَدَّثَنَا حَدِيثَ الْأَرْزَبِ يَوْمَ كُنَّا بِقَاعِ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَقَالَ إِنِّي رَجُلُ النَّبِيِّ ﷺ بِأَرْزَبٍ فَأَمَرَ بِأَكْلِهَا فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ دِمًا قَالَ لَيْسَ بِشَيْءٍ وَقَالَ فَكُلْ قَالَ إِنِّي صَائِمٌ قَالَ صَوْمٌ مَاذَا قَالَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ قَالَ أَفَلَا جَعَلْتَهُنَّ الْبَيْضَ.

ابن حوکیہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے خرگوش کے گوشت کے بارے میں پوچھا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر مجھے اس بات کا خدشہ نہ ہوتا کہ میں حدیث کے اندر کمی یا زیادتی کر بیٹھوں گا تو میں ضرور بتاتا، البتہ میں تمہیں ایسے شخص کی جانب بھیج دیتا ہوں جو حدیث کے گواہ تھے؟ پس آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی جانب بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ خرگوش کے گوشت کے متعلق وہ

حدیث بیان کریں کہ جس دن ہم بقاع پر موجود تھے۔ چنانچہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں (بھنا ہوا) خرگوش لے کر حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس کے کھانے کا حکم دیا، اس شخص نے بتایا کہ میں نے دیکھا کہ (اس کا گوشت) خون آلود تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو بھی کھا۔ اس شخص نے عرض کیا کہ میرا روزہ ہے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیسا روزہ؟ اس نے عرض کیا: مہینے کے تین روزے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو انہیں چاندنی راتوں (تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ) کے دنوں کے روزے کیوں نہیں بنالیتا؟۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المساید للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۳۱ ح ۱۵۲۱، مسند ابی حنیفہ: روایۃ ابی نعیم: ص ۲۳۰، سنن النسائی: ۲۴۲۷، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۲۸۴۸، المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۹۶۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۹۳۹۹، مسند الحمیدی: ۱۳۶، مصنف عبدالرزاق: ۷۸۷۳، صحیح ابن خزيمة: ۲۱۲، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۱۸۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (ولہ شواہد)

- ۱۔ امام ابو عیسیٰ موسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ القرظی التیمی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۲۶۹، معرۃ الثقات للعلی: ۱۸۱۸)
- ۲۔ امام یزید بن الحوکیۃ التمیمی الکوفی رحمہ اللہ سنن نسائی کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (ملخصاً: تہذیب التہذیب: ۶۱۹)

{ گوہ کے گوشت کی ناپسندیدگی کا بیان }

۹۶۴۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي يُونُسَ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهُ أَهْدَىٰ لَهَا ضَبُّ النَّبِيِّ ﷺ عَنْ أَكْلِهِ فَقَالَ إِنِّي أَكْرَهُهُ فَجَاءَتْهَا سَائِلَةٌ فَأَرَادَتْ أَنْ تُطْعِمَهَا إِيَّاهُ، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ ﷺ أَتُطْعِمِينَهَا مَا لَا تَأْكُلِينَ.

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دفعہ انہیں کہیں سے گواہ ہدیہ میں آئی، انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے اس کے کھانے کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اسے ناپسند کرتا ہوں، اتنے میں ایک سائلہ آئی تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے چاہا کہ یہ اسے کھلا دوں تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جو تم خود نہیں کھاتیں وہ دوسروں کو کھلا رہی ہو؟

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مؤطا محمد: ۶۴۷، مسند ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۴۰۱، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۳۲۸ ح ۱۵۳۶، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۴۶۱، مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۴۸۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۳۲۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۷۳۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه الامام احمد من طریق ابراہیم عن الاسود عن عائشة... فذكره)

فائدہ:

اس حدیث کے پیش نظر بہتر یہی ہے کہ گوہ کا گوشت نہ کھایا جائے۔ (ملخصاً: مؤطا محمد: ۶۴۷)

{ جانوروں کو خسی بنانے میں کوئی حرج نہیں }

۹۶۵. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا بَأْسَ بِإِخْصَاءِ الدَّائِبَةِ إِذَا طَلِبَ بِذَلِكَ صَلَاحُهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جانوروں کو خسی بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اس کا مقصد ان کی بہتری ہو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۰۸ باب الاطعمۃ وایحصاء اللعل، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۳۰۲ ح ۱۶۷۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

خسی جانور موٹا تازہ اور اس کا گوشت زیادہ لذیذ ہوتا ہے، جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے انہیں خسی بنانے میں کوئی حرج نہیں چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۰۸)

{ شطرنج اور نزد کے ساتھ کھیلنے کی ممانعت }

۹۱۶۔ یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ يَرْفَعُ الْحَدِيثَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ لَعِبَ بِالشَّطْرَنْجِ فَهُوَ كَالَّذِي يَتَوَضَّأُ بِلَحْمِ الْخِنْزِيرِ۔

امام عبدالکریم رحمہ اللہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں کہ جو شخص شطرنج کھیلتا ہے پس وہ اس کی طرح ہے جو خنزیر کے گوشت سے وضو کرتا ہے۔

فائدہ:

نزد اور شطرنج وغیرہ کھیلنے کی احادیث میں سخت ممانعت آئی ہے کیوں کہ ان جیسے کھیلوں سے عداوت اور بغض پیدا ہوتا ہے، وقت کا بھی ضیاع ہے تجربہ بتاتا ہے کہ ان میں نمازیں ضائع ہوتی ہیں اور جوے بازی کا بہت بڑا ذریعہ ہیں اور جوے کی حرمت میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔

۹۱۷۔ یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ النَّزْدَ وَالشَّطْرَنْجَ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ شطرنج اور نزد کے کھیل کو مکروہ سمجھتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۹۱۸۔ یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ اتَّقُوا هَاتَيْنِ الْكُعْبَتَيْنِ اللَّتَيْنِ تُزَجْرَانِ زَجْرًا۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: خبردار بچوان دونوں چوکور ٹکڑوں سے جو متعین ہیں اور پھینکے جاتے ہیں (کیونکہ ان کا تعلق جوئے سے ہے)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۲۶۳، الادب المفرد للبخاری: ۱۲۷۰، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۰۹۵۳، ۲۰۹۵۵، شعب الایمان للبیہقی: ۶۰۸۰، ۶۰۸۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه الحافظ طلحة من طريق الهيثم عن عامر الشعبي عن ابی الاحوص عن ابن مسعود رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ قال اتقوا الكعبين اللتين يزجران زجرافانها من الميسر الذي للأعاجم)

۴۳۔ بَابُ لُبْسِ الْحَرِيرِ وَالذَّهَبِ ریشم اور سونا پہننے کا بیان

{ چار انگشت تک کے بقدر ریشمی کپڑا مردوں کے لباس میں استعمال ہو تو جائز ہے }

۹۶۹۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعَثَ جَيْشًا فَفُتِحَ عَلَيْهِمْ فَأَقْبَلُوا فَلَمَّا دَنَوْا مِنَ الْمَدِينَةِ خَرَجَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَسْتَقْبِلُهُمُ بِالنَّاسِ فَلَمَّا بَلَغَهُمْ خُرُوجُ عُمَرَ بِالنَّاسِ لَبِسُوا مَامَعَهُمْ مِنَ الْحَرِيرِ وَالذَّيْبِاجِ فَلَمَّا رَأَاهُمْ غَضِبَتْهُمْ قَالَ الْقَوَائِيَابُ أَهْلُ النَّارِ عَنْكُمْ فَأَلْقَوْهَا وَاعْتَذَرُوا إِلَيْهِ، وَقَالُوا: لَبِسْنَاهَا لِزُرَيْكَ فَبَيَّ اللَّهُ الَّذِي فَاءَ عَلَيْنَا، قَالَ فَسَرِي عَنْ عُمَرَ، قَالَ ثُمَّ رَخَّصَ فِي الْعَلَمِ مِثْلَ الْإِصْبَعَيْنِ وَالثَّلَاثِ وَالْأَرْبَعِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر بھیجا اللہ رب العزت نے اسے فتح عطا کی، جب وہ واپس ہوئے اور مدینہ کے قریب ہوئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ہمراہ ان کے استقبال کے لئے نکلے، جب لشکر والوں کو یہ اطلاع ملی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ہمراہ ان کے استقبال کے لئے نکلے ہیں تو انہوں نے اپنے ساتھ موجود ریشم اور دیباج پہن لیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مجب ان کو دیکھا تو غصے ہو گئے اور پھر فرمایا: ”دوزخیوں کا لباس اتار دو۔“ (انہوں نے جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ناراضگی کو دیکھا تو) وہ کپڑے اتار دیئے اور معذرت کرتے ہوئے کہنے لگے ہم نے یہ کپڑے اس لئے پہنے تھے کہ اللہ رب العزت کا عطاء کردہ مال فہمیت آپ کو دکھائیں جو اللہ نے ہمیں عطاء فرمایا ہے۔ (راوی حدیث نے) کہا کہ اس سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ دور ہوا پھر علم میں ایک، دو، تین اور چار انگلیوں کے برابر ریشم لگانے کی اجازت دی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۵۶ باب اللباس من الحریر و الذہب، جامع المسانید للفقہ اوزمی: ج ۲ ص ۴۶۶۔

سنن الترمذی: ۱۷۲۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۵۵۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۶۳۶، ۶۶۳۷، صحیح ابن حبان: ۵۴۴۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۶۰۸۳، مصنف عبدالرزاق: ۱۹۹۵۰، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۶۸۱، ۲۳۶۹۶، ۲۳۶۸۲، ۳۳۸۳، ۲۳۶۷۸، کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۵۶، باب اللباس من الحریر والشعرۃ والخز، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۳۲۶، سنن الترمذی: ۱۷۲۱، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۵۵۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۶۳۶، ۶۶۳۷، صحیح ابن حبان: ۵۴۴۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۶۰۸۳، مصنف عبدالرزاق: ۱۹۹۵۰۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه ابن ابی شیبہ وغیرہ من طرق عن عمرہ)۔

فائدہ:

معلوم ہوا کہ اگر چار انگشت تک کے بقدر ریشمی کپڑا مردوں کے لباس میں استعمال ہو تو جائز ہے، اکثر فقہاء کرام رحمہم اللہ کی یہی تحقیق ہے، چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ بھی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۵۶)

معلوم ہوا کہ اگر چار انگشت تک کے بقدر ریشمی کپڑا مردوں کے لباس میں استعمال ہو تو جائز ہے، اکثر فقہاء کرام رحمہم اللہ کی یہی تحقیق ہے، چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ بھی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۵۶)

{سیدنا حذیفہؓ نے اپنے بیٹوں سے ریشم کا لباس اتار دیا اور بیٹیوں پر چھوڑ دیا}

۹۰۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ غَابَ حُذَيْفَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ غَيْبَةً ثَمَّ قَدِمَ وَقَدْ كَسَى بَنَاتَهُ وَبَنُوهُ قُمَصَ حَرِيرٍ فَتَزَعَّهَا عَنِ الذُّكُورِ وَتَرَكَهَا عَلَى الْإِثَابِ.

امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کہیں گئے پھر جب واپس تشریف لائے تو (انہوں نے دیکھا کہ) ان کے بیٹوں اور بیٹیوں کو ریشم کے کپڑے پہنا دیے گئے ہیں تو انہوں نے لڑکوں کے کپڑے اتار دیے اور لڑکیوں پر چھوڑ دیے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار رواية الامام محمد: ۸۵۸ باب اللباس من الحریر والشعر ة والخز، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۳۲۷

ج ۱۷۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۶۵۶۔

تحقیق:

اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام ابو عبد اللہ سلیمان بن ابی المغیرہ العباسی الکوفی رحمہ اللہ سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۲۵۶۸)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔

(کتاب الآثار رواية الامام محمد: ۸۵۸)

{ سونے، چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا اور ریشم پہننا منع ہے }

۹۷۱۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي قُرَوَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ نَزَلْنَا مَعَ حُذَيْفَةَ بِالْمَدَائِنِ عَلَى دِهْقَانٍ فَأَتَاهُمْ بِطَعَامِهِ فَأَكَلُوا ثُمَّ دَعَا حُذَيْفَةَ بِشَرَابٍ فَأَتَى بِهِ فِي إِنَاءٍ فِضَّةٍ فَرَمَى بِهِ وَجْهَهُ ثُمَّ قَالَ إِنِّي نَزَلْتُ عَلَيْهِ الْعَامَ الْبَاضِي فَأَتَانَا بِطَعَامِهِ ثُمَّ دَعَا بِشَرَابِهِ فَأَتَانَا فِي إِنَاءٍ فِضَّةٍ فَأُخْبِرْتُهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَاَنَا أَنْ نُشْرَبَ فِي آيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَأَنْ تَأْكُلَ فِيهَا وَأَنْ تَلْبَسَ الْحَرِيرَ وَالذِّيبَاجَ وَقَالَ هِيَ لِلْمُسْرِكِينَ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْآخِرَةِ.

امام عبد الرحمن بن ابی لیلی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدائن میں ایک کسان کے یہاں کے ٹھہرے، وہ کھانا لے کر آیا جو ہم نے کھالیا، پھر سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے پانی منگوایا، وہ چاندی کے برتن میں پانی لے کر آیا، انہوں نے وہ پانی اس کے منہ پر دے مارا، اور پھر فرمایا کہ (میں نے اسے بلا وجہ نہیں دے مارا بلکہ) میں پچھلے سال بھی اس کے یہاں ٹھہرا تھا اور یہ ہمارے کھانا لے کر آیا جو ہم نے کھایا اور پھر میں نے پانی منگوایا تھا تو یہ ہمارے پاس چاندی کے برتن میں ہی پانی لے کر آیا تھا، اور میں نے اسے بتایا تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں سونے، چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے اور حریر اور دیباج پہننے سے منع فرمایا ہے (حریر عام ریشم کو اور دیباج باریک ریشم کو کہتے ہیں) اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ چیزیں مشرکین کے لیے دنیا میں ہیں اور تمہارے لیے آخرت میں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۴۲۶، ۵۶۳۲، صحیح مسلم: ۲۰۶۷، سنن ابن ماجہ: ۳۴۱۴، سنن ابی داود: ۳۷۲۳، مسند ابی داود الطیالسی: ۴۳۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۲۶۹، سنن الدارمی: ۲۱۷۶، السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۸۴۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۶۶۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۷۳۶۵، سنن الدارقطنی: ۴۷۹۴، مستخرج ابی عوانہ: ۸۴۳۶، ۸۴۳۹، ۸۴۸۴، مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ المصکلی: ۴۱۶، مسند البزار: ۲۸۷۷، ۲۸۷۸، ۲۹۰۲، ۲۹۵۲، ۲۹۵۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۱۳۱۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

- ۱۔ امام ابو فروہ مسلم بن سالم البہدی الکوفی الاصفہانی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۹۲، الثقات: ۵۳۷۵)
- ۲۔ امام ابو عیسیٰ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ الانصاری الاوی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلینی: ج ۱ ص ۲۹۸، تقریب: ج ۱ ص ۲۹۸)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ مرد اور عورت دونوں کے لیے چاندی اور سونے کے برتنوں میں کھانا پینا حرام ہے۔
- ۲۔ اسی طرح چاندی اور سونے کے برتنوں میں پانی بھر کر وضو کرنے یا ان میں عطر رکھ کر ان سے عطر لگانے اور یا ان میں حقہ رکھ کر حقہ پینے وغیرہ جیسے کاموں میں استعمال کرنا بھی حرام ہے۔
- ۳۔ ریشم بطور لباس مردوں کے لیے حرام ہے البتہ اگر چار انگشت تک کے بقدر یا اس سے کم ریشمی کپڑا مردوں کے لباس میں استعمال ہو تو جائز ہے جیسا کہ (حدیث نمبر ۹۶۹) میں گزر چکا ہے۔

۹۶۲. یُؤَسَّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ قُتَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمِثْلِ ذَلِكَ.

ایک دوسرے طریق سے بھی یہ حدیث حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۴۲۶، ۵۶۳۲، صحیح مسلم: ۲۰۶۷، سنن ابن ماجہ: ۳۴۱۴، سنن ابی داود: ۳۷۲۳، مسند ابی داود الطیالسی: ۴۳۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۳۲۶۹، سنن الدارمی: ۲۱۷۶، السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۸۴۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۶۶۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۷۳۶۵، سنن الدارقطنی: ۷۹۴، مستخرج ابی عوانہ: ۸۴۳۶، ۸۴۳۹، ۸۴۸۳، مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحسکفی: ۴۱۶، مسند البزار: ۲۸۷۷، ۲۸۷۸، ۲۹۰۲، ۲۹۵۲، ۲۹۵۳، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۱۴۱۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ عورتوں کے لیے ریشم اور سونا استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، مردوں کے لیے مکروہ ہے }

۹۷۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا بَأْسَ بِالْحَرِيرِ وَالذَّهَبِ لِلنِّسَاءِ وَكُرْهٌ لِلرِّجَالِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: عورتوں کے لیے ریشم اور سونا استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں اور مردوں کے لیے مکروہ قرار دیا گیا ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۶۲ باب اللباس من الحریر والشعرۃ والخز، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۷۸۵ باب من رخص للنساء فی لبس الحریر۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔
(کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۶۲)

{ ام المؤمنین عائشہؓ خواتین کو سونا پہنایا کرتی تھیں }

۹۷۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تُحَلِّي

بَنَاتٌ أَخَذْنَ الذَّهَبَ

امام عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کی بیٹیوں کو سونا پہنا یا کرتی تھیں۔

{ نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت کے مردوں کے لیے سونا اور ریشم حرام ہے اور عورتوں

کے لیے حلال ہے }

۹۵. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أَنَسَةَ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ مِصْرَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ وَقَدْ أَخَذَ الْحَرِيرَ بِيَدِهِ وَالذَّهَبَ بِيَدٍ فَقَالَ هَذَانِ مُحَرَّمَانِ عَلَى الذُّكُورِ مِنْ أُمَّتِي حَلَالٌ لِلنِّسَاءِ.

زید بن ابی انیسہ رحمہ اللہ ایک مصری شخص کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نکلے اور آپ سے اپنے ایک ہاتھ میں ریشم پکڑی اور دوسرے ہاتھ میں سونا پکڑا اور پھر فرمایا: ”یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں کے لیے حرام ہیں اور ان کی عورتوں کے لیے حلال ہیں۔“

تحقیق:

حسن ہے۔ (وللحدیث شواہد)

مصری شخص سے عائد بن سعید بن عبد اللہ المصري مراد ہیں اور انہوں نے یہ حدیث سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، چنانچہ جامع المصابہ (ج ۲ ص ۲۳ ۳۲۳ ۱۷۱۹) میں اس کی سند یوں ہے:

”ابو حنیفہ عن زید بن ابی انیسہ عن عائذ بن سعید بن عبد اللہ المصري عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ.... الحدیث“

{ متعدد صحابہ کرامؓ خنز پہنا کرتے تھے }

۹۶. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ قَالَ بَلَّغْنِي عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَنْسَ بْنَ مَالِكٍ وَحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ وَابْنَ الزُّبَيْرِ وَشَرِيعَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَتَهُمْ كَانُوا يَلْبَسُونَ الْخَزَّ.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ، سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما، سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما اور امام شریع رحمہ اللہ خز
پہنا کرتے تھے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه عبدالرزاق (۱۹۹۳) والطحاوی فی شرح معانی الآثار (ج ۲ ص ۲۵۶) من طریق وہب بن
کیسان قال رأیت خمسة من اصحاب النبی ﷺ یلبسون الخبز: سعد بن ابی وقاص وابن عمر وجابر بن
عبد اللہ وابو سید وابو ہریرہ قوانس۔ لفظ عبدالرزاق۔ واخرجه عبدالرزاق (۱۹۵۴) و (۱۹۵۹) وابن ابی
شیبہ (ج ۱ ص ۲) والطحاوی فی شرح معانی الآثار للطحاوی (ج ۲ ص ۲۵۶) والبیہقی (ج ۲ ص ۲۶۱) من طرق
عن انس انه کان یلبس من الخبز اجودہ۔ لفظ البیہقی۔ واخرجه عبدالرزاق (۱۹۹۱) وابن ابی شیبہ (ج ۱
ص ۲) من طریق ہشام بن عروہ قال رأیت علی عبد اللہ بن الزبیر مطرفاً من خبز اخضر کستہ ایاہ عائشہ۔
لفظ عبدالرزاق۔ واخرجه ابن ابی شیبہ (ج ۲ ص ۲) من طریق العیزار بن حریت والطحاوی فی شرح معانی
الآثار (ج ۲ ص ۲۵۵) من طریق العیزار والشعبی قالاً رأیت علی الحسن بن علی مطرف خبز۔ واخرجه ابن سعد
کما فی نصب الراية (ج ۲ ص ۲۳۱) من طریق محمد بن ربیعہ بن الحارث قال رأیت علی عثمان بن عفان
مطرف خبز ثمنہ مئتی درہم۔ واخرجه البیہقی (ج ۲ ص ۲۶۱) من طریق ابی رجاء العطاردی قال خرج علينا
عمران بن حصین وعليہ مطرف خبز۔ واخرجه عبدالرزاق (۱۹۹۰) من طریق الحکم بن عتیبہ وابن ابی
شیبہ (ج ۱ ص ۲) وکعب فی اخبار القضاة (ج ۲ ص ۲۱۸ و ۲۵۱) من طریق اسماعیل بن ابی خالد کلاهما قالوا
رأیت علی شریح مطرفاً من خبز اخضر وهو یقطنی۔ واخرجه ابن ابی شیبہ (ج ۲ ص ۲) من طریق عمار قال
رأیت علی ابی قتادۃ مطرف خبز رأیت علی ابی ہریرۃ مطرف خبز۔ واخرجه عبدالرزاق (۱۹۵۸) من طریق
محمد بن زیاد قال رأیت علی ابی ہریرۃ کساء خبز اغبر کساء ایاہ مروان۔)

فائدہ:

تین قسم کے کپڑے پر خبز کا لفظ بولا جاتا ہے:

- ۱۔ خبز گوش کی اُون یا اسی قسم کے ایک پانی کے جانور کی اُون سے بنا ہوا کپڑا۔ یہ بالاتفاق جائز ہے۔
- ۲۔ ریشم اور اُون کا مخلوط کپڑا۔ اس پر اگر اُون غالب ہو مثلاً تانا اُون کا اور بانار۔ ریشم کا ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔
- ۳۔ خالص ریشم، اس کی حرمت میں شبہ نہیں۔

{امام ابراہیم نخعیؒ کسم سے رنگے ہوئے کپڑے پہنا کرتے تھے}

۹۷۷. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يَلْبَسُ الْمَصْبَغَ بِالْعُصْفَرِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کسم سے رنگے ہوئے کپڑے پہنا کرتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{امام ابراہیم نخعیؒ خوب سرخ رنگ کی چادر پہن کر امامت کرتے تھے}

۹۷۸. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَخْرُجُ فَيُؤْمِنَانِي مِلْحَفَةً حُمْرَاءَ

مُشْبَعَةً.

امام حماد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ہمیں خوب سرخ رنگ کی چادر میں امامت کراتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{امام ابراہیم نخعیؒ لومڑی کی کھال کی ٹوپی پہنا کرتے تھے}

۹۷۹. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يَلْبَسُ قَلَنْسُوَةً الشَّعَالِيبِ.

امام حماد رحمہ اللہ روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ لومڑی کی کھال کی ٹوپی پہنا کرتے تھے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۶۴ باب لباس جلود الثعالب و دباغ الجلد، مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۹۰۹-۵۰۵۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۶۴)

{امام ابراہیم نخعیؒ کی لوہے کی انگوٹھی تھی جس کا نقش یہ تھا: ”اللہ ہی ابراہیم کا رکھوالا و مددگار ہے۔“}

۹۸۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ نَقْشُ خَاتَمِهِ: اللَّهُ وَلِيُّ إِبْرَاهِيمَ وَنَاصِرُهُ مِنْ حَدِيثٍ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی لوہے کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا: ”اللہ ہی ابراہیم کا رکھوالا اور مددگار ہے۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۸۶۷ باب الختم بالذهب و نقش الخاتم وغیرہ، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۲ ص ۳۰۶ ح

۱۶۸۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۱۱۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ مرد سوائے چاندی کے سونے اور لوہے کی انگوٹھی یا کوئی زیور پہنے عورتیں سونا بھی پہن سکتی ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔

(کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۸۶۷)

{امام مسروقؒ کی انگوٹھی پر رسمہ نقش تھی}

۹۸۱. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنتَشِرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ نَقْشُ خَاتَمِهِ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ.

امام محمد بن منتشر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام مسروق رحمہ اللہ کی انگوٹھی کا نقش یہ تھا: ”شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان، بہت مہربان ہے۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۸۶۸ باب اختتم بالذهب و نقش الخاتم وغیرہ، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۶ ج ۱۶۸۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۱۰۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے کہ انگٹھی پر اللہ کا ذکر کھودا جائے بشرطیکہ کامل و مکمل پوری آیت نہ ہو کیونکہ پوری آیت لکھنا مناسب نہیں کہ حالت جنابت یا غیر وضو کی حالت میں وہ انسان کے ہاتھ میں ہو، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۸۶۸)

{ عبد اللہ بن عمرؓ کی انگٹھی پر ”عبد اللہ بن عمر“ لکھا ہوا تھا }

۹۸۲. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ نَقَشَ خَاتَمَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ.

امام مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی انگٹھی میں عبد اللہ بن عمر لکھا ہوا تھا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (واخرجه ابن ابی شیبہ (۲۵۱۰۷) عن ابن ادریس عن حصین عن مجاہد۔ ... فذکرہ۔)



۴۴۔ بَابُ فِي الْخِضَابِ وَالْأَخْذِ مِنَ اللَّحْيَةِ وَالشَّارِبِ خضاب لگانے اور داڑھی و مونچھوں کے کچھ بال لینے کا بیان

{ام سلمہؓ نے نبی ﷺ کے چند بال دکھائے جو مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے}

۹۸۴۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ أَنَّهُ قَالَ أَخْرَجْتُ لَنَا أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا مَشَاقَّةً مِنْ شَعْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَخُضُوبَةٌ بِالْجَنَاءِ وَالْكَتَمِ.

امام عثمان بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے چند بال مبارک نکال کر ہمیں دکھائے جو مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے۔

تخریج:

آیہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۸۹۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۰۰۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۵۳۵، صحیح البخاری: ۲۶۵۳۹، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۱۸۳۱۸، صحیح البخاری: ۵۸۹۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۰۰۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۵۳۵، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۰۰۹، صحیح البخاری: ۵۸۹۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۰۰۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام عثمان بن عبد اللہ بن مَوْهَب تیسری رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۱۰۸، تہذیب الکمال: ۳۸۳۵)

فوائد و مسائل:

۱۔ ”خضاب“ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے بالوں کو رنگا جاتا ہے۔ یہ چیز مہندی، دوسرے کتم یا کوئی اور جدید مرکب چیز ہو خضاب کہلاتی ہے۔

۲۔ ”کتم“ ایک گھاس ہے جس سے خضاب کیا جاتا ہے۔

۳۔ اکثر اہل علم کے نزدیک خضاب مستحب ہے البتہ سیاہ خضاب لگانا مکروہ ہے۔

{سیدنا حسین بن علیؑ کا سر اور داڑھی دسمہ سے رنگے ہوئے تھے}

۹۸۵۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ أَنَّهُ قَالَ أَبْصَرْتُ رَأْسَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَ لِحَيْتَهُ مَخْضُوبَتَيْنِ بِالْوَسْمَةِ وَقَدْ نَصَلَا.

امام محمد بن قیس رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے سر اور داڑھی کو دیکھا جو دسمہ سے رنگے ہوئے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۹۱۴ باب الخضاب بالحناء والوسم، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۳۲۵ ج ۲ ص ۱۷۲۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام محمد بن قیس ہمدانی مرہبی کو فی ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۵۶۵)

فائدہ:

”دسمہ“ ایک خود رو پودا ہے۔ اس کے پتے پیس کر خضاب کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔

{دسمہ کا خضاب لگانے میں کوئی حرج نہیں}

۹۸۶۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سُئِلَ عَنْ خِضَابِ الْوَسْمَةِ فَقَالَ بَقْلَةٌ طَيِّبَةٌ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے دسمہ کا خضاب لگانے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: پاکیزہ سبزی ہے (اس میں کوئی حرج نہیں)۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۹۱۲ باب الخضاب بالحناء والوسمة، جامع المسانید للنخوارزمی: ج ۲ ص ۳۱۰ ح ۱۷۰۱،

الباب الثامن والثلاثون في المحظر والاباحة-

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔
(کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۹۱۲)

{سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی داڑھی مبارک خوب سرخ تھی}

۹۸۶. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ يَزِيدَ الرِّشَكِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَكَأَنَّ لِحْيَتَهُ ضَرَامٌ عَزْجٌ يَعْنِي تَلَالُؤً. وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ رَأَيْتُ مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ مَخْضُوبَ اللَّحْيَةِ بِالْوَسْمَةِ.

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا گویا ان کی داڑھی مبارک (گہری سرخ ہونے کی وجہ سے) جھاؤ کے (درخت کے) انگارہ کی طرح تھیں۔
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے موسیٰ بن طلحہ رحمہ اللہ کو دیکھا کہ ان کی داڑھی وسمہ سے رنگی ہوئی تھی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۹۱۳ باب الخضاب بالحناء والوسمة، جامع المسانید للنخوارزمی: ج ۲ ص ۳۲۴ ح ۱۷۲۰،
المسند رک علی الصحیحین للحاکم: ۵۰۷، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ص ۲۶۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابوالازہر یزید بن ابی یزید الفسھی البصری الرکک رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۷۰۶۳)

{ بالوں کے لیے سب سے اچھا خضاب مہندی اور کتم ہے }

۹۸۸. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي مُجَنَّةٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ أَحْسَنَ مَا غَيَّرْتُمْ بِهِ الشَّيْبَ الْحِنَاءُ وَالْكَثْمُ. وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: رَأَيْتُ عَامِرًا مَخْضُوبَ اللَّحْيَةِ بِالْحِنَاءِ، وَرَأَيْتُ مِلْحَفَةً حُمْرَاءَ.

سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بڑھاپے کے بالوں کا رنگ بدلنے کے لیے سب سے بہتر چیز مہندی اور کتم ہے۔“

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ کو دیکھا کہ ان کی داڑھی مہندی سے رنگی ہوئی تھی اور میں نے ان پر خوب سرخ رنگ کی چادر دیکھی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۹۱۳ باب الخضاب بالحناء والوسمة، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۱۵ ح ۷۰۵، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ص ۲۶۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۱۳۳، ۲۱۳۶، ۱۳۸۶، ۱۳۰۷، ۲۱۳۳، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۲، مسند البزار: ۳۹۲۲، مصنف عبدالرزاق: ۲۰۱۷، سنن ابی داود: ۴۲۰۵، صحیح ابن حبان: ۵۴۷۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۶۳۸، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۰۳۴۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (ولہ طریق آخر)

فائدہ:

اکثر اہل علم کے نزدیک خضاب مستحب ہے، اس لیے داڑھی یا سر کے سفید بالوں کو رنگنا ضروری نہیں، صرف بہتر ہے، البتہ سیاہ خضاب لگانا مکروہ ہے۔

{ نبی اکرم ﷺ نے ابو قحافہ کو داڑھی کے بکھرے بال کاٹنے کا کہا }

۹۸۹. قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي قُحَافَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ وَالْحَيَّةُ قَدْ انْتَشَرَتْ فَقَالَ لَوْ أَخَذْتُمْ وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى نَوَاجِي الْحَيَّةِ.

امام ہشتم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ابو قحافہ کو نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا تو ان کی داڑھی کے بال بکھرے

ہوئے تھے آپ ﷺ نے ہاتھ کے ساتھ ان کی داڑھی کے کناروں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: کاش! تم ان زائد بالوں کو لے لیتے۔

تحقیق:

صحیح، مرسل مقصد ہے۔

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ داڑھی کے طول و عرض سے کچھ بال کاٹنا جائز ہے۔ اس سے اتنی بات ثابت ہوگئی کہ یہ موقف کہ ”داڑھی کے قبضہ سے زائد بالوں کا چھوڑنا فرض ہے اور کاٹنا حرام ہے“ اس حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے غلط ہے۔ امام ملا علی القاری رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لو اخذتم نواحی لحیتہ طولاً وعرضاً وترکتہ قدر المستحب وهو مقدار القبضة وهي الحد المتوسط بين الطرفين المذمومين من ارسالها مطلقاً ومن حلقها وقصها على وجه استيصالها وفي حديث الترمذی عن ابن عمرو انه عليه الصلوة والسلام كان يأخذ من لحيته من عرضها وطولها. (شرح مسند ابی حنیفہ: ص ۲۲۲)

کاش! کہ تم داڑھی کے کناروں سے یعنی طول و عرض سے کچھ بال لے لیتے اور مستحب مقدار چھوڑ دیتے جو کہ ایک قبضہ کی مقدار ہے۔ اور مقدار قبضہ دو مذموم طرفوں کے درمیان ایک متوسط و معتدل مقدار ہے مذموم دو طرفیں یہ ہیں ایک داڑھی کو مطلقاً چھوڑ دینا دوسری داڑھی کو مونڈنا کا مونڈنے کی طرح کترنا اس افراط و تفریط کے درمیان مقدار قبضہ ایک متوسط مقدار ہے اور یہی مسنون ہے۔

{ سیدنا ابن عمرؓ اپنی داڑھی سے کچھ بال کاٹ لیتے تھے }

۹۹۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ.

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی سے کچھ بال کاٹ لیتے تھے۔

۹۹۱. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَقْبِضُ عَلَى لِحْيَتِهِ فَيَأْخُذُ مِنْهَا مَا جَاوَزَ الْقُبْضَةَ.

امام شمس رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑے اور جو مٹھی سے زائد بال ہوتے وہ لے لیتے (یعنی کاٹ دیتے)۔

۹۱۲۔ یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ تَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ.

نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی سے کچھ بال کاٹ لیتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۹۱۰ باب حف الشعر من الوجه، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۳۰۹ ج ۳ ص ۱۶۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۴۸۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

بخاری و مسلم کی حدیث اعفوا اللحي اور وفروا اللحي (داڑھیوں کو بڑھاؤ) دونوں حدیثوں کے راوی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قبضہ سے زاہد سے کاٹنا اس بات کی دلیل ہے کہ اعفاء لحيہ والی احادیث میں ایک قبضہ تک داڑھیاں بڑھانے کا حکم ہے ورنہ خود راوی حدیث سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف کیسے عمل کر سکتے ہیں؟

پس ان کا یہ عمل دلیل ہے کہ ان احادیث میں قبضہ تک داڑھی بڑھانے کا حکم ہے اور قبضہ سے زائد بالوں کو کٹوانے کی اجازت ہے۔ ان کا چھوڑنا فرض نہیں ہے اگر زاہد بالوں کو کٹوانے کی رخصت و اجازت نہیں تو انہوں نے کیوں کٹوائے؟ باقی جو بعض روایات میں حج و عمرہ کے موقع پر کاٹنے کا ذکر ہے وہ اتفاقیہ بات ہے ورنہ ان کے نزدیک حج و عمرہ کے علاوہ زائد بالوں کا کٹوانا جائز تھا اور وہ حج و عمرہ کے علاوہ بھی کٹواتے تھے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

قلت الذي يظهر ان ابن عمر كان لا يخص هذا التخصيص بالنسك بل كان يحمل الامر بالاعفاء على غير الحالة التي تتشوه فيها الصورة بفراط طول شعر اللحية او عرضه.

(فتح الباری: ج ۱۰ ص ۴۲۹)

میں کہتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اس فعل کو حج و عمرہ کے ساتھ خاص نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ داڑھی بڑھانے کے حکم کو اس حالت پر محمول کرتے تھے جس سے داڑھی کے طول و عرض میں افراط کی وجہ سے صورت بھدی اور بیچ بنے۔

حافظ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ ۳۶۳ھ لکھتے ہیں:

وفي اخذ ابن عمر من احر لحيته في الحج دليل على جواز الاخذ من اللحية في غير الحج لانه لو كان ذلك غير جائز في سائر الزمان ما جاز في الحج لانهم انما امروا ان يخلقوا او يقصروا اذا حلوا من حجهم ما نهوا عنه في حجهم وابن عمر روى عن النبي ﷺ اعفوا اللحي وهو اعلم بمعنى ما روى فكان المعنى عنده وعند جمهور العلماء الاخذ من اللحية ما تظاير.

(الاستذكار: ج ۴، ص ۲۱، ط بيروت)

ابن عمر رضی اللہ عنہما کاج میں داڑھی کے اگلے حصے سے بال لینا دلیل ہے غیر حج میں بھی بال لینے کی کیونکہ اگر باقی زمانہ میں ناجائز ہوتا تو حج میں بھی جائز نہ ہوتا۔ کیونکہ محرمین کو حکم یہ ہے کہ جب وہ احرام کھولنے لگیں تو وہ کام کریں جس سے ان کو احرام میں منع کیا گیا تھا یعنی حلق یا قصر پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے داڑھی بڑھانے کی حدیث روایت کی ہے۔ اور وہ اپنی روایت کردہ حدیث کے معنی کو زیادہ جانتے ہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور جمہور علماء کے نزدیک معنی یہ ہے کہ جو بال داڑھی کو قبیح اور بھدا کر دیں ان کا لینا جائز ہے۔

{امام ابراہیم نخعیؒ نے کہا کہ اپنی داڑھی سے زائد بال کاٹنے میں کوئی حرج نہیں}

۹۹۳. يُوْسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا بَأْسَ أَنْ يَأْخُذَ الرَّجُلُ مِنْ لِحْيَتِهِ مَا لَمْ يَتَشَبَّهُ بِأَهْلِ الشَّرْكَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں کہ آدمی اپنی داڑھی سے کچھ بال لے لے جس سے مشرکین کی مشابہت نہ ہوتی ہو۔

۹۹۴. يُوْسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الشَّارِبَيْنِ إِنَّمَا يُكْرَهُ مِنْهُ التَّشَبُّهُ بِأَهْلِ الْكُفْرِ فَأَمَّا مَا سِوَى ذَلِكَ فَلَا بَأْسَ بِهِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے موچھوں کے بارے میں فرمایا کہ ان میں کافروں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کو مکروہ قرار دیا گیا ہے اور اس کے علاوہ میں مضائقہ نہیں (یعنی موچھیں اس قدر بڑھانا جس سے کافروں کی مشابہت ہوتی ہو مکروہ ہے)۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{سیدنا ابن عمرؓ اپنی داڑھی سے کچھ بال کاٹ لے تھے}

۹۹۰. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ اُكْتُوِي وَاسْتَرْقَى مِنَ الْحُمَةِ وَكَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ.

امام نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے داغ لگوا یا، زہر کا دم کرایا اور اپنی داڑھی سے کچھ بال کاٹ لیتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۹۸ باب الرقية من العين والكواء، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۳۰۹ ح ۱۶۹۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۳۸۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۹۸)

{نوجوانوں میں بہتر وہ ہیں جو قبیح شریعت بزرگوں کی مشابہت کرتے ہیں}

۹۹۱. قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ بَلَغَنِي أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ شَبَابِكُمُ الَّذِينَ يَتَشَبَّهُونَ بِشُيُوخِكُمْ وَشَرُّ شُيُوخِكُمْ الَّذِينَ يَتَشَبَّهُونَ بِشَبَابِكُمْ وَشَرُّ جَالِكُمُ الَّذِينَ يَتَشَبَّهُونَ بِنِسَائِكُمْ وَشَرُّ نِسَائِكُمُ الَّذِينَ يَتَشَبَّهُونَ بِرَجَالِكُمْ.

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے نوجوانوں میں بہتر وہ ہے جو (قبیح شریعت) بزرگوں کی مشابہت کرتا ہے اور تمہارے بوڑھوں میں بدتر وہ ہے جو نوجوانوں کی مشابہت کرتا ہے۔ اور تمہارے مردوں میں بدتر وہ ہے جو عورتوں کی مشابہت کرتا ہے اور عورتوں میں بدتر وہ ہیں وہ جو مردوں کی مشابہت کرتی ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۷۴۸۳، المعجم الاوسط للطبرانی: ۵۹۰۴، المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۰۲، شعب الایمان للسیوطی:
۷۴۱۹، ۷۴۲۰، المقصد العلی فی زوائد ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۰۰۱۔



۲۶۔ کتاب الاشربة

مشروبات سے متعلق احکام و مسائل

{نبیز پینا جائز ہے بشرطیکہ اس میں نشہ نہ آیا ہو}

۹۹۷۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَمَّادٌ دَخَلْتُ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَهُوَ يَأْكُلُ فَأَكَلْتُ مَعَهُ فَدَعَا ابْنُ بَنِيٍّ فَلَمَّا رَأَى ابْنُ طَائِيٍّ حَدَّثَنِي عَنْ عَلْقَمَةَ أَنََّّهُ دَخَلَ عَلَى ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ يَأْكُلُ فَأَكَلَ مَعَهُ ثُمَّ اتَّوَابَ ابْنُ بَنِيٍّ تَنَبُّهُ أُمُّ وَلَدِهِ سَيِّدَتَيْنِ فِي جَرٍّ أَخْضَرَ فَشَرِبَ مِنْهُ ابْنُ مَسْعُودٍ وَعَلْقَمَةُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ میں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ کھانا کھا رہے تھے پس میں نے بھی ان کے ساتھ کھانا کھایا اور انہوں نے میرے لیے نبیز منگوائی مگر جب انہوں نے نبیز پینے کے سلسلے میں میری طرف سے تاخیر محسوس دیکھی تو مجھ سے امام علقمہ رحمہ اللہ کے واسطے سے بیان کیا کہ وہ (یعنی امام علقمہ رحمہ اللہ) ایک دفعہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ کھانا کھانا رہے تھے پس انہوں نے بھی ان کے ساتھ کھانا کھایا اور پھر نبیز لائی گئی تو اسے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام علقمہ رحمہ اللہ نے پیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۱۸۵ ح ۱۴۳۴ الباب الثلاثون فی الحدود، مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحسنی:

۴۲۳ باب ما جاء فی النبیذ۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

مسند ابی حنیفہ اور جامع المسانید کی روایت میں اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے خود نبی اکرم ﷺ کو نبیز پیتے ہوئے دیکھا ہے، اگر میں نے نبی ﷺ کو یہ پیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں اسے کبھی نہ پیتا۔

{ ابو عبیدہؓ نے ضحاکؓ کو ابن مسعودؓ کا وہ مٹکا دکھایا جس میں نبیز تیار کی جاتی تھی }

۹۹۸. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُزَاهِمِ بْنِ زُفَرٍ عَنِ الضَّحَّاكِ قَالَ أَرَانِي أَبُو عَبِيدَةَ الْجَرَّ الْأَخْضَرَ الَّتِي كَانَ يُنْبِذُ فِيهَا لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

امام ضحاک رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ مجھے ابو عبیدہؓ نے ایک سبز مٹکا دکھایا جس میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے لیے نبیز تیار کی جاتی تھی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۸۳۳ باب النبیز الشدید، جامع المسانید للبخوارزمی: ج ۲ ص ۲۰۶ ح ۷۸، مصنف عبد الرزاق: ۱۶۹۵، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۹۰۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام مزاحم بن زفر بن حارث القصبی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن نسائی کے ثقہ راوی ہیں۔

(تہذیب الکمال: ۵۸۸۲، الثقات: ۱۱۲۲۲)

۲۔ امام ابوالقاسم ضحاک بن مزاحم الہلالی رحمہ اللہ سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔

(المجرح والتعذیل للرازی: ۲۰۲۴، الثقات: ۸۶۸۳)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۸۳۳)

{ اونٹنی کے موٹے گوشت کو صرف گاڑھی نبیذ ہی ہضم کر سکتی ہے }

۹۹۹۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ لِلْمُسْلِمِينَ كُلَّ يَوْمٍ جَزُورًا وَلَا إِلَ عَمَرٍ مِنْهَا الْعُنُقُ وَلَا يَقْطَعُ هَذَا اللَّحْمَ فِي بُطُونِنَا إِلَّا النَّبِيذُ الشَّدِيدُ.

امام عمرو بن ميمون رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمانوں کے لیے ہر روز ایک اونٹنی ہے اور آل عمر کے لیے اس کی گردن ہے اور ہمارے پیٹوں میں اونٹنی کے اس (موٹے) گوشت کو صرف گاڑھی نبیذ ہی ہضم کر سکتی ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۴۳ باب النبذ الشدید، جامع المسانید للخوازمی: ۱۳۹۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۳۶۱، سنن الدارقطنی: ۴۶۸۷، ۴۶۸۱، ۴۶۸۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۷۴۱۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۸۷۵، ۲۳۸۷۶، جامع المسانید للخوازمی: ۱۳۹۵، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۳۶۱، سنن الدارقطنی: ۴۶۸۷، ۴۶۸۱، ۴۶۸۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۷۴۱۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۳۸۷۵، ۲۳۸۷۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ ہم روزانہ ایک اونٹنی ذبح کرتے ہیں، اس کی ران اور گوشت کے عمدہ حصے ہم ان مسلمانوں اور مہمانوں کے لیے رکھ لیتے ہیں جو اطراف و اکنان سے ہمارے پاس آتے ہیں۔ اور اس کی جو گردن ہوتی ہے وہ ہمارے لیے ہوتی ہے، اس لیے ہم یہ موٹا گوشت کھاتے ہیں اور اس پر ہم نبیذ پی لیتے ہیں تاکہ کہ اس گوشت کو ہمارے پیٹ میں ہضم کر دے۔ (ملاحظہ ہو: سنن الدارقطنی: ۴۶۸۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہاضمے کے لیے گاڑھا نبیذ استعمال کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس میں نشہ نہ آیا ہو، چنانچہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۸۴۳)

{ابوبکر بن ابی موسیٰ اشعری سیدنا انسؓ کیلئے منکے کی نبیذ منگوا یا کرتے تھے}

۱۰۰۱. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَنْزِلُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ بِوَاسِطٍ فَكَانَ يُرْسِلُ إِلَى السُّوقِ فَيَشْتَرِي لَهُ التَّبِيذَ مِنَ الْخَوَالِجِ.

حضرت امام یوسف رحمہ اللہ اپنے باپ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے وہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے وہ حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ واسطہ میں ابوبکر بن ابی موسیٰ اشعری کے یہاں ٹھہرا کرتے تھے، اور وہ ایک خادم کو بازار بھیجتے جو ان کے لیے بڑے منکے کی نبیذ خرید کر لاتے تھے۔

{دباء، حلتم اور مزفت نامی برتنوں میں کھانے پینے کی اجازت ہے}

۱۰۰۲. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ ثَابِتٍ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ بِقَوْمٍ يَزِفْتُونَ فَقَالَ مَا شَأْنُهُمْ؟ قَالُوا اشْرَبُوا مِنْ نَبِيذٍ لَهُمْ فِي الدُّبَاءِ وَالْحَنْتَمِ وَالْمُزَفَّتِ قَالَ فَتَهَاهُمْ أَنْ يَشْرَبُوا فِي ذَلِكَ ثُمَّ مَرَّ بِهِمْ رَاجِعًا فَشَكَّوْا إِلَيْهِ مَا يَجِدُونَ مِنَ الثُّخْمَةِ فَرَخَّصَ لَهُمْ أَنْ يَشْرَبُوا فِي ذَلِكَ وَتَهَاهُمْ أَنْ يَشْرَبُوا مُسْكِرًا.

علی بن حسین رحمہ اللہ سے روایت ہے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ غزوہ تبوک کے موقع پر کے موقع پر کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو برتنوں کو بھر رہے تھے، آپ ﷺ نے تو چھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ان کو ان کی شراب ملی ہے، رسول اکرم ﷺ نے ان کو دباء، حلتم اور مزفت نامی برتنوں میں پینے سے منع کر دیا۔ جب واپسی پر ان کے پاس سے گزرے تو ان لوگوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں بدبھمی کی شکایت کی۔ حضور ﷺ نے ان کو ان برتنوں میں پینے کی اجازت دے دی اور ہر نشہ آور مشروب کے پینے سے منع کر دیا۔

۱۔ الدباء:

کدو کے اس برتن کو کہتے ہیں کہ کدو کو اس کے پودے پر ہی خشک کر لیا جائے پھر اندر سے خشک گودا نکال کر برتن جیسا بنالیا جائیاس کو تو مڑا بھی کہتے ہیں۔

۲۔ حلتم:

اکثر و بیشتر شراب سبز رنگ کے برتنوں میں بنتی تھی، اس لئے اس کی تفسیر الجرة الخضراء سے کی جاتی ہے، ثقہ و صدق محقق

وناقد علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ منکے سبز رنگ کے ساتھ ہی خاص اور منحصر نہیں، بلکہ مٹی کا ہر وہ برتن جس میں کوئی ایسی چیز لگا دی جائے جس سے اس کے مسامات بند ہو جائیں اس کو حنتم کہتے ہیں۔

۳۔ زفت:

زفت سے بنا ہے عموماً اس کا معنی زال سے کیا جاتا ہے یہ کسی درخت کا عصارہ ہوتا ہے جو ایران میں ہوتا ہے اسی سے کشتی اور جہاز کی پالش کی جاتی ہے، ثقہ و صدوق محقق و ناقد علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ترجمہ غلط ہے بلکہ یہ ایک قسم کا تیل ہے جو زمین سے نکلتا ہے جیسے تارکول اسی طرح کی کوئی اور چیز ہے۔

شراب کی عادت اہل عرب کی گھٹیوں میں رچی بسی تھی، اس لیے جب شراب حرام کی گئی تو سختی سے کام لیا گیا، حتیٰ کہ ان برتنوں میں کھانے پینے اور نبیذ بنانے سے بھی منع کر دیا گیا جن میں شراب استعمال ہوتی تھی، لیکن جب شراب کی نفرت لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گئی تو پھر ایسے برتنوں کے استعمال کی اجازت دے دی گئی اور نشہ آور مشروب سے منع کر دیا گیا۔

{ پہلے زمانے میں کھجور اور منقع کا نبیذ حالات کی شدت کی وجہ سے ناپسند کیا گیا تھا }

۱۰۰۳۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّمَا كَانَ يُكْرَهُ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ الثَّمَرِ وَالزَّبِيبِ فِي النَّبِيزِ كَمَا يُكْرَهُ فِي شِدَّةِ الزَّمَانِ اللَّحْمُ وَالسَّمْنُ، فَأَمَّا الْيَوْمَ فَلَا بَأْسَ بِهِ.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: پہلے زمانے میں کھجور اور منقہ کو ملا کر نبیذ تیار کرنے کو (حالات کی شدت کی وجہ سے) ناپسند کیا گیا تھا جیسے زمانے کی تنگی کی وجہ سے گوشت اور گھی کو بھی ناپسند کیا گیا تھا لیکن آج کل اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۴۱ باب الاثریۃ والاندۃ والشرب قاعدا وما یکرہ فی الشراب، جامع المسانید للنحوارزی:

ج ۲ ص ۱۸۹ ح ۱۴۴۵۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

(کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۴۸۱)

{ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما منقی کی نبیذ میں عجوہ کھجور ڈلوا یا کرتے تھے }

۱۰۰۳. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يُنْبِذُ لَهُ زَبِيبٌ فَلَمْ يَسْتَمِرَّهُ فَأَمَرَ الْجَارِيَةَ فَأَلْقَتْ فِيهِ عَجْوَةً.

امام نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے منقی کی نبیذ بنائی جاتی تھی، وہ اسے میٹھا محسوس نہیں کرتے تھے اور لونڈی کو حکم دیتے اور وہ اس میں عجوہ کھجور ڈال دیتی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۴۰ باب الاثریۃ والامہدۃ والشرب قاعدا ما یکرہ فی الشراب، جامع المسانید للبخاری:

ج ۲ ص ۱۸۹ ح ۱۴۴۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام: ۸۴۰)

۱۰۰۵. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ زِيَادٍ قَالَ سَقَانِي ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا شَرْبَةً فَمَا كِدْتُ أَهْتَدِي إِلَى أَهْلِ فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ مِنَ الْغَدِ فَذَكَرْتُ لَهُ ذَلِكَ فَقَالَ مَا زِدْنَاكَ عَلَى عَجْوَةٍ وَزَبِيبٍ.

عقبہ بن زیاد رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مشروب پلایا، جس سے قریب تھا کہ میں اپنے گھر تک نہ پہنچ سکوں، پھر جب صبح ہوئی تو میں دوبارہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اس سے کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: ہم نے تمہیں عجوہ کھجور اور منقی سے زیادہ کوئی چیز نہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۳۹ باب الاثریۃ والامہدۃ والشرب قاعدا ما یکرہ فی الشراب، جامع المسانید للبخاری:

ج ۲ ص ۱۸۹ ح ۱۳۳۳۔

تحقیق:

حسن ہے۔

{امام ابراہیم نخعیؒ کے لیے خربوزہ کی نبیذ بنائی جاتی تھی}

۱۰۰۶. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يُنْبَذُ لَهُ الْبُخْتَجُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے لیے خربوزہ کی نبیذ بنائی جاتی تھی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{نشہ ہر مشروب سے حرام ہے}

۱۰۰۷. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ قَوْلُ النَّاسِ كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ خَطَأٌ مِنْهُمْ، إِنَّمَا أَرَادُوا السُّكْرَ حَرَامٌ خَاصَّةً.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: لوگوں کا یہ کہنا ”ہر نشہ آدر حرام ہے“ غلط ہے۔

ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خاص نشہ (ہر مشروب سے) حرام ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۵۳ باب الشرب فی الاوعیۃ والظروف والجبر وغیرہ، جامع المسانید للبخاری: ج ۲

ص ۱۸۹ ح ۱۳۴۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{آگ پر پکے ہوئے شیرے کا حکم}

۱۰۰۸. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

كَتَبَ إِلَى عُمَارِ بْنِ يَاسِرٍ إِنِّي أَيْدِيكَ بِفَرَابٍ مِنَ الشَّامِ قَدْ طَبِخَ حَتَّى ذَهَبَ لُلْفَاءُ فِي النَّارِ وَبَقِيَ

ثُلُثُهُ وَذَهَبَ حَرَامُهُ وَرِجُّ جُنُونِهِ وَبَقِيَ حُلُوهُ وَحَلَالُهُ يُشَبِّهُ طَلَاءَ الْإِبِلِ فَمِنْ قَبْلِكَ يَتَوَسَّعُوا بِهِ فِي أَشْرَبَتِهِمْ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا کہ میرے پاس شام سے ایک ایسی شراب لائی گئی ہے جسے اتنا پکا یا گیا کہ اس کے دو تہائی حصے اڑ گئے ہیں اور ایک تہائی حصہ باقی رہا ہے تو اس کا حلال حصہ باقی رہا اور حرام حصہ اڑ گیا ہے اور اس کی تیزی کو سکون آ گیا ہے اور اس کی مٹھاس باقی رہ گئی ہے اور یہ حلال ہے، یہ اونٹوں کے طلاء کے مشابہ ہے تو تو اپنی طرف سے لوگوں کو حکم دے کہ وہ اپنے مشروبات میں وسعت پیدا کریں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۱۹۱ ح ۱۴۵۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۰۱۰، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۱۲۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۸۲۹، الطب النبوی لابن نعیم: ۷۸۵، ۷۸۷، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع: ج ۵ ص ۱۱۵،

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه عبدالرزاق وابو نعیم من طریق عاصم عن الشعبي قال كتب عمر بن الخطاب رضي الله عنه الى عمار بن ياسر.... فذكره.)

{ سیدنا انس بن مالکؓ طلاء کو آدھا خشک کر کے پیا کرتے تھے }

۱۰۰۹. يُوَسِّفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ سُرَيْجٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَشْرَبُ الطَّلَاءَ عَلَى النَّصْفِ.

ولید بن سرج رحمہ اللہ روایت ہے کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ طلاء کو آدھا خشک کر کے پیا کرتے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۴۸ باب نبذ الخمر، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۱۹۱ ح ۱۴۵۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۰۳ باب من رخص فی شرب الطلاء علی النصف

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ولید بن سرلیج الکوفی مولی آل عمرو بن حرث الخزومی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن نسائی کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۷۰۵، الثقات لابن حبان: ۵۸۷۸، الکاشف: ۶۰۶۵)

{ شراب کو بیچنا اور اس کے پیسے کھانا دونوں حرام ہیں }

۱۰۱۰. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَسَأَلَهُ أَبُو كَثِيرٍ عَنْ بَيْعِ الْخَمْرِ فَقَالَ قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ فَحَرَّمُوا أَكْلَهَا وَاسْتَعَلُّوا بِبَيْعِهَا وَأَكَلَ ثَمَنُهَا وَإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ الْخَمْرَ فَحَرَّمَ بِبَيْعِهَا وَحَرَّمَ أَكْلَ ثَمَنِهَا.

۱۰۱۱. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي الْخَمْرِ مِثْلَ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَقُلْ وَسَأَلَهُ أَبُو كَثِيرٍ.

امام محمد بن قیس رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سنا، ان سے ابو کثیر رحمہ اللہ نے شراب بیچنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہودیوں کو برباد کرے، ان پر چربی حرام کی گئی تھی تو انہوں نے اس کو کھانا تو حرام سمجھ لیا لیکن اس کو بیچ کر اس کی رقم استعمال کرنا حلال سمجھا۔ اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام کیا ہے لہذا اس کا بیچنا اور اس کے پیسے کھانا دونوں حرام ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۶۳ باب التجارة في العصور والخمر، جامع المسانيد للنخوارزمية: ج ۲ ص ۲۱۰ ح ۱۳۸۰، عقود الجواهر المنيفة: ج ۲ ص ۲۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام: ۶۳۷)

۱۰۱۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي عَامِرٍ الثَّقَفِيِّ أَنَّهُ كَانَ يُهْدِي لِلنَّبِيِّ ﷺ كُلَّ عَامٍ زَاوِيَةً مِنْ خَمْرٍ فَأُهْدِيَ لَهُ زَاوِيَةٌ فِي الْعَامِ الَّذِي حُرِّمَتْ فِيهِ الْخَمْرُ فَقَالَ رَسُولُ

اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ قَدْ حَرَّمَ الْخَمْرَ فَلَا حَاجَةَ لَنَا فِي خَمْرِكَ فَقَالَ خُذْهَا فَبَيْعُهَا وَاسْتَعِنْ بِشَمَنِهَا فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ إِنَّ الَّذِي حَرَّمَ شُرْبَهَا، حَرَّمَ بَيْعَهَا، وَأَكْلَ ثَمَنِهَا.

سیدنا ابونعیم ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ہر سال نبی اکرم ﷺ کو شراب کو ایک مشک دے دیا کرتے تھے جس سال شراب حرام ہوئی انہوں نے اس سال بھی حسب سابق ایک مشکیزہ پیش کیا، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ رب العزت نے شراب کو حرام قرار دے دیا ہے اس لئے ہمیں تمہاری شراب کی کوئی ضرورت نہیں۔“ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اس کو فروخت کر کے اس کے پیسوں سے اپنی ضروریات پوری کر لیجئے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس ذات نے اس کے پینے کو حرام قرار دیا ہے اسی نے اس کے بیچنے اور اس کی قیمت کھانے کو بھی حرام قرار دیا ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

• کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۷۶۳ باب التجارة فی العصور والخمر، مؤطا محمد: ۷۱۲، مؤطا مالک: ۱۵۴۱، صحیح مسلم: ۱۵۷۹، المعجم الاوسط للطبرانی: ۴۳۹، سنن الدارمی: ۲۳۷۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۰۴۱، ۳۳۷۳، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۱۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (وللحدیث طرق اخری)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۷۶۳)

{شراب خواہ قلیل ہو یا کثیر حرام ہے}

۱۰۱۴۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي عَوْنٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَادٍ بْنِ الْهَادِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ حَرَّمَ اللَّهُ تَعَالَى الْخَمْرَ بِعَيْنِهَا قَلِيلُهَا وَكَثِيرُهَا وَالسُّكْرَ مِنْ كُلِّ شَرَابٍ.

سیدنا عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے

حرام قرار دیا ہے شراب کی ذات کو خواہ قلیل ہو یا کثیر اور دوسرے ہر مشروب سے نشہ کی مقدار کو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۴۲۳، جامع المسانید للنخوارزمی: ج ۲ ص ۲۰۷ ح ۹۷۱، مصنف ابی حنیفہ: ۲۴۰۶۷، سنن النسائی: ۵۶۸۳، ۵۶۸۴، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۴۹۸۰، ۴۹۸۱، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۴۳۲، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۴۴۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۸۳۹، ۱۰۸۳۷، سنن الدارقطنی: ۴۶۶۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام ابو یوسف محمد بن عبید اللہ بن سعید ثقفی کو فی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن ترمذی اور سنن نسائی کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۵۴۳۳، تاریخ الثقات للعلی: ۱۴۸۱)

فوائد و مسائل:

۱۔ انگور کا نا پختہ پانی جب اس میں نشہ پیدا ہو جائے تو وہ خمر (شراب) ہے البتہ مجازاً ہر مسکر کو خمر کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ انگور کے جوس کو بھی مجازاً خمر کہا گیا ہے قرآن کریم میں ہے: **النی اعصر خمر** یعنی میں خمر نچوڑتا ہوں اور ظاہر ہے کہ انگور سے خمر کو نہیں نچوڑا جاتا بلکہ جوس ہی نچوڑا جاتا ہے پس یہاں پر مجازاً جوس کو خمر کہا گیا ہے۔

۲۔ خمر (شراب) کے احکام یہ ہیں:

- ☆ خمر (شراب) کی حرمت قطعی ہے اس کی حرمت کا منکر کافر ہے۔
- ☆ بیع و ہبہ وغیرہ کے ذریعے خمر (شراب) کا خود مالک بننا یا دوسرے شخص کو مالک بنانا دونوں حرام ہیں۔
- ☆ تھوڑی سی مقدار جس سے نشہ نہ آئے وہ بھی حرام ہے اور اس کی وجہ سے حد (اسی کوڑے) واجب ہیں۔
- ☆ اس کے تلف کرنے پر کوئی ضمان نہیں ہے۔

☆ پیشاب، پاخانہ اور دم مسفوح کی طرح نجاست غلیظہ ہے۔

☆ اس کے ساتھ کسی قسم کا نفع اٹھانا جائز نہیں مثلاً دوا کے طور پر استعمال کرنا یا بالوں کو لگا کر کنگھی کرنا یا زخم پر لگانا یا جانوروں کو پلانا یا جانوروں کے زخم پر لگانا حتیٰ کہ خمر (شراب) کے ساتھ حقن کرنا کا ذکر کے سوراخ میں قطرے ڈالنا، منی گوندھ کر اس مٹی کو استعمال کرنا حتیٰ کہ خمر (شراب) کی طرف خوش دلی کے ساتھ بطور لذت و فرحت دیکھنا بھی حرام ہے، آٹا خمر (شراب) کے ساتھ گوندھ کر روٹی پکائی تو وہ روٹی نجس ہے اور اس کے پاک کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

۲۔ خمر (شراب) کے علاوہ باقی جتنے بھی مسکرات ہیں ان سب کے بارے میں پوری امت محمدیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ان میں حد اس وقت واجب ہوگی جب ان کے پینے سے نشہ آجائے اگر مقدار نشہ سے کم پیا تو حد واجب نہ ہوگی بلکہ اس صورت میں تعزیر آئے گی۔ چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خمر (شراب) کے ایک گھونٹ میں بھی حد واجب ہوگی لیکن دوسرے مسکرات کی وجہ سے جب تک نشہ نہ آئے حد واجب نہ ہوگی البتہ تعزیر لگائی جائے گی، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔ (کتاب الآثار: ص ۱۳۷) ہاں حلت و حرمت کے لحاظ سے اس میں تفصیل ہے۔

باذق:

(انگور کا پانی) اتنا پکا یا جائے کہ دو ٹلٹ سے کم خشک ہو جائے اور باقی میں نشہ پیدا ہو جائے۔

منصف:

(انگور کا پانی) اتنا پکا یا جائے کہ نصف خشک ہو جائے اور نصف باقی رہ جائے اور اس میں نشہ پیدا ہو جائے۔

نقیع الزبيب:

کشمش پانی میں ڈالی جائے حتیٰ کہ اس کی مٹھاس پانی میں آجائے اور بغیر پکانے کے اس میں نشہ پیدا ہو جائے۔

نقیع التمر:

تر کھجور پانی میں ڈالی جائے اور کھجور کی مٹھاس پانی میں آجائے اور بغیر پکانے کے اس میں نشہ پیدا ہو جائے اس کا نام السكر بھی ہے۔

یہ چار قسمیں بالاتفاق حرام ہیں ان کی معمولی مقدار بھی جائز نہیں ان چار کے علاوہ کچھ اور قسمیں بھی ہیں ان میں سے بعض انگور کے پانی کو پکا کر بنائی جاتی ہیں اور بعض خشک کھجور اور کشمش سے بنائی جاتی ہیں اور بعض قسمیں گندم، جو وغیرہ سے بھی بنائی جاتی ہیں اگر ان کو محض تعیش کے طور پر پیا جائے تو بالاتفاق حرام ہیں اور تقویت حاصل کرنے کیلئے پیا جائے تو اس کے بارے میں فقہاء کرام رحمہم اللہ کے دو قول پائے جاتے ہیں۔

(۱)۔۔۔ مقدار نشہ سے کم پینا جائز ہے البتہ اتنی مقدار جس سے نشہ آجائے حرام ہے، اس قول کو امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ترجیح دی ہے۔

(۲)۔۔۔ قلیل و کثیر کا پینا حرام ہے، امام محمد رحمہ اللہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے حال گیری میں ہے وہ ناخذ یعنی ہم امام محمد رحمہ اللہ کے اسی قول کو لیتے ہیں درمختار میں ہے وہ نفی امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ ہے، علامہ شامی نے (۹) کتابوں کے نام لکھ کر فرمایا ان سب نے لکھا ہے ہمارے زمانے میں فتویٰ امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر ہے غلبہ فسار کی وجہ سے اور اس لئے بھی کہ فساق ان اثر بہ پر جمع ہو جائیں گے اور ان کا مقصد ہوگا نشہ اور بے ہودگی۔ (درمختار مع رد المحتار: ج ۵ ص ۳۲۳)

پھر خمر (شراب) کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہے اس لئے خمر (شراب) کی حرمت قطعی اور اس کو طلال سمجھنے والا کافر جبکہ دوسرے مسکرات کی حرمت خبر واحد سے ثابت ہے اس لئے ان کی حرمت ظنی ہے ان کی حرمت کا منکر کافر نہیں، نیز یہ مسکرات حقیقتاً خمر (شراب) نہیں کیونکہ ان کے الگ الگ نام ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خمر سے جدا قسم ہے اس لئے خمر میں مطلقاً حد واجب ہے خواہ نشہ آئے یا نہ آئے جبکہ باقی مسکرات میں حد کا وجوب محض ان کے پینے کی وجہ سے نہیں بلکہ سکر کی وجہ سے ہے لہذا نشہ ہوگا تو حد واجب ہوگی ورنہ نہیں تاہم مقدار سکر سے کم پینا بھی مفتی بہ قول کے مطابق حرام ہے اور قابل تعزیر ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۴ ص ۱۳۸، درمختار مع رد المحتار ج ۵ ص ۳۰۸، ہدایہ ج ۷ ص ۲۸۴، ادارۃ القرآن کراچی)

{ کشمش کی پرانی اور عمدہ نبیز میں نشہ پیدا ہو جائے تو وہ خمر کے حکم میں ہے }

۱۰۱۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّهُ قَالَ فِي نَبِيذِ الزَّبِيبِ النَّقِيعِ الْمُعْتَقِ إِذَا غَلَا هِيَ الْخَمْرُ اجْتَنِبْهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کشمش کی پرانی اور عمدہ نبیز کے بارے میں فرمایا کہ جب وہ گاڑھی اور سخت ہو جائے (اس میں نشہ پیدا ہو جائے) تو وہ خمر (کشمش) کے حکم میں ہے اس سے بچو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ نشہ آور چیز کا استعمال مکروہ تحریمی ہے }

۱۰۱۵. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ السَّكْرَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نشہ آور چیز کے استعمال کو مکروہ (تحریمی) سمجھتے تھے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ ایک دفعہ سیدنا علیؑ نے کھڑے کھڑے پانی پیا }

۱۰۱۶. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ شَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ.

امام ہشتم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے پانی اس حالت میں پیا کہ وہ کھڑے ہوئے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۶۱۵ سنن النسائی: ۱۳۰، سنن ابی داود: ۳۷۱۸، مصنف ابی شیبہ: ۳۴۱۰۶، ۳۴۱۰۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۷۹۵، ۹۱۶، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۲۱۰۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۸۴۲۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔ (اخرجه البخاری من طریق مسعر عن عبد الملك بن ميسرة عن النزال عن علي رضي الله عنه... فذكره.)

فائدہ:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کسی بھی شخص کو کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابی داود: ۳۷۱۷) یہ رسول اللہ ﷺ کی تلقین ہے، پانی حتی الامکان بیٹھ کر ہی پینا چاہیے۔ یہ نہی تنزیہی ہے اور کھڑے ہو کر پینے کو معمول نہیں بنانا چاہیے۔

اس موضوع میں کئی احادیث آئی ہیں ان تمام کو پیش نظر رکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اسلام آرام سے بیٹھ کر پینے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا معمول بھی یہی تھا البتہ کبھی کبھار یا کسی عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر پی لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، جیسے مذکورہ بالا روایت سے واضح ہوتا ہے لیکن اسے معمول نہیں بنایا جاسکتا۔

{ رسول اللہ ﷺ نے گائے کا دودھ پینے کی ترغیب دی ہے }

۱۰۱۶. يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ مَا وَضَعَ اللَّهُ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ دَوَاءً إِلَّا الشَّامَ وَالْهَرَمَ فَعَلَيْكُمْ بِالْبَيَانِ الْبَقَرِ فَإِنَّهَا تَخْلُطُ مِنْ كُلِّ شَجَرٍ.

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ نے کوئی بیماری ایسی نہیں رکھی جس کا علاج نہ رکھا ہو، سوائے موت اور بڑھاپے کے، اس لیے تم پر گائے کا دودھ استعمال کرنا لازم ہے کیونکہ گائے کا دودھ ہر درخت سے مل کر حاصل ہوتا ہے اور اس میں تمام نباتاتی اجزاء شامل ہوتے تھے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ: ۴۴۱، الطب النبوی لابن نعیم: ۱۳، ۳۲۳، ۷۴۴، مسند الحمیدی: ۹۰، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۵۷۸، سنن ابن ماجہ: ۳۴۳۸، مسند البزار: ۱۴۵۰، السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۸۳۳، ۶۸۳۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۷۱۷۶، صحیح ابن حبان: ۶۰۷۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۱۶۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۔ امام ابو عمرو قیس بن مسلم الجدی الکوفی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۴۹۲۱، تاریخ الثقات للعلیمی: ۱۴۰۰)

۲۔ سیدنا طارق بن شہاب بن عبد شمس الجلی الاحسی الکوفی کتب صحاح ستہ کے راوی ہیں انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے۔ (تقریب: ۳۰۰۰)

فوائد و مسائل:

۱۔ ہر زمانے میں لوگوں کا ایک گروہ ایسا بھی رہا ہے جو دوا دار و کرنا اور اپنی بیماری کو دور کرنے کی کوشش کرنا اچھا نہیں سمجھتا، اس گروہ میں بعض لوگ تو ایسے ہیں جو اپنی غربت کی وجہ سے اپنی بیماری کے ساتھ سمجھوتہ کر لیتے ہیں، بعض اپنی کنجوسی کے ہاتھوں اپنے علاج پر کچھ خرچ کرنے کو فضول خرچی سے تعبیر کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور بعض لوگ اسے توکل کے خلاف سمجھ کر اس کے قریب پھٹکنے کو بھی گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں۔

ان میں پہلا طبقہ تو مجبور ہے جس کے متعلق شریعت دوسرے انسانوں کو اس کی امداد کے لیے متوجہ کرتی ہے، دوسرا طبقہ ”بیوقوف“ ہے کہ اپنی کمائی اپنے اوپر ہی خرچ کرنے سے گریز کرتا ہے اور تیسرا طبقہ ”نادان“ ہے کہ علاج معالجہ کو خلاف توکل سمجھتا ہے حالانکہ توکل ترک اسباب کا نام نہیں، توکل ترک نتیجہ کا نام ہے۔

۲۔ نومولود بچے کے لیے جس طرح ماں کا دودھ انتہائی مفید ہونے میں دورائیں نہیں ہیں اسی طرح زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد کے لیے گائے کے دودھ کی افادیت بھی مسلم ہے، اس کے نباتاتی اجزاء جو مختلف درختوں اور سرسبز و شاداب گھاس کی وجہ سے اس میں پیدا ہو جاتے ہیں، انسان کو بڑھاپے میں بھی تقویت فراہم کرتے ہیں ”گو کہ اس سے بڑھاپا ختم نہیں ہو سکتا“ اور مکمل غذائیت سے بھی بھرپور ہوتے ہیں۔



۲۴۔ کِتَابُ الصَّيْدِ

شکار سے متعلق احکام و مسائل

{ تیر جانور کو پھاڑ دے تو تم اسے کھا لو اور اگر نہ پھاڑے تو اسے نہ کھاؤ }

۱۰۱۸۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا خَرَقَ الْبِعْرَاضُ فَكُلْ وَإِذَا لَمْ يَخْرِقْ فَلَا تَأْكُلْ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”اگر تیر جانور کو پھاڑ دے تو تم اسے کھا لو اور اگر نہ پھاڑے (یعنی اگر تیر چوڑائی میں لگا ہو) تو اسے نہ کھاؤ۔“

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔ (اخرجه الخوارزمی فی جامع المسانید (ج ۲ ص ۴۹ ح ۱۵۴۶) وابن حبان (۵۸۸۱) ومسلم (۱۱۴۹) من حدیث عدی بن حاتم۔ قلت یا رسول اللہ احدنا یرمی البعراض؟ قال اذا رمیت فسبیت فخرق فکل وان اصاب بعرضه فلا تأکل)

{ شکار دو حصوں میں کٹ گیا ہو تو کیا حکم ہے؟ }

۱۰۱۹۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا قَطَعْتَ الصَّيْدَ نِصْفَيْنِ فَكُلْهُ كُلَّهُ وَإِذَا كَانَ مِثْلَ بِلَى الرَّأْسِ أَكْثَرَ فَكُلْ مِثْلَ بِلَى الرَّأْسِ وَدَعِ الْآخَرَ وَإِذَا قَطَعْتَ مِنْهُ شَيْئًا فَكُلْهُ كُلَّهُ غَيْرَ ذَلِكَ الشَّيْءِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مُتَعَلِّقًا بِجُلْدِهِ فَتَأْكُلْهُ كُلَّهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر تم شکار کے دو ٹکڑے کر دو تو دونوں کو کھا لو اور اگر سر کی جانب کا حصہ زیادہ ہو تو سر والا حصہ کھا لو اور باقی ماندہ بچے کے حصہ والے کو چھوڑ دو، اور اگر تم نے اس سے ایک ٹکڑا یا ایک عضو کاٹا ہو (اور وہ اس سے جدا ہو گیا ہو) تو اس ٹکڑے یا عضو کو چھوڑ کر باقی ماندہ سارا کھا لو مگر یہ کہ اگر وہ (ٹکڑا یا عضو) اس کی جلد کے ساتھ لٹکا ہوا ہو تو اس سمیت سارے کو کھا سکتے ہو۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۳۳ باب الصيد ترمذی، جامع المسانید للخوازمی: ۱۵۷۲، مصنف عبدالرزاق: ۸۳۶۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۷۰، صحیح البخاری: ۵۳۷۸، جامع المسانید للخوازمی: ۱۵۷۲، مصنف عبدالرزاق: ۸۳۶۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۷۰، صحیح البخاری: ۵۳۷۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔
(کتاب الآثار وروایۃ الامام: ۸۳۳)

{باز یا شکر! اگرچہ شکار میں سے خود بھی کھالیں تب بھی بچا ہوا تم کھا سکتے ہو}

۱۰۲۰۔ یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ كُلُّ مَا أُمْسَكَ الْكَلْبُ إِذَا كَانَ عَالِمًا وَلَا تَأْكُلْ مِنْهُ أَكْلًا وَكُلْ مَا أُمْسَكَ الْبَازِي وَإِنْ أَكَلَ فَإِنَّ تَعْلِيمَ الْبَازِي أَنْ تَدْعُوهُ فَيُجِيبُكَ وَلَا تَسْتَطِيعُ أَنْ تَضْرِبَهُ فَيَدْعَ الْأَكْلَ كَمَا تَضْرِبُ الْكَلْبَ فَيَدْعُ الْأَكْلَ.

امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سدھائے ہوئے کتے نے جو شکار تمہارے لئے پکڑا ہو وہ کھا لو لیکن اگر خود اس نے اس سے کھالیا ہو تو تم اس سے مت کھاؤ (کیونکہ اس نے اسے اپنے لئے پکڑا ہے)، رہا باز (اور شکر!) تو وہ چاہے کھالے تب بھی تم کھا لو اس لئے کہ اس کا معلّم (سدھایا ہوا) ہوتا ہے کہ تم جب اسے بلاؤ تو وہ تمہاری آواز سن کر آ جائے تم اسے مار کر اس سے کھانا نہیں چھڑوا سکتے جیسے کتے کو مار کر کھانا چھڑواتے ہو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۳۶ باب صید الکلب، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۲۳۶، ج ۱ ص ۱۵۷۰، مصنف عبدالرزاق: ۸۵۱۳، ۸۵۱۴، ۸۵۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۶، ۱۹۵۷، صحیح البخاری: ۵۳۸۲، جامع المسانید

لخوارزمی: ج ۲ ص ۲۳۶ ح ۱۵۷۰، مصنف عبدالرزاق: ۸۵۱۲، ۸۵۱۳، ۸۵۲۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۵۶۹، ۱۹۵۷۰، صحیح البخاری: ۵۴۸۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔
(کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۳۶)

{شکاری کتے کو تسمیہ پڑھ کر چھوڑا تو اس کا کیا ہوا شکار کھا سکتے ہیں اگرچہ وہ اس کو مار ڈالے}

۱۰۲۱۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ
سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ كُلِّبِ الصَّيْدِ إِذَا أُرْسِلَ عَلَى الصَّيْدِ فَقَتَلَهُ وَتَحَمَّى عَنْهُ قَالَ كُلُّ.

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے شکاری کتے کے بارے میں پوچھا کہ جب اسے شکار کیلئے چھوڑ جائے اور یہ شکار کو مار ڈالے جبکہ اسے چھوڑتے وقت اللہ کا نام بھی نہ ہو تو کیا حکم ہے؟ نبی کریم ﷺ نے اسے کھانے کا حکم دیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۳۳ باب صید الکلب، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۲۳۹ ح ۱۵۳۹، صحیح البخاری: ۵۴۸۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۸۸۶۹، ۱۸۸۷۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۳۸۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه البخاری من طریق ابی حنیفہ عن حماد عن ابراہیم عن ہمام بن الحارث عن عدی بن حاتم... فذکرہ)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں ابی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔
(کتاب الآثار وروایۃ الامام: ۸۳۳)

{باز یا شکر اگر چہ شکار میں سے خود بھی کھالیں تب بھی بچا ہوا تم کھا سکتے ہو}

۱۰۲۱. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا أَكَلَ الْكَلْبُ فَلَا تَأْكُلْ مِنْهُ إِنَّمَا امْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ وَيُضْرَبُ فَيَتْرَكَ الْأَكْلَ وَإِذَا قَتَلَ الْبَازِي وَأَكَلَ فَكُلْ لِأَنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ أَنْ تُضْرِبَهُ حَتَّى يَتْرَكَ الْأَكْلَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر کتے نے شکار سے کھالیا ہو تو اس سے مت کھاؤ کیونکہ اس نے یہ اپنے لئے شکار کیا ہے اور اسے مار کر اس سے کھانا چھڑوایا جاسکتا ہے، لیکن اگر باز (یا شکرہ) اسے شکار کر کے کھالے تو تم باقی باندہ کھاؤ کیونکہ تم اسے مار کر اس سے کھانا نہیں چھڑوا سکتے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{تیر کھا کر جو شکار نگاہوں میں رہے اس کو کھالو اور جو نظروں سے اوجھل ہو جائے اس کو نہ کھاؤ}

۱۰۲۲. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ أَتَاهُ عَبْدُ أَسْوَدَ فَقَالَ إِنِّي فِي غَنَمٍ لِأَهْلِي وَأَنَا بِسَبِيلٍ مِنَ الطَّرِيقِ وَإِنِّي أَسْأَلُ فَأُسْقِي بِغَيْرِ إِذْنِ أَهْلِي، قَالَ لَا. قَالَ فَإِنِّي أَرْمِي فَأُصِمِّي وَأُكْمِي قَالَ: كُلِّ مَا أَصْمَيْتَ وَدَغَ مَا أَكْمَيْتَ وَالْإِصْمَاءُ مَا رَأَيْتَهُ وَالْإِنْمَاءُ مَا تَوَارَى عَنْكَ.

امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک کالا غلام آیا اور اس نے کہا کہ میں اپنے مالکوں کے جانوروں میں راستے میں ہوتا ہوں کیا (مسافروں کو) اپنے مالکوں کی اجازت کے بغیر دودھ پلا دیا کروں؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں۔ اس غلام نے مزید پوچھا کہ میں شکار کو تیر مارتا ہوں اور اسے آنکھوں سے اوجھل نہیں پاتا اور کبھی نگاہوں سے غائب بھی پاتا ہوں؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو نظروں کے سامنے ہوا سے کھالیا کرو اور جو آنکھوں کے سامنے نہ ہوا سے چھوڑ دو۔ اصماء وہ جانور ہے جو تیری نگاہوں کے سامنے ہو اور انماء سے وہ جانور مراد ہے جو تیری آنکھوں سے اوجھل ہو جائے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۳۲ باب الصيد ترمذی، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۲۲۴ ح ۱۵۱۵، مصنف

عبدالرزاق: ۸۴۵۵، ۸۴۵۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۶۸۱، الاموال لابن زنجویہ: ۱۸۵۷، معجم الادسط للطبرانی: ۵۵۳۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۸۹۰۱، ۱۸۹۰۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

تیر جب شکار کو لگ جائے اور وہ بھاگ کر اس سے غائب ہو جائے تو اگر یہ اس کی تلاش میں لگا رہے اور اسے مرا ہوا پالے تو اسے کھالے گا اس لئے کہ جب وہ اس کی تلاش میں لگا رہا اور کسی اور کام میں مشغول نہیں ہوا تو ایسا سمجھا جائے گا گویا اس شکاری کے سامنے مرا ہوتا کہ حرج کو دور کیا جائے اس لئے کہ شکار جنگلوں اور صحراؤں میں عام طور سے چھپ جاتا ہے لہذا اگر تلاش سے رکنا نہیں مسلسل تلاش میں لگا رہا تو اس کا کھانا حلال ہے۔

لیکن اگر کسی اور کام میں مشغول ہو گیا تو اس کو نہیں کھایا جائے گا، اسی طرح اگر تلاش روک دی پھر مردہ حالت میں ملا تب بھی نہیں کھایا جائے گا۔



۲۸۔ کِتَابُ الرُّهْنِ گروی سے متعلق احکام و مسائل

رہن کے لغوی معنی:

رہن کے لغوی معنی ہیں: ”حبس الشيء“ کسی چیز کو روکنا، قرآن کریم میں ہے: ”كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينًا“ یعنی ہر نفس اپنے کیے ہوئے معاصی کے سبب محبوس ہوگی۔

رہن کے شرعی معنی:

رہن کے شرعی اور اصطلاحی معنی ہیں: ”جعل الشيء محبوساً بحق يمكن استيفاءه من الرهن“ کسی حق یعنی قرض وغیرہ کی وجہ سے کسی چیز کو محبوس کرنا تاکہ اس کے ذریعے حق کی وصولیابی ممکن اور آسانی ہو جائے۔

{ کوئی شخص رہن رکھوائے اور وہ ہلاک ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ }

۱۰۲۲۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا كَانَ الرُّهْنُ بِأَكْثَرِ مَعَاوِيَةٍ فَهَلَكَ فَالْمُرْتَهِنُ فِي الْفَضْلِ أَمِينٌ، وَإِنْ كَانَ بِأَقَلِّ مَعَاوِيَةٍ فَهَلَكَ... الْفَضْلُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر رہن اس چیز سے زیادہ ہو جس کے لئے رہن رکھوایا تھا اور وہ ہلاک ہوگئی تو وہ ضائع ہے کیونکہ زیادتی میں مرتہن امین ہے، اور اگر رہن والی چیز سے کم ہو اور پھر ہلاک ہو جائے تو رہن زیادتی واپس کرے گا۔

تحقیق:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۹۳، باب الرهن، جامع المسانید للغوارزمی: ج ۲ ص ۴۹ ح ۱۰۰۳، الباب الحادی عشر فی الرهن، مصنف عبدالرزاق: ۵۰۴۲، باب الرهن یهلك، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴، ۹۶، باب فی الرجل یرهن الرجل فیہلك.

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{بیع سلم میں کفیل لینے اور رہن رکھنے میں کوئی حرج نہیں}

۱۰۲۵. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم اَنَّهُ قَالَ لَا بَأْسَ بِالرَّهْنِ وَالْكَفِيلِ فِي السَّلَمِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”بیع سلم میں کفیل لینے اور رہن رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۷۵۵ باب الکفیل والرهن فی السلم، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۵۵ ح ۱۰۲۸، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۰۸۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۰۱۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔
(کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۷۵۵)



۰۰۰۰

۰۰۰

۲۹۔ کِتَابُ الدِّيَّاتِ

دیتوں سے متعلق احکام و مسائل

”الديات“ یہ ”دیه“ کی جمع ہے۔ واحد اور جمع دونوں میں ”با“ مخفف (بغیر تشدید کے) ہے۔ اس کا اصل وَدَّی ہے۔ واو کو حذف کر کے اس کے عوض ”تا“ لگا دی گئی ہے۔ جس طرح عِدَّة میں ہے۔ دیت اس مال کو کہتے ہیں جو مقتول کی جان کے عوض دیا جاتا ہے۔ یا زخمی کے اعضاء بدن کے بدلے میں دیا جاتا ہے۔

{ قتل کی اقسام اور ان کے احکام }

۱۰۲۶۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ الْقَتْلُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ: قَتْلُ عَمْدٍ وَهُوَ مَا تَعَمَّدْتَ ضَرْبَهُ بِالسَّلَاحِ فِيهِ الْقِصَاصُ وَقَتْلُ خَطَاً وَهُوَ الشَّيْءُ تُرِيدُهُ فَتُصِيبُ غَيْرَهُ بِسِلَاحٍ فَالِدِّيَّةُ فِيهِ عَلَى الْعَاقِلَةِ وَشِبْهُ الْعَمْدِ مَا تَعَمَّدْتَ ضَرْبَهُ بِغَيْرِ سِلَاحٍ فَفِيهِ الدِّيَّةُ مُغْلَظَةٌ عَلَى الْعَاقِلَةِ إِذَا آتَى ذَلِكَ عَلَى النَّفْسِ وَشِبْهُ الْعَمْدِ فِي الْجَرَاحَاتِ كُلِّ شَيْءٍ تَعَمَّدْتَ ضَرْبَهُ بِسِلَاحٍ أَوْ غَيْرِهِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فِيهِ الْقِصَاصُ فَفِيهِ الدِّيَّةُ مُغْلَظَةٌ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ قتل کی تین قسمیں ہیں: ۱۔ قتل عمد۔ ۲۔ قتل خطاء۔ ۳۔ قتل شبہ عمد۔ قتل عمد یہ ہے کہ مثلاً آپ نے کسی کو قصداً ہتھیار سے مارتا تو اس میں قصاص آئے گا (مگر یہ کہ صلح کر لیں یا معاف کر دیں)۔ اور قتل خطاء یہ ہے کہ تم کسی چیز کو نشانہ لگا رہے ہو اور وہ کسی انسان کو لگ جائے نشانہ چاہے ہتھیار سے ہو یا کسی اور چیز سے تو اس میں عاقلہ پر دیت آئے گی۔ اور قتل شبہ عمد یہ ہے کہ آپ ہتھیار کے علاوہ کسی اور چیز سے عدا ماریں اس میں عاقلہ پر دیت مغلظہ آتی ہے اگر اس سے جان چلی جائے، زخموں میں شبہ عمد ہر وہ زخم ہے جو ہتھیار یا کسی اور چیز سے لگایا گیا ہو اور اس میں قصاص نہ لیا جاسکتا ہو تو اس میں دیت مغلظہ آئے گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۷۶ باب ما لا يعطى فيه القصاص، مصنف ابن ابی حنیہ: ج ۹ ص ۳۴، مصنف

عبدالرزاق: ۱۷۱۹۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سب کو اختیار کرتے ہیں سوائے ایک بات کے کہ بغیر ہتھیار کے جو مارا گیا ہے اور وہ ہتھیار کے قائم مقام ہو یا اس سے سخت ہو تو اس میں بھی قصاص آئے گا یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا پہلا قول ہے لیکن دوسرے قول کے مطابق اس میں قصاص نہیں قصاص صرف اس میں آتا ہے جو ہتھیار سے ہو۔

(کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۷۶)

{ قتل خطا میں غلام کی دیت کو آزاد کی دیت کے برابر نہیں کیا جائے گا }

۱۰۲۷. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا يُبْلَغُ بِالْعَبْدِ دِيَّةَ الْحُرِّ، وَذَلِكَ لَا تَجِدُ عَبْدًا أَبَدًا إِلَّا وَفِي الْأَحْزَانِ خَيْرٌ مِنْهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: (قتل خطا میں) غلام کی دیت کو آزاد کی دیت کے برابر نہیں کیا جائے گا، یہ اس لئے ہے کہ تو کبھی بھی غلام نہیں پائے گا مگر یہ کہ آزاد حضرات میں اس سے بھی بہتر ہوگا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۸۹ باب جراحات العبد، مصنف عبدالرزاق: ۱۸۱۷۲، مصنف ابن ابی شیبہ:

۲۷۲۱۵۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ کوئی شخص کسی کی داڑھی مونڈ دے تو اس پر دیت آئے گی }

۱۰۲۸. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْفَمِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا خَلَقَ لِحْيَةَ رَجُلٍ فَلَمْ تَنْبُتْ فَلَقَطَى عَلَيْهِ فَبَيَّضَ بِالنِّبَةِ.

امام یثیم رحمہ اللہ حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی شخص کی داڑھی مونڈ دی پھر داڑھی نہ نکلی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں اس پر دیت آنے کا فیصلہ دیا۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتضد ہے۔ (واخرج عبدالرزاق (۱۴۲۴) عن اسرائیل عن المنہال بن خلیفة عن تمیم بن سلمة قال افرغ رجل علی رأس رجل قدرا فذهب شعرة فذهب الی علی فقصی علیہ بالدية. واخرج ابن ابی شیبہ (۲۱۸۵) من طریق الشقری قال مر رجل بقدر فوقت غعلی رأس رجل فأحرق شعرة فرفع الی علی فأجله سلة فلم تنبت فقصی فیہ علی بالدية.)

حکمہ:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔
(کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۶۶ باب دیتہ ما کان فی الانسان واحدا)

{ سیدنا علیؑ کے نزدیک قتل شبہ عمد کی دیت کتنی ہے؟ }

۱۰۲۹. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ أنه قال فی الخطأ مثل قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ وقال فی شبہ العمد ثلاثة وثلاثون حقة وثلاثة وثلاثون جذعة وأربعة وثلاثون ثنية إلى بازل عامها كلها خليفة.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قتل حطاء میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی مثل فرمایا ہے اور قتل شبہ عمد میں فرمایا کہ تینتیس چوتھے سال والی اونٹنیاں اور تینتیس پانچویں سال والی، اور چوتیس ایسی اونٹنیاں کہ جن کی عمر چھ سات سال کے درمیان ہو اور تمام کی تمام بچہ جننے کی صلاحیت رکھتی ہوں دی جائیں گی۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه ابن ابی شیبہ (۲۴۲۸) من طریق وکیع عن ابن ابی خالد عن عامر عن علی رضی اللہ عنہ... فذكره.)

{ قتل خطاء کی دیت کتنی ہے؟ }

۱۰۳۰. قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ فِي دِيَةِ الْخَطَا الْأَخْمَاسَا: عِشْرِينَ جَذَعَةً وَعِشْرِينَ حِقَّةً وَعِشْرِينَ بَنَاتٍ لَبُونٍ وَعِشْرِينَ بَنَاتٍ مَخَاضٍ وَعِشْرِينَ بَنَاتٍ مَخَاضٍ.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: قتل خطاء میں دیت پانچ حصوں میں ہوگی بیس چوتھے سال میں چلنے والی اونٹنیاں اور بیس پانچویں اور بیس دوسرے میں چلنے والی اونٹنیاں اور بیس دوسرے سال میں چلنے والے اونٹ، اور بیس تیسرے سال میں چلنے والی اونٹنیاں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۷۳۹، ۶۷۵۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۷۳۰، سنن الدارقطنی: ۳۳۶۱، ۳۳۶۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۶۱۵۷، السنن الصغیر للبیہقی: ۳۰۲۳، معرۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۶۰۲۹۔ بلوغ المرام من ادلة الاحکام: ۱۱۸۹ باب الدیات۔ مؤطا محمد: ۶۶۷، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۷۳۹، ۶۷۵۰، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۷۳۰، سنن الدارقطنی: ۳۳۶۱، ۳۳۶۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۶۱۵۷، السنن الصغیر للبیہقی: ۳۰۲۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه ابن ابی شیبہ من طریق سفیان عن ابی اسحاق عن علقمة بن قیس عن عبداللہ.... فذكره.)

{ سیدنا ابن مسعود کے نزدیک قتل شہہ عم میں کتنی دیت ہے؟ }

۱۰۳۱. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ فِي شَبِّهِ الْعَمِّ أَرْبَعًا: خَمْسٌ وَعِشْرُونَ جَذَعَةً وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ حِقَّةً وَعِشْرُونَ بَنَاتٍ مَخَاضٍ وَخَمْسٌ وَعِشْرُونَ بَنَاتٍ لَبُونٍ.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: قتل شہہ عم میں دیت چار حصوں میں ہوگی۔ پچیس پانچویں سال میں چلنے والی اونٹنیاں اور پچیس چوتھے سال میں چلنے والی، پچیس تیسرے اور پچیس دوسرے سال میں چلنے والی اونٹنیاں ہوں گی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۱۷۲۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۷۵۶، ۲۶۷۵۵، سنن ابی داود: ۱۰۳۵۵۲، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۷۲۹، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۶۱۲۷، السنن الصغیر للبیہقی: ۳۰۱۲۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه ابن ابی شیبہ من طریق ابی اسحاق عن علقمة والاسود عن عبد اللہ... فذكره۔)

{ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں دیت میں برابر ہیں}

۱۰۳۲۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ شُرَيْحًا، قَالَ فِي الْأَصَابِعِ: أَصَابِعُ الْيَدِ وَالرَّجْلِ سَوَاءٌ فِي كُلِّ أَصْبَعٍ الْعُشْرُ۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام شریح رحمہ اللہ نے انگلیوں کی دیت کے بارے میں فرمایا کہ ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں دیت میں برابر ہیں، ہر انگلی کے بدلہ میں دیت کا دسواں حصہ ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۰۰۷ کتاب الدیات، باب من قال اصابع الیدین والرجلین سواء، مصنف عبدالرزاق: ۷۷۰۰ باب الاصابع۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه ابن ابی شیبہ من طریق الشعبي ان هشام بن هبيرة كتب الى شريح يسأله فكتب.... فذكره۔)

{دانتوں، موصی، منقلہ، جائفہ اور پلکوں وغیرہ کی دیت کا بیان}

۱۰۳۲۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي السِّنِّ نِصْفُ الْعُشْرِ وَكَذَلِكَ الْمَوْضِعَةِ وَفِي الْمُنْقَلَةِ الْعُشْرُ وَنِصْفُ الْعُشْرِ وَفِي الْجَائِفَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ وَفِي الْأَمَةِ ثُلُثُ الدِّيَةِ فَإِذَا ذَهَبَ الْعَقْلُ فَفِيهَا الدِّيَةُ كَامِلَةٌ وَفِي الْأَنْفِ الدِّيَةُ وَفِي الْمَارِ الدِّيَةُ وَفِي الذَّنَبِ الدِّيَةُ

الدِّیَّةُ وَفِي الْحُشْفَةِ الدِّیَّةُ وَفِي الْأُنْثَيَيْنِ الدِّیَّةُ وَفِي اللِّسَانِ الدِّیَّةُ وَفِي الْعَيْنَيْنِ الدِّیَّةُ وَفِي
الْوَاحِدَةِ النِّصْفُ وَكَذَلِكَ الْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ فِي كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا نِصْفُ الدِّیَّةِ وَفِي الْأُذُنَيْنِ
الدِّیَّةُ وَفِي إِحْدَاهُمَا النِّصْفُ وَفِي الْحَاجِبَيْنِ الدِّیَّةُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: دانت میں دیت کا بیسواں حصہ ہے یہی حکم
موضع کا ہے، منقلہ میں دیت کا عشر اور اس کا بیسواں حصہ ہے، جائفہ میں دیت کا تہائی حصہ ہے، آمتہ میں دیت کا
تہائی حصہ ہے لیکن اگر عقل ختم ہو جائے تو پوری دیت آئے گی۔ اور ناک، ناک کے بانے، عضو تناسل، حشفہ،
مخصیتیں اور زبان میں دیت ہے۔ دونوں آنکھوں میں دیت ہے اور ایک میں نصف دیت ہے، اور اسی طرح
دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں سے ہر ایک کے بدلے نصف دیت ہے، دونوں کانوں میں دیت ہے اور ایک
میں نصف دیت ہے اور ابروؤں میں دیت ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۷۰ باب دية اللسان والاشفار والاصابع، نصب الرية في تخریج احادیث الہمدایہ:
ج ۴ ص ۷۴۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سب کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

آمتہ:

آمتہ زخموں میں سے ہر اس زخم کو کہتے ہیں جو دماغ تک سرایت کر جائے۔

منقلہ:

منقلہ وہ ہے جس کی وجہ سے ہڈی ہٹ جائے۔

موضع:

موضع وہ جس سے ہڈی نظر آنے لگے۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۷۰)

{ ذمی کی دیت آزاد مسلمان کی سی دیت ہے }

۱۰۳۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي دِيَةِ الرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ مِثْلُ دِيَةِ الْحُرِّ الْمُسْلِمِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ذمی (معاہد) کی دیت آزاد مسلمان کی سی دیت ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۹۶ باب دية المعاهد، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۴۳۸، ۲۷۴۵۰، مصنف عبدالرزاق: ۱۸۵۱۷۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۰۳۵. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُمَا قَالَا فِي دِيَةِ أَهْلِ الذِّمَّةِ دِيَةُ الْحُرِّ الْمُسْلِمِ.

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ذمی کی دیت آزاد مسلمان کی سی دیت ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۹۶ باب دية المعاهد جامع البسائید للخوازمی: ج ۲ ص ۱۸۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۸۴۹۱۔

تحقیق:

حسن لغیرہ ہے۔ (وللحدیث شواہد)

{ عورت کے دونوں پستان کے بدلہ میں پوری دیت ہے }

۱۰۳۶. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي ثَدْيِ الْمَرْأَةِ نِصْفُ الدِّيَةِ

وَفِي كُلِّهِمَا الدِّينَةُ وَكَذَلِكَ حَلَمْتُهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: عورت کے پستان میں آدمی دیت آئے گی اور دونوں میں پوری دیت آئے گی اور اس کے سر پستان کا بھی یہی حکم ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار رواية الامام محمد: ۸۸ باب دية المرأة وجراحها، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۶۷، ۲ باب الشدیان ما فیہما؛

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{گوئی زبان، لنگڑے پاؤں، مفلوج ہاتھ وغیرہ کاٹنے کا حکم}

۱۰۳۷. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي لِسَانِ الْأُخْرَسِ وَذَكَرِ
الْخَصِي وَالْعَدْنِ الْقَائِمَةِ الذَّاهِبَةِ بَصَرَهَا وَالْيَدِ الشَّلَاءِ وَالرَّجُلِ الْعَرْجَاءِ وَالسِّنِّ السُّودَاءِ فِي
هَذَا كُلِّهِ حُكُومَةٌ عَدْلٍ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: گوئی زبان، خصی کے آلہ تناسل، بے نور آنکھ، مفلوج ہاتھ، لنگڑے پاؤں اور کالے (خراب) دانت ان سب میں ایک عادل (مجتہد) کا فیصلہ ہوگا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{کسی آدمی کا ہاتھ کاٹ دیا پھر اس سے قصاص لیا گیا اور اس کی موت واقع ہو گئی تو کیا حکم ہے؟}

۱۰۳۸. یُسْفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي رَجُلٍ قَطَعَ يَدَ رَجُلٍ
فَاقْتَضَ مِنْهُ فَمَاتَ الْمُقْتَضُ مِنْهُ أَنَّ دِيَّتَهُ عَلَى عَاقِلَةِ الْمُقْتَضِ لَهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے آدمی کے بارے میں جس نے کسی کا ہاتھ کاٹ دیا پھر اس سے اس شخص کے لیے قصاص لیا جا رہا تھا تو اس کی وفات ہو گئی تو فرمایا کہ اس سے قصاص لینے والے کے خاندان پر دیت لازم آئے گی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{جان بوجھ کر قتل کرنے، صلح کرنے اور جرم تسلیم کرنے کی صورت میں خاندان پر دیت لازم نہ ہوگی}

۱۰۴۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَامِرٍ قَالَ لَا تَغِقُلُ الْعَاقِلَةَ عَبْدًا وَلَا عَمْدًا وَلَا صَلَاحًا وَلَا اعْتِرَافًا.

امام ہشتم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ”خاندان والے دیت ادا نہیں کریں گے غلام کی صورت میں، نہ قتل عمد کی صورت میں، نہ صلح کی صورت میں اور نہ ہی اعتراف کرنے کی صورت میں۔“

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۲، ۴۲۹ باب العمد والصلح والاعتراف سنن الدارقطنی: ۲۲، ۴۴ کتاب الحدود والديات وغيره السنن الكبرى للبيهقي: ۱۶۳۶، السنن الصغير للبيهقي: ۳۰، ۶۹ مصنف ابن ابی شیبہ: ۲، ۴۲۹ باب العمد والصلح والاعتراف سنن الدارقطنی: ۲۲، ۴۴.

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

۱۰۴۱. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا تَغِقُلُ الْعَاقِلَةَ الصُّلَحَ وَلَا الْعَمْدَ وَلَا الْإِعْتِرَافَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: خاندان والے دیت ادا نہیں کریں گے صلح کی صورت میں، نہ قتل عمد کی صورت میں اور نہ ہی اعتراف کرنے کی صورت میں۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۸۱ باب دية الخطأ أو ما تعقل العاقلة، مصنف عبد الرزاق: ۱۷۸۱۵، مصنف ابن ابی

ہبہ: ۲۷۴۳۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ قتل خطاء کی صورت میں خاندان والے غلام کی دیت ادا نہیں کریں گے }

۱۰۴۲۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ الْعَبْدَ إِذَا قُتِلَ خَطَأً.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: خاندان والے غلام کی دیت ادا نہیں کریں گے جب اسے غلطی سے قتل کیا گیا ہو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ خاندان والے دیت ادا نہیں کریں گے مگر پانچ سو درہم یا اس سے زائد }

۱۰۴۳۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَا تَعْقِلُ الْعَاقِلَةُ إِلَّا خُمْسِيَّةً دِرْهَمٍ فَصَاعِدًا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: خاندان والے دیت ادا نہیں کریں گے مگر پانچ سو درہم یا اس سے زائد۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ سونا، چاندی اور مویشیوں والوں پر کیا لازم ہوگا؟ }

۱۰۴۴۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ فَرَضَ عَلَى أَهْلِ الْوَرَقِ عَشْرَةَ أَلْفٍ دِرْهَمٍ وَعَلَى أَهْلِ النَّهْبِ أَلْفَ دِينَارٍ وَعَلَى أَهْلِ الرِّبْلِ مِائَةَ مَنَ الرِّبْلِ وَعَلَى أَهْلِ الْبَقْرِ مِائَتَيْنِ بَقْرَةً وَعَلَى أَهْلِ الْحَلْلِ مِائَتَيْنِ حُلَّةً وَعَلَى أَهْلِ الْغَنَمِ أَلْفَ شَاةٍ وَكُلُّ ذَلِكَ عَلَى أَهْلِ الدِّيَّانِ.

امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سونا رکھنے والوں کیلئے

دیت کی مقدار ہزار دینار، چاندی والوں کیلئے دس ہزار درہم، اور اونٹ رکھنے والوں کیلئے سواونٹ، گائے والوں کیلئے دو سو گائیں، بکری والوں کیلئے دو ہزار بکریاں اور کپڑے والوں کیلئے دو سو جوڑے مقرر کی تھی اور یہ سب اہل دیوان پر تھی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۵۹ باب الدیات وما یجب علی اهل الورق والمواشی، جامع المسانید للنحوارزی: ج ۲ ص ۱۷۹ ح ۱۳۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۶۷۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۶۱۸۶، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۶۰۵۶، کتاب الحجۃ علی اهل المدینہ: ج ۳ ص ۲۵۹، کتاب الخراج لابن یوسف: ۳۲۲، مصنف عبدالرزاق: ۱۷۲۳۳، ۱۷۲۶۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ سے امام عامر شعبی رحمہ اللہ مراد ہیں جیسا کہ کتاب الحجۃ وغیرہ میں ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اس سب کو اختیار کرتے ہیں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ دیت اونٹوں، درہم اور دینار سے لیا کرتے تھے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۵۵۹)

{اگر کہیں کوئی مقتول پایا جائے تو دیت کس پر لازم ہوگی}

۱۰۴۵۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ قَتِيلًا وَجَدَ بِالْيَمَنِ بَدْنًا وَدَاعَةً وَخَيْوَانًا فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنْ قَيْسُوهُ فَإِلَى أَبِي الْفَرِيقَيْنِ كَانَ أَقْرَبَ أَقْسَمَ مِنْهُمْ نَحْسُونَ رَجُلًا مَا قَتَلْنَا وَلَا عَلِمْنَا قَاتِلًا ثُمَّ يَضْمَنُونَ الدِّيَّةَ.

امام ابراہیم غنی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ یمن میں وادعہ اور خیوان کے درمیان ایک مقتول پایا گیا تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (اپنے گورنر) کو لکھا کہ تم دونوں قبیلہ والوں کے درمیان پیمائش کرو کہ یہ مقتول دونوں میں سے کس قبیلہ کے زیادہ نزدیک ہے پس ان میں سے پچاس آدمیوں سے اس طرح قسم لی جائے کہ (بخدا!) نہ ہم نے قتل کیا اور نہ ہی ہم قاتل کو جانتے ہیں پھر ان پر دیت لازم ہوگی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۸۱۳، ۲۷۸۱۰، ۲۷۸۲۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۶۳۴۹، ۲۰۶۹۵، مصنف

عبدالرزاق: ۱۸۲۶۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴۶۷۵۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه ابن ابی شیبہ والبیہقی من طرق عن عمر به۔)

{ناپینا شخص کسی کی آنکھ پھوڑ دے تو دیت کس پر آئے گی؟}

۱۰۴۶۔ یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم أنه قال في الأعمى يَفْقَأُ عَيْنَ الصَّحِيحِ أَنَّ عَلَيْهِ الدِّيَّةَ فِي مَالِهِ إِذَا فُقِّأَ عَمْدًا وَإِذَا فُقِّأَ حَاطًا كَانَتْ الدِّيَّةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ناپینا عمدا (جان بوجھ کر) کسی تندرست کی آنکھ پھوڑ دے تو اس پر اس کے مال میں سے دیت آئے گی اور اگر غلطی سے پھوڑ دے تو دیت خاندان والوں پر آئے گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۷۳ باب مالا يعطى فيه القصاص، المحلى بالآثار لابن حزم: ج ۱۱ ص ۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔
(کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۵۷۳)

{دیت کتنے سالوں میں دینا ہوگی؟}

۱۰۴۷۔ یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم أنه قال الدِّيَّةُ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ وَالتَّصَدُّقُ فِي سَنَتَيْنِ وَالْغُلْفُ فِي سَنَةٍ وَمَا كَانَ أَقْلَ مِنَ الثُّلُثِ فَبَيْنَ سَنَةٍ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: پوری دیت تین سال میں آئے گی (ہر سال ایک تہائی دینا ہوگی)، آدمی دو سال میں، ایک تہائی ایک سال میں اور جو ایک تہائی سے کم ہو وہ ایک سال

میں آئے گی۔

تذکرہ:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار رواية الامام محمد: ۱۸۹، باب دية الخطأ وما تعقل العاقلة، مصنف عبدالرزاق: ۱۸۶۰، باب فی کم تؤخذ الدية؟

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہ بالغ مقالمین پر آئے گی بچوں اور عورتوں پر نہیں آئے گی یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار رواية الامام محمد: ۵۷۹)

{دوسرے کی زمین پر گڑھا کھودا، جانور گر کر مر گیا، تاوان دے}

۱۰۴۸. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَامِرٍ أَنَّ عَمْرَو بْنَ الْحَارِثِ حَفَرَ بئرًا عَلَى بَابِ دَارِ اسَامَةَ يَجْتَمِعُ فِيهَا مَاءُ الْمَطَرِ فَوَقَعَ فِيهَا فَرَسٌ فَعَطِبَ فَخَاصَمُوهُ إِلَى شَرْحٍ فَضَبُّهُ وَقَالَ إِنَّمَا تَضْمَنُ مَرَّةً وَاحِدَةً.

امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عمرو نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی حویلی میں ایک کنواں کھودا، اس میں بارش کا پانی جمع ہو جاتا تھا، پس اس میں ایک گھوڑا گر گیا، یہ جھگڑا قاضی شریح رحمہ اللہ کے پاس لے جایا گیا تو انہوں نے عمرو سے فرمایا کہ تو ایک دفعہ گھوڑے کی ضمان دے گا۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{غلام کی آنکھیں پھوڑنے کی دیت}

۱۰۴۹. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْعَبْدِ إِذَا فُقِدَتْ عَيْنُهُ فَبِصْفٍ قِيمَتِهِ، وَإِنْ فُقِدَتْ عَيْنَاهُ فَإِنْ دَفَعَهُ سَيِّدُهُ أَخَذَهُ قِيمَتَهُ وَإِنْ شَاءَ أَمْسَكَهُ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب غلام کی ایک آنکھ پھوڑ دی جائے تو اس میں اس کی آدمی قیمت ادا کی جائے گی اور اگر دونوں آنکھیں پھوڑ دی گئی ہوں تو پھر (اس کے آقا مالک کو اختیار

ہے) اگر اس کا آقا و مالک اسے اس کے پورا حوالے کر دے تو اس کی پوری قیمت وصول کر لے اور اگر چاہے تو اسے اپنے پاس رکھے اور اس کے لیے کچھ بھی نہ ہوگا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۹۰ باب جراحات العبد، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۲۱۷ باب العبد تفق أعینا جمیعاً، مصنف عبدالرزاق: ۱۸۱۷۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اگر غلام کے کسی ایسے عضو کو نقصان پہنچایا جائے جو اس کی قیمت کے برابر ہو جیسے دونوں آنکھیں، ہاتھ اور ٹانگیں تو اس کے آقا و مالک کو اختیار ہوگا چاہے اسے پورا حوالے کر کے اس کی قیمت وصول کر لے اور چاہے تو اسے اپنے پاس رکھے اور اس کی وجہ سے اس کی قیمت میں جو کمی آئی ہے وہ لے لے۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۹۰)

{آزاد کے جس معاملے میں دیت ہوتی ہے غلام کے اس معاملے میں قیمت ہوتی ہے}

۱۰۵۰. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ كُلُّ مَا فِي الْحُرِّ فِيهِ الذِّبَةُ فَفِي الْعَبْدِ الْقِيَمَةُ وَكُلُّ مَا فِي الْحُرِّ نِصْفُ الذِّبَةِ فَهُوَ فِي الْعَبْدِ نِصْفُ الْقِيَمَةِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: آزاد کے جس معاملے میں دیت ہوتی ہے غلام کے اس معاملے میں قیمت ہوتی ہے اور آزاد کے جس معاملے میں آدمی دیت ہوتی ہے غلام میں بھی آدمی قیمت ہوتی ہے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۵۸۹ باب جراحات العبد، جامع المسانید للفقہاء: ج ۲ ص ۱۸۲ ح ۱۴۲۱، مصنف عبدالرزاق: ۱۸۱۶۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۲۲۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ غلام کی جنایت کا حکم }

۱۰۵۱. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا جَنَى الْمَمْلُوكُ دَفَعَهُ الْمَوْلَى أَوْ فَدَاهُ بِجَمِيعِ الْجَنَایَةِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب غلام جنایت کرے تو اس کا مالک غلام کو ہی سپرد کر دے یا پھر تمام جنایت کے بدل میں فدیہ دے دے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ اگر کوئی غلام جنایت کرے اور پھر اس کا آقا اسے آزاد کر دے تو کیا حکم ہے؟ }

۱۰۵۲. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الْعَبْدِ يَخْنِي جَنَایَةً قَتَلَ أَوْ خَطَأَ ثُمَّ يُعْتِقُهُ وَهُوَ يَعْلَمُ ذَلِكَ أَوْ يَبِيعُهُ أَوْ يَهَبُهُ أَنَّ عَلَى مَوْلَاهُ الدِّیَّةَ، وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ فَإِذَا فَعَلَ وَهُوَ.....

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: غلام نے کوئی جنایت کی یا غلطی سے کسی کو قتل کر دیا اور پھر اس کے مالک نے اس کی جنایت کا علم ہوتے ہوئے اسے آزاد کر دیا یا بیچ دیا، یا ہبہ کر دیا تو اس کے آقا پر دیت ہوگی۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب وہ ایسا کرے۔۔۔۔۔☆

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

☆ اس کے بعد قلمی نسخہ سے ایک یا دو ورق گرے ہوئے ہیں جن کے ساتھ دیت کے بعض آثار بھی ساقط ہو گئے ہیں۔



۳۰. کِتَابُ الْوَصَايَا

وصیتوں سے متعلق احکام و مسائل

وصایا کے لغوی و شرعی معنی:

وصایا وصیۃ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں بغیر صلہ کے دینا، مفت دینا، تبرع کے طور پر دینا۔ اور وصیۃ کے شرعی معنی ہیں: تملیک مضاف الی ما بعد الموت بطریق التبرع۔ یعنی انسان کا اپنی موت کے بعد بطریق احسان کسی کو کسی چیز کا مالک بنانا۔

یہاں چند اصطلاحی الفاظ ذہن نشین کر لیں:

۱. مُوصِی: یعنی وصیت کرتے والا شخص۔
۲. مُوصِی لہ: وہ شخص جس کے لیے وصیت کی جائے۔
۳. مُوصِی بہ: وہ چیز جس کی وصیت کی جائے۔

{تمام مال کی وصیت نہیں کرنی چاہیے کچھ مال وراثت کے لیے بھی چھوڑنا چاہیے}

۱۰۵۳. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ عَلَى سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَعُوذُهُ، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَوْصِي بِشُلُكِي مَالِي قَالَ: لَا قَالَ فَبِنْصِفِهِ، قَالَ: لَا قَالَ فَبِشُلُكِي قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ إِنَّكَ إِنْ تَدَّعِ أَهْلَكَ أَغْنِيَاءَ خَلَدُوا وَنَ أَنْ تَدَّعَهُمْ فَقَرَاءٌ يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ.

امام عطاء بن سائب رحمہ اللہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لائے تو سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اپنے دو تہائی مال کی وصیت کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں۔“ انہوں نے دوبارہ عرض کیا: نصف مال کی وصیت کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں۔“ انہوں نے تیسری مرتبہ عرض کیا: ایک تہائی مال کی وصیت کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایک تہائی کی وصیت کر دو مگر ایک تہائی بھی بہت ہے۔“ حیرا! پنے وراثت کو غنی چھوڑ جانا

اس سے کہیں بہتر ہے کہ تو انہیں محتاج چھوڑے اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار رواية الامام محمد: ۱۶۲ باب ما يجوز من الوصية. صحيح البخاری: ۲۶۴۲. صحيح مسلم: ۱۶۲۸. سنن ابن ماجه: ۲۶۰۸. سنن ابی داود: ۲۸۶۳. سنن الترمذی: ۹۰۵. سنن النسائی: ۴۶۲۶. مسند ابی یعلی الموصلی: ۸۰۳. مؤطا مالک: ۲۸۲۳. مسند ابی داود الطیالسی: ۱۹۲. مصنف عبدالرزاق: ۱۶۴۵۶. مسند الحمیدی: ۶۶. مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۹۱۳. مسند الامام احمد: ۱۳۷۴.

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری عند احمد وغیرہ)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صاحب مال زیادہ سے زیادہ اپنے تہائی مال کے بارے میں وصیت کر سکتا ہے: اس کے سے زیادہ نہیں مگر یہ کہ ورثاء خود بخود ایک تہائی سے زائد کی اجازت دے دیں۔
- ۲۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ورثاء کو محروم رکھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔
- ۳۔ ورثاء کا غنی رہنا اور دست سوال دراز سے بچنا بہر نوع بہتر ہے۔

{ میت کے لیے اس کے مال میں سے صرف ایک تہائی ہے }

۱۰۵۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ لَيْسَ لِلْمَيِّتِ مِنْ مَالِهِ إِلَّا الثُّلُثُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: نہیں ہے میت کے لیے اس کے مال میں سے مگر ایک تہائی۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ ہمدان کے لوگوں کو کہا گیا، جس کا کوئی وارث نہ ہو وہ جہاں چاہے اپنا مال دے دے }

۱۰۵۵. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَامِرٍ عَنِ ابْنِ مَرْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ

يَا مَعْشَرَ هَٰمِدَانَ إِنَّكُمْ أُخْرَىٰ حَتَّىٰ أَنْ تَمُوتَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتْرُكُ وَارِثًا فَلْيَضَعْ مَالَهُ حَيْثُ أَحَبَّ.

امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ہمدان والو! تم میں سے ایک شخص مر جاتا ہے اور کوئی وارث نہیں چھوڑتا اس لئے وہ اپنا مال جہاں پسند کرے رکھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۶۰۰، باب من مات ولم یترک وارثا مسلما، سنن سعید بن منصور: ۲۱۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۷۲، شرح معالی الآثار للطحاوی: ج ۲ ص ۴۰۴، جامع المسانید للغوارزمی: ج ۲ ص ۴۴۱ ح ۱۶۶۹، مصنف عبدالرزاق: ۱۶۱۸۰، ۱۶۴۴۱، سنن سعید بن منصور: ۲۱۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۹۷۲، شرح معانی الآثار للطحاوی: ج ۲ ص ۴۰۴.

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اگر وہ کوئی وارث نہ چھوڑے اور اپنے تمام مال کی وصیت کرے تو جائز ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ (کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۰۰)

{میت نے جو وصیت کی ہے، وہ اس کے کل مال کے ایک تہائی میں پوری کی جائے گی}

۱۰۵۶. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ مَا أَوْصَى الْمَيِّتُ بِهِ مِنْ رَقَبَةٍ عَلَيْهِ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نَذْرٍ فَهُوَ مِنَ الثَّلَاثِ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: میت جس غلام کو آزاد کرنے کی وصیت کرے یا صدقہ کرنے کی وصیت کرے یا نذر کی وصیت کرے تو وہ اس کے مال کے ایک تہائی حصے میں سے پوری کی جائے گی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۱، باب الرجل یوصی بالوصایا والعقی، جامع المسانید

للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۳۲ ح ۱۴۴۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

جب کوئی آدمی فوت ہو جائے تو اس کے فوت ہونے کے بعد سب سے پہلے اس کے مال میں سے جو اس نے چھوڑا ہے کفن و دفن کا انتظام کیا جائے گا۔ اس کے بعد اس کا قرض اتارا جائے پھر اس نے کوئی جائز وصیت کی ہو تو وہ اس کے مال کے تیسرے حصے میں سے پوری کی جائے گی اور چوتھے نمبر پر اس کی وراثت شرعی وارثوں میں تقسیم کی جائے گی۔

{وصیت کا نفاذ کرتے وقت آغاز غلام آزاد کرنے سے کیا جائے گا}

۱۰۵۶. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم اَنَّهُ قَالَ يُبْدَأُ بِالْعَتَقِ فِي الْوَصِيَّةِ فَإِنْ كَانَ فَضْلٌ كَانَ لِلْمُوصِي لَهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: وصیت میں غلام آزاد کرنے سے ابتداء کی جائے گی پھر اس کے بعد (تیسرے حصے میں سے) اگر کچھ بچ جائے تو وہ ان کو ملے گا جس کے لیے وصیت کی گئی تھی۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار رواية الامام محمد: ۱۰۵۶ باب الرجل يوصي بالوصايا والعق، جامع المسانيد

للخوارزمی: ج ۲ ص ۲۳۲ ح ۱۴۴۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{وصی یتیم کے مال میں سے قرض کے طور پر کھائے گا یا نہیں؟}

۱۰۵۸. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن حماد عن سعید بن جبیر اَنَّهُ قَالَ يَأْكُلُ الْوَحِيُّ مَالَ الْيَتِيمِ قَرْضًا عَلَيْهِ.

حضرت امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا: وصی یتیم کے مال میں سے قرض کے طور پر کھائے گا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۰ باب المضاربة بالثلث والمضاربة بمال الیتیم ومخالطه، مؤطا محمد: ۹۳۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۳۸۳، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۷۱-۱۸۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”کہ وصی یتیم کے مال میں سے کچھ نہیں کھائے گا نہ قرض کے طور پر نہ کسی اور طریقے سے۔“ امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کو اختیار کرتے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۷۸۱)

{ یتیم کا کھانا اپنے کھانے کے ساتھ اس کا مشروب اپنے مشروب کے ساتھ ملا سکتے ہو }

۱۰۵۹. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانُوا يَضْعُونَ طَعَامَ الْيَتِيمِ عَلَى الْإِخْوَانِ عَلَى حِدَّةٍ فَقَالَتْ عَائِشَةُ مَا كُنْتُ لِأَدْعَهُ بِمَنْزِلَةِ الْوَحْشِيِّ حَتَّى أُخْلَطَ طَعَامِي بِطَعَامِهِ وَلَبَنِي بِلَبَنِهِ وَعَلَفَ ذَاتِي بِعَلَفِ ذَاتِي ثُمَّ قَرَأْتُ وَإِنْ تَخَالَطَوْهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ (البقرة).

امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطے سے نقل کرتے ہیں کہ لوگ یتیم کا کھانا خاص دسترخوان پر علیحدہ رکھا کرتے تھے پس عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں اس کو وحشی جانور کی طرح الگ کرنے والی نہیں ہوں یہاں تک کہ میں اس کے کوانے کو اپنے کھانے کے ساتھ، اس کے دودھ کو اپنے دودھ کے ساتھ اور اس کے جانور کے چارے کو اپنے جانور کے چارے کے ساتھ ملا لوں گی اور پھر آپ رضی اللہ عنہا یہ آیت پڑھا کرتیں: ”اور اگر تم ان کے ساتھ مل جل کر رہو تو (کچھ حرج نہیں کیونکہ) وہ تمہارے بھائی ہی تو ہیں۔“

۱۰۶۰. وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ إِنَّ أَبَاكَرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اسْتَفْرَضَ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ سَبْعَةَ أَلْفٍ دِرْهَمٍ وَهِيَ

عَلَيْهِ فَأَوْصَى بِهَا أَنْ تُقْضَى عَنْهُ.

اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ ۱۲ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے سات ہزار درہم قرض لیے تھے جو ان کے ذمے تھے پس انہوں نے وصیت کی کہ وہ ان کی طرف سے ادا کر دیئے جائیں (چنانچہ وہ ادا کر دیئے گئے تھے)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۷۷۸ باب المضاربة بالثلث والمضاربة بمال الیتیم وخالطہ، جامع المسانید للنحوارزی:

ج ۲ ص ۵۷ ح ۱۱۲۶۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔



۳۱. کِتَابُ الْفَرَائِضِ

فرائض (وراثت) سے متعلق احکام و مسائل

{لعان کرنے والی عورت کے بیٹے کے عصبہ کون ہوں گے؟}

۱۰۶۵. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ عَصَبَةُ ابْنِ الْمَلَأَعَنَةِ عَصَبَةُ أُمِّهِ وَهُمْ يَعْقِلُونَ عَنْهُ وَيَرْتُونَهُ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: لعان کرنے والی عورت کے بیٹے کے عصبہ وہ لوگ ہوں گے جو اس کی ماں کا عصبہ ہیں وہ اس کی طرف سے دیت بھی ادا کریں گے اور اس کے وراثت بھی بنیں گے۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۷۰۹، ۷۱۰ باب میراث المعتلین وابن الملاعنة، جامع المسانید للبخوارزمی: ج ۲ ص ۳۴۴ ح ۷۸۷، مصنف عبدالرزاق: ۱۲۴۸۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{قاتل مقتول کا وارث نہیں بنتا}

۱۰۶۶. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ الْقَاتِلَ لَا يَرِثُ الْمَقْتُولَ مِنْ دِيَّتِهِ وَلَا مِنْ غَيْرِهَا.

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ قاتل (مارنے والا) مقتول کا دیت یا اس کے علاوہ کسی اور مال میراث کا وارث نہیں بنتا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۶۹۵ باب میراث القاتل، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۳۴۰ ح ۱۷۶۶، مصنف
عبدالرزاق: ۱۷۸۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۴۱۰۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جس نے جان بوجھ کر یا غلطی سے قتل کیا ہو وہ
دیت یا اس کے علاوہ کسی اور مال میراث کا وارث نہیں بنتا، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔

(کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۶۹۵)

{ جب تک دیت ادا نہ کی گئی ہو ولاء کو کسی اور کی طرف پھیرا جاسکتا ہے }

۱۰۶۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُوَالِي
الْقَوْمَ أَنَّهُمْ يَرِثُونَهُ وَيَعْقِلُونَ عَنْهُ وَإِنْ شَاءَ تَحَوَّلَ عَنْهُمْ إِلَى غَيْرِهِمْ مَا لَمْ يَعْقِلُوا عَنْهُ فَإِذَا
عَقِلُوا عَنْهُ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَتَحَوَّلَ إِلَى غَيْرِهِمْ۔

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے ایسے آدمی کے بارے میں جو قوم کے ساتھ نسبت
ولاء قائم کرتا ہے فرمایا کہ وہ اس کے وارث بھی بنیں گے اور اس کی طرف سے دیت بھی ادا کریں گے اور اگر یہ
چاہے تو ولاء کو ان کے علاوہ کسی اور کی طرف بھی پھیر سکتا ہے جب تک انہوں نے اس کی طرف سے دیت ادا نہ کی ہو
لیکن اگر انہوں نے اس کی طرف سے دیت ادا کر دی ہو تو پھر ان کے علاوہ کسی اور کی طرف نہیں پھیر سکتا۔

تخریج:

یہ اثر درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۷۰۵ باب میراث المولیٰ، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۱۷۴ ح ۱۳۹۹، مصنف
عبدالرزاق: ۹۸۷۳، ۱۶۱۶۰، ۱۶۲۷۲، ۱۶۲۷۳، ۱۶۲۷۵، سنن الدارمی: ۲۹۲۱۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

ذی نے موالات کی اور پھر مر گیا تو اس کی میراث اسے ملے گی جس کے ساتھ اس نے موالات کی {

۱۰۶۸. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ مَسْرُوقٍ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْأَزْدِ وَأَبْنُ عَمِّ لَهُ وَأَسْلَمَ عَلَى يَدَيْهِ فَمَاتَ وَتَرَكَ مَالًا فَسَأَلَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ ذَلِكَ فَأَمَرَهُ بِأَكْلِ مِيرَاثِهِ.

امام مسروق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اہل اردن میں سے ایک (ذی) شخص آیا اور اس نے ان کے چچا زاد بھائی کے ساتھ موالات کر لی اور ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا پھر اس کا انتقال ہو گیا اس نے مال چھوڑا، پس انہوں نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی میراث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے انہیں اس کے کھانے کا حکم دیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایہ الامام محمد: ۷۰۳ باب میراث المولیٰ، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۱۷۶ ح ۱۳۰۳، مصنف عبد الرزاق: ۱۶۲۲۲، ۱۶۲۲۳، ۱۶۲۲۴، سنن سعید بن منصور: ۲۲۵، سنن الدارمی: ۳۰۱۲۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ سیدنا ابن مسعودؓ نے غلام آزاد کیا اور اس سے کہا تیرا مال میرا ہے لیکن میں تیرے لئے چھوڑ دوں گا }

۱۰۶۹. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عُمَرَانَ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَعْتَقَ عَبْدًا لَهُ فَقَالَ لَهُ مَا لَكَ لِي وَلَكِنْ سَأَدَعُهُ لَكَ.

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنا ایک غلام آزاد کیا اور اس سے فرمایا کہ تمہارا مال میرے لئے ہے لیکن میں اسے عنقریب تمہارے لئے چھوڑ دوں گا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایہ الامام محمد: ۶۷۳ باب فضل العتق، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۱۷۶ ح ۱۳۰۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۱۵۱۷، ۲۱۵۲۰، مصنف عبد الرزاق: ۱۳۶۱۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰۷۷۳، السنن الصغیر للبیہقی: ۱۹۳۷۔

تحقیق:

حسن ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جس نے اپنے غلام کو آزاد کیا یا اس کو مکاتب بنایا تو اس کا مال اس کے آقا کے ہوگا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ (کتاب الآثار وایۃ الامام محمد: ۶۷۴)

{اگر غلام آزاد ہو جانے کے بعد مر جائے تو کیا حکم ہے؟}

۱۰۶۰. یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ عن الحکم عن عبد اللہ بن شداد بن الہادی ان ابنتہ لحمزۃ رضی اللہ عنہما اعتقت فملوکا لہا، فمات وترک ابنتہ فأعطی رسول اللہ ابنتہ النصف وابنتہ حمزۃ النصف.

سیدنا عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی نے ایک غلام آزاد کیا، وہ فوت ہو گیا اور اپنے بیچھے ایک بیٹی چھوڑ گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وارثت میں سے آدھا مال اس کی بیٹی کو دے دیا اور آدھا مال سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو دے دیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ المصنف: ۵۲۰، سنن ابن ماجہ: ۲۷۳۴، سنن سعید بن منصور: ۱۷۴، ۱۷۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۱۱۳، ۳۱۱۴، ۳۱۱۵، السنن الکبریٰ للنسائی: ۶۳۶۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۷۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۷۲۸۳، سنن الدارقطنی: ۴۱۰۹، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۶۹۲۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۲۳۸۵۔

تحقیق:

حسن ہے۔

فوائد و مسائل:

۱۔ میت کا ترکہ دوسرے حقوق ادا ہو چکنے کے بعد جب تقسیم کیا جائے گا تو سب سے پہلے ذوی الفروض کو ان کا مقررہ حصہ دیا جائے گا، اگر وہ ان میں پورا پورا تقسیم ہو جائے بہت اچھا، ورنہ وہ مال ”عصبہ“ کو دے دیا جائے گا عصبہ کی دو قسمیں ہیں:

☆ عصبہ نبی۔ جیسے باپ

☆ عصبہ سی، اس سے مراد غلام کا وہ اقا ہوتا ہے جو اسے آزاد کر دے، ظاہر ہے کہ جو آقا غلام کو آزاد کرے گا وہ اس کا آخری آقا ہوگا اور اس کے بعد وہ آزاد ہو جائے گا اس لیے ذوی الفروض کو ان کا حصہ دینے کے بعد اس کا جو بھی مال بچے گا وہ سب اس کے اقا کو ملے گا اور اگر اس کا کوئی بھی قریبی رشتہ دار موجود نہ ہو تو اس کا سارا مال آقا کو ملے گا، یہی حکم عصبہ سی کا بھی ہے کہ اکیلا ہونے کی صورت میں سارا مال اسی کو ملتا ہے بصورت دیگر باقیہ سارا اسی کا ہوتا ہے۔

۲۔ مذکورہ تفصیل کو ذہن میں رکھ کر اب سمجھیں کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی نے جس غلام کو آزاد کیا تھا، ذوی الفروض میں سے صرف اس کی بیٹی موجود تھی اور شریعت نے بیٹا کا حصہ اکیلی ہونے کی صورت میں نصف مقرر کیا ہے اس لیے نبی ﷺ نے اسے کل مال کا نصف دے دیا، اور چونکہ کوئی دوسرا رشتہ دار موجود نہ تھا عصبہ سی کے طور پر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں اس لیے باقیہ نصف انہیں دے دیا گیا۔

{ سیدنا علیؑ کا سیدنا زبیرؓ کے ساتھ صفیہؓ کے غلام کے بارے میں اختلاف }

۱۰۶۱۔ یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَكَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا اخْتَصَمَا إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي مَوْلَى لِصَفِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقَالَ عَلِيٌّ أَنَا عَصْبَةُ عَمَّتِي وَأَنَا أَعْقِلُ عَنْ مَوْلَاهَا وَأَرِثُهُ ثُمَّ قَالَ الزُّبَيْرُ أَقْنِي وَأَنَا أَرِثُ مَوْلَاهَا، فَقَضَى عُمَرُ لِلزُّبَيْرِ بِالْمِيرَاثِ وَقَضَى بِالْعَقْلِ عَلَى عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ایک آزاد کردہ غلام کے مرنے پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جھگڑالے گئے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اپنی پھوپھی کا عصبہ ہوں اور ان کے غلام کی طرف سے دیت دینے والا ہوں اور پھر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ میری والدہ تھیں اور ان کے آزاد کردہ غلام کا وارث بھی میں ہی ہوں گا۔ پس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں وراثت کا فیصلہ کیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حق میں دیت کا فیصلہ کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۷۰۲ باب میراث المولیٰ، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۱۷۵ ح ۱۴۰۳، مصنف

عبدالرزاق: ۱۶۲۵۵، ۶۲۹۵، سنن سعید بن منصور: ۲۷۳، ۲۷۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۷۵۸۰، ۳۱۵۵۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔
(کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۷۰۲)

{علم وراثت اور سیدنا عبداللہ بن مسعود}

۱۰۷۲. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ فَرِيضَةَ فَقَالَ مَا لِي بِهَا عَلِمْتُ قَالَ عَلْقَمَةُ أُجِيبُهُ قَالَ وَتَعْلَمُهَا قَالَ نَعَمْ، قَالَ قَالَ فَأَجِبُهُ قَالَ فَأَجَابَهُ عَلْقَمَةُ فَقَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ مِنْ أَيْنَ عَلِمْتَهَا قَالَ عَلْقَمَةُ مِنْ قَبْلِ صَاحِبِنَا يَعْنِي عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ أَوْ يُعَلِّمُكُمْ هَذَا قَالَ نَعَمْ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ امام علقمہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے وراثت سے متعلق کوئی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس کا علم نہیں۔ امام علقمہ رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ (حضرت اگر اجازت ہوتو) میں اس کو جواب دیتا ہوں، سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تم یہ مسئلہ جانتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! پس سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے کہنے پر امام علقمہ رحمہ اللہ نے جواب دیا، اس پر سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے امام علقمہ رحمہ اللہ سے کہا کہ یہ تجھے کہاں سے معلوم ہوا؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے۔ حضرت سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا وہ تمہیں یہ (وراثت کے اتنے دقیق مسائل) سکھاتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں!

تحقیق:

صحیح ہے۔

{خالہ اور پھوپھی کی میراث کے سلسلے میں سیدنا ابن مسعود کی تاویل اور ابن زبیرؓ کا جواب}

۱۰۷۳. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَأْوِيلَ فِي الْخَالَةِ وَالْعَمَّةِ (وَأَوْلُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ) فَقَالَ ابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: إِنَّمَا تَرَكْتُ هَذِهِ الْآيَةَ فِي (الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَهَاجِرُوا أَمْوَالَكُمْ مِنْ

وَلَا يَتَّبِعُهُمْ مِنْ شَيْءٍ اَوْ كَانَ الْاَعْرَابِيُّ لَا يَرِثُ الْمُهَاجِرَ ثُمَّ نَسَخَهَا بَعْدُ: (وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ افْكَانَ الْأَعْرَابِيُّ يَرِثُ الْمُهَاجِرَ

سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہیں یہ بات پہنچی کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے خالہ اور پھوپھی کی میراث کے بارے میں ت اویل کی ہے: ”اللہ کی کتاب کے مطابق پیٹ کے رشتہ دار دوسرے مؤمنوں کے مقابلے میں (میراث کے معاملے میں) زیادہ حق رکھتے ہیں (الاحزاب: ۶)۔“ اس پر سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے: ”جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، (مگر) انہوں نے ہجرت نہیں کی۔ (اے مسلمانو!) تمہارا اُن سے وراثت کا کوئی رشتہ نہیں ہے (انفال: ۷۲)۔“ اور دیہاتی (مسلمان جس نے ہجرت نہ کی ہوئی) مہاجر کا وارث نہ بنتا تھا۔ پھر اس حکم کو آیت کریمہ: ”اللہ کی کتاب کے مطابق پیٹ کے رشتہ دار دوسرے مؤمنوں کے مقابلے میں (میراث کے معاملے میں) زیادہ حق رکھتے ہیں (الاحزاب: ۶)۔“ نے منسوخ کر دیا۔ پس پھر دیہاتی مہاجر کا وارث بنتا تھا۔

{سب کافروں کی ایک ہی ملت ہے، ہم نہ تو ان کے وارث بنیں گے، نہ وہ ہمارے وارث بنیں گے}

۱۰۷۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ الْكُفْرُ كُلُّهُمْ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ لَا تَرِثُهُمْ وَلَا يَرِثُونَا.

امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”سب کافروں کی ایک ہی ملت ہے ہم نہ ان کے وارث بنیں گے نہ وہ ہمارے وارث بنیں گے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف عبدالرزاق: ۹۸۵۶، ۹۸۶۴، سنن الدارمی: ۴۰۴۴، ۴۰۴۵، ۴۰۴۶، سنن سعید بن منصور: ۱۴۴، ۱۴۱۔

کتاب الآثار رواية الامام محمد: ۶۹۶ باب من مات ولم يترك وارثا مسلما، جامع المسانید

للخوارزمی: ج ۲ ص ۴۴۲ ح ۱۷۷، مصنف عبدالرزاق: ۹۸۵۶، ۹۸۶۴، سنن الدارمی: ۴۰۴۴، ۴۰۴۵، ۴۰۴۶۔

سنن سعید بن منصور: ۱۴۴، ۱۴۱، سنن الدارمی: ۴۰۴۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه الثوري في الفرائض ص ۲۲ لم (ء) ومن طريقه الدارمي عن حماد عن ابراهيم

ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال اهل الشرك لا ترثهم ولا يرثوننا. واخرجه سعيد بن منصور

من طریق مغيرة عن ابراهيم قال قال عمر بن الخطاب لا نرث اهل الملل ولا يرثونا. واخرجه ابن ابی شيبۃ ۱۰۰۰ والدارمی من طریق عامر الشعبي عن عمر قال لا يتوارث اهل ملتین. لفظ الدارمی. واخرجه سعید بن منصور والدارمی من طریق عامر ایضاً ان المغيرة بنت الحارث توفيت باليمن وهي يهودية فركب الاشعث بن قيس وكانت عمته الى عمر في ميراثها فقال عمر ليس ذلك لك يرثها اقرب الناس منها من اهل دينها لا يتوارث ملتان.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور سب کافروں کی ایک ہی ملت ہے وہ اس پر ایک دوسرے کے وارث بنیں گے چاہے ان کے مذہب جدا کیوں نہ ہوں، عیسائی یہودی کا وارث بنے گا یہودی مجوسی کا وارث بنے گا مگر مسلمان ان کا وارث نہیں بنے گا نہ وہ مسلمانوں کے وارث بنیں گے، یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ (کتاب الآثار وایۃ الامام محمد: ۶۹۶)

{عورت مر جائے اور اپنے مولیٰ، باپ اور بیٹے کو چھوڑ جائے پھر مولیٰ مرے اور مال چھوڑ جائے تو کیا حکم ہے؟}

۱۰۴۵. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ امْرَأَةً مَاتَتْ وَتَرَكَتْ مَوَالِي لَهَا وَتَرَكَتْ أَبَاهَا وَابْنَهَا ثُمَّ مَاتَ الْمَوْلَى فَقَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهَا الشُّدُسُ وَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِابْنِهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: عورت مر جائے اور اپنے مولیٰ، باپ اور بیٹے کو چھوڑ جائے پھر مولیٰ مر جائے (اور مال چھوڑ جائے) تو اس کے باپ کے لئے مال کا چھٹا حصہ اور باقی اس کے بیٹے کے لئے ہے۔

تخریج:

اس کی سند صحیح ہے۔

{دادیوں کی وراثت کے بارے میں سیدنا سعد بن مالک کا موقف}

۱۰۴۶. یُؤْسَفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ سَعْدَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يُؤْتِرُ بِرُكْعَةٍ وَاحِدَةٍ فَتَهَاةُ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهُ : أَنْتَ تُؤَرِّثُ الْجَدَّاتِ!! أَفَلَا تُؤَرِّثُ الْحَوَاءَ.

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ عنہ ایک رکعت وتر پڑھتے، پس سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے انہیں اس سے منع کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ خود ادایوں کو وارث قرار دیتے ہیں، تو آپ حضرت حواء رضی عنہا کو وارث کیوں نہیں قرار دیتے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

دیگر احادیث و آثار کے پیش نظر ”یوتر برکعة واحدة“ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ پہلی دو رکعتوں کے ساتھ ایک اور رکعت ملا کر (تین رکعتیں) پڑھتے تھے۔



۳۲۔ کِتَابُ الْاَدَابِ

آداب کا بیان

{ایک دفعہ سیدنا علیؑ نے کھڑے کھڑے پانی پیا}

۱۰۷۸۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ شَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ۔

امام ہشتم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے پانی اس حالت میں پیا کہ وہ کھڑے ہوئے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۶۱۵، سنن النسائی: ۱۳۰، سنن ابی داود: ۴۶۱۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۴۱۰۶، ۲۴۱۰۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۹۵، ۹۱۶، شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۲۱۰۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۸۴۲، مسند ابی یعلی الموصلی: ۴۹۹، السنن الکبری للبیہقی: ۳۵۵، ۱۴۶۴۲، معرفة السنن والآثار للبیہقی: ۱۴۲۵، الاحادیث المختارة للبقدسی: ۷۵۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔ (اخرجه البخاری من طریق مسعر عن عبد الملك بن ميسرة عن النزال عن علي رضي الله عنه... فذكره۔)

فائدہ:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کسی بھی شخص کو کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابی داود: ۳۷۱۷) یہ رسول اللہ ﷺ کی تلقین ہے، پانی حتی الامکان بیٹھ کر ہی پینا چاہیے۔ یہ نبی تڑپ ہی ہے اور کھڑے ہو کر پینے کو معمول نہیں بنانا چاہیے۔

اس موضوع میں کئی احادیث آئی ہیں ان تمام کو پیش نظر رکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اسلام آرام سے بیٹھ کر پینے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا معمول بھی یہی تھا البتہ کبھی کبھار یا کسی عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر پی لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، جیسے مذکورہ بالا روایت سے واضح ہوتا ہے لیکن اسے معمول نہیں بنایا جاسکتا۔

{ رسول اللہ ﷺ کی دستار مبارک کا بیان }

۱۰۷۹. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِهِ أَنَّ جَبْرِيلَ أَمَّا النَّبِيَّ ﷺ فَعَبَّاهُ بِعِمَامَةٍ سَوْدَاءَ وَأَسَدَلَهَا مِنْ خَلْفِهِ.

۱۰۸۰. قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِهِ أَنَّ جَبْرِيلَ أَمَّا النَّبِيَّ ﷺ مُعْتَمًا بِعِمَامَةٍ قَدْ أَسَدَلَهَا خَلْفَهُ.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اپنے بعض اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ باندھا اور پچھلی جانب (چار انگلیوں کے برابر یا اس کے قریب قریب مقدار میں) شملہ لٹکایا۔

فوائد و مسائل:

- ۱۔ یہ روایت مرسل ہے مگر آنحضرت ﷺ کا اپنے سر مبارک پر سیاہ عمامہ باندھنا متعدد متصل احادیث سے ثابت ہے، چنانچہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔ (صحیح مسلم: ۱۳۵۸، سنن ابن ماجہ: ۲۸۲۲)
- ۲۔ عمامہ باندھنا سنت مطہرہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے عمامہ خود بھی پہنا ہے اور اس کی تعریف بھی فرمائی ہے اور اس کے باندھنے کی ترغیب بھی دی ہے۔
- ۳۔ عمامہ زعفران کے رنگ والا تو نہیں پہننا چاہیے، باقی کسی بھی رنگ کا جائز ہے، البتہ حضور ﷺ نے سیاہ رنگ کا عمامہ بھی پہنا ہے اور سفید رنگ کی تو تعریف فرمائی ہے۔
- ۴۔ حضرت پاک ﷺ نے عمامہ لمبا بھی استعمال فرمایا ہے اور چھوٹا بھی۔ لمبا عمامہ بارہ ہاتھ کا ہوتا تھا اور چھوٹا عمامہ مبارک چھ یا سات ہاتھ کا ہوتا تھا۔
- ۵۔ حضرت پاک ﷺ کی عادت شریفہ شملہ کے بارے میں مختلف رہی ہے۔ شملہ چھوڑنے کا معمول اکثر تھا حتیٰ کہ بعض اہل علم نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ بغیر شملہ کے عمامہ باندھنا ثابت ہی نہیں لیکن تحقیق کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے شملہ کے بغیر بھی باندھ لیتے تھے۔

پھر شملہ چھوڑنے میں بھی معمول مختلف رہا ہے، کبھی آگے دائیں جانب، کبھی پیچھے دونوں مونڈھوں کے درمیان شملہ چھوڑ دیتے تھے اور کبھی عمامہ کے دونوں سرے شملہ کے طریقے پر چھوڑ دیتے تھے۔ علامہ مناوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ثابت اگرچہ یہ سب صورتیں ہیں لیکن ان میں افضل اور زیادہ صحیح پچھلی جانب دونوں مونڈھوں کے درمیان شملہ چھوڑ دینا ہے۔ (حاشیہ جمع الوسائل للمناوی: ج ۱ ص ۲۰۶)

۵۔ پیچھے کی طرف لٹکنے والے شملہ کی حد یہ ہے کہ وہ نصف کمر تک ہو، اس سے نیچے نہ ہو اور خاص بات یہ ہے کہ عمامہ کو بغرض عجب اور تکبر باندھنا کہ دوسروں کو حقیر جانے یہ برگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین

{امام شعبیؒ نے فرمایا: جس غلام یا کنیز کو میں نے کبھی لعن طعن کیا ہو وہ آزاد ہے}

۱۰۸۱۔ یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي هِنْدٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَامِرٍ اصْحَبِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي سَفِينَةٍ إِلَى وَاسِطٍ فَجَعَلَ يَلْعَنُ غَلَامَهُ فَتَنَاهَا عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ إِنِّي أَرَاكَ كَثِيرَ اللَّعْنِ لِعِلْمَانِكَ أَوْ خَدَمِكَ، فَقَالَ عَامِرٌ كُلُّ مَمْلُوكٍ أَوْ مَمْلُوكَةٍ لَعْنَتُهُ قَطُّ فَهُوَ حُرٌّ لِرُؤْيَاهُ اللَّهَ.

امام ابو ہند (حارث بن عبد الرحمن ہمدانی دالانی) رحمہ اللہ عامر (شعبی) رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ عامر (شعبی) رحمہ اللہ کشتی میں واسط کی طرف ایک سفر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہے، پس یہ اپنے ایک غلام کو لعن طعن کرنے لگے تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو اس سے منع کر دیا اور فرمایا کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم اپنے غلاموں یا خادموں کو بہت زیادہ لعن طعن کرنے والے ہوں اس پر امام عامر رحمہ اللہ نے کہا کہ بروہ غلام یا کنیز جسے میں نے کبھی لعن طعن کیا ہو وہ اللہ کی رضا کے لیے آزاد ہے۔

تحقیق:

حسن ہے۔

{کسی عورت کا حسن و جمال تعجب میں ڈال دے تو اس کے عیوب کو یاد کرو}

۱۰۸۲۔ یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا رَأَيْتَ الْمَرْأَةَ فَأَعْجَبَتْكَ فَإِذَا كُرَّ مَنَاتِنَهَا.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: جب تم کسی عورت دیکھو اور وہ (یعنی اس کا حسن و جمال) تمہیں تعجب میں ڈال دے تو اس کے عیوب کو یاد کرو۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ ایک عورت کا لمبا سفر طے کر کے امام مخفی رحمہ اللہ سے مسئلہ دریافت کرنا }

۱۰۸۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْهُ مِنْ دِيرِ هِنْدَ تَسْتَفْتِيهِ فَعَجِبَ مِنْ ذَلِكَ.

امام حماد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام ابراہیم مخفی رحمہ اللہ کے پاس ایک عورت دیر ہند (دمشق کی بستیوں میں سے ایک بستی کا نام ہے) سے مسئلہ دریافت کرنے کیلئے آئی تو وہ اس پر حیران ہوئے۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

{ عورت کو ٹھگنی اور چھوٹی کہا تو نبی کریم ﷺ نے اس سے معافی مانگنے کا حکم دیا }

۱۰۸۴. قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ أَنَّ امْرَأَةً دَخَلَتْ عَلَى نَبِيِّ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا خَرَجَتْ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهَا قَصِيرَةٌ! فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ تَحَلَّى.

امام ہشتم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور جب وہ جانے لگی تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ (کس قدر) ٹھگنی اور چھوٹی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ (اٹھئے اور) اس سے معافی مانگئے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۶۱۳، الجامع لابن وہب: ۵۵۴، الکفایہ فی علم الروایۃ للخطیب البغدادی: ج ۱ ص ۴۰ باب وجوب تعریف المرء کی ماعندہ من حال المسؤل عنہ، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۵۰۴۹، شعب الایمان للبیہقی: ۶۳۴۳، ۶۳۴۴۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (واخرجه الامام احمد بن حنبل والخطیب البغدادی من طریق سفیان عن علی بن الاقرع عن ابی حذیفہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا.... الحدیث.)

{ ایک شخص کا امام معصی کی فیبت کرنا اور امام معصی کا اس پر اشعار پڑھنا }

۱۰۸۵. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي هِنْدَ عَنْ عَامِرٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا إِلَى أُسْطُوَانَةٍ وَرَجُلٍ

خَلْفَهُ يَقَعُ فِيهِ فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ عَامِرٌ فَقَالَ: هَبْنِيئًا مَرِيئًا غَيْرَ دَاءٍ مُخَامِرٍ..... لِعِزَّةٍ مِنْ أَعْرَاضِنَا مَا اسْتَحَلَّتْ.

ابوہند (حارث بن عبدالرحمن ہمدانی دالانی) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ ایک ستون کی طرف منہ کر کے بیٹھے ہوئے تھے اور ایک آدمی ان کی غیبت کر رہا تھا اس پر عامر رحمہ اللہ نے یہ شعر پڑھا: ”بالکل ٹھیک ہیں، خوشحال ہیں اور کسی بیماری کا شکار بھی نہیں، پھر بھی وہ ہماری عزتوں کو اچھالتے ہیں۔“

تحقیق:

حسن ہے۔ (واخرجه ابن ابی شیبہ (۲۶۰۵۰) من طریق حسین بن علی عن ابن ابیجر عن عامر... فذکرہ۔)

{والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر جہاد پر جانا رسول اکرم ﷺ کو پسند نہیں ہے}

۱۰۸۶. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوقَةَ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ إِنِّي أَتَيْتُكَ لِأُجَاهِدَ مَعَكَ وَتَرَكْتُ وَالِدَيْ يَبْكِيَانِ قَالَ انْطَلِقْ فَأُصْحِكُهُمَا كَمَا أَبْكَيْتَهُمَا.

محمد بن سوقہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ کے ساتھ مل کر جہاد کرنے حاضر ہوں میں نے اپنے والدین کو روتا چھوڑ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”واپس جا کر انہیں اسی طرح ہنساؤ (خوش کرو) جس طرح انہیں رلایا ہے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۸۳ باب صلوۃ الرحمہ وبراہ الوالدین، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۲۸۸ ح ۱۶۵۰۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (اخرجه البخاری من طریق ابی حنیفہ عن محمد بن شوکہ عن ابی قیس البجلی مولی جریر بن عبداللہ البجلی ان رجلا... فذکرہ. وفي الباب عن عبدالله بن عمرو عند احمد (۶۴۹۰) والبخاری (۲۰۰۴) ومسلم (۲۵۴۹).)

فوائد و مسائل:

۱۔ والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں نہیں جانا چاہیے الا یہ کہ مسلمان اس کے لئے مضطر ہوں تو اگر ایسے شدید اضطراری حالات ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ (کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۸۳)

۲۔ والدین کو پریشان اور ملکین کرنے سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

۳۔ والدین کو پریشان کرنے کا کفارہ یہ ہے کہ ایسا کام کیا جائے جس سے وہ خوش ہو جائیں۔

{ بچوں والی نماز کی پابند عورتوں کا اپنے خاوندوں سے نامناسب سلوک نہ ہو تو جنت میں داخل ہو جائیں }

۱۰۹۷. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَيُّوبَ الطَّائِي قَالَ أَرَاهُ عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ النَّبِيَّ ﷺ وَهِيَ حُبْلَى تَحْمِلُ مَعَهَا صَبِيًّا رَضِيعًا وَمَعَهَا صَبِيٌّ فَطَيْمٌ تَمَسَّكَ بِبَيْدِهَا يَمْنَى مَعَهَا قَالَ فَمَسَّأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهَا ثُمَّ قَالَ حَامِلَاتُ رَحِمَاتٍ بِأَوْلَادِهِنَّ وَلَوْلَا مَا يَصْنَعْنَ بِأَزْوَاجِهِنَّ دَخَلْنَ مُصَلِّيَاتُهُنَّ الْجَنَّةَ.

امام مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ حاملہ تھی اور اس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے۔ ایک دودھ پیتا بچہ تھا جسے اس نے (گود میں) اٹھایا ہوا تھا اور دوسرا بچہ فطیم (یعنی اس نے دودھ چھوڑا ہوا) تھا جسے وہ اپنے ہاتھ سے پکڑی ہوئی تھی اور وہ اس کے ساتھ چلتا تھا۔ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ اس دن اس خاتون نے جس چیز کا بھی رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا آپ ﷺ نے اس کو دے دی اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”(یہ عورتیں بچوں کو) اٹھانے والیاں، جننے والیاں اور اپنی اولاد پر رحم کرنے والی ہوتی ہیں، اگر ان کا اپنے خاوندوں سے نامناسب سلوک نہ ہوتا تو ان میں سے جو نماز کی پابند ہیں، وہ جنت میں داخل ہو جائیں۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی داؤد الطیالسی: ۱۳۲۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۲۱۷۳، ۲۲۲۱۹، ۲۲۳۱۱، سنن ابن ماجہ: ۲۰۱۳، مسند الرویانی: ۱۲۵۶، المعجم الاوسط للطبرانی: ۲۱۱، المعجم الصغیر للطبرانی: ۸۹۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۹۸۵، ۷۹۸۶، ۷۹۸۹، المسند رک علی الصحیحین للحاکم: ۷۳۳۱، ۷۳۳۲، شعب الایمان للبیہقی: ۸۳۲۴، ۸۳۲۵۔

تحقیق:

صحیح، مرسل مقصد ہے۔

{ شادی کے نتیجے میں عائد ہونے والی ذمہ داریاں سن کر خاتون نے شادی سے انکار کر دیا }

۱۰۵۸. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ زِيَادٍ الْجَزَرِيِّ أَنَّ امْرَأَةً خُطِبَتْ إِلَى أَبِيهَا فَقَالَتْ: مَا أَنَا بِالَّذِي أَتَزَوَّجُ حَتَّى آتِيَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَسْأَلَهُ عَنْ حَقِّ الزَّوْجِ عَلَى زَوْجَتِهِ قَالَ فَأَتَتْهُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى الْمَرْأَةِ؟ قَالَ إِنْ خَرَجَتْ مِنْ بَيْتِهِ مِنْ غَيْرِ إِذْنِهِ لَمْ يَزِلَّ اللَّهُ يَلْعَنُهَا وَالْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ الْأَمِينُ وَخَزَنَةُ دَارِ الرَّحْمَةِ وَخَزَنَةُ دَارِ الْعَذَابِ حَتَّى تَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى زَوْجَتِهِ؟ قَالَ إِنْ دَعَاها وَهِيَ عَلَى ظَهْرِ قَتَبٍ لَمْ يَكُنْ لَهَا أَنْ تَمْنَعَهُ ثُمَّ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا حَقُّ الزَّوْجِ عَلَى زَوْجَتِهِ؟ قَالَ تُرْضِيهِ إِذَا غَضِبَ قَالَ رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ ظَالِمًا، قَالَ وَإِنْ كَانَ ظَالِمًا، قَالَتِ الْمَرْأَةُ مَا أَنَا بِالَّذِي أَتَزَوَّجُ بَعْدَ مَا أَسْمَعُ.

امام حکم بن زیاد جزری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک عورت کے لئے اس کے والد کے پاس پیغام نکاح بھیجا گیا اس عورت نے کہا میں اس وقت تک شادی نہیں کروں گی جب تک نبی کریم ﷺ سے ملاقات کر کے یہ معلوم نہ کر لوں کہ اپنی بیوی پر شوہر کا کیا حق ہے؟ پس وہ عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! اپنی بیوی پر شوہر کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”عورت شوہر کے گھر سے اگر اس کی اجازت کے بغیر نکلتی ہے تو اللہ تعالیٰ، فرشتے، جریل علیہ السلام، رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے اس پر اس وقت تک لعنت بھیجتے رہتے ہیں جب تک وہ گھر واپس نہ آ جائے۔“ اس عورت نے عرض کیا: شوہر کا بیوی پر اور کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر وہ اس سے اس کی (صحبت) کی خواہش کا اظہار کرے اور وہ کجبارہ پر سوار ہو تو بھی اسے یہ حق نہیں کہ اسے منع کرے۔“ اس عورت نے عرض کیا: شوہر کا بیوی پر اور کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اگر وہ ناراض ہو تو یہ اسے راضی کرے۔“ لوگوں میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ خواہ مرد ظالم کیوں نہ ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مرد چاہے ظالم کیوں نہ ہو۔“ اس عورت نے کہا: یہ سب سننے کے بعد تو میں ہرگز شادی نہیں کروں گی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار روایۃ الامام محمد: ۴۴۶ باب تزوج الکفاء وحق الزوج علی زوجہ، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲

ص ۱۳۲ ج ۸ ص ۱۲۷۸۔

{اگر اللہ کے سوا کسی کے لیے سجدہ جائز ہوتا تو عورت کو حکم دیا جاتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کیا کرے}

۱۰۸۹. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ قَالَ قَالَ بَلَّغْنِي أَنَّ أَعْرَابِيًّا قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَلَا تُسْجُدُ لَكَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ وَلَوْ كُنْتُ أَمْرًا أَحَدًا بِالشُّجُودِ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا میں آپ کو سجدہ نہ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کسی شخص کیلئے بھی یہ مناسب نہیں کہ وہ (اللہ کے سوا) کسی کے لیے سجدہ کرے، اگر میں کسی کو (اللہ کے سوا) کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا ہوں کہ اپنے خاوند کو سجدہ کیا کرے۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۱۳۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۴۰۳، سنن الدارمی: ۱۵۰۵، سنن ابن ماجہ: ۱۸۵۲، سنن الترمذی: ۱۱۵۹، مسند البزار: ۳۷۴۷، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۱۰۲، مسند الرویانی: ۳۷، صحیح ابن حبان: ۴۱۶۲، المعجم الاوسط للطبرانی: ۹۱۸۹، المعجم الکبیر للطبرانی: ۵۱۱۶، ۵۱۱۷، ۶۵۹۰، ۷۲۹۴، ۱۲۰۰۳، ۶۶۰، ۹۰، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۲۷۶۸، ۷۳۲۳، مسند البزار: ۴۳۱۸، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۳۳۸۵، ۱۳۷۰۳، ۱۳۷۱۱، السنن الصغیر للبیہقی: ۲۵۹۸، شرح السنۃ للبخاری: ۲۳۲۹، الاحادیث المختارة للمقدسی: ۲۱۳۰، ۲۰۱، موارد النظم آن الی زوائد ابن حبان: ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۷۱۳۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۴۰۳، سنن الدارمی: ۱۵۰۵، سنن ابن ماجہ: ۱۸۵۲، سنن الترمذی: ۱۱۵۹، مسند البزار: ۳۷۴۷، السنن الکبریٰ للنسائی: ۹۱۰۲، مسند الرویانی: ۳۷، صحیح ابن حبان: ۴۱۶۲۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فوائد و مسائل:

۱۔ عبادت کے طور پر مخلوق میں سے کسی کو سجدہ کرنا کفر ہے۔ احترام کے طور پر سجدہ کرنا سابقہ شریعتوں میں جائز تھا، ہماری شریعت میں یہ بھی حرام ہے۔

- ۲۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم بزرگوں کو سجدہ نہیں کرتے بلکہ ان کے قدم چومتے ہیں، یا کسی کو راضی کرنے کے لیے اس کے پاؤں پڑ جاتے ہیں، اس کے قدموں میں گر جاتے ہیں، یہ بھی سجدہ ہے۔ نام بدل لینے سے حرام کام حلال نہیں ہو جاتا۔
- ۳۔ یہود و نصاریٰ کے رسم و رواج اور آداب اختیار کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ ان کے ایسے اعمال کا تعلق بالعموم ان کے غلط عقائد سے ہوتا ہے اگرچہ ہمارے لیے وہ تعلق اس قدر واضح نہ ہو۔ دوسری غیر مسلم اقوام، مثلاً ہندو، سکھ، پارسی، مرزائی، اثنا عشری شیعہ اور بدھ وغیرہ کے رسم و رواج کا بھی یہی حکم ہے۔
- ۴۔ خاوند کا حق بہت زیادہ ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ بیوی کے حقوق فراموش کر دیے جائیں، جیسے والدین کا حق بہت زیادہ ہے لیکن اولاد کے حقوق بھی پیش نظر رہنے چاہئیں۔
- ۵۔ نکاح کا ایک بڑا مقصد عصمت و عفت کی حفاظت ہے، اس لیے عورت کو مرد کی جنسی خواہش پوری کرنے میں پس و پیش نہیں کرنا چاہیے۔ مرد کو بھی چاہیے کہ جب محسوس ہو کہ عورت مقاربت کی خواہش رکھتی ہے تو اس کا یہ حق ادا کرے۔
- حدیث میں عورت کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ عام طور پر تکلف کا اظہار عورت ہی کی طرف سے ہوتا ہے، اس کے برعکس صورت شاذ و نادر ہے۔
- ۶۔ عورت کو چاہیے کہ مرد کا احترام ملحوظ رکھے۔

{ اہل کتاب کو سلام کرنا }

۱۰۹۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ صَحِبَ نَضْرَانِيًّا فِي طَرِيقٍ فَذَهَبَ النَّضْرَانِيُّ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقِيلَ لَهُ لِمَ فَعَلْتَ؟ قَالَ لِحَقِّ الصُّعْبَةِ.

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک راستے میں نصرانی کے ساتھ رہے، پس جب وہ نصرانی جانے (جدا ہونے) لگا تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے سلام کہا، پھر سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں نہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: حق صحبت کے لیے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه عبدالرزاق (۹۸۴) من طریق منصور عن ابراہیم عن علقمة عن عبداللہ... فذکرہ.)

{ ایک مجاہد کے زخمی ہاتھ دیکھ کر سیدنا عمرؓ پر رقت طاری ہو گئی }

۱۰۹۱. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرَّ بِرَجُلٍ

وَهُوَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ وَعُمَرُ يَقُومُ عَلَى النَّاسِ وَهُمْ يَأْكُلُونَ فَقَالَ لَهُ كُلْ بِيَمِينِكَ يَا عَبْدَ اللَّهِ قَالَ
إِنِّهَا مَشْغُولَةٌ ثُمَّ مَرَّ بِهِ الثَّانِيَةَ فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ مَرَّ بِهِ الثَّالِثَةَ فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ فَقَالَ
شُغْلٌ مَاذَا؟ قَالَ قُطِعَتْ يَوْمَ مُوْتَةٍ قَالَ فَفَزِعَ عُمَرُ لَذَلِكَ فَقَالَ مَنْ يَغْسِلُ ثِيَابَكَ؟ مَنْ يَدْهِنُ
رَأْسَكَ؟ مَنْ يَقُومُ عَلَيْكَ؟ قَالَ فَعَدَّدَ عَلَيْهِ بِمِثْلِ هَذَا، ثُمَّ أَمَرَهُ بِجَارِيَةٍ وَرَاحِلَةٍ طَعَامٍ وَنَفَقَةٍ
قَالَ قَالَ النَّاسُ جَزَى اللَّهُ عُمَرَ عَنْ رَعِيَّتِهِ خَيْرًا.

امام علی بن اقر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں لوگوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے اور ہاتھ میں عصا لے کر ان کی دھک بھال کیا کرتے تھے، چنانچہ) ایک دفعہ لوگ کھانا کھا رہے تھے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کی دیکھ بھال کر رہے تھے، پس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک شخص کے پاس سے گذر ہوا جو بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: اے اللہ کے بندے دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اس نے کہا اے اللہ کے بندے یہ مشغول ہے (یعنی کام نہیں کرتا)، پھر دوسری مرتبہ گزر ہوا تو آپ نے پھر یہی کہا، پھر تیسری مرتبہ گزر ہوا تو پھر یہی کہا اور فرمایا: اس کا شغل کیا ہے (یعنی یہ کام نہیں کرتا ہے)؟ اس شخص نے عرض کیا کہ غزوہ موتہ میں اسے حادثہ پیش آ گیا تھا۔ پس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر خوفزدہ ہو گئے اور کہنے لگے: تمہارے کپڑے کون دھوتا ہوگا؟ تمہارے سر کو تیل کون لگاتا ہوں؟ اور تمہاری دیکھ بھال کون کرتا ہوگا؟ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو ایک لونڈی، ایک سواری، کھانے پینے کا سامان اور نفقہ دینے کا حکم دیا۔ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ (یہ سب دیکھ کر) لوگ کہنے لگے: کہ رعایا کے معاملات کا اہتمام کرنے پر اللہ عمر کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۸۷۸ باب فضائل اصحاب النبی ﷺ، جامع المسانید للخوازمی: ج ۲ ص ۲۹۵ ج ۱۶۵۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (واخرجه الخوارزمی عن ابی حنیفۃ عن علی بن الاکثر عن عبداللہ بن ابی اوفی ان عمر بن الخطاب..... فذکرہ۔)

{سیدنا ابو عبیدہ اور سیدنا عمرؓ کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے ایک دوسرے کو گلے لگالیا}

۱۰۹۲. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْفَمِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَدِمَ الشَّامَ

فَخَرَجَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَتَلَقَّاهُ، فَلَمَّا التَّقِيَا اعْتَنَقَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ.

امام بیہم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دمشق تشریف لائے تو سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ان کی طرف نکلے اور جب دونوں ملے تو ان میں سے ہر ایک نے اپنے ساتھی کو گلے لگایا۔

{ تصاویر کے احکام }

۱۰۹۳. قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عُلِقَ فِي بَيْتِ النَّبِيِّ ﷺ سِتْرًا فِيهِ تَمَائِيلُ فَأَبْطَأَ عَنْهُ جَبْرِيلُ ثُمَّ أَتَاهُ فَقَالَ مَا بَطَأَكَ عَنِّي؟ قَالَ إِنَّمَا نَدَخُلُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ وَلَا تَمَائِيلُ فَأَبْطَأَ هَذَا السِّتْرَ وَأَقْطَعُوا رَأْسَ التَّمَائِيلِ وَأَخْرَجُوا هَذَا الْكَلْبَ.

ابو اسحاق سے مروی ہے کہ ایک دفعہ نبی ﷺ کے دولت کدہ پر ایسا پردہ لٹکایا گیا جس میں کچھ تصاویر تھیں، (انہیں دیکھ کر) جبریل علیہ السلام نے حاضر ہونے میں تاخیر کر دی، جب وہ آئے تو نبی ﷺ نے ان سے تاخیر سے آنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ ہم کسی ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتاب یا تصویریں ہوں، اس لیے اس پردہ کا بستر بنا لیجئے، ان تصویروں کے سر اتار دیجئے اور اس کتے کو نکال دیجئے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی حنیفہ روایۃ الحاکمی: ۴۳۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۹۹۵۳، ۲۵۱۹۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۶۰۸، سنن الدارمی: ۲۷۰۵، سنن ابن ماجہ: ۳۶۵۰، مسند البزار: ۸۸۳، مسند ابی یعلیٰ الوصلی: ۶۲۶، شرح معانی الآثار للطحاوی: ۶۹۱۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه الحاکفی عن ابی حنیفہ عن ابی اسحاق عن عاصم بن ضمرہ عن علی کرم اللہ وجہہ... فذکرہ۔ وللحدیث طرق اخری)

۱۰۹۴. يُونُسُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ الْهَيْثَمِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ.

ایک دوسرے طریق سے بھی یہ حدیث نبی کریم ﷺ سے اسی طرح مروی ہے۔

{ تصاویر کے احکام }

۱۰۹۵. قَالَ حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَ جَبْرِيلُ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَتَيْتُكَ الْبَارِحَةَ فَلَمْ يَمْنَعْنِي مِنَ الدُّخُولِ عَلَيْكَ إِلَّا هَذَا السِّتْرَ الَّذِي فِيهِ تَمَائِيلٌ وَالْأَمْرُ هَذَا

التَّمَثَالُ الَّذِي فِي الْبَابِ فَأُخْرِجُوا هَذَا الْكَلْبَ وَاجْعَلُوا هَذَا السِّتْرَ وَسَادَتَيْنِ تُؤْطَانِ وَاقْطَعُوا رَأْسَ التَّمَثَالِ فِي هَذَا الْبَابِ فَيَكُونُ بِمَنْزِلَةِ الشَّجَرَةِ قَالَ فَفَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ ذَلِكَ، وَكَانَ الْكَلْبُ لَصِيبِي.

حضرت امام مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں گزشتہ رات آپ کے ہاں آیا تھا مگر اندر آنے سے میرے لیے یہ امر مانع تھا کہ (آپ کے گھر کے) دروازے پر تصویریں تھیں اور گھر میں تصویروں والا پردہ تھا، اس کتے کو گھر سے نکال دیجئے اور پردے کو کاٹ کر دو ٹکے بنا لیجئے جو پھینکے جائیں اور پاؤں سے روندے جائیں اور ان تصویروں کے سر کاٹ دیجئے یہ درخت کی مانند ہو جائیں گی۔ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ پس نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا اور کتا ایک بچے (سیدنا حسن رضی اللہ عنہ یا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ) کا تھا (جوان کے تحت کے نیچے تھا)۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

سنن ابی داؤد ۴۱۵۸، سنن الترمذی ۲۸۰۶، صحیح ابن حبان: ۵۸۵۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۴۵۷۶، سنن الصغیر للبیہقی: ۲۵۸۹، شعب الایمان للبیہقی: ۵۹۰۱، شرح السنۃ للبخاری: ۳۲۲۳، موارد النظم آن الی زوائد ابن حبان: ۱۴۸۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه ابو داود وغیره من طریق یونس بن ابی اسحاق عن مجاهد قال حدثنا ابو هريرة قال قال رسول الله ﷺ اتاني جبريل عليه السلام فقال لي اتيتك البارحة.... فذكره.)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ جس گھر میں کتا یا تصویریں ہوں ان میں ”ملائکہ کے داخل نہ ہونے سے مراد“ رحمت کے فرشتے ہیں۔ باقی رہے کرانا کاتبین تو وہ انسان سے جدا نہیں ہوتے۔
- ۲۔ تصاویر بنانا اور تصاویر کو گھروں میں لگانا حرام ہے چاہے وہ تصاویر مجسم اور سایہ دار ہوں یا غیر مجسم ہوں اور سایہ دار نہ ہوں۔ نیز یہ تصاویر ہاتھ سے بنائی گئی ہوں یا کمرہ وغیرہ سے بنائی گئی ہوں بہر حال حرام ہیں۔
- ۳۔ کتے سے مراد عام کتا ہے نہ کہ شکاری یا حفاظت والا، کیونکہ یہ جائز ہیں۔

اسلام میں تصویر کا حکم:

آج کل مذہبی حلقوں میں تصویر کے حکم پر کافی بحث مباحثہ چل رہا ہے اور بعض حضرات کی طرف سے یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ مطلقاً تصویر کے جواز کے قائل ہیں حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ تصویر کے

متعلقہ حضرت مفتی صاحب حفظہ اللہ کا تفصیلی مؤقف حاضر خدمت ہے۔ حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

آج کے دور میں ”تصاویر“ کا رواج ہر جگہ عام ہو چکا ہے۔ (لہذا ہم یہاں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کریں گے) چنانچہ سب سے پہلے ہم ان احادیث کو ذکر کریں گے جن میں تصاویر کی ممانعت وارد ہوئی ہے اور اس کے بعد اس کے بارے میں فقہاء کے مذاہب ذکر کریں گے۔

احادیث میں تصاویر کی ممانعت:

جن احادیث میں تصاویر کی ممانعت وارد ہوئی ہے، وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱). عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ: ان الذین یصنعون هذه الصور یعذبون یوم القیامة یقال لہم: احيوا ما خلقتکم۔

(صحیح بخاری، باب عذاب المصورین و مسلم ایضاً)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ تصاویر بناتے ہیں قیامت کے روز ان کو عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے اس کو زندہ کرو۔

(۲). عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان من اشد الہناس عذاباً یوم القیامة المصورون۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو دیا جائے گا۔

(۳). قال ابو زرعة: دخلت مع ابی ہریرۃ فی دار مروان فرأی فیہا التماویر فقال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: قال اللہ عز وجل: ومن اظلم ممن ذهب یخلق خلقاً کخلقی فلیخلقوا ذرۃ و لیخلقوا حبة و لیخلقوا شعیرۃ۔ (صحیح بخاری، باب نقض الصور، صحیح مسلم ایضاً)

حضرت ابو زرعة فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مروان کے گھر میں داخل ہوا، انہوں نے اس گھر میں تصاویر دیکھیں تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو میرے پیدا کرنے کی طرح پیدا کرتا ہے پس اے کو تو چاہیے کہ وہ ذرہ پیدا کر کے دکھائے اور دانہ پیدا کر کے دکھائے اور جو پیدا کر کے دکھائے۔

(۴). عن ابی طلحۃ رضی اللہ عنہ یقول: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: لا تدخل الملائکۃ بیتاً فیہ کلب ولا صورۃ۔ (صحیح مسلم، کتاب اللباس و الزینۃ، باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتاب یا تصویر ہو۔

۵. عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ تماثیل او تصاویر. (صحیح مسلم ایضاً)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں مجسمے یا تصاویر ہوں۔

۶. عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قال: سمعت محمداً ﷺ یقول: من صور صورة فی الدنیا کلف یوم القیامۃ ان ینفخ الروح ولیس ینافخ. (صحیح بخاری، باب من صور صورة... الخ)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں کوئی تصویر بنائے گا تو قیامت کے روز اس کو اس بات کا مکلف کیا جائے گا کہ وہ اس کے اندر روح ڈالے اور وہ اس کے اندر روح نہیں ڈال سکے گا۔

(۷). قال سعید بن ابی الحسن: کنت عند ابن عباس اذ جاءه رجل فقال: یا ابن عباس! انی رجل انما معیشتی من صنعة یدی وانی اصنع هذه التصاویر. فقال ابن عباس: لا احدثک الا ما سمعته یقول: من صور صورة فان الله معذبه حتی ینفخ فیها الروح ولیس ینافخ فیها ابداً. فربما الرجل رهوة شیدة واصفر وجهه، فقال: ویحک ان ابیت الا ان تصنع فعلیک بهذا الشجر، کل شیء لیس فیہ روح. (صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب بیع التصویر)

حضرت سعید بن ابی الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا، اتنے میں ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آکر کہا کہ اے ابن عباس! میری معیشت کا مدار میرے ہاتھ کی صنعت پر ہے اور میں یہ تصاویر بناتا ہوں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے وہ بات بیان کرتا ہوں جو جناب رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنی ہے، میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے کوئی تصویر بنائی تو اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دینے والے ہیں یہاں تک کہ وہ اس میں روح ڈال دے اور وہ شخص کبھی بھی اس میں روح نہیں ڈال سکے گا، یہ سن کر اس شخص نے ایک لمبی سانس لی اور اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ارے بھائی، اگر تو بنانا ہی چاہتا ہے تو اس درخت کی تصویر بنا اور ہر اس چیز کی تصویر بنا جس میں روح نہ ہو۔

(۸). عن ابی جحیفۃ رضی اللہ عنہ قال: ان البی ﷺ عن من الدھ و من الکلب و کسب البھی

ولعن آكل الربا وموكله والواشمة والمستوشمة والمصور.

(صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من لعن المصور)

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے خون کی قیمت لینے سے اور کتے کی قیمت لینے سے اور بدکاری کی کمائی سے منع فرمایا ہے، اور آپ نے سود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور ہاتھ میں گودنے والی اور گدوانے والی اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

۹. عن عائشة رضي الله عنها قالت: قدم رسول الله ﷺ من سفر وقد سترت سهوة لي بقرام فيه تماثيل فلما راه رسول الله ﷺ هتكه وقال: اشد الناس عذابا يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله. قالت: فقطعناه فجعلناه وسادة او وسادتين. (صحیح بخاری، باب ما وطئ من التصاوير)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ سفر سے تشریف لائے، میں نے روشندان پر ایک باریک پردہ ڈال دیا تھا جس پر تصاویر بنی ہوئی تھیں، جب حضور اقدس ﷺ نے اس پردے کو دیکھا تو آپ ﷺ نے اس کو پھاڑ دیا اور فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے عمل پیدائش کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم نے وہ پردہ کاٹ دیا اور اس سے ایک یادو کیے بنائے۔

(۱۰). عن عبد الله بن عمر قال وعد جبريل النبي ﷺ فراث عليه حتى اشتد على النبي ﷺ فخرج النبي ﷺ فلقية فشكا اليه ما وجد فقال: انا لا ندخل بيتا فيه صورة ولا كلب.

(صحیح بخاری، باب لا تدخل الملائكة بيتا فيه صورة)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور اقدس ﷺ سے وعدہ کر لیا، پس حضرت جبریل علیہ السلام نے آنے میں تاخیر کر دی، حضور اقدس ﷺ پر یہ بات شاق گزری، آپ ﷺ گھر سے باہر نکلے، وہاں حضرت جبریل علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی، آپ نے انتظار کی وجہ سے جو تکلیف ہوئی اس کی شکایت کی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا ہو۔

(۱۱). عن جابر رضي الله عنه قال: نهى رسول الله ﷺ الله ﷻ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عن الصورة في البيت ونهى ان يصنع ذلك.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے گھر میں تصویر رکھنے سے منع فرمایا

ہے اور تصویر بنانے سے منع فرمایا ہے۔

(۱۲). عن علی رضی اللہ عنہ انہ قال لا بی الہیاج الاسدی: الا ابعثک علی ما بعثنی علیہ رسول اللہ ﷺ ان لا تدع صورة الا طمسها ولا قبراً مشرفاً الا سويته. (مسلم: کتاب الجنائز، باب الامر بتسوية القبور. ترمذی: کتاب الجنائز حدیث نمبر ۱۰۴۹. وابو داود: کتاب الجنائز، حدیث نمبر ۴۲۱۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے حضرت ابوالہیاج الاسدی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے کام کی ترغیب نہ دوں جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ترغیب دی، وہ یہ کہ کسی تصویر کو نہ چھوڑو مگر یہ تم اس کو مٹا دو اور کوئی بلند قبر نہ چھوڑو مگر یہ کہ تم اس کو برابر کر دو۔

(۱۳). عن عبد اللہ بن نجی الحضرمی عن ابیہ عن علی رضی اللہ عنہم فی حدیث طویل عن رسول اللہ ﷺ انہ ذکر عن جریر علیہ اسلام انہ قال: انہا ثلاث لن یلج ملک ما داموا فیہا ابدًا واحد منها کلب او جنابة او صورة روح. (اخرجه احمد فی مسنده کما فی فتح الباری ۱۴: ۲۷۹. و اخرجه ایضاً النسائی وابن ماجہ مختصراً وسنده جید کما فی الفتح الربانی)

حضرت عبد اللہ بن نجی حضرمی اپنے والد سے اور وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جریر ایل علیہ السلام نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جب تک وہ کسی جگہ پر ہوں، فرشتے اس جگہ داخل نہیں ہوتے، ان میں سے ایک کتا، دوسرے ناپاکی کی حالت والا، تیسرے جاندار کی تصویر۔

(۱۴). عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت لما اشتکی النبی ﷺ ذکر بعض نساء کنیسۃ یقال لہا ماریۃ وکانت ام سلمۃ او ام حبیبۃ اتتا روض الحبشة فذکرنا من حسنہا وتساویر فیہا فرفع رأسہ فقال: اولئک اذا مات فیہم الرجل الصالح بنوا علی قبرۃ مسجدًا ثم صوروا فیہ تلك الصور. اولئک شرار خلق اللہ. (اخرجه البخاری ومسلم والنسائی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو بعض خواتین نے نصاریٰ کے کنیسہ کا تذکرہ کیا جس کو ”ماریہ“ کہا جاتا تھا، حضرت ام سلمہ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ دونوں حبشہ سے آئی تھیں، اس لئے ان دونوں نے اس کنیسہ کے حسن اور اس کے اندر جو تصاویر ہیں ان کا ذکر کیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کسی نیک آدمی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کی قبر پر مسجد بنا دیتے ہیں اور پھر اس مسجد میں تصاویر بنا دیتے ہیں، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی

مخلوق میں بدترین لوگ ہیں۔

مندرجہ بالا چودہ احادیث مرفوع ہیں اور سب کی سب علی الاطلاق اس پر دلالت کر رہی ہیں کہ تصاویر ممنوع ہیں اور اس بارے میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ تصاویر جسم والی ہوں یا وہ تصاویر کپڑوں پر یا کاغذ وغیرہ پر بنائی گئی ہوں۔

تصویر کے بارے میں صحابہ کرامؓ کے اقوال اور ان کا تعامل:

اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے بہت سے ایسے آثار وارد ہوئے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ حضرات بھی تصویر کو مطلقاً حرام قرار دیتے ہیں۔ ان آثار میں سے چند آثار مندرجہ ذیل ہیں:

(۱). عن عمر رضی اللہ عنہ انه قال للنصارى: انا لا ندخل كنائسكم من اجل التماثيل التي فيها الصور. (ذکرہ البخاری تعلیقاً فی کتاب الصلاة، باب الصلاة فی البیعة)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے نصاریٰ سے فرمایا کہ ہم تمہارے عبادت خانوں میں ان مجسموں کی وجہ سے داخل نہیں ہوتے جو کہ حقیقت میں تصاویر ہیں۔

عبدالرزاق نے اس اثر کو اسلم مولیٰ عمر کے طریق سے اس طرح نقل کیا ہے کہ:

لما قدم عمر الشام صنع له رجل من النصارى طعاما وكان من عظمائهم وقال: احب ان تمجیثنی وتكرمني فقال له عمر: انا لا ندخل كنائسكم من اجل الصور التي فيها يعني التماثيل.

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام میں تشریف لائے تو نصاریٰ کے ایک شخص نے آپ کیلئے کھانا تیار کیا، وہ شخص نصاریٰ کے بڑے لوگوں میں سے تھا، اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے یہاں تشریف لائیں اور مجھے عزت بخشیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ ہم تمہارے عبادت خانوں میں ان تصاویر یعنی مجسموں کی وجہ سے داخل نہیں ہوتے جو اس میں موجود ہوتی ہیں۔

(۲). عن علي رضي الله عنه انه بعث ابا الهياج الاسدي وقال له: الا ابعثك علي ما بعثني عليه رسول الله ﷺ ان لا تدع صورة الا طمسها.... الخ.

(یہ اثر اور اس کا ترجمہ اوپر نمبر ۱۲ میں گزر چکا ہے۔)

(۳). عن ابن مسعود رضي الله عنه انه رأى صورة في البيت فرجع.

(بخاری، کتاب النکاح، باب هل يرجع اذا رأى منكراً)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے گھر میں تصویر دیکھی تو واپس چلے گئے (اور گھر کے اندر داخل نہیں ہوئے)۔

(۴) عن ابی مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ ان رجلا صنع له طعاما فدعاہ فقال: ائی البیت صورة؟ قال: نعم! فأبی ان یدخل حتی کسر الصورة ثم دخل.

(سنن بیہقی ۲۶۸: ۵، کتاب النکاح باب المدعو یری صورا)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ان کیلئے کھانا تیار کیا اور پھر ان کو بلایا، انہوں نے پوچھا کہ کیا گھر میں کوئی تصویر ہے؟ داعی نے کہا کہ ہاں! آپ نے اس کے گھر میں داخل ہونے سے انکار کر دیا حتیٰ کہ اس شخص نے وہ تصویر توڑ دی پھر آپ اس کے گھر میں داخل ہوئے۔

(۵) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ انه رأى فرسا من رقاع فی ید جاریۃ فقال: الا ترى هذا؟ قال رسول اللہ ﷺ: انما یعمل هذا من لا خلاق له یوم القیامۃ. (مسند احمد ۲۸۹: ۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک بچی کے ہاتھ میں کپڑے کا بنا ہوا ایک گھوڑا دیکھا، آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس کو نہیں دیکھتی ہو؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایسی چیز وہی شخص بناتا ہے جس کا قیامت کے روز کوئی حصہ نہیں ہے۔ (یعنی ثواب کا)

(۶) عن شعبۃ مولى ابن عباس رضی اللہ عنہ ان المسور ابن مخرمۃ دخل علی عبد اللہ بن عباس یعودہ، فرأى علیہ ثوب استبرق، فقال: یا ابن عباس! ما هذا الثوب؟ قال ابن عباس: وما هو؟ قال: الاستبرق قال: انما کرۃ ذلك لمن یتکبر فیہ قال: ما هذه التصاویر فی الکانون؟ فقال: لا جرم، الم تر کیف احرقها بالنار؟ فلما خرج قال: انزعوا هذا الثوب عني واقطعوا رءوس هذه التصاویر التي فی الکانون فقطعها. (سنن بیہقی ۲۷۰: ۲، مسند احمد ۳۵۲: ۱)

شعبہ مولى ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ عیادت کیلئے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ ان کے اوپر موٹا ریشمی کپڑا ہے، انہوں نے فرمایا اے ابن عباس! یہ کپڑا کیا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ انہوں نے کہا یہ توریشمی کپڑا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں کیلئے پہننا مکروہ ہے جو اس کو پہن کر تکبر کریں، پھر انہوں نے فرمایا کہ انگلیٹھی میں جو تصاویر ہیں، وہ کیسی ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس میں کوئی گناہ نہیں، کیا تم نے نہیں دیکھ رہے ہو کہ ان کو آگ نے کس طرح جلا دیا ہے۔ جب حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس تشریف لے گئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ کپڑا میرے اوپر سے ہٹا دو اور انگلیٹھی میں جو تصاویر ہیں ان کے سروں کو کاٹ دو، پس ان کو کاٹ دیا گیا۔

(۷) عن قتادۃ ان کعبا رضی اللہ عنہ قال: واما من آذى الله فالنعم یعملون الصور فیقال لهم

:احیوا ما خلقتکم. (مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۴۰۰، حدیث نمبر ۱۹۴۹۲)

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی، یہ وہ لوگ ہیں جو تصاویر بناتے ہیں، ان سے کہا جائے گا (قیامت کے دن) کہ جو تم نے بنایا ہے ان کو زندہ کرو۔

(۸). عن قتادة رضي الله عنه قال يكره من التماثيل ما فيه الروح فاما الشجر فلا بأس به.

(مصنف عبدالرزاق: ج ۱ ص ۴۰۰، حدیث نمبر ۱۹۴۹۲)

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ وہ تماثل مکروہ ہیں جو ذی روح کی ہوں، اگر درخت کی تماثل ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(۹). اخرج ابن سعد في طبقاته ان سعيد بن المسيب كان لا يأخذ في اللعب ببنيات العاج.

(طبقات ابن سعد: ج ۵ ص ۱۳۴)

ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا ہے کہ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ اپنی بیٹی کو ہاتھی دانت کی گڑیا سے کھیلنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

فقہاء کے مذاہب:

مندرجہ بالا احادیث اور آثار کی وجہ سے جمہور فقہاء تصاویر بنانے اور تصاویر کو گھروں میں لگانے کی حرمت کے قائل ہیں، چاہے وہ تصاویر مجسم اور سایہ دار ہوں یا غیر مجسم ہوں اور سایہ دار نہ ہوں۔

چنانچہ حدیث نمبر ۴ جو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، مسلم شریف کی حدیث ہے، اس کے تحت علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ”شرح مسلم“ میں فرماتے ہیں:

قال اصحابنا وغيرهم من العلماء، تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر، لانه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الاحاديث. وسواء صنعه بما يمتن او بغيره فصنعه حرام بكل حال لان فيه مضاهاة لخلق الله تعالى: ... واما اتخاذ البصور فيه صورة حيوان فان كان معلقاً على حائط وثوباً ملبوساً او عمامة ونحو ذلك مما لا يعد ممتناً فهو حرام. وان كان في بساط يداس ومخددة ووسادة ونحوها مما يمتن فليس بحرام. ولا فرق في هذا كله بين ماله ظل وما لا ظل له، هذا تلخيص مذهبنا في المسئلة. ومعناه قال جماهير العلماء من الصحابة والتابعين ومن بعدهم وهو مذهب الثوري ومالك وابي حنيفة وغيرهم.

ہمارے اصحاب اور دوسرے علماء فرماتے ہیں کہ حیوان کی تصویر بنانا انتہائی شدید حرام ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے۔ اس لئے کہ اس عمل پر شدید وعید احادیث میں مذکور ہے، چاہے اس کو کسی حقیر چیز پر بنائے یا با عزت چیز پر بنائے، ہر

حال میں اس کی صنعت حرام ہے، اس لئے کہ اس عمل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ عمل پیدائش میں مشابہت اختیار کرنا ہے۔ جہاں تک اس چیز کے رکھنے کا تعلق ہے جس پر کسی حیوان کی تصویر بنی ہوئی ہے، تو اگر وہ تصویر کسی ایسی چیز پر بنی ہوئی ہے جو کسی دیوار پر لٹکی ہوئی ہے، یا وہ کپڑا جو جسم پر پہنا ہوا ہے، یا عمامہ پر ہے، یا اس طرح کی کسی ایسی چیز پر ہے جس کو حقیر نہیں سمجھا جاتا تو ایسی چیز رکھنا حرام ہے، اور اگر وہ تصویر ایسے بچھونے پر بنی ہوئی ہے جو رونداجاتا ہے یا کسی چھوٹے یا بڑے ایسے ٹکیوں پر بنی ہوئی ہے جن کو معمولی سمجھا جاتا ہے تو ان کو رکھنا حرام نہیں۔ البتہ اس لحاظ سے حلت اور حرمت میں کوئی فرق نہیں کہ وہ تصویر سایہ دار ہے یا نہیں۔ اس مسئلہ میں مندرجہ بالا تفصیل ہمارے مذہب کا خلاصہ ہے، جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جمہور تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے بعد کے جمہور علماء کا بھی یہی قول ہے، امام مالک رحمہ اللہ، امام ثوری رحمہ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ وغیرہم کا بھی یہی مسلک ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے ”عمدة القاری“ میں اسی طرح کا قول نقل فرمایا ہے، دیکھئے (ج ۱۰، ص ۳۰۹) اسی سے احناف اور شوافع کا مسلک بھی ظاہر ہو جاتا ہے اور حنابلہ کا مذہب بھی یہی ہے، چنانچہ علامہ مرداوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

محرم تصویر مافیہ روح ولا يحرم تصویر الشجر ونحوہ والتبدل مما لا يشابه مافیہ روح علی الصحيح من المذهب... ويحرم تعلیق مافیہ صورة حیوان وستر الجدار به وتصویرہ علی الصحيح من المذهب. (الانصاف للبرادی ج ۱، ص ۴۴)

صحیح مذہب کے مطابق ذی روح کی تصویر بنانا حرام ہے اور درخت وغیرہ کی تصویر بنانا اور ایسا مجسمہ بنانا جو کسی ذی روح کے مشابہ نہ ہو، حرام نہیں۔ اور صحیح مذہب کے مطابق ایسی چیز لٹکانا جس پر حیوان کی تصویر بنی ہوئی ہو اور اس چیز سے دیوار کا پردہ کرنا اور کسی حیوان کی تصویر بنانا حرام ہے۔

علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے ”المغنی“ (ص ۷ ج ۷، کتاب الولیہ) میں بھی یہی بات ارشاد فرمائی ہے۔ چونکہ تصویر کے مسئلہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مختلف روایات ہیں، اس لئے علماء مالکیہ کے درمیان اس بارے میں اختلاف پیش آیا ہے، البتہ مذہب مالکیہ کی تمام روایات واقوال کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ مجسم تصویر جو سایہ دار ہو حرام ہے، البتہ وہ تصویر جو سایہ دار نہ ہو جیسے کاغذ یا کپڑے پر بنائی ہوئی تصویر، اس کی حرمت کے بارے میں اختلاف ہے۔

علامہ ابی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

واختلف فی تصویر مالا ظل له فکرمه ابن شہاب فی ای شیء صور من حائط او ثوب او غیرهما واجاز ابن القاسم تصویرہ فی الشیاب لقوله فی الحدیث الاتی ”الارقماء فی ثوب“

(شرح المسلم للابی: ج ۷ ص ۴۴)

یعنی جو تصویر سایہ دار نہ ہو، اس کے بارے میں اختلاف ہے، علامہ ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں

چاہے وہ دیوار پر ہو یا کپڑے پر ہو یا کسی اور چیز پر ہو، جبکہ علامہ ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ صرف اس تصویر کو جائز قرار دیتے ہیں جو کسی کپڑے پر بنی ہوئی ہو، اس لئے کہ حدیث شریف کے الفاظ ”الارقماني ثوب“ میں ایسی تصویر کی اجازت دی گئی ہے۔ اسی طرح علامہ مواق رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عرفہ رحمۃ اللہ سے نقل کیا ہے کہ تصویر کی حرمت کا حکم صرف ان تصاویر کے ساتھ ہے جو جسم دار ہوں۔ (دیکھئے: التاج والاکیل: ج ۴ ص ۴)

علامہ دردیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والحاصل ان تصاویر الحيوانات محرم اجما عا ان كانت كاملة له ظل لما يطول استمراره، بخلاف ناقص عضو لا يعيش به لو كان حيوانا، وبخلاف مالا ظل له كنقش في ورق او جدار، وفيما لا يطول استمراره (كما لو كانت من لحوق بشر بطيخ) خلاف، والصحيح حرمة.

(حاشية الصاوي على الشرح الصغير، ۲: ۵۰۱)

یعنی خلاصہ یہ کہ اگر حیوانات کی تصاویر کامل ہوں، سایہ دار ہوں اور دیر پا ہوں تو ایسی تصاویر بالاجماع حرام ہیں۔ بخلاف اس تصویر کے جو ایسے ناقص عضو دالی ہو کہ اگر وہ حقیقی حیوان ہوتا تو اس عضو کے ناقص ہونے کی وجہ سے زندہ نہیں رہ سکتا تھا اور بخلاف ایسی تصویر کے جو سایہ دار نہ ہو جیسے کاغذ یا دیوار پر کسی حیوان کا نقش، البتہ وہ تصویر جو دیر پا نہ ہو (جیسے تربوز کے چھلکے سے کسی حیوان کی صورت بنادی) اس کے بارے میں اختلاف ہے، اور صحیح قول یہ ہے کہ ایسی تصویر حرام ہے۔

مذہب مالکیہ کی کتابوں کی طرف مراجعت کرنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اکثر مالکیہ تصویر کی کراہت کے قائل ہیں اگرچہ وہ سایہ دار نہ ہو، الا یہ کہ وہ تصویر ذلت دالی جگہ پر بنائی گئی ہو۔ چنانچہ علامہ خرشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال في التوضيح التمثال اذا كان لغير حيوان كالشجر جائز وان كان لحيوان فماله ظل ويقيم فهو حرام باجماع وكذا يحرم وان لم يقم كالعجبين خلافا لاصبغ وما لا ظل له ان كان غير ممتن فهو مكروه وان كان ممتنا فتركة اولی. (خرشی علی مختصر الخلیل، ۳: ۲۰۲)

علامہ خرشی رحمۃ اللہ علیہ ”توضیح“ میں فرماتے ہیں کہ اگر کسی غیر حیوان کا مجسمہ ہو مثلاً درخت کا تو وہ جائز ہے، اور اگر حیوان کا مجسمہ ہو تو اگر وہ مجسمہ سایہ دار ہو اور پائیدار ہو تو وہ بالاجماع حرام ہے، اور اگر پائیدار نہ ہو جیسے گوندا ہوا آٹا تو بھی حرام ہے خلافا لاصبغ۔ اور اگر وہ ایسا مجسمہ جو سایہ دار نہیں ہے تو اس صورت میں اگر وہ کسی حقیر اور ذلیل جگہ پر نہ ہو تو مکروہ ہے اور اگر کسی ذلیل اور حقیر جگہ پر ہو تو بھی اس کا ترک اولیٰ ہے۔

علامہ دردیر رحمۃ اللہ علیہ نے ”شرح الکبیر“ میں بھی اسی طرح بیان فرمایا ہے۔

(دیکھئے: دسوقی ج ۲ ص ۳۳۸، الارقماني علی مختصر ظیل ج ۴ ص ۵۳)

خلاصہ یہ کہ جسم دار تصویر بنانا ائمہ اربعہ کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے، اگر جسم دار نہ ہو تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایک قول حرام ہونے کا ہے البتہ اکثر علماء مالکیہ کے نزدیک مختار مذہب یہ ہے کہ ایسی مکروہ ہے، لیکن بعض علماء مالکیہ ایسی تصویر کے جواز کے قائل ہیں۔

جو حضرات فقہاء غیر مجسم تصویر کے جواز کے قائل ہیں، وہ حضرات بسر بن سعید کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

ان بسر بن سعید حدثہ ان زید بن خالد الجہنی حدثہ ومع بسر عبید اللہ الخولانی ان ابا طلحة حدثہ ان رسول اللہ ﷺ قال لا تدخل الملائكة بیتا فیہ صورة قال بسر: فمرض زید بن خالد فعندنا فاذا نحن فی بیتہ بستر فیہ تصاویر فقلت لعبید اللہ الخولانی، الم یحدثنا فی التصاویر؟ قال الا رقمنا فی ثوب الم تسبعہ؟ قلت: لا، قال: بلی قد ذکر ذلک.

(صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینۃ)

حضرت بسر بن سعید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن خالد جہنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں اور حضرت بسر کے ساتھ عبید اللہ خولانی بھی تھے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر ہو۔ حضرت بسر بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن خالد جہنی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہو گئے، ہم ان کی عیادت کیلئے گئے، ہم جس کمرے میں تھے اس میں ایک پردہ تھا جس پر تصاویر بنی ہوئی تھیں، میں نے حضرت عبید اللہ خولانی سے کہا کہ کیا انہوں نے تصاویر کے بارے میں حدیث بیان نہیں کی تھی؟ حضرت عبید اللہ خولانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انہوں نے یہ بھی تو فرمایا تھا ”الا رقمنا فی ثوب“ کیا تم نے یہ الفاظ نہیں سنے تھے؟ میں نے کہا کہ نہیں، انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں سنا، انہوں نے یہ الفاظ بیان کئے تھے۔

ترمذی شریف میں یہ حدیث ہے کہ:

عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ انہ دخل علی ابی طلحة الانصاری یعودہ قال: فوجدت عنده سهل بن حنیف، قال: فدعا ابو طلحة انساناً یلزع نمطاً تحته فقال له سهل: لم تنزعه؟ قال: لان فیہ التصاویر وقد قال فیہ النبی ﷺ ما قد علمت، قال سهل: اولم یقل: ”الا ما کان رقمنا فی ثوب“؟ فقال: بلی، ولكنہ اطیب لنفسی. (ترمذی، کتاب اللباس، حدیث نمبر ۱۰۵۰)

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ روایت فرماتے ہیں کہ وہ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس عیادت کیلئے گئے، فرماتے ہیں کہ میں نے وہاں حضرت سهل بن حنیف کو موجود پایا، فرماتے ہیں کہ اس وقت حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو بلایا تا کہ وہ ان کے نیچے سے چادر نکال لے، حضرت سهل رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ آپ اس کو کیوں نکال رہے ہیں؟ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس میں تصاویر ہیں اور

تصاویر کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ آپ جانتے ہیں، حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا حضور اقدس ﷺ نے یہ نہیں فرمایا ”الا ما کان فی ثوب“؛ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ ضرور فرمایا ہے لیکن اس کا نکال دینا مجھے زیادہ پسندیدہ ہے۔

غیر مجسد تصویر کے جواز کے قائلین مندرجہ بالا دو احادیث سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ تصویر جو کسی کپڑے پر بنی ہوئی ہو، وہ حرمت سے مستثنیٰ ہے، لہذا ایسی تصویر جائز ہے۔ جمہور فقہاء ان احادیث کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ”الرقم فی الثوب“ سے مراد وہ تصویر ہے جو کسی درخت یا کسی غیر ذی روح کی تصویر ہو، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

دخل علی رسول اللہ ﷺ وقد سترت سهو قالی بقرام فیہ تماثیل فلما رآه حتک و تلون وجهه

وقال یا عائشة! اشد الناس عذابا عند الله يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ میرے پاس تشریف لائے، میں نے ایک طاقے کو ایک ایسے پردے سے ڈھانپا ہوا تھا جس پر تصاویر تھیں، جب حضور اقدس ﷺ نے وہ پردہ دیکھا تو آپ نے اس کو پھاڑ دیا اور آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور فرمایا: اے عائشہ! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کے عمل سے مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ تصویر جو کسی کپڑے پر بنی ہوئی ہو، جائز ہوتی تو اس پردے پر بنی ہوئی تصویر پر حضور اقدس ﷺ نکیر نہ فرماتے جبکہ وہ پردہ کپڑے کا تھا۔ (جہاں تک اس قصہ میں روایات کے اختلاف کا تعلق ہے، اس کی تحقیق انشاء اللہ اس باب کی اسی حدیث کے تحت آجائے گی اور وہاں برہم یہ بیان کریں گے کہ تمام روایات میں ایک ہی واقعہ مذکور ہے اور اس حدیث کو متعدد واقعات پر محمول کرنا بہت بعید ہے۔)

(کیا تصویر کی حرمت اٹھالی گئی ہے؟)

ہمارے زمانے کے بعض متجددین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ تصویر کی حرمت ابتداء میں تھی، اس لئے کہ ابتداء اسلام کا زمانہ جاہلیت اور بت پرستی کے زمانے سے قریب تھا اور لوگوں کے دلوں میں توحید کا عقیدہ راسخ نہیں ہوا تھا، لہذا جب توحید کا عقیدہ ان کے اندر راسخ ہو گیا تو تصویر کی حرمت اٹھالی گئی۔ متجددین کے اس دعویٰ پر قرآن و حدیث میں کوئی دلیل موجود نہیں، اگر تصویر کی حرمت کا حکم منسوخ ہو جاتا تو حضور اقدس ﷺ صراحۃً اس کا نسخ (عملاً یا قولاً) بیان فرماتے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تصاویر سے منع نہ فرماتے۔ اور آپ نے دیکھا کہ فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے گھروں میں داخل ہونے سے منع فرماتے تھے جن میں تصاویر ہوتیں، یہ سب کچھ حضور اقدس ﷺ کے بعد پیش آیا۔ یہ اس بات کی دلیل قطعی ہے کہ تصویر کی حرمت کا حکم اب بھی باقی ہے اور اس حکم کو کسی چیز نے منسوخ نہیں کیا۔ اور یہ حکم کیسے منسوخ ہو سکتا ہے جبکہ

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ توراۃ میں بھی ذی روح کی تصویر کی حرمت وارد ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ وہ محرف شدہ توراۃ جو آج ہمارے پاس ہے، اس میں بھی یہ حکم موجود ہے، چنانچہ ”سفر الخروج“ میں ہے:

لا تصنع لك تمثالا منحوتا ولا صورة ما مما في السماء من فوق وما في الارض من تحت وما في الماء من تحت الارض. (سفر الخروج، ۲: ۲۰)

یعنی آپ کیلئے کوئی تراشیدہ صورت نہ بنائی جائے، نہ کسی ایسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان میں ہے یا جو نیچے زمین میں ہے یا جو زمین کے نیچے پانی میں ہے۔

”سفر التثنية“ میں یہ عبارت درج ہے:

لئلا تفسدوا وتعبوا ولا نفسكم تمثالا منحوتا صورة ما شبه ذکرا وانثی، شبه بهیمة ما مما علی الارض، شبه طیر ما ذی جناح مما یطیر فی السماء شبه دبیب ما علی الارض، شبه سمک ما مما فی الماء من تحت الارض۔

یعنی تاکہ نہ تم فساد کرو (اس طرح کہ) تم اپنے لئے ایسی تراشیدہ تصویر بناؤ جو کسی مذکر یا مؤنث کے مشابہ ہو، یا کسی ایسے چوپائے کے مشابہ ہو جو زمین پر ہے، یا کسی ایسے پرندے کے مشابہ ہو جو پروں والا ہو جس سے وہ آسمان پر اڑتا ہو، یا زمین پر ریگنے والے کے مشابہ ہو، یا زمین کے نیچے پانی میں تیرنے والی مچھلی کے مشابہ ہو۔

یہ بات مشہور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام توراۃ کی پیروی کرتے تھے، لہذا یہ بات بہت بعید ہے کہ وہ ایسی تصاویر بنانے کا حکم دیں جس کو توراۃ نے حرام قرار دیا ہو۔ لہذا ظاہر یہ ہے کہ وہ تصاویر جو جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے بنایا کرتے تھے، وہ غیر ذی روح کی تصاویر ہوتی تھیں جیسے درخت اور پھول اور کائنات کے قدرتی مناظر وغیرہ کی تصاویر۔

اس آیت سے استدلال درست نہ ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ذی روح کی تصاویر بنانے کی اجازت دے رکھی تھی، تو بھی اصول یہ ہے کہ سابقہ شرائع کے ذریعہ ایسی چیز کے بارے میں استدلال کرنا صحیح نہیں کہ ہماری شریعت میں اس کے معارض حکم موجود ہو۔ اور آپ نے دیکھ لیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویروں کے بارے میں انتہائی تاکید سے ممانعت فرمائی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منع فرمانا ہمارے لئے حجت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لکل جعلنا منکم شرعة ومنهاجا۔ (سورۃ البائدة: آیت نمبر ۴۸)
تم میں سے ہر ایک کیلئے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقہ تجویز کی تھی۔

عکسی تصاویر (فوٹو) کا حکم:

جہاں تک عکسی تصاویر کا تعلق ہے جس کو ”فوٹو گرافی تصویر“ کہا جاتا ہے، کیا اس تصویر کا بھی وہی حکم ہے جو ہاتھ سے بنائی

ہوئی تصویر کا حکم ہے یا نہیں؟ اس بارے میں علماء معاصرین کا اختلاف ہے، چنانچہ مفتی مصر۔۔۔ محمد نجیت۔۔۔ نے ”الجواب الشافی فی اباحۃ التصوير الفوتوغرافی“ کے نام سے ایک رسالہ تالیف فرمایا ہے۔ اس میں انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ فوٹو گرافی تصویر درحقیقت جس ظل ہے جو اس صنعت کے ماہرین نے مخصوص طریقے سے اس ظل کو محفوظ کر لیا ہے، یہ وہ تصویر نہیں ہے جو شرعاً منہی عنہ ہے۔ کیونکہ منہی عنہ کسی ایسی تصویر کو بنانا اور ایجاد کرنا ہے جو اس سے پہلے موجود اور مصنوع نہیں تھی اور وہ تصویر ایسے جاندار کے مشابہ ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے، یہ بات اس تصویر میں موجود نہیں جو کیمرا کے ذریعہ کھینچی جائے۔

لیکن عرب ممالک کے بہت سے علماء اور ہندوستان کے تمام علماء یا ان کی بڑی تعداد نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ عکسی تصویر اور ہاتھ سے نقش کی ہوئی تصویر کے حکم کوئی فرق نہیں ہے، چنانچہ عرب ممالک کے بعض معاصر علماء کی عبارات درج ذیل ہیں:

--- مصطفیٰ الحماوی --- اپنی کتاب ”النهضة الاصلاحية“ میں فرماتے ہیں:

وانی احب ان تجزم الحزم كله ان التصوير بألة التصوير (الفوتو غراف) كالتصوير باليد تمامه فيحرم على المؤمن تسليطها للتصوير ويحرم عليه تمكين مسلطها لالتقاط صورته بها لانه بهذا التمكين يعين على فعل محرم غليظ وليس من الصواب في شيء ما ذهب اليه احد علماء عصرنا هذا من استباحة بتلك الآلة بحجة ان التصوير ما كان باليد والتصوير بهذه الآلة لا دخل لليد فيه فلا يكون حراما. وهذا عندي اشبه بمن يرسل اسدا مفترسا فيقتل من يقتل او يفتح تيارا كهربائيا يعدم كل من مر به او يضع سماً في طعام فيهلك كل من تناول من ذلك الطعام فاذا وجه اليه اتهام بالقتل قال: انا لم اقتل، انما قتل السم والكهرباء والاسد....

(النهضة الاصلاحية ص ۲۶۵، ۲۶۴)

یعنی میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اس پر پورا یقین رکھا جائے کہ کیمرا کے ذریعہ کھینچی گئی تصویر مکمل طور پر ہاتھ سے بنائی ہوئی تصویر کی طرح ہے، لہذا ایک مؤمن پر تصویر کیلئے اس آلہ کو استعمال کرنا حرام ہے، اسی طرح کسی دوسرے کو اپنی تصویر کھینچنے پر قدرت دینا کہ وہ شخص کیمرا کے ذریعہ آپ کی تصویر کھینچ لے، یہ بھی حرام ہے، اس لئے کہ اس قدرت دینے کے ذریعہ ایک انتہائی شدید حرام فعل پر اس کے ساتھ تعاون کرنا ہے۔ اور ہمارے موجودہ دور کے ایک عالم جو اس آلہ کے ذریعہ کھینچی ہوئی تصویر کو جائز قرار دیتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ تصویر وہ ہوتی ہے جو کہ ہاتھ سے بنائی جائے اور جو تصویر اس آلہ کے ذریعہ بنائی جاتی ہے، اس میں ہاتھ کا کوئی دخل نہیں ہے، لہذا یہ تصویر حرام نہیں۔ ان عالم کی یہ بات کسی طرح بھی درست نہیں، میرے نزدیک اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص پھاڑنے والا شیر چھوڑ دے اور وہ شیر جا کر کسی شخص کو قتل کر دے یا کوئی شخص بجلی کا کرنٹ چھوڑ دے کہ جو بھی اس کے اوپر سے گزرے وہ کرنٹ اس کو ختم کر دے یا کوئی شخص کھانے

میں زہر ملا دے کہ جو شخص بھی اس کو کھائے تو وہ ہلاک ہو جائے، اس کے بعد جب اس شخص پر قتل کا الزام عائد ہو تو وہ شخص یہ کہے کہ میں نے تو قتل نہیں کیا بلکہ زہر اور بجلی اور شیر نے قتل کیا ہے۔

-- محمد ناصر الدین البانی --۔۔ اپنی کتاب ”آداب الزفاف“ میں فرماتے ہیں:

وقرب من هذا تفریق بعضهم بین الرسم بالید و بین التصوير الشمسی یزعم انه لیس من عمل الانسان! ولیس من عمله فيه الا امساك الظل فقط کذا زعموا. اما ذلك الجهد الجبار الذي صرفه المبتدع لهذه الآلة حتى استطاع ان يصور في لحظة ما لا يستطيعه بدونها في ساعات، فلیس من عمل الانسان عند هؤلاء! و كذلك توجيه البصور للآلة وتسديدها نحو الهدف المراد تصويره. وقبيل ذلك تر کيب ما یسمونه بالفلم ثم بعد ذلك تحمیضه و غیر ذلك مما لا اعرفه فهذا ایضاً لیس من عمل الانسان عند اولئك ایضاً... وثمرۃ التفریق عندهم انه يجوز تعليق صورة رجل مثلاً في البيت اذا كانت مصورة بالتصوير الشمسی، ولا يجوز ذلك اذا كانت مصورة بالید! اما انا فلم ار له مثلاً الا جمود بعض اهل الظاهر قد یما مثل قول احدهم في حدیث ”نهی رسول الله ﷺ عن البول في الباء الراكدة“ قال: فالنهی عنه هو البول في الباء مباشرة اما لو بال في اداء ثم اراقه في الباء فهذا لیس منهياً عنه. (آداب الزفاف للالبانی)

یعنی بعض لوگوں کا ہاتھوں سے بنی ہوئی تصویر اور عکسی تصویر کے درمیان فرق کرنا اس کے قریب قریب ہے، ان کا خیال یہ ہے کہ عکسی تصویر انسان کا عمل نہیں ہے، اس میں انسان کا عمل دخل صرف اتنا ہے کہ اس نے صرف سایہ کو روک دیا ہے۔ یہ ان کا خیال ہے ورنہ وہ سخت جدوجہد جو موجود نے اس آلے کے بنانے پر صرف کی ہے، جس کے نتیجے میں انسان کو یہ صلاحیت حاصل ہو گئی کہ وہ ایک لمحے میں تصویر بنا لیتا ہے اور اس آلے کے بغیر کئی گھنٹوں میں بھی ایسی تصویر نہیں بنا سکتا، اس سب کے باوجود ان حضرات کے نزدیک اس عمل میں انسان کا عمل دخل نہیں۔ اسی طرح تصویر کھینچنے والے کا اس آلہ کو متوجہ کرنا اور پھر جس چیز کی تصویر کھینچنی منظور ہے اس کی طرف آلے کو درست کر کے لگانا اور اس سے پہلے اس آلے کے اندر فلم لگانا اور اس کے علاوہ دوسرے کام جن سے میں واقف نہیں، یہ سب کام بھی ایسے ہیں کہ ان حضرات کے نزدیک ان میں انسان کے عمل کو دخل نہیں۔ ان حضرات کے نزدیک دونوں قسم کی تصاویر میں تفریق کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ کئی انسان کی عکسی تصویر کو گھر میں لٹکانا ان حضرات کے نزدیک جائز ہو گا لیکن ہاتھ سے بنی ہوئی تصویر کو لٹکانا جائز نہیں ہو گا۔ میں نے اس کی کوئی مثال سوائے بعض قدیم خشک اہل ظواہر کے کہیں اور نہیں دیکھی، وہ بعض اہل ظاہر کہتے ہیں کہ یہ جو حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے، اس حدیث میں براہ راست پانی میں پیشاب کرنے سے ممانعت ہے، لیکن اگر کوئی شخص کسی برتن میں پیشاب کرے اور پھر اس پیشاب کو پانی میں بہا دے تو اس کی اس حدیث میں ممانعت نہیں۔

۔۔ محمد علی الصابونی۔۔۔ اپنے رسالے ”حکم الاسلام فی التصوير“ میں اور ”تفسیر آیات الاحکام“ میں فرماتے ہیں:

ان التصوير الشمسی لا یمخرج عن کونه نوعا من انواع التصوير فما یمخرج بالآلة یسمی صورة والشخص مصورا فهو وان کان لا یشمله النص الصریح لانه لیس تصویرا بالید و لیس فیہ مضاهاة لخلق الله الا انه لا یمخرج عن کونه ضربا من ضروب التصوير، فینبغی ان یقتصر فی الاباحة علی حد الضرورة. (حکم الاسلام فی التصوير: ص ۱۵)

یعنی عکسی تصویر بھی تصاویر کے اقسام میں سے ایک قسم ہونے سے خارج نہیں، اسی وجہ سے آلہ (کیمرہ) کے ذریعہ جو تصویر کھینچی جاتی ہے اس کو بھی تصویر کہا جاتا ہے اور تصویر کھینچنے والے کو ”مصور“ کہا جاتا ہے، پس اگرچہ نص صریح اس تصویر کو شامل نہیں، کیونکہ یہ ہاتھ سے بنائی ہوئی تصویر نہیں اور اس تصویر میں اللہ تعالیٰ کے عمل پیدائش سے مشابہت اختیار کرنا نہیں ہے لیکن اس کو بھی تصویر کی ایک قسم ہونے سے خارج نہیں کر سکتے، لہذا صرف ضرورت کے دائرے میں اس کی اباحت کو محدود رکھنا چاہئے۔

۔۔ ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی۔۔۔ اپنی کتاب ”فقه السیرة“ میں فرماتے ہیں:

والحق انه لا ینبغی تکلف ای فرق بین انواع التصوير المختلفة حیطة فی الامر ونظر الاطلاق لفظ الحدیث. هذا فیما یتعلق بالتصویر اما الاتخاذ فلا فرق بین الفوتوغرافی وغیره.

(فقه السیرة: ص ۲۸۰)

صحیح بات یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ مطلق ہونے پر نظر کرتے ہوئے اور حکم کو جامع بنانے کیلئے تصویر کی مختلف اقسام کے درمیان فرق کا تکلف کرنا مناسب نہیں۔ یہ حکم تو تصویر سے متعلق ہے، جہاں تک تصویر بنانے کا تعلق ہے تو اس میں کیمرہ کے ذریعہ تصویر بنانے اور اس کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے تصویر بنانے میں کوئی فرق نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ نقش و نگار کے ذریعہ بنائی ہوئی تصاویر اور عکسی تصاویر کے درمیان جو تفریق ہے، اس کی کوئی مضبوط بنیاد نہیں ہے۔ شریعت کا اصول یہ ہے کہ جو چیز اصلاً حرام اور غیر مشروع ہو، آلہ کے بدل جانے سے اس کا حکم نہیں بدلتا، مثلاً شراب حرام ہے، چاہے اس کو ہاتھ سے بنایا گیا ہو، چاہے جدید مشینوں کے ذریعہ بنایا گیا ہو یا مثلاً قتل کرنا حرام ہے، چاہے کوئی شخص چھری سے قتل کرے یا گولی چلا کر قتل کرے۔ یہی معاملہ تصویر کا ہے، شریعت نے تصویر بنانے اور رکھنے کو منع فرمایا ہے، لہذا اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ تصویر مصور کے برش سے بنائی گئی ہو یا کیمرہ کے ذریعہ کھینچی گئی ہو۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

ضرورت کے وقت تصویر کھجوانا:

بہر حال! یہ تو تصویر کا اصل حکم تھا جو ہم نے اوپر تفصیل سے عرض کیا۔ جہاں تک کسی ضرورت کیلئے تصویر کھجوانے کا تعلق

ہے جیسے پاسپورٹ کیلئے یا دیزے کے حصول یا شناختی کارڈ کیلئے تصویر کھجوانا یا ایسے مواقع پر تصویر کھجوانا جہاں انسان کے چہرے کی شناخت ضروری ہو، ان ضروریات کیلئے (بامر مجبوری) تصویر کی اجازت دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ فقہاء رحمہم اللہ نے بھی ضرورت کے مواقع کو حرمت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ”سیر کبیر“ میں فرماتے ہیں:

وان تحققت الحاجة له الى استعمال السلاح الذي فيه تمثال فلا بأس باستعماله.

یعنی اگر کسی ایسے ہتھیار کو استعمال کرنے کی ضرورت پیش آجائے جس پر تصویر بنی ہوئی ہو تو (بامر مجبوری) اس کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح میں اس کے تحت لکھتے ہیں:

لان مواضع الضرورة مستثناة من الحرمة كما في تناول البيعة. (شرح السرخسی ۲: ۲۶۸)

کیونکہ ضرورت کے مواقع حرمت سے مستثنیٰ ہوتے ہیں جیسے ضرورت کے وقت مردہ جانور کھانا۔

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں:

ان المسلمين يتبايعون بدراهم الا عاظم فيها التماثيل بالتيجان ولا يمنع احد عن المعاملة بذلك. (حوالہ بالا)

بیشک مسلمان عجمیوں کے ایسے دراہم کے ذریعہ خرید و فروخت کرتے ہیں جن پر تاج پوش بادشاہ کی تصویر بنی ہوئی ہے، ان دراہم کے ذریعہ معاملات کرنے سے کوئی بھی منع نہیں کرتا۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

لا بأس بان يحمل الرجل في حال الصلاة دراهم العجم وان كان فيها تمثال الملك على سريره وعليه تاجه. (شرح السرخسی ۲: ۲۱۲)

آدی کیلئے اہل عجم کے دراہم کے ساتھ نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، اگرچہ اس درہم پر تخت نشین تاج پوش بادشاہ کی تصویر بنی ہو۔

اور احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گڑیا سے کھیلنے کی اجازت عطا فرمائی اور فقہاء نے عورت کو (بامر مجبوری) اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ گواہی کے وقت اپنا چہرہ کھول دے۔

ٹی وی اور وڈیو:

جہاں تک ٹی وی اور وڈیو کا تعلق ہے، اس میں تو کوئی شک نہیں کہ یہ دونوں آلات جن بے شمار منکرات مثلاً بے حیائی، فحاشی، عورتوں کا زیب و زینت کے ساتھ یا نیم برہنہ حالت میں سامنے آنا اور اس کے علاوہ فسق و فجور کے دوسرے

اسباب پر مشتمل ہیں، ان پر نظر کرتے ہوئے ان آلات کا استعمال حرام ہے۔ لیکن یہ دونوں آلات مندرجہ بالا تمام منکرات سے بالکل حالی ہوں تو کیا ان پر نظر آنے والی تصویر پر تصویر ہونے کا حکم لگا کر یہ کہا جائے گا کہ تصویر ہونے کی بنیاد پر ان کو دیکھنا حرام ہے؟

احقر کو اس بارے میں تامل ہے، اس لیے کہ وہ تصویر حرام ہے جو اس طرح منقش ہو یا اس طرح تراشی گئی ہو کہ وہ تصویر کسی چیز پر ثابت اور مستقر ہو جائے اور کفار عبادت کیلئے اس طرح کی تصاویر استعمال کیا کرتے تھے، لیکن وہ تصویر جس کو قرار وثبات حاصل نہیں اور وہ تصویر جو کسی چیز پر مستقل طور پر منقش نہیں، ایسی تصویر تصویر کی بجائے ”سائے“ سے زیادہ مشابہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ٹی وی اور وڈیو پر آنے والی تصاویر کسی بھی مرحلے پر داہم اور مستقر نہیں ہوتیں، صرف ”قلم“ کی شکل میں موجود رہتی ہیں، کیونکہ جس صورت میں اسکرین پر براہ راست انسانی تصاویر دکاھنی جارہی ہوں اور وہ انسان دوسری طرف کیمرے کے سامنے موجود ہو، اس صورت میں تو اس انسان کی تصویر نہ تو کیمرہ میں ثابت رہتی ہے اور نہ ہی اسکرین پر ثابت اور مستقر رہتی ہے، لیکن درحقیقت وہ بجلی کے ذرات ہوتے ہیں جو کیمرہ سے اسکرین کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں اور پھر اسی اصلی ترتیب سے اسکرین پر ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور پھر وہ ذرات زائل اور فنا ہو جاتے ہیں۔ اور جس صورت میں تصاویر کو وڈیو کیسٹ میں محفوظ کر لیا جاتا ہے، اس صورت میں بھی اس کیسٹ کے فیتے پر تصویر منقش نہیں ہوتی بلکہ وہ بجلی کے ذرات ہوتے ہیں جن میں کوئی تصویر نہیں ہوتی، البتہ جب وہ ذرات اسکرین پر ظاہر ہوتے ہیں تو دوبارہ اپنی اصلی ترتیب سے ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں، لیکن اسکرین پر ان کو ثبات اور استقرار حاصل نہیں ہوتا بلکہ ایک مرتبہ ظاہر ہونے کے بعد فنا ہو جاتے ہیں، لہذا کسی بھی مرحلے پر یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ تصویر کسی چیز پر دائمی طور پر ثابت ہو کر منقش ہو گئی ہو، بہر حال اس تصویر پر ثابت اور مستقر تصویر کا حکم لگانا مشکل ہے۔ رحمہ اللہ امرأ ہدانی للصواب فی ذلک، واللہ سبحانہ اعلم۔

(ماخوذ از فقہی مقالات: ج ۴)

{قبروں کی زیارت کی اجازت دے دی گئی تھی}

۱۰۹۶. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ كُنَّا نَهَيْنَاكُمْ عَنْ ثَلَاثٍ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوا هَافَقْدُ أَذِنَ لِمُحَمَّدٍ ﷺ فِي زِيَارَةِ قَبْرِ أُمِّهِ وَلَا تَقُولُوا هُجْرًا وَنَهَيْتُكُمْ أَنْ تُمْسِكُوا الْحُومَ الْأَصَاحِي فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَأُمْسِكُوا وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّمَا نَهَيْتُكُمْ لِيَتَسَعَ بِهِ غَنِيَّتُكُمْ عَلَى فَقِيرِكُمْ وَنَهَيْتُكُمْ أَنْ تَشْرَبُوا فِي الْعُتَاءِ وَالْمُرْقَبِ وَالْحَنْتَمِ فَاشْرَبُوا قِيَامًا لَكُمْ مِنَ الظُّرُوفِ فَإِنَّ الظُّرُوفَ لَا تُجَلُّ شَيْئًا وَلَا تُحْزَمُ وَلَا تَشْرَبُوا مُسْكِرًا.

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ہم نے تمہیں تین چیزوں سے منع کیا منع تھا۔ (۱)۔ قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا اب کرو، محمد ﷺ کو اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت دے دی گئی ہے لہذا اب بری بات منہ سے نہ نکالو۔ (۲)۔ اور میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کیا تھا اب جب تک چاہو روک سکتے ہو اور توشہ بنا سکتے ہو کیونکہ میں نے تمہیں اس لیے منع کیا تھا کہ تاکہ تمہارے مالدار فقراء پر وسعت کریں۔ (۳)۔ اور میں نے کدو، سبز مکے اور زفت زردی لگے ہوئے برتن میں (غیذ بنانے اور) پینے سے منع کیا تھا اب تم ہر برتن میں (غیذ بنا اور) پی سکتے ہو کیونکہ برتن نہ تو کسی چیز کو حلال کرتا ہے نہ حرام۔ لیکن نشہ آور چیز نہ ہو۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح مسلم: ۹۷۷، کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۲۶۸، مصنف عبدالرزاق: ۶۷۰۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱۸۰۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۱۹۵۸، سنن ابی داود: ۳۲۳۵، ۳۶۹۸، مسند البزار: ۴۴۳۵، سنن النسائی: ۴۰۳۲، ۴۴۲۹، ۵۶۵۲، المستدرک لابن الجارود: ۸۶۳، مستخرج ابی عوانہ: ۷۸۷۹، صحیح ابن حبان: ۵۳۹۰، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱، ۲۳۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱۵۲، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ج ۱ ص ۱۳۵، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۹۳۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

ابو الحارث علقمہ بن مرشد حضرمی کو فی رحمہ اللہ کتب صحاح ستہ کے اور سلیمان بن بریدہ بن حصیب اسلمی مروزی رحمہ اللہ صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے ثقہ راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۱۶۲، ۲۴۹۵) اور سیدنا بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ لہذا یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فوائد و مسائل:

۱۔ شروع شروع میں جب کہ توحید پوری طرح عام مسلمانوں کے دلوں میں راسخ نہیں ہوئی تھی اور انہیں شرک اور جاہلیت سے نکلے ہوئے تھوڑا ہی زمانہ ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر جانے سے منع فرمایا تھا، کیونکہ اس سے ان لوگوں کے شرک اور قبر پرستی میں ملوث ہو جانے کا خطرہ تھا۔ پھر جب امت کا توحیدی مزاج پختہ ہو گیا، اور ہر قسم کے جلی اور خفی شرک سے دلوں میں نفرت بھر گئی اور قبروں پر جانے کی اجازت دے دی اور دیگر روایات کے مطابق آپ ﷺ نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ یہ اجازت اس لئے دی جارہی ہے کہ وہ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی یاد اور فکر دلوں میں پیدا

ہونے کا ذریعہ ہے۔

- ۲۔ اس حدیث سے شریعت کا یہ بنیادی اصول معلوم ہوا کہ اگر کسی کا میں خیر اور لطف کا پہلو ہے اور اسی کے ساتھ کسی بڑے ضرر کا بھی اندیشہ ہے تو اس اندیشہ کی وجہ سے خیر کے پہلو سے صرف نظر کر کے اس کی ممانعت کر دی جائے گی، لیکن اگر کسی وقت حالات میں ایسی تبدیلی ہو کہ ضرر کا وہ اندیشہ باقی نہ رہے تو پھر اس کی اجازت دے دی جائے گی۔
- ۳۔ ابتداء اسلام میں مسلمان خستہ حالت میں تھے، غربت کا دور دورہ تھا اس لئے نبی مکرم ﷺ نے مسلمانوں پر وسعت کے لئے قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ جمع رکھنے سے منع کر دیا تھا لیکن جب وسعت آگئی تو یہ حکم ختم ہو گیا، اب جب تک چاہیں رکھ کر کھا سکتے ہیں۔
- ۴۔ نبی مکرم ﷺ کا ابتداء میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمانا اس بات کی واضح اور صریح دلیل ہے کہ قربانی تین دن ہے۔
- ۵۔ شروع میں چونکہ شراب کے عادی تھے اس لئے یہ ڈر تھا کہ نشہ آور اور غیر نشہ آور میں فرق نہ کر سکیں اس لئے بعض ایسے برتنوں میں نمید بنانے اور پینے سے منع کر دیا تھا جن میں نشہ جلد ہی پیدا ہوتا ہے لیکن جب یہ بات نہ رہی تو ہر قسم کے برتن میں نمید بنانے اور پینے کی اجازت دے دی البتہ نشہ آور چیز کے استعمال سے منع فرما دیا۔
- ۶۔ اس حدیث سے بطور قاعدہ کلیہ کے معلوم ہو گیا کہ جس چیز کے کھانے پینے سے نشہ پیدا ہو وہ شریعت اسلام میں ممنوع اور حرام ہے۔ اس سے بھنگ وغیرہ ان تمام نباتات کا حکم بھی معلوم ہو گیا جو نشہ پیدا کرتی ہیں اور نشہ کے لئے ہی استعمال کی جاتی ہیں۔



۳۳۔ کتاب الفتن فتنوں کا بیان

{ طعن اور طاعون کی وجہ سے مرنے والا شہید شمار ہوگا }

۱۰۹۷۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَنَاءُ أُمَّتِي بِالطَّعْنِ وَالطَّاعُونِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ قَدْ عَرَفْنَا الطَّعْنَ فَمَا الطَّاعُونُ؟ قَالَ وَخَزْأَعْدَائِكُمْ مِنَ الْحِجْرِ قَالَ وَفِي كُلِّ شَهَادَةٍ. وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ بَلَغَنِي عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ فِي الطَّعْنِ وَالطَّاعُونِ وَالْغَرَقِ وَالْحَرَقِ وَالْهَدْمِ وَأَكْلِ السَّبْعِ وَالْبَطْنِ وَالنَّفْسَاءِ وَالْمَرَاةِ تَمُوتُ جَمْعًا كُلُّ ذَلِكَ شَهَادَةٌ.

حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کی تباہی طعن (نیزہ بازی) اور طاعون سے ہوگی، بعض حضرات نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! نیزہ بازی کو تو ہم جانتے ہیں، طاعون کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے دشمنوں جنوں کا چوبھ مار کر تمہیں ہلاک کر دینا اور ہر ایک صورت میں شہید شمار ہو گے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۲۶۸ بہاب غسل الشہید، جامع المسانید للنخوارزی: ج ۱ ص ۱۵۹ ح ۲۱۷، مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحسکلی: ۳۹۳، مسند ابی داؤد داؤد الطیالسی: ۵۳۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۵۲۸، ۱۹۷۴۳، مسند البزار: ۲۹۸۶، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۷۲۲۶، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۳۹۶، جامع المسانید للنخوارزی: ج ۱ ص ۱۵۹ ح ۲۱۷، مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحسکلی: ۳۹۳، مسند ابی داؤد داؤد الطیالسی: ۵۳۶، مسند الامام احمد بن حنبل: ۱۹۵۲۸، ۱۹۷۴۳، مسند البزار: ۲۹۸۶۔

تحقیق:

حسن ہے۔ (وللحدیث شواہد)

{ قیامت کی علامتیں دھواں، بڑی پکڑ اور چاند کا دو ٹکڑے ہونا گزری چکی ہیں }

۱۰۹۸. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مَطَى الدُّخَانُ وَالْبَطْشَةُ الْكُبْرَى وَانْشَقَّ الْقَمَرُ.

حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: (قیامت کی علامتیں): دھواں، بڑی پکڑ اور چاند کا دو ٹکڑے ہونا گزر چکی ہیں۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه البخاری (۲۸۲۰) من طریق مسلم عن مسروق عن عبداللہ... فذکرہ.)

{ سب سے زیادہ آزمائش میں مبتلا امت کا نبی ہوتا ہے }

۱۰۹۹. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ يَعُودُهُ فِي شَكَاةٍ اشْتَكَاهَا فَإِذَا هُوَ عَلَى عِبَائَةٍ قَطَوَانِيَّةٍ وَمِرْفَقَةٍ مِّنْ صُوفٍ وَحَشُوهَا إِذْخِرُ فَقَالَ يَا أَبِیْ أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَسْرَى وَقِصْرٌ عَلَى الدِّيْبَاجِ وَأَنْتَ عَلَى هَذَا، فَقَالَ يَا عُمَرُ أَمَا تَرْضَى أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْآخِرَةُ ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ مَسَّهُ فَإِذَا هُوَ شَدِيدُ الْحُمَّى فَقَالَ تُحَمُّ هَكَذَا وَأَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ إِنَّ أَشَدَّ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَلَاءً نَبِيَّهَا ثُمَّ الْخَيْرُ مِنْ أُمَّتِهِ وَكَذَلِكَ كَانَتِ الْأَنْبِيَاءُ قَبْلَكُمْ وَالْأُمَمُ.

یوسف اپنے باپ ابو یوسف سے وہ ابو حنیفہ سے وہ حماد سے اور وہ ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آپ کی عیادت کرنے کے لیے حاضر ہوئے آپ ﷺ کسی بیماری میں مبتلا تھے، ایک قطوانی عبا پر لیٹے ہوئے تھے اور ان کا تکیہ جس میں اذخر (پودے کے پتے بھرے ہوئے تھے) سر کے نیچے تھا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اے اللہ کے رسول! کسری و قیصر دیباج پر لیٹتے ہیں اور آپ اس حال میں ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمر! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو چھو کر دیکھا تو آپ بخار میں تپ رہے تھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ اس قدر تیز بخار میں مبتلا ہیں حالانکہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس امت میں سب سے زیادہ مصیبت و آزمائش میں نبی ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد بہترین لوگ پھر ان کے بعد کے بہترین لوگ ۱۵ طراح پہلے انبیاء کرام علیہم السلام

اور ان کی امتوں کا حال تھا۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه ابن خسرو من طریق ابراہیم عن الاسود عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا...
فذكره. واما قصة البرض فأخرجه مسلم (۴/۱۹۹۱) وابن ابی شیبہ (۱۰۸۰۰) وابن حبان (۲۹۴۴) والبغاری
(۵۶۴۴) والدارمی فی السنن)

{بادشاہوں کے دروازوں پر فتنے کثرت کے ساتھ آتے ہیں}

۱۱۰۰۔ یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم عن علقمة بن قيس أنه قال قال علي
أبواب السلطان مثل مبارك الإبل من الفتن من تعرض لها تعرضت له لن تصبوا من
دنياهم شيئا إلا أصابوا من دينكم أفضل منه.

امام علقمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: بادشاہوں کے دروازوں پر فتنے آتے ہیں جیسے اونٹ اپنے
ٹھکانوں پر کثرت کے ساتھ آتے ہیں (لہذا بادشاہوں کے دروازوں پر جانے سے بچو) تم ان سے جس قدر ان کی
دنیا سے حصہ لو گے وہ اس سے زیادہ قیمتی تمہارے دین کا نقصان کر دیں گے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔



۳۴۔ کِتَابُ شَمَائِلِ النَّبِيِّ ﷺ

شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

”شمائل“ شمال یا شمالیہ کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں سیرت، عادت اور عمدہ طبیعت۔ ”شمائل النبی“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک، آپ کی وضع قطع، آپ کا لباس و پوشاک، آپ کی نشست و برخاست اور آپ کے شب و روز کو بیان کیا جاتا ہے۔

{ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک سفید سرخی مائل تھا }

۱۱۰۱۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ بْنِ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ أَبْيَضُ مُشْرَبَ حُمْرَةٍ، كَثِيرَ اللَّحْمِ، بَعِيدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكَبَيْنِ، عَلَى صَدْرِهِ قَضِيبٌ مِّنْ شَعْرٍ، لَيْسَ بِالْقَصِيرِ وَلَا بِالطَّوِيلِ، رَجُلٌ الشَّعْرُ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنِهِ، شَتْنُ الْأَصْبُعَيْنِ مِنْ قَدَمِهِ الْوُسْطَى وَالَّتِي جَانِبَ الْإِبْهَامِ إِذَا مَشَى تَكَفَّأً.

امام ہشتم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک سفید سرخی مائل تھا، آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کا حصہ ذرا زیادہ چوڑا تھا، سینہ مبارک پر (سے لے کر ناف تک) بالوں کی ایک باریک دھاری تھی، آپ بہت زیادہ دراز قد نہ تھے اور نہ ہی بالکل پست قد تھے (لوگوں میں درمیانہ قد والے تھے)، گنجان بالوں والے تھے جو کان کی لوتک آتے تھے، آپ کے پاؤں ☆☆☆ پر گوشت تھے، آپ جب چلتے تو آگے کو جھکتے ہوئے چلتے۔

تحقیق:

صحیح، مرسل معتقد ہے۔ (اخرج البزار (۲۳۸۵) واحمد (۴۶۱) والترمذی (۲۶۳۸) وابن ابی شیبہ (۲۱۸۰۵) صفة النبی ﷺ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ واخرج البخاری (۲۵۴۴) واحمد (۱۳۵۱۹) وابو یعلیٰ (۲۸۴۲) والبزار (۲۳۸۸) والترمذی (۱۴۵۴) من حدیث انس فی صفة النبی ﷺ.)

{ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس سے جانے والے کو کھڑے ہو کر رخصت فرماتے تھے }

۱۱۰۲۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَمَّنْ حَدَّثَهُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ لَا يُقَدِّمُ رَكْبَتَهُ قَدَامَ جَلِيسٍ لَهُ، وَلَا يُصَافِحُهُ رَجُلٌ فَيَكُونُ هُوَ يَنْزِعُ يَدَهُ مِنْ يَدِهِ حَتَّى

يُنْزِعُهَا الرَّجُلُ، وَلَا يَجْلِسُ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَيَقُومُ حَتَّى يَقُومَ الرَّجُلُ قَالَ وَلَمْ أَجِدْ رِيحًا قَطُّ أَطْيَبَ مِنْ رِيحِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے سے اپنے گھٹنے آگے نہیں بڑھاتے تھے، اور کوئی آپ سے مصافحہ کرتا تو آپ ﷺ اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ الگ نہ کرتے حتیٰ کہ وہی اپنا ہاتھ الگ کرتا۔ اور کوئی شخص آپ ﷺ کے پاس بیٹھتا تو جب وہ اٹھ کر جانے لگتا تو آپ ﷺ بھی اٹھ کر کھڑے ہو جاتے۔ اور میں نے رسول اللہ ﷺ کی خوشبو سے عمدہ خوشبو کبھی نہیں پائی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۲۰۸ ح ۲۸۱، مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ المحکم: ۳۶۱، سنن ابن ماجہ: ۳۷۱۶، سنن الترمذی: ۲۳۹۰، سنن ابی داؤد: ۴۷۹۳، مسند ابی حنیفہ روایۃ ابی نعیم: ص ۵۱، شعب الایمان للبیہقی: ۷۷۸۰، شرح السنۃ للبیہقی: ۳۶۸۰، الاحادیث المختارۃ للمقدسی: ۲۰۵۰، مشکاۃ المصابیح: ۵۸۲۲۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه البخاری من طریق ابی حنیفہ عن ابراہیم بن محمد بن المنتشر عن ابیہ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ... فذکرہ۔)

{ام سلمہؓ نے نبی ﷺ کے چند بال دکھائے جو مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے}

۱۱۰۳. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ أَنَّهُ قَالَ أَخْرَجْتُ لَنَا أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا مَشَاقَّةً مِّنْ شَعْرِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَخُضُّوبَةٌ بِالْجَنَاءِ وَالْكَتَمِ.

امام عثمان بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے چند بال مبارک نکال کر ہمیں دکھائے جو مہندی اور کتم سے رنگے ہوئے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۸۹۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۵۰۰۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۵۳۵، جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۳۱۸ ح ۷۰۶، صحیح البخاری: ۵۸۹۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۳، مصنف ابن ابی

شمیة: ۲۵۰۰۹، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۶۵۳۵، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۳، مصنف ابن ابی شمیة: ۲۵۰۰۹، صحیح البخاری: ۵۸۹۷، سنن ابن ماجہ: ۳۶۲۳، مصنف ابن ابی شمیة: ۲۵۰۰۹۔

تحقیق:

اس کی سند صحیح ہے۔

امام عثمان بن عبداللہ بن موہب ترمذی رحمہ اللہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے ثقہ تابعی راوی ہیں۔ (تاریخ الثقات للعلی: ۱۱۰۸، تہذیب الکمال: ۳۸۳۵)

فوائد و مسائل:

- ۱۔ ”خضاب“ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے بالوں کو رنگا جاتا ہے۔ یہ چیز ہندی، دوسمہ، کتم یا کوئی اور جدید مرکب چیز ہو خضاب کہلاتی ہے۔
- ۲۔ ”کتم“ ایک گھاس ہے جس سے خضاب کیا جاتا ہے۔
- ۳۔ اکثر اہل علم کے نزدیک خضاب مستحب ہے البتہ سیاہ خضاب لگانا مکروہ ہے۔

{ مسافروں کا اکرام کرنے کا بیان }

۱۱۰۴. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي صَخْرَةَ أَنَّ رَكْبًا مِنْ مُحَارِبٍ نَزَلُوا إِلَى جَنْبِ الْمَدِينَةِ فَاشْتَرَى مِنْهُمْ النَّبِيُّ ﷺ جُزُورًا يَوْسُفِي مِنْ تَمْرٍ فَلَمَّا أَنْ ذَهَبَ بِهِ وَتَوَارَى فِي بُيُوتِ الْمَدِينَةِ فَقَالُوا أَعْطَيْنَاهَا رَجُلًا لَا نَعْرِفُهُ فَقَالَتْ عَجُوزٌ مِنْهُمْ لَقَدْ رَأَيْتُ صَفْحَةَ الرَّجُلِ مَا كَانَ اللَّهُ لِيُلبِسَهُ غَدَرَةً فَمَا كَانَ إِلَّا أَنْ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ فَدَعَاهُمْ ثُمَّ أَمَرَ بِالتَّمْرِ ثُمَّ نُثِرَ عَلَى نَطْعٍ فَقَالَ كُلُوا فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ أَوْفَاهُمْ تَمْرَهُمْ فَقَالُوا: مَا رَأَيْنَاكَ الْيَوْمَ فِي الْوَفَاءِ.

امام ابو صخرہ (جامع بن شداد محاربلی کوئی) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ محارب کے چند مسافروں نے مدینہ کے قریب پڑاؤ ڈالا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے کھجور کے سق کے عوض ایک اونٹ خریدا، جب آپ ﷺ اونٹ لے کر چلے گئے حتیٰ کہ مدینہ کے گھروں میں نظروں سے اوجھل ہو گئے تو یہ لوگ (ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور) کہنے لگے کہ ہم نے اپنا اونٹ ایک ایسے آدمی کو دے دیا ہے جس کو ہم جانتے نہیں ہیں۔ اس پر انہی کے قافلہ میں سے ایک بوڑھی خاتون نے کہا کہ میں نے ایک ایسی عمدہ صفات والے شخص کو دیکھا ہے جسے اللہ تعالیٰ دھوکہ دہی کا لباس پہنانے والے نہیں ہیں (یعنی وہ شخص تم سے دھوکہ نہیں کرے گا) پس پھر آپ ﷺ نے ان کی طرف قاصد بھیجا جو انہیں بلا کر لے گیا اور آپ ﷺ کے حکم پر دسترخوان پر کھجوریں رکھ دی گئیں اور آپ

نے ان سے فرمایا کہ کھاؤ پس اس نے کھایا یہاں تک کہ خوب سیر ہو گئے پھر آپ ﷺ نے ان کو ان کی پوری پوری کھجوریں دیں اور (یہ سب دیکھ کر) ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے وقاء میں آج کی طرح نہیں دیکھا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۴۲۱۹، ذکر اخبار سید المرسلین وخاتم النبیین محمد بن عبد اللہ، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۱۰۹۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه الحاکم والبیہقی من طریق یزید بن ابی الجعد عن جامع بن شداد عن طارق بن عبد اللہ المحاربی۔ ... فذکرہ۔)

{ بچوں والی نماز کی پابند عورتوں کا اپنے خاوندوں سے نامناسب سلوک نہ ہو تو جنت میں داخل ہو جائیں }

۱۱۰۵. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ حَنِيفَةَ عَنْ أَيُّوبَ الطَّائِي قَالَ أَرَاهُ عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ النَّبِيَّ ﷺ وَهِيَ حُبْلَى تَحْمِلُ مَعَهَا صَبِيًّا رَضِيْعًا وَمَعَهَا صَبِيٌّ فَطِيْمٌ تَمَسَّكَ بِبَيْدِهَا تَمْشِي مَعَهَا قَالَ فَمَسَّأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهَا ثُمَّ قَالَ حَامِلَاتُ الْوِلْدَانِ الرَّحِمَاتُ بِأَوْلَادِهِنَّ وَلَوْلَا مَا يَصْنَعْنَ بِأَزْوَاجِهِنَّ دَخَلْنَ مُصَلِّيَاتُهُنَّ الْجَنَّةَ.

امام مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور وہ حاملہ تھی اور اس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے۔ ایک دودھ پیتا بچہ تھا جسے اس نے (گود میں) اٹھایا ہوا تھا اور دوسرا بچہ فطیم (یعنی اس نے دودھ چھوڑا ہوا) تھا جسے وہ اپنے ہاتھ سے پکڑی ہوئی تھی اور وہ اس کے ساتھ چلتا تھا۔ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ اس دن اس خاتون نے جس چیز کا بھی رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا آپ ﷺ نے اس کو دے دی اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”(یہ عورتیں بچوں کو) اٹھانے والیاں، جننے والیاں اور اپنی اولاد پر رحم کرنے والی ہوتی ہیں، اگر ان کا اپنے خاوندوں سے نامناسب سلوک نہ ہوتا تو ان میں سے جو نماز کی پابند ہیں، وہ جنت میں داخل ہو جائیں۔“

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند ابی داود الطیالسی: ۱۳۲۲، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۲۱۷۳، ۴۲۲۱۹، ۴۲۳۱۱، سنن ابن ماجہ: ۲۰۱۳، مسند الرویانی: ۱۲۵۶، المعجم الاوسط للطبرانی: ۷۲۱۱، المعجم الصغیر للطبرانی: ۸۹۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۹۸۵، ۷۹۸۶، ۷۹۸۹، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۷۳۳۱، ۷۳۳۲، شعب الایمان للسیوطی: ۸۳۲۲، ۸۳۲۵۔

تحقیق:

صحیح، مرسل مقصد ہے۔

{ آپ ﷺ سوکراٹھے اور نماز پڑھی لیکن وضو نہ کیا }

۱۱۰۶. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ مُضْطَجِعًا حَتَّى نَفَخَ ثَمَّ قَامَ فَصَلَّى وَلَمْ يُعِدِ الْوُضُوءَ.

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ (ایک مرتبہ) نبی ﷺ فجر سے پہلے پہلو کے بل ایسا سوئے کہ خراٹوں کی آواز آنے لگی۔ پھر آپ اٹھے اور نماز پڑھی لیکن وضو نہ کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۰۹، ۱۳۰۱، سنن ابن ماجہ: ۴۷۵، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۰۵۲، ۲۵۰۳۶، مسند ابی داؤد: ۱۵۸۵، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۴۱۱، سنن ابن ماجہ: ۴۷۴۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اپنے سے آگے اس حدیث کی سند ذکر کر دی ہے، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ (۱۳۰۹)، مسند الامام احمد بن حنبل (۲۵۰۳۶) اور سنن ابن ماجہ (۴۷۴) وغیرہ کی روایت میں اس کی سند یوں ہے:

الاعمش عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة قالت كان النبي ﷺ..... الخ.

فوائد و مسائل:

(۱) اس حدیث میں پہلو کے بل سونے پر بھی وضو نہ ٹوٹنے کا ذکر ہے، مگر شارحین حدیث نے صراحت کی ہے کہ یہ نبی ﷺ کا خاصہ ہے کیونکہ آپ ﷺ کے حواس نیند میں بھی قائم رہتے تھے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: (تنام عینی ولا ینام قلبی)، (صحیح البخاری: ۴۵۶۹) ”میری آنکھ سوتی ہے اور میرا دل نہیں سوتا۔“

(۲) امتی کا محض نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا، الا یہ کہ لیٹ کر ہو یا کسی ایسے سہارے سے ہو کہ اعضاء ڈھیلے پڑ جائیں۔ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وضو اس شخص پر ہے جو لیٹ کر سوئے، کیونکہ انسان جب لیٹ جاتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وضو ایسی نیند سے ٹوٹتا ہے جس میں جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہوں۔

{ نبی ﷺ کے اہل خانہ نے مسلسل تین دن بھی گندم کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا }

۱۱۰۰. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ آلَ مُحَمَّدٍ ﷺ مِنْ خُبْزٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ حَتَّى مَاتَ مُحَمَّدٌ ﷺ وَمَا زَالَتِ الدُّنْيَا عِسْرَةً كَبِيرَةً حَتَّى مَاتَ مُحَمَّدٌ ﷺ، فَلَمَّا مَاتَ مُحَمَّدٌ ﷺ صَبَّتِ الدُّنْيَا عَلَيْنَا صَبًّا.

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ محمد ﷺ کے اہل خانہ نے مسلسل تین دن بھی گندم کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ حضور ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے، اور ان حضرات پر دنیا بڑی تنگی اور سختی کی گزری یہاں تک کہ حضور ﷺ وصال فرما گئے جب آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو تو ان پر دنیا کی بارش ہو گئی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۵۴۲۳، ۵۴۳۸، صحیح مسلم: ۲۹۷۰، سنن ابن ماجہ: ۳۳۴۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۴۰۲، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۵۵۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۱۵۱، ۲۵۲۲۴، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۵۳۸، المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۳۵۵، ۵۰۹۸، ۸۸۶۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۹۲۲۲، صحیح البخاری: ۵۴۲۳، ۵۴۳۸، صحیح مسلم: ۲۹۷۰، سنن ابن ماجہ: ۳۳۴۴، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۴۴۰۲، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۵۵۳، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۱۵۱، ۲۵۲۲۴، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۵۳۸، المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۳۵۵، ۵۰۹۸، ۸۸۶۷، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۹۲۲۲، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۵۹۹، کتاب الحجۃ علی اہل المدینہ: ج ۳ ص ۲۵۶۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه مسلم وغيره من طريق الاعمش عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة.... فذكره.)

فوائد و مسائل:

۱۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل خانہ دوسروں کی ضروریات پوری کرنا ضروری سمجھتے تھے اور خود کم سے کم پر

اکتفا کرتے تھے۔

۲۔ نبی ﷺ کے گھر میں کبھی کبھی گندم کی روٹی بھی استعمال ہوتی ہے، لیکن زیادہ تر کھجوروں اور پانی یا دودھ پر گزارہ ہوتا تھا۔

۳۔ اس وقت عرب میں گندم قیمتی ہوتی تھی، زیادہ تر جو استعمال ہوتے تھے۔

{ رسول اللہ ﷺ کی وفات اور دفن کا بیان }

۱۱۰۸. یوسف عن أبيه عن أبي حنيفة عن يزيد بن عبد الرحمن عن أنس بن مالك رضي الله عنه أن أبا بكر رضي الله عنه رأى من رسول الله ﷺ خفة فاستأذنه إلى ابنة خاتمة وكانت في حوائط الأنصار وكان ذلك راحة الموت ولا يشعر فأذن له ثم توفي رسول الله ﷺ تلك الليلة فأصبح أبو بكر رضي الله عنه فجعل يرى الناس يتراأسون فأمر أبو بكر غلاماً يتسمع ثم يخبره فقال سمعته يقولون مات محمد فأسند أبو بكر ظهراً وهو يقول واقطع ظهراً قال فلما بلغ أبو بكر المسجد حتى ظنوا أنه لا يبلغ قال فأزجف المنافقون فقالوا: لو كان محمد نبياً لم يموت فقال عمر لا أسمع أحداً يقول مات محمد إلا ضربته بالسيف فكفوا لذلك، فلما جاء أبو بكر رضي الله عنه والنبي ﷺ مسجى كشف الثوب وجعل يلثمه ويقول بأبي أنت وأمي ما كان الله ليذيبك الموت مرتين أنت أكرم على الله من ذلك، ثم خرج أبو بكر فقال يا أيها الناس! من كان يعبد محمداً فقد مات محمد ﷺ، ومن كان يعبد رب محمد ﷺ فإن رب محمد حي لا يموت ثم قرأ: (وما محمد إلا رسول قد خلت من قبله الرسل أفان مات أو قتل انقلبتم على أعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر الله شيئاً وسيجزى الله الشاكرين) قال عمر رضي الله عنه والله لكان لم نقرأها قبلها قط، فقال الناس مثل مقالة أبي بكر من كلامه وقراءته، قال ومات ليلة الإثنين فمكث ليلتين ويومين وليلة الثلاثاء ودفن يوم الثلاثاء قال وكان أسامة بن زيد وأوس بن خويلد الأنصاري رضي الله عنهم يصبان الماء وعلى الفضل رضي الله عنهما يغسلانه. وقال أبو حنيفة بلغني أنهم صلوا عليه أفواجا بغير إمام.

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے مرض میں جب تخفیف محسوس کی تو اپنی زوجہ محترمہ اسماء بنت خاریجہ رضی اللہ عنہا کے پاس جانے کی اجازت طلب کی جو کہ انصار کے

باغات کے قریب رہتی تھیں، وصال کے وہ قریبی لمحات تھے لیکن وہ اسے محسوس نہیں کر پائے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ ادھر اسی رات کو نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا، صبح ہوئی تو لوگ افراتفری میں پڑ گئے، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو سن گن کر خبر لانے کا حکم دیا، وہ آ کر کہنے لگے کہ میں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر یہ خبر بجلی بن کر گری اور وہ کہنے لگے ہائے! میری کمر ٹوٹ گئی، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی ابھی پہنچے نہیں تھے، لوگ یہ سمجھنے لگے کہ وہ نہیں پہنچیں گے، منافقین شکوک پیدا کرنے لگے کہ اگر محمد ﷺ نبی ہوتے تو ان کا انتقال نہ ہوتا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ اگر میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ محمد ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے تو تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا، اس پر منافقین باز آ گئے۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کے روئے مبارک سے کپڑا ہٹایا جسے ڈھانپ دیا گیا تھا، اور اسے چومنے لگے، پھر فرمایا: ”اللہ تعالیٰ آپ کو دوسرے مرتبہ موت کا مزہ نہیں چکھائے گا، آپ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ معزز ہیں، پھر باہر تشریف لا کر فرمایا: ”اے لوگو! جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا، وہ جان لے کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے اور جو شخص محمد ﷺ کے رب کی عبادت کرتا تھا تو محمد ﷺ کا رب زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا، اس کے بعد انہوں نے یہ آیت تلاوت کی (جس کا ترجمہ یہ ہے): ”محمد ﷺ بھی رسول ہی تو ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی تو گزر چکے، اگر ان کا انتقال ہو جائے یا وہ شہید ہو جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤ گے، اور جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جائے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کرے گا، اور اللہ شکر گزاروں کو عنقریب بدلہ دے گا۔“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایسا محسوس ہوا جیسے ہم نے اس سے پہلے یہ آیت کبھی پڑھی ہی نہ ہو، اور لوگ بھی وہی کہنے اور پڑھنے لگے جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور تلاوت کیا تھا۔ پیر (کا دن شروع ہونے سے پہلے جو) رات (آتی ہے اس کے اختتام پر) نبی کریم ﷺ کا انتقال ہوا، دو دن ٹھہر کر منگل کے دن آپ کو سپرد خاک کیا گیا، اور نبی کریم ﷺ کو غسل دینے والے حضرات میں سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اور سیدنا اوس بن خولی رضی اللہ عنہ پانی بہا رہے تھے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا فضل رضی اللہ عنہ بہا رہے تھے۔

تخریج:

یہ حدیث صحیح ہے۔ (والحدیث ذات اجزاء: اما قوله ان ابابکر رضی اللہ عنہ راى رسول اللہ ﷺ خفة۔۔۔ فاحرجه البخاری (۱۲۴۱) والنسائی (۴/۱۱) وغيرهما۔ واما قوله قال عمر: لا اسمع۔۔۔ فرواه ابن سعد (۲/۲۰۴) واحمد (۳/۱۹۶) وعبدالرراوى (۹۷۵۵) والبخاری (۴۴۵۳) عن عائشة رضی اللہ عنہا۔)

فوائد و مسائل:

۱۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مسلسل حاضر خدمت رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی بیماری کے ایام میں نماز کی امامت کے فرائض انجام دیتے رہے تھے حتیٰ کے سوموار کے دن فجر کی نماز بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ادا کئی گئی۔

۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو موت نہیں آ سکتی لیکن وہ حضرات اچانک صدمے کی وجہ سے اوسان کھو بیٹھے تھے۔ وفات نبوی ﷺ کا سانحہ ان کے لیے ناقابل برداشت تھا۔ اس ذہنی کیفیت میں بعض حضرات کی زبان سے اس قسم کی باتیں نکل گئیں۔

۳۔ اس واقعہ سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی علوشان اور عظیم مرہجہ کا اظہار ہوتا ہے کہ اس عظیم سانحہ کے وقت انہوں نے امت کی قیادت اور رہنمائی کا فریضہ انجام دیا جس کے لیے ان حالات میں انتہائی قوت برداشت، صبر، حوصلے اور تدبیر کی ضرورت تھی۔

۴۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معصوم عن الخطاء نہیں تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کی تربیت کا اثر تھا کہ جب انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا تو فوراً اپنے موقف سے رجوع فرما لیتے تھے۔ مسلمانوں اور خصوصاً اہل علم کی یہی عادت ہونی چاہیے۔

۵۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں وفات کا لفظ بولنا بالکل درست اور صحیح ہے، کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وفات ایک قطعی امر ہے ”کل نفس ذائقة الموت“ (ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔) ”انک میت و ابلہم مبتون“ (اے پیغمبر! بلاشبہ آپ کو بھی موت آئی ہے اور ان کو بھی آئی ہے۔) اور دیگر متعدد آیات کریمہ کے مطابق ہر ایک کو یہاں سے جانا ہے، ہر آدمی کو مرنا ہے، اس سے اللہ سے کوئی ولی اور کوئی نبی بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ حتیٰ کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی وصال ہوا، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ کا خلیفہ منتخب فرمایا۔ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی سازش سے بچا کر اللہ رب العزت نے آسمانوں پر اٹھالیا جواب تک زندہ ہیں اور قرب قیامت میں تشریف لا کر دجال کو قتل کر کے چالیس سال زندہ رہیں گے اور آخر کار وفات پا کر مدینہ منورہ میں روضہ اطہر میں دفن ہوں گے۔

بہر حال ”کل نفس ذائقة الموت“ (ہر نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے) کے قاعدہ کلیہ سے کوئی مستثنیٰ نہیں نہ پیغمبر اور نہ شہید اور نہ کوئی اور حلد ہو یا بدیر ہر ایک پر موت وارد ہو کر رہیگی، اس پر سب کا اتفاق ہے، نہ اس میں کسی کو اختلاف ہے، نہ بحث۔ اور اس بات پر بھی اتفاق چلا آ رہا ہے کہ وفات کے بعد پھر انبیاء کرام علیہم السلام کو قبر میں حیات مرحمت ہوتی ہے مگر عصر حاضر کے اہل بدعت اس نظریہ کے منکر ہیں۔

۳۵۔ کِتَابُ الْمَنَاقِبِ

فضائل و مناقب کا بیان

{سیدنا عمر بن خطاب قرشی عدویؓ کے فضائل و مناقب}

۱۱۰۹۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ قَالَ دَخَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حِينَ أُصِيبَ فَقَالَ أَبَشِّرْ، فَوَاللَّهِ لَقَدْ كَانَ إِسْلَامُكَ عِزًّا، وَلَقَدْ كَانَتْ هِجْرَتُكَ فَتْحًا، وَلَا يَتُوكَ عَدْلًا، وَلَقَدْ صَحِبْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ حَتَّى تُوَفِّيَ وَهُوَ عِنْدَكَ رَاضٍ ثُمَّ صَحِبْتَ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَتُوَفِّيَ وَهُوَ عِنْدَكَ رَاضٍ وَلَقَدْ وُلِّيتَ فَمَا اخْتَلَفَ فِي وَلَا يَتِكَ اِثْنَانِ قَالَ عُمَرُ أَتَشْهَدُ بِذَلِكَ، قَالَ فَكَفَّ ابْنُ عَبَّاسٍ، فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَعَمْ نَشْهَدُ بِذَلِكَ.

امام ہشتم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا گیا تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے کہ (امیر المؤمنین! جنت کی) بشارت ہو۔ اللہ کی قسم! آپ کا اسلام لانا عزت کا باعث ہوا، آپ کی ہجرت فتح تھی، آپ کی خلافت عادلہ تھی، آپ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کا انتقال فرما گئے اور حضور ﷺ آپ سے خوش اور راضی تھے۔ اس کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صحبت اٹھائی اور جب جدا ہوئے تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آپ بھی راضی اور خوش تھے۔ آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ کی خلافت کے بارے میں دو آدمیوں کے درمیان بھی اختلاف نہ ہوا۔ (یہ سب سن کر) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا آپ ان تمام باتوں کی گواہی دیتے ہیں؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دینے میں قدرے دیری دکھائی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جی ہاں! ہم ان باتوں کی گواہی دیتے ہیں۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

صحیح البخاری: ۳۶۹۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۳۹۳، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۲۷۳۱، صحیح ابن حبان: ۱، ۶۸۹۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۱، ۵۷۹، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۶۳، ۱۲۸۹۳، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۳۵۱۵، شعب الایمان للبیہقی:

۴۵۳۰، کتاب الخراج لابن یوسف: ۱۳۴، اثبات عذاب القبر للبیہقی: ۲۲۱۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه ابو یوسف فی الخراج والبیہقی فی اثبات عذاب القبر وابن ابی شیبہ فی مصنفہ من طریق داود بن ابی ہند عن عامر عن ابن عباس قال دخلت علی عمر..... الحدیث۔ واخرجه البخاری من طریق ابن ابی ملیکہ عن المسور بن مخرمۃ عن ابن عباس.... الحدیث۔)

فائدہ:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سے عادل اور منصف اور حق پرست اور قبیح شرع اور صحابی اور خلیفہ راشد کو اللہ کا اتنا ڈر ہو تو وائے برا حال ہو ہمارا کہ سر سے پیر تک گناہوں میں گرفتار ہیں تو ہم کو کتنا ڈر ہونا چاہیے۔

{ سیدنا عمرؓ ہر ہفتے مسجد قباء میں جھاڑو دینے جایا کرتے تھے }

۱۱۱۰. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ يَأْتِي مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ فَيَدْعُو بِسَعْفَةٍ فَيَكْنِسُهَا هُوَ بِنَفْسِهِ.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہر ہفتے مسجد قباء میں تشریف لاتے تھے اور جھاڑو منگوا کر خود جھاڑو دیتے تھے۔

فائدہ:

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ عبد المطلب بن عبد اللہ بن حنطب کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر مسجد قباء آئے اور اس میں نماز پڑھی۔ پھر اپنے غلام سے فرمایا کہ اے یرف! جھاڑو لاؤ۔ وہ جھاڑو لے آئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر مسجد میں جھاڑو دی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴۰۱۶)

{ سیدنا علیؓ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ اللہ سے عمرؓ کے نامہ اعمال کے ساتھ ملوں }

۱۱۱۱. یُسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لِعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ مُسَجِّي: مَا أَحَدٌ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى اللَّهَ تَعَالَى بِصَحِيفَتِهِ مِنْ هَذَا الْمُسَجِّي.

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جبکہ وہ چادر سے ڈھکے ہوئے تھے

مخرج:

تحقیق:

{سیدنا علیؑ کو سیدنا ابوبکرؓ و سیدنا عمرؓ سے افضل کہنے والے کو دردناک سزا دی جائے}

تحقیق:

قائمة:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمایا کہ: "لا اجد احدا فضلی علی ابی بکر وعمر الا جلدتہ حد البفتری"

{سیدنا عثمانؓ خلافت کے اہل اور بلند رتبہ شخص تھے}

امام عبدالملک بن عمیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ چنا گیا تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں خطبہ دیا اور فرمایا: ہم نے خلافت کے اہل بلند رتبہ شخص کو اس کے منصب پر فائز کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں برتی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰۳۲، ۳۲۰۳۳، ۳۲۰۳۴، فضائل الصحابة للاحمد بن حنبل: ۷۳۱، السنۃ لابن بکر بن الخلال: ۵۴۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳۰، ۱۳۱، ۸۸۴۰، ۸۸۴۱، الاحادیث الثانی لابن ابی عاصم: ۱۴۶، ۱۴۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه ابن ابی شیبۃ وغیرہ من طرق عن عبد اللہ بہ.)

١١١٣. يُونُسُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بَيَّانِ بْنِ بِشْرِ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ قَدِمَ عَلَيَّ عَبْدُ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْكُوفَةَ حِينَ اسْتَخْلَفُوا عُمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: مَا أَلْوَنَاعُنْ أَعْلَاهَا ذِي فَوْقٍ. وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ يَقُولُ مَا بِالْعِرَاقِ مِثْلُ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ.

امام قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے خلیفہ چن لیا تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمارے پاس واپس کو فہ تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم نے خلافت کے اہل بلند رتہ شخص کو اس کے منصب پر فائز کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں برتی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے امام ابو جعفر رحمہ اللہ کو یہ

کہتے ہوئے سنا کہ عراق میں حسن بھری رحمہ اللہ کی مثل کوئی نہیں ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۰۳۲، ۳۲۰۳۳، ۳۲۰۳۴، ۳۲۰۳۵، فضائل الصحابة للاحمد بن حنبل: ۷۳۱، السنۃ لابن کبر بن الخلال: ۵۳۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۴۰، ۱۴۱، ۸۸۴، ۸۸۵، الاحاد والمثنائی لابن ابی عاصم: ۱۴۶، ۱۴۷۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه ابن ابی شیبہ وغیرہ من طرق عن عبد اللہ بہ.)

{سیدنا عثمانؓ کی فضیلت}

۱۱۱۵۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ وَهَيْثَمٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرَّ بِعُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَانِ، تُوفِّيَتْ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تَحْتَهُ وَهُوَ حَزِينٌ، فَقَالَ مَا يُحْزِنُكَ؟ فَقَالَ لَا أَحْزَنُ وَقَدْ انْقَطَعَ الصَّهْرُ بَيْنِي وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ! فَقَالَ هَلْ لَكَ أَنْ أُزَوِّجَكَ حَفْصَةَ؟ فَقَالَ عُثْمَانُ نَعَمْ. فَقَالَ عُمَرُ حَتَّى أَذْكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرَ عُمَرُ الْقِصَّةَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعُمَرَ: أَلَا أَذْكَرُكَ عَلَى صَهِرٍ خَيْرٌ لَكَ مِنْ عُثْمَانَ وَأَذْكَرُ عُثْمَانَ عَلَى صَهِرٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْكَ؟ قَالَ: بَلَى، قَالَ تُزَوِّجُنِي حَفْصَةَ وَأُزَوِّجُ عُثْمَانَ ابْنَتِي قَالَ فَفَعَلَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ.

موسی بن ابی کثیر رحمہ اللہ اور ہیثم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر رہا تھا وہ غمگین دکھائی دیے، پوچھا کیوں غمگین دکھائی دے رہے ہو؟ فرمایا: غمگین کیوں نہ ہوں؟ جبکہ میرے اور نبی ﷺ کے درمیان سسرالی رشتہ منقطع ہو گیا ہے، یہ نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی (حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا) کی وفات کے ابتدائی ایام کی بات ہے جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ میں اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح تم سے کر دیتا ہوں، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جی ہاں! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں پہلے یہ بات نبی کریم ﷺ سے ذکر کر لوں، چنانچہ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سارا قصہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو نبی کریم ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا میں حفصہ کے لیے عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر رشتہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے حفصہ سے بہتر رشتہ نہ بتاؤں؟ عرض کیا ضرور! فرمایا: حفصہ کا نکاح مجھ سے کرو اور عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح میں اپنی بیٹی سے کر دیتا

ہوں، (وہ اس پر راضی ہو گئے) اور نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج ۸ ص ۸۱، ۸۲، ۸۳، المعجم الکبیر للطبرانی: ۳۰۲، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۶۸۶۰، الاستیعاب لابن عبدالبر: ج ۴ ص ۴۶۳-۴۶۴، مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحسکفی: ۳۶۹۔

تحقیق:

یہ حدیث صحیح ہے۔ (وللحدیث طرق اخری)

{ام المؤمنین عائشہ کی فضیلت}

۱۱۱۶. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ هَوْنٌ عَلَى مَرْحُومٍ أَنِّي رَأَيْتُ عَائِشَةَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھ پر مرض کی سختی اس لیے آسان ہو گئی ہے کہ میں نے عائشہ کو جنت میں بھی اپنے ساتھ دیکھ لیا ہے۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحسکفی: ۳۸۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۴۵۰۷۶، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۹۸، المعجم الاوسط للطبرانی: ۳۱۸۵، الزہد لابن المبارک: ۱۰۷۸۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه الطبرانی من طریق ابی حنیفہ عن حماد عن ابراہیم عن الاسود عن عائشة قالت قال لی رسول اللہ ﷺ انه لیہون علی الموت انی اریتک زوجتی فی الجنة. وقد ثبت ان عائشة زوجتہ ﷺ فی الجنة من حدیث عمار بن یاسر عند البخاری (۲، ۴۷۷)۔)

۱۱۱۷. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا اسْتَأْذَنَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ إِنِّي أَجِدُ غَمًّا وَكَرْبًا فَأَنْصَرِفُ فَقَالَ لِلرَّسُولِ مَا أَنَا بِالنِّبِيِّ أَنْصَرِفُ حَتَّى أَدْخُلَ! فَرَجَعَ الرَّسُولُ فَأَخْبَرَهَا بِذَلِكَ فَأَذِنَتْ لَهُ، قَالَتْ لَهُ إِنِّي أَجِدُ غَمًّا

وَكُرْبًا وَأَنَا مُشْفِقَةٌ مِمَّا أَخَافُ أَنْ أَهْجُمَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ : أَبَشِّرْنِي فَوَاللَّهِ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَكْرَمُ عَلَى اللَّهِ مِنْ أَنْ يُزَوِّجَهُ بَحْرَةً مِّنْ جَمْرٍ جَهَنَّمَ فَقَالَتْ فَزَجَّتْ عَنِّي فَزَجَّ اللَّهُ عَنْكَ.

امام ہشتم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی عیادت کی سلسلے میں گھر میں داخل ہونے کی اجازت مانگی، عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیغام بھجوایا کہ میں بہت زیادہ پریشانی اور تکلیف محسوس کر رہی ہوں اس لیے ابھی (نہیں مل سکتی) واپس تشریف لے جائیے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قاصد سے کہا کہ میں تو ملے بغیر واپس نہیں جاؤں گا، قاصد نے جا کر عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات بتائی تو انہوں نے اجازت دے دی، (جب وہ آئے تو) فرمایا کہ میں بہت پریشانی اور تکلیف محسوس کر رہی ہوں اور مجھے اندازہ ہے کہ اب مجھ پر موت کا حملہ ہونے والا ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ کو (جنت کی) بشارت ہو کہ بخدا! نبی کریم ﷺ اللہ کے نزدیک اس سے معزز تھے کہ جہنم کے کسی انگارے سے نکاح فرماتے، یہ سن کر عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم نے مجھ پر خوشی کا دروازہ کھولا، اللہ تم پر کثادگی کرے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه الحصفی من طریق ابی حنیفۃ عن الہیثم عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما.... فذاکرہ.)

۱۱۱۸۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ فِي سَبْعِ خِصَالٍ لَيْسَتْ فِي أَحَدٍ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ : تَزَوَّجَنِ النَّبِيَّ ﷺ بِكُرٍّ وَلَمْ يَتَزَوَّجْ أَحَدًا مِنْ نِسَائِهِ بِكُرٍّ غَيْرِي، وَنَزَلَ جِبْرِيلُ إِلَيْهِ بِصُورَتِي قَبْلَ أَنْ يَتَزَوَّجَنِي وَلَمْ يُنْزِلْ صُورَةَ أَحَدٍ مِنْ نِسَائِهِ غَيْرِي وَرَأَيْتُ جِبْرِيلَ وَلَمْ يَرَهُ أَحَدٌ مِنْ أَزْوَاجِهِ غَيْرِي، وَكُنْتُ مِنْ أَحَبِّهِنَّ إِلَيْهِ نَفْسًا وَوَالِدًا وَكَانَ جِبْرِيلُ يُنْزِلُ عَلَيْهِ بِالْوَحْيِ وَأَتَمَعَهُ فِي شِعَارِهِ وَلَمْ يَكُنْ يَأْتِيهِ وَهُوَ مَعَ أَحَدٍ مِنْ أَزْوَاجِهِ غَيْرِي، وَنَزَلَ فِي آيَاتٍ مِنَ الْقُرْآنِ كَأَنَّهُ يَهْلِكُ فِيهَا فَنَامَ مِنَ النَّاسِ وَمَاتَ فِي يَوْمِي وَلَيْلَتِي وَبَيْنَ سَحْرَتِي وَنَحْرَتِي.

حضرت امام عامر (شعبی) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھ میں سات خصلتیں ایسی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی ازواج میں سے کسی میں نہیں ہیں۔ (۱) مجھ سے نکاح کیا جب کہ میں کنواری تھی اور آپ نے اپنی کسی بیوی سے کنوارے بچے میں نکاح نہیں کیا۔ (۲) جبریل علیہ السلام میری شبیہ لے کر آئے اس سے پہلے کہ آپ مجھ سے نکاح کریں۔ حالانکہ میرے علاوہ آپ کی کسی بیوی شبیہ لے کر نہیں آئے۔

(۳) اور (نبی کریم ﷺ کے دکھانے پر) میں جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا جبکہ میرے علاوہ آپ کے ازواج میں سے کسی نے بھی جبرائیل علیہ السلام کو نہیں دیکھا۔ (۴) اور میں آپ کو اپنی ذات سے بھی بہت پیاری تھی اور میرے والد بھی آپ ﷺ کو بہت محبوب تھے۔ (۵) اور میرے بارے میں قرآن کی آیتیں اتریں۔ قریب تھا کہ لوگوں کی جماعتیں ہلاک ہو جاتیں۔ (۶) اور میری باری کی رات و دن میں آپ ﷺ نے وفات پائی۔ (۷) اور میرے گلے اور سینے کے درمیان آنحضرت ﷺ کی روح پاک قبض ہوئی۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ الحنفی: ۳۸۲، صحیح البخاری: ۱۳۸۹، ۳۱۰۰، ۴۴۴۹، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۲۸۲، مسند اسحاق بن راہویہ: ۱۲۵۴، مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۲۱۶، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۴۵۸۶، صحیح ابن حبان: ۶۶۱۷، المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۸۸۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۷۵، المستدرک للحاکم: ۶۷۱۹۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

۱۱۱۹. یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا اسْتَأْذَنَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ إِيَّيْ أَجْدُ غَمًّا وَكَرْبًا فَأَنْصَرَفَ فَقَالَ لِلرَّسُولِ مَا أَنَا بِالَّذِي أَنْصَرِفُ حَتَّى أَدْخُلَ! فَرَجَعَ الرَّسُولُ فَأَخْبَرَهَا بِذَلِكَ فَأَذِنَتْ لَهُ، قَالَتْ لَهُ إِيَّيْ أَجْدُ غَمًّا وَكَرْبًا وَأَنَا مُشْفِقَةٌ مَخَافًا أَنْ أَهْجَمَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ: أَبَشِّرْنِي فَوَاللَّهِ لِرَّسُولِ اللَّهِ ﷺ أَكْرَمُ عَلَى اللَّهِ مِنْ أَنْ يُزَوِّجَهُ بَحْرَةَ لَقَدْ بَحَّرَ لَهَا فَقَالَتْ فَزَجَّتْ عَنِّي فَرَجَّ اللَّهُ عَنْكَ.

امام ہشتم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی عیادت کی سلسلے میں گھر میں داخل ہونے کی اجازت مانگی، عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیغام بھجوایا کہ میں بہت زیادہ پریشانی اور تکلیف محسوس کر رہی ہوں اس لیے ابھی (نہیں مل سکتی) واپس تشریف لے جائیے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قاصد سے کہا کہ میں تو ملے بغیر واپس نہیں جاؤں گا، قاصد نے جا کر عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات بتائی تو انہوں نے اجازت دے دی، (جب وہ آئے تو) فرمایا کہ میں بہت پریشانی اور تکلیف محسوس کر رہی ہوں اور مجھے اندازہ ہے کہ اب مجھ پر موت کا حملہ ہونے والا ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: آپ کو (جنت کی) بشارت ہو کہ بخدا! نبی کریم ﷺ اللہ کے نزدیک اس سے معزز تھے کہ جہنم کے کسی انکارے سے

نکاح فرماتے، یہ سن کر عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تم نے مجھ پر خوشی کا دروازہ کھولا، اللہ تم پر کثادگی کرے۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (اخرجه الحسکفی من طریق ابی حنیفة عن الہیثم عن عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما.... فذکرہ.)

{ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب }

۱۱۲۰. یوسف عن ابيه عن ابي حنيفة عن الهيثم عن ابن مسعود رضي الله عنه ان ابا بكر وعمر سمرا عند النبي ﷺ ذات ليلة فخرجا فخرج معها فمرا باين مسعود وهو يقرأ فقال النبي ﷺ من اراد ان يقرأ القرآن غضا كما انزل فليقرأ على قراءة ابن ام عبد وجعل يقول له سل تعطه فاتاه ابو بكر وعمر رضي الله عنهما يبشرا به فسبق ابو بكر عمر فبشرا وَاخْبَرَهُ أَنَّهُ قَدْ دَعَا لَهُ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ إِيْمَانًا لَا يَزِيدُ وَنَعِيمًا لَا يَنْقُذُ وَمُرَافَقَةً نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ فِي أَعْلَى جَنَّةِ الْخُلْدِ.

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک رات نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں شب گزاری کی۔ ہم نبی مکرم ﷺ کے ہمراہ وہاں سے نکلے، ان کا گزر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا، وہ قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے، نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص قرآن کو اسی طرح پڑھنا چاہتا ہو جس طرح وہ نازل ہوا تھا، تو وہ ابن ام عبد کی قراءت کے مطابق اس کی تلاوت کرے۔ نبی مکرم ﷺ ان سے کہنے لگے تم مانگو تمہیں دیا جائے گا۔ پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خوشخبری دینے کے لیے ان کی جانب دوڑے، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے ان کے پاس پہنچ گئے، ان کو خوشخبری دی اور ان کو بتلایا کہ نبی مکرم ﷺ نے ان کے لئے دعا بھی فرمائی ہے، تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی دعا میں یہ کچھ مانگا: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ اِيْمَانًا لَا يَزِيدُ وَنَعِيْمًا لَا يَنْقُذُ وَمُرَافَقَةً نَّبِيِّكَ مُحَمَّدٍ فِيْ اَعْلٰى جَنَّةِ الْخُلْدِ "اے اللہ! میں تجھ سے ایسے ایمان کا سوال کرتا ہوں، جو پلٹ نہ جائے اور ایسی نعمت کا، جو ختم نہ ہو اور جنت خلد کے عالی حصے میں ہمارے نبی کے ساتھ رہنے کا (سوال کرتا ہوں)۔"

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید: ج ۱ ص ۳۴۱ ح ۵۳۵، مسند ابی داود الطیالسی: ۳۳۸، مصنف ابی شیبہ: ۴۹۵۳۱، مسند الامام احمد بن حنبل: ۳۷۹۷، السنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰۶۳۹، عل اللیوم واللیلۃ للنسائی: ۸۶۹، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۵۰۵۸، ۵۰۵۹، صحیح ابن حبان: ۱۹۷۰، ۷۰۶۷، المعجم الکبیر للطبرانی: ۸۴۱۶، ۸۴۱۷، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱۹۲۸، ۵۳۸۶، الدعوات الکبیر للسیوطی: ۲۳۲، الاحادیث المختارة: ۱۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخری)

۱۱۴۱۔ یُسُفُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ مَعْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ مَا كَذَبْتُ مُنْذُ أَسْلَمْتُ إِلَّا كَذِبَةً وَاحِدَةً كُنْتُ أُرِجُلُ لِلنَّبِيِّ ﷺ، فَأَتَى بِرِجَالٍ مِنَ الطَّائِفِ فَسَأَلَنِي أُمِّي الرَّحْلَةَ أَحَبُّ إِلَيَّ النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْتُ الطَّائِفِيَّةُ وَكَانَ يَكْرَهُهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَلَمَّا أَتَى بِهَا قَالَ مَنْ رَحَّلَ لَنَا هَذِهِ قَالُوا: رَحَّالُكَ، فَقَالَ مُرُوا ابْنَ أُمِّ عَبْدِ فَلْيُرِجِلْ لَنَا قَالَ فَأَعِيذْتُ إِلَى الرَّحْلَةِ.

معن (بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود ہذلی) رحمہ اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں جب سے مشرف بہ سلام ہوا میں نے کبھی خلاف حقیقت بات نہیں کہی سوائے ایک کے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ میں نبی ﷺ کی اونٹنی پر کجاوہ باندھتا تھا کہ ایک کجاوہ باندھنے والا طائف سے آیا۔ اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ رسول اللہ ﷺ کو کون سا کجاوہ محبوب تر ہے میں نے کہا طائف (یعنی وہاں جو باندھا جاتا ہے) حالانکہ رسول اللہ ﷺ اسے ناپسند کرتے تھے، پھر جب کجاوہ سے کسی ہوئی اونٹنی خدمت میں حاضر کی گئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ ہمارا کجاوہ کس نے باندھا ہے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ آپ کے نئے کجاوہ باندھنے والے نے (جو طائف سے آیا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابن ام عبد سے کہو کہ وہ ہمارا کجاوہ باندھے (عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) پھر میں نے دوبارہ کجاوہ کسا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

کتاب الآثار وروایۃ الامام محمد: ۸۸۰ باب الصدق والکذب والغیۃ والہمتان، مسند الامام ابی حنیفہ روایۃ المصکلی: ۳۷۷ باب فضائل عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، مسند ابی یعلیٰ الموصلی: ۵۲۶۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۳۶۶، جامع المسانید للبخاری: ج ۱ ص ۲۱۶ ح ۲۹۰۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی، اس کی بیوی کو دو حیض آئے یہاں تک کہ جب وہ تیسرے حیض میں داخل ہوئی اور حیض کا خون آنا رک گیا تو وہ غسل خانے میں گئی، پانی کے قریب ہوئی اور اپنے کپڑے ہٹانا ہی چاہتی تھی کہ اس آدمی نے اس کے پاس آ کر رجوع کر لیا ابھی اس نے پانی اپنے اوپر ڈالا نہیں تھا۔ یہ عورت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور ان سے واقعہ ذکر کیا جبکہ ان کے پاس سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ اس کے بارے میں بتلایئے؟ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ یہ عورت اس شخص کی بیوی شمار ہوگی کیونکہ یہ عورت ابھی حائضہ ہے ابھی اس کے لیے نماز حلال نہیں ہوئی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری بھی یہی رائے ہے۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو اس کے شوہر کو واپس لوٹا دیا اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم ایک جھونپڑی ہو جو علم سے معمور ہے۔

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

كتاب الآثار رواية الامام محمد: ٢٨٨ باب من طلق ثم راجع في العدة، جامع المسانيد للخوازمي: ج ٢ ص ١٥٧ ح ١٣٥١، شرح معاني الآثار للطحاوي: ٣٥٠٠، مؤطا محمد: ٦٠٤، سنن سعيد بن منصور: ١٢١٨، مصنف عبد الرزاق: ١٠٩٨٨، ١٠٩٨٩، ١، المعجم الكبير للطبراني: ٩٦١٦، السنن الكبرى للبيهقي: ١٥٣٩٣، السنن الصغرى للبيهقي: ٢٤٤٣، مصنف ابن ابي شيبة: ١٨٨٩٤، ١٨٨٩٨.

تحقیق:
 ہے۔ (واخرجه سعيد بن منصور وابن ابی شیبہ والطحاوی والطبرانی والبیہقی من طریق منصور عن ابراهيم عن علقمة عن عمرو عبد الله به.)

فائدہ:

امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ عورت جب تک تیسرے حیض سے فارغ ہو کر غسل نہ کرے مرد اس سے رجوع کرنے کا حقدار رہتا ہے لیکن اگر عورت نے اتنی دیر غسل مؤخر کیا کہ ایک نماز کا اتنا وقت نکل جائے جس میں وقت نکلنے سے پہلے وہ غسل کر سکتی ہو تو اس سے رجوع کا حق ختم ہو جائے گا اور وہ دوسرے مرد سے شادی کر سکے گی اور اس پر نماز لازم ہو جائے گی۔ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا موقف ہے۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ۴۸۸)

۱۱۲۳۔ یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ أَعْرَابِيًّا وَلَدَتْ امْرَأَتَهُ فَمَاتَتْ وَلَدُهَا فَكَثُرَ اللَّبَنُ فِي ثَدْيِهَا فَقَالَتْ لَهُ امْصُصْهُ ثُمَّ افْجُجْهُ فَفَعَلَ ذَلِكَ فَدَخَلَ بَعْضُهُ فِي حَلْقِهِ فَأَتَى أَبَا مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَسَأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ حَرُمَتْ عَلَيْكَ امْرَأَتُكَ ثُمَّ أَتَى ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَسَأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ وَأَخْبَرَهُ بِقَوْلِ أَبِي مُوسَى فَقَالَ إِنَّمَا كُنْتَ مُدَاوِيًّا وَأَنَّهُ لَارِضَاعٌ بَعْدَ فِطَامٍ وَإِنَّمَا يَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعِ مَا أَنْبَتَ اللَّحْمَ وَالْعُظْمَ فَأُمِّسِكَ عَلَيْكَ امْرَأَتُكَ فَأَتَى أَبَا مُوسَى فَأَخْبَرَهُ بِقَوْلِ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ لَا تَسْأَلُونِي مَا دَامَ هَذَا الْحَبْرُ فِيكُمْ.

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دیہاتی کی بیوی نے بچہ پیدا کیا، وہ بچہ فوت ہو گیا، عورت کے پستانوں میں بہت دودھ اتر آیا، اس نے اپنے شوہر سے کہا: اس کو چوس کر کھلی کر دے۔ اس نے اسی طرح کیا، اس طرح کرنے میں تھوڑا سا دودھ اس کے حلق میں اتر گیا۔ وہ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے اس سلسلے میں دریافت کیا۔ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیری بیوی تجھ پر حرام ہو گئی ہے۔ پھر وہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے یہی مسئلہ پوچھا اور انہیں سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا موقف بھی بتلایا۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو ایک علاج کر رہا تھا، دودھ پینے سے حرمت تب ثابت ہوتی ہے جب وہ دودھ گوشت اور ہڈیاں پیدا کرے (اور یہ تب ہی ہوتا ہے جب دو سالوں کے اندر اندر دودھ پیا جائے) دودھ چھڑانے کے بعد جب بچہ کھانا کھانے لگ جائے اس زمانے میں دودھ پینے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ تو اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ۔ وہ شخص دوبارہ لوٹ کر سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا موقف ان کو بتایا (سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا اور) فرمایا: جب تک یہ قبح عالم تمہارے اندر موجود ہے مجھ سے کوئی مسئلہ مت پوچھنا۔

تخریج:

یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی موجود ہے۔

جامع المسانید للبخاری: ج ۲ ص ۱۰۳ ح ۱۲۲۳، مصنف عبدالرزاق: ۱۳۸۹۵، ۱۳۸۹۶، مغطا مالک: ۱۳ باب ما جاء في الرضاة بعد الكبير، السنن الكبرى للبيهقي: ۱۵۶۵۳۔

تحقیق:

صحیح ہے۔ (ولہ طرق اخرى)

۱۱۲۴۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَدَّثَهُ عَنْ عَامِرٍ أَنَّهُ قَالَ تَفَقَّهَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ سِتَّةَ رَهْطٍ، ثَلَاثَةٌ مِنْهُمْ يُلْقَى بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَثَلَاثَةٌ يُلْقَى بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، فَكَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ يُلْقَى بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ، وَكَانَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَأَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ وَأَبِيُّ بْنُ كَعْبٍ يُلْقَى بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ۔

عامر (شعبی) رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: ”نبی ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چھ حضرات نے فقہ کا علم حاصل کیا (اور آپس میں اس کا مذاکرہ کیا کرتے تھے) جن میں تین حضرات تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے جو آپس میں علم فقہ کا مذاکرہ کیا کرتے تھے اور تین حضرات سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے جو آپس میں مذاکرہ کیا کرتے تھے۔“

تحقیق:

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح و ثابت ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شیخ سے مراد امام یثیم بن حبیب المعروف بہ یثیم بن ابی الہیثم البصری فی الکوفی رحمہ اللہ ہیں۔ (کتاب الآثار و روایۃ الامام محمد: ج ۱ ص ۶۱۹، رقم الحدیث: ۸۶۶) جو کہ روایت حدیث میں انتہائی ثقہ اور راست باز راوی ہیں۔ (تہذیب الکمال: ۶۶۳۲)

فائدہ:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ زبردست فقیہ تھے، استخراج مسائل اور فقہ پر مکمل عبور رکھتے تھے۔

{ محمد (ﷺ) کی آل محمد (ﷺ) کی امت ہے }

۱۱۲۵۔ قَالَ حَدَّثَنَا يُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ عَنْ حَدَّثَهُ عَنْ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ: أَلْ

مُحَمَّدٌ ﷺ أُمَّةٌ مُحَمَّدٌ ﷺ

یوسف اپنے باپ سے وہ ابو حنیفہ سے وہ اس شخص سے جس نے ان سے بیان کیا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: محمد ﷺ کی آل محمد ﷺ کی امت ہے۔

{شہید اسلام سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ}

۱۱۲۶. یُوسُفُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمَّا افْتَتَحَ مَكَّةَ لَهُ يَدْخُلُ بَيْتًا حَتَّى أَنْزَلَ خُبَيْبًا فَأَخْتَضَنَهُ إِلَيْهِ وَصَلَّى عَلَيْهِ وَدَفَنَهُ.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب نبی مکرم ﷺ نے مکہ مکرمہ فتح کیا تو آپ ﷺ گھر میں داخل نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک کو (سولی کی لکڑی سے) اتروا کر اپنے بازوؤں میں لیا اور نماز جنازہ پڑھ کر ان کی میت کو دفن کر دیا۔

تحقیق:

صحیح ہے۔

فائدہ:

غسل اور اور وقارہ والوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں ہمارے ساتھ چند صحابہ کو بھیج دیجئے جو ہم کو دین کی تعلیم دیں، آپ ﷺ نے سیدنا خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے ساتھ بھیج دیا، راستے میں بنو لحيان کے لوگوں نے ان پر حملہ کر کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن میں سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ بھی تھے کو گرفتار کر کے لے گئے اور سیدنا خبیب رضی اللہ عنہ کو مکہ میں لے جا کر بیچ دیا۔ خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث کے لڑکوں نے خرید لیا اور انتہائی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا اور خبیب رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک سولی پر ہی لٹکی رہی (مگر گلے سڑنے سے بالکل محفوظ رہی) نبی مکرم ﷺ نے جب مکہ مکرمہ فتح کیا تو پھر ان کی لاش مبارک کو سولی کی لکڑی سے اتروا کر جنازہ پڑھا اور پھر دفن کر دیا مذکورہ بالا حدیث میں اسی واقعہ کا ذکر ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ شہید کا جنازہ پڑھا جائے گا۔ نیز صحیح روایات میں احد کے شہداء کا نماز جنازہ پڑھے جانے کا ثبوت بھی ملتا ہے جس کی وجہ سے جمہور اہل علم شہید کی نماز جنازہ پڑھنے کے قائل ہیں۔

چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا:

أَبَى إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ لَجَعَلْ يُصَلِّيَ عَشْرَةً عَشْرَةً وَحَمْزَةً هُوَ كُتَاهُو يُزْفَعُونَ وَهُوَ كُتَاهُو مَرْفُوعٌ. رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالطَّعَالِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ. (أثار السنن: ۱۰۷۹)

غزوہ احد کے دن شہداء کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ان میں سے دس دس افراد کا جنازہ ادا کرنے لگے۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ جہاں تھے وہیں رہے (ان کی میت سامنے رہی)، دوسروں کی میتیں اٹھالی جاتی تھیں اور حمزہ رضی اللہ عنہ کی میت جیسے تھی، ویسے ہی (سامنے) پڑی رہتی تھی۔ اسے ابن ماجہ (۱۵۱۳)، طحاوی (ج ۱ ص ۵۰۳)، طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

اسے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

حدثنا محمد بن عبد الله بن نمير حدثنا ابو بكر بن عياش عن يزيد ابن ابی زياد عن مقسم عن ابن عباس رضي الله عنهما..... الخ. (سنن ابن ماجہ: ۱۵۱۳)

اور حسن درجہ کی ہے۔ اس کے طحاوی (ج ۱ ص ۵۰۳) وغیرہ میں شواہدات موجود ہیں۔ مزید برآں احناف کے مخالفین میں سے زبیر علی زئی نے اس حدیث کو حسن جبکہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔

(دیکھئے: سنن ابن ماجہ بتحقیق الزبیر: ج ۲ ص ۴۶۹، سنن ابن ماجہ بتحقیق البانی: ۱۵۱۳)

سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَمَرَ يَوْمَ أُحُدٍ بِحَمْزَةٍ فَسُجِّيَ بِبُرْدِهِ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهِ فَكَثَّرَ تَسْبِيحَ تَكْبِيرَاتٍ ثُمَّ أُنِيَ بِالْقَتْلِ يُصَفُّونَ وَيُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ وَعَلَيْهِ مَعَهُمْ. رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ وَإِسْنَادُهُ مُرْسَلٌ قَوِيٌّ وَهُوَ مُرْسَلٌ صَحَابِيٌّ. (آثار السنن: ۱۰۸۰)

کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ احد والے دن سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حکم دیا تو انہیں چادر کے ساتھ ڈھانپ دیا گیا پھر ان پر نماز پڑھی نوون تکبیریں کہیں پھر دوسرے شہداء کو قطار میں لایا جاتا رہا اور آپ ان سب پر اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر بھی ان کے ساتھ نماز پڑھتے رہے۔ اسے طحاوی (۲۸۸۷) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل قوی ہے اور یہ ایک صحابی کی مرسل ہے۔

سیدنا شداد بن ہارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَعْرَابِ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَمَّنَ بِهِ وَاتَّبَعَهُ ثُمَّ قَالَ أَهَاجِرُ مَعَكَ فَأَوْصِنِي بِهِ النَّبِيُّ ﷺ بَعْضَ أَصْحَابِهِ فَلَمَّا كَانَتْ غَزْوَةٌ غَنِمَ النَّبِيُّ ﷺ شَيْئًا فَقَسَمَ وَقَسَمَ لَهُ فَأَعْطَى أَصْحَابَهُ مَا قَسَمَ لَهُ وَكَانَ يَزْعُمُ ظَهَرَهُمْ فَلَمَّا جَاءَ دَفْعُوهُ إِلَيْهِ فَقَالَ مَا هَذَا قَالُوا قِسْمُ قَسَمِهِ لَكَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَخَذَهُ فَجَاءَ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ مَا هَذَا قَالَ قَسَمْتُهُ لَكَ قَالَ مَا عَلَى هَذَا أَتَبِعْتُكَ عَلَى أَنْ أُرْمَى إِلَى هَهُنَا وَأَشَارَ إِلَى حَلْقِهِ بِسَهْمٍ فَأَمُوتُ فَأَدْخُلُ الْجَنَّةَ فَقَالَ إِنْ تَصَدَّقْتُ اللَّهَ يُصَدِّقَكَ فَلَبِسُوا قَلِيلًا ثُمَّ نَهَضُوا فِي قِتَالِ الْعَدُوِّ فَأَتَى بِهِ النَّبِيُّ ﷺ يُحْمَلُ قَدْ أَصَابَهُ سَهْمٌ حَيْثُ أَشَارَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَهْوُ هُوَ

قَالُوا نَعَمْ قَالَ صَدَقَ اللَّهُ فَصَدَّقَهُ ثُمَّ كَفَّنَهُ النَّبِيُّ ﷺ فِي جُبَّةِ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ قَدَّمَهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ فَكَانَ
مَعًا ظَهَرَ مِنْ صَلَاتِهِ اللَّهُمَّ هَذَا عَبْدُكَ خَرَجَ مُهَاجِرًا فِي سَبِيلِكَ فَقُتِلَ شَهِيدًا أَنَا شَهِيدٌ عَلَى
ذَلِكَ. رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَالطَّحَاوِيُّ وَاسْنَادُهُ صَحِيحٌ. (أثار السنن: ۱۰۷۸)

کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ پر ایمان لے آیا اور آپ کا قبیع بن گیا، پھر وہ کہنے لگا: میں تو آپ کے
ساتھ مہاجر بن کر رہوں گا۔ نبی ﷺ نے اپنے ایک صحابی کو اس (کے قیام و طعام) کا خیال رکھنے کو کہا، پھر ایک جنگ ہوئی تو
نبی ﷺ کو غنیمت میں قیدی ملے۔ آپ نے انہیں تقسیم کیا۔ تو اس اعرابی کا حصہ بھی رکھا اور اس کے ساتھیوں کو دے دیا۔ وہ
ان کے سواری کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ جب وہ چرا کر واپس آیا تو انہوں نے اس کا حصہ اسے دیا۔ اس نے کہا: یہ کیا ہے؟
ساتھیوں نے کہا: نبی ﷺ نے تجھے (غنیمت سے) حصہ دیا ہے۔ اس نے اپنا حصہ لیا اور اسے لے کر نبی ﷺ کے پاس
حاضر ہوا اور کہنے لگا: یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”میں نے تجھے تیرا حصہ دیا ہے۔“ وہ کہنے لگا: میں اس کی خاطر تو آپ کا پیر، کار
نہیں بناتا تھا، میں تو آپ کا پیر و کار، اس لیے بنا ہوں کہ مجھے یہاں تیر لگے، اور اس نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔ اور میں مر
کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا: ”اگر تو یہ بات سچے دل سے کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ تیری خواہش پوری فرمائے
گا۔“ تھوڑے عرصے کے بعد وہ (صحابہ) پھر دشمن سے لڑائی کے لیے گئے تو اسے نبی ﷺ کے پاس اس حال میں اٹھا کر
لایا گیا کہ اسے اسی جگہ تیر لگا ہوا تھا جہاں اس نے اشارہ کیا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”کیا یہ وہی اعرابی ہے؟“ لوگوں نے
کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ”اس نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے عا کی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کی خواہش پوری فرمادی۔“ پھر
نبی ﷺ نے اسے اپنی قمیص میں کفن دیا، پھر اسے آگے رکھا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ آپ کی دعا کے یہ الفاظ ظاہر
ہوئے: ”اے اللہ! یہ تیرا (سچا) بندہ ہے۔ تیرے راستے میں ہجرت کرتے ہوئے گھر سے نکلا اور شہید ہو گیا۔ میں ان باتوں کا
یعنی گواہ ہوں۔“ اسے نسائی (۱۹۵۳) اور طحاوی (۲۸۹۱) نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

اسے امام نسائی رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ بیان کیا ہے:

اخبرنا سويد بن نصر قال انبأنا عبد الله عن ابن جريج قال اخبرني عكرمة بن خالد ان ابن ابی
عمارة اخبره عن شداد بن الهاد ان رجلا من الاعراب جاء الى النبي ﷺ..... الخ.

(سنن النسائی: ۱۹۵۳)

اور صحیح و ثابت ہے۔ حتیٰ کہ زبیر علی زئی اور البانی جیسے غالی حضرات نے بھی اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ (دیکھئے: سنن
النسائی جتحقیق الزبیر: ۱۹۵۵، سنن الترمذی جتحقیق البانی: ۱۹۵۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شہید کا جنازہ پڑھا جائے گا۔



اشاریہ اسماء الرجال

حرف الالف

- ☆ ابراہیم بن یزید نخعی ۲
- ☆ آدم بن علی عجل ۲۶۰
- ☆ ابواسحاق ابراہیم بن منقذ بن ابراہیم بن عیسیٰ مصریٰ حضریٰ ۲۷۳
- ☆ ابو عمرو ادریس بن یحییٰ مصریٰ حولائی ۲۷۳
- ☆ اغر بن سلیم کوئی ۲۷۳
- ☆ انس بن سیرین انصاری بصری ۲۹۲
- ☆ ایوب بن عائد بن مدح طائی کوئی ۳۳۹
- ☆ ابان بن ابی عیاش بصری ۳۵۰
- ☆ ابراہیم بن عبدالرحمن سکسی ۷۱
- ☆ ابراہیم بن محمد بن منشور ۱۷۵
- ☆ ابراہیم بن نعیم ۸۳۲
- ☆ اسحاق بن ثابت بن عبید ۱۰۰۲
- ☆ اسماعیل بن ابی خالد ۱۸
- ☆ اسماعیل بن امیہ ۷۰۰
- ☆ اسماعیل بن مسلم کی ۷۷۵
- ☆ اسود بن یزید نخعی ۳۷
- ☆ ایوب بن ابی تمیم ختانی ۷۶۲

حرف الباء

- ☆ بازام ابوصالح ۲۰۴

- ☆ بشیر او بشیر ۹۱۳
- ☆ بکر بن عبد اللہ مرنی ۶۵
- ☆ بلال بن مرداس ۱۷۴
- ☆ بیان بن بشر الحمسی ۱۱۲۱

حرف التاء

- ☆ تمام بن عباس ۴۰
- ☆ تمیم بن سلمہ ۲۷۰

حرف الثاء

- ☆ ثابت بن اسلم بنانی؟ ۶۲
- ☆ ثابت بن عبید ۱۰۰۲

حرف الجیم

- ☆ جابر بن زید ابو الشعثاء ۷۳۸
- ☆ جامع بن شداد ابو صخرہ ۴۹۳
- ☆ جراح بن منہال ابو العطوف جزری ۱۶۲
- ☆ جعفر بن محمد صادق ۶۶۳

حرف الحاء

- ☆ حماد بن ابی سلیمان کوئی ۱
- ☆ حارث بن ابی ربیعہ مخزومی ۴۲۶
- ☆ حارث بن عبد الرحمن ابو ہند ۳۷
- ☆ حبیب بن ابی ثابت ابو سخی ۸۱۱
- ☆ حسن بن ابی الحسن بصری ۷۴
- ☆ حسن بن سعد ہاشمی ۵۹۵
- ☆ حصین بن عبد الرحمن ابو البزطیل ۲۹۹

- ☆ حکم بن عتیبہ ۹۳
- ☆ حران بن ابان ۲۸۲
- ☆ حمید بن قیس اعرج ۶۸۷
- ☆ حنظلہ بن نباتہ جعفی ۱۰۶
- ☆ حوط بن عبد اللہ ۳۱۵
- ☆ حمید بن عبد الرحمن ۵۲۰

حرف الحاء

- ☆ خارجہ بن عبد اللہ ۵۶۵
- ☆ خالد بن علقمہ ۳۶
- ☆ خصیف بن عبد الرحمن ۶۳۳

حرف الدال

- ☆ داود بن عبد الرحمن ۶۳

حرف الذال

- ☆ ذر بن عبد اللہ مرہبی ۳۰۸
- ☆ ذکوان ابو صالح سمان ۴۴۷

حرف الراء

- ☆ ربیع بن سمرہ جہنی ۷۰۶
- ☆ روح بن مسافر ابو بشیر بصری ۸۶۳

حرف الزاء

- ☆ زبید بن حارث یامی ۳۰۸
- ☆ زکریا بن حارث کوفی ۸۷۲
- ☆ زیاد بن ابی زیاد بسرہ ۸۱۵
- ☆ زیاد بن حدیر ۴۹۳

- ☆ زیاد بن علاقہ ۵۲۲
- ☆ زید بن اسلم ۳۹۳
- ☆ زید بن ابی انیسہ ۹۰۸
- ☆ زید بن خلید و سکری ۸۹۷
- ☆ زید بن صوحان ۶۲۱
- ☆ زید بن ولید ۹۰۸

حرف السنین

- ☆ سالم بن ابی الجعد ۴۱۸
- ☆ سالم بن عجلان الاقطن ۶۵۶
- ☆ سائب بن مالک ۳۹۳
- ☆ سعد بن ایاس ابو عمر شیبانی ۸۲۷
- ☆ سعد بن عبیدہ ۴۲۳
- ☆ سعد بن معبد ہاشمی ۵۸۶
- ☆ سعید بن جبیر ۴۹
- ☆ سعید بن ابی سعید مقبری ۷۷
- ☆ سعید بن عبدالرحمن بن ابزی ۳۰۸
- ☆ سعید بن ابی عروبة ۷۵۲
- ☆ سعید بن عمرو بن اشوع ۴۲۲
- ☆ سعید بن مرزبان ۸۲۷
- ☆ سعید بن مسیب ۲۰۳
- ☆ سعید بن یحییٰ ۴۲۲
- ☆ سلمہ بن تمام ۶۸۸
- ☆ سلمہ بن کہیل ۸۲۵
- ☆ سلیم بن اسود کوفی ۳۱۵

- ☆ سلیمان بربریدہ بن حصیب ۱۳۳
- ☆ سلمان بن ربیعہ ۵۸۰
- ☆ سلیمان بن ابی سلیمان ۳۳۲
- ☆ سلمان الأشجعی ۴۷۰
- ☆ سلمان ابو عبد اللہ عیسیٰ ۹۷۰
- ☆ سہل بن زراع ۷۰۹
- ☆ سیرین ام ولد عبد اللہ ۹۹۷

حرف الثمین

- ☆ شہب بن ربیع ۲۷۰
- ☆ شریحیل بن سعد ۶۳
- ☆ شرح بن حارث ۳۶۰
- ☆ شرح بن ہانی ۹۴
- ☆ شعیب بن محمد بن عبد اللہ سہمی ۸۱
- ☆ شقیق بن سلمہ ابو وائل ۳۲۰
- ☆ شیبہ بن مساور ۶۵

حرف الصاد

- ☆ صبی بن معبد ۵۸۰
- ☆ صلت بن بہرام ۳۱۵
- ☆ صلت بن جبیر ۶۴۲

حرف الضاد

- ☆ ضحاک بن مزاحم ابو قاسم ۳۷

حرف الطاء

- ☆ طارق بن شہاب الحمسی ۵۴۹

- ☆ طاوس بن کیسان ۲۶۳
- ☆ طریف بن شہاب ابوسفیان ۳۴
- ☆ طلحہ بن مصرف یامی ۱۴۷

حرف العین

- ☆ عاصم بن سلیمان احول ۴۱۰
- ☆ عاصم بن کلیب جرمی ۹۵۷
- ☆ عاصم بن ابی النجود بہدہ ۲۷۶
- ☆ عاصم بن ہمرہ سلولی ۸۷۹
- ☆ عامر بن شراحیل شعبی ۳۰
- ☆ عامر بن عبد الواحد احول ۷۵۲
- ☆ عایذ بن سعید بن عبد اللہ ۴۷۵
- ☆ عبایہ بن رفاعہ بن رافع ۹۵۰
- ☆ عبد الاعلیٰ تیمی قاص ۴۶۶
- ☆ عبد خیر ۴۶
- ☆ عبد الرحمن بن زیاد ۱۷۵
- ☆ عبد الرحمن بن سابط قرشی ۴۸۲
- ☆ عبد الرحمن بن عبد اللہ ۱۱۳۰
- ☆ عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عتبہ ۷۱
- ☆ عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود ۶۸۹
- ☆ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ۹۷۴
- ☆ عبد العزیز بن رفیع ۶۶۹
- ☆ عبد اللہ بن بریدہ ۹۸۸
- ☆ عبد اللہ بن حارث ۱۰۹۷
- ☆ عبد اللہ بن ابی حبیب مدنی ۹

- ☆ عبد اللہ بن حسن ہاشمی ۸۲۳
- ☆ عبد اللہ بن سلمہ مرادی ۵۸۷
- ☆ عبد اللہ بن شداد بن ہاد ۱۷۹
- ☆ عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی ملیک ۷۶۲
- ☆ عبد اللہ بن عثمان ۶۸۶
- ☆ عبد اللہ بن عمیر فرسی ۱۵۰
- ☆ عبد اللہ بن ابی سلیمان میسرہ ۷۲۷
- ☆ عبد الملک بن میسرہ ہلالی ۳۱۳
- ☆ عبید اللہ بن داود ۹۳۹
- ☆ عبید اللہ بن ابی زیاد ۶۰۶
- ☆ عبید اللہ بن عبد اللہ بن مویہ قرشی ۱۹۶
- ☆ عبید اللہ بن عمر ۷۷
- ☆ عبید اللہ بن نسطاس عامری ۴۱۸
- ☆ عثمان بن حاضر ۵۰۶
- ☆ عثمان بن راشد ۴۲
- ☆ عثمان بن عامر ۴۲
- ☆ عثمان بن عبد اللہ بن مویہ ۱۷۰
- ☆ عثمان بن محمد ۶۳۹
- ☆ عدی بن ارطاة ۶۵
- ☆ عدی بن ثابت ۴۷۰
- ☆ عروہ بن زبیر ۶۳۷
- ☆ عطاء بن ابی رباح ۷۱
- ☆ عطاء بن سائب ۳۹۳
- ☆ عطاء بن عجلان ۴۷۶
- ☆ عطاء بن یاسر مدنی ۲۰۵

- ☆ عطیہ بن حارث البوروق ہمدانی ۱۸
- ☆ عطیہ بن سعد عوفی ۸۸۶
- ☆ عقبہ بن زیاد ۱۰۰۵
- ☆ علقمہ بن مرثد ۱۴۳
- ☆ علی بن اقر ۲۵۰
- ☆ علی بن بذیمہ جزری ۷۴۲
- ☆ علی بن حسین ابوالحسن الزراد ۴۰
- ☆ علی بن حسین زین العابدین ۱۰۰۲
- ☆ عمر بن جبیر ۴۹۷
- ☆ عمرو بن دینار ۷۳۸
- ☆ عمرو بن حارث ۱۰۴۸
- ☆ عمرو بن سلمہ بن حارث ۴۷۱
- ☆ عمرو بن سعید ۴۱۴
- ☆ عمرو بن شرییل ہمدانی ۴۲۸
- ☆ عمرو بن شعیب سہمی ۸۱
- ☆ عمرو بن عبداللہ سمیعی ۸۴۰
- ☆ عمرو بن مرہ جلی ۶۷
- ☆ عمرو بن میمون اودی ۵۲۲
- ☆ عمران بن عمیر مسعودی ۱۰۶۹
- ☆ عمرہ بنت عبدالرحمن ۴۵۲
- ☆ عمیر بن سعد ابویحییٰ ۴۱۲
- ☆ عمیر مسعودی ۱۰۷۰
- ☆ عتریس بن عرقوب ۸۹۷
- ☆ عوف ابوالاحوص ۴۵۴
- ☆ عون بن عبداللہ ہذلی ۸۵۴

حرف الغین

☆ غالب بن عبد اللہ عقیلی جزری ۷۲۶

حرف القاف

☆ قاسم بن عبد الرحمن مسعودی ۶۸۹

☆ قاسم بن مخمرہ ۹۴

☆ قزعة بن یحییٰ ابو غادیہ ۱۵۰

☆ قمیر بنت عمرو زوج مسروق ۱۱۸

☆ قیس بن ابی حازم ۱۱۴۱

☆ قیس بن ربیع اسدی ۶۵۶

☆ قیس بن مسلم ۵۴۹

☆ قیس مولیٰ ام سلمہ ۵۰۹

حرف الکاف

☆ کثیر بن جہان ۵۶۱

☆ کثیر بن عبد اللہ اصم ۷۰۹

حرف اللام

☆ لایت بن ابی سلیم ۵۰۲

حرف المیم

☆ محمد بن ابی سلیمان غبید اللہ عزری ۸۱

☆ محمد بن سوقہ غنوی ۸۷۰

☆ محمد بن سیرین ۴۱۰

☆ محمد بن عبد الرحمن بن سعد ۴۵۱

☆ محمد بن عبد اللہ ثقفی ابو عون ۸۶۵

☆ محمد بن عثمان ۶۴۹

- ☆ محمد بن عمرو بن حارث ۹۸
- ☆ محمد بن قیس ۹۵۶
- ☆ محمد بن کعب قرظی ۳۳۹
- ☆ محمد بن مالک بن زبید ۵۳۸
- ☆ محمد بن مسلم بن شہاب زہری ۲۰۳
- ☆ محمد بن منشر ۱۷۵
- ☆ محمد بن منکدر ۶۳۹
- ☆ مالک بن زبید ہمدانی ۵۳۸
- ☆ مجالد بن سعید ۹۰۰
- ☆ مجاہد بن جبر ۲۶۳
- ☆ محارب بن دثار ۳۱۸
- ☆ مرزوق ابوبکر ۸۹۰
- ☆ مزاحم بن زفر ضی ۹۹۷
- ☆ مستورد بن اخف ۸۲۵
- ☆ مسروق بن اجدع ۷۸
- ☆ مسعر بن کدام ہلالی ۲۳
- ☆ مسعود بن مالک ابوزین ۲۷۶
- ☆ مسلم بن سالم نہدی ۹۷۱
- ☆ مسلم بن صبح ابوالطحی ۲۲۰
- ☆ مسلم بن کیسان اعور ۵۱۰
- ☆ مسلم بن ہیصم عبدی ۸۶۳
- ☆ معاوہ عدویہ ۶۳۳
- ☆ معاویہ بن اسحاق ۵۳۶
- ☆ معبد بن صبیح بصری ۷۳
- ☆ معن بن عبد الرحمن ۱۱۱۸

- ☆ مقاتل بن حیان ۸۶۳
- ☆ مقسم بن بجره ۷۴۳
- ☆ منذر بن مالک البونظره ۳۴
- ☆ منذر بن ابی حمیصه همدانی ۸۷۲
- ☆ منصور بن زاذان ۷۴
- ☆ منصور بن معتمر ۸۸
- ☆ منبهال بن خلیفه ۶۸۸
- ☆ موسى بن طلحه ۹۸۷
- ☆ موسى بن ابی عائشه ۱۷۹
- ☆ موسى بن ابی کثیر ابو الصباح ۶۲۹
- ☆ میمون بن سیاه ۲۸۹
- ☆ میمون بن مهران جزری ۱۷۲

حرف النون

- ☆ نافع مولی ابن عمر ۶۵۲
- ☆ نصر بن طریف ابو جزری ۷۶۲

حرف الواو

- ☆ وقدان ابو یعفر کبیر ۲۵۴
- ☆ ولید بن سری ۸۸۵
- ☆ وهب بن کیسان مکی ۹۴۴

حرف الهاء

- ☆ هشیم بن ابی هشیم میرفی کوئی ۴
- ☆ هشام بن عروه ۶۴۷

حرف الیاء

- ☆ یحییٰ بن سعید انصاری ۳۵۲
- ☆ یحییٰ بن عبد اللہ جابر ۷۰
- ☆ یحییٰ بن عبد اللہ ابو جحہ جلیح ۹۸۸
- ☆ یحییٰ بن عبید اللہ بن مویہ ۱۹۶
- ☆ یحییٰ بن عمرو بن سلمہ ۴۷۱
- ☆ یزید بن حوکیہ ۵۳۳
- ☆ یزید الرثک ۹۸۷
- ☆ یزید بن عبد الرحمن ابو خالد ۶۳۳
- ☆ یزید بن عبد الرحمن ابو داود اودی ۸۱۵
- ☆ یزید بن عبد اللہ بن معقل ۱۶۹
- ☆ یزید بن ابی یزید ۹۸۷
- ☆ یسار بن سبج جہنی ۱۵۵
- ☆ یوسف بن ماک ۶۸۶
- ☆ یونس بن ابی اسحاق ۱۰۹۵
- ☆ یونس بن عبد اللہ ابو فروہ ۷۰۶

الکئی

- ☆ ابوالاحوص عوف ۴۵۳
- ☆ ابواسحاق سبعی ۷۴۰
- ☆ ابواسحاق شیبانی ۴۳۲
- ☆ ابوالاسود دوی ۹۸۸
- ☆ ابوامیہ عبد الکریم ۴۸
- ☆ ابن بریدہ ۱۴۳
- ☆ ابو بردہ بن ابی موسیٰ ۹۵۷

- ☆ ابو بسطام مقاتل ۸۶۳
- ☆ ابو بشر روح ۸۶۳
- ☆ ابو بشر کوفی ۱۱۱۹
- ☆ ابو بکر ابهری ۱۳
- ☆ ادبکر بن ابی جهم ۹۷
- ☆ ابو بکر عاصم ۲۷۶
- ☆ ابو بکر بن عبد اللہ ۷۲۹
- ☆ ابو بکر بن ابی موسی ۶۵۶
- ☆ ام ثور ۹۶۱
- ☆ ابو جلدہ کوفی ۸۹۰
- ☆ ابو جزی نصر ۷۶۲
- ☆ ابو جعفر باقر ۲۹۲
- ☆ ابو حارم سلیمان اشجعی ۴۷۰
- ☆ ابو حازم حصین ۱۱۱۰
- ☆ ابو حاضر عثمان ۵۰۶
- ☆ ابو الحیثم ۹۸۸
- ☆ ابو الحسن الزرادی ۴۰
- ☆ ابو حصین ۹۵۰
- ☆ ابن حمزہ ۱۰۷۰
- ☆ ابن الحوکیہ ۵۳۳
- ☆ ابو خالد یزید ۶۳۲
- ☆ ابن خثیم ۶۸۶
- ☆ ابو داود اودی ۸۱۵
- ☆ ابو ذراع ۷۰۹
- ☆ ابو ذوبہ ۱۸

- ☆ ابو رافع بن خديج ۹۵۰
- ☆ ابو رزين ۲۷۶
- ☆ ابوروق بهدانی ۱۸
- ☆ ابو زير محمد بن مسلم کی ۶۳۳
- ☆ ابوسفر ۸۸۴
- ☆ ابوسفیان طریف ۳۳
- ☆ ابوسفیان بن العلاء ۴۴۱
- ☆ ابوسلمہ بن عبد الرحمن ۶۵۰
- ☆ ابوسليمان ۷۲۷
- ☆ ابوالسوار ۵۰۶
- ☆ ابوالشعيل نخعی ۶۶
- ☆ ابوالشعفاء جابر ۷۳۸
- ☆ ابوالشعفاء سليم ۳۱۵
- ☆ ابن شهاب زہری ۲۰۳
- ☆ ابوصالح بازام ۲۰۴
- ☆ ابوصالح سمان ۴۴۷
- ☆ ابوالصباح انصاری ۶۲۹
- ☆ ابو صخرہ ۴۹۳
- ☆ ابوالفهي مسلم ۲۲۰
- ☆ ابن عامر ۶۴۲
- ☆ ابن عائذ طائی ۵۴۷
- ☆ ابو عبد اللہ جدلی ۹۹
- ☆ ابو عبد اللہ عمرو بن مرہ ۶۷
- ☆ ابو عبیدہ ۶۴۳
- ☆ ابوالعطوف جراح ۲۰۴

- ☆ ابوعمارہ عبدخیر ۳۶
- ☆ ابو عمرو زر بن عبد اللہ ۳۰۸
- ☆ ابو عمرو شیبانی ۸۲۷
- ☆ ابو عون محمد ۸۶۵
- ☆ ابو غادیہ بصری ۸۶۵
- ☆ ابو غسان ۹۱۰
- ☆ ابو فروہ مسلم ۹۱۰
- ☆ ابو قدامہ منہال ۶۸۸
- ☆ ابو القعقاع جری ۶۸۸
- ☆ ابو کباش ۳۸۷
- ☆ ابو کثیر ۱۰۱۰
- ☆ ابو ماجد علی ۷۰
- ☆ ابو محمد ۴۶۱
- ☆ ابو محمد افسس ۶۵۴
- ☆ ابن ابی ملیکہ ۷۶۴
- ☆ ابو میسرہ ہمدانی ۴۲۸
- ☆ ابو نجیح ۶۰۶
- ☆ ابو نصر بن عمرو سلمی ۶۰۶
- ☆ ابو نصرہ ۳۵
- ☆ ابو دائل شقیق ۳۲۰
- ☆ ابو الولید ۱۷۹
- ☆ ابو الہدیل عبدالرحمن ۲۹۹
- ☆ ابو الہدیل غالب ۷۲۶
- ☆ ابو ہند حارث ۳۷
- ☆ ابو یحییٰ ۸۸۰

☆ ابو یحییٰ حبیب ۸۱۱

☆ ابو یحییٰ سلمہ ۸۲۵

☆ ابو یحییٰ عبید اللہ ۱۹۶

☆ ابو یحییٰ عمیر بن سعید ۴۱۲

☆ ابو یحییٰ عفور الکبیر ۱۷۳



یا دواشت

Blank lined area for writing.

Blank lined area for writing.